آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور مستند روایات پر مشتمل

تذکرۃ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

حافظ قاضی عبدالرزاق چشتی بھترالوی ہزاروی

١٤٠٠ھ ضیاء العلوم پبلی کیشنز ١٩٨٠ء
راولپنڈی۔ پاکستان

تذکرۃ الانبیاء

مؤلفہ

حافظ قاضی عبد الرزاق

چشتی بھترالوی حطاروی

ضیاء العلوم پبلی کیشنز

راولپنڈی - پاکستان

﴿عرضِ ناشر﴾

"تذکرۃ الانبیاء" حضرت علامہ قاضی **عبد الرزاق** بھتر الوی زید مجدہ کی شاندار تصنیف ہے۔ علامہ موصوف ایک متبحر عالمِ دین انتہائی محنتی و قابل مدرس اور بلند پایہ خطیب ہیں۔ آپ ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ درس و تدریس سے آپ کا گہرا اور دیرینہ تعلق ہے۔ 22 سال سے آپ **جامعہ رضویہ ضیاء العلوم** راولپنڈی میں فقہ و حدیث اور تفسیر پڑھا رہے ہیں۔ فتویٰ نویسی جیسی اہم ذمہ داری کا فریضہ بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے علامہ موصوف کو جہاں اور بہت سی خوبیاں عطا فرمائی ہیں وہیں آپ کو زورِ قلم جیسی خوبی سے بھی نوازا ہے، آپ کی مصنفہ کتب عوام و خواص میں بے حد مقبول ہیں۔ آپ کا اندازِ تحریر اتنا آسان اور سادہ ہے کہ بغیر کسی تگ و دو کے ہر مسئلہ ذہن میں متمکن ہو جاتا ہے۔ مختلف عنوانات پر آپ نے لاجواب کتب تحریر کی ہیں۔ اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ **شمع ہدایت، تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان، موت کا منظر، اسلام میں عورت کا مقام،** انگوٹھے چومنا مستحب ہے، اذان کے ساتھ درود و سلام مستحب ہے، اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے، امام اعظم اور فقہ حنفی، **حاشیہ میزان الصرف، حاشیہ سراجی، حاشیہ تلخیص المفتاح، حاشیہ نور الایضاح، حاشیہ قدوری اور حاشیہ کنز الدقائق** جیسی تصنیفات عربی اور اردو ادب میں آپ کی اعلیٰ مہارت کا بیّن ثبوت ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا تذکرہ، ان کے احوال واقعات کا بیان قرآن مجید فرقانِ حمید کا اہم ترین حصہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو بھی انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمانے کا حکم دیا تاکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر حضور ﷺ کی سنت ہو جائے اور یہ ذکر سن کر لوگ ان نفوسِ قدسیہ کی پاک خصلتوں سے نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں۔ اس سے قبل بھی مختلف زبانوں میں انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکرے مرتب کیے گئے، اس عنوان پر خصوصی اولیں تذکرہ علامہ ابن کثیر نے عربی زبان میں مرتب فرمایا جسے قصص الانبیاء کا نام دیا۔ علامہ ابن کثیر نے قرآن و سنت کے حوالہ جات پر مشتمل احوال تذکرہ ہائے انبیاء علیہم السلام فرمائے مگر عربی زبان اور اختصار کے باعث عامۃ المسلمین کے استفادے کیلئے مشکل تھا۔ اردو زبان میں بھی کچھ لوگوں نے ملتے جلتے ناموں سے قصص الانبیاء کے عنوان سے کتب تحریر کیں مگر روایات و احوال کے بیان میں انتہائی تساہل اور کوتاہ بینی کا انداز اپنایا، یہاں تک کہ اسرائیلیات میں سے من گھڑت واقعات...... جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تنقیص و توہین پر مشتمل تھے ...... بغیر کسی وضاحت کے ذکر کر دیئے۔ لہذا ضرورت تھی کہ اردو زبان میں انبیائے کرام کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایسی معیاری اور جامع تصنیف ہو جس میں شانِ نبوت و رسالت کا بھرپور خیال و پاس رکھتے ہوئے مستند احوال کو ذکر کیا جائے۔ الحمدللہ العظیم یہ سعادت استاذ العلماء علامہ قاضی **عبد الرزاق** بھتر الوی حطاروی زید مجدہ نے حاصل کی ہے۔

زیرِ نظر نسخہ اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن ہے اس سے پہلے بھی یہ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے اور قبولیت

marfat.com

Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	....	تذکرۃ الانبیاء علیہم السلام
مصنف	....	حافظ عبد الرزاق بھتر الوی حطاروی
کمپوزنگ	....	غوثیہ کمپیوٹر سنٹر برج فتح جنگ ضلع اٹک
تکنیکی تعاون	....	ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر راولپنڈی
کمپوزرز	....	اظہر اقبال اعوان، محمد یعقوب
پیرابندی و تخریج	....	حافظ محمد اسحاق ظفر، خواجہ وقار احمد
پروف ریڈنگ	....	قاری محمد یعقوب چشتی، شوکت حیات الخیری
ضخامت	....	8 / 30 x 20 = 1016 صفحات
بار طبع	....	چوتھا ایڈیشن ستمبر 2002ء
ناشر	....	ضیاء العلوم پبلیکشنز
مقام اشاعت	....	ضیاء العلوم۔ U-128 بازار تلواڑاں راولپنڈی
قیمت	....	-/360 روپے

ملنے کے پتے

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ رضویہ نزد ستا ہوٹل گنج بخش روڈ لاہور

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ احمد بک کارپوریشن عالم بزنس سنٹر اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ جامع مسجد غوثیہ سیکٹر ایف سکس ون اسلام آباد

☆ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

☆ مکتبہ غوثیہ محلہ فرقان آباد سبزی منڈی کراچی

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	**پیش لفظ**	۱۷
۲	**مقدمہ**	۲۷
۳	قرآن پاک میں انبیاء کے اسماء گرامی	۲۷
۴	انبیاء کرام کی تعداد	۲۸
۵	تنبیہ	۲۸
۶	رسولوں اور آسمانی کتابوں کی تعداد	۲۹
۷	نبی کسے کہا جاتا ہے؟	۲۹
۸	معجزہ	۳۰
۹	ارہاص	۳۰
۱۰	کرامت	۳۰
۱۱	معونت	۳۱
۱۲	استدراج	۳۱
۱۳	اہانت	۳۱
۱۴	سحر (جادوگری)	۳۱
۱۵	تنبیہ	۳۱
۱۶	کون نبی نہیں ہو سکتے؟	۳۱
۱۷	نبی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں	۳۲
۱۸	انبیاء کرام اخلاق عظیمہ کے مالک	۳۳
۱۹	نفس نبوت میں تمام انبیاء برابر	۳۴
۲۰	حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام	۳۴
۲۱	مشورہ کرنے کی حکمت	۳۴
۲۲	حدیث مرفوع	۳۴
۲۳	اعتراض	۳۵
۲۴	جواب	۳۵
۲۵	نکتہ	۳۶
۲۶	خلیفہ بنانے کا مقصد	۳۶
۲۷	مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ	۳۷
۲۸	مشورہ طلب کرنے پر فرشتوں کا سوال	۳۸
۲۹	آدم علیہ السلام کے علوم	۴۰
۳۰	آدم علیہ السلام کو نام سکھائے فرشتوں کو نہیں، کیا وجہ؟	۴۱
۳۱	آدم علیہ السلام کو علم کیسے عطا کیا گیا تھا؟	۴۲
۳۲	فائدہ	۴۲
۳۳	علم کے فضائل عقلیہ ونقلیہ	۴۳
۳۴	سات پیغمبروں کو علم کی وجہ سے بہت بڑے فوائد حاصل ہوئے	۴۴
۳۵	حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش	۴۶
۳۶	جسم آدم علیہ السلام کے لئے مٹی لی گئی	۴۸
۳۷	کیسی مٹی لی گئی	۴۸
۳۸	زمین میں چشمے کیوں جاری ہیں؟	۴۹
۳۹	انسان کو خوشی کم اور غم زیادہ کیوں؟	۴۹
۴۰	آدم علیہ السلام کی صورت دیکھ کر فرشتے حیران	۴۹
۴۱	آدم علیہ السلام کے قالب میں روح کا دخول	۵۰
۴۲	فائدہ	۵۱
۴۳	فرشتوں کو سجدہ کا حکم	۵۱
۴۴	آدم علیہ السلام خلیفہ حقیقی	۵۲
۴۵	فرشتوں کو تعداد کتنی ہے؟	۵۳
۴۶	ابلیس کی اصل کیا ہے؟	۵۴
۴۷	فرشتوں کو "جن" کیوں کہا گیا ہے؟	۵۴
۴۸	ابلیس تکبر کی وجہ سے مردود ہو گیا	۵۵
۴۹	شیطان کی درخواست کی منظوری	۵۶
۵۰	شیطانی وسوسہ کے اثر ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے پانچ قسمیں	۵۷
۵۱	پہلا گروہ	۵۷
۵۲	دوسرا گروہ	۵۷
۵۳	تیسرا گروہ	۵۸
۵۴	چوتھا گروہ	۵۹
۵۵	پانچواں گروہ	۵۹
۵۶	شیطان نے اپنی بخشش کا موقع گنوا دیا	۵۹
۵۷	فائدہ	۶۰
۵۸	ابلیس کا نام ابلیس یا شیطان کیوں؟	۶۰
۵۹	حضرت حوا علیہ السلام کی پیدائش	۶۰
۶۰	آدم علیہ السلام کی شادی اور مہر	۶۱
۶۱	قانون قدرت اور قانون عادت	۶۲
۶۲	درخت سے منع کرنے میں حکمت	۶۳
۶۳	آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی	۶۴
۶۴	شیطان کے پھسلانے کا کیا مطلب؟	۶۵

marfat.com

Marfat.com

عامہ کا اعزاز بھی حاصل کر چکی ہے۔ لیکن آیات واحادیث اور تفسیر وفقہ کی کتب سے ماخوذ عربی وفارسی عبارات کو کتاب کا حجم کم کرنے کیلئے حذف یا مختصر کر دیا تھا اور صرف اردو ترجمہ باقی چھوڑا گیا تھا۔ اور آیات قرآنیہ کو صرف ابتدائی وآخری جملہ لکھ کر بقیہ کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ اگرچہ عوام الناس کیلئے اس سے کچھ فرق نہ پڑتا تھا مگر علماء و محققین کیلئے اصل عربی وفارسی عبارات کا ہونا انتہائی ضروری تھا؛ تاکہ یہ کتاب ایک حوالہ جاتی کتاب اور مستند تصنیف شمار ہو۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے نئے سرے سے کمپوزنگ کروائی گئی اور وہ تمام آیات واحادیث اور عربی وفارسی کی اصل عبارات اس ایڈیشن میں شامل کر دی گئی ہیں جو سابقہ ایڈیشنوں میں بوجوہ شامل نہ ہو پائی تھیں۔

حوالہ جات کیلئے بائیں جانب چھوٹی تقطیع میں مکمل حوالہ درج کیا گیا ہے جب کہ آیات قرآنیہ میں رکوع کی نشاندہی کی بجائے پارہ نمبر، سورت اور اس کا آیت نمبر دیا گیا ہے تاکہ مزید تفسیری مواد کی تلاش میں آسانی ہو۔ آخر میں فہرست مصادر ومراجع لگا کر حوالہ جاتی کتاب کی اس کمی کو بھی پورا کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب حجم کے لحاظ سے سابقہ ایڈیشنوں سے دوگنا ہو گئی ہے، یقیناً علم دوست احباب اس ترتیب جدید واضافے کو تحسین کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

"تحریر" کو معنوی وصوری حسن کے ساتھ صفحہ قرطاس پر لانا بھی ایک فن ہے۔ عبارات کی پیرابندی اور اقتباسات کو ان کے خدوخال کے ساتھ لکھنا علم وہنر کے بغیر بہت مشکل ہے۔ نئے ایڈیشن کو کتابت و کیلی گرافی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے غوثیہ کمپیوٹر سنٹر برج۔ فتح جنگ اور " ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر " راولپنڈی کے احباب عزیزم اظہر اقبال اعوان، قاضی محمد یعقوب چشتی، سلمہم اللہ خصوصاً مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر زید مجدہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ ان کی شبانہ روز محنت انتہائی لگن اور خلوص نے اس کتاب کی دلکشی اور جاذبیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے صاحب ذوق اور فن کی باریکیوں میں نظر رکھنے والے حضرات اس سے یقیناً محظوظ ہوں گے

ضیاء العلوم پبلیکیشنز (راولپنڈی) عرصہ دراز سے دین اسلام کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ "ادارہ" کی شروع سے یہ کوشش رہی ہے کہ ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے جن سے اعلیٰ اسلامی واخلاقی اقدار کا تحفظ ہو اور مسلک اہل سنت کی صحیح تصویر کشی اور ترجمانی ہو۔ الحمد للہ! ہم تحدیثاً للنعمة اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ عوام الناس کا بے پناہ اعتماد اس بات کا گواہ ہے۔ ان شاء اللہ العزیز مستقبل میں ہم اپنی ان کوششوں اور خدمات کو مزید آگے بڑھانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت اہل سنت کے اس اشاعتی ادارے کو مزید ترقی عطا فرمائے۔

آمین دعاء جو

سید شہاب الدین شاہ

ستمبر ۲۰۰۲ء

فیکس 051- 4580404 فون 0300-8552781

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۰	نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا غرق ہو گیا	۱۱۱
۱۳۱	نوح علیہ السلام کی بیٹے کے حق میں التجاء	۱۱۲
۱۳۲	تنبیہ	۱۱۳
۱۳۳	نوح علیہ السلام کی ایک زوجہ بھی غرق ہو گئی	۱۱۳
۱۳۴	تنبیہ	۱۱۴
۱۳۵	طوفان کی انتہا	۱۱۴
۱۳۶	کشتی جودی پہاڑ پر کیوں رکی ؟	۱۱۵
۱۳۷	**ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام**	۱۱۶
۱۳۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب	۱۱۶
۱۳۹	تنبیہ	۱۱۶
۱۴۰	ابراہیم علیہ السلام کا مختصر واقعہ اور آزر کے چچا ہونے پر شاندار دلیل	۱۱۹
۱۴۱	ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی ملکوت کا مشاہدہ کرایا گیا	۱۲۱
۱۴۲	ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں کا رد فرمایا	۱۲۲
۱۴۳	ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا	۱۲۵
۱۴۴	اعتراض	۱۲۸
۱۴۵	جواب	۱۲۸
۱۴۶	تشریح حدیث	۱۳۱
۱۴۷	پہلا ارشاد گرامی "انی سقیم"	۱۳۱
۱۴۸	دوسرا ارشاد گرامی "بل فعلہ کبیرھم"	۱۳۲
۱۴۹	پہلی وجہ	۱۳۲
۱۵۰	دوسری وجہ	۱۳۳
۱۵۱	تیسری وجہ	۱۳۳
۱۵۲	چوتھی وجہ	۱۳۳
۱۵۳	پانچویں وجہ	۱۳۴
۱۵۴	چھٹی وجہ	۱۳۴
۱۵۵	ساتویں وجہ	۱۳۴
۱۵۶	انبیاء کرام کو جھوٹا کہنے سے رلویوں کو جھوٹا کہنا بہتر ہے	۱۳۵
۱۵۷	آپ کا تیسرا ارشاد	۱۳۵
۱۵۸	بتوں کو توڑنے پر ابراہیم علیہ السلام کو سزا	۱۳۵
۱۵۹	ابراہیم کو آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ	۱۳۶
۱۶۰	آگ میں ڈالنے کا مشورہ دینے والا	۱۳۶
۱۶۱	وہ کیسی آگ تھی ؟	۱۳۶
۱۶۲	آگ میں ڈالنے کیلئے شیطان کی راہنمائی	۱۳۷
۱۶۳	زمین و آسمان کی مخلوق کی فریاد	۱۳۷
۱۶۴	فرشتوں نے امداد کرنے کی اجازت طلب کی	۱۳۸
۱۶۵	ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ پر توکل	۱۳۸
۱۶۶	چھپکلی کا آگ کو پھونکیں دینا	۱۳۹
۱۶۷	ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں عجیب منظر	۱۳۹
۱۶۸	ابراہیم علیہ السلام آگ میں کتنے دن رہے ؟	۱۴۰
۱۶۹	نمرود کا ابراہیم علیہ السلام کو باغ میں دیکھنا	۱۴۱
۱۷۰	نمرود رب کی قدرت کا اقرار کرنے کے باوجود گمراہ رہا	۱۴۱
۱۷۱	ابراہیم نے تمام باطل معبودوں کا رد کیا	۱۴۲
۱۷۲	ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ	۱۴۴
۱۷۳	تمام روئے زمین کے چار بادشاہ	۱۴۵
۱۷۴	نمرود سے مناظرہ کب ہوا؟	۱۴۵
۱۷۵	ابراہیم علیہ السلام کی رب کے متعلق دلیل	۱۴۵
۱۷۶	ریت غلہ بن گئی	۱۴۷
۱۷۷	نمرود ایک مرتبہ پھر ایمان لانے سے محروم	۱۴۷
۱۷۸	نمرود اور اس کی قوم کا انجام	۱۴۷
۱۷۹	ابراہیم نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھنا چاہا	۱۴۸
۱۸۰	مردوں کو زندہ کرنے کا سوال کیوں کیا؟	۱۴۸
۱۸۱	پہلی وجہ	۱۴۸
۱۸۲	دوسری وجہ	۱۴۹
۱۸۳	تیسری وجہ	۱۴۹
۱۸۴	چوتھی وجہ	۱۴۹
۱۸۵	اعتراض	۱۴۹
۱۸۶	جواب	۱۴۹
۱۸۷	مردے زندہ ہوتے ہوئے دکھا دیئے	۱۵۱
۱۸۸	تنبیہ	۱۵۲
۱۸۹	تمام جانداروں سے پرندوں کا انتخاب کیوں	۱۵۳
۱۹۰	چار کا حکم دینے کی وجہ ؟	۱۵۳
۱۹۱	سب پرندوں میں سے چار کو خاص کرنے کی وجہ	۱۵۴
۱۹۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت کرنا	۱۵۴

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵	شیطان نے وسوسہ کیوں ڈالا؟	۶۶
۶۶	شیطان پھسلانے پر کیسے قادر ہوا؟	۶۷
۶۷	شیطان کیسے وسوسے ڈالتا ہے؟	۶۷
۶۸	شیطان نے کہاں سے وسوسہ والی گفتگو کی؟	۶۸
۶۹	تنبیہ	۶۸
۷۰	فائدہ	۶۸
۷۱	اعتراض	۶۹
۷۲	جواب	۶۹
۷۳	انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہیں	۷۰
۷۴	آدم و حوا علیہ السلام کا زمین پر تشریف لانا	۷۷
۷۵	آدم علیہ السلام جنت سے کیا لائے؟	۷۸
۷۶	آدم علیہ السلام کا ذریعہ معاش	۷۹
۷۷	فائدہ	۸۰
۷۸	آدم علیہ السلام کی توبہ	۸۰
۷۹	آدم علیہ السلام کی توبہ کب قبول ہوئی؟	۸۲
۸۰	فائدہ	۸۲
۸۱	تنبیہ	۸۲
۸۲	توبہ کس دن قبول ہوئی؟	۸۳
۸۳	آدم اور حوا علیہ السلام کی ملاقات	۸۳
۸۴	آدم علیہ السلام کی اولاد کے حق میں دعا	۸۴
۸۵	آدم علیہ السلام کی اولاد	۸۴
۸۶	تنبیہ	۸۴
۸۷	آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا جھگڑا	۸۵
۸۸	آدم علیہ السلام نے نیاز کا مشورہ	۸۵
۸۹	آخر کار قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا	۸۶
۹۰	قتل کے بعد قابیل کی دنیا میں ذلت	۸۷
۹۱	قابیل کا اخروی عذاب	۸۷
۹۲	بیٹے کے قتل پر آدم علیہ السلام کا غم	۸۷
۹۳	قتل کے بعد قابیل کی پریشانی	۸۸
۹۴	لاش چھپانے میں کوے کی معاونت	۸۸
۹۵	کوے نے کیسے معاونت کی؟	۸۹
۹۶	تنبیہ	۸۹
۹۷	آدم علیہ السلام کی وفات	۹۰
۹۸	آدم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین فرشتوں نے کی	۹۰
۹۹	**حضرت ادریس علیہ السلام**	۹۲
۱۰۰	حضرت ادریس علیہ السلام کا نسب	۹۲
۱۰۱	حضرت نوح علیہ السلام کا نسب	۹۲
۱۰۲	حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجادات	۹۲
۱۰۳	ادریس علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا	۹۳
۱۰۴	دوسرا معنی	۹۳
۱۰۵	تنبیہ	۹۴
۱۰۶	**حضرت نوح علیہ السلام**	۹۵
۱۰۷	نوح علیہ السلام نے قوم کو کیا تبلیغ کی؟	۹۵
۱۰۸	نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا قوم پر کیا اثر ہوا؟	۹۷
۱۰۹	نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا ہر طریقہ آزمایا	۹۸
۱۱۰	قوم کے کتنے لوگ ایمان لائے	۹۸
۱۱۱	قوم نوح کے ایمان نہ لانے کی وجوہ	۹۸
۱۱۲	حضرت نوح علیہ السلام کا جواب	۱۰۰
۱۱۳	نوح علیہ السلام کی قوم پر ابتدائی وبال	۱۰۱
۱۱۴	اللہ کے نبی کی شفقت	۱۰۱
۱۱۵	فائدہ	۱۰۲
۱۱۶	قوم نے نوح علیہ السلام کو کیا القاب دیئے	۱۰۳
۱۱۷	نوح علیہ السلام کو قوم کی دھمکیاں اور سختیاں	۱۰۴
۱۱۸	نوح علیہ السلام کی دعا	۱۰۵
۱۱۹	قوم کی ہلاکت کی دعا آپ نے کیوں کی؟	۱۰۶
۱۲۰	رب تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دے دیا	۱۰۶
۱۲۱	کشتی کا ڈیزائن اللہ تعالیٰ کی وحی اور جبرائیل کی معاونت	۱۰۷
۱۲۲	کشتی کیسی تھی؟	۱۰۸
۱۲۳	کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد	۱۰۸
۱۲۴	کشتی کو دیکھ کر قوم کا مزاح کرنا	۱۰۸
۱۲۵	طوفان کا آغاز تنور سے ہوا	۱۰۹
۱۲۶	کشتی پر سوار ہونے اور دعا پڑھنے کا حکم	۱۰۹
۱۲۷	کتنا عظیم طوفان تھا؟	۱۱۰
۱۲۸	کشتی کا چلنا اور منزل پر پہنچنا	۱۱۱
۱۲۹	فائدہ	۱۱۱

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۵۶	ایک بھائی قتل کا کرنے سے منع کرتا تھا	۲۰۰
۲۵۷	جنگل میں لے جانے کیلئے بھائیوں کا حیلہ	۲۰۰
۲۵۸	بھائیوں کا یوسف کو تیار کرنا	۲۰۲
۲۵۹	بھائیوں کے مظالم	۲۰۲
۲۶۰	یوسف علیہ السلام کا کنوئیں میں حال	۲۰۴
۲۶۱	بیٹے روتے ہوئے واپس لوٹے	۲۰۵
۲۶۲	فائدہ	۲۰۶
۲۶۳	اعتراض	۲۰۷
۲۶۴	جواب	۲۰۷
۲۶۵	تنبیہ	۲۰۸
۲۶۶	یوسف علیہ السلام کا کنوئیں سے باہر آنا	۲۰۸
۲۶۷	حسن یوسف	۲۰۹
۲۶۸	بھائیوں کا یوسف کو کھوٹے سکوں سے بیچنا	۲۰۹
۲۶۹	یوسف کا بھائیوں کو الوداعی سلام	۲۱۰
۲۷۰	یوسف علیہ السلام کا والدہ کی قبر پر رونا	۲۱۱
۲۷۱	یوسف علیہ السلام کو تھپڑ مارنے پر قہر خداوندی	۲۱۱
۲۷۲	یوسف علیہ السلام کا بازار مصر میں سودا	۲۱۳
۲۷۳	یوسف علیہ السلام ناز و نعمت میں	۲۱۴
۲۷۴	تین شخصیات کی فراست	۲۱۵
۲۷۵	یوسف علیہ السلام ایک مرتبہ پھر امتحان میں	۲۱۵
۲۷۶	خدارا اپنی عاقبت برباد نہ کیجئے !	۲۱۷
۲۷۷	عورت کی گواہی	۲۱۸
۲۷۸	گواہ کی گواہی	۲۱۹
۲۷۹	اللہ کی گواہی	۲۱۹
۲۸۰	پہلی وجہ	۲۲۰
۲۸۱	دوسری وجہ	۲۲۰
۲۸۲	تیسری وجہ	۲۲۰
۲۸۳	چوتھی وجہ	۲۲۰
۲۸۴	ابلیس کا اقرار	۲۲۰
۲۸۵	علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن بات	۲۲۱
۲۸۶	یوسف علیہ السلام پر عورت کا الزام	۲۲۲
۲۸۷	عورت نے ظاہر طور پر برائی کو آپ کی طرف منسوب نہیں کیا	۲۲۳
۲۸۸	یوسف کی پاکدامنی پر دلالت کرنے والی علامات	۲۲۳
۲۸۹	یوسف علیہ السلام کے بری ہونے پر گواہی	۲۲۴
۲۹۰	عزیز مصر کی عورت پر مصر کی عورتوں کو طعنہ	۲۲۵
۲۹۱	عزیز کی زوجہ کا عذر عجیب انداز میں	۲۲۶
۲۹۲	دوسری وجہ	۲۲۶
۲۹۳	تیسری وجہ	۲۲۶
۲۹۴	یوسف کو دیکھ کر عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے	۲۲۷
۲۹۵	ہاتھ کاٹنے کی وجہ جمال یوسف پر فریفتہ ہونا	۲۲۸
۲۹۶	ہمارے نبی کریم ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین	۲۲۹
۲۹۷	یوسف علیہ السلام کا قید خانہ کی دعا کرنا	۲۲۹
۲۹۸	دو قیدیوں کا خواب کی تعبیر پوچھنا	۲۳۲
۲۹۹	یوسف علیہ السلام کا تعبیر کرنا	۲۳۴
۳۰۰	یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے پاس ذکر کرنے کے متعلق کہنا	۲۳۵
۳۰۱	مقربین کے لئے قوانین ہی اور ہیں	۲۳۶
۳۰۲	بادشاہ کو خواب آنا	۲۳۷
۳۰۳	بادشاہ کے خواب کی تعبیر	۲۳۹
۳۰۴	بادشاہ کا بلانا اور آپ کا انکار	۲۴۰
۳۰۵	فائدہ	۲۴۲
۳۰۶	قید خانہ سے نکل کر وزیر خزانہ اور وزیر اعظم	۲۴۲
۳۰۷	مسائل	۲۴۴
۳۰۸	مسئلہ	۲۴۴
۳۰۹	مسئلہ	۲۴۵
۳۱۰	مسئلہ	۲۴۵
۳۱۱	یوسف علیہ السلام کی تاجپوشی	۲۴۵
۳۱۲	آپ کی حکومت کے اثرات	۲۴۶
۳۱۳	عزیز مصر کی زوجہ کی مراد کا پورا ہونا	۲۴۷
۳۱۴	تنبیہ	۲۴۸
۳۱۵	غلہ لینے کے لئے آپ کے بھائیوں کا جانا	۲۴۹
۳۱۶	یوسف نے بھائیوں کی رقم واپس کر دی	۲۵۰
۳۱۷	چھوٹے بھائی کو ساتھ لیجانے کی باپ کے حضور درخواست	۲۵۱
۳۱۸	یعقوب علیہ السلام کی احتیاطی تدابیر	۲۵۳
۳۱۹	فائدہ	۲۵۴
۳۲۰	تنبیہ	۲۵۵

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۳	فلسطین میں خوشحالی	۱۵۶
۱۹۴	حضرت سارہ کے مشورہ سے حضرت ہاجرہ سے نکاح	۱۵۶
۱۹۵	ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا	۱۵۶
۱۹۶	اسماعیل علیہ السلام کے بعد اسحاق کی بشارت	۱۵۷
۱۹۷	اسحاق چھوٹے اور اسماعیل بڑے	۱۵۸
۱۹۸	اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام نبی ہوئے	۱۵۸
۱۹۹	ہاجرہ اور اسماعیل سرزمینِ حرم میں چھوڑنا	۱۵۹
۲۰۰	فائدہ	۱۶۲
۲۰۱	ابراہیم علیہ السلام کی قربانی	۱۶۲
۲۰۲	قربانی کے وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر	۱۶۳
۲۰۳	امتحان کی وجہ	۱۶۳
۲۰۴	تین دن ابراہیم کا خواب دیکھنا	۱۶۴
۲۰۵	صرف خواب دیکھنے سے ذبح پر عمل کیوں؟	۱۶۴
۲۰۶	انبیاء کرام کے خواب تین قسم	۱۶۴
۲۰۷	بیٹے سے مشورہ کرنے کی وجہ	۱۶۵
۲۰۸	ابراہیم علیہ السلام سے شیطان کی ناکامی	۱۶۶
۲۰۹	اسماعیل کا ابراہیم کو مشورہ دینا	۱۶۶
۲۱۰	دو بیٹوں میں سے قربانی کس کی؟	۱۶۸
۲۱۱	**خانہ کعبہ کی تاریخ**	۱۷۲
۲۱۲	آدم کی تعمیر	۱۷۲
۲۱۳	ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کرنا	۱۷۳
۲۱۴	ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد	۱۷۳
۲۱۵	قریش کی تعمیر	۱۷۳
۲۱۶	عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر	۱۷۴
۲۱۷	کعبہ کی موجودہ تعمیر	۱۷۵
۲۱۸	مقام ابراہیم و حجر اسود	۱۷۶
۲۱۹	مقام ابراہیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تین مرتبہ کھڑے ہوئے	۱۷۷
۲۲۰	**حضرت لوط علیہ السلام**	۱۷۹
۲۲۱	یہ معافی نبی کی شان کے منافی ہیں	۱۷۹
۲۲۲	تنبیہ	۱۷۹
۲۲۳	لوط علیہ السلام کے ایمان لانے سے مراد	۱۸۰
۲۲۴	لوط علیہ السلام کی ہجرت	۱۸۰
۲۲۵	لوط نے قوم کو عبادت کی دعوت نہیں دی	۱۸۰
۲۲۶	آپ نے قوم کو کہا	۱۸۱
۲۲۷	لوط علیہ السلام کی قوم کی خرابیاں	۱۸۱
۲۲۸	مسواک کون سے مواقع میں مستحب ہے	۱۸۴
۲۲۹	مسواک کے متعلق ارشادات مصطفوی	۱۸۴
۲۳۰	مسواک کے مستحب اوقات	۱۸۵
۲۳۱	لوط علیہ السلام کی زوجہ	۱۸۵
۲۳۲	عذاب والے فرشتوں کا آنا	۱۸۵
۲۳۳	اعتراض	۱۸۶
۲۳۴	جواب	۱۸۶
۲۳۵	ابراہیم کا فرشتوں سے مجادلہ	۱۸۷
۲۳۶	فرشتوں کا لوط علیہ السلام کے پاس آنا	۱۸۸
۲۳۷	پناہ طلب کرنے کا مطلب	۱۸۹
۲۳۸	فرشتوں کا جواب اور قوم لوط پر عذاب	۱۸۹
۲۳۹	لوط علیہ السلام کا رات کو نکل جانا	۱۹۱
۲۴۰	تنبیہ	۱۹۱
۲۴۱	الانتباہ	۱۹۱
۲۴۲	پہلی وجہ	۱۹۳
۲۴۳	دوسری وجہ	۱۹۴
۲۴۴	تیسری وجہ	۱۹۴
۲۴۵	**یعقوب و یوسف علیہما السلام**	۱۹۵
۲۴۶	یعقوب علیہ السلام کے بیٹے	۱۹۵
۲۴۷	یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنا	۱۹۶
۲۴۸	آپ کے خواب کی تعبیر	۱۹۶
۲۴۹	فائدہ	۱۹۶
۲۵۰	خواب بیان کرنے سے منع کرنا	۱۹۷
۲۵۱	یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد	۱۹۷
۲۵۲	اعتراض	۱۹۸
۲۵۳	جواب	۱۹۸
۲۵۴	دو بیٹوں سے زیادہ محبت کیوں؟	۱۹۹
۲۵۵	بھائیوں نے راہ سے ہٹانے کی ٹھان لی	۱۹۹

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۸۳	آزمائش کی گھڑیاں	۳۲۶
۳۸۴	مشکل کا ساتھی	۳۲۸
۳۸۵	ایوب علیہ السلام کا بے مثال صبر	۳۲۸
۳۸۶	زوجہ کی غلطی پر ناراضگی کا اظہار	۳۲۸
۳۸۷	آزمائش کا وقت ختم ہوتا ہے	۳۲۹
۳۸۸	چشمہ شفا	۳۳۰
۳۸۹	مال و اولاد واپس مل گئے	۳۳۰
۳۹۰	زوجہ کی مشکل رب نے آسان کر دی	۳۳۱
۳۹۱	تنبیہ	۳۳۳
۳۹۲	**ذوالکفل و یسع علیہما السلام**	۳۳۴
۳۹۳	حضرت ذوالکفل علیہ السلام	۳۳۴
۳۹۴	حضرت یسع علیہ السلام	۳۳۶
۳۹۵	**حضرت الیاس علیہ السلام**	۳۳۶
۳۹۶	حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام کی ہر سال ملاقات	۳۳۶
۳۹۷	نبی کریم ﷺ اور الیاس علیہ السلام کی ملاقات	۳۳۶
۳۹۸	آپ نے قوم کو کہا	۳۳۷
۳۹۹	قوم الیاس کا بت	۳۳۷
۴۰۰	شہر بعلبک	۳۳۸
۴۰۱	تنبیہ	۳۳۸
۴۰۲	**حضرت یونس علیہ السلام**	۳۴۰
۴۰۳	قوم یونس کی توبہ کی قبولیت کا دن	۳۴۱
۴۰۴	اعتراض	۳۴۲
۴۰۵	جواب	۳۴۲
۴۰۶	یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں	۳۴۲
۴۰۷	چند قرآنی الفاظ مبارکہ کی ضروری تشریح	۳۴۳
۴۰۸	دعا نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے	۳۴۵
۴۰۹	مچھلی کے پیٹ میں آپ کی دعا	۳۴۶
۴۱۰	فائدہ	۳۴۶
۴۱۱	مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا	۳۴۷
۴۱۲	مچھلی کے پیٹ سے باہر آکر	۳۴۷
۴۱۳	**داؤد و سلیمان علیہما السلام**	۳۴۹
۴۱۴	داؤد علیہ السلام کی عبادت	۳۴۹
۴۱۵	داؤد اور سلیمان کی نبوت کا ذکر	۳۵۰
۴۱۶	داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کا ذکر	۳۵۰
۴۱۷	فائدہ	۳۵۱
۴۱۸	پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد کے تابع	۳۵۲
۴۱۹	فائدہ	۳۵۳
۴۲۰	تنبیہ	۳۵۴
۴۲۱	اشراق یا چاشت کی رکعات	۳۵۵
۴۲۲	آپ کی بادشاہی کی دبدبہ اور اثر خطاب	۳۵۶
۴۲۳	پر اثر خطاب فیصل	۳۵۶
۴۲۴	لوہے کا آپ کے ہاتھ میں نرم ہو جانا	۳۵۸
۴۲۵	انبیائے کرام کا مقام بہت بلند ہے	۳۵۹
۴۲۶	داؤد علیہ السلام کا اصل واقعہ	۳۶۳
۴۲۷	نتیجہ واضح ہوا	۳۵۹
۴۲۸	داؤد کی خلافت اور عدل و انصاف کا حکم	۳۷۰
۴۲۹	داؤد علیہ السلام کے جانشین سلیمان علیہ السلام	۳۷۴
۴۳۰	سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں سمجھتے	۳۷۵
۴۳۱	"ہوا" حضرت سلیمان کے تابع تھی	۳۷۶
۴۳۲	سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا چشمہ	۳۷۷
۴۳۳	سلیمان علیہ السلام کا لشکر	۳۷۷
۴۳۴	سلیمان کے تخت کے متعلق غیر معتبر قصے	۳۷۹
۴۳۵	غیر معتبر قصہ نمبر ۱	۳۸۰
۴۳۶	غیر معتبر قصہ نمبر ۲	۳۸۰
۴۳۷	غیر معتبر قصہ نمبر ۳	۳۸۰
۴۳۸	غیر معتبر قصہ نمبر ۴	۳۸۰
۴۳۹	سلیمان کا چیونٹی کی کلام سن کر مسکرانا	۳۸۱
۴۴۰	فائدہ	۳۸۲
۴۴۱	چیونٹی کے کلام میں حکمت	۳۸۳
۴۴۲	انسان چیونٹی سے کم عقل کیوں؟	۳۸۳
۴۴۳	چیونٹیوں کی سمجھداری	۳۸۴

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۲۱	بنیامین کی یوسف سے ملاقات	۲۵۶
۳۲۲	بنیامین کو پاس رکھنے کا حیلہ	۲۵۹
۳۲۳	پریشانی میں بھائیوں کا کلام	۲۶۳
۳۲۴	یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام کیسے ؟	۲۶۴
۳۲۵	بنیامین کو بازیابی کی درخواست مسترد	۲۶۵
۳۲۶	بڑے بھائی کا مصر میں رہنا اور دوسروں کو واپس بھیجنا	۲۶۶
۳۲۷	حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا	۲۶۸
۳۲۸	یعقوب کے رونے کی عجیب حکمت	۲۶۹
۳۲۹	بیٹوں نے آپ کی پریشانی کو دیکھ کر کہا	۲۷۱
۳۳۰	یوسف اور بنیامین کی تلاش کیلئے بیٹوں کا بھیجنا	۲۷۲
۳۳۱	یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا	۲۷۴
۳۳۲	بھائیوں کی معذرت اور آپ کا معاف کرنا	۲۷۶
۳۳۳	فائدہ	۲۷۸
۳۳۴	قمیص کی روانگی اور یعقوب کو خوشبو آنا	۲۷۹
۳۳۵	بیٹوں کا آپ سے معافی طلب کرنا	۲۸۲
۳۳۶	یعقوب اور آپ کے خاندان کی مصر میں آمد	۲۸۳
۳۳۷	فائدہ	۲۸۵
۳۳۸	یوسف علیہ السلام کے خواب کا پورا ہونا	۲۹۱
۳۳۹	اعتراض	۲۹۱
۳۴۰	جواب	۲۹۱
۳۴۱	یوسف نے بھائیوں کا کتنا خیال رکھا	۲۹۲
۳۴۲	اپنے والد مکرم کو شاہی مقامات دکھائے	۲۹۲
۳۴۳	یعقوب علیہ السلام کی وفات اور قبر	۲۹۳
۳۴۴	یوسف علیہ السلام کی وفات	۲۹۴
۳۴۵	یوسف علیہ السلام کی قبر	۲۹۴
۳۴۶	یوسف علیہ السلام کی اولاد	۲۹۵
۳۴۷	**حضرت ہود علیہ السلام**	۲۹۶
۳۴۸	حضرت ہود علیہ السلام کی آمد و رفت	۲۹۷
۳۴۹	حضرت ہود نے قوم کو کیا تبلیغ فرمائی ؟	۲۹۷
۳۵۰	قوم عاد کی طاقت اور ان کے کام	۲۹۹
۳۵۱	لوگوں کے ساتھ تمسخر کیلئے بلند نشان بناتے	۳۰۰
۳۵۲	رہنے کے لئے مضبوط محل بناتے	۳۰۱
۳۵۳	دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے تھے	۳۰۱
۳۵۴	فائدہ	۳۰۱
۳۵۵	ڈنڈے مارنے ناجائز ہے	۳۰۲
۳۵۶	ہود علیہ السلام کی قوم کے جوابات	۳۰۳
۳۵۷	نکتہ	۳۰۳
۳۵۸	ہود علیہ السلام کا قوم کو چیلنج	۳۰۵
۳۵۹	ہود علیہ السلام نے قوم کو عذاب سے ڈرایا	۳۰۶
۳۶۰	عذاب کا خوف دلانے پر قوم کا جواب	۳۰۷
۳۶۱	قوم نے عذاب کو رحمت سمجھا	۳۰۷
۳۶۲	قوم عاد پر عذاب کیا آیا	۳۰۹
۳۶۳	**حضرت صالح علیہ السلام**	۳۱۱
۳۶۴	حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا	۳۱۱
۳۶۵	دنیا میں تم نے ہمیشہ نہیں رہنا	۳۱۲
۳۶۶	آپ کی تبلیغ سے دو فریق بن گئے	۳۱۳
۳۶۷	قوم نے آپ کو کیا جواب دیا	۳۱۴
۳۶۸	آپ نے قوم کو جواب دیا	۳۱۵
۳۶۹	قوم نے صالح سے معجزہ طلب کیا	۳۱۷
۳۷۰	مختصر واقعہ قوم ثمود	۳۱۸
۳۷۱	اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں	۳۱۹
۳۷۲	عذاب سے پہلے تین دن	۳۲۰
۳۷۳	سب کی رضامندی سے ایک شخص نے کوچیں کاٹیں	۳۲۰
۳۷۴	صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ	۳۲۱
۳۷۵	قوم ثمود کے کفار پر عذاب الٰہی	۳۲۲
۳۷۶	صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات	۳۲۳
۳۷۷	**حضرت ایوب علیہ السلام**	۳۲۵
۳۷۸	حلیہ مبارک	۳۲۵
۳۷۹	آپ کے اوصاف	۳۲۵
۳۸۰	مال و دولت کی فراوانی	۳۲۶
۳۸۱	آزمائش سے پہلے اولاد	۳۲۶
۳۸۲	فرشتوں میں آپ کی بلندی شان کا چرچا	۳۲۶

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰۷	قوم کے جوابات	۴۵۲
۵۰۸	قوم کی حماقت پر تعجب	۴۵۳
۵۰۹	متکبر سرداروں نے کہا	۴۵۳
۵۱۰	نبی دھمکیوں سے نہیں ڈرتا	۴۵۴
۵۱۱	فیصلہ کن بات	۴۵۵
۵۱۲	اللہ تعالیٰ کے عذاب کا آنا اور مدین کی تباہی	۴۵۶
۵۱۳	شعیب علیہ السلام کی تباہی اور اصحابہ ایکہ	۴۶۰
۵۱۴	**حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام**	۴۶۰
۵۱۵	بنی اسرائیل	۴۶۰
۵۱۶	موسیٰ علیہ السلام	۴۶۰
۵۱۷	حضرت ہارون علیہ السلام	۴۶۱
۵۱۸	"سامری" کا نام بھی موسیٰ تھا	۴۶۱
۵۱۹	فرعون	۴۶۲
۵۲۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے	۴۶۲
۵۲۱	بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنا	۴۶۳
۵۲۲	موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش	۴۶۴
۵۲۳	والدہ اور بہن کی بے قراری	۴۶۹
۵۲۴	تنبیہ	۴۷۰
۵۲۵	پرورش آپ کی ماں کے ذمہ	۴۷۰
۵۲۶	موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مارنا	۴۷۲
۵۲۷	شیطان کی طرف قتل کو منسوب کرنے کی وجہ	۴۷۴
۵۲۸	قتل کا راز ظاہر ہونا	۴۷۵
۵۲۹	ایک مخبر نے موسیٰ کو بتادیا	۴۷۶
۵۳۰	موسیٰ کا "مدین" کی طرف ہجرت کرنا	۴۷۷
۵۳۱	موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر	۴۷۸
۵۳۲	شعیب کا موسیٰ کو طلب کرنا	۴۷۹
۵۳۳	شعیب علیہ السلام کو بیٹی کا مشورہ	۴۸۱
۵۳۴	شعیب کی موسیٰ کو شادی کی پیشکش	۴۸۳
۵۳۵	مدت کی تکمیل کے بعد مصر واپسی	۴۸۴
۵۳۶	تنبیہ	۴۸۶
۵۳۷	رب تعالیٰ کے موسیٰ کو ارشادات	۴۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۳۸	فائدہ	۴۸۹
۵۳۹	موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا ہونا	۴۹۰
۵۴۰	فائدہ	۴۹۱
۵۴۱	نکتہ	۴۹۲
۵۴۲	فرعون کو تبلیغ کا حکم	۴۹۳
۵۴۳	موسیٰ کی دعا	۴۹۳
۵۴۴	فائدہ	۴۹۵
۵۴۵	دونوں بھائیوں کو حکم دیا	۴۹۵
۵۴۶	فرعون کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا	۴۹۶
۵۴۷	فرعون کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرنا	۴۹۶
۵۴۸	موسیٰ علیہ السلام نے رب کے حکم سے کہا	۴۹۸
۵۴۹	فرعون کی دھمکی	۵۰۲
۵۵۰	موسیٰ نے کہا میں معجزات لے کر آیا ہوں	۵۰۳
۵۵۱	فرعون نے موسیٰ کو مقابلہ کے لئے کہا	۵۰۵
۵۵۲	جادوگروں کا آجانا	۵۰۵
۵۵۳	موسیٰ علیہ السلام کی جادوگروں کو تبلیغ	۵۰۶
۵۵۴	موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ	۵۰۷
۵۵۵	فائدہ	۵۱۰
۵۵۷	فائدہ جلیلہ	۵۱۱
۵۵۸	تنبیہ	۵۱۲
۵۵۹	نتیجہ حاصل ہوا	۵۱۲
۵۶۰	فرعون کی جادوگروں کو دھمکی	۵۱۳
۵۶۱	نو مسلموں کا فرعون کو جواب	۵۱۴
۵۶۲	فرعون کو قوم کے سرداروں کا ڈرانا	۵۱۶
۵۶۳	بنی اسرائیل کا ڈرنا اور موسیٰ کا تسلی دینا	۵۱۸
۵۶۴	فرعون کی قوم کا مشورہ	۵۲۰
۵۶۵	فرعون کا شیخی مارنا	۵۲۱
۵۶۶	موسیٰ علیہ السلام کا جواب	۵۲۲
۵۶۷	ایمان چھپانے والے شخص نے کہا	۵۲۳
۵۶۸	فرعون اور اس کی قوم قحط سالی میں مبتلا	۵۳۲
۵۶۹	مختلف قسم کے عذاب	۵۳۴
۵۷۰	بنی اسرائیل کو مصر سے لے جانے کا حکم	۵۳۷

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۴۴۴	تنبیہ	۳۸۴
۴۴۵	ہدہد کا لشکر سے غائب ہونا اور تخت بلقیس کی خبر لانا	۳۸۶
۴۴۶	فائدہ	۳۸۷
۴۴۷	ہدہد کی واپسی	۳۸۸
۴۴۸	ہدہد کی تاخیر کی وجہ بیان کرتا ہے	۳۸۸
۴۴۹	سلیمان علیہ السلام پر مخفی کیوں؟	۳۸۹
۴۵۰	سبا شہر کے متعلق	۳۸۹
۴۵۱	بلقیس اور اس کی قوم کا مذہب	۳۹۰
۴۵۲	فائدہ	۳۹۰
۴۵۳	ہدہد کی بات کی تحقیق	۳۹۱
۴۵۴	بلقیس کی طرف سلیمان کا خط	۳۹۲
۴۵۵	بلقیس نے خط کو عزت والا کہا	۳۹۳
۴۵۶	انبیاء کرام کے خطوط کے مضامین	۳۹۴
۴۵۷	اعتراض	۳۹۵
۴۵۸	جواب	۳۹۵
۴۵۹	بلقیس کا خط کے متعلق مشورہ	۳۹۵
۴۶۰	بلقیس کا جنگ کو ناپسند کرنا	۳۹۶
۴۶۱	ہدیہ بھیجنے کی وجہ	۳۹۷
۴۶۲	ہدیہ کو دیکھ کر سلیمان کا جواب	۳۹۷
۴۶۳	سلیمان کا بلقیس کا تخت منگوانا	۳۹۹
۴۶۴	تخت کی طلب میں حکمت	۳۹۹
۴۶۵	اللہ کے ولی کی طاقت جن سے زیادہ	۴۰۰
۴۶۶	اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا	۴۰۱
۴۶۷	امتحان کبھی مصیبت سے اور کبھی آسائش سے لیا جاتا ہے	۴۰۲
۴۶۸	شکر کرنے میں انسان کا اپنا بھلا	۴۰۲
۴۶۹	تخت لانے والا کون تھا	۴۰۲
۴۷۰	تنبیہ	۴۰۳
۴۷۱	بلقیس سلیمان کے دربار میں	۴۰۴
۴۷۲	اتنی عقلمند عورت سورج پرست کیوں رہی؟	۴۰۵
۴۷۳	بلقیس کا چمکدار فرش کو پانی سمجھنا	۴۰۵
۴۷۴	تنبیہ	۴۰۶
۴۷۵	غیر یقینی واقعات	۴۰۷
۴۷۶	گزشتہ سے پیوستہ	۴۱۰
۴۷۷	رب کی یاد کے لئے گھوڑوں سے محبت	۴۱۰
۴۷۸	ایک مشہور لیکن غیر معتبر واقعہ	۴۱۲
۴۷۹	سلیمان کا "ان شاء اللہ" کہنا بھول جانا	۴۱۴
۴۸۰	سلیمان کے حق میں یہود کی گستاخی	۴۱۶
۴۸۱	سلیمان علیہ السلام کی دعا	۴۱۸
۴۸۲	سلیمان علیہ السلام کے فیصلے	۴۱۹
۴۸۳	دو عورتوں کے جھگڑے میں فیصلہ	۴۲۰
۴۸۴	وضاحت حدیث	۴۲۱
۴۸۵	دیو آپ کے تابع	۴۲۲
۴۸۶	سلیمان علیہ السلام کی وفات	۴۲۴
۴۸۷	موت العالم موت العالم	۴۲۶
۴۸۸	**حضرت حزقیل علیہ السلام**	۴۲۷
۴۸۹	فائدہ	۴۲۹
۴۹۰	**حضرت اشموئیل علیہ السلام**	۴۳۰
۴۹۱	بادشاہ کے لئے طالوت کا انتخاب	۴۳۲
۴۹۲	علم اور طاقت بادشاہت کے اسباب کیوں؟	۴۳۳
۴۹۳	عورت اور بادشاہت	۴۳۳
۴۹۴	طالوت کی بادشاہت پر تابوت کا بطور نشانی آنا	۴۳۵
۴۹۵	فائدہ	۴۳۶
۴۹۶	قوم کی آزمائش	۴۳۶
۴۹۷	قوم کو آزمانے کی وجہ	۴۳۸
۴۹۸	داؤد علیہ السلام کا جالوت کو قتل کرنا	۴۳۹
۴۹۹	**حضرت عزیر علیہ السلام**	۴۴۰
۵۰۰	**حضرت شعیب علیہ السلام**	۴۴۴
۵۰۱	شعیب علیہ السلام کی مدین کو تبلیغ	۴۴۴
۵۰۲	شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا	۴۴۷
۵۰۳	حلال مال میں ہی بھلائی ہے	۴۴۹
۵۰۴	قوم کا بطور طنز جواب	۴۵۰
۵۰۵	آپ نے کہا میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں	۴۵۰
۵۰۶	نبی کی مخالفت عذاب کا سبب	۴۵۱

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۲۷	بچوں کی تمنا کیوں	۶۱۹
۶۲۸	زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت	۶۲۰
۶۲۹	یحیی علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا	۶۲۲
۶۳۰	آپ کا نام یحیی علیہ السلام کیوں رکھا ؟	۶۲۲
۶۳۱	زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت پر تعجب ہوا	۶۲۳
۶۳۲	نشانی طلب کرنے کی وجہ	۶۲۵
۶۳۳	یحیی علیہ السلام کا منصب نبوت پر فائز ہونا	۶۲۶
۶۳۴	یحیی علیہ السلام پر رب تعالیٰ کے انعامات	۶۲۶
۶۳۵	فائدہ	۶۲۸
۶۳۶	یحیی علیہ السلام کی شہادت	۶۲۹
۶۳۷	زکریا علیہ السلام کو بھی شہید کر دیا گیا	۶۳۱
۶۳۸	حضرت مریم علیہ السلام کی فضیلت	۶۳۱
۶۳۹	اعتراض	۶۳۴
۶۴۰	جواب	۶۳۴
۶۴۱	مریم علیہ السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام کا آنا	۶۳۴
۶۴۲	حضرت مریم علیہ السلام کا خوف	۶۳۶
۶۴۳	جبرائیل علیہ السلام کا تسلی دینا	۶۳۶
۶۴۴	فائدہ	۶۳۷
۶۴۵	حضرت مریم علیہ السلام کی حیرت اور بڑھ گئی	۶۳۷
۶۴۶	جبرائیل علیہ السلام کا جواب	۶۳۸
۶۴۷	فائدہ	۶۳۹
۶۴۸	عیسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں	۶۳۹
۶۴۹	دردزہ کے وقت پریشانی میں اضافہ	۶۴۰
۶۵۰	کھانے پینے کا انتظام اور مزید تسلی	۶۴۴
۶۵۱	واپسی پر لوگوں کی طعنہ زنی	۶۴۵
۶۵۲	حضرت مریم نے اشارہ بچے کی طرف کر دیا	۵۴۷
۶۵۳	علمی نکتہ	۶۴۸
۶۵۴	عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا	۵۴۹
۶۵۵	تنبیہ	۶۵۲
۶۵۶	عیسیٰ علیہ السلام کے القاب	۶۵۵
۶۵۷	آپ کو "کلمہ" کیوں کہا گیا؟	۶۵۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۵۸	تنبیہ	۶۵۶
۶۵۹	فائدہ	۶۵۶
۶۶۰	آپ کو "مسیح" کیوں کہا گیا؟	۶۵۶
۶۶۱	تنبیہ	۶۵۷
۶۶۲	فائدہ	۶۵۸
۶۶۳	آپ کو وجیہ کہا گیا	۶۵۸
۶۶۴	آپ مقربین سے ہیں	۶۵۹
۶۶۵	مہد اور کہولت میں آپ کو متکلم بنایا	۶۵۹
۶۶۶	آپ کا صالحین سے ہونا	۶۶۰
۶۶۷	عیسیٰ علیہ السلام کا لقب "روح"	۶۶۱
۶۶۸	"روح قدس" سے آپ کی امداد کی گئی	۶۶۲
۶۶۹	آپ کو کتاب وحکمت عطا کی گئیں	۶۶۴
۶۷۰	عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۶۶۴
۶۷۱	پرندے بنانا	۶۶۴
۶۷۲	مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا	۶۶۶
۶۷۳	فائدہ	۶۶۷
۶۷۴	مردوں کو زندہ کرنا	۶۶۷
۶۷۵	عیسیٰ کو علوم غیبیہ عطا کئے گئے	۶۶۹
۶۷۶	تنبیہ	۶۷۰
۶۷۷	حواریین کا ایمان لانا	۶۷۱
۶۷۸	حواریین کون تھے؟	۶۷۲
۶۷۹	حواریین کا آسمانی طعام طلب کرنا	۶۷۵
۶۸۰	فائدہ	۶۷۷
۶۸۱	عیسیٰ علیہ السلام کی مائدہ کے لئے دعا	۶۷۹
۶۸۲	فائدہ	۶۸۰
۶۸۳	ارشاد باری اللہ تعالیٰ جواب عیسیٰ علیہ السلام	۶۸۱
۶۸۴	یہودیوں کی سازش	۶۸۳
۶۸۵	تنبیہ	۶۸۵
۶۸۶	ایمان والوں سے عیسیٰ کا امداد طلب کرنا	۶۸۷
۶۸۷	عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ	۶۸۸
۶۸۸	حیات عیسیٰ علیہ السلام	۶۹۶
۶۸۹	حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل	۶۹۷

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۷۱	صبح ہونے پر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کی طرف روانگی	۵۳۹
۵۷۲	موسیٰ کو دریا میں عصا مارنے کا حکم	۵۴۰
۵۷۳	فرعون کا غرق ہونے پر ایمان لانا اور قبول نہ ہونا	۵۴۱
۵۷۴	بنی اسرائیل کی ناشکری	۵۴۳
۵۷۵	تورات لینے کے لئے موسیٰ کا طور پر جانا	۵۴۴
۵۷۶	رب تعالیٰ کا دیدار کی تمنا	۵۴۵
۵۷۷	قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی	۵۴۶
۵۷۸	بچھڑے کے بولنے کی وجہ	۵۴۸
۵۷۹	گھوڑی کے قدموں کے نشانات سے مٹی لینا	۵۴۸
۵۸۰	واپسی پر موسیٰ نے ہارون کی سرزنش کی	۵۴۹
۵۸۱	سامری کی سزا	۵۵۰
۵۸۲	فائدہ	۵۵۱
۵۸۳	بنی اسرائیل کو توبہ کا حکم	۵۵۱
۵۸۴	بنی اسرائیل کی پشیمانی کے بعد بھی کج روی	۵۵۳
۵۸۵	قوم کا احکام خداوندی ماننے سے انکار	۵۵۴
۵۸۶	عمالقہ سے جہاد کا حکم اور بنی اسرائیل کی روگردانی	۵۵۶
۵۸۷	بنی اسرائیل کی سرکشی کے	۵۵۶
	باوجود ان پر انعامات	۵۵۸
۵۸۸	پتھر سے پانی نکالنا	۵۵۹
۵۸۹	میدان تیہ سے نجات اور ان کی سرکشی	۵۶۰
۵۹۰	من وسلویٰ سے اعراض اور ذلت کا تسلط	۵۶۱
۵۹۱	گائے کے گوشت سے مقتول کو زندہ کرنے کا واقعہ	۵۶۵
۵۹۲	بہت بھاری قیمت سے گائے حاصل کی	۵۶۷
۵۹۳	گائے کے ذبح کرنے میں حکمت	۵۶۸
۵۹۴	**قوم موسیٰ علیہ السلام میں قارون**	۵۶۹
۵۹۵	قارون کا زمین میں دھنس جانا	۵۷۲
۵۹۶	موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی ایذاء سے بری کرنا	۵۷۵
۵۹۷	موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات	۵۷۸
۵۹۸	فائدہ	۵۸۰
۵۹۹	مچھلی زندہ ہونے کی جگہ لوٹنا	۵۸۰
۶۰۰	خضر علیہ السلام نے شرط عائد کردی	۵۸۱
۶۰۱	خضر علیہ السلام کا کشتی توڑنا	۵۸۲
۶۰۲	خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کردیا	۵۸۴
۶۰۳	خضر علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کردیا	۵۸۴
۶۰۴	کاش کہ موسیٰ صبر کرتے	۵۸۶
۶۰۵	خضر علیہ السلام اپنے کاموں کی وضاحت کرتے ہیں	۵۸۷
۶۰۶	فائدہ	۵۸۹
۶۰۷	خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟	۵۹۰
۶۰۸	آپ کو نبی ماننے والوں کے دلائل	۵۹۱
۶۰۹	کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟	۵۹۴
۶۱۰	فوائد	۵۹۶
۶۱۱	موسیٰ کا انتقال	۶۰۱
۶۱۲	فائدہ	۶۰۲
۶۱۳	تنبیہ	۶۰۲
۶۱۴	فائدہ جلیلہ	۶۰۳
۶۱۵	موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز ادا کرنا	۶۰۴
۶۱۶	**تذکرہ اسلاف کرام**	۶۰۵
۶۱۷	آہ میرے والد مرحوم کے چچازاد بھائی	۶۰۶
۶۱۸	**زکریا و عیسیٰ و یحیٰ علیہم السلام**	۶۰۸
۶۱۹	عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کا نذر ماننا	۶۰۸
۶۲۰	اعتراض	۶۰۸
۶۲۱	جواب	۶۰۸
۶۲۲	بچی پیدا ہونے پر حسرت	۶۱۰
۶۲۳	مریم علیہ السلام کے کفیل زکریا علیہ السلام	۶۱۱
۶۲۴	فائدہ	۶۱۴
۶۲۵	اولاد کے لئے زکریا علیہ السلام کی دعا	۶۱۶
۶۲۶	زکریا علیہ السلام کا مخفی دعا کرنا	۶۱۷

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۵۳	بعض نسطوریہ کا قول	۷۶۱
۷۵۴	نسطوریہ میں سے ایک اور فرقہ	۷۶۱
۷۵۵	یعقوبیہ فرقہ	۷۶۲
۷۵۶	یعقوبیہ میں بعض نے کہا	۷۶۲
۷۵۷	بعض اور نے کہا	۷۶۲
۷۵۸	ان میں سے کچھ اور نے کہا	۷۶۲
۷۵۹	کچھ دوسرے حضرات نے کہا	۷۶۲
۷۶۰	بعض نے یوں کہا	۷۶۳
۷۶۱	اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں کا رد فرمایا	۷۶۳
۷۶۲	سرسید احمد خان کا باطل نظریہ	۷۶۷
۷۶۳	عیسائیوں کا من گھڑت عقیدہ	۷۷۲
۷۶۴	رب تعالیٰ کے استفسار پر عیسیٰ علیہ السلام کا جواب	۷۷۸
۷۶۵	اعتراض	۷۷۹
۷۶۶	جواب	۷۷۹
۷۶۷	فائدہ	۷۸۰
۷۶۸	عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح عقیدہ	۷۸۱
۷۶۹	**سید الانس والجان** حضرت محمد ﷺ	۷۸۳
۷۷۰	تخلیق اول نور محمدی	۷۸۴
۷۷۱	نبی کریم ﷺ کا نور و بشر ہونا	۷۸۸
۷۷۲	نبی کریم ﷺ کی نورانیت کا ثبوت قرآن پاک سے	۷۹۰
۷۷۳	تنبیہ	۷۹۲
۷۷۴	اعتراض	۷۹۲
۷۷۵	جواب	۷۹۳
۷۷۶	تنبیہ	۷۹۶
۷۷۷	عوام حضور ﷺ کو صرف بشر نہ کہیں	۷۹۶
۷۷۸	توضیح	۷۹۷
۷۷۹	خلاصہ کلام	۷۹۸
۷۸۰	امتناع نظیر	۷۹۹
۷۸۱	مقدمات	۷۹۹
۷۸۲	خلاصہ کلام	۸۰۱
۷۸۳	حقیقت محمدیہ ﷺ موجودات عالم میں جاری وساری ہے	۸۰۲
۷۸۴	حقیقت محمدیہ ﷺ کیا ہے؟	۸۰۴
۷۸۵	نبی کریم ﷺ پاک نسلوں سے تشریف لائے	۸۰۶
۷۸۶	نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری	۸۰۷
۷۸۷	پیر کے دن کو نبی کریم ﷺ سے تعلق	۸۰۸
۷۸۸	نور منتقل ہونے کے بعد بھی اثر انداز رہا	۸۰۸
۷۸۹	نور سے شام کے محلات روشن ہوگئے	۸۰۹
۷۹۰	نبی کریم ﷺ کی پیر اور ربیع الاول کی پیدائش میں حکمت	۸۱۰
۷۹۱	نبی کریم ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار	۸۱۱
۷۹۲	محافل میلاد میں علماء وصلحاء کی شرکت	۸۱۲
۷۹۳	نبی کریم ﷺ نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ کیا	۸۱۳
۷۹۴	اس دن کی فضیلت کی وجہ سے سارا مہینہ ہی فضیلت والا ہے	۸۱۳
۷۹۵	اعتراض	۸۱۴
۷۹۶	جواب	۸۱۵
۷۹۷	نبی کریم ﷺ کا نسب شریف	۸۲۰
۷۹۸	والدہ کا نسب	۸۲۱
۷۹۹	حضور ﷺ اکلوتے تھے	۸۲۱
۸۰۰	آپ کے والدین کی ایک جگہ قبریں	۸۲۲
۸۰۱	حضور ﷺ کے چچا	۸۲۲
۸۰۲	صرف دو چچا نے اسلام کو قبول کیا	۸۲۳
۸۰۳	نبی کریم ﷺ کی پھوپھیاں	۸۲۳
۸۰۴	نبی کریم ﷺ کی دادیاں	۸۲۴
۸۰۵	نبی کریم ﷺ کی نانیاں	۸۲۴
۸۰۶	رضاعی والدہ	۸۲۴
۸۰۷	پرورش کرنے والی	۸۲۵
۸۰۸	آپ کے رضاعی بہن بھائی	۸۲۵
۸۰۹	آپ کی ازواج مطہرات	۸۲۶
۸۱۰	آپ کی اولاد مطہرہ	۸۲۷
۸۱۱	تنبیہ	۸۲۹

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹۰	پہلی وجہ	۷۰۱
۶۹۱	دوسری وجہ	۷۰۱
۶۹۲	تیسری وجہ	۷۰۲
۶۹۳	چوتھی وجہ	۷۰۲
۶۹۴	پانچویں وجہ	۷۰۲
۶۹۵	چھٹی وجہ	۷۰۲
۶۹۶	آہ رحمت وشفقت سے محرومی	۷۰۳
۶۹۷	ساتویں وجہ	۷۰۴
۶۹۸	آٹھویں وجہ	۷۰۴
۶۹۹	اعتراض	۷۰۴
۷۰۰	جواب	۷۰۴
۷۰۱	نویں وجہ	۷۰۴
۷۰۲	دوسری تاویل	۷۰۵
۷۰۳	توضیح مقام	۷۰۷
۷۰۴	احادیث مبارکہ	۷۱۰
۷۰۵	مقام توجہ	۷۱۷
۷۰۶	حیات عیسیٰ کا ثبوت ائمہ کرام سے	۷۱۷
۷۰۷	معجزات وحیات عیسیٰ پر اعتراضات وجوابات	۷۱۹
۷۰۸	پہلا اعتراض	۷۱۹
۷۰۹	جواب	۷۲۰
۷۱۰	دوسرا اعتراض	۷۲۲
۷۱۱	جواب	۷۲۲
۷۱۲	تیسرا اعتراض	۷۲۳
۷۱۳	جواب	۷۲۳
۷۱۴	چوتھا اعتراض	۷۲۴
۷۱۵	جواب	۷۲۴
۷۱۶	پانچواں اعتراض	۷۲۴
۷۱۷	جواب	۷۲۵
۷۱۸	چھٹا اعتراض	۷۲۵
۷۱۹	جواب	۷۲۵
۷۲۰	تنبیہ	۷۲۵
۷۲۱	ساتواں اعتراض	۷۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۷۲۲	جواب اول	۷۲۷
۷۲۳	جواب دوم	۷۲۷
۷۲۴	جواب سوم	۷۲۷
۷۲۵	جھوٹوں کی کہاوتیں	۷۲۷
۷۲۶	آٹھواں اعتراض	۷۲۹
۷۲۷	جواب	۷۲۹
۷۲۸	نواں اعتراض	۷۲۹
۷۲۹	جواب	۷۳۰
۷۳۰	دسواں اعتراض	۷۳۱
۷۳۱	جواب	۷۳۱
۷۳۲	گیارہواں اعتراض	۷۳۲
۷۳۳	جواب	۷۳۲
۷۳۴	بارہواں اعتراض	۷۳۲
۷۳۵	جواب	۷۳۳
۷۳۶	تیرہواں اعتراض	۷۳۳
۷۳۷	جواب	۷۳۳
۷۳۸	چودہواں اعتراض	۷۳۴
۷۳۹	جواب	۷۳۴
۷۴۰	پندرہواں اعتراض	۷۳۵
۷۴۱	جواب	۷۳۵
۷۴۲	سولہواں اعتراض	۷۳۶
۷۴۳	جواب	۷۳۷
۷۴۴	عقیدۂ ختم نبوت	۷۳۸
۷۴۵	ختم نبوت کا عقیدہ	۷۳۹
۷۴۶	ختم نبوت کے عقلی دلائل	۷۵۰
۷۴۷	اب ذرا عملی دنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجئے	۷۵۰
۷۴۸	عیسیٰ کے متعلق باطل نظریات	۷۵۷
۷۴۹	فائدہ	۷۵۹
۷۵۰	تثلیث کے قائلین	۷۵۹
۷۵۱	ملکانیہ کا فرقہ کا قول	۷۶۰
۷۵۲	نسطور حکیم کا قول	۷۶۱

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۶۷	رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہونے والا بدبخت	۹۱۵
۸۶۸	آپ کی انگلیوں سے نکلا ہوا پانی زمزم اور کوثر سے افضل ہے	۹۱۷
۸۶۹	فائدہ	۹۱۹
۸۷۰	آپ نے چاند کے دو ٹکڑے فرمائے	۹۲۰
۸۷۱	نبی کریم ﷺ کو درخت اور پتھر سلام کہتے	۹۲۲
۸۷۲	نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور ابو جہل کی ذلت	۹۲۳
۸۷۳	معراج کی رات جبرائیل آپ کو انبیاء کرام کا تعارف کیوں کرا رہے تھے	۹۲۴
۸۷۴	حضور کا معراج جاگتے ہوئے تھا	۹۲۶
۸۷۵	غلطی کی وجہ	۹۲۷
۸۷۶	روح کی چار قسمیں	۹۲۸
۸۷۷	پہلی قسم	۹۲۸
۸۷۸	دوسری قسم	۸۲۹
۸۷۹	تیسری قسم	۸۲۹
۸۸۰	چوتھی قسم	۸۲۹
۸۸۱	نبی کریم ﷺ کا دیدار الٰہی سے مشرف ہونا	۸۲۹
۸۸۲	نبی کریم ﷺ کو کان وما یکون کا علم دیا گیا	۹۳۳
۸۸۳	علم غیب نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے	۹۳۵
۸۸۴	عطائی غیب قرآن پاک سے ثابت ہے	۹۳۶
۸۸۵	اعتراض	۹۳۸
۸۸۶	جواب	۹۳۸
۸۸۷	اعتراض	۹۳۹
۸۸۸	جواب	۹۴۰
۸۸۹	علم غیب ذاتی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے	۹۴۰
۸۹۰	تنبیہ	۹۴۱
۸۹۱	قرآن پاک میں کوئی اختلاف نہیں	۹۴۲
۸۹۲	آیت مذکورہ کی تفسیر غور فکر سے کی جائے	۹۴۲
۸۹۳	ذاتی غیب کی نفی ہے	۹۴۲
۸۹۴	اللہ تعالیٰ کا علم غیب قدیم اور غیر محدود ہے	۹۴۳
۸۹۵	حضور کا علم غیب حادث محدود اور عطائی ہے	۹۴۳
۸۹۶	نبی کریم ﷺ کے علم کی وسعت صرف رب جانتا ہے	۹۴۴
۸۹۷	اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا	۹۴۵
۸۹۸	نور و ایمان کے بغیر انسان بھٹکتا ہی رہتا ہے	۹۴۷
۸۹۹	مفسرین نے اس آیت کا مفہوم یہی بیان کیا	۹۴۸
۹۰۰	فساد پھیلانے والوں کو خدا کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا	۹۹۴
۹۰۱	نبی کریم ﷺ کا مقام ادب	۹۴۹
۹۰۲	نبی کریم ﷺ کے شعر کو شعیر کہنا کفر ہے	۹۵۰
۹۰۳	کفار ڈرتے ہوئے آپ پر عیب لگاتے	۹۵۲
۹۰۴	شان نزول	۹۵۲
۹۰۵	نبی کریم ﷺ کی شان میں وہ لفظ استعمال کرنا منع ہے جس سے کافر غلط معنی لے سکتے ہوں	۹۵۳
۹۰۶	نبی کریم ﷺ کی توقیر	۹۵۴
۹۰۷	صحابہ کرام کا ادب	۹۵۷
۹۰۸	صحابہ کرام اور اہل بیت کی تعظیم نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے	۹۵۸
۹۰۹	خدا چاہتا ہے رضائے محمد	۹۶۰
۹۱۰	اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد	۹۶۱
۹۱۱	نبی کریم ﷺ کی جائے نماز سے تبرک حاصل کرنا	۹۶۲
۹۱۲	حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد	۹۶۳
۹۱۳	نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا	۹۶۵
۹۱۴	نبی کریم ﷺ کا مریض کی عیادت کرنا	۹۶۶
۹۱۵	فوائد	۹۶۷
۹۱۶	نبی کریم ﷺ کے سامنے تکبر کی سزا	۹۶۸
۹۱۷	نبی کریم ﷺ سے بچوں کو گھٹی ڈلوانا	۹۶۹
۹۱۸	حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد	۹۶۹
۹۱۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا	۹۷۰
۹۲۰	تنبیہ	۹۷۲
۹۲۱	نبی کریم ﷺ کا بدر میں کفار کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ نشان لگانا	۹۷۳
۹۲۲	نبی کریم ﷺ کا بدر کے مقتولوں سے کلام کرنا	۹۷۳

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۱۲	حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء کرام سے افضل	۸۳۰
۸۱۳	فائدہ	۸۳۶
۸۱۴	نبی کریم ﷺ اللہ کے خزانے تقسیم کرتے ہیں	۸۴۳
۸۱۵	نبی کریم اور تمام انبیاء کرام ضغطہ قبر سے محفوظ	۸۴۴
۸۱۶	نبی کریم ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان نہیں	۸۴۴
۸۱۷	نبی کریم ﷺ شیطان سے محفوظ	۸۴۸
۸۱۸	نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے	۸۴۹
۸۱۹	حضور ختنہ شدہ پیدا ہوئے	۸۵۰
۸۲۰	نبی کریم ﷺ کو چار ہزار افراد کی طاقت دی جائے گی	۸۵۰
۸۲۱	وضو سے گرے ہوئے پانی میں شفا تھی	۸۵۰
۸۲۲	نبی کریم ﷺ کی نماز قضا ہونے میں حکمت	۸۵۲
۸۲۳	اعتراض	۸۵۴
۸۲۴	جواب	۸۵۴
۸۲۵	مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا	۸۵۶
۸۲۶	فائدہ	۸۵۷
۸۲۷	نبی کریم ﷺ کی قبر انور کا مقام عرش اعلیٰ سے بلند	۸۵۷
۸۲۸	نبی ﷺ کی خوبصورت اور بلند آواز	۸۵۹
۸۲۹	رب تعالیٰ کے تمام خزانے نبی کریم ﷺ کے پاس	۸۵۹
۸۳۰	نبی کریم ﷺ درود کا جواب دیتے ہیں	۸۶۱
۸۳۱	درود پاک ذکر خدا بھی ہے	۸۶۲
۸۳۲	نبی کریم ﷺ کے بھولنے میں حکمت	۸۶۶
۸۳۳	نبی کریم ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر ثواب مکمل ملتا	۸۶۷
۸۳۴	نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن	۸۶۹
۸۳۵	قرآن کو خلق کیوں کہا	۸۷۰
۸۳۶	نبی کریم ﷺ کو زندگی حاصل ہے	۸۷۱
۸۳۷	نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کا حکم	۸۷۴
۸۳۸	فرض اور نفلی صدقہ میں فرق کیوں؟	۸۷۵
۸۳۹	فائدہ	۸۷۶
۸۴۰	ملکیت بدلنے سے صدقہ ہدیہ بن جاتا ہے	۸۷۸
۸۴۱	نبی کریم ﷺ کی سخاوت کی ایک جھلک	۸۷۸
۸۴۲	تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے؟	۸۷۹
۸۴۳	انبیاء کرام احتلام سے محفوظ	۸۸۰
۸۴۴	نبی کریم ﷺ کے استغفار کرنے کی وجہ	۸۸۱
۸۴۵	حضور ﷺ کے ہجرت سے پہلے کئی حج اور ہجرت کے بعد ایک	۸۸۳
۸۴۶	نبی کریم ﷺ کا اظہار عجز	۸۸۳
۸۴۷	نبی کی عبودیت رسالت و نبوت سے افضل ہے	۸۸۵
۸۴۸	تنبیہ	۸۸۶
۸۴۹	گناہگاروں کے لئے حضور کی شفاعت	۸۸۷
۸۵۰	تمام خزانوں کی چابیاں حضور ﷺ کو دی گئیں	۸۸۸
۸۵۱	زمین کے مشارق و مغارب دکھائے گئے	۸۸۹
۸۵۲	آپ متمم اخلاق ہیں	۸۹۰
۸۵۳	نبی کریم ﷺ کے ہاتھ ریشم سے نرم اور عطر سے زیادہ خوشبودار	۸۹۱
۸۵۴	آپ کا پسینہ خوشبودار اور باعث برکت	۸۹۲
۸۵۵	نبی کریم ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا	۸۹۳
۸۵۶	پسینہ کی خوشبو سے پتہ چلتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں	۸۹۴
۸۵۷	نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے برکت اور شفاء حاصل کرنا	۸۹۵
۸۵۸	نبی کریم ﷺ کی عجز و انکساری	۸۹۶
۸۵۹	عبودیت کو پسند فرمایا ملوکیت کو نہیں	۸۹۹
۸۶۰	ابتداء وحی	۹۰۴
۸۶۱	آپ کے پاس فرشتے کی آمد	۹۰۶
۸۶۲	گھر آکر کمبل اوڑھانے کا مطالبہ	۹۰۹
۸۶۳	الغرض	۹۰۹
۸۶۴	حضرت خدیجہ کا جواباً عرض کرنا	۹۱۱
۸۶۵	حضرت خدیجہ کا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا	۹۱۳
۸۶۶	نبی کریم ﷺ کے سر جھکانے پر صحابہ کرام نے اپنے سر جھکائے	۹۱۴

marfat.com

Marfat.com

﴿ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾

﴿ پیش لفظ ﴾

" اَلْحَمْدُ لَكَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ "

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا، اور بے شمار درود وسلام ہوں حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی ذات اقدس پر کہ :

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا — وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی — جان ہے تو جہان ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کے قلبِ اطہر پر اپنا مقدس کلام نازل فرمایا :

جو...... قرآن عظیم ہے...... کتابِ مجید ہے ...... فرقانِ حمید ہے...... برہانِ رشید ہے...... نورِ مبین ہے...... محورِ دین ہے...... ذکر حکیم ہے ...... صراطِ مستقیم ہے...... منبع ایمان ہے...... سرچشمہ ءِ ایمان ہے ...... مرکزِ جود سخا ہے...... بحرِ لطف وعطاء ہے...... منبع رشد وہدایت ہے...... بحرِ علوم وحکمت ہے...... ہر شے کا روشن بیان ہے...... خزانہ ءِ علم و عرفان ہے...... وعظ و نصیحت کی کتاب ہے ...... معرفت کا آفتابِ جہاں تاب ہے...... اس کے عجائب کا شمار نہیں...... اس کے فضائل کی انتہاء نہیں...... یہ رب العالمین کا کلام ہے...... فلاحِ حقیقی کا پیغام ہے...... اس میں ہر مرض کی شفا ہے...... یہ ہر فرد کا راہنما ہے...... یہ سامانِ نجات ہے، دلوں کے زنگ کا علاج ہے...... کامل ترین فلسفہ ءِ حیات ہے...... اور اس کی تلاوت باعثِ اجر و ثواب ہے۔

قرآن حکیم کے علوم کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اول...... علوم العقائد — دوم...... علوم الاحکام — سوم...... علوم التذکیر

گویا قرآن حکیم ...... انسانوں کے عقائد کی اصلاح کرتا ہے اور...... انہیں صحیح عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کے احکام دیتا ہے، نیز...... اصلاحِ فکر و عمل کی طرف راغب کرنے کے لئے ...... پچھلی

marfat.com

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۹۲۳	**مختصر حالات از مدارج النبوت**	۹۷۵
۹۲۴	حضور ﷺ پر سب سے پہلے فرض	۹۷۵
۹۲۵	آپ کے دعوت پر پہلے اسلام لانے والے	۹۷۵
۹۲۶	دعوت و تبلیغ	۹۷۵
۹۲۷	حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا	۹۷۶
۹۲۸	قریش کا عہد نامہ اور حضور کا شعب ابی طالب میں مقید ہونا	۹۷۶
۹۲۹	ابو طالب کی وفات	۹۷۷
۹۳۰	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات	۹۷۷
۹۳۱	طائف میں تبلیغ	۹۷۷
۹۳۲	جنات کی بیعت	۹۷۷
۹۳۳	مدینہ منورہ سے انصار کی آمد	۹۷۸
۹۳۴	معراج اور نماز	۹۷۸
۹۳۵	دوسرے سال مدینہ سے اور حضرات کا آنا	۹۷۸
۹۳۶	حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ کی دعوت اور آپ کا جواب	۹۷۹
۹۳۷	صحابہ کرام کی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت	۹۷۹
۹۳۸	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتظار کرنے کا حکم	۹۷۹
۹۳۹	حضور ﷺ کے متعلق کفار کا مشورہ	۹۸۰
۹۴۰	سید الانبیاء کی ہجرت، کفار کی ذلت	۹۸۰
۹۴۱	شان صدیق و حیدر رضی اللہ عنہما	۹۸۰
۹۴۲	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امتحان میں کامیابی	۹۸۱
۹۴۳	سراقہ کا زمین میں دھنس جانا	۹۸۱
۹۴۴	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت	۹۸۲
۹۴۵	قدرت باری تعالیٰ	۹۸۲
۹۴۶	غار ثور پر کفار کی آمد اور مایوسی	۹۸۲
۹۴۷	کلام الملوک اور ملوک الکلام	۹۸۳
۹۴۸	سید الانبیاء و موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں فرق	۹۸۳
۹۴۹	نکتہ	۹۸۳
۹۵۰	غار ثور سے مدینہ طیبہ کی طرف کوچ فرمانا	۹۸۴
۹۵۱	قیام کے لئے انصار کی خواہش اور حضور ﷺ کا ارشاد	۹۸۶
۹۵۲	حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام	۹۸۶
۹۵۳	**نبی کریم ﷺ کی علالت و وصال**	۹۸۷
۹۵۴	وصال کی خبر	۹۸۷
۹۵۵	مرض کی ابتداء	۹۸۸
۹۵۶	شدت مرض	۹۸۹
۹۵۷	انبیاء کرام کو موت و زندگی کا اختیار دیا گیا تھا	۹۹۰
۹۵۸	نبی کریم ﷺ رب تعالیٰ سے ملنے کی دعاء کرنا	۹۹۰
۹۵۹	نبی کریم ﷺ کے مرض کا ابتدائی وقت	۹۹۱
۹۶۰	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمانا	۹۹۱
۹۶۱	قبر کے سامنے سجدہ کرنے کی ممانعت	۹۹۲
۹۶۲	رحلت کی رات چراغ میں تیل نہیں تھا	۹۹۳
۹۶۳	انصار کے حق میں وصیت	۹۹۴
۹۶۴	مسواک کرنا	۹۹۴
۹۶۵	نماز فجر میں ملاحظہ فرمانا	۹۹۵
۹۶۶	ملک الموت کا اجازت طلب کرنا	۹۹۶
۹۶۷	حضرت فاطمۃ الزہراء کو خبر دینا	۹۹۷
۹۶۸	جبرائیل علیہ السلام کی مزاج پرسی	۹۹۸
۹۶۹	حضرت فاطمۃ الزہراء کا اظہار غم	۱۰۰۰
۹۷۰	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے قراری	۱۰۰۰
۹۷۱	غیبی آواز سے اہل بیت کو مزید صبر کی تلقین	۱۰۰۰
۹۷۲	صحابہ کرام کا غم میں مبتلا ہونا	۱۰۰۱
۹۷۳	ابوبکر صدیق کی شدید غم میں ثابت قدمی	۱۰۰۱
۹۷۴	تنبیہ	۱۰۰۲
۹۷۵	نبی کریم ﷺ کے غسل کا ذکر	۱۰۰۳
۹۷۶	کفن دینے کی وصیت	۱۰۰۴
۹۷۷	حضور ﷺ کی نماز جنازہ	۱۰۰۵
۹۷۸	نبی کریم ﷺ کی تدفین میں تاخیر	۱۰۰۶
۹۷۹	شیعہ کا اعتراض باطل	۱۰۰۶
۹۸۰	دفن کرنے کے لئے جگہ کا انتخاب	۱۰۰۷
۹۸۱	قبر کو لحد بنایا گیا	۱۰۰۸
۹۸۲	نبی کریم ﷺ کی تدفین	۱۰۰۹
۹۸۳	قبر میں امت کو یاد کرنا	۱۰۰۹
۹۸۴	نیک لوگوں کے قریب دفن کرنا بہتر ہے	۱۰۰۹

marfat.com

Marfat.com

فرماتے ہیں:

"یہ بہت سے عجائب و غرائب اور حکمتوں اور عبرتوں پر مشتمل ہے اور اس میں دین و دنیا کے بہت فوائد اور سلاطین و رعایا اور علماء کے احوال اور عورتوں کے خصائص اور دشمنوں کی ایذاؤں پر صبر اور ان پر قابو پانے کے بعد ان سے تجاوز نہ کرنے کا نفیس بیان ہے جس سے سننے والے میں نیک سیرتی اور پاکیزہ خصائل پیدا ہوتے ہیں"۔

(خزائن العرفان)

انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کے متعلق چند آیات کریمہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"اور انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سناؤ"۔

(یونس: ۷۱، کنزالایمان)

"اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم کی"۔

(الشعراء: ۶۹، کنزالایمان)

"اور ہمارے بندے داؤد نعمتوں والے کو یاد کرو"۔

(ص: ۱۷)

"اور یاد کرو ہمارے بندے ایوب کو"۔ (ص: ۴۱، کنزالایمان)

"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب، قدرت اور علم والوں کو"۔

(ص: ۴۵)

"اور یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو"۔ (ص: ۴۸)

"اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب انکے پاس رسول آئے" (یٰسین: ۱۳)

"اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں"۔

(البقرة: ۳۰ کنزالایمان)

۳۔ انبیائے سابقین علیہم السلام کے احوال بیان کرنے میں ایک حکمت یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کے لئے کافروں کی طرف سے ڈالے گئے مصائب و تکالیف پر صبر کرنا آسان ہو جائے۔ ارشاد ہوا:

"اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں"۔

(ھود: ۱۲۰، کنزالایمان)

دوسری جگہ فرمایا گیا:

"اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر، یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں"

(الانعام: ۳۴)

marfat.com

Marfat.com

امتوں کے احوال بیان فرماتا ہے : جیسا کہ...... کئی سورتوں میں متعدد انبیائے کرام کے حالات...... سورۃ المؤمن میں آلِ فرعون میں سے ایک مسلمان کا واقعہ...... سورۃ یٰسین میں ایک مرد مومن کا ذکر ...... سورۃ القلم میں باغ والوں کا واقعہ...... سورۃ البروج میں کھائی والوں کا تذکرہ اور...... سورۃ الکہف میں اصحابِ کہف کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

ان احوال و واقعات کے بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پنہاں ہیں، اپنی کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے چند نکات عرض کرتا ہوں۔

ا - اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بندوں کا ذکر محبوب ہے اس لئے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جا بجا اپنے پیارے بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ان پر اپنی نعمتوں کے نزول کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

"اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی، ہم جسے چاہیں ، (علم و حکمت و نبوت کے ساتھ) درجوں بلند کریں، بیشک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے۔ اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کئے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔ اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو، اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔ اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو (بھی فضیلت دی)، اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی"۔

(الانعام : ۸۳تا۸۷)

(کنزالایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ)

۲ - اللہ عزوجل نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو بھی انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمانے کا حکم دیا تاکہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر حضور ﷺ کی سنت ہو جائے اور یہ ذکر سن کر لوگ ان نفوس قدسیہ کی پاک خصلتوں سے نیکیوں کا ذوق و شوق حاصل کریں۔

حدیث شریف میں ہے : کہ صالحین کے ذکر سے رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کے حوالے سے صدر الافاضل شیخ التفسیر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ

marfat.com

Marfat.com

، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے"۔

(التوبہ: ۶۹، ۷۰، کنزالایمان)

سورۃ الاعراف میں قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح اور قوم شعیب کے انجام کا ذکر کر کے فرمایا:

"اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے ہیں مگر انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کے کئے پر عذاب میں گرفتار کیا"۔

(آیت ۹۶)

یہ بھی ارشاد ہوا:

"یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جسے پہلے جھٹلا چکے تھے"۔

(ایضاً، ۱۰۱)

۶۔ ان واقعات واحوال میں رب تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جو باعث عبرت بھی ہیں اور نصیحت کا ذریعہ بھی اور ارشاد رب کریم ہے:

"یہ بستیوں کی خبریں ہیں کہ ہم تمہیں سناتے ہیں ان میں کوئی کھڑی ہے (کہ اس کے کھنڈرات باقی ہیں) اور کوئی کٹ گئی (کہ اس کا نشان بھی باقی نہیں)"۔

(ھود: ۱۰۰)

پھر فرمایا:

"بیشک اس میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں"۔

(ھود: ۱۰۳)

مزید ارشاد ہوا:

"اور عاد اور ثمود کو ہلاک فرمایا اور تمہیں ان کی بستیاں معلوم ہو چکی ہیں اور شیطان نے ان کے کوتک (یعنی برے کام) ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے اور انہیں راہ حق سے روکا، اور انہیں سوجھتا تھا (یعنی وہ عقل والے تھے)۔

(العنکبوت: ۳۸)

بنی اسرائیل کے نافرمانوں کو بندروں کی شکل میں مسخ کرنے کا حال بیان کر کے ارشاد فرمایا:

"تو ہم نے یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کیلئے عبرت کر دیا اور پرہیزگاروں کے

marfat.com

Marfat.com

مزید فرمایا گیا:

"اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا (یعنی مذاق) کیا گیا (کافر) ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی ان کو لے بیٹھی، تم فرمادو! زمین میں سیر کرو پھر دیکھو! کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟"

(الانعام: ۱۰، ۱۱، کنزالایمان)

۴۔ اہل کتاب نے آقاء و مولیٰ ﷺ کی آزمائش کے لئے مختلف سوالات کئے جن کے جواب میں رب تعالیٰ نے بعض واقعات وحی فرمائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور تم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں، بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطاء فرمایا"۔

(الکہف: ۸۳، ۸۴، کنزالایمان)

۵۔ گذشتہ امتوں کے حالات وواقعات بیان کرنے میں کافروں کے اعتراضات کا جواب دینا اور انہیں لاجواب کرنا بھی مقصود تھا۔ ارشاد ہوا:

"اور مشرک بولے، اللہ چاہتا تو اس کے سوا کچھ نہ پوجتے، نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ اس سے جدا ہو کر ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے، ایسا ہی ان سے اگلوں نے کیا"۔

(النحل: ۳۵)

دوسری جگہ فرمایا:

"اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے، تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے نہیں تو دیکھتے ہیں ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور بے شک آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں"۔

(یوسف: ۳۹)

مزید ارشاد فرمایا:

"جیسے وہ جو تم سے پہلے تھے تم سے زور میں بڑھ کر تھے اور ان کے مال اور اولاد تم سے زیادہ، تو وہ اپنا حصہ برت گئے تو تم نے اپنا حصہ برتا جیسے اگلے اپنا حصہ برت گئے، اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے، ان کے عمل اکارت گئے دنیا اور آخرت میں اور وہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ کیا انہیں اپنے سے اگلوں کی خبر نہ آئی، نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور وہ بستیاں کہ الٹ دی گئیں، ان کے رسول روشن دلیلیں انکے پاس لائے تھے

marfat.com

Marfat.com

دوسری جگہ فرمایا گیا:

"کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں: ہم اللہ پر ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہو گی؟ اور بیشک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ سچوں کو دیکھے گا اور ضرور جھوٹوں کو دیکھے گا"۔

(العنکبوت: ۲،۳، کنز الایمان)

۸۔ قرآن کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے تصرف واختیار اور معجزات وکمالات کا بھی بیان ہے جس سے کفار کے باطل نظریات کا رد ہوتا ہے نیز ثابت ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام بے مثل بشر ہیں ان کی طاقت وقدرت اور شان وعظمت عام انسانوں سے کہیں بلند وبالا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف، یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو، اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے، اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو"۔

(آل عمران: ۴۹)

انبیائے کرام علیہم السلام کے تبرکات کی فضیلت کے بارے میں ارشاد ہوا:

"اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا، اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس ایک تابوت، جس میں تمہارے رب کی طرف سے چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھا لائیں گے اسے فرشتے، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو"

(البقرۃ: ۲۴۸)

سورۃ النمل آیت ۱۹ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی گفتگو سننا، سورۃ یوسف آیت ۹۴ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا میلوں دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پالینا اور سورۃ طٰہٰ آیت ۹۷ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کا پورا ہونا، اور سورۃ الکھف آیت ۶۵ میں

marfat.com

Marfat.com

لئے نصیحت"۔

(البقرۃ:۶۶،کنزالایمان)

حضرت لوط کی قوم پر عذاب کاذکر کر کے فرمایا:

"بیشک ہم نے اس سے روشن نشانی باقی رکھی عقل والوں کے لئے"۔

(العنکبوت:۳۵)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"وہ روشن نشانی لوط علیہ السلام کی قوم کے ویران مکان ہیں۔جن کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں"۔

(خزائن العرفان)

اسی طرح ایک گمراہ پر عذاب نازل کئے جانے کاذکر کر کے فرمایا گیا،"یہ حال ہے ان کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں،توتم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں"۔

(الاعراف:۱۷۶)

سورۃ الشعراء میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات بیان فرماکر متعدد بار اس آیت کریمہ کی تکرار کی گئی: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً﴾ "بیشک اس میں ضرور نشانی ہے"۔

سورۃ یوسف آیت ۱۱۱ میں ارشاد ہوا:

"بیشک ان کی خبروں سے عقل مندوں کی آنکھیں کھلتی ہیں،یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنوں سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت"۔

(کنزالایمان)

۷۔ قرآن حکیم میں انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے صالحین کو پیش آنے والے مصائب اور تکالیف کا بھی ذکر موجود ہے،اس میں ایک حکمت یہ ہے کہ ان ایمان افروز واقعات کو پڑھ کر مومن اپنے ایمان کو مزید مضبوط کرلیں اور راہ حق میں ہر طرح کی آزمائشوں کے لئے تیار رہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

"کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر وہ حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے لوگوں پر گزرے ہیں،انہیں سختی اور مصیبت پہنچی اور وہ لرز اٹھے یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے،کب آئے گی اللہ کی مدد ؟ سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے"۔

(البقرۃ:۲۱۴)

marfat.com

Marfat.com

مزید ارشاد فرمایا:

"یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں"۔

(یوسف: ۳۲)

حضرت مریم کے تذکرے میں ارشاد فرمایا:

"یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے"۔

(آل عمران: ٤٤)

یعنی باوجود ان کے پاس نہ ہونے کے ان تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کر دینا آقائے دو جہاں ﷺ کا معجزہ ہے اور آپ ﷺ کے سچے رسول ہونے کا روشن ثبوت ہے۔ ﴿تلك عشرة كاملة﴾

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے قارئین عرصہ دراز سے ایسی کتاب کی شدید کمی محسوس کر رہے تھے جو انبیائے کرام علیہم السلام کے احوال پر مشتمل ہو اور جامع و مستند ہو موجودہ دور کے عوام و خواص کو استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی **عبدالرزاق** بھترالوی دامت برکاتہم العالیہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے اپنی گرانقدر تدریسی مصروفیات میں سے وقت نکال کر انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکرے پر مبنی یہ کتاب تحریر فرمائی۔

حضرت مصنف مدظلہ العالی کی شخصیت اہل علم طبقے میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں بصورت تدریس اور جامع مسجد غوثیہ ایف سکس ون اسلام آباد میں بصورت وعظ و تقریر تشنگانِ علم کو سیراب فرماتے ہیں، نیز متعدد درسی کتب پر حواشی کے علاوہ آپ نے کئی معرکۃ الاراء کتب تصنیف فرمائی ہیں، جن میں تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان، شمع ہدایت اور موت کا منظر مع احوال حشر و نشر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے معتبر تفاسیر اور کتب احادیث کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے، امام رازی کی تفسیر کبیر اور علامہ محمود احمد آلوسی کی تفسیر روح المعانی کو اس کتاب کا اہم ماخذ قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت مصنف مدظلہ نے باطل ادیان اور گمراہ فرقوں کے رد میں جابجا دلائل قائم کئے ہیں اور

marfat.com

Marfat.com

حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ لدُنی عطا کیا جانا، مذکور ہے ۔ جبکہ آقا و مولی ﷺ کی اعلیٰ شان یوں بیان ہوئی ہے :

"اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ،وہ گفتگو تو نہیں کرتے مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے "

(النجم:۳،۴، کنز الایمان)

۹ ۔ قرآن عظیم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے کمالات و معجزات کے علاوہ بعض محبوبانِ خدا کی کرامات اور تصرفات بھی بیان ہوئے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعات اس کی واضح مثال ہیں، جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے :

"جب زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں، وہ اللہ کے پاس سے ہے ، بیشک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے ، یہاں پکارا زکریا (علیہ السلام) اپنے رب کو، بولا : اے میرے رب مجھے دے اپنے پاس سے ستھری اولاد ، بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا"۔

(آل عمران ۳۸،۳۷)

پس ان کی دعا قبول ہوئی۔

سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک وزیر کی کرامت بیان ہوئی ہے جنہوں نے وادی سبا (یمن) سے تخت بلقیس پلک جھپکنے سے قبل بیت المقدس میں حاضر کر دیا تھا۔ سورۃ البروج میں کھائی والوں کے واقعہ سے بھی ولی کی کرامت ثابت ہوتی ہے جسے صحیح مسلم میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۰ ۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کے احوال و واقعات کا بیان نبی الامیّ ﷺ کی نبوت و رسالت پر واضح دلیل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہوا :

"اور (کافر) بولے :اگلوں کی کہانیاں ہیں جو انہوں نے (یعنی حضور علیہ السلام نے) لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح و شام پڑھی جاتی ہیں، تم فرماؤ اسے تو اس اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر بات جانتا ہے"۔

(الفرقان: ۵،٦)

دوسری جگہ فرمایا گیا :

"یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے نہ تمہاری قوم اس سے پہلے"۔

(ھود: ۴۹)

marfat.com

Marfat.com

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

"مقدمہ"

الحمد لله الذی خلق الأرض والسماء وفضل علی جمیع الخلق الأنبیاء ورفع درجات محمد سید الأنبیاء ، والصلوة والسلام علی نبی الانبیاء وعلی سائرالأنبیاء وعلی صحابته وآله وعلی العلماء والصلحاء الاتقیا.

اما بعد !

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم .بسم اللہ الرحمٰن الرحیم☆

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ﴾

(پ ۲٤ سورۃ المؤمن ۷۸)

"اور بے شک ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی رسول بھیجے کہ جن میں کسی کے احوال تم سے بیان فرمائے اور کسی کے احوال بیان نہیں فرمائے۔"

قرآن پاک میں بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہیں اور ان کے حالات کو بھی ذکر کیا گیا ہے اور بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے نام تو ہیں لیکن ان کے حالات ذکر نہیں کئے گئے جیسے حضرت الیسع اور حضرت ذوالکفل اور بعض کے واقعات ذکر ہیں لیکن نام نہیں، جیسے حضرت حزقیل اور حضرت شموئیل اور بعض کے نام بھی نہیں اور حالات بھی نہیں، جیسے حضرت دانیال علیہ السلام۔

قرآن پاک میں انبیائے کرام کے اسماء گرامی :

حضرت[1] آدم، حضرت[2] نوح، حضرت[3] ابراہیم، حضرت[4] اسماعیل، حضرت[5] اسحاق، حضرت[6] یعقوب، حضرت[7] یوسف حضرت[8] ھود، حضرت[9] صالح، حضرت[10] لوط، حضرت[11] موسیٰ، حضرت[12] ھارون، حضرت[13] شعیب، حضرت[14] داؤد، حضرت[15] سلیمان، حضرت[16] زکریا، حضرت[17] یحییٰ، حضرت[18] الیاس، حضرت[19] الیسع، حضرت[20] ادریس، حضرت[21] ذوالکفل، حضرت[22] یونس، حضرت[23] ایوب، حضرت[24] عیسیٰ علیہم الصلوۃ و السلام، اور حضرت[25] محمد مصطفیٰ ﷺ۔

marfat.com

Marfat.com

مذہب حق اہل سنت و جماعت کا بھر پور دفاع کیا ہے۔ نیز انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف منسوب غیر معتبر و غلط قصے کہانیوں کا بھی خوب رد کیا ہے۔

یہ کتاب حضرت علامہ مد ظلہ کی تدریسی مہارت کی بھی آئینہ دار ہے امید ہے کہ اس سے عوام، دینی مدارس کے طلباء اور علماء و خطباء حضرات بھی یکساں استفادہ کریں گے۔ اس کتاب کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ حضرت مصنف مد ظلہ نے اکثر مقامات پر دیگر اردو تراجم کے مقابلے میں مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے ترجمہ ء قرآن، کنزالایمان کی فوقیت بھی احسن انداز میں ثابت کی ہے۔

مختصر یہ کہ استاذی المکرم مفکر قرآن و حدیث حضرت علامہ عبد الرزاق صاحب بھترالوی مد ظلہ نے تفاسیر و احادیث میں بکھرے ہوئے موتیوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم و محبت کے خوبصورت ہار میں پرو کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ استاذی المکرم مد ظلہ العالی کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، آپ کا سایہ اہل سنت کے سروں پر دراز فرمائے، آپ کی اولاد کو بھی آپ کے نقش قدم پر چلائے اور اس کتاب کو نافع خلائق و توشہ ء آخرت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین.

خاک پائے علمائے حق

محمد آصف قادری غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

رسولوں اور آسمانی کتابوں کی تعداد :

تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں سے بعض زیادہ مرتبہ والے نبی ہوئے ہیں جن کو رسول کہا جاتا ہے ان رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) ہے اور آسمانی کتابوں کی تعداد کل ایک سو چار (۱۰۴) ہے۔ چار کے مستقل نام ہیں : تورایت، انجیل، زبور، قرآن پاک اور ایک سو کے مستقل نام نہیں بلکہ ان کو صحیفے کہا جاتا ہے۔

نبی کسے کہا جاتا ہے ؟

نبی کا لفظ یا تو " نباوۃ " سے بنا ہے جس کا معنی ہوتا ہے بلندی مرتبہ اور یا یہ لفظ بنا ہے "نبأ" (باساکن) سے جس کا معنی ہوتا ہے خبر دینا ظاہر کرنا۔ اور یا یہ لفظ بنا ہے " نباۃ "(باساکن اور تاء زائد) سے جس کا معنی ہوتا ہے مخفی آواز۔

پہلے معنی کے لحاظ پر نبی کو "نبی" اس لئے کہتے ہیں کہ تمام مخلوق سے بلند مرتبہ رکھتا ہے دوسرے معنی کے لحاظ سے کہ وہ حق بات کو ظاہر کرتا ہے اور غیبی خبریں دیتا ہے اور تیسرے معنی کے لحاظ سے کہ وہ وحی کو سنتا ہے جو آواز دوسروں پر مخفی ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ لفظ اصل میں نبیء (مہموز اللام بروزن فعیل) ہو تو اس وقت معنی ہوتا ہے راستہ، اس صورت میں نبی کو نبی کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے جس طرح راستہ منزل مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام رب تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور منزل مراد کو پانے کا ذریعہ اور واسطہ ہوتے ہیں۔
(از نبراس بر شرح العقائد النسفی)

یہ تو لفظ " نبی " کے لغوی معنی تھے جو سب کے سب نبی میں بیک وقت جمع ہوتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر نبی کی تعریف یہ ہے کہ :

> " بنی آدم سے ہو، یعنی انسان ہو، مذکر ہو ، آزاد ہو، اس کی طرف وحی آئے اور لوگوں تک اللہ کے احکام پہنچائے ، نیک لوگوں کو جنت کی بشارت دے اور کفار کو جہنم سے ڈرائے اور معجزات کے ذریعے اس کی نبوت کو تائید حاصل ہوتی ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد :

اگرچہ مشہور روایت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے لیکن ایک روایت مین دو لاکھ چوبیس ہزار کا بھی ذکر ہے ایک روایت میں آٹھ ہزار کا بھی ذکر ہے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ عقیدہ یہ ہو کہ جتنے انبیائے کرام علیہم السلام رب تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں سب برحق تھے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے معین تعداد ذکر نہ کی جائے ؛ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ کم تعداد پر ایمان لائے اور واقع میں زائد ہوں ،یا ایسا نہ ہو کہ یہ زائد تعداد پر ایمان لائے اور واقع میں کم ہوں۔

پہلی صورت میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان نہیں ہو گا اور دوسری صورت میں جو نبی نہیں ہوں گے ان کو نبی ماننا لازم آئے گا اسلئے دونوں صورتوں میں خرابی آتی ہے لہذا یہی بہتر صورت ہے کہ یہ ایمان رکھے :" اے اللہ تیری طرف سے بھیجے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر میرا ایمان ہے اور وہ برحق ہیں "۔

(از شرح عقائد)

تنبیہ :

انبیائے کرام علیہم السلام کی تعداد کا ہمیں یقین نہیں کیونکہ روایات مختلف ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی کریم ﷺ کو بھی علم نہیں تھا اسی طرح تفصیلاً انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کو نہ ذکر کرنے کا بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ پر بذریعہ وحی کئی انبیائے کرام علیہم السلام کے حالات ظاہر نہیں کئے گئے اگر بذریعہ وحی آپ کو خبر دی جاتی تو ہمیں بھی علم حاصل ہوتا۔ یہ درست نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اپنے علم کا یہ عالم ہے۔

" أنه ﷺ لم يخرج من الدنيا حتى علمه الله بجميع مغيبات الدنيا والآخرة ولكن أمر بكتم أشيآء منها "

(صاوی،حاشیہ جلالین ص ۴۹۰ زیر آیت یسئلونك عن الساعة ایان مرسها)

بیشک نبی کریم ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا و آخرت کے تمام غیبی علوم عطا فرما دیئے ، البتہ بعض چیزوں کے چھپانے کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

معونت :

عام مؤمن جو ولی نہیں اور فاسق بھی نہیں تو اس سے کوئی کام عادت کے خلاف ہو تو اسے "معونت" کہا جائے گا۔

استدراج :

کافر یا فاسق کے ہاتھوں شعبدہ بازی کا مظاہرہ، عادت کے خلاف کام کرنے کو "اِستِدراج" کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں پہنچ جاتا ہے۔ استدراج کا مطلب ہو گا آگ کی طرف پہنچانا یہ اس وقت ہے جب یہ کلام اس کی غرض کے مطابق واقع ہوں۔

اہانت :

کافر سے کوئی کام عادت کے خلاق سرزد ہو لیکن اس کی غرض کے خلاف ہو تو اسے " اہانت" کہتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب نے اپنا کمال ظاہر کرنا چاہا تو کلی کر کے پانی کنوئیں میں ڈالا تو وہ نمکین اور کڑوا ہو گیا ایک شخص کی ایک آنکھ ضائع تھی اس پر ہاتھ پھیر کر درست کرنا چاہا تو دوسری آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔

سحر (جادوگری) :

شریر لوگ اپنے خاص اعمال کے ذریعے شیاطین کی امداد سے کئی کام عادت کے خلاف واقع کرتے ہیں یہ "سحر" یعنی جادوگری ہے۔

تنبیہ :

مخالفین کے چیلنج اور مطالبہ پر اور نبی کے دعویٰ پر معجزہ کا وقوع ضروری ہو جاتا ہے لیکن کرامت کا وقوع ضروری نہیں۔

کون نبی نہیں ہو سکتے ؟

"مؤنث" کو نبی نہیں بنایا گیا کیونکہ تبلیغ دین ان سے ممکن نہیں، نبی کو گھر سے باہر مردوں کے ہجوم اور مجالس میں احکامِ الٰہیہ پہنچانے ہوتے ہیں یہ کام مونث سے نہیں ہو سکتے۔

marfat.com

Marfat.com

"رسول" کا معنی پیغام پہنچانے والا۔ بھیجا ہوا۔ لیکن اصطلاح میں رسول اسے کہتے ہیں: جسے کتاب بھی عطا ہو یا پہلی شریعت پر عمل کرنا ختم ہو چکا ہو تو از سر نو اسے پہلی شریعت کی تجدید کا حکم دیا جائے۔ ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے لیکن ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔

تمام رسولوں اور انبیائے کرام علیھم السلام کو معجزات سے تقویت پہنچائی جاتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ معجزہ کسے کہتے ہیں ؟

معجزہ :۔

عادت کے خلاف آلات کے واسطہ کے بغیر مدعی نبوت سے بعد از اعلان نبوت کسی کام کا خلاف عادت سرزد ہونا "معجزہ" کہلاتا ہے۔ عادت کے مطابق کام کرنے کا نام معجزہ نہیں، جیسے تیز دوڑ کر دوسروں سے آگے نکل جانا، تیز نظر والے شخص کا کسی چیز کو اتنے دور سے دیکھ لینا کہ عام آدمی کو نظر نہ آسکے۔ اس قسم کے کام معجزہ نہیں کہلاتے۔

آلات کے واسطہ سے عادت کے خلاف کام کرنے کا نام بھی معجزہ نہیں۔ ٹیلیفون کے ذریعے دور دراز بات کر لینا، ٹیلیویژن کے ذریعے کسی کی شکل دیکھ لینا وغیرہ اس قسم کے کام معجزات نہیں۔

معجزہ صرف نبی سے عادت کے خلاف ہونے والے کام کا نام ہے۔ غیر نبی نے کوئی کام حیرت انگیز کر دیا ہو تو اسے معجزہ کہنا جہالت و دیوانگی ہے، جیسے آج کے دور میں عام کاموں کو معجزہ کہنا اکثر پڑھے لکھے بے وقوفوں میں رواج پا چکا ہے جو سراسر باطل ہے۔

اِرہاص :

اعلان نبوت سے پہلے نبی سے عادت کے خلاف کوئی کام سرزد ہو تو اسے معجزہ نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے "اِرہاص" کہا جائے گا جیسے حضور نبی کریم ﷺ کو اعلان نبوت سے پہلے ہی پتھر سلام کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کلام فرمایا۔

کرامت :

اللہ کے ولی سے کوئی کام عادت کے خلاف واقع ہو تو اسے "کرامت" کہا جائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

انبیائے کرام اخلاقِ عظیمہ کے مالک ہوتے ہیں :۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے اعلان نبوت سے پہلے بھی ایسے اعلی اور پاکیزہ اخلاق عطا کئے ہوتے ہیں تاکہ لوگ ان کے ماضی حال مستقبل پر کوئی اعتراض نہ کر سکیں، یعنی یہ پاکیزہ اخلاق ان کو تمام اوقات میں حاصل رہتے ہیں۔ شجاعت، بردباری، کریمانہ گفتگو وغیرہ، ہر قسم کے اچھے اخلاق کے مالک ہوتے ہیں اور رذیل وگھٹیا کاموں سے پاک ہوتے ہیں ۔

نفس نبوت میں تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہیں :

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نفس نبوت میں یعنی بحیثیت نبی ہونے کے برابر ہیں ،ایسا نہیں کہا جاسکتا کہ کسی نبی کی نبوت اصلی ہو اور کسی نبی کی نبوت عارضی ہو، بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت اصلی ہے۔ کسی نبی کی نبوت عارضی نہیں، ہاں البتہ درجات کے لحاظ سے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہمارے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

دنیا میں تشریف لانے کے لحاظ سے سب سے پہلے آنے والے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر میں تشریف لانے والے سیدنا ونبینا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

"غلام" نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ غلام دوسرے لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا اسلئے اس سے تبلیغ احکام دین ممکن نہیں۔

جن اور فرشتے نبی نہیں بنائے گئے۔ جنس کا جنس سے فائدہ حاصل کرنا تو ممکن ہوتا ہے لیکن دوسری جنس سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے اسلئے انسانوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے نبی کا انسان ہونا ضروری ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلاً ﴾ (الانعام ۹)

اگر ہم نبی کو فرشتہ بناتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے"

یہ ان کفار کو بتایا گیا ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ایمان سے محروم ہوتے تھے کہ ہم اس پر ایمان کیوں لائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کی تعلیم سے فیض حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ نبی کو انسانی شکل میں بھیجا جائے تاکہ وہ لوگ فائدہ حاصل کر سکیں۔ اگر فرشتہ کو نبی بناتے تو اسے اصلی شکل میں دیکھنے کی انسانوں میں طاقت ہی نہ ہوتی اگر فرشتہ کو نبی بنایا بھی ہوتا تو انسانی شکل میں ہی آتا تاکہ لوگ اس سے فیض حاصل کر سکتے۔

نبی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں :

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" ذهب طائفة من محققی الفقهاء والمتكلمين الى العصمة من الصغائر كالعصمة من الكبائر"

(نبراس ص۴۵۳)

فقہائے کرام اور متکلمین میں سے محققین کی ایک جماعت کا مذہب یہی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام جس طرح قبل از نبوت اور بعد از نبوت کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں اسی طرح صغیرہ گناہوں سے بھی پاک ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي ٱلْأَمْرِ ﴾ (النساء ۱۵۹)

"آپ ان سے امور میں مشورہ کریں"

یہاں صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا کہ آپ صحابہ کرام کے مشورہ کے محتاج تھے بلکہ صحابہ کرام کی عزت افزائی کے لئے مشورہ کا حکم دیا گیا۔

(از تبیان)

اور اس وجہ سے بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ کیا اور نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور اپنے معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ کر لیا کریں۔

اعتراض :

خلیفہ کا مطلب ہے پیچھے آنے والا اور نائب خلیفہ کی ضرورت اس وقت در پیش آتی ہے جب اصل خود اپنے کام کرنے سے عاجز ہو، اصل کا عاجز ہونا یا اس کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے، یا اس کے غیب ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، یا مرض، تھکان وغیرہ کی وجہ سے۔ ان تمام معانی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بنانا درست نہیں۔ وہ حی لایموت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اس پر موت کے وقوع کا تصور کرنا بھی محال ہے، وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ کہیں دور چلا جائے، غیب ہو جائے، یہ ہونا بھی ممکن نہیں کہ وہ مریض ہو جائے، تھک جائے، عاجز ہو جائے، یہ بھی ناممکن ہے، تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ بنانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب :

یہاں خلیفہ کا معنی پیچھے آنے والا نہیں بلکہ نائب ہے، یعنی اللہ کا نائب ہو کر زمین و آسمان کی اشیاء میں تصرف کرنے والا ہو۔ نائب بنانے کی ضرورت بھی اللہ تعالیٰ کو نہیں تھی، وہ محتاج نہیں بلکہ جن کی طرف خلیفہ بنانا تھا انہیں محتاجی تھی، اسلئے کہ انسان بہت زیادہ کدورتیں اور ظلمات جسمانیہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت متقدس ہے، فیض لینے والے اور فیض دینے والے میں کوئی مناسبت ہونی چاہئے جب مخلوق میں اور اللہ تعالیٰ میں کوئی مناسبت نہیں، مخلوق کو وجود میں لانا بھی رب تعالیٰ کی مشیت تھی، تو

marfat.com

Marfat.com

حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ :

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے مشورہ کیا :

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾

(البقرۃ ۳۰)

اور یاد کیجئے ! جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں زمین میں (اپنا) نائب۔

مشورہ کرنے کی حکمت :

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے فرمانا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں معاذ اللہ ان سے اجازت طلب کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ صرف مشورہ طلب کرنا تھا اور وہ بھی احتیاجی یا لاعلمی کی وجہ سے نہیں ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی امر میں کسی کا محتاج نہیں ، بلکہ مشورہ طلب کرنے میں حکمت یہ تھی کہ اس میں فرشتوں اور خلیفہ کا اکرام پایا جائے ؛ کیونکہ رب تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ طلب کرنے میں فرشتوں کی عظمت شان واضح ہوتی ہے اور خلیفہ کے متعلق مشورہ کرنے میں خلیفہ کی عظمت بھی واضح ہوتی ہے کہ اس کی تخلیق سے پہلے ہی اس کا نورانی مخلوق میں ذکر ہو رہا ہے۔

حدیث مرفوع :

" ان ربی تبارك و تعالیٰ استشار نی فی امتی "

(مسند احمد ج ۵ ص)

"بیشک میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا"

یہ مشورہ طلب کرنا بھی اسی حکمت کے پیش نظر تھا کہ اس میں حضور ﷺ اور آپ کی امت کی عزت افزائی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی لاعلمی یا احتیاجی کے طور پر معاذ اللہ نبی کریم ﷺ سے مشورہ نہیں کیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا :

marfat.com

Marfat.com

نظام جاری کرے، مسلمانوں کی اکثریت جب اس نظام کو چاہنے والی ہو تو امت مسلمہ کو کفار پر غلبہ رہتا ہے لیکن یہ اسی وقت ہوتا ہے جب مسلمان اپنے ایمان اور اعمال میں کامل ہوں، کامل ایمان کا معیار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو اور اللہ کی راہ میں موت کی تمنا کامل اور غالب ہو۔

مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ :

خلافت راشدہ عادلہ کے بعد مسلمانوں پر دنیا کی محبت غالب آگئی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کے دلوں میں راسخ نہ رہی، دنیا کی محبت کی وجہ سے موت سے ان کے دلوں میں کراہت پیدا ہو گئی اور اللہ کی راہ میں جان دینے کا جذبہ کامل نہ رہا، جس کی وجہ سے امت مسلمہ بد حالی کا شکار ہو گئی، غیروں پر اس کو غالب رہنے کی نعمت سے محروم کر دیا گیا۔

سنن ابی داؤد اور بیہقی کی حدیث میں امت مسلمہ کی اس بد حالی کا ذکر نہایت ہی المناک صورت میں وارد ہے حضرت ثوبان سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

"اے مسلمانو ! قریب ہے کہ کافروں کی جماعتیں تم پر حملہ آور ہونے کے لئے اس طرح ایک دوسرے کو بلائیں گی جیسے کسی پیالے میں کھانا رکھا ہو اور اسے کھانے کے لئے ہر طرف سے لوگوں کو بلایا جائے" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور ! کیا اس وقت ہم قلیل ہوں گے ؟ فرمایا: نہیں ، تم اس وقت بہت کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تم اس وقت سیلاب کے جھاگ اور اس کے خس و خاشاک کی طرح ہو گے (یعنی ایمانی قوت و شجاعت تم میں باقی نہ رہے گی) اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت اور تمہارا رعب دشمن کے دل سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں بزدلی اور کمزوری پیدا کر دے گا صحابہ کرام نے عرض کیا، حضور بزدلی اور کمزوری کا سبب کیا ہو گا ؟ فرمایا:

"حب الدنیا و کراهة الموت" دنیا کی محبت اور موت کی کراہت۔

ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت کرے گا موت اسے ناپسند ہو گی، عرصہ دراز سے مسلمان اسی بد حالی میں مبتلا ہیں اور موجودہ دور میں یہ بد حالی ایسی خوفناک صورت اختیار کر گئی ہے کہ اس کے نتائج کے تصور سے بھی دل لرز جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے پیدا فرمانے سے پہلے ہی ان کے فیض لینے کا یہ اہتمام کیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو واسطہ بنایا جو اپنی نورانیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے فیض لے کر اپنی بشریت کے وصف کی وجہ سے انسانوں تک وہ فیض پہنچا دیں۔

جس طرح انسانوں اور حیوانوں کے جسموں میں ہڈیاں اور گوشت ہے ہڈیاں سخت ہیں گوشت نرم ہے ہڈی اپنی سختی کی وجہ سے گوشت سے غذا حاصل نہیں کر سکتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ہڈیوں اور گوشت کے درمیان پٹھے بطور واسطہ رکھے پٹھے اپنے نرم حصہ سے گوشت سے غذا حاصل کرتے ہیں اور اپنے سخت حصہ سے ہڈی کو غذا پہنچاتے ہیں۔

(بیضاوی و شیخ زادہ)

نکتہ :

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کے متعلق جو مشورہ کیا اس سے مراد صرف آدم علیہ السلام نہیں اور آپ کی تمام اولاد بھی مراد نہیں بلکہ آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد سے بعض حضرات جو اس خلافت کے منصب کے اہل ہوں گے یہ سب مراد ہیں اور وہ افراد آدم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت محمد ﷺ تک پیدا ہونے والے تمام انبیاء ورسل کرام ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام تمام کے تمام فردا فردا معصوم ہیں، لیکن صدیقین، اولیاء، صالحین فردا فردا تو معصوم نہیں، البتہ اجتماعی طور پر معصوم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کا اجتماعی فیصلہ امت کو قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ خلافت کا حقدار وہ ہے جس میں یہ استعداد پائی جائے تو خود واضح ہوا کہ عورت کی فطرتِ سلیمہ اور طبیعتِ مستقیمہ اس قابل نہیں کہ جمعہ یا باقی نمازوں کی امامت یا خلافت یعنی حاکمیت اس کے سپرد کی جائے۔ "عورت" اپنی فطرتی اور طبعی کمزوری کی وجہ سے یہ کام سرانجام نہیں دے سکتی۔

خلیفہ بنانے کا مقصد :

خلیفہ بنانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ اللہ کے احکام مخلوق تک پہنچائے اور رب تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا

marfat.com

Marfat.com

ہی یہ علم دے رکھا تھا کہ جو خلیفہ میں بنانے والا ہوں اس میں اور اس کی اولاد میں عناصر اربعہ کی آمیزش ہوگی جو ایک دوسرے کے مخالف ہوں گے، یعنی آگ، مٹی، پانی، ہوا کا مجموعہ ہوگا۔ یہ علم فرشتوں کو رب تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہوا تھا یا ان پر لوح محفوظ کو منکشف کرنے سے حاصل ہوا تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ مخالف اور ضد کی چیزیں ملنے سے تو فساد ہی فساد ہوگا، خلیفہ تو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ زمین میں بھلائی قائم ہو اور لوگوں کو بھلائی کی راہ پر قائم کیا جائے اور ان کے نفسوں کی تکمیل کی جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کے احکام جاری کئے جائیں تو جس کی بناء ہی فساد پر ہوگی اس سے یہ کام کیسے ہو سکیں گے ؟

" استکشاف عن الحکمة الخفیة او تعجب من ان یستخلف لعمارة الارض واصلاحها من یفسد فیها "

(روح المعانی ج ۱، ص ۲۲۱)

" یہ سوال ان کا مخفی حکمت کے پتہ چلانے کے لئے تھا یا اس سوال پر تعجب کرتے ہوئے تھا کہ جو فساد پھیلانے والے ہوں گے ان سے زمین کو آباد کرنا اور اس میں صلاحیت پیدا کرنا کیونکر ممکن ہوگا۔ ؟

خیال رہے کہ یہ فرشتوں کی اجتہادی خطاء تھی کہ انہوں نے سمجھا شاید تمام انسان ایسے ہوں گے حالانکہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہونے کی وجہ سے اور نیک و پارسا، صالح و متقی لوگ اللہ کی حفاظت میں ہونے کی وجہ سے فساد برپا کرنے سے پاک ہیں۔

فرشتوں کے خیال کے مطابق ان کی تسبیح و تقدیس اور عصمت کے پیش نظر وہ خلافتِ الٰہیہ کے زیادہ مستحق تھے، ان کے اس قسم کے قصورِ علم کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ یعنی اے میرے فرشتو! میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ محض تسبیح و تقدیس معیارِ خلافت نہیں اور نہ ہی مختلف اور ایک دوسرے کی ضد عناصر سے مرکب ہونا منصبِ خلافت کے منافی ہے۔ بلکہ خلافت کا معیار یہ ہے کہ اللہ کا خلیفہ جن چیزوں کا غیروں کو حکم دے ان پر خود بھی عمل کرے، اسلئے سارے انسان فساد اور ناحق خونریزی کرنے کے گناہوں میں مبتلا نہیں ہوں گے، ان میں معصوم بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بننے کے حقدار ہوں گے۔

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ ہر دور میں نیک لوگ، اصحابِ علم و تقویٰ رہے ہیں، انہی کے دم قدم سے نظامِ دنیا چل رہا ہے اور دنیا کی بقا ہے۔ لیکن اکثریت جب گناہوں میں مبتلا ہو جاتی ہے تو کم تعداد میں نیک لوگ بھی ہلاکت کی زد میں آجاتے ہیں، اگرچہ وہ ہلاکت ان کے لئے عذاب نہیں ہوتی، جیساکہ حدیث شریف میں وارد ہے:

"اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان فیھم ثم بعثو اعلی اعمالھم"

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳)

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجتا ہے تو نیک و بد سبھی اس میں ہلاک ہو جاتے ہیں پھر جب وہ اٹھائے جائیں گے تو ہر ایک کا اٹھایا جانا اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق ہوگا۔

مسلمان اگر اپنی عظمتِ رفتہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان کی تمنا یہ ہے کہ وہ کافروں پر غالب آجائیں تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ تمام مسلمان مجموعی طور پر کامل ایمان رکھیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت پر کسی اور چیز کو ترجیح نہ دیں، اسی محبت اور کامل ایمان کی وجہ سے جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اپنی اس عظمتِ دورِ رفتہ کو حاصل نہ کرلیں جو صحابہ کرام کے دور میں کفار پر مسلمانوں کو حاصل تھی، کہ مسلمانوں کی ہیبت سے کفار کے اعضاء پر کپکپی طاری ہوتی۔

(از تبیان)

اللہ تعالیٰ کے مشورہ طلب کرنے پر فرشتوں کا تعجب سے سوال :

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خلیفہ بنانے کا مشورہ طلب کیا تو فرشتوں نے تعجب کرتے ہوئے رب تعالیٰ سے سوال کیا:

﴿ اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ﴾

(البقرۃ ۳۰)

کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے؟ اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔

فرشتوں نے رب تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہ ہی کوئی مخالفت کی بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے

marfat.com

Marfat.com

تمام کا علم عطا فرما دیا تھا۔

ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کو تمام زبانیں سکھا دی گئیں، اور ایک قول کے مطابق آپ کو تمام ملائکہ کے ناموں سے آگاہ کر دیا گیا، اور ایک قول کے مطابق آپ کو تمام ستاروں کے ناموں پر مطلع فرما دیا گیا تھا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد حکیم ترمذی کا قول نقل کیا:

...... "اسماء ہ تعالیٰ" کہ اس آیت کریمہ میں اسماء سے مراد اسماء الٰہیہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا میرے نزدیک حق یہ ہے اور تمام اللہ والے بھی اسے ہی حق مانتے ہیں اور منصب خلافت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کو تمام اشیاء کے اسماء کا علم عطا کیا گیا ہے۔

" وهو انها اسماء الاشياء علوية او سفلية جوهرية او عرضية ويقال لها اسماء الله تعالیٰ عندهم باعتبار دلالتها عليه وظهور فيها غير متقيد بها"

(روح المعانی ج ۱، ۲۲٤)

وہ اشیاء خواہ علوی ہوں یا سفلی جوہری ہوں یا عرضی، ان تمام کے اسماء کو اللہ تعالیٰ کے اسماء ہی کہا جاتا ہے؛ کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ذات پر دلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے جلوے تمام اشیاء سے ظاہر ہوتے ہیں، اگرچہ اللہ تعالیٰ ان میں مقید نہیں ہوتا۔

آدم علیہ السلام کو نام سکھائے، فرشتوں کو نہیں، کیا وجہ؟

الفاظ کے ذریعے معانی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جس کے پڑھانے والے کو معلم کہتے ہیں اور پڑھنے والے کو متعلم صرف معلم کے پڑھانے سے متعلم کو علم حاصل ہونا ضروری نہیں بلکہ متعلم میں استعداد کا پایا جانا ضروری ہے یعنی متعلم میں سمجھنے کی صلاحیت ہو تو معلم کی تعلیم کا اس پر اثر ہوگا، یہ روزمرہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں، ایک ہی کلاس کے لڑکوں کو استاد پڑھاتا ہے سب کو یکساں پڑھا رہا ہوتا ہے لیکن پھر کوئی لائق ہوتا ہے اور کوئی نالائق، اللہ تعالیٰ نے بھی جب آدم علیہ السلام کو منصب خلافت عطا کرنا تھا تو آپ کو پہلے تمام اشیاء اور ان کی کیفیات اور ان کے ناموں کو سمجھنے کی استعداد بھی عطا فرمائی، لیکن فرشتوں کو ہر ہر چیز کے حالات کی تفاصیل کو سمجھنے کی استعداد عطا نہیں ہوئی تھی کیونکہ ان کو منصب خلافت پر فائز کرنا مقصود ہی نہیں تھا۔

(تفسیر ابی السعود ج ۲، ص ۸٤)

marfat.com

Marfat.com

آدم علیہ السلام کے علوم :

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَآئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ﴾

(البقرة ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

حضرت ابن عباس، عکرمہ، قتادہ، مجاہد اور ابن جبیر رضی اللہ عنہم کا ارشاد ہے :

" علمه أسمآء جميع الاشياء حتى القصعة والقصيعة "

(تفسير ابی السعود ج ۲، ص ۸۴)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم عطا کیا یہاں تک کہ بڑے اور چھوٹے پیالے کے نام بھی بتائے۔

" وقيل المراد بها اسماء ماكان وما يكون الىٰ يوم القيامة وعزى الىٰ ابن عباس رضى الله عنهما "

(روح المعانی ج ۱، ص ۲۲۷)

بعض حضرات نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف قول منسوب کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے "ماکان وما یکون" (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونا ہے) کا علم عطا فرمایا۔

پہلے معنی اور اس معنی کے لحاظ سے مقصد ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام چیزوں اور ان کے ناموں کا علم عطا کر دیا خواہ وہ پہلے پائی جا چکی ہیں یا بعد میں پایا جاتا ہے۔

"وقال الإمام المراد بالأسماء صفات الأشياء ونعوتها و خواصها "

(روح المعانی ج ۱، ص ۲۲۴)

امام رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آپ کو تمام چیزوں کی صفات اور نعمتیں اور خواص تک کا علم عطا فرما دیا گیا تھا۔

" وعلمه أحوالها وما يتعلق بها من المنافع الدينية والدنيوية "

(البحر المحيط ج ۱، ص ۱۴۵)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام چیزوں کے احوال اور ان سے دینی یا دنیوی منافع جو متعلق ہیں ان

marfat.com

Marfat.com

تمام جہان ایک جسم ہے اور نبی کریم اس کی روح ہیں، جسم کا قیام بغیر روح کے ممکن نہیں، اس سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ کائنات کی جان ہیں۔

اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے یہ واضح ہوا کہ ...... علمه البيان...... کا مطلب یہ ہے کہ حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کو "ماكان وما يكون" کا علم عطا کیا گیا ،اس پر علامہ قرطبی کی الجامع لاحکام البیان کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

" علمه البيان وعن ابن عباس وايضا عن ابن كيسان الانسان ههنا يراد به محمد ﷺ "

یعنی علمه البيان میں ضمیر منصوب کا مرجع الانسان ہے اور اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں ۔

" والبيان بيان الحلال والحرام والهدى من الضلال وقيل ما كان ومايكون لانه بين عن الاولين والآخرين ويوم الدين "

(تفسیر قرطبی)

اور علمہ البیان میں بیان سے مراد یا تو حلال و حرام کا علم اور گمراہی سے ہدایت دینا اور یا جس طرح بیان کیا گیا ہے کہ بیان سے مراد ماکان ومایکون کا علم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اولین و آخرین اور قیامت کا ذکر فرمادیا ہے یعنی جب آپ نے جمیع گزرے ہوئے اور آنے والے اور واقعات قیامت سے مطلع فرمادیا تو آپ کو ماکان ومایکون کا علم حاصل ہے۔

میں نے اردو تراجم قرآنی کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان میں بہت سی تفاسیر کی عبارات نقل کر کے واضح کیا کہ سارے تراجم میں سے یہاں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہی باکمال ہے۔

علم کے فضائل عقلیہ ونقلیہ :

تفسیر کبیر اور عزیزی کے حوالہ سے علم کے فضائل پر مختصر بحث پیش خدمت ہے :

فقیہ ابو لیث سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : کہ عالم کی صحبت میں حاضر ہونے میں سات فائدے ہیں خواہ اس سے علم حاصل کرے یا نہ کرے۔

(۱) وہ شخص طالب علموں کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کا ثواب پاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

آدم علیہ السلام کو علم کیسے عطا کیا گیا تھا ؟

" ومعنی تعلیمہ اسماء المسمیات انہ تعالیٰ اراہ الاجناس التی خلقھا وعلمہ ان ھذا اسمہ فرس و بعیر وھذا اسمہ کذا "

(تفسیر مدارک التنزیل ص ۲۵)

آپ کو تمام چیزوں کا علم دیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے ایک ایک جنس آپ کو دکھادی اور اس کا نام بتادیا مثلاً گھوڑا دکھا کر بتایا گیا کہ اسے گھوڑا کہتے ہیں اور اونٹ دکھا کر بتایا گیا کہ اسے اونٹ کہتے ہیں اسی طرح ایک ایک چیز دکھا کر اس کے نام بتادیئے گئے۔

" واختص آدم بمعر فۃ الاسماء بجمیع اللغات و تلك اللغات تفرقت فی اولادہ "

(صاوی حاشیہ جلالین ص ۸)

آدم علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ کو تمام چیزوں کے نام ہر زبان میں بتادیے گئے تھے اور وہی زبانیں آپ کی اولاد میں متفرق طور پر پائی جاتی ہیں یعنی ایک چیز کا نام آپ نے ہر ہر زبان میں بتایا جو زبانیں بھی ایجاد ہونی تھیں آپ کو ان کا علم پہلے ہی عطا کر دیا گیا۔

فائدہ :

جب آدم علیہ السلام کو " ماکان وما یکون " کا علم دیا گیا، ہر چیز کے نام ہر ہر زبان میں سکھائے گئے تو سید الانبیاء ﷺ کے علم کا مقام کیا ہوگا ؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ...... ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ اْلاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ﴾ کا ترجمہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا۔

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا " ماکان ومایکون " کا بیان انہیں سکھایا ۔

(کنز الایمان)

اعلیٰ حضرت نے نبی کریم ﷺ کو انسانیت کی جان کہا : حضرت علامہ آلوسی نے ......

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ کی تفسیر میں تحریر فرمایا......

"العالم جسد و روحہ النبوۃ ولا قیام للجسد بدون روحہ "

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

(۳) یوسف علیہ السلام علم کی وجہ سے خواب کی تعبیر بیان کرنے پر قید خانہ سے نکل کر شاہی دربار میں پہنچ کر وزیر خزانہ اور تمام بادشاہی کاموں کے مدبر مقرر ہو گئے۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم کی وجہ سے بلقیس جیسی ملکہ بحیثیت زوجہ ملی، اور اسے بھی آپ کے علم کی وجہ سے ایمان نصیب ہوا۔

(۵) حضرت داؤد علیہ السلام کو علم کی وجہ سے منصب نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہی بھی حاصل رہی۔

(۶) عیسی علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریم کی تہمت کو علم کی وجہ سے ہی دور فرمایا

(۷) حضور نبی کریم ﷺ کو تمام کائنات عالم سے زیادہ علوم عطا فرما کر خلافت الہیہ اور شفاعت کبریٰ کے درجہ رفیعہ پر متمکن فرمایا۔

قرآن پاک میں سات چیزوں کے متعلق ذکر ہے کہ وہ ایک دوسرے کے برابر نہیں :

(۱) عالم اور جاہل برابر نہیں۔ (۲) خبیث اور طیب یعنی ناپاک اور پاک برابر نہیں۔

(۳) دوزخی اور جنتی برابر نہیں ۔

(۴) اندھا اور آنکھ والا یعنی علم اور ایمان والا اور ان سے خالی برابر نہیں۔

(۵) ظلمت اور نور یعنی علم اور ایمان کی نورانیت اور ان سے خالی ہونے کی وجہ سے حاصل ہونے والی تاریکی برابر نہیں۔

(۶) سردی اور گرمی برابر نہیں (۷) زندے اور مردے برابر نہیں۔

حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ دنیا چار شخصوں سے قائم ہے۔

(۱) عالم با عمل سے۔ یعنی علم دین کے حاصل کرنے کے بعد اس کے اعمال بھی احکام دینیہ کے مطابق ہوں۔

(۲) ایسے جاہل لوگوں سے جو علماء سے محبت رکھتے ہوں، یقیناً علماء کی صحبت کی وجہ سے انہیں نیکی کے کاموں کی رغبت حاصل ہو گی اور علوم دینیہ کے مسائل سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہوں گے

(۳) سخاوت کرنے والے مالداروں سے یعنی مالدار جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے وہ بھی بلند

marfat.com

Marfat.com

(۲) جب تک اس مجلس میں بیٹھا رہے گا گناہوں سے بچا رہے گا۔

(۳) جس وقت یہ اپنے گھر سے طلب علم کی نیت سے نکلتا ہے ہر قدم پر نیکی پاتا ہے۔

(۴) علم کے حلقے میں رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے جس میں یہ بھی شریک ہو جاتا ہے۔

(۵) علم کا ذکر سنتا ہے جو کہ عبادت ہے۔

(۶) وہاں جب کوئی مشکل مسئلہ سنتا ہے جو اسکی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کا دل تنگ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کے نزدیک منکسر القلوب (دل ٹوٹا ہوا جو رحمت کا مستحق ہوتا ہے) میں شمار کیا جاتا ہے۔

(۷) اس کے دل میں علم کی عزت اور جہالت سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علمِ دین مال پر سات وجہ سے افضل ہے :

(۱) "علم" پیغمبروں کی میراث اور "مال" فرعون، ھامان، شداد اور نمرود کی

(۲) مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے مگر علم بڑھتا ہے

(۳) مال کی حفاظت انسان کو کرنی پڑتی ہے لیکن علم خود انسان کی حفاظت کرتا ہے

(۴) مرنے کے بعد مال تو دنیا میں رہ جاتا ہے اور علم دین قبر میں ساتھ ہوتا ہے

(۵) مال مومن اور کافر سب کو مل جاتا ہے لیکن دین کا نفع (یعنی قبر و حشر میں کامیابی) صرف ایماندار کو ہی حاصل ہوتا ہے ۔

(۶) کوئی شخص بھی عالم سے بے پرواہ نہیں لیکن بہت سے لوگوں کو مالداروں کی ضرورت نہیں

(۷) علم سے پل صراط پر گذرنے کی قوت حاصل ہوگی اور مال سے کمزوری۔

سات پیغمبروں کو علم کی وجہ سے بہت بڑے فوائد حاصل ہوئے :

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو علم کی وجہ سے فرشتوں پر بزرگی دی گئی اور فرشتوں کو ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

(۲) حضرت خضر علیہ السلام ......ان کے متعلق اہل علم کا اختلاف ہے کہ یہ نبی ہیں یا ولی ...... کے علم کیوجہ سے ان کی اور موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اور کچھ اشیاء کے ظاہر و باطن کا فرق واضح ہوا

marfat.com

Marfat.com

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ هو آدم ﴾
(سورۃ ص ، جلالین)

یاد کرو اس وقت کو جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا بیشک میں ایک بشر کیچڑ سے بنانے والا ہوں اس مراد آدم علیہ السلام ہیں۔

اس مقام پر بشر سے مراد ایسا انسان جو ظاہر چمڑے والا ہوگا، اس پر بھیڑوں کی طرح اون نہیں ہوگی بکریوں کی طرح بال نہیں ہوں گے، اونٹوں کی ملسی (اون) کی طرح بھی اون نہیں ہوگی پرندوں کے پروں کی طرح پر نہیں ہوں گے اور پھلوں کی طرح اس پر کوئی چھلکا نہیں ہوگا۔

﴿ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴾ (سورہ صافات ۱۱)

بیشک ہم نے انسانوں کو چپکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا،

"انا خلقناً هم ای اصلهم آدم" (جلالین)

یہاں بھی مراد انسانوں سے ان کے اصل آدم علیہ السلام ہی ہیں۔

" ولقد خلقنا الانسان آدم من صلصال طین یابس تسمع له صلصلة ای صوت اذا نقر من حمإ طین اسود مسنون متغیر"
(پ ۱۴، ۳، جلالین)

بیشک ہم نے انسان یعنی آدم کو سیاہ خشک متغیر کیچڑ سے پیدا کیا صلصال اس کیچڑ کو کہتے ہیں جو خشک ہو جائے کھٹکانے پر اس سے آواز آئے ، سیاہ کیچڑ کو "حما" کہتے ہیں۔ جسکی بو میں تغیر آجائے اس "مسنون" کہتے ہیں۔

" خلق الانسان آدم من صلصال طین یابس یسمع له صلصلة ای صوت اذانقر کالفخار وهو ما طبخ من الطین"
(پ ۲۷، ۱۱ جلالین)

"انسان یعنی آدم کو خشک بجنے والی ٹھیکری کی طرح کے کیچڑ سے پیدا کیا۔"

ان آیات سے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کے لئے پہلے خشک مٹی کو لایا گیا پھر اسے گوندھ کر کیچڑ بنایا گیا پھر چپکنے والی مٹی بنایا گیا پھر اسے اسی طرح رہنے دیا گیا یہاں تک کہ وہ خشک ہوگئی اور بجنے لگی اور اس کی بو میں بھی تغیر آگیا پھر اور زیادہ رکھنے پر ٹھیکری کی طرح ہوگئی۔

marfat.com

Marfat.com

مرتبہ رکھتا ہے جو نظام دنیا کے قائم رہنے کا سبب ہے ۔

(۴) اور غریب لوگ جن کے پاس مال تو نہیں لیکن وہ تھوڑے مال اور محنت و مشقت پر صبر کرنے والے ہوں یعنی صابر فقیر کے دم سے بھی دنیا قائم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ ﴾ (سورۃ فاطر ۲۸)

بیشک اللہ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں۔

اس آیت میں جب لفظ اللّٰہ پر پیش ہو اور لفظ علماء پر زبر ہو تو معنی یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے علماء کو عزت و وقار عطا فرماتا ہے۔ " انما یبجل اللہ من عبادہ العلماء "

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب علم دین پڑھانے والا شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر فضا سے پرندے زمین کے تمام جانور، دریاؤں میں رہنے والی مچھلیاں روتی ہیں۔

حضرت عامر جھنی رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث بیان فرماتے ہیں کہ :

" قیامت کے دن علم دین پڑھنے والے طالب علم کی سیاہی اور شہید کے خون کو لایا جائے گا۔ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہو گی"

حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کہا :

" اے بیٹے علم حاصل کرو اگر تمہارے پاس مال بھی ہوا تو علم تمہارا اجمال ہو گا اور اگر تمہارے پاس کوئی مال نہ ہوا تو علم ہی تمہارا مال ہو گا۔"

نوٹ : علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فضیلت علم میں اس مقام پر بہت طویل بحث کی ہے، مختصر طور پر کچھ ذکر کیا گیا ہے۔

(کبیر ج ۲ ص ۱۸۰ تا ص ۱۸۵)

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش :

﴿ فانا خلقنا کم...... ای اصلکم آدم ...... من تراب ﴾

(پ ۱۷ . ۸ جلالین)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بے شک ہم نے تمہارے اصل آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

marfat.com

Marfat.com

لی گئی۔اسی طرح کچھ مٹی نرم زمین سے لی گئی اور کچھ سخت سے ایسے ہی طیب وخبیث مٹی کو شامل کیا گیا۔ جتنے قسم کے رنگوں والی مٹی آپ کے جسم میں لگائی گئی آپ کی اولاد میں اتنے ہی رنگ پائے جاتے ہیں اسی طرح کوئی نرم دل اور کوئی سخت دل کوئی نیک اور کوئی برے۔

بعض حضرات نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی میں ساٹھ قسم کے رنگ شامل تھے وہ تمام آپ کی اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ (تفسیر صاوی علی الجلالین)

زمین میں چشمے کیوں جاری ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین کو بتایا کہ میں تجھ سے اپنی ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے مطیع ہوں گے ان کو میں جنت میں داخل کروں گا اور جو میرے نافرمان ہوں گے ان کو میں جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا، یہ سن کر زمین نے پھر پوچھا اے اللہ مجھ سے پیدا ہونے والی مخلوق جہنم کی آگ میں جائے گی؟ رب تعالیٰ نے فرمایا ہاں تو زمین اتنا روئی کہ اس کے رونے سے چشمے جاری ہو گئے جو قیامت تک جاری رہیں گے۔

(صاوی علی الجلالین ص ۸)

انسان کو خوشی کم اور غم زیادہ کیوں؟

حضرت عزرائیل علیہ السلام جب مٹی کو لائے تو انہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے صفا و مروہ پہاڑیوں کے پاس رکھ دو، یعنی وہاں رکھ دو جہاں آج کل کعبہ شریف ہے۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے مختلف پانیوں سے گارا بنائیں پھر اس پر چالیس روز بارش ہوئی، انتالیس دن تو غم و رنج کا پانی برسا اور ایک دن خوشی کا اس لئے انسان کو رنج و غم زیادہ رہتے ہیں اور خوشی کم۔ پھر اسے مختلف ہواؤں سے خشک کر کے کھنکنے والی مٹی بنا کر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی قدرت کاملہ سے آپ کے قالب کو تیار کیا۔

(از تفسیر عزیزی)

آدم علیہ السلام کی صورت دیکھ کر فرشتے حیران ہو گئے:

فرشتوں نے کبھی ایسی صورت نہیں دیکھی تھی وہ حیران ہو کر اس کے ارد گرد پھرتے تھے اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرتے تھے، ابلیس کو بھی اس کی خبر ہو چکی تھی، ابھی تک وہ مردود نہیں ہوا تھا، وہ بھی

marfat.com

Marfat.com

جسمِ آدم علیہ السلام کے لئے مٹی لی گئی :

آدم علیہ السلام کے جسم اطہر کی تخلیق کے لئے مٹی لانے کیلئے حضرت جبرائیل کو زمین پر بھیجا گیا آپ جب تشریف لائے تو زمین سے مٹی لینے کا ارادہ کیا تو زمین نے بڑی عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری سے عرض کیا کہ میری مٹی سے بننے والے شخصوں نے اگر خونریزیاں کیں یا وہ جرائم کی وجہ سے جہنم میں گئے تو مجھے تکلیف ہو گی۔

حضرت جبرائیل زمین کی عاجزی کو دیکھ کر واپس چلے گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور تمام ماجرا بیان کر دیا اسی طرح اسرافیل بھی آکر واپس چلے گئے اور میکائیل بھی آکر واپس چلے گئے۔ ان تمام کے بعد عزرائیل آئے ان کی خدمت میں بھی زمین نے وہی عاجزانہ گفتگو کی لیکن آپ نے کہا کہ میں تیری بات تسلیم کروں یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کروں ؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اسلئے میں نے تو مٹی ضرور ہی لے کر جانا ہے، آپ نے زمین کی انکساری کی طرف کوئی توجہ نہیں دی بلکہ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق زمین سے مٹی لے کر رب تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنا بھی ان کے سپرد کیا کہ ایسا نہ ہو کہ جبرائیل، میکائیل، اسرافیل میں سے کسی کے ذمہ لگایا تو روح قبض کرنے کے لئے جائیں تو اس کے اقربا کو روتے ہوئے پا کر اسی طرح چھوڑ کر نہ آجائیں۔

(از تفسیر عزیزی)

کیسی مٹی لی گئی ؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مرفوع حدیث مروی ہے :

" ان اللہ خلق آدم من قبضۃ قبضھا من جمیع الارض فجاء بنو آدم علی قدر الارض منھم الاحمر والابیض والاسود وبین ذالک واسھل والحزن والخبیث والطیب "

(حاشیہ جلالین ۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام زمین سے ایک مٹھی بھر مٹی لے آؤ اس مٹی میں ہر قسم کے ذرات شامل کئے گئے سرخ رنگ، سفید رنگ، سیاہ رنگ اور ان کے درمیان رنگ والی مٹی

marfat.com

Marfat.com

آپ کی اولاد کو نکال ظاہر کیا پھر فرمایا میں نے ان کو جنت کے لئے پیدا کیا اور یہ جنت والوں کا عمل کریں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت آپ کی پیٹھ پر پھیرا اور آپ کی باقی اولاد کو ظاہر فرمایا اور رب نے کہا کہ ان لوگوں کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے یہ جہنمیوں والے عمل کریں گے۔

(خازن ج ۱، ص ٤٦ . نعیمی ج ۱ ص ۲۵۰ . ترمذی ابو داؤد، مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر ۲۱)

فائدہ: سیدالاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں:

حضرت الشیخ نے فتوحات کے متعدد مقامات میں اشعار تحریر فرمائے ہیں ان میں سے ایک ...... [کھجور کو مخاطب کر کے] ...... مصرعہ یہ ہے:

"یا اخت عمتی المعقولة"

...... اس مصرع کا لفظی معنی یہ ہے کہ: "اے میری بہن بلکہ میری پھوپھی کہ تو معقولہ ہے"۔

یہ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف جس میں ہے:

کہ آدم علیہ السلام کی خلقت سے کچھ مٹی باقی رہ گئی جس سے کھجور کا درخت بنایا گیا، لہذا کھجور کا درخت آدم علیہ السلام کی بہن اور ہماری پھوپھی ٹھہرا۔ جب اس کی خلقت کے بعد کچھ مٹی بمقدار ایک دانہ تل باقی بچی تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک زمین نہایت وسیع پیدا فرمائی کہ ساتوں آسمان اور زمینیں اس کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے صحرا میں ایک حلقہ، اس کو ارض حقیقی بولتے ہیں۔ ایں جہاں را آن جہانے دیگر است۔ اس جہان کے مقابلے میں وہ جہان ہی اور ہے اس میں صرف اللہ تعالیٰ کے اولیاء ہی داخل ہوتے ہیں اور اس کا علم بھی ان کو ہی حاصل ہے۔

(از ملفوظات مهریه ص ۱۷)

فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کا حکم:

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دے رکھا تھا کہ تم نے میرے خلیفہ کے سامنے سجدہ کرنا ہے۔ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد فرشتوں پر تمام چیزوں کو پیش کر کے ان کے نام پوچھے، جب فرشتوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کر دیا تو پھر آدم علیہ السلام سے پوچھا آپ نے تمام چیزوں کے نام بتا دیئے تو پھر حکم دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

marfat.com

Marfat.com

اس قالب کو دیکھنے آیا اور اس کے گرد پھر کر بولا ، تم اس پر تعجب کرتے ہو یہ تو اندر سے ایک خالی جسم ہے جس میں جگہ جگہ سوراخ ہیں اور اس کی کمزوری کا یہ حال ہے کہ اگر بھوکا ہو تو گر پڑے اور اگر خوب سیر ہو جائے تو چل نہ سکے، اس خالی قالب سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ پھر کہنے لگا: ہاں اس کے سینے کی بائیں طرف ایک بند کوٹھڑی ہے، یہ خبر نہیں کہ اس میں کیا ہے ؟ شائد یہی لطیفہ ربانی کی جگہ ہو جس کی وجہ سے یہ خلافت کا حق دار ہوا ہو۔

(تفسیر نعیمی ج ۱، ص ۲۵۰)

آدم علیہ السلام کے قالب میں روح کا دخول:

اللہ تعالیٰ نے روح کو حکم دیا کہ اس قالب میں داخل ہو جا اور تمام حصوں میں پھیل جا جب روح قالب کے پاس پہنچی تو جسم کو تنگ و تاریک پایا اندر جانے سے رک گئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ تب نورِ مصطفیٰ ﷺ سے وہ قالب جگمگا دیا گیا، یعنی وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں امانت رکھا گیا۔ اب روح آہستہ آہستہ داخل ہونے لگی ابھی سر میں تھی کہ آپ کو چھینک آئی اور زبان میں پہنچی تو آپ نے الحمد للہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! (یہ اور ابو البشر آپ علیہ السلام کی کنیت ہے) میں نے تمہیں اپنی حمد کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ جب روح کمر تک پہنچی تو آپ نے اٹھنا چاہا لیکن آپ گر پڑے کیونکہ روح ابھی نیچے والے حصہ میں نہیں پہنچی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ خلق الانسان من عجل ﴾ انسان جلدباز پیدا کیا گیا۔ (الانبیاء ۳۷)

پھر روح تمام جس میں پھیل گئی تو آپ کو حکم ہوا کہ فرشتوں کو سلام کرو ! آپ نے کہا: السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا وعلیکم السلام، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ہی آپ کے لئے اور آپ کی اولاد کے لئے سلام کا طریقہ ہو گا۔ آپ نے عرض کیا، میری اولاد کون سی ہو گی؟ تو آپ کی تمام اولاد کو آپ کے سامنے کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کی پیٹھ پر اپنا دست قدرت پھیرا اور

marfat.com

Marfat.com

آب تسنیم سے اسے گوندھا گیا جنت کی نہروں میں غوطے دیئے گئے زمینوں آسمانوں میں پھرایا گیا، اسی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے ہی فرشتوں نے نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا تھا۔ پھر اس مٹی کو آدم علیہ السلام کے جسم سے ملادیا گیا اور نورِ محمدی ﷺ سے آدم علیہ السلام کی پیشانی کو چمکایا گیا۔

(ملخص تفسیر ثعالبی از خلاصة التفاسیر ج ۱ ، ۲۵)

وہی نور محمدی دراصل فرشتوں سے سجدہ کرانے کا سبب بنا تھا۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا:

"ان الملئکة امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد ﷺ کان فی جبهة آدم"

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۵۵)

بیشک فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ آپ کی پیشانی میں محمد ﷺ کا نور رکھا گیا تھا۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فهو ﷺ علی الحقیقة الخلیفة الاعظم فی الخلیقة والامام المقدم فی الارض والسموت العلی ولولاه لما خلق آدم بل ولا ولا "

(روح المعانی ج ۱ ، ص ۲۱۸)

یعنی درحقیقت حضور ﷺ ہی اللہ کی مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں اور زمینوں اور بلند آسمانوں میں سب سے مقدم امام حضور ہی ہیں اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو نہ آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ، نہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز۔

علامہ رازی اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہما کی ان عبارات سے واضح ہوا کہ خلیفہ اعظم حضور ﷺ ہی ہیں آدم علیہ السلام کی خلافت آپ کی خلافت کا ظہور ہے۔ (تبیان القرآن ص ۱۳۰، ۱۳۱)

فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

فرشتوں کی تعداد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا نبی کریم ﷺ کو تمام زمینوں آسمانوں کا علم دیا گیا تو آپ جانتے ہیں، لیکن آپ نے بھی تعداد کو ذکر نہیں فرمایا، البتہ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح ذکر فرمایا کہ فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

آسمان میں چرچراہٹ پیدا ہوئی اور حق بھی یہی ہے کہ ان میں چرچراہٹ پائی جائے کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

(البقرة ٣٤)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو کہا آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا سوائے شیطان کے اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں سے ہوگیا۔

فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا گیا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے آپ کے بھائیوں نے تعظیماً سجدہ کیا ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت میں سجدہ تعظیمی حرام قرار دیا گیا عبادت کی غرض سے سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی شریعت میں جائز نہیں رہا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" الفاء لافادة مسارعتهم في الامتثال وعدم تثبطهم فيه "

(روح المعاني ج ١ ص ٢٢٩)

فسجدوا میں لفظ فاء سے یہ ثابت ہوا کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم ماننے میں جلدی کی کسی قسم کی تاخیر نہیں کی ۔

تاہم پھر بھی سب سے پہلے سجدہ حضرت جبرائیل نے کیا پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل علیہم السلام نے پھر تمام فرشتوں نے اس لئے حضرت جبرائیل کو سب سے بڑا درجہ عطا کیا گیا یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی خدمت ،ان کے پاس وحی لانے کا عظیم کام ان کے سپرد ہوا۔ (خزائن العرفان)

بعض حضرات نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سجدہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے کیا اسی لئے اس کی پیشانی پر سارا قرآن لکھ دیا گیا۔ (روح البیان)

آدم علیہ السلام کو خلیفہ حقیقی کا مظہر بنایا گیا :

اگرچہ ظاہر طور پر سب سے پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن در حقیقت سب سے پہلے خلیفہ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ ہی ہیں کیونکہ آپ کا اپنا ارشاد گرامی یہ ہے :

"كنت نبيا و آدم بين الروح والجسد"

(ابو نعيم ، طبقات ابن سعد ، طبراني ، جامع الصغير ج ٢ ص ٩٦)

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی جگہ سے مٹی لے گئے

marfat.com

Marfat.com

اسلئے فرشتوں کو بھی جن کہہ دیا۔

وکونہ مخلوقامن نار وھم مخلوقون من نور غیر ضار ایضا ولا قادح ملکیۃ لان النار والنور متحدا المادۃ بالجنس واختلافھما بالعوارض "

(روح المعانی ج۱ ص ۲۲۹،۲۳۰)

ابلیس کے آگ سے پیدا ہونے اور فرشتوں کے نور سے پیدا ہونے میں بھی کوئی ضرر نہیں اور اس کے فرشتہ ہونے میں اس سے کوئی عیب ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ آگ اور نور کا مادہ ایک ہی ہے۔ ایک ہی جنس سے ہیں البتہ عوارض کے لحاظ پر مختلف ہیں۔ یعنی جس کے ساتھ دھوئیں کی آمیزش ہے وہ آگ ہے اور جو صاف وشفاف ہے وہ نور ہے۔

جس طرح مٹی، ریت، پتھر، سرمہ وغیرہ کا مادہ اور جنس ایک ہے، عوارضات کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

ابلیس تکبر کی وجہ سے مردود ہو گیا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کی وجہ ابلیس کا تکبر تھا۔ جب رب تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا حالانکہ میرا حکم تھا؟ تو اس نے جواب دیتے ہوئے یہ کہا:

﴿ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ (الاعراف ۱۲)

میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے۔

یعنی جو شان کے لحاظ سے بڑا ہو وہ گھٹیا کے سامنے (معاذاللہ) سجدہ نہیں کرتا۔ ابلیس حقیقت میں آدم علیہ السلام کی شان کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اللہ کے نبی کی شان فرشتوں سے بلند ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾

(الحجر ۳۴،۳۵)

تو جنت سے نکل جا! تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔

سالہا سال تک عبادت کرنے والا، رب کا مقرب، نبی کی شان میں گستاخی کرنے سے ایک پل بھر میں مردود ہو گیا۔ جنت سے نکال دیا گیا۔ قیامت تک لعنت کا مستحق ٹھہرا دیا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

آسمانوں میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں کہ وہاں کوئی فرشتہ سجدہ یا رکوع نہ کر رہا ہو، تمام انسان، جن، حیوانات، پرندے، آبی جانور صرف روئے زمین کے مکین فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں، پھر یہ بھی ان تمام کے ساتھ ملا کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں، پھر یہی سلسلہ سات آسمانوں تک پھر عرش کے پردوں کے ساتھ اور حاملین عرش فرشتوں کی تعداد کے مقابلے میں یہ ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابل ایک قطرہ ہو۔

(تفسیر کبیر، ج ۲، ص ۱۶۱)

ابلیس کی اصل کیا ہے؟

کچھ حضرات اس طرف ہیں کہ ابلیس فرشتوں سے علیحٰدہ ہے کیونکہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور یہ نار (آگ) سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ ابلیس جنوں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرنی کی۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ اسے سجدہ کا حکم کیسے تھا؟ حالانکہ ظاہر طور پر تو حکم صرف فرشتوں کو ہے۔ تو اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ یہ کثرت عبادت کی وجہ سے فرشتوں ہی میں داخل تھا اور ان والے احکام ہی اس پر جاری ہوتے تھے۔ یعنی تغلیبا اس پر حکم جاری ہوا جیسے سرداروں کو حکم دیا جائے تو ان کے ماتحت بھی اس حکم میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ محققین یعنی علامہ بغوی، واحدی، قاضی بیضاوی، علامہ آلوسی اور علامہ رازی رحمہم اللہ تعالیٰ اس طرف ہیں کہ یہ فرشتوں سے ہی تھا، علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

" لامنا فاة كونه جنا وكونه ملكا فان الجن كما يطلق على ما يقابل الملك يقال على نوع منها "

(روح المعانی)

ابلیس کو اگرچہ رب تعالیٰ نے جن کہا..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں بھی اسے جن کہا گیا .... لیکن جن کہنے سے اس کے فرشتہ ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان میں کوئی منافاۃ نہیں، اسلئے کہ "جن" کبھی تو فرشتوں کے مدمقابل علیحدہ مخلوق کو بھی کہتے ہیں اور کبھی فرشتوں کی ایک قسم کو بھی "جن" کہا جاتا ہے۔

فرشتوں کو "جن" کیوں کہا گیا ہے؟

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: " لا جتنا نهم و استتارهم عن اعين الناس "

اسلئے کہ وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ چھپی ہوئی چیز کو "جن" کہا جاتا ہے،

marfat.com

Marfat.com

گا۔ اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں"۔
شیطان نے کہا کہ میں لوگوں پر برے اعمال اچھے اور مزین کر کے پیش کروں گا اس طرح وہ میرے بہکانے سے سیدھی راہ سے ہٹ جائیں گے، البتہ اے اللہ تیرے نیک، مخلص اور برگزیدہ بندوں پر میرے ورغلانے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔
اللہ تعالیٰ نے بھی شیطان کو بتادیا تھا:

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ﴾

(پ ١٤ سورۃ النحل، آیت ٤٢)

بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

شیطانی وسوسہ کے اثر ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے پانچ قسمیں:

انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔ "روح" عالم قدس کی ایک لطیف مخلوق ہے جس میں عالم بالا کے حقائق و کمالات اور تمام منافع پائے جاتے ہیں اور "جسم" کی تخلیق مٹی سے ہوئی اسلیئے اس میں مادی اثرات اور خصوصیات اور زمین کی مخلوقات والے کمالات پائے جاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بننے کی استعداد ہر انسان کو جسم اور روح کے ضمن میں عطاء ہوئی لیکن شیطان نے انسان کو جو اس نعمت سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے اس کے نتیجہ میں انسانوں کے پانچ گروہ بن گئے۔

پہلا گروہ:

وہ ہے جو پوری طرح شیطان کے قبضہ میں آکر خلافت الہٰیہ سے بغاوت کر بیٹھا اس نے خلافت کی استعداد بالکل ضائع کر دی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی معرفت سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا دونوں جہانوں کی نیک بختی اور ہمیشہ کی نجات کی راہوں سے دور جا پڑا، کوئی روحانی کمال حاصل کرنے کی اس میں طاقت نہ رہی یہاں تک کہ مادی فوائد جاننے اور انہیں حاصل کرنے سے بھی وہ محروم رہا، یہ وہ لوگ ہیں جو عقل و خرد سے خالی ہیں جاہل، کافر اور مشرک ہیں۔

دوسرا گروہ:

وہ ہے جس میں جسمانی استعداد تو باقی رہی مگر شیطان کے بھٹکانے سے بھٹک گیا اور روحانی استعداد کو

marfat.com

Marfat.com

شیطان کی درخواست کی منظوری :

﴿ قَالَ اَنظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْن ، قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ، قَالَ فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ، ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَاتَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِیْنَ ﴾

(پ ۸ ، سورۃ الاعراف ۱۴، ۱۷)

بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں، فرمایا: تجھے مہلت ہے۔ بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا ، پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے داہنے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

شیطان یہ مہلت لوگوں کے اٹھائے جانے تک طلب کرنا چاہتا تھا تاکہ موت کی سختی سے بچ جائے لیکن شیطان کی یہ بات تو نہ مانی گئی البتہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک اس کو مہلت دے دی گئی ۔ سورہ نحل میں فرمایا۔

﴿ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴾

بے شک تجھے ایک مقررہ وقت تک یعنی پہلے نفخہ تک مہلت ہے، یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے پر شیطان بھی مر جائے گا، البتہ اس وقت تک اسے مہلت ہے کہ وہ چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا رہے اور انہیں باطل راہ کی طرف مائل کرتا رہے، اور کچھ لوگوں کو اطاعت سے روک سکے اور گمراہی میں ڈال سکے۔

اگرچہ شیطان انسانوں کو شبہات اور برائیوں میں واقع کرنے کا پکا ارادہ کر چکا تھا اور اسے امید بھی تھی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا لیکن پھر بھی اس نے کہا کہ تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔ دوسرے مقام پر شیطان نے نیک لوگوں پر اپنا داؤ چلانے سے عاجز ہونے کا یوں ذکر کیا :

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴾

”بولا اے رب میرے ! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں

marfat.com

Marfat.com

گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

چوتھا گروہ :

اللہ کے ان خاص بندوں کا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمائی ہوئی جسمانی روحانی، علمی، عملی پوری استعداد موجود تھی اور شیطان کے بھٹکانے کا ان کی استعداد کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکا اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مخاطب فرما کر پہلے ہی فرما دیا تھا :۔

﴿ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ بے شک میرے خاص بندوں پر تجھے کوئی غلبہ حاصل نہ ہوگا۔

یہ مقدس گروہ انبیائے کرام اور ان کے متبعین کاملین پر مشتمل ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی استعداد کو پوری طرح کام میں لا کر خلافت الٰہیہ کے منصب کو پایا حکمت و مصلحت کے مطابق روحانیت و مادیت پر متصرف ہونے اور خلافت الٰہیہ کے تقاضوں کو انہوں نے صحیح معنوں میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

پانچواں گروہ :

وہ ہے جس نے اپنے خیال میں صرف روح اور اس کے تقاضوں کو پیش نظر رکھا اور جسمانیات اور مادیات کو نظر انداز کر دیا یہ وہ تارک الدنیا لوگ ہیں جو اپنے اپنے خیال کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے ان میں کچھ وہ ہوتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان ہوتا ہے وہ شیطان کے بھٹکانے سے محفوظ رہتے ہیں اور کچھ وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں رکھتے ان کو شیطان نجات کی راہ سے مکمل طور پر ہٹا دیتا ہے اپنی ریاضت اور مجاہدہ سے کسی نے فائدہ اٹھا کر روحانیت کو حاصل کر لیا البتہ دنیاوی اور مادی منافع سے محروم رہے اور کسی کو اپنے خیال کے مطابق اپنی کی ہوئی ریاضت و مجاہدہ روحانیت ملی اور نہ ہی دنیاوی اور مادی منافع حاصل ہوئے۔ (ماخوذ از تبیان)

شیطان نے اپنی بخشش کا موقع گنوا دیا :

شیطان نے ابتدائی طور پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور پیٹھ پھیر کر کھڑا ہو گیا

marfat.com

Marfat.com

ضائع کردیا، اس لئے روحانی تقاضوں کو بروئے کار لانے سے وہ محروم ہوگیا۔ معرفت الٰہیہ تو در کنار اللہ تعالیٰ کی ہستی سے بھی منکر ہوگیا، اس نے صرف جسم اور مادہ کو اپنا مقصد سمجھ لیا اور اپنی بقیہ استعداد کا رخ مادیات ہی کی طرف موڑ دیا، وہ عقلی پیچیدگیوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ بعض نے جدید انکشافات اور مادی ایجادات میں بہت بڑی کامیابی حاصل کرلی، بیشمار مفید چیزیں ایجاد کیں، فضا میں اڑنے والے طیارے، خلانورد سیارے کے ذریعے زمین و آسمان تک رابطے قائم کر لئے۔ حیرت انگیز آلات ایجاد کر لئے، اب ان کی ترقی کا آخری مرحلہ ہے کہ انہوں نے بنی نوع انسان کی ہلاکت کے لئے ہزاروں میل تک مار کرنے والے میزائل تیار کر لئے۔ ایٹم بم، نیپام بم بنائے، آواز سے زیادہ تیز رفتار ہوائی جہاز تیار کئے جن کے ذریعے چند سیکنڈ میں روئے زمین کو ہلاکت خیز منظر میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور ایٹم بموں کے ذریعے کرۂ ارض (زمینی کرہ) کو آنکھ جھپکنے کی مقدار میں اڑا کر تباہ و برباد کر دینا آسان ہے۔ خلافت الٰہیہ کی وہ استعداد جو بنی نوع انسان کی جسمانی، روحانی، دنیوی اخروی فوائد کے لئے تھی اسے انسانوں کے ہلاک کر دینے والے آلات کے لئے وقف کر دیا گیا۔

اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے کہ ان ہتھیاروں کو ایجاد کرنے والے خود اپنے آپ کو ان کی زد میں محسوس کر رہے ہیں انہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق ہے کہ ہمارے ہی ایجاد کئے ہوئے آلات نہ معلوم کس وقت ہم پر پھٹ پڑیں اور کرہ ارض کے ساتھ ہم بھی لقمہ اجل بن کر نہ رہ جائیں۔

تیسرا گروہ :

وہ ہے جن میں خلافت الٰہیہ استعداد تو موجود تھی مگر شیطان کے ورغلانے کا اتنا اثر ان پر ضرور ہوا کہ وہ غفلت اور سستی کا شکار ہوگئے کہ اپنی استعداد کو پوری طرح بروئے کار نہ لائے۔ یہ وہ عام مسلمان لوگ ہیں جنہوں نے قدرے قلیل جسمانی اور روحانی منافع حاصل کئے، مگر اپنی صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں نہ لانے کی وجہ سے روحانیات یا مادیات پر کامل تصرف حاصل نہ کر سکے، بیشک وہ منصبِ خلافت پر فائز نہیں ہوئے مگر انہوں نے خلافت الٰہیہ سے بغاوت بھی نہیں کی، یعنی ایمان سے ہاتھ نہیں دھوئے۔

لیکن یہ خیال رہے کہ اس گروہ میں پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ جن پر شیطان کا اثر کم ہوتا ہے اور دوسرے وہ جن پر شیطان کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اگرچہ ایمان سے دور تو نہیں ہوتے لیکن بہت ہی زیادہ

marfat.com

Marfat.com

تو آدم علیہ السلام جو خاک سے پیدا ہوئے تھے آپ کا جنت میں کوئی ہم جنس نہ تھا کیونکہ فرشتے علیحدہ جنس تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ پر نیند کو مسلط کیا پھر آپ کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا اور اس کی جگہ گوشت رکھ دیا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے سر کے پاس حضرت حوا کو بیٹھے ہوئے پایا۔ پوچھا کہ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں عورت ہوں ۔ پھر آپ نے کہا تمہیں کیوں پیدا کیا گیا؟ تو انہوں نے عرض کیا تا کہ مجھ سے سکون حاصل کرو۔

فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے علم کا امتحان لینے کے لئے پوچھا یہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ عورت ہے پھر انہوں نے پوچھا اسے امرأة (عورت) کیوں کہا گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا چونکہ یہ مرأ(مرد) سے بنی ہے ، پھر انہوں نے سوال کیا اس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: حوا ، پھر انہوں نے کہا اس کا نام حوا کیوں رکھا گیا؟

" قال لانها خلقت من شیء حی "

آپ نے فرمایا کہ زندہ چیز کو "حی" کہا جاتا ہے یہ بھی زندہ سے پیدا ہوئی اسلئے اس کا نام حوا رکھا گیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت حوا کی پیدائش فرشتوں کے سجدہ کے بعد جنت میں ہوئی اور دوسری روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا جسم زمین میں تیار کیا گیا اور اس میں روح کو داخل بھی زمین میں ہی کیا گیا اور حضرت حوا کی پیدائش بھی زمین پر ہی ہوئی پھر دونوں کو جنت میں لے جایا گیا۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

حضرت آدم علیہ السلام کی شادی اور مہر:

جب حضرت حوا کو پیدا کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی طرف میلان کرنا چاہا اور ارادہ فرمایا کہ دست محبت بڑھائیں تو فرشتوں نے کہا اے آدم ٹھہر جاؤ پہلے مہر ادا کر دو آپ نے فرمایا:

" فما مهرها قالوا حتی تصلی علی النبی ﷺ "

وہ مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا مہر یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ پر درود پڑھو۔

marfat.com

Marfat.com

فرشتوں نے ایک سجدہ پہلے کیا اور پھر اسے کھڑے دیکھ کر دوسرا سجدہ بطور شکر کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے وقت میری سفارش بھی کر دینا ۔ آپ نے جب رب تعالیٰ کے حضور عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا ابلیس کو جا کر کہہ دو کہ آدم علیہ السلام کی قبر کو جا کر سجدہ کر دو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا ، یہ کہنے لگا زندہ آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اب مردہ آدم کو سجدہ کیسے کروں ؟ اس طرح اس نے انکار کیا۔
بعض روایات میں ہے کہ ایک لاکھ سال کے بعد ابلیس کو جہنم سے نکال کر اور آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر پھر اسے کہا جائے گا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کر لیکن یہ پھر انکار کر دے گا اسے پھر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(از روح البیان ،حاشیہ جلالین ص۸)

فائدہ :

نبی کو اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد قبر کی زندگی میں سب سے پہلے مردہ کہنے والا شیطان لعین ہے اب بھی اس کے چیلے ، چمچے انبیائے کرام کو مردہ کہہ رہے ہیں ،اور جو کام باپ کرے اس کی اولاد وہی کام کرے تو کوئی خاص تعجب کی بات نہیں خواہ حقیقی اولاد ہو یا معنوی اولاد ہو۔

ابلیس کا نام ابلیس یا شیطان کیوں ؟

ابلیس کا مردود ہونے سے پہلے سریانی زبان میں نام عزازیل اور عربی زبان میں حارث تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا تو " ابلیس " نام ہوا جس کا معنی ہے "خیر سے دور ہونا اور اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا" اسے شیطان بھی کہا گیا ہے اگر اس کا مادہ شطن ہو تو معنی ہو گا حق سے دور ہونے والا اگر وہ شیطہ سے ماخوذ ہے تو معنی ہو گا ہلاک ہونے والا اور جل جانے والا۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۲۹ ،تبیان ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت حوا کی پیدائش :

جب حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور ابلیس انکار و تکبر کی وجہ سے مردود ہو گیا

marfat.com

Marfat.com

ہی ہوئی لیکن اس میں مرد کا کوئی واسطہ نہیں، صرف جبریل امین کی پھونک کا اثر ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو درخت سے منع کرنے میں حکمت :

اگر حضرت آدم علیہ السلام جنت میں نہ ہوتے بلکہ پہلے ہی زمین پر ہوتے تو ......

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ "اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ"

...... کہنے کی نہ ضرورت در پیش آتی اور نہ ہی آپ سے بھول واقع ہوتی۔ لیکن آپ تو جنت میں تھے اور آپ کا زمین میں رہنا اور زمین میں ہی اللہ کا خلیفہ بننا خود رب تعالیٰ کی مراد تھی آپ کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا :

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾ "بیشک میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"

اس سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام اپنے محبوب اور محبوب کی مراد کو نہیں بھولے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی مراد جو تھی کہ آپ زمین میں میرے خلیفہ ہوں گے اس سے حضرت آدم علیہ السلام سے بھول نہیں واقع ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام ہوا، البتہ بھول ان کے ماسوا چیز میں ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ ایک درخت کے قریب جانے سے روکا اس میں بھول واقع ہوئی جو زمین میں آنے کا سبب بنی۔

اس مقام پر یہ شبہ صحیح نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو اس نسیان کے بغیر زمین پر لانے پر قادر تھا بے شک اس کی قدرت حق ہے لیکن اس نے اظہار قدرت کو خود ہی حکیمانہ اسباب کے ساتھ مربوط فرمایا ہے آدم علیہ السلام کا نسیان انہی اسباب میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کیساتھ ساتھ اس کا حکیم ہونا بھی برحق ہے اور حکیم کی شان نہیں کہ حکمت کے خلاف کوئی کام کرے، حکمت کی رعایت سے قدرت کی نفی نہیں ہوتی آدم علیہ السلام کی اس ظاہری لغزش کو حقیقتاً معصیت نہ سمجھا جائے اور اس بات پر غور کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرا کر ایک خاص درخت کے قریب جانے سے منع فرمادیا اور شیطان کو اختیار دے دیا کہ وہ اس ممانعت کی خلاف ورزی میں آدم علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

ایک روایت میں تین دفعہ اور ایک میں سترہ مرتبہ درود پاک پڑھنے کا حکم دیا گیا یعنی اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ آدم علیہ السلام کا مہر یہی تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھیں آپ نے درود پڑھا اور فرشتوں کی گواہی سے نکاح ہوا۔

" وفی ذلك اشارة الی انه علیه الصلوة والسلام الواسطة لكل موجود حتی ابیه آدم "

(حاشیہ جلالین)

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ بیشک نبی کریم ﷺ ہر موجود چیز کے لئے وسیلہ ہیں یہاں تک کہ آپ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی وسیلہ ہیں۔

دوسری روایت کے مطابق آپ کو اور حضرت حوا کو شادی کے بعد فرشتے سونے کے تخت پر بٹھا کر اس طرح جنت میں لے گئے جس طرح بادشاہوں کو عزت کی خاطر اٹھا کر لے جاتے ہیں ۔ گویا کہ بارات کی واپسی پر فرشتے سنہری ڈولی میں دونوں میاں بیوی کو اٹھا کر لا رہے ہیں۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۳٤)

قانونِ قدرت اور قانونِ عادت میں فرق :

اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ عام طور پر کاموں کے اسباب بنا دیئے ہیں اسی طرح انسانوں کی پیدائش میں بھی قانونِ عادت اسباب کے ماتحت کر دیا گیا کہ ماں اور باپ سے اولاد کی پیدائش ہوتی ہے لیکن یہ قانونِ قدرت نہیں۔

" قانونِ قدرت " کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال قائم کر دی ہے کہ میں اس طرح بھی کر سکتا ہوں اسباب کی مجھے کوئی محتاجی نہیں مرد اور عورت کے بغیر اپنے دست قدرت سے مٹی کا قالب بنا کر اس میں روح پھونک کر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور عورت کے بغیر مرد کی پسلی چاک کر کے عام عادت کے خلاف حضرت حوا کو پیدا فرما کر یہ واضح کر دیا کہ میں بغیر عورتوں کے مردوں سے اولاد پیدا کرنے پر بھی قادر ہوں اور عورت سے بغیر اس کے خاوند کے بیٹا پیدا کر کے بھی واضح کر دیا کہ میری قدرت سے یہ بھی کوئی بعید بات نہیں ، یعنی حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش تو ایک عام طریقہ کے مطابق

marfat.com

Marfat.com

ظاہر ہے کہ بھول کر کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا بندے کے اختیار میں نہیں، ایسی صورت میں "ولاتقربا هذه الشجرة" کی نہی کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ تم بھول کر بھی اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اب اس بات کا فیصلہ کہ حضرت آدم علیہ السلام قصداً اس درخت کے قریب گئے یا بھول کر بلا قصد؟ خود قرآن مجید سے ہی سن لیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰىٓ اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾

(طٰهٰ آیت ۱۱۵)

"اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام سے درخت کے قریب نہ جانے کا عہد لیا تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہ پایا۔

ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے کسی قسم کا کوئی ظلم سرزد نہیں ہوا نہ انہوں نے کوئی شرک کیا، نہ ان سے کوئی حق تلفی ہوئی، نہ ان سے کسی معصیت اور گناہ کا صدور ہوا۔ جیسے روزے دار کا روزے کی حالت میں بھول کر کھانا پینا گناہ نہیں اسی طرح آدم علیہ السلام کا اس درخت سے بھول کر کھا لینا بھی گناہ نہیں۔ یقیناً وہ گناہوں سے پاک اور نبی ہونے کی وجہ سے معصوم ہیں۔ شیطان ان سے جس ظاہری لغزش کے صادر ہونے کا سبب بنا وہ حقیقتاً معصیت نہیں بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حکمتیں متعلق ہیں، اس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا ربنا ظلمنا انفسنا...... الآیۃ...... کہنا بھی ان کے ظالم ہونے کی دلیل نہیں بلکہ ان کے کمالِ عبدیت اور رب کریم کی بارگاہ میں انتہائی تواضع اور انکساری پر مبنی ہے۔

(تبیان ص ۱۳۷)

شیطان کے پھسلانے کا کیا مطلب؟

﴿ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ﴾

(البقرۃ ۳۶)

تو شیطان نے انہیں اس درخت کے ذریعے پھسلایا اور جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔

آدم و حوا علیہما السلام کے لئے فرمان تھا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا، شیطان نے ان سے اس

marfat.com

Marfat.com

کی لغزش کا سبب بن جائے اور لغزش کے صادر ہونے کے بعد آدم علیہ السلام کا زمین میں **خلیفة الله** ہونا جو منشاء ایزدی تھا حکیمانہ طور پر پورا ہو جائے ادنی تامل سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے منشاء اور مراد کو متحقق فرمانے کے لئے یہ سب حکیمانہ اسباب پیدا فرمائے۔

(از تبیان ص ۱۰۶، ۱۰۷)

آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی :

﴿ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

(البقرۃ آیت ۳۵)

اور اس درخت کے قریب نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

آدم وحوا علیہما السلام دونوں اس درخت کے قریب گئے اور اللہ تعالیٰ کے ممانعت کے باوجود انہوں نے اسے کھالیا ایسی صورت میں آیت کریمہ کا بظاہر مفاد یہی ہوگا کہ آدم وحوا علیہما السلام (معاذ اللہ) دونوں ظالم ہو گئے، مگر یاد رہے کہ آدم علیہ السلام اللہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے خلیفہ اور اس کے نبی ہوئے، اللہ کا نبی اور اللہ کا خلیفہ کبھی ظالم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی بندہ حضرت آدم علیہ السلام کو ظالم کہے گا تو وہ خود ظالم وکافر قرار پائے گا۔

ظلم کے معنی : "وضع الشئی فی غیر موضعه" یعنی کسی چیز کو اس کی اصل جگہ کی بجائے کسی دوسری جگہ رکھ دینا۔

(تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۳۰۹)

قرآن کریم میں شرک کے لئے بھی لفظ ظلم وارد ہے حق تلفی اور حاکم کے فرمانِ حق کی نافرمانی کو بھی ظلم کہتے ہیں، بلکہ ہر معصیت وگناہ ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کو جس کام کا حکم دے اس کی خلاف ورزی یقیناً گناہ ہے لیکن اس کا قانون یہ ہے کہ وہ بندے کو اسی کام کا حکم دیتا ہے جو بندے کے اختیار میں ہو، دیکھئے قرآن کریم نے فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرۃ ۲۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت واختیار سے باہر اسے کوئی حکم نہیں دیتا۔

marfat.com

Marfat.com

ہوئے درخت کی وجہ سے شیطان نے دونوں کو پھسلا دیا اور انہیں خوشحالی، بے فکری اور عیش و عشرت کے ماحول یعنی جنت سے دور کر دیا، وجہ اس کی یہ بھی تھی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے شیطان نے انکار کر دیا اور تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴾ تو مردود ہے یہاں سے نکل جا۔ (الحجر آیت ۳۴)

...... تو شیطان کے دل میں بغض و حسد کی آگ بھڑکنے لگی اور کہنے لگا کہ جس طرح میں ذلیل و خوار کر کے نکالا گیا ہوں آدم و حوا اور ان کی نسل کو اسی طرح جنت سے نکالوں گا اور انہیں اسی طرح گمراہ کروں گا جس طرح مجھے گمراہ کیا گیا یعنی میں ان سے اپنا پورا بدلہ لوں گا۔

شیطان پھسلانے پر کیسے قادر ہوا؟

شیطان نے جب سجدہ سے انکار کیا اسے جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا اسی وقت اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت لے لی اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ تیرا داؤ میرے مخلص بندوں پر نہیں چلے گا اسلئے شیطان آپ سے قصداً گناہ نہ کرا سکا بلکہ صرف اس مہلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے دل میں وسوسہ ڈال کر آپ کو بھلا دیا۔

شیطان انسانوں کو کیسے وسوسے ڈالتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ (الاعراف ۲۷)

بیشک وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔

یعنی شیطان اور اس کے زیر اثر دوسرے چھوٹے چھوٹے شیطان جہاں کہیں بھی ہوں انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں اور انہیں وسوسہ میں ڈال سکتے ہیں حالانکہ انسان انہیں نہیں دیکھ رہے ہوتے۔

" ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم "

(بخاری، ابو داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)

بے شک شیطان انسان کے اندر اپنے اثرات اس طرح جاری و ساری کر سکتا ہے جیسے آدمی کی رگوں میں خون جاری ہوتا ہے۔

(از تبیان ص ۱۴۱)

marfat.com

Marfat.com

فرمان الٰہی کی نافرمانی کرانا چاہی، اس لئے وسوسے کی زبان میں دونوں سے کہا کہ میں تمہیں ایسا درخت نہ دکھاؤں جس کے کھانے سے تم ہمیشہ جنت میں رہو اور تمہیں ایسی بادشاہی نصیب ہو جائے جس میں کبھی کسی قسم کی کمزوری پیدا نہ ہو۔ شیطان نے ان کے دلوں میں بار بار وسوسہ پیدا کیا اور وسوسہ کی زبان میں قسم کھا کر ان کو کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، اس درخت کے کھانے سے تمہارے رب نے صرف اسلئے تمہیں روکا ہے کہ تم فرشتہ نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ تمہیں جنت میں رہنا نصیب نہ ہو جائے۔ بالآخر دھوکہ سے انہیں اس درخت کے کھانے پر آمادہ کر لیا اور آدم و حوا علیہما السلام نے درخت سے کھالیا اور کھاتے ہی ان کا جنتی لباس ان سے اتر گیا اور جنتی درختوں کے پتوں سے اپنے اپنے جسموں کو ڈھانپا اور وہ جنت سے زمین کی طرف اتار دیے گئے یہاں تک تو شیطان کی خواہش پوری ہو گئی۔

لیکن اصل مقصد میں وہ کامیاب نہ ہوا اس کی اصل خواہش یہ تھی کہ آدم علیہ السلام اللہ کی نہی کو یاد رکھتے ہوئے قصداً اس درخت سے کھائیں اور اسطرح عاصی اور نافرمان ہو کر جنت سے نکالے جائیں، اس لئے اس نے وسوسہ کی زبان میں "مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ" کہہ کر اللہ کی نہی بھی انہیں یاد دلا دی، لیکن عصمت الہیہ نے انہیں معصیت سے بچا لیا اور اس درخت کے کھانے سے پہلے نہی الٰہی کا انہیں نسیان ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ آدم بھول گئے ہم نے ان کا قصد نہ پایا۔

اور آدم علیہ السلام قصداً فرمان الٰہی کی خلاف ورزی سے بچ گئے اور شیطان اپنے اصل مقصد میں ناکام ہو گیا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "ازل" کے بجائے "اضل" نہیں فرمایا یعنی یہ فرمایا کہ شیطان نے ان کو پھسلا دیا یہ نہیں فرمایا کہ انہیں گمراہ کر دیا۔

(تبیان ج ۱ ص ۱۴۲)

شیطان نے وسوسہ کیوں ڈالا؟

آدم علیہ السلام کو جب فرشتوں نے سجدہ کر لیا تو آپ کو اور آپ کی زوجہ کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا اور ارشاد ہوا کہ آپ یہاں جو چاہیں بافراغت کھائیں لیکن اس درخت کے قریب نہ جائیں تو اس منع کئے

marfat.com

Marfat.com

وسوسے ڈال لیتا ہے اور حضرت عزرائیل ملک الموت فرشتے کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ وہ ایک لمحے میں تمام روئے زمین کے کونے کونے میں روح قبض کر سکتا ہے ،اور سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ تصرفات کی طاقت دی ہے تو اس میں دوسرے کسی کا کیا نقصان ہے؟ آپ اپنے امتی کی حالت زار کو دیکھیں اس کی حاجت کو پورا کریں وہ کہیں بھی ہو؟ اس میں نہ تو کوئی شرک ہے اور نہ ہی عقلا محال ہے۔

اعتراض : اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی﴾ یہاں پر کئی مترجمین نے عصیٰ کا معنی "حکم ٹالا، نافرمانی کی، آپ سے قصور ہوا" کیا ہے اور غوی کا معنی "راہ سے بہکا ،گمراہ ہوئے، غلطی میں پڑ گئے، راہ راست سے بھٹک گیا" کیا ہے۔ تو کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے صرف بھول واقع ہوئی آپ نے کوئی جرم اور گناہ نہیں کیا؟

جواب : عام مترجمین نے یہاں ترجمہ صحیح نہیں کیا دیکھئے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ کیا ہے:

"آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی"

اس ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ لغزش بھول کر تھی اس میں کوئی گناہ یا بھٹکنے والی بات نہیں تھی۔

اس مقام پر علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں ذکر فرمایا:

" ان ظاهر القران وان دل علی ان آدم عصٰی وغوٰی لکن لیس لاحد ان یقول ان آدم کان عاصیا غاویا "

یعنی بے شک ظاہر قرآن پاک اگرچہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے عصیان و غوایت واقع ہوئے لیکن کسی کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ حضرت آدم نے حکم ٹالا وہ گمراہ ہوئے بھٹک گئے یعنی مقصد یہ ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمائے ،اس کو حق پہنچتا ہے وہ اپنے بندے کے حق میں جو الفاظ چاہے استعمال کرے لیکن وہی حقیقتاً ان کے معانی سے بھی آگاہ ہے۔

اس مقام پر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

شیطان نے کہاں سے وسوسہ والی گفتگو کی ؟

شیطان نے آدم وحوا علیہا السلام سے جو گفتگو کی وہ قوی وسوسوں کے ذریعے کی۔

" وقیل خاطبه من الارض ولم یصعد الی السماء بعد الطرد واللعن وکان خطابه وسوسة "

(تفسیر بحر محیط ج ۱ ص ۱۶)

اس نے زمین سے ہی وسوسے کی زبان میں وہ کچھ کہہ دیا جو کہنا چاہتا تھا جب سے اسے جنت سے نکال دیا گیا پھر اسے آسمانوں پر چڑھنے کی نہ اجازت تھی اور نہ ہی وہ چڑھ سکا۔ قرآن مجید یا کسی حدیث صحیح میں وارد نہیں ہوا کہ شیطان آدم وحوا کے پاس جنت میں پہنچا ہو قرآن پاک میں تو صرف یہی الفاظ وارد ہیں۔

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ ﴾ ان دونوں کو شیطان نے وسوسے میں ڈال دیا۔

اور سورہ طٰہ آیت ۱۲۰ میں ہے ﴿ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ ﴾ شیطان نے ان (آدم) کو وسوسے میں ڈال دیا ، شیطان کو وسوسہ ڈالنے کے لئے جسمانی طور پر کسی کے پاس جانا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ جسے وسوسے میں ڈالے وہ اسے دیکھے بھی۔

(از تبیان ص ۱۴۱)

تنبیہ :

جن اقوال میں شیطان کا سانپ کے ذریعے یا مور کے ذریعے جنت میں جانا ثابت ہے یا شیطان کا جنت کے دروازے پر بیٹھ کر وسوسہ ڈالنے کا ذکر ہے وہ بنی اسرائیل کے من گھڑت اقوال ہیں۔

ابن کثیر نے کہا :

" قد ذکر المفسرون ھٰھنا اخبارا اسرانیلیة "

(ابن کثیر ج ۱ ص ۸۰)

"یہاں مفسرین نے کئی اسرائیلی خبریں نقل کردی ہیں " اور امام رازی فرماتے ہیں

" اعلم ان ھذا وامثاله مما یجب ان لا یلتفت الیه "

(کبیر ج ۱ ص ۴۶۶)

ضروری ہے کہ ایسی روایات کی طرف قطعاً التفات نہ کیا جائے۔

فائدہ: شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنے تصرفات کی طاقت دے دی کہ وہ کہیں بھی ہو لوگوں کے دلوں میں

marfat.com

Marfat.com

اس سے مراد شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کرنا اور اس کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا ہے کیونکہ بدکاری سے اللہ تعالیٰ انبیاء کی بیبیوں کو پاک رکھتا ہے۔ بہر حال جس شخص کی خصوصیت اور فضیلت زیادہ ہوتی ہے اس سے اگر قصور واقع ہو تو وہ قصور بھی دوسروں کے قصور سے زیادہ سخت قرار دیا جاتا ہے۔

(خزائن العرفان)

اسی طرح محصن سے بدکاری سرزد ہونے میں رجم کیا جاتا ہے اور غیر محصن کو ایک سو کوڑے لگائے جاتے ہیں؛ کیونکہ محصن کی شان غیر محصن سے اسلئے زائد ہے کہ وہ شادی شدہ ہے اس سے بدکاری سرزد ہونا عظیم جرم سمجھا جائے گا۔ جب اس پر بھی اجماع ہے کہ نبی کا مقام امت کے کسی فرد سے بھی کم نہیں ہو سکتا تو گناہگاروں سے کم درجہ کیسے ہو سکتا ہے۔

(۲) گناہگار فاسق ہوتا ہے اور اگر نبی سے گناہ سرزد ہوں تو وہ معاذ اللہ فاسق ہوں گے اور فاسق کی شہادت قبول نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (الحجرات ٦)

اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لو۔

اس طرح انبیائے کرام کا مرتبہ اپنی امت کے عادل لوگوں سے کم ہو جائے گا حالانکہ انبیائے کرام کے تشریف لانے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے شہادت دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور خصوصاً ہمارے نبی کریم ﷺ قیامت کو شاہد ہوں گے ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرة ١٤٣)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں گے۔

(۳) انبیائے کرام سے اگر گناہ کبیرہ سرزد ہونا جائز ہو سکے تو ان کو زجر کرنا اور سختی سے روکنا ضروری ہو جائے گا اس طرح انبیائے کرام کو ایذاء پہنچانا حرام نہیں ہوگا، حالانکہ انبیائے کرام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾

(الاحزاب ۵۷)

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت

marfat.com

Marfat.com

"وقد صرح القاضی ابوبکر بن العربی بعلم جواز نسبة العصیان للاباء الادنین الینا المماثلین لنا فکیف یجوز نسبة للانبیاء الاقدام والنبی المقلم المکرم وارتضی ذالك القرطبی"

قاضی ابوبکر بن عربی نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ عصیان یعنی نافرمانی بھٹک جانا بہک جانا، گمراہ ہو جانا، اس قسم کے الفاظ کی نسبت جب ہم اپنے والدین، آباء واجداد کی طرف نہیں کر سکتے جو انسانیت میں ہمارے مماثل ہیں اور انبیائے کرام سے گھٹیا ہیں تو ایسے الفاظ کی نسبت انبیائے کرام اور خصوصاً حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کیسے ہو سکتی ہے؟ جو برگزیدہ مکرم اور ہر طرح تعظیم و تکریم کے لحاظ سے مقدم ہیں۔

معالم التنزیل میں ہے:

"واعلم انه لا یجوز اطلاق العاصی وغیره علی آدم علیه السلام"

یہ یقینی بات ہے کہ آدم علیہ السلام پر عاصی وغیرہ (نافرمان ہوا، بہک گیا، گمراہ ہوا) کے الفاظ کا اطلاق جائز نہیں۔

انبیائے کرام گناہوں سے پاک ہیں:

انبیائے کرام تمام صغائر اور کبائر گناہوں سے پاک ہوتے ہیں معاذاللہ انبیائے کرام سے گناہ سرزد ہوں یہ ہو نہیں سکتا علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کئی دلیلیں قائم کی ہیں آپ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر انبیائے کرام سے گناہ سرزد ہوں تو ان کا مرتبہ اپنی امتوں کے نافرمان، گناہگار لوگوں سے بھی کم ہوگا اور یہ جائز نہیں، وجہ یہ ہے کہ انبیائے کرام کے مراتب بہت بلند ہوتے ہیں انہیں اعلیٰ درجہ کی بزرگی اور شرافت حاصل ہوتی ہے جو اعلیٰ درجہ رکھتے ہوں ان سے گناہ سرزد ہوں تو وہ بہت زیادہ برے سمجھے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ﴾ (الاحزاب)

اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرات کرے اس پر اوروں سے دونا عذاب ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ تو کیا تمہیں عقل نہیں؟

جب ایک عام نصیحت کرنے والے کی اس سے مذمت کی جا سکتی ہے تو انبیائے کرام جو عظیم مراتب کے مالک ہوتے ہیں ان سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اور لوگوں کو نصیحت کریں اور خود عمل نہ کریں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا:

﴿ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِیْدُ اِلاَّ الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ﴾ (سورہ ہود ۸۸)

اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو جہاں تک ہو سکے سنوارنا ہی چاہتا ہوں۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی شان میں ذکر فرمایا:

﴿ اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ ﴾ (الانبیاء ۹۰)

بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

خیرات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر اچھا کام کرنا اور ہر برے کام سے بچنا، اس سے واضح ہوا کہ انبیائے کرام کرتے ہی اچھے کام ہیں اور برے کاموں سے بچتے ہیں لہذا ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتے۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کی شان میں ذکر فرمایا:

﴿ اِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَار ﴾ (ص ۴۷)

بے شک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے پسندیدہ ہیں۔

جب اس کو مطلق ذکر کیا ان کی کسی خصلت اور عادت کو علیحدہ نہیں کیا تو پتہ چلا کہ ان کے تمام کام ہی اچھے ہیں کوئی برا کام نہیں اگر کسی شخص میں کوئی برا کام پایا جائے تو اس طرح کہا جاتا ہے

﴿ فلان من المصطفین الاخیار الافی الفعلة الفلانیة ﴾

فلاں شخص ہے تو برگزیدہ اور چنے ہوئے لوگوں میں سے لیکن البتہ سوائے فلاں کام کے کہ وہ اس کام میں اچھا نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

میں۔

(۴) ہر نبی کی امت پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے نبی کی تابعداری کریں جیسے ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

"فاتبعونی" اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی زبان مبارک سے کہلایا "میری تابعداری کرو" اگر معاذاللہ آپ سے گناہ سرزد ہونے جائز ہو سکیں تو آپ کی امت کو آپ کے گناہوں کی تابعداری کرنا واجب ہو گا اس طرح گناہ کرنے حرام بھی ہوں اور گناہوں میں نبی کی تابعداری واجب بھی ہو، ایک ہی وقت میں ایک کام حرام بھی ہو اور واجب بھی ہو، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

(۵) ہماری عقل واضح طور پر یہ کام کرتی ہے کہ نبی کا مقام بہت بلند ہوتا ہے نبی اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہوتا ہے اور نبی اللہ کے بندوں اور اس کی زمین میں اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے فرمان کو سنتے ہوئے کہ "یہ کام نہ کرو" پھر وہ اپنی لذات کو ترجیح دے کر وہ کام کرے؟ اللہ کے روکنے اور اس کے عذاب کے خوف کے طرف توجہ نہ دے۔ یہ بہت برا اور ناممکن ہے۔

(۶) جو لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں وہ عذاب کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ﴾

(سورہ جن)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں تو بے شک ان کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اسی طرح گناہوں کے مرتکب لعنت کے مستحق ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (سورۃ ھود ۱۸)

"خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے"

اگر انبیائے کرام گناہ کریں تو وہ عذاب اور لعنت کے مستحق ہوں گے حالانکہ اجماع امت ہے کہ انبیائے کرام عذاب یا لعنت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

(۷) انبیائے کرام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اگر خود اس پر عمل نہ کریں تو ان پر صادق آئے گا۔

﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾

(البقرۃ ٤٤)

marfat.com

Marfat.com

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ ایمان والے لوگوں کے ایک گروہ نے شیطان کی تابعداری نہیں کی جنہوں نے شیطان کی تابعداری نہیں کی وہ گناہگار بھی نہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ گروہ انبیائے کرام کا ہے یا دوسرے لوگ ہیں؟ اگر انبیائے کرام ہیں تو یقیناً تمام انبیائے کرام کا حکم ایک ہی ہے اور اگر یہ لوگ انبیاء نہیں تو پھر بھی واضح ہے کہ انبیائے کرام گناہگار نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ اگر انبیائے کرام گناہگار ہوں اور دوسرے لوگ گناہگار نہ ہوں تو جو نبی نہیں وہ نبی سے شان کے لحاظ سے بڑھ جائے گا، یہ نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ نبی کے درجے کو کوئی دوسرا نہیں پا سکتا۔

(۱۲) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک کے متعلق فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ﴾

(سورۃ مجادلہ)

وہ شیطان کے گروہ ہیں خبردار بے شک شیطان ہی کا گروہ خسارے میں ہے

دوسری قسم کے متعلق فرمایا:

﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

(سورۃ مجادلہ)

وہ اللہ کا گروہ ہے خبردار بے شک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔

اس میں تو کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ شیطانی گروہ تو وہی ہو گا جو ایسے عمل کرے گا جن کو شیطان پسند کرتا ہو گا، اور شیطان کے پسندیدہ عمل "گناہ" ہیں ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو گا، گناہگار ہو گا وہی شیطانی گروہ میں ہو گا۔ اگر معاذاللہ انبیائے کرام سے بھی گناہ سرزد ہوں تو وہ شیطانی گروہ میں داخل ہوں گے اور خسارے میں ہوں گے۔

کیا کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ امت کے نیک و پرہیزگار لوگ تو اللہ کا گروہ ہوں اور کامیاب ہونے والے ہوں اور انبیائے کرام شیطانی گروہ میں داخل ہو کر خسارے میں ہوں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کسی مسلمان کا ایسا سوچنا بھی اپنے دنیا اور دین کو برباد کرنا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جب انبیائے کرام کے متعلق ایسا کوئی جملہ ذکر نہیں کیا گیا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ انبیائے کرام کے سب کام اچھے ہی اچھے ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ نہیں ہوتا اور بھی کئی آیات اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے شیطان کے قول کو ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

(سورہ ص ۸۲، ۸۳)

تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر جو ان میں تیرے مخلص بندے ہیں ۔

شیطان نے اپنی عاجزی کا ذکر کر دیا کہ اے اللہ تیرے مخلص بندوں پر میرا داؤ نہیں چلے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب علیہم السلام کو اپنے مخلص بندے کہا، ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴾ (ص ۴۶)

بے شک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا اس گھر کی یاد ہے یعنی ہم نے انہیں اپنا مخلص بنایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہیں ۔

جب بعض انبیائے کرام کا مخلص ہونا واضح ہو گیا اور شیطان کے اپنے قول کے مطابق وہ مخلص بندوں کو گمراہ کرنے سے عاجز ہے تو تمام انبیائے کرام کا حکم ایک ہی ہے کیونکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں کہ بعض انبیائے کرام معاذ اللہ گناہگار ہیں اور بعض نہیں۔

(۱۱) ﴿ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

(پ۲۲ ع۸)

اور بے شک ابلیس نے انہیں اپنا گمان سچ کر دکھایا تو وہ اس کے پیچھے ہوئے مگر ایک گروہ کہ مسلمان تھا۔

marfat.com

Marfat.com

اگر معاذاللہ انبیائے کرام سے گناہ ہونے ممکن ہوتے تو حضرت خزیمہ کبھی گواہی نہ دیتے بلکہ یہ خیال کرتے کہ نبی کریم ﷺ بھی (معاذاللہ) ہماری طرح جھوٹ بول سکتے ہیں۔(خیال رہے کہ بعض روایات میں گھوڑا خریدنے کا ذکر ہے)

(۱۶) ﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾

بیشک میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

یہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا، امام وہ ہے جس کی لوگ اقتداء کریں اور تابعداری کریں اگر نبی سے گناہ واقع ہوں تو ان گناہوں کی اقتداء اور تابعداری بھی لازم ہو گی یہ ممکن نہیں کہ نبی گناہوں سے منع بھی کریں اور گناہ کر کے لوگوں کو اپنے گناہوں کی اقتداء کا بھی حکم دیں۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ﴾

وہ میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

یعنی نبوت اور امامت کا وعدہ نیک اور اللہ کے قرب کے مستحق لوگوں کے لئے ہے ظالموں کے لئے نہیں گناہگار کبھی نبی نہیں بن سکیں گے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انبیائے کرام گناہ نہیں کرتے کیونکہ گناہ گاروں کو منصب نبوت ملتا ہی نہیں۔

(کبیر ج۳ ص۸ تا ۱۱)

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا زمین پر تشریف لانا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ﴾ (البقرۃ ۳۶)

اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔

یعنی جنت میں حضرت آدم وحوا دونوں کو رہنے کی اجازت دی گئی اور ہر قسم کے جنت کے پھل اور نعمتیں کھانے کی اجازت دی گئی البتہ ایک درخت سے منع کیا گیا جب شیطان خیر خواہ بن کر قسمیں اٹھا کر نصیحت دینے والے کی شکل میں آپ کو وسوسہ ڈالنے میں کامیاب ہو گیا تو آپ کو جنت اور جنت کی نعمتوں سے

marfat.com

Marfat.com

(۱۴) انبیائے کرام فرشتوں سے افضل ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو سکے کیونکہ فرشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ لاَ يَسْبِقُوْنَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴾

بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

اسی طرح فرشتوں کے متعلق اور یہ فرمایا :

﴿ لاَ يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾

اور وہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں ۔

جب فرشتے اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیائے کرام جو ان سے افضل ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل نہ کریں ؟ اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کریں ؟ گناہگار تو نیکوں کے برابر بھی نہیں ہو سکتے ، افضل ہونا تو دور کی بات ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴾

کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کر دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرا دیں۔

(۱۵) نبی کریم ﷺ نے ایک اعرابی سے اونٹنی خریدی اور آپ نے اسے قیمت ادا کر دی اس نے پھر آپ سے قیمت کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا کہ قیمت تو میں نے ادا کر دی اس نے آپ سے گواہ طلب کیا آپ نے خیال کیا میری گواہی کون دے گا اس وقت تو کوئی موجود ہی نہیں تھا حضرت خزیمہ نے کہا : یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اعرابی کو اونٹنی کی قیمت ادا کر دی ہے۔ آپ نے جب ان سے پوچھا تم نے کیسے گواہی دے دی تھی حالانکہ تم تو اس وقت موجود ہی نہیں تھے ؟ انہوں نے عرض کیا : یارسول اللہ ! آپ ہمیں آسمانوں کی خبریں بتاتے ہیں تو ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں ، تو کیا اس اونٹنی کی قیمت ادا کرنے پر آپ کی تصدیق نہ کریں ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آئندہ خزیمہ جہاں اکیلے ہی گواہی دیں گے ان کی گواہی دو شخصوں کے برابر سمجھی جائے گی۔

(نور الانوار ص ۲۲۹)

marfat.com

Marfat.com

موقع پاکر ان کو اپنا ہاتھ لگایا جس تخم پر اس کا ہاتھ لگا وہ زہریلا ہو گیا اور جو اس کے ہاتھ سے محفوظ رہا اس کا نفع بر قرار رہا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ تین قسم کے جنتی میوے آئے، ایک وہ جو پورے کھالئے جاتے ہیں، دوسرے وہ جن کا اوپری حصہ کھالیا جاتا ہے اور گٹھلی پھینک دی جاتی ہے جیسے کھجور آم وغیرہ، تیسرے وہ جن کا اوپری چھلکا پھینک دیا جاتا ہے اور اندرونی حصہ کھالیا جاتا ہے۔

صحیح روایت ہے کہ ان کے ساتھ لوہے کے اوزار بھی تھے ایک "سڈاسی" جس سے لوہا پکڑتے، دوسرا ہتھوڑا۔ تیسرا "اَیرن" نیز حجر اسود۔

صحیح روایات میں آتا ہے کہ حجر اسود جب جنت سے آیا تو اس کی روشنی کئی میل تک جاتی تھی جہاں اس کی شعاعیں پہنچتی تھیں اسی حد تک حرم کی حدیں قائم ہوئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں آکر بہت وحشت اور گھبراہٹ ہوئی حضرت جبرائیل علیہ السلام بحکم الٰہی زمین پر آئے اور بلند آواز سے اذان کہی جب آدم علیہ السلام نے اذان میں حضور کا نام سنا تب ان کی وہ وحشت دور ہوئی۔

یہ تمام واقعات صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں اسی مقام پر جمع فرمایا ہے۔

(نعیمی ج ۱ ص ۲۸٤)

حضرت آدم علیہ السلام کا ذریعہ معاش:

اسی تفسیر عزیزی میں ہے کہ سب سے اول کپڑا بننے کا کام آدم علیہ السلام نے کیا اور بعد میں آپ کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہے، نوح علیہ السلام کا ذریعہ معاش لکڑی کا کام تھا، ادریس علیہ السلام درزی گری، حضرت ہودؑ اور صالح علیہما السلام تجارت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ مدت بکریاں چرائیں، حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بناتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے بڑے بادشاہ ہو کر بھی درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنبیلیں وغیرہ بنا کر گذر کرتے تھے، حضرت

marfat.com

Marfat.com

الگ ہونا پڑا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا:

﴿ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ (البقرة ٣٦)

اور ہم نے کہا تم تمام اتر جاؤ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا

﴿ وَقَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا ﴾ (طٰهٰ ١٢٣)

اور رب نے فرمایا تم دونوں مل کر جنت سے اترو۔

دونوں آیتوں کا مقصد یہ ہے کہ حضرت آدم و حوا کو مع ان کی اولاد کے جو تا قیامت معرض وجود میں آنی تھی زمین پر اترنے کا حکم دیا اور فرمایا تمہاری اولاد بعض دوسرے بعض کی دشمن ہوگی۔

خیال رہے کہ شیطان کو ان دونوں کے اتارنے سے پہلے ہی مردود کر کے روئے زمین پر بھیج دیا گیا تھا یہاں اس کے اترنے کا ذکر نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام "سراندیپ" میں اتارے گئے اور حضرت حوا کو " جدہ" میں اور شیطان کو پہلے ہی " ایلہ "میں اتار دیا گیا تھا۔

(روح المعانی ج١ ص ٢٣٦)

حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو آپ کا جنتی لباس اتار لیا گیا تھا اور جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر ڈھانپ کر تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی زمین اسلئے عمدہ اور ہری بھری ہے اور عود قرنفل وغیرہ خوشبوئیں اسلئے وہاں پر پیدا ہوتی ہیں کہ آدم علیہ السلام جب اس زمین پر آئے تو ان کے جسم پر جنتی درخت کے پتے تھے وہ پتے ہوا سے اڑ کر جس درخت پر پہنچے وہ ہمیشہ کے لئے خوشبودار ہو گیا۔

(نعیمی ج ١ ص ٢٨٤)

حضرت آدم علیہ السلام جنت سے کیا لائے ؟

حضرت آدم علیہ السلام جنت سے مختلف قسم کے بیج اور تین قسم کے پھل اور حجر اسود (سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ میں لگا ہوا ہے) اور وہ عصا جو بعد میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ آیا جس کی لمبائی دس گز تھی اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اور کچھ سونا، چاندی اور کچھ کھیتی باڑی وغیرہ کے اوزار بھی ساتھ لائے۔

آدم علیہ السلام اس قدر گریہ زاری میں مشغول ہوئے کہ ان تخموں سے بے خبر ہو گئے شیطان نے

marfat.com

Marfat.com

﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّكَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ﴾

یہ قول عبداللہ بن عباس کی طرف بھی منسوب ہے۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر محمد رسول اللہ (ﷺ) لکھا ہوا دیکھا تو انہوں نے اسی اسم مبارک کو اپنی شفاعت کا ذریعہ بنایا یہ آخری قول حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بروایت طبرانی بیہقی حاکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تفسیر عزیزی میں نقل کیا۔

یہاں تفسیر عزیزی میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں :

﴿اسئلک بحق محمد ﷺ﴾ اے اللہ میں تجھے حضرت محمد ﷺ کا واسطہ دے کر معافی چاہتا ہوں

اسی تفسیر عزیزی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی بروایت ابن المنذر منقول ہے :

" اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ "

علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی نے فرمایا :

" وقیل رأیٰ مکتوبا علی ساق العرش ﴿محمد رسول اللہ﴾ فتشفع بہ واذا اطلقت الکلمۃ علی عیسی علیہ السلام فلتطلق الکلمات علی الروح الا عظم والحبیب الاکرم ﷺ فما عیسٰی بل وما موسٰی بل وما وما الابعض من ظھور انو ارہ وزھرۃ من ریاض انوارہ ﷺ."

یعنی ایک قول یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر "محمد رسول اللہ" لکھا دیکھا تو حضور کو انہوں نے اپنی شفاعت کا ذریعہ بنایا یعنی وہ کلمات "محمد رسول اللہ" ہیں ۔ علامہ آلوسی فرماتے جب قرآن مجید میں عیسٰی علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے تو روحِ اعظم حبیبِ اکرم ﷺ پر "کلمات اللہ" کا بولا جانا تو ضرور ہی ثابت ہو جائے گا ، نہ عیسٰی ہیں نہ موسٰی، بلکہ عالم امکان میں کوئی نہیں اور واقعی کوئی نہیں لیکن سب حضور ﷺ کے ظہور انوار کے جلوے اور آپ ہی کے گلزار حسن کے مہکتے ہوئے پھول ہیں :

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیع آدم ☆ نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر آدم علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے اسم گرامی کو بطور وسیلہ نہ پیش کرتے اور اسی طرح نوح علیہ

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی پیشہ اختیار نہ فرمایابلکہ ہمیشہ سیر کرتے رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے مجھے صبح کا کھانا دیا ہے وہ شام کا کھانا بھی دے گا۔

فائدہ: تفسیر عزیزی میں اسی مقام پر ہے حضرت آدم علیہ السلام نے کنوئیں کا پانی کبھی نہیں پیابلکہ آپ ہمیشہ بارش کا پانی پیا کرتے تھے، سب سے پہلے آدم علیہ السلام نے چاندی سے روپے اور سونے سے اشرفیاں بنائیں۔

آدم علیہ السلام کی توبہ :

﴿ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴾

(البقرۃ ۳۷)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ تعالیٰ کا ان پر رجوع برحمت ہوا بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

"تلقی" کا معنی ہے آگے بڑھ کر ملاقات کرنا یعنی استقبال کرنا اب معنی یہ ہوگا کہ آدم علیہ السلام نے آنے والے باوقار مہمانوں اور معظم احباب کی طرح محبت واکرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلمات کا استقبال کیا۔ وہ کلمات کیا تھے علامہ ابو حیان نے فرمایا:

﴿ ولم یخبرنا اللہ بھا اللہ مبھمۃ ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر وہ کلمات نہیں بتائے بلکہ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فرما کر ہمیں صرف کلمات مبہمہ کی خبر دی اسلئے ان کی تعیین میں اہل علم سے چند اقوال منقول ہیں۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر علماء نے کہا کہ وہ کلمات یہ ہیں :

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾

(۲) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کلمات یہ ہیں

﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَآاِلٰہَ غَیْرُکَ﴾

(۳) وہب اور محمد بن کعب سے منقول ہے وہ یہ کلمات ہیں

marfat.com

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کس دن قبول ہوئی ؟

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ جمعہ کو قبول ہوئی۔ آپ کی پیدائش اور جنت سے باہر تشریف لانا بھی جمعہ کے دن ہی تھا، اور وہ عاشورہ یعنی دس محرم کا دن تھا۔

خیال رہے کہ عاشورہ جمعہ کو بڑے اہم واقعات ہوئے، آدم علیہ السلام کی توبہ ، نوح علیہ السلام کی کشتی کا زمین پر آنا۔ یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا، ایوب علیہ السلام کی شفاء، موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا اور فرعون کا غرق ہونا ،یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام سے ملنا ، حضرت امام حسین کا کربلا میں شہید ہونا، سب دسویں محرم کو واقع ہوئے۔ ان بزرگوں نے گیارہویں شب راحت کی گذاری۔

اہل سنت گیارہویں رات کو حضرت غوث پاک کے ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں وہ در حقیقت ان تمام بزرگوں کو حاصل ہونے والے انعامات پر اظہارِ خوشی بھی ہوتا ہے۔
(تفسیر نعیمی ج: ۱ ، ص ۲۹۰)

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی ملاقات

جب زمین پر تشریف لائے تو حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کے علاقہ سراندپ کے پہاڑ پر اترے اور حضرت حوا جدہ میں توبہ قبول ہونے کے بعد دونوں کی ملاقات عرفات کے مقام پر ہوئی دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا اسی لئے اس میدان کو عرفات کہتے ہیں یعنی پہچاننے کی جگہ ۔

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے آئے تھے تو ان سے عربی زبان بھی لے لی گئی تھی یعنی بھلا دی گئی تھی اتنے روز تک سریانی زبان میں کلام فرمایا توبہ قبول ہونے کے بعد عربی زبان پھر عطا ہوئی پھر حضرت جبرائیل نے تمام عالم کے جانوروں کو آواز دی کہ اے جانورو حق تعالیٰ نے تم پر اپنا خلیفہ بھیجا ہے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو دریائی جانوروں نے سر اٹھا کر اطاعت ظاہر کی اور خشکی کے جانور آپ کے آس پاس جمع ہو گئے آدم علیہ السلام ان پر ہاتھ پھیرنے لگے جس پر انکا ہاتھ پہنچ گیا وہ اہلی اور خانگی بن گئے جیسے گھوڑا، اونٹ، ، بکری، کتا، بلی وغیرہ اور جس پر آپ کا ہاتھ نہ پہنچا وہ جنگلی وحشی رہا جیسے ہرن وغیرہ ۔

marfat.com

Marfat.com

السلام آپ کے اسم گرامی کا وسیلہ نہ لاتے تو نہ آدم کی توبہ قبول ہوتی اور نہ نوح علیہ السلام غرق ہونے سے نجات حاصل کرتے۔

آدم علیہ السلام کی توبہ کب قبول ہوئی ؟

حضرت آدم علیہ السلام نے جب ان کلمات کے ذریعے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپ کی طرف رحمت کی توجہ کرتے ہوئے توبہ کو قبول فرمالیا۔

بعض علماء کے نزدیک آدم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے کلمات لینا اور ان کے ذریعے توبہ کرنا اور ان کا قبول ہونا جنت سے اترنے کے بعد ہوا اور توبہ بھی کئی سو سال بعد قبول ہوئی دو سو بلکہ تین سو سال آہ و بکا گریہ زاری اور ندامت کے حال میں ان پر گذرے۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۱۸۴ میں یہی فرمایا ہے۔

لیکن حق یہ ہے کہ جنت سے باہر آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو وہ کلمات عطا فرما دیئے تھے اور اسی وقت انہوں نے توبہ کی جو قبول ہوگئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے انکی خطا معاف فرمادی البتہ یہ ممکن ہے کہ معافی کے باوجود آدم علیہ السلام اپنی لغزش کو یاد کر کے ندامت کے طور پر سالہا سال تک گریہ وزاری میں مشغول رہے ہوں جو خوف وخشیت الٰہیہ کا تقاضا اور کمال عبدیت کی دلیل ہے۔

(از تبیان ج ۱ ص ۱۴۷ تا ۱۴۹)

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے فَتَابَ عَلَيْهِمَا نہیں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے دونوں کی توبہ کو قبول کر لیا اسلئے کہ عورتیں مردوں کے تابع ہیں۔ مرد کے ذکر سے عورت کا ذکر خود بخود ہو جاتا ہے۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۲۳۹)

تنبیہ : علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے روح البیان کے اس قول کو ترجیح دی ہے جس میں زمین پر آنے سے پہلے آپ کی توبہ قبول ہو چکی تھی زمین پر رونا عاجزی کے لئے تھا تاہم مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی ص ۲۸۹ پر بیان کیا "یہ قول ضعیف ہے جب توبہ قبول ہو چکنے کے بعد زمین پر تشریف لائے تو پھر بیوی سے علیحدگی کیسی ؟ اور پریشانیاں کہاں ؟ یعنی رب تعالیٰ کسی کو معافی دے کر بلاوجہ پریشانی میں نہیں ڈالتا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

marfat.com

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ چالیس ہزار سے زائد ہو گئی تھی ۔ تفسیر صاوی اور جمل وغیرہ میں ایک لاکھ تک پہنچ جانے کا ذکر ملتا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا جھگڑا :

حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد سے قابیل اور ہابیل تھے۔ قابیل بڑا تھا ، ھابیل چھوٹا تھا۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ھابیل بکریاں چراتا تھا۔ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام "اقلیما" تھا جو بہت زیادہ حسین و جمیل تھی اور ھابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی "لیودا" خوبصورتی میں کچھ کم تھی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے قانون کے مطابق قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح ھابیل سے اور ھابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح قابیل سے ہونا تھا، لیکن قابیل نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اس نے کہا کہ میرے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح ہی میرے ساتھ ہو گا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں کو نیاز کا مشورہ :

جب قابیل نے ضد اور ہٹ دھرمی شروع کر دی تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ تم دونوں اللہ کی راہ میں کوئی نہ کوئی چیز پیش کرو، جو سچا ہو گا اس کی نیاز و صدقہ قبول ہو جائے گا اور جو جھوٹا ہو گا اس کی طرف سے سے پیش کیا گیا صدقہ قبول نہیں ہو گا ۔ اس وقت قبولیت کی یہ علامت تھی کہ جس کا صدقہ قبول ہو جاتا اسے قدرتی طور پر آنے والی آگ کھا جاتی اور جو قبول نہیں ہوتا تھا اسے آگ نہیں کھاتی تھی۔

قابیل نے ایک انبار گندم اور ھابیل نے ایک بکری یا ایک دنبہ رب تعالیٰ کی راہ میں پیش کیا دونوں نے یہ کہہ کر نیاز پیش کی کہ

"اے اللہ جو اقلیما کا زیادہ حقدار ہے اسکی قربانی قبول فرما"

آسمانی آگ نے ھابیل کے صدقہ کو کھا کر قبولیت بخش دی اور قابیل کے صدقہ کو آگ نے نہ کھا کر

marfat.com
Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی حق میں دعا

اس واقعہ کے بعد آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولا میری اولاد بہت کمزور ہے اور ابلیس کا فریب بہت سخت اگر توانکی امداد نہ کرے تو وہ ابلیس سے کیسے بچ سکیں گے حکم الٰہی آیا اے آدم تمہارے اور احکام تھے آپ کی اولاد کے لئے اور احکام ہوں گے ہم ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ رکھیں گے تب آپ نے خوش ہو کر شکر کیا۔

(از عزیزی و نعیمی ج ۱ ص ۲۹۱)

آدم علیہ السلام کی اولاد

حضرت حوا بیس یا چالیس مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں ہر حمل میں دو دو بچے پیدا ہوئے ایک مذکر اور ایک مؤنث ایک حمل کے بچوں کا دوسرے حمل کے بچوں کا ایسا حکم تھا جیسا کہ مختلف ماں باپ کے بچوں کا ہوتا ہے یعنی پہلے حمل کے بچے کا دوسرے حمل کی بچی سے نکاح ہوتا اسی طرح دوسرے حمل کے لڑکے کا پہلے حمل کی لڑکی سے نکاح ہوتا۔

(صاوی زیر آیت وبث منها رجالا كثيرا و نساء . پ ٤ ، ع ١٢)

تنبیہ: حضرت آدم علیہ السلام کے دو دو بچے ہر حمل سے ہوئے سوائے حضرت شیث علیہ السلام کے

" وضعت شيثا وحده كرامة سيدنا محمد ﷺ فان نور ه انتقل من آدم الى شيث عليه السلام "

(مواهب اللدنيه ، انوار محمديه ص ١٥)

حضرت حوا نے حضرت شیث کو صرف اکیلا ہی جنا ہے ان کے ساتھ جڑواں کوئی بچی نہیں تھی یہ صرف نبی کریم ﷺ کی عزت و تکریم کے لئے مالک الملک نے ایک بچے سے ہی حاملہ کیا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا نور آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر حضرت شیث علیہ السلام کے پاس آگیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں وصیت کی کہ یہ نورِ مبارک، پاک عورت کی طرف منتقل کرنا ہے۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہی وصیت کی یہ سلسلہ حضرت عبد المطلب تک چلتا رہا کہ ہر شخص نے اپنے بیٹے کو اس نور کے پاک بطن کی طرف منتقل کرنیکی وصیت کی۔

marfat.com

Marfat.com

تواس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو رہ گیا نقصان میں۔

آدم علیہ السلام مکہ گئے ہوئے تھے اس نے ان کے پیچھے اپنے بھائی کو قتل کر دیا یہ روئے زمین پر پہلا قتل تھا اسلئے قابیل جانتا نہیں تھا کہ وہ اپنے بھائی کو کیسے قتل کرے تو شیطان لعین نے اس کے سامنے ایک پرندے کا سر پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے پھوڑ دیا۔ قابیل کو پتہ چل گیا کہ اس طرح قتل کرنا ہے ھابیل چونکہ بکریاں چراتے تھے ایک درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے قابیل نے ان کے سر پر پتھر مار کر انہیں قتل کر دیا اس وقت ھابیل کی عمر بیس سال تھی۔

(روح المعانی ج ٤ ص ١١٤)

قتل کے بعد قابیل کی دنیا میں ذلت :

عبدالرحمٰن بن فضالہ سے مروی ہے کہ جب قابیل نے ھابیل کو قتل کر دیا تو اس کی عقل زائل ہو گئی، دل میں سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی، اسی طرح پاگل ہی رہا یہاں تک کہ مر گیا۔ قتل کرنے سے پہلے رنگ اس کا سفید تھا اور قتل کے بعد اس کا تمام جسم کالا ہو گیا، حضرت آدم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی سر زمین سے واپس ہونے پر قابیل سے پوچھا تمہارا بھائی کہاں ہے؟ اس نے کہا میں کوئی اس کا ذمہ دار تو نہیں تھا آپ نے فرمایا: تو نے اسے قتل کر دیا ہے اسی لئے تیرا جسم سیاہ ہو چکا ہے۔

قابیل کا اخروی عذاب :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بھی ظلماً قتل ہو گا اس کے قتل کا عذاب آدم علیہ السلام کے پہلے "قاتل بیٹے" پر بھی ہو گا کیونکہ سب سے پہلے اسی نے قتل کی ابتداء کی۔ یعنی جس طرح قتل کرنے والے کو قتل کا عذاب ہو گا اسی طرح قتل کی ابتداء کرنے والے کو بھی عذاب ہوتا رہے گا۔

(روح المعانی ج ٤ ص ١١٥، کبیر ج ١١ ص ٢٠٨)

بیٹے کے قتل پر حضرت آدم علیہ السلام کا غم :

حضرت آدم علیہ السلام بیٹے کے قتل پر اتنے زیادہ غمزدہ ہوئے کہ ایک سو سال تک آپ مسکرائے

marfat.com

Marfat.com

رد کر دیا۔ قابیل کے دل میں حسد بغض و عناد بھڑک اٹھا اس نے ھابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر فرمایا:

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ، قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ، قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ، لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ، إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَالِكَ جَزَاءُ الظّٰلِمِينَ ﴾

(المائدۃ ۲۷ ، ۲۹)

اور انہیں پڑھ کر سناؤ! آدم کے بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی، بولا قسم ہے، میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ھابیل نے کہا: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑیں تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

اس واقعہ کو ذکر کرنے کا یہ مطلب تھا کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور نبی کریم ﷺ سے حسد کرنے والوں کو سبق حاصل ہو اور قیامت تک لوگ حسد کو برا سمجھیں۔

ھابیل حق پر تھے ان کے تقویٰ کے پیش نظر ان کا صدقہ قبول ہو گیا انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں میرا اور تمہارا گناہ تمہارے ہی پلہ پڑے، اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے اپنے باپ کی نافرمانی کی وہ گناہ بھی تمہارے ذمہ ہے اور اگر مجھے قتل کرنا چاہو تو کر لو، میرے قتل کا گناہ بھی تمہارے ذمہ ہی ہو گا۔

(روح المعانی و خزائن العرفان)

آخر کار قابیل نے ھابیل کو قتل کر دیا:

﴿ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾

(المائدۃ ۳۰)

marfat.com

Marfat.com

تو اللہ نے ایک کوا بھیجا زمین کرید نے لگا کہ اسے دکھائے کیونکر اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا: ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا، تو پچھتاتا رہ گیا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کتنا کریم ہے کہ قابیل مجرم ہونے کے باوجود جب اس پریشانی میں پھنسا ہوا تھا کہ اپنے بھائی کی لاش سے کیا کرے؟ دنیا میں پہلی موت تھی قبر کھودنے دفن کرنے سے وہ بے خبر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مشکل حل کرنے کے لئے اس کا معاون کوے کو بنا کر بھیجا۔

کوے نے کیسے معاونت کی؟

علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اس مقام پر تین وجہ بیان کی ہیں اگرچہ مشہور پہلی بات ہی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے وہ دونوں لڑے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اور اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کو کریدا اور مردہ کوے کی لاش کو اس گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی، اس سے قابیل کو بھی پتہ چل گیا کہ میں نے بھی ایسا ہی کرنا ہے اور بہت پشیمان ہوا کہ میں اس کوے سے بھی زیادہ عاجز ہو گیا اتنا کام بھی نہ کر سکا۔

(۲) قابیل نے تنگ آکر ھابیل کی لاش کو اسی طرح پھینک دیا اللہ تعالیٰ نے کوے بھیجے جنہوں نے مٹی کھود کھود کر اس لاش پر ڈالی اور اسے چھپا دیا یہ دیکھ کر قابیل کو بہت افسوس ہوا کہ ھابیل کو اللہ نے کتنی عزت بخشی ہے اور میں کتنا ذلیل ہو گیا۔

(۳) کوے کی عام عادت یہ ہے کہ کوئی کھانے کی چیز اس کے پاس ہو تو وہ اسے دوسرے وقت کے لئے زمین میں دبا دیتا ہے اس نے جب کسی چیز کو زمین میں چھپایا تو قابیل کو پتہ چل گیا کہ میں نے اپنے بھائی کی لاش کو ایسے چھپانا ہے اور ساتھ ساتھ کوے سے کم علم رکھنے کی وجہ سے بہت پشیمان بھی ہوا کہ مجھ سے تو کوا ہی اچھا ہے جسے چیزوں کو چھپانا آتا ہے۔

تنبیہ:

قابیل کو ندامت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے نہیں تھی اور نہ ہی وہ تائب ہو رہا تھا بلکہ اسے

marfat.com

Marfat.com

نہیں ایک سو سال کے بعد آپ کو ایک اور بیٹے کی بشارت دی گئی یعنی آپ کو کہا گیا:

"اللہ آپ کو زندہ رکھے اللہ تعالیٰ آپ کو ایک اور بیٹا عطا فرمانے والا ہے تو آپ مسکرائے"

البتہ حضرت علامہ محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ھابیل کے قتل ہونے کے پچاس سال بعد حضرت شیث علیہ السلام عطا ہوئے اور آدم علیہ السلام کے ولی عہد بنے۔

خیال رہے تفسیر کشاف میں یہ ذکر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے قتل ہونے کے بعد بطور مرثیہ اشعار کہے لیکن تفسیر کبیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اور روح المعانی میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے رد کیا کہ یہ غلط اور جھوٹ ہے تمام انبیائے کرام نے اشعار نہیں کہے۔

(روح المعانی ج ٤ ص ١١٥، کبیر ج ١١ ص ٢٠٨)

قتل کے بعد قابیل کی پریشانی:

قابیل نے جب ھابیل کو قتل کر دیا تو اب یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرے؟ اسی طرح چھوڑ دینے پر اسے یہ خطرہ تھا کہ درندے کھا جائیں گے تو وہ اپنے بھائی کی لاش کو بوری میں ڈال کر پھرتا رہا یہاں تک کہ لاش بدبودار ہو گئی اسے چھپانے کا کوئی طریقہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ بہت ہی پریشان تھا۔ خیال رہے قرآن پاک میں اس مقام پر لاش کے لئے لفظ "سوأة" استعمال ہوا جس کا اصلی معنی نگیز ہے یعنی جسم کا وہ حصہ جو ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ وہ بھی قتل کے بعد لاش چھپائے پھرتا تھا اس لئے اسے "سوأة" کہا گیا ہے۔

لاش چھپانے میں کوّے کی معاونت:

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَه كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ قَالَ يٰوَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴾

(المائدة ٣١)

marfat.com

Marfat.com

نماز میں چار تکبیریں کہیں جیسے کہ آج ہوتی ہیں، پھر مکہ معظّمہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام منی میں لے گئے جہاں کہ حاجی قربانی کرتے ہیں اور اسی جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل کی قربانی کی، وہاں مسجد خیف کے قریب بغلی قبر کھود کر ان کو دفن کر کے ان کی قبر کو اونٹ کے کوہان کی ڈھلوان بنایا۔

حضرت حوا علیہا السلام کی قبر "جدہ" میں ہے، بعض روایات کے مطابق دونوں کی قبریں حرم میں طواف کی جگہ میں ہیں۔

(از تفسیر عزیزی ، تفسیر نعیمی ج اول)

(واللہ اعلم بالصواب)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

ندامت اس پر ہوئی کہ وہ بھائی کی لاش کو اٹھائے پھرتا رہا اور کوے سے بھی کم عقل رہا کہ اسے دفن نہ کر سکا اور اس وجہ سے نادم ہو رہا تھا کہ وہ بھائی کو قتل کرنے کے باوجود اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا تھا کیونکہ اس سے ماں باپ بہن بھائی سب ناراض ہو گئے تھے......

اور وجہ یہ بھی تھی کہ جب اس نے دیکھا کہ ایک کوے نے بڑی مہربانی سے دوسرے کی لاش کو دفن کیا تو یہ اس پر نادم ہوا تھا کہ مجھے تو اپنے بھائی پر اتنا رحم بھی نہیں آسکا جتنا کوے کو ہے واضح ہوا کہ اس نے کوئی توبہ نہیں کی ،اور ندامت اسے صرف اپنی حماقت پر تھی۔

(از کبیر ج ۱۱ص ۲۰۹،۲۱۰)

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات :

جب آدم علیہ السلام کا آخری وقت آیا تو آپ کو جنتی میوے کھانے کی خواہش ہوئی اپنے فرزندوں سے کہا کہ کعبہ معظمہ جاؤ اور وہاں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری یہ تمنا پوری کرے آدم علیہ السلام کے فرزند یہ حکم پا کر وہاں پہنچے انہیں حضرت جبرائیل اور دوسرے فرشتے ملے جن سے انہوں نے آدم علیہ السلام کی فرمائش کا ذکر کیا، فرشتوں نے کہا ہمارے ساتھ آؤ ہم جنت کے میوے اپنے ساتھ لائے ہیں ۔

چنانچہ یہ سب آدم علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت حوا ان فرشتوں کو دیکھ کر ڈرنے لگیں اور چاہا کہ آدم علیہ السلام کے دامن میں چھپ جائیں انہوں نے فرمایا کہ حوا اب تم مجھ سے الگ رہو میرے اور رب کے قاصدوں کے درمیان آڑ نہ بنو ، اس طرح فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تجہیز و تکفین فرشتوں نے کی :

فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو کہا جس طرح ہم تمہارے باپ کا کفن و دفن کریں گے اسی طرح تم فوت ہونے والے لوگوں کا کفن و دفن کرنا۔

جبرائیل علیہ السلام جنت کی مرکب خوشبو اور جنتی جوڑے کا کفن اور جنتی بیری کے کچھ پتے اپنے ساتھ لائے تھے ان کو خود غسل دیا اور کفن پہنایا اور خوشبو ملی اور ملائکہ ان کا جسم مبارک کعبہ میں لائے اور ان پر سارے فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کی جس میں حضرت جبرائیل امام تھے اور سارے فرشتے مقتدی ، اس

marfat.com

Marfat.com

ادریس علیہ السلام کا آسمانوں پر اٹھایا جانا :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا وَّرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾

(مریم ۵۶ . ۵۷)

اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام کی طرف اٹھایا۔

اس آیت کریمہ یں بلند مقام کی طرف اٹھانے کا یک مطلب یہ ہے

" ھوشرف النبوۃ والزلفی عبداللہ تعالیٰ "

(روح المعانی ج ۹ ص ۱۰۵)

آپ کو نبوت کے منصب سے مشرف فرما کر اور اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص قرب عطا فرما کر آپ کو رفعت وبلندی عطا فرمائی۔

دوسرا معنیٰ :

" ان المراد به الرفعة فی المکان الی موضع عال و ھذا اولی لان الرفعة المقرونة بالمکان تکون رفعة فی المکان لافی الدرجة "

(تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۲۳۳)

یعنی دوسرا معنی بلندی کا یہ ہے کہ آپ کو بلند مکان کی طرف اٹھایا گیا یہ معنی لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ورفعناہ مکان علیا ذکر فرمایا جہاں مکان کا ذکر ہو اس سے مراد مکان کی بلندی ہی ہوتی ہے درجات کی بلندی مراد نہیں ہوتی۔

بلندیٔ مکان کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور یہی صحیح تر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے معراج کی رات حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانِ چہارم پر دیکھا۔

حضرت کعب احبار وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت یعنی حضرت عزرائیل سے فرمایا کہ میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں کیسا ہوتا ہے؟ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، روح قبض کر کے پھر اسی وقت لوٹا دی آپ زندہ ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے یہ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کے دادا ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا نسب :

اخنوخ بن يرد بن مهلابيل بن انوش بن قيتان بن شيث بن آدم علیہ السلام.

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب :

نوح ابن لمك بن متو شلخ بن اخنوخ (ادریس علیہ السلام)

حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجادات :

سب سے پہلے ستاروں میں نظر کرنا اور حساب کرنا آپ سے ہی ثابت ہے لیکن یہ خیال رہے کہ آپ کا ستاروں میں نظر کرنا اللہ کی مرضی کے مطابق تھا آپ کے حساب میں تخمینے کی کوئی بات نہیں ہوتی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں جو القاء کرتا آپ وہی بیان کرتے یعنی ستاروں کا حساب آپ کو بطور معجزہ عطا کیا گیا تھا آج کے دور میں ستاروں کا حساب اور آنے والے واقعات کی خبر دینا حرام ہے ان پر یقینی اعتبار کرنا کفر ہے۔

قلم کے ذریعے لکھنے کو سب سے پہلے آپ نے رواج دیا، سب سے پہلے کپڑے آپ نے ہی پہنے اس سے پہلے لوگ چمڑے کا لباس استعمال کرتے تھے۔ سب سے پہلے چیزوں کے وزن کرنے اور کپڑے وغیرہ کو ناپنے کو آپ نے ہی رواج دیا۔ سب سے پہلے اسلحہ کی ایجاد بھی آپ نے ہی فرمائی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے رسول آپ ہی ہیں اور آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔

(روح المعانی ج ۹، ص ۱۰۵، تفسیر کبیر ج ۲۱ ص ۲۳۳، مدارك ص ۴۲۰)

marfat.com

Marfat.com

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام لمک بن متوشلخ بن اخنوخ (یہ ادریس علیہ السلام کا نام)

(مدارک پ ۸ ع ۱۵ زیر آیت لقد ارسلنا نوحا)

آپ علیہ السلام کو چالیس سال کے بعد اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال آپ اپنی قوم میں ٹھہرے اور اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَبِثَ فِيهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ إِلاَّ خَمْسِيْنَ عَامًا ﴾ (العنکبوت ۱۴)

تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہے۔

طوفان کے بعد آپ دو سو پچاس سال زندہ رہے آپ کی کل عمر ایک ہزار دو سو چالیس سال ہے اگرچہ اس میں اور قول بھی ہیں لیکن زیادہ طور پر اسی قول کو صحیح کہا گیا ہے۔

(صاوی پ ۸ زیر آیت ولقد ارسلنا نوحا ، حاشیہ جلالین ص ۱۳۴)

نوح علیہ السلام نے قوم کو کیا تبلیغ کی؟

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت، گناہوں سے باز رہنے کی تبلیغ فرمائی اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہے۔

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ☆ اَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ☆ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ اَجَلَ اللهِ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾

آپ نے فرمایا: اے میری قوم! میں تمہارے لئے ظاہر طور پر ڈر سنانے والا ہوں کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میرا حکم مانو وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے گا اور ایک مقرر میعاد تک تمہیں مہلت دے گا، بے شک اللہ کا وعدہ جب آتا ہے ہٹایا نہیں جاتا، کاش تم جانتے!

marfat.com

Marfat.com

پھر آپ نے فرمایا اب مجھے جہنم دکھا دو تاکہ خوف الٰہی زیادہ ہو آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کو جہنم کے دروازے پر لے جایا گیا۔ آپ نے مالک نامی فرشتہ ...... جو جہنم کا داروغہ ہے...... سے فرمایا کہ دروازہ کھولو میں اس سے گذرنا چاہتا ہوں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گذرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ وہ آپ کے حکم کے مطابق آپ کو جنت کے پاس لے گئے آپ نے جنت کے دروازے کھولنے کا ارشاد فرمایا تو آپ کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے آپ جنت میں تشریف لے گئے۔

ملک الموت نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد فرمایا کہ اب آپ چلیں زمین میں اپنے مقام پر تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا کہ میں تو یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ہر نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے میں موت کا ذائقہ چکھ چکا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے کی یہ شرط لگائی ہے ﴿وَاِنْ مِنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ کہ ہر شخص کو جہنم پر گذرنا ہے میں جہنم سے بھی گذر کر آچکا ہوں۔ اب میں جنت میں داخل ہو چکا ہوں جو لوگ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں انہیں وہاں سے نکالا نہیں جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾ جنت والوں کو جنت سے نہیں نکالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے ارشادات کے مطابق میں نے یہیں رہنا ہے یہاں سے مجھے نہیں نکالا جا سکتا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اس کلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو فرمایا: اے عزرائیل میرے بندے ادریس نے سب کام میری مرضی سے کئے انہیں یہاں ہی رہنے دو! آپ علیہ السلام ابھی تک آسمانوں میں زندہ ہیں۔ (از خزائن العرفان)

تنبیہ: حضرت ادریس علیہ السلام کے دلائل میں قرآن پاک کے الفاظ مبارکہ ذکر ہیں جو اس وقت نازل اگرچہ نہیں ہوا تھا لیکن اللہ کا کلام قدیم ہے، لوح محفوظ پر اس وقت بھی تحریر تھا، نبی چونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی عطا سے رکھتے ہیں اس لئے حضرت ادریس علیہ السلام کی نظر لوح محفوظ پر تھی لہٰذا قرآن پاک سے آپ کا استدلال درست ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا قوم پر کیا اثر ہوا؟

آپ علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال دن رات تبلیغ کی لیکن قوم قریب آنے کے بجائے دور ہوتی چلی گئی آپ کی تقریر کو نہ سننے کی غرض سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونستے۔ (معاذ اللہ) آپ سے نفرت کرتے ہوئے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّنَهَاراً فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَائِیْ اِلاَّ فِرَاراً وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِیْ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَاراً ﴾

(پ ۲۹ سورۃ نوح ۵، ۷)

عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے ان کا بھاگنا بڑھا ہی ہے اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے، انہوں نے اپنے کانوں مین انگلیاں دے دیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ دھرمی کی اور بڑا غرور کیا۔

یعنی نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے اللہ ! میں نے تیرے احکام پہنچانے میں کوئی کوتاہی سستی نہیں کی، لیکن میری قوم ماننے اور قریب آنے کے بجائے دور ہوتی چلی گئی۔

جیسے جیسے آپ تبلیغ فرماتے رہے قوم کے دور ہونے میں کمی آنے کے بجائے زیادتی ہوتی رہے اللہ کے نبی کی قوم پر شفقت کا یہ عالم ہے کہ آپ ان کو اس راہ پر چلانا چاہتے جس پر چلنے سے ان کو نجات حاصل ہو اللہ انکی مغفرت کرے اللہ ان سے راضی ہو جائے اور وہ اللہ کے قریب ہو جائیں۔ لیکن قوم کی بد بختی کا یہ عالم ہے کہ وہ آپ سے اتنی زیادہ نفرت کرتی ہے کہ آپ کی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور آپ کو دیکھنا انہیں گوارا نہیں، وہ کانوں میں اسلئے انگلیاں ٹھونس رکھتے تاکہ آپ کا کلام اور آپ کے پیش کردہ دلائل کو نہ سن سکیں اپنے چہروں کو ڈھانپ کر رکھتے کہ معاذ اللہ ہمیں نوح (علیہ السلام) کی شکل بھی نظر نہ آئے۔ اللہ کا جن پر فضل ہو وہ اللہ والوں کی باتیں سن کر ایمان لاتے ہیں گناہوں سے باز رہتے ہیں نیکی و تقویٰ اختیار کرتے ہیں جو شیطان کی گرفت میں ہوتے ہیں وہ ہدایت دینے والوں کو ملائیت، فسطائیت، قدامت پسندی کے نام دے کر دین کے باغی ہو جاتے ہیں۔

(از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

آپ نے اپنی قوم کو اور یہ فرمایا :

﴿انی اخاف علیکم ان عبدتم غیر ہ عذاب یوم عظیم وھو یوم القیمۃ﴾

(جلالین پ ۸ ص ۱۳۵)

اگر تم نے اللہ کے بغیر کسی اور کی عبادت کی تو میں قیامت کے دن کے بہت بڑے عذاب کا تمہیں خوف دلاتا ہوں۔

آپ نے تبلیغ فرماتے ہوئے مزید ارشاد فرمایا :

﴿انی اخاف علیکم ان عبدتم غیرہ عذاب یوم الیم مولم فی الدنیا والاخرۃ﴾

(جلالین پ ۱۲)

اگر تم نے اللہ کے بغیر اور کسی کی عبادت کی تو میں تمہیں دنیا اور آخرت کے دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں

اس آیۃ کریمہ میں اپنی قوم کو اخروی عذاب کے ساتھ ساتھ دنیا میں تباہی وبربادی سے بھی واضح طور پر ڈرادیا گیا کہ شائد قوم پر کچھ اثر ہو جائے۔

اور آپ نے فرمایا :

﴿ وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلاَّ عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾

(پ ۱۹ الشعراء ۱۰۹)

اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے

یعنی میں جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اسی کی عبادت کرنے اور صرف اسی سے ڈرنے اور اسکے بغیر اور کسی کی عبادت کرنے پر دین و دنیا کی تباہی سے ڈرانے پر کوئی اجرت مال و دولت کا مطالبہ تو نہیں کر رہا اگر تم نے اس راہ کا تعین کر لیا جو میں بتا رہا ہوں تو تمہاری کامیابی ہے ورنہ تم ذلیل ہو جاؤ گے تباہ و برباد ہو جاؤ گے دین و دنیا میں خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام تم تک پہنچانے میں مجھے تم سے کوئی غرض نہیں کسی منصب مال و دولت کے حصول کا کوئی لالچ نہیں صرف اللہ کے حکم سے اللہ کی رضا مندی کے لئے تمہیں تبلیغ کر رہا ہوں۔ میرے اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اجر و ثواب عطا کرنا ہے اس کی بے حساب رحمت کے ہوتے ہوئے مجھے تم سے کچھ غرض نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی ایک وجہ قوم کے ایمان نہ لانے کی یہ تھی کہ وہ نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر سمجھنے لگے کہ ہمارے ہی جیسا بشر کبھی نبی نہیں بن سکتا وہ اس سے بے خبر تھے کہ نبی کو دو حالتیں حاصل ہوتی ہیں ایک بشری اور دوسری نورانی۔ وہ کہنے لگے نبی تو فرشتہ ہونا چاہئے !

﴿ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْ آبَائِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴾

(پ ۱۸ سورت مؤمنون ۲۴)

تو آپ کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے : یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی ، چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا ، ہم نے تو یہ اگلے باپ داداؤں میں نہ سنا۔

یعنی انہوں نے یہ کہا کہ ہم نوح (علیہ السلام) پر کیوں ایمان لائیں یہ تو ہمارے جیسا ہے یہ نبوت کا دعوی کر کے ہم سے بڑا بننا چاہتا ہے ہم نے تو اپنے کسی باپ دادا سے یہ نہیں سنا کہ بشر بھی نبی ہوتا ہے اگر رب نے نبی بنانا ہی ہوتا تو کسی فرشتہ کو نبی بنا کر بھیج دیتا۔

(۲) دوسری وجہ قوم کے ایمان نہ لانے کی یہ تھی کہ ہم اعلیٰ لوگ اور گھٹیا لوگ ایک ہی مذہب پر نہیں ہو سکتے، قوم نے کہا :

﴿ وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ﴾

اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے۔

یعنی قوم کے وڈیرے سردار کہنے لگے کہ تم پر ایمان غریب ، گھٹیا شان والے لائے ہیں اور انہوں نے بھی بغیر سوچ و سمجھ کے سرسری نظر سے ایمان قبول کیا ہے وہ بھی سوچتے تو ایمان نہ لاتے ، یا یہ کہ ان میں سوچنے کی طاقت ہی نہیں تھی۔ ایسے گھٹیا لوگوں کے ساتھ ہم بھی ایمان لا کر ان جیسے ہو جائیں یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ گویا تکبر کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لائے ۔

﴿ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۱۱)

بولے : کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں اور تمہارے ساتھ (ایمان لانے والے) کمینے لوگ ہیں ؟

marfat.com

Marfat.com

نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا ہر طریقہ آزمایا :

آپ علیہ السلام نے ہر وقت تبلیغ کی، یعنی دن رات تبلیغ کی پھر آپ نے ہر شخص کو آہستہ آہستہ نرم لہجہ میں سمجھایا کہ اللہ کی عبادت کرو ، رب سے ڈرو لیکن قوم نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر سننے سے انکار کیا اپنے چہروں پر کپڑا ڈال کر آپ کو دیکھنے سے بیزاری ظاہر کی اپنے کفریہ اعتقادات پر ہٹ دھرمی سے قائم رہے تکبر کی وجہ سے احکام باری تعالیٰ سے انکار کیا۔

پھر آپ نے ظاہراً عام مجالس میں ان کو خطابات کئے اور راہ حق کا سبق دیا، لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا پھر آپ نے اعلانیہ طور پر اور آہستہ آہستہ دونوں طرح سے تبلیغ کی، لیکن یہ طریقہ بھی قوم کو راہ راست پر نہ لا سکا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے یوں پیش فرمایا :

﴿ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴾

(پ ۲۹ سورت نوح ۹)

(نوح علیہ السلام نے کہا) پھر میں نے انہیں اعلانیہ بلایا پھر میں نے ان سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔

قوم کے کتنے لوگ ایمان لائے ؟

اتنا عرصہ تبلیغ کرنے کے باوجود ایمان لانے والوں کا مختصر گروہ نظر آتا ہے تین آپ کے بیٹے سام، حام، یافث اور تین ان کی بیویاں اور ایک نوح علیہ السلام کی زوجہ اور ستر مرد عورتیں۔ یہی ایماندار لوگ کشتی پر بھی سوار تھے یعنی بمع نوح علیہ السلام کے کل اٹھتر آدمی کشتی میں سوار تھے، جن میں مرد اور عورتیں برابر برابر تعداد میں تھے۔

نوح علیہ السلام کی قوم کے ایمان نہ لانے کی وجوہ :

(۱) ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾

(پ ۱۲ سورت هود ۲۷)

تو آپ کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

کرنے والے ہیں البتہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو (حقیقت سے) ناواقف ہے۔

یعنی انہوں نے نوح علیہ السّلام سے کہا ہو گا کہ ہر وقت آپ کے ارد گرد خستہ حال لوگ حلقہ باندھے بیٹھے ہوتے ہیں ہمارا توجی نہیں چاہتا کہ ایسی جگہ جائیں جہاں اس قسم کے گندے غلیظ اور کمینے لوگوں کا جھمگٹا ہو آپ ان کو اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دیں تب ہم آپ کے پاس آئیں گے۔ اسی قسم کا مطالبہ آپ کو یاد ہو گا کفار نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی کیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے صاف جواب دیا یہ ناممکن ہے کہ میں ان حق پرستوں کو تمہاری خاطر اپنے ہاں سے نکل جانے کا حکم دوں۔ تم اپنی جگہ بڑے لوگ ہو لیکن میری نظر میں جو قدر و منزلت شمع نور کے ان دل سوختہ پروانوں کی ہے وہ گِدھوں کی نہیں ہو سکتی جو دنیا کی متعفن لاش پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ یہاں قدر و منزلت کا معیار اخلاص و تقوی ہے دولت وثروت نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں یہ بھی کہا کہ تمہیں تو اپنی عقل و دانش پر بڑا ناز ہو گا لیکن میرے نزدیک تو تم انجان اور ناواقف لوگ ہو جنہیں اب تک یہ بھی معلوم نہیں کہ شرف انسانیت کا راز کثرت مال میں مضمر نہیں بلکہ دل کی پاکی، کردار کی بلندی اور اخلاق کی پختگی میں ہے۔

(از ضیاء القران)

نوح علیہ السلام کی قوم پر ابتدائی وبال :

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بار بار تبلیغ کی لیکن قوم سے سوائے تکذیب کے کچھ حاصل نہ ہوا انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے سے انکار کر دیا تو ابتدائی طور پر اللہ تعالیٰ نے انہیں جھنجھوڑا دینے کے لئے اس طرح گرفت میں لیا کہ ان پر بارشیں برسنی ختم ہو گئیں اور ان کی عورتیں بانجھ ہو گئیں ان کی اولاد پیدا ہونی ختم ہو گئی۔

اللہ کے نبی کی شفقت :

قوم بار بار انکار کر رہی تھی لیکن نوح علیہ السلام صبر و تحمل سے انہیں جہنم کی آگ سے نکالنے اور دنیاوی مشکلات سے نکالنے کی تدبیر فرماتے ہوئے انہیں وہ طریقے بتا رہے تھے جن سے وہ اپنے آپ کو مصائب و آلام سے نکال سکیں۔ نوح علیہ السلام نے قوم کو مشکلات سے نکلنے کا جو طریقہ بتایا اس کا ذکر اللہ

marfat.com

Marfat.com

(۳) تیسری وجہ ان کے ایمان نہ لانے کی یہ تھی کہ تم اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والے ہم پر کوئی زیادہ فضیلت تو نہیں رکھتے، یعنی نبی کی شان کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ نبی کی عظمت کو نہ سمجھ سکے اور یہ بات انہیں نہ سمجھ آئی کہ رب تعالیٰ کے نزدیک کسی کے مال و دولت کی زیادتی افضل ہونے کا سبب نہیں، بلکہ ایمان اور تقویٰ افضلیت کا سبب ہے ۔یہی رب تعالیٰ کی قربت کا سبب ہے۔ ان کے ایمان نہ لانے کی اس وجہ کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا:

﴿ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ ﴾

اور ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا جواب :

﴿ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

(پ ۸ سورت اعراف ٦٣)

کیا تم تعجب کرتے ہو اس پر کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک آدمی کے ذریعے جو تم سے ہے تاکہ وہ ڈرائے تمہیں (غضب الٰہی سے) اور تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یعنی آپ نے ان کے شبہ کا ازالہ فرمایا وہ یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ کوئی انسان بھی نبوت و رسالت کے مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے اور ذات ربانی سے براہ راست فیض حاصل کر کے لوگوں تک پہنچا سکتا ہے ان کا خیال تھا کہ یہ کام کوئی فرشتہ ہی کر سکتا ہے اس لئے فرمایا کہ تمہاری حیرت و پریشانی بے محل ہے اللہ تعالیٰ اگر اپنے کسی کامل اور برگزیدہ بندے کو نعمت نبوت سے سرفراز کرنا چاہے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں ۔

(ضیاء القرآن ج ۲ ص ٤٤)

حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے ایمان سے انکار کی اس وجہ کا دوٹوک الفاظ میں جواب دیا۔

﴿ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰکِنِّیْ اَرٰکُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورت هود ۲۹)

اور میں ان کو نکالنے والا نہیں جو ایمان لے آئے ہیں بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات

marfat.com

Marfat.com

حاضرین نے عرض کیا کہ شکایات لوگوں کی مختلف تھیں لیکن آپ نے سب کو عمل ایک ہی بتایا تو آپ نے جواب دیا کہ " حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب مشکلات کے حل کے لئے استغفار کا ہی حکم دیا تھا " یعنی یہ عمل قرآن پاک سے ثابت ہے۔

(تفسیر کبیر)

قوم نے نوح علیہ السلام کو کیا القاب دیئے ؟

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ نبی جنہوں نے دن رات قوم کی دنیاوی اور اخروی عذاب سے بچانے کے لئے اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے ایک کر رکھے تھے لیکن قوم نے آپ کو گمراہ جھوٹا مجنون (دیوانہ) وغیرہ القاب دے رکھے تھے ۔

﴿ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ اِنَّا لَنَرَاكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(پ ۸ سورۃ الأعراف ٦٠)

سردار بولے کہ ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں ۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا :

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

(پ ۸ سورۃ الأعراف ٦١ ، ٦٢)

اے میری قوم مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رب تعالیٰ کا رسول ہوں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں جو تم نہیں رکھتے۔

﴿ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورہ ھود ۲۷)

بلکہ ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

یعنی تم اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والے سب جھوٹے ہو کیونکہ تم سب ایک ہی دعوی رکھتے ہو یا یہ کہ تم اپنے دعوی نبوت میں جھوٹے ہو اور وہ تمہاری تصدیق کرنے میں جھوٹے ہیں۔

(تفسیر ابی السعود)

﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴾ (پ ۱۸ سورہ مؤمنون ۲۵)

marfat.com

Marfat.com

تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں :

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً يُّرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا مَالَكُمْ لَاتَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴾

(پ ۲۹ سورت نوح ۱۰، ۱۳)

تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شرائٹے کا (موسلادھار) مینہ بھیجے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لئے باغ بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں بنائے گا تمہیں کیا ہوا اللہ سے عزت حاصل کرنے کی امید نہیں کرتے ؟

یعنی آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ تمہاری مشکلات کا حل صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اس کی یاد کرنے اس سے ڈرنے اور اس سے معافی طلب کرنے میں ہے۔ لیکن قوم اپنی ہٹ دھرمی پر اسی طرح قائم تھی تکبر اتنا حد سے بڑھ چکا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو یہی کہہ رہے تھے

﴿ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ﴾

(پ ۲۹ سورت نوح ۲۳)

اور بولے ہر گز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہر گز نہ چھوڑنا ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (یہ سب ان کے بتوں کے نام ہیں) اور بے شک انہوں نے بہتوں کو بھکایا۔

فائدہ : حضرت ربیع بن صبیح سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت حسنؒ کے پاس آئے انہوں نے قحط سالی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اللہ سے استغفار کرو ۔ ایک اور شخص نے آپ سے اپنی غربت کا ذکر کیا آپ نے اسے بھی فرمایا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ ایک اور شخص نے عرض کیا آپ اپنے رب سے میرے لئے دعا کرو کہ مجھے اللہ تعالیٰ بیٹا دے آپ نے اسے بھی فرمایا اپنے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ ایک اور شخص نے باغات کے خشک ہونے، پھل کم دینے، زمین کی پیداوار کم ہونے کا ذکر کیا اور دعاء کی درخواست کی آپ نے اسے بھی فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔

marfat.com

Marfat.com

ایک دفعہ ایک بوڑھا شخص جو لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا اس نے اپنے بچے کو اٹھایا ہوا تھا حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے بیٹے کو کہنے لگا کہ اے میرے بیٹے دیکھنا اس بوڑھے شخص کے جال میں نہ پھنسنا یہ تمہیں کہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔باپ کی بات سن کر بیٹے نے کہا اے میرے ابا مجھے اتار دو اور اپنا ڈنڈا مجھے دے دو باپ نے بیٹے کو اتار کر ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھما دیا اس چھوٹے لڑکے نے نوح علیہ السلام کے قریب آکر آپ کو ڈنڈا دے مارا جو آپ کے سر پر لگا آپ زخمی ہو گئے خون جاری ہو گیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر نوح علیہ السلام نے رب کے حضور التجا کی : "اے اللہ تیرے بندے جو میرے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اسے تو دیکھ رہا ہے ، اے اللہ اگر تو اپنے بندوں کو زندہ رکھنا ہی چاہتا ہے تو انہیں ہدایت دے یا اپنا کوئی فیصلہ کرنے تک مجھے صبر دے تو بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴾ (پ ۱۲ سورہ ھود ۳۶)

اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے ، تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں ۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا :

﴿ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنَ ﴾ (پ ۱۸ سورہ مؤمنون ۲۶)

نوح (علیہ السلام) نے عرض کی : اے میرے رب میری امداد فرما ! اس پر کہ انہوں نے میری تکذیب کی۔

اس دعا میں بھی اشارہ ملتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو تباہ و برباد کرنے کی درخواست رب کے حضور پیش کر دی۔

﴿ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ كَذَّبُوْنِ ، فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾
(پ ۱۹ سورہ شعراء ۱۱۷، ۱۱۸)

عرض کی اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔

marfat.com

Marfat.com

وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانہ تک اس کا انتظار کئے رہو۔

یعنی انتظار کرو ہو سکتا ہے کہ اپنی دیوانگی سے کچھ افاقہ ہو جائے اور اپنا دعوی نبوت چھوڑ دے یا اس پر موت آجائے تو ہماری جان ہی اس سے چھوٹ جائے۔ کچھ سنجیدہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ انتظار کرو اگر یہ سچا نبی ہے تو اللہ اس کی امداد کرے گا اور اگر جھوٹا ہے تو اللہ اسے رسوا کرے گا اور ہماری جان اس سے چھوٹ جائے گی۔ لیکن ایسا سوچنے والے بھی ایمان نہ لا سکے جب اللہ تعالیٰ کی امداد نوح علیہ السلام کے لئے آگئی تو یہ بھی غرق ہو گئے ۔

(جلالین مع حاشیہ)

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴾

(پ ۲۷ سورہ قمر ۹)

ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے جھٹلایا تو ہمارے بندے کو جھوٹا کہا اور بولے وہ مجنون ہے اور اسے جھڑکا گیا۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا: کہ ان قریش سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی تکذیب کی آپ علیہ السلام کو جھوٹا کہا اور آپ کو مجنون کہا ، اور دھمکیاں دیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ نبوت سے باز نہیں آئے تو ہم تمہیں گالیاں دیں گے اور ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

نوح علیہ السلام کو قوم کی دھمکیاں اور سختیاں :

﴿ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴾

(پ ۱۹ سورہ شعراء ۱۱۶)

بولے اے نوح اگر تم باز نہ آئے تو ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔ تفسیر جلالین میں مرجومین کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ تمہیں گالیاں دی جائیں گی اور دوسرا یہ کہ تمہیں سنگسار کیا جائے گا۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کو مار مار کر شدید زخمی کر دیا آپ کو اونی کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے گھر پھینک دیا اور یہ خیال کیا کہ آپ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں لیکن آپ اسی حالت میں نکل کر پھر انہیں دعوت حق دینے لگے۔

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۳۷)

اور کشتی بناؤ ہمارے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈبوئے جائیں گے۔

یعنی کافروں کے عذاب کی تاخیر کی کہیں دعا نہ کر دینا کیونکہ ان کے غرق ہونے کا یقینی فیصلہ ہو چکا ہے ان کے غرق ہونے کا وقت بھی معین ہو چکا ہے اسلئے جلدی کا مطالبہ بھی نہ کرنا، کیونکہ وقت مقرر سے پہلے ان پر عذاب نہیں آئے گا۔

آپ کی ایک بیوی اور ایک بیٹا بھی کافر ہیں وہ بھی غرق ہو جائیں گے ان کے بچانے کی دعا بھی نہ کرنا کیونکہ تمام کافروں کے ڈبونے کے فیصلہ میں کوئی ترمیم نہیں ہو گی۔

(از تفسیر کبیر ج ۱۷ ص ۲۲۲)

کشتی کا ڈیزائن اللہ تعالیٰ کی وحی اور جبرائیل کی معاونت سے تیار ہوا:

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا کہ کیسے کشتی بنائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کشتی کا اگلا حصہ مرغ کے سر کی طرح بنانا اور اس کا درمیان کا حصہ پرندوں کے پوٹے کی طرح بنائیں اور پچھلا حصہ مرغ کی دم کی طرح بنائیں اور اس کے اطراف میں دروازے بنائیں میخوں سے مضبوط کریں اور سوائے نیچے والی طرف کے، ہر طرف میں تارکول کی لپائی کر دو۔ کشتی بنانے میں جبرائیل اور کچھ دوسرے فرشتوں نے بھی معاونت کی۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۴۹)

کشتی کیسی تھی؟

کشتی کی لمبائی تین سو ذراع (ساڑھے چار سو فٹ) چوڑائی پچاس ذراع (پچھتر فٹ) اور اونچائی تیس ذراع (پینتالیس فٹ) تھی۔ ساگوان کی لکڑی سے تیار کی گئی تھی جس کے تیار کرنے میں دو سال صرف ہوئے۔ کشتی تین منزلہ تھی، پہلی منزل میں وحشی جانور، درندے اور حشرات الارض (کیڑے

marfat.com

Marfat.com

﴿ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴾ (پ ۲۷ سورہ قمر ۱۰)

تو آپ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں مغلوب ہوں تو میرا بدلہ لے۔

﴿ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴾

(پ ۲۹ سورہ نوح ۲۶ ، ۲۷)

اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور انکی اولاد ہو گی تو وہ بھی نہ ہو گی مگر بدکار، بڑی ناشکر۔

قوم کی ہلاکت کی دعا آپ نے کیوں کی ؟

نوح علیہ السلام نے قوم کو برباد کرنے کے لئے دعا اس لئے نہیں کی کہ آپ کو گالیاں دینے کی دھمکی دی گئی تھی یا آپ کو سنگسار کرنے کے لئے انہوں نے کہا تھا بلکہ صرف وجہ یہ تھی کہ اے اللہ جیسے تو نے خود بتادیا ہے کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے بغیر اور کوئی ایمان لانے والے نہیں تو ان سے ایمان کی توقع جب نہیں اور ان کی اولاد سے بھی سوائے بدکاری اور ناشکری کی امید نہیں تو ان کو زندہ رکھنے کا کیا فائدہ ان کو تباہ و برباد کر دے۔

" فانتصر لك ولدينك فاني غلبت وعجزت عن الانتصار لدينك "

(تفسیر کبیر زیر آیت فدعا ربه أني مغلوب)

اے اللہ میں تو عاجز و مغلوب ہو چکا ہوں تو اپنے دین اور اپنے ایمان لانے والے بندوں کی خاطر میری امداد فرما۔

رب تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دے دیا :

نوح علیہ السلام کی دعا کے بعد رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمہاری قوم کو غرق کر دیا جائے گا تم اپنے اور ایمان والے لوگوں کے بچاؤ کے لئے کشتی تیار کر لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

marfat.com

Marfat.com

مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۳۸)

اور نوح کشتی بناتے ہیں اور جب اس قوم کے سردار اس پر گذرتے ہیں اس پر ہنستے بولے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنستے ہو۔

یعنی آج اگر تم ہمارے کشتی بنانے پر اعتراض کرتے ہو مزاح کرتے ہو تو تم جب ہلاک ہو جاؤ گے تو ہم بھی اللہ کے دشمنوں کے ہلاک ہونے پر خوش ہوں گے۔

طوفان کا آغاز تنور سے ہوا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بتادیا تھا کہ جب تنور سے پانی نکلنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ اب طوفان آرہا ہے اس وقت تم کشتی پر سوار ہو جانا تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا اور ایمان لانے والوں کو بھی ساتھ کشتی میں سوار کر لینا۔ یہ تنور کوفہ میں تھا صحیح یہی ہے کہ عام تنور تھا جس میں آپ کی زوجہ روٹیاں پکاتی تھی اسی سے طوفان کی ابتداء ہوئی ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ﴾

اور یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا تو تنور نے جوش مارا۔

یعنی جس طرح ہنڈیا اُبلتی ہے اس طرح تنور اُبلنا شروع ہوا تو آپ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ اب طوفان آنے ہی والا ہے۔

کشتی پر سوار ہونے اور دعا پڑھنے کا حکم:

جب تنور سے پانی نکلنا شروع ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے تمام ایمان والوں کو حکم دے دیا کہ اب کشتی پر سوار ہو جاؤ اور سوار ہوتے وقت اللہ کے نام سے ابتدا کرو۔

﴿ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۴۱)

اور آپ نے کہا اس میں سوار ہو اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ، بے شک میرا رب

marfat.com

Marfat.com

مکوڑے) تھے اور درمیانی حصہ میں پالتو جانور چوپائے وغیرہ تھے اور سب سے اوپر والی منزل میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات تھے اور اپناز ادراہ یعنی کھانے پینے کی اشیاء رکھی گئی تھیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۷ ص ۲۲۳)

کشتی میں سوار ہونے والوں کی تعداد:

کشتی میں وہی لوگ سوار تھے جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا تھا، آپ کے تین بیٹے اور ہر ایک کی زوجہ اور نوح علیہ السلام خود اور آپ کی ایک زوجہ گھر کے یہ آٹھ افراد تھے اور ستر افراد اور تھے جنہوں نے ایمان قبول کیا تھا، اس طرح کشتی میں سوار ہونے والوں کی کل تعداد اٹھہتر (78) تھی ۔ علامہ آلوسی نے آپ کے بغیر اناسی آدمی یعنی بہتر اور سات آپ کے قبیلے کے اور ایک آپ خود اس طرح کل اسی آدمی تھے ، اس روایت کو زیادہ صحیح قرار دیا۔

(تفسیر روح المعانی)

خیال رہے کہ نوح علیہ السلام کی ایک زوجہ اور ایک بیٹا کنعان کافر تھے جو غرق ہو گئے تھے ان کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا۔

کشتی کو دیکھ کر قوم کا مزاح کرنا:

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی بنا رہے تھے تو قوم آپ سے پوچھتی تھی اسے کیا کرو گے تو آپ فرماتے یہ سیلاب میں کام آئے گی۔ یہ سن کر قوم مزاح اڑاتی کہ اس علاقے میں پانی کا کوئی دریا نہیں تو اتنی بڑی کشتی بنانا کہ یہ پانی میں کام آئے گی؟ (معاذ اللہ) یہ تو سراسر حماقت ہے۔

کبھی کہتے پہلے تو تم نبوت کا دعوی کر رہے تھے اب بڑھئی بن گئے ہو اس طرح وہ تمسخر اڑا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طریقے کو ذکر فرمایا

﴿ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا

marfat.com

Marfat.com

کشتی کا چلنا اور منزل پر پہنچنا:

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی دس رجب کو چلی اور دس محرم کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہو گئی کشتی چھ ماہ مسلسل طوفان میں رہی دس محرم کو طوفان سے نجات ملنے پر حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم نے روزہ رکھا۔

﴿فصام نوح علیہ السلام وامر جمیع من معه من الوحش والدواب فصاموا شکرًا لله﴾

نوح علیہ السلام نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنے ساتھ تمام لوگوں اور وحشی جانوروں اور دوسرے جانوروں کو بھی حکم دیا سب نے اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا۔

سبحان اللہ! نبی کی عظمت کو جانور تو جانتے ہیں بے وقوف لوگ نہ جانیں تو اپنی بد بختی کا ماتم کریں۔

فائدہ: مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ کا ایک مرتبہ یہودی لوگوں سے گذر ہوا جنہوں نے عاشورا کے دن روزہ رکھا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ روزہ کیوں رکھا ہوا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور فرعون کو غرق کیا اور اسی دن نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ اس دن روزہ رکھوں۔ آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا۔ خیال رہے کہ عیسی علیہ السلام کی پیدائش بھی عاشورا کے دن ہی ہوئی۔

نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا غرق ہو گیا:

حضرت نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے، ان میں سے تین مومن تھے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے، جن کے نام سام، حام اور یافث تھے اور ایک آپ کا بیٹا منافق تھا جس کا نام ''کنعان'' تھا وہ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ جو غرق ہو گیا چونکہ یہ منافق تھا یعنی ظاہر طور پر مومن تھا اور در حقیقت کافر

marfat.com
Marfat.com

ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کشتی پر سوار ہو کر اللہ کا نام لینے کا حکم دے کر یہ واضح کیا کہ کشتی حقیقت میں اتنے بڑے طوفان سے نجات کا ذریعہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی اسے چلنا ہے اوراسی کے فضل سے اس نے لنگر انداز ہونا ہے ۔آپ علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ کشتی پر اعتماد نہ کرو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرو، یہ کشتی تو صرف ایک سبب ہے۔

کتنا عظیم طوفان تھا؟

جب طوفان کی ابتداء تنور سے ہو چکی تو آسمانوں کو پانی برسانے اور زمین کو چشموں سے پانی نکالنے کا حکم دے دیا گیا ،آسمانوں اور زمین کے پانی نے مل کر ایک عظیم ہولناک منظر پیش کیا ،اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴾
(پ ۲۷ سورت قمر ۱۱، ۱۲)

ہم نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہادی (یعنی زمین سے چشمے جاری کر کے زور سے پانی بہادیا) تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔

زمین و آسمان کے پانیوں نے مل کر اتنی شدید طغیانی برپا کر دی کہ موجیں جب اٹھتیں تو بہت بڑے بلند پہاڑوں کی طرح نظر آتیں ۔ رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ﴾
(پ ۱۲ سورت ھود ۴۲)

اور وہ (کشتی) انہیں لئے جا رہی تھی ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موجوں کی بلندی اس وقت ہوتی ہے جب ہوا بھی تیز اور شدید ہو اس سے پتہ چلتا ہے کہ شدید بارشوں اور زمین کے پانی چھوڑنے کے ساتھ شدید آندھیاں بھی چل رہی تھیں جن سے اٹھنے والی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے باتیں کر رہی تھیں۔

(از کبیر ج ۱۷ ص ۲۳۰)

marfat.com

Marfat.com

مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن عرض کی اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہو جاؤں گا۔

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان منافق تھا آپ کے سامنے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتا تھا اگر وہ اپنا کفر ظاہر کر دیتا تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی نجات کی التجا نہ کرتے۔

(مدارك التنزيل ص ٢٥٤)

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ آپ کے گھر والوں کو نجات حاصل ہو گی تو اسی لئے آپ نے اپنے بیٹے کے متعلق عرض کیا اور وہ بھی اس کی منافقت کی وجہ سے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اس کے عمل اچھے نہیں یعنی وہ کافر ہے پہلے مرتبہ قربت دینی کا ہے اگر یہ حاصل ہو تو رشتہ کی قربت کا بھی فائدہ ہو گا ورنہ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

تنبیہ: حضرت محمد بن علی باقر اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کنعان نوح کی زوجہ کا بیٹا کسی اور خاوند سے تھا آپ کا اپنا بیٹا نہیں تھا حضرت علی مرتضٰی سے مروی ہے کہ آپ پڑھتے تھے ﴿وَنَادٰی نُوحٌ ابْنَهَا﴾ نوح علیہ السلام نے اپنی زوجہ کے بیٹے کو آواز دی کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔

حضرت قتادہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی وہ آپ کا بیٹا نہیں تھا ۔ تو وہ کہتے ہیں میں نے کہا یہ کیسے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے کلام کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿ ان ابنی من اھلی ﴾ بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں سے ہے۔

حضرت حسن بصری نے جواب دیا کہ یہ تو میرے قول کی تائید ہے کہ نوح علیہ السلام نے کہا میرا بیٹا میری اھل سے ہے آپ نے یہ تو نہیں کہا کہ ﴿ ان ابنی منی ﴾ یعنی میرا بیٹا جو میرا ہی ہے۔

(تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۳۱ زیر آیت ونادیٰ نوح ابنه﴾

نوح علیہ السلام کی ایک زوجہ بھی غرق ہو گئی:

حضرت نوح علیہ السلام کی ایک زوجہ جس کا نام " والھة " تھا یہ کافرہ تھی اور لوگوں کو بھی کہا

marfat.com

Marfat.com

تھا اور کافروں سے ملا ہوا تھا۔ اس کے غرق ہونے کے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔

﴿ وَنَادٰی نُوْحٌ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ قَالَ سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ، قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ، وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۴۲، ۴۳)

اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے پر تھا اے میرے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچائے گا (نوح علیہ السلام نے کہا) آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور ان کے درمیان موج حائل ہو گئی تو وہ ڈوبنے والوں میں رہ گیا۔

نوح علیہ السلام کا یہ بیٹا گھوڑے پر سوار تھا، اترا رہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنے آپ کو بچالوں گا، نوح علیہ السلام اسے کہہ رہے تھے کہ آج اللہ کے عذاب سے اس کے رحم کرنے کے بغیر کوئی بچ نہیں سکے گا ۔ یہی مکالمہ ان دونوں کے درمیان چل رہا تھا کہ طوفان کی اٹھنے والی موجیں ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئیں اور "کنعان" غرق ہو گیا۔

نوح علیہ السلام کی بیٹے کے حق میں التجاء :

﴿ وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ، قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ، فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ، اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ، قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ، وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۴۵، ۴۷)

نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ

marfat.com

Marfat.com

کشتی جانور غرق ہو گئے اور غرق ہونا عاقل بالغ کافروں کے لئے تو عذاب تھا اور ان کے علاوہ دوسرے غرق ہونے والوں کے لئے عذاب نہیں تھا۔

(صاوی حاشیہ جلالین ص ۱۸۳)

حدیث شریف میں آیا ہے:

"اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان فیھم ثم بعثوا علی اعمالھم"
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳)

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو سب اچھے اور برے اس عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر جب اٹھائے جائیں گے تو ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا یعنی نیک لوگوں کو دنیا میں عذاب ذلت کے لئے نہیں ہوگا اسی لئے وہ اپنے اچھے اعمال کے مطابق ہی قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

کشتی جودی پہاڑ پر کیوں رکی؟

تمام پہاڑ اپنی اپنی بلندیوں پر تکبر کر رہے تھے اور اترا رہے تھا لیکن جودی پہاڑ اللہ کے حضور اپنی عاجزی ہی کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ تکریم عطا فرمائی کہ نوح علیہ السلام کی کشتی اس پر آکر ٹھہری۔

﴿من تواضع للہ سبحانہ رفعہ﴾ (روح المعانی ج ۷ ص ۶۲)

جس نے عاجزی کی اللہ تعالیٰ نے اسے رفعت عطا کی

خیال رہے جودی پہاڑ موصل یا شام کے علاقہ میں ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ پانی حرم شریف میں داخل نہیں ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

کرتی تھی (معاذاللہ) نوح مجنون (دیوانہ) ہے اسکی بات نہ مانا کرو ۔ وہ بھی غرق ہو گئی۔

تفسیر جلالین میں ﴿الامن سبق علیه القول﴾ کے قول کے ماتحت آپ کے بیٹے کنعان اور آپ کی زوجہ دونوں کا ذکر ہے یعنی یہ دونوں کافر تھے اور غرق ہو گئے۔

(روح المعانی ج ۱٤ ص ۱۹۲)

تنبیہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کئی حضرات نے روایت بیان کی
" مازنت امراة نبی قط " کسی نبی کی کوئی عورت کبھی زانیہ نہیں تھی۔

اشرس نے اسی حدیث کی سند کو نبی کریم ﷺ تک پہنچا کر مرفوع قرار دیا۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ انبیائے کرام کی عورتیں زانیہ تو نہیں تھیں البتہ کسی سے کفر سرزد ہونے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ بدکاری کو ہر زمانے میں برا سمجھا جاتا رہا اور لوگوں کی طبائع اس سے متنفر رہیں، اسلئے نبی کی بیوی میں ایسا فعل پایا جائے تو نبی میں نقص اور عیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو عیوب اور نقائص سے پاک پیدا فرمایا لیکن کفر کو کافر لوگ اپنا حق مذہب سمجھتے تھے اسلئے کفر ان کے نزدیک عیب کی بجائے کمال سمجھا جاتا تھا لہذا کفر انبیاء کرام کی بیویوں میں بھی پایا جا سکتا ہے ۔

(روح المعانی ج ۱٤ ص ۱۹۲)

طوفان کی انتہا :

﴿ وَقِيْلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِىْ مَاءَكِ وَيَاسَمَاءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ٤۳)

اور حکم فرمایا گیا اے زمین اپنا پانی نگل دے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

یعنی جب کافروں کے غرق ہونے کا کام مکمل ہو گیا تو طوفان کو ختم کر دیا گیا بارش روک دی زمین کو حکم دیا گیا کہ اب جو پانی تیرے اوپر ہے اسے اپنے اندر جذب کر لے۔

صرف وہی لوگ یا جانور بچے جو کشتی میں سوار تھے ، باقی تمام انسان چوپائے پرندے اور دوسرے

marfat.com
Marfat.com

علیه الصلوة والسلام " لم ازل انقل من اصلاب الطاهر الی ارحام الطاهرات "

اہل سنت کے کثیر اہل علم کا اسی پر اعتماد ہے کہ بے شک آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا اہل سنت کے جم غفیر کی دلیل یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء اجداد میں کوئی بھی کافر نہیں تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ کفار و مشرکین تو پاک کبھی نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ﴾ (پ ۱۰ سورہ توبہ ۲۸)

بے شک مشرک تو ناپاک لوگ ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد میں " طاہر " کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے آباء واجداد بدکاری سے پاک تھے ۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" وتخصيص الطهار ة بالطهارة من السفاح لا دليل عليه يعول عليه والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب "

طہارت کو زنا سے پاک ہونے کے ساتھ خاص کرنا دعوی بغیر دلیل کے ہے، اس پر کوئی ایسی دلیل نہیں جو قابل اعتماد ہو، لحاظ عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ اسباب کی خصوصیات کا۔

الفاظ کی عمومیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ مراد مطلق ہر طرح کی پاکیزگی ہے کفر اور بدکاری ہر طرح سے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں ہی حضور ﷺ منتقل ہوتے رہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے قول کو شیعہ کی طرف منسوب کیا تھا اس کا بھی رد پیش کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

﴿ والقول بان ذالك قول الشيعة كما ادعاه الامام الرازی ناشئ من قلة التتبع ﴾

اس قول کو شیعہ کی طرف منسوب کرنا جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منسوب کر دیا ہے یہ حقیقت میں غور و فکر کم کرنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اگر توجہ کی جاتی تو ایسا نہ ہوتا۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابراہیم و اسماعیل و اسحاق

علیہم الصلاۃ والتسلیم

حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ کا نام حضرت سارہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل کی والدہ کا نام حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب :

آپ تارخ ابن ناخور کے فرزند ہیں آپ کا نام ابراھیم اور آپ کا لقب ابو الضیفان (بہت بڑے مہمان نواز) ہے ۔ آپ کا نسب یہ ہے : ابراھیم ابن تارخ ابن ناخور ابن ساروع ابن رعو ابن تاتع ابن عابر ابن شالح ابن ارفحشذ ابن سام بن نوح ۔

(تفسیر حقانی)

آپ کی پیدائش طوفان کی سترہ سو نو سال بعد اور عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار تین سو سال پہلے شہر بابل کے قریب قصبہ "کونی" میں ہوئی۔

(تفسیر عزیزی)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ آپ کی پیدائش امواز کے علاقہ میں سوس کے مقام پر ہوئی۔

(تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۶۳۰)

تنبیہ : "آزر" ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے آپ کے باپ کا نام "تارخ" ہے۔

علامہ محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" والذی عول علیه الجم الغفیر من اهل السنة ان آزر لم یکن والد ابراهیم علیه السلام وادعوا انه لیس فی آباء النبی ﷺ کافر اصلا لقوله

marfat.com
Marfat.com

جن محققین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی والد کافر نہیں تھا بلکہ آپ کا چچا آزر کافر تھا انہوں نے بطور دلیل ابن منذر کا قول بھی پیش کیا ہے جو اس نے اپنی تفسیر میں سند صحیح سے سلیمان بن صرد کا قول پیش کیا ہے کہ جب نمرود اور اس کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے لکڑیاں جمع کرنی شروع کیں تو ایک بوڑھی عورت بھی لکڑیاں جمع کر رہی تھی ابراہیم علیہ السلام نے جب ساری قوم کو مخالف پایا تو کہا:

﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾

جب آپ کو ان لوگوں نے آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا:

﴿یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلاَمًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ﴾ (پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۶۹)

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جب آپ پر آگ گلزار بن گئی

"فقال عمه من اجلی دفع عنه" تو آپ کا چچا کہنے لگا کہ یہ آگ میری وجہ سے ہی ابراہیم سے مندفع ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آگ کے ایک چنگارے کو اس کی طرف بھیجا جو اس کے قدموں پر گرا اور اسے جلا کر رکھ دیا۔

اس روایت میں واضح طور پر "عمه" کے الفاظ موجود ہیں جن سے واضح ہو رہا ہے کہ "آزر" آپ کا چچا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کا مختصر واقعہ اور آزر کے چچا ہونے پر شاندار دلیل:

محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے مروی ہے کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ اپنے چچا آزر کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مر گیا اس کے مر جانے کے بعد آپ پر واضح ہو گیا کہ وہ تو حالت کفر میں مر گیا ہے کافر تو اللہ کا دشمن ہے اس کے لئے تو دعا کرنے کا کوئی مقصد نہیں تو آپ نے اس کے لئے دعائے مغفرت چھوڑ دی اور اس سے بیزاری اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

﴿وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَھَا اِیَّاہُ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف الحاوی للفتاوٰی میں ایک رسالہ "مسالک الحنفاء فی ایمان والدی مصطفیٰ" میں اسرار التنزیل کے حوالہ سے علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی جمہور کے ساتھ ایمان کے متعلق ہی مذکور ہے۔

استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ تفسیر کبیر کے بعد کی تصنیف علامہ رازی کی اسرار التنزیل ہے اسلئے علامہ کا پہلے قول سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔

﴿واکثر ھٰؤلا ء علی ان آزر اسم لعم ابراھیم علیہ السلام ﴾.

اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔

قرآن پاک میں دادا چچا اور باپ سب پر لفظ " اب" (باپ) بولا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ آبَاءِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ ﴾

(پ ۱ سورہ بقرہ ۱۳۳)

کیا تم موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت حاضر ہوا اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ بولے ہم عبادت کریں گے تمہارے معبود اور تمہارے آباء ابراہیم اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی۔

اس آیت کریمہ میں یعقوب علیہ السلام کے والد اسحاق علیہ السلام اور چچا (تایا) اسماعیل علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام سب پر آباء کا اطلاق ہے جو "اَب" کی جمع ہے۔

محمد بن کعب قرظی نے اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا اور کہا:

"الخال والد والعم والد" ماموں باپ ہے اور چچا بھی باپ ہے۔

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا قول مبارک موجود ہے جس میں آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو "ابی" میرا باپ کہا ہے۔

"ردوا علی ابی العباس" میرے باپ عباس کو مجھ پر پیش کرو!

marfat.com

Marfat.com

اب اس سے بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ آپ نے اللہ کے جس دشمن کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیا تھا وہ آپ کا چچا آزر ہے جسے باپ سے تعبیر کیا گیا، اور اس دعا کے چھوڑنے کے کتنے عرصہ بعد بھی آپ اپنے باپ اور ماں کے لئے مغفرت کی دعا کر رہے ہیں وہ آپ کا حقیقی باپ ہے۔ اگر آزر جو کافر اور اللہ کا دشمن ہے وہی آپ کا حقیقی باپ ہے تو اس سے بیزاری کے بعد پھر اس کے لئے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے؟

(روح المعانی ج ٤ ص ١٩٥ حصه دونم زیر آیت وإذقال ابراهیم لابیه)

ابراہیم علیہ السلام کو زمین و آسمان کی ملکوت کا مشاہدہ کرایا گیا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَكَذَالِكَ نُرِىٓ إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴾

(پ ٧ سورة انعام ٧٥)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔

ملکوت کا معنی عظیم بادشاہی اور سلطنت قاہرہ یعنی آپ کو زمین و آسمان کی تمام اشیاء کا مشاہدہ کرادیا گیا یہاں تک کہ چاند، سورج، پہاڑ، درخت اور دریا تمام چیزوں کے حقائق کو آپ نے دیکھا اور تمام روئے زمین اور آسمانوں کا مشاہدہ کیا۔

" فإنه عليه السلام فرجت له السموات السبع فنظر إلىٰ ما فيهن حتى انتهى بصره إلى العرش وفرجت له الارضون السبع فنظر إلىٰ ما فيهن "

یعنی آپ علیہ السلام کو تمام نشانیاں اور تمام عجائبات دکھائے گئے، بے شک آپ پر سات آسمان منکشف کر دیئے گئے، تو آپ علیہ السلام نے آسمانوں کی جمیع اشیاء کو دیکھا یہاں تک کہ آپ کی نظر عرش الٰہی تک پہنچی، اسی طرح آپ پر سات زمینیں منکشف کر دی گئیں تو آپ نے زمیوں کی ہر چیز کو دیکھا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین و آسمان کی بادشاہیوں کا مشاہدہ کر لیا تو آپ نے ایک شخص کو

marfat.com

Marfat.com

عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنۡهُ ﴾

اور ابراہیم کا اپنے باپ (چچا آزر) کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے تعلق توڑ دیا۔

اس آیت میں " ابیہ " سے مراد آزر ہے، ابراہیم علیہ السلام نے ایک وعدہ کے پیش نظر اس کے لئے دعائے مغفرت کی کیونکہ آپ نے ایک مرتبہ آزر کو کہا تھا کہ میں اپنے رب سے تیری مغفرت کی دعا کروں گا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ آزر نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایمان لانے کا وعدہ کیا تھا۔

آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ساستغفر لک ربی میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا تو میں نے سنا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کر رہا ہے باوجودیکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے کہا تو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے؟ تو اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لئے دعا نہ کی تھی وہ بھی تو مشرک تھا۔ یہ واقعہ میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار کرنا اس کے اسلام لانے کی امید پر تھا جس کا آزر نے آپ سے وعدہ کیا تھا اور آپ نے آزر سے استغفار کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب وہ امید ختم ہو گئی تو آپ نے اس سے تعلق توڑ لیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی چھوڑ دیا۔

"آزر" آگ کے چنگارے سے مر گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد اس کے لئے کوئی دعا نہیں کی آگ کے واقعہ کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی پھر مصر میں داخل ہوئے اور ایک جابر بادشاہ کا واقعہ در پیش آیا اور حضرت ہاجرہ آپ کو ملیں پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہاجرہ اور اُس کے بیٹے اسماعیل کو کعبہ کے پاس چھوڑ دو آپ نے جب اپنے بیٹے اور زوجہ کو وہاں چھوڑا جہاں آج مکہ مکرمہ آباد ہے تو وہاں آپ نے کچھ دعائیں فرمائیں جن میں سے ایک دعا میں یہ الفاظ مبارکہ بھی ہیں۔

﴿ربنا اغفرلی ولوالدی ﴾

اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔

marfat.com

Marfat.com

مانتے ہو تو بت پرستی چھوڑ دو۔

﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يَا اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالاَ يَسْمَعُ وَلاَ يُبْصِرُ وَلاَ يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا
يَااَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَاءَ نِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ، يَااَبَتِ
لاَتَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ، يَااَبَتِ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ
يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴾

(پ ١٦ سورة مريم ٤٢ ، ٤٦)

ابراہیم نے جب اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے اور کچھ تیرے کام نہ آئے اے میرے باپ بے شک میرے پاس وہ حکم آیا جو تیرے پاس نہیں آیا تو میری تابعداری کر میں تجھے سیدھی راہ دکھاؤں اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن بے شک شیطان رحمان کا نافرمان ہے۔

ان تمام آیات میں باپ سے مراد آپ کا چچا ''آزر'' ہی ہے آپ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ جن بتوں کی تو پوجا کر رہا ہے وہ تیری عبادت کو نہیں دیکھ سکتے تیری ثناء کو نہیں سن سکتے اور بھی کسی چیز کو دیکھنا اور کسی قسم کا کلام سننا ان کی طاقت میں نہیں اور تمہاری یا کسی اور کی امداد کرنا اور کسی قسم کی مصیبت سے نجات دینا اور تمہیں بے پرواہ کرنا جب انہیں حاصل نہیں تو وہ عبادت کے لائق کبھی نہیں ہو سکتے بلکہ ان کی عبادت کرنا در حقیقت شیطان کی عبادت ہے کیونکہ اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور بتوں کی عبادت کرنا اسی کے دھوکے اور فریب کا نتیجہ ہے اس لئے تم شیطان کی عبادت چھوڑ دو کیونکہ شیطان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے وہ خود تو مردود ہو چکا ہے اور دوسروں کو بھی بھٹکانے میں ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے وہ تو چاہتا ہے کہ کوئی نہ کوئی میرے دام فریب میں پھنس کر رب تعالیٰ سے دور ہو جائے اور اس کے عذاب کا مستحق بن سکے۔

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرَاهِيْمَ ، اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُوْنَ ، قَالُوْا نَعْبُدُ
اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنَ ، قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ، اَوْيَنْفَعُوْنَكُمْ
اَوْيَضُرُّوْنَ ، قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا آبَائَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ، قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ مَاكُنْتُمْ
تَعْبُدُوْنَ اَنْتُمْ وَآبَائُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّىْ اِلاَّ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ الَّذِىْ خَلَقَنِىْ
فَهُوَ يَهْدِيْنِ ، وَالَّذِىْ يُطْعِمُنِىْ وَيَسْقِيْنِ ، وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ، وَالَّذِىْ

marfat.com

Marfat.com

گناہ کرتے ہوئے دیکھا یعنی جو کہیں دور دراز چھپ کر معصیت میں مبتلا تھا لیکن آپ نے اس کا مشاہدہ کر لیا تو آپ نے اس کے خلاف دعا فرمائی۔ رب تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا ۔ پھر آپ دوسرے آدمی کی معصیت پر مطلع ہوئے تو اس کے خلاف بھی دعا کر دی اللہ تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کر دیا ۔ پھر آپ ایک اور شخص کے گناہ پر مطلع ہوئے تو آپ نے اس کے خلاف دعا کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمادیا کہ اے ابراہیم ! آپ مستجاب الدعوات ہیں میرے بندوں کی ہلاکت کی دعا نہ کریں کیونکہ میرے بندے تین قسم کے ہیں یا تو گناہگار ہوں گے لیکن توبہ کر لیں گے اور میں ان کی توبہ قبول کروں گا یا وہ خود تو گناہگار ہی رہیں گے لیکن ان کی اولاد میں ایسے نیک لوگ ہوں گے جو زمین کو تسبیحات سے بھر دیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء تسبیح و تہلیل اتنی زیادہ کریں گے کہ ان کے فیضان سے اور لوگ بھی اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں گے یا وہ لوگ گناہوں کے حال میں ہی مر جائیں گے اور میرے قبضہ قدرت میں ہوں گے اس کے بعد میری مرضی کی بات ہے کہ میں ان کو معاف کر دوں یا سزا دوں۔

(روح المعانی ج ٤ حصہ دوم ص ١٩٧)

سبحان اللہ ! جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علم کا یہ مقام ہے تو سید الانبیاء حبیب کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم کا کیا عالم ہو گا جبکہ جمیع انبیائے کرام کا مجموعی علم نبی کریم ﷺ کے علم کے مقابل ایک قطرہ کی مثال ہے اور آپ کا علم سمندر کی مثال۔

ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستوں کا رد فرمایا :

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾
(پ ٧ سورۃ انعام ٧٤)

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو ؟ بے شک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے عرب کے مشرکین پر حجت قائم کی گئی کیونکہ ان میں سے کئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معظم جانتے تھے اور ان کی فضیلت کے معترف تھے انہیں بتایا جارہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستی سے منع فرماتے تھے اور بت پرستی کو بہت بڑا عیب اور گمراہی سمجھتے تھے اگر تم انکی عظمت کو

marfat.com

Marfat.com

چھی نہیں، اندھی تقلید کے نتائج بڑے خطرناک ہوتے ہیں، تم دنیاوی معاملات میں جب عقل و فہم کو استعمال کرتے رہتے ہو تو زندگی کے اس بنیادی مسئلہ پر سوچنے کا وقت آئے تو تم اپنی سوچ کا چراغ گم کردو، یہ تو اچھی بات نہیں۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ان اندھے بہرے بتوں کے متعلق تم جو چاہو کہتے رہو، میں انہیں اپنا دشمن اور بدخواہ سمجھ رہا ہوں، میری بندگی کا تعلق صرف اس معبود برحق کے ساتھ ہے جو کائنات کی ہر چیز کو اس کے مرتبہ کمال تک پہنچاتا ہے، اس کی ساری ضروریات بھی مہیا کرتا ہے، ان کی نشوونما کے لئے جو وسائل ضروری ہوتے ہیں ان کو بہم پہنچاتا ہے۔

ان اندھے بہرے معبودوں کے مقابلہ میں رب العالمین (ہر چیز کو مرتبہ کمال تک پہنچانے والا) کی صفت سے اللہ تعالیٰ کا تعارف، کتنا معنی خیز ہے؟ آیت میں مکرر غور فرمائیے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بت تمہارے دشمن ہیں بلکہ فرمایا یہ میرے دشمن ہیں۔ ناصح کریم کا انداز نصیحت ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ براہ راست دوسروں پر حملہ نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات سے آغاز کرتا ہے۔ اسی طرح اشارۃً کلام کرنا ظاہر کلام کرنے سے بدرجہا موثر ہے۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو توڑنا:

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر اور اپنی قوم کو کہا تم کس کی پوجا کرتے ہو۔ کیا بہتان سے اللہ کے بغیر اور خدا چاہتے ہو۔ تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر یعنی جب تم اس کے سوا دوسرے کو پوجو گے تو کیا وہ تمہیں بے عذاب چھوڑ دے گا۔ باوجودیکہ تم جانتے ہو کہ وہی منعم حقیقی مستحق عبادت ہے۔

اس قوم کا سالانہ ایک میلہ لگتا تھا۔ جنگل میں جاتے تھے اور شام تک وہاں لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے واپسی کے وقت بت خانہ میں آتے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کی مذمت بیان کی تو انہوں نے کہا کل ہماری عید ہے۔ جنگل میں میلہ لگے گا۔ ہم نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلہ سے واپس ہو کر تبرک کے طور پر کھائیں گے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے

marfat.com
Marfat.com

یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۷۰، ۸۱)

اور ان پر ابراہیم کی خبر پڑھو جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو ؟بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر ان کی پوجا میں منہمک رہتے ہیں پھر فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو یا تمہارا کچھ بھلا برا کرتے ہیں بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو جنہیں پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بے شک وہ سب میرے دشمن ہیں مگر پروردگار عالم وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہی مجھے ہدایت دے گا اور وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

ان آیات کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر کیا جارہا ہے کیونکہ آپ قریش کے جد اعلیٰ اور کعبہ کی بانی تھے قریش کو ان کی نسل ہونے پر بڑا ناز تھا اسلئے ان کے سامنے آپ کے عقائد بیان فرمائے جارہے ہیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِّ اعلیٰ کہنے والے اور اس نسبت پر فخر کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب اکبر پر بھی ایمان لائیں، جس طرح آپ کا دامن کفر و شرک کی آلائشوں سے بالکل پاک تھا اسی طرح یہ بھی اپنے داغوں کو دور کر کے توحید خالص اختیار کریں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں: ''لابیه'' سے مراد ''آزر'' ہے جو آپ کا چچا تھا کیونکہ اسی نے آپ کی پرورش کی تھی اس لئے باپ کہا گیا : ''ای آزر سماه الله اباً لکونه عمًّا ومربّیاً له''

(مظہری)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سمجھانے کا کتنا پیارا انداز ہے ؟ان سے ہی ان کے معبودوں کی بے بسی کا اعتراف کرایا جارہا ہے جب وہ ان باتوں کا انکار نہ کر سکے کیونکہ ان کے بت سننے نفع و نقصان پہنچانے سے قاصر تھے تو یہ کہہ کر اپنا دفاع کرنے لگے کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے تھے اس لئے ہم تو ان کے طریقے سے ہٹنے کے لئے کسی وقت بھی تیار نہیں۔

آپ علیہ السلام نے محبت بھرے طریقہ سے انہیں سمجھاتے ہیں کہ نادان نہ بنو ، بے جاضدا

marfat.com

Marfat.com

آپ نے انکے ٹکڑے کر کے چورا کر دیا۔ سوائے ایک کے جوان سب سے بڑا تھا کہ شائد وہ اس سے کچھ پوچھیں۔

قوم کو وہاں ہی پتہ چل گیا تھا کہ ہمارے بتوں کو توڑ دیا گیا ہے۔ ﴿فَاَقْبَلُوْا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ﴾ تو وہ جلدی سے اس کی ظرف متوجہ ہوئے۔

﴿ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهٗ لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ ، قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗ إِبْرَاهِيْمُ ، قَالُوْا فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ، قَالُوْا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِآلِهَتِنَا يَآإِبْرَاهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَاسْئَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ فَرَجَعُوْا إِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا إِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظَّالِمُوْنَ ، ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُؤُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاهٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ ، قَالَ أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَايَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ، أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

(پ ۱۷ ، سورۃ انبیاء ۵۹ ، ۶۷)

انہوں نے کہا کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا بے شک وہ ظالم ہے ان میں سے کچھ بولے ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے سنا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں وہ کہنے لگے۔ تو اسے لوگوں کے سامنے لاؤ شائد وہ گواہی دیں، انہوں نے کہا : کیا تم نے ہمارے خداؤں کی ساتھ یہ کام کیا اے ابراہیم؟ آپ نے فرمایا: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا، توان سے پوچھو اگر بولتے ہیں ؟ تو انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور بولے بے شک تم ہی ظالم ہو پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گرے کہ تمہیں خوب معلوم ہے یہ بولتے نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر، جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں ؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام بتوں کو توڑ پھوڑ کر چکنا چور کر دیا سوائے بڑے بت کے آپ نے بسولا اس کے کندھے پر رکھ دیا جب قوم کے لوگ واپس آئے تو کہنے لگے ہمارے خداؤں کو کسی نے توڑ دیا ہے کیسے بے عقل لوگ تھے جن کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ جو بت اپنے آپ کو نہیں بچا سکے وہ ہماری کیا امداد کریں گے ؟

marfat.com

Marfat.com

میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف اٹھاتے ہیں۔ جب وہ میلے کا دن آیا تو آپ کو چلنے کے لئے کہا گیا تو آپ کے جواب کو قرآن مجید میں بایں الفاظ فرمایا گیا: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ﴾
(پ ۲۳ سورۃ صافات ۸۸، ۸۹)

اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں۔

آپ نے ستاروں کو ایسے دیکھا جیسے ستاروں کا حساب لگانے والے دیکھتے ہیں۔ قوم چونکہ ستاروں کے حساب کی بہت معتقد تھی انہوں نے یہ سمجھا کہ شائد آپ نے ستاروں سے حساب لگا کر یہ سمجھا ہے کہ آپ بیمار ہونے والے ہیں۔ اس طرح قوم آپ کو چھوڑ کر اپنے میلہ پر چلی گئی۔

آپ علیہ السلام نے کئی لوگوں کے سامنے یہ واضح طور پر کہہ دیا تھا۔
﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ﴾
(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۵۷)

اور مجھے اللہ کی قسم ہے! میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا اس کے بعد جب تم پیٹھ پھیر جاؤ گے۔

جب قوم اپنے میلہ پر چلی گئی تو آپ نے موقع کو غنیمت سمجھا کہ اب اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کا سنہری وقت آگیا ہے آپ نے چپکے سے بت خانہ کا رخ کیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ قوم ان کے پاس طرح طرح کے کھانے رکھ کر گئی ہے کہ واپس آکر کھائیں گے اور بتوں کی پوجا کریں گے۔ تو آپ نے بتوں کے قریب جا کر کہا: اَلَا تَاْكُلُوْنَ؟ تم کھاتے کیوں نہیں؟ آپ علیہ السلام کے اس ارشاد پر جب بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو پھر آپ نے انہیں کہا: ﴿مَالَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ﴾ تمہیں کیا ہوا تم بولتے کیوں نہیں ہو؟

وہ بے جان پتھر کی مورتیاں تھیں ان کی طرف سے کیا جواب آنا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ بت کھانے کے قابل نہیں، بولنے کی ان میں طاقت نہیں، اپنے ہی ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھروں سے بے جان بت ہیں۔ تو آپ نے ان کو مارنا شروع کر دیا۔
(پ ۲۳ ع ۷)

﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ﴾
(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۵۸)

marfat.com

Marfat.com

وہ حدیث جس سے بعض غیر اسلامی لوگوں نے سمجھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معاذاللہ تین جھوٹ بولے اس کی وضاحت کی جاتی ہے تا کہ یہ سمجھ آسکے کہ حدیث پاک کا اصل مطلب کیا ہے اگر حدیث پاک کا ترجمہ ہی صحیح کر دیا جائے تو سمجھ آسکتا ہے کہ مطلب کیا ہے وہ حدیث پاک یہ ہے۔

" عن ابی هريرة قال قال رسول الله لم يكذب ابراهيم (عليه السلام) الا ثلاث كذبات ثنتين منهن فی ذات الله عزوجل قوله [انی سقيم] وقوله [بل فعله كبيرهم هذا] وقال بينا هو ذات يوم وسارة اذ اتی علی جبار من الجبابرة فقيل له ان ههنا رجلا معه امرأة من أحسن الناس فأرسل اليه فسأله عنها من هذه ؟ قال اختی ، فاتی سارة فقال لها ان هذ ا الجبار ان يعلم انك امراتی يغلبنی عليك فان سألك فاخبريه انك اختی فی الاسلام ليس علی وجه الارض مؤمن غيری وغيرك فارسل اليها فأتی بها قام ابراهيم يصلی فلما دخلت عليه ذهب يتناولها بيده فاخذ و يردی فغظ حتی ركض برجله فقال ادعی الله لی ولا اضرك فدعت الله فأطلق ثم تناولها الثانية فاخذ مثلها او اشد فقال ادعی الله لی ولا اضرك فدعت الله فأطلق فدعا بعض حجبته فقال انك لم تأتنی بانسان إنما أتيتنی بشيطان فاخدمها هاجر فاتته وهو قائم يصلی فأومأ بيده ميهم ، قالت رد الله كيد الكافر فی نحره واخدم هاجر قال ابو هريرة تلك امكم يا بنی ماء السماء "

(بخاری ، مسلم ، مشکوٰة باب بدء الخلق و ذكر الانبياء عليهم السلام)

حضرت ابو ھریرہ سے مروی ہے آپ نے کہا نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوائے تین باتوں کے کوئی ایسی بات نہیں کی جس کو لوگوں نے جھوٹ سمجھا ہو ان تین میں سے دو کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

ایک آپ کا قول ﴿انی سقیم﴾ میں بیمار ہونے والا ہوں۔

دوسرا آپ کا قول ﴿بل فعله کبیرهم﴾ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا۔

اور ان میں سے تیسرا قول : (جب آپ فلسطین کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو اس دوران) ایک دن آپ اور آپ کی زوجہ کا ایسی جگہ سے گذر ہوا جہاں ایک جابر ظالم شخص

marfat.com

Marfat.com

ان کے اس سوال پر کہ ہمارے خداؤں سے یہ سلوک کس نے کیا ان لوگوں نے بتایا جن کے سامنے ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں تمہارے خداؤں سے کچھ نہ کچھ برا سلوک ضرور کروں گا" کہ یہ کام ابراہیم نے ہی کیا ہوگا کیونکہ وہ ہمارے خداؤں کی برائیاں بیان کرتا تھا۔

اب وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کو سامنے لاؤ تا کہ اس پر گواہیاں قائم کر کے مقدمہ قائم کیا جاسکے جب ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کام تم نے کیا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ بسولا تمہارے بڑے بت کے کندھے پر ہے اسی نے یہ کیا ہوگا اپنے ان خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں تو بتائیں گے۔

آپ کے اس حکیمانہ جواب پر کچھ دیر کے لئے تو وہ سوچنے لگے کہ ابراہیم حق پر ہیں اور ہم ہی بے وقوف ہیں کہ ایسے خداؤں کی پوجا کر رہے ہیں جو اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکے یہ حقیقت ہے کہ ہم اس معاملہ میں اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں لیکن کچھ دیر بعد ان پر پھر بد بختی سوار ہو گئی کہنے لگے ہم ان سے پوچھیں یہ تو بولتے ہی نہیں اس طرح وہ اپنی گمراہی پر قائم رہے۔

اعتراض :

قوم جب میلہ پر جانے لگی تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی تو آپ نے فرمایا : ﴿انی سقیم﴾ میں بیمار ہوں۔ حالانکہ آپ بیمار نہیں تھے۔ یہ تو (معاذاللہ) جھوٹ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بت توڑ دیئے ، قوم نے پوچھا تو آپ نے فرمایا : ﴿ بل فعله کبیرهم﴾ یہ کام تو ان کے بڑے نے کیا ہے حالانکہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو نہیں توڑا تھا تو آپ نے یہ کیسے کہہ دیا ؟ یہ بھی معاذاللہ جھوٹ نظر آتا ہے اور حدیث شریف میں بھی آپ کے تین جھوٹوں کا ذکر ملتا ہے ان تین میں سے دو یہی ہیں جن کا ذکر کیا گیا۔

جواب :

جھوٹ بولنے والا نبی نہیں ہو سکتا جھوٹ گناہ کبیرہ ہے انبیائے کرام قبل از نبوت اور بعد از نبوت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

مکر کو اسی کے سینہ پر لوٹا دیا یعنی وہ ذلیل ہوا اس نے مجھے ہاجرہ بطور خادمہ دی۔

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا : اے اہل عرب یہ (ہاجرہ) تمہاری ماں ہے ۔

تشریح حدیث :

" قال عیاض الصحیح ان الکذب لا یقع منھم مطلقا واما الکذبات المذکورۃ فانما ھی بالنسبۃ الی فھم السامع لکونھا فی صورۃ الکذب واما فی نفس الامر فلیست کذبات "

(مرقاۃ المفاتیح)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا : انبیائے کرام سے مطلقاً جھوٹ ثابت نہیں ہو سکتا لیکن یہ جھوٹ جن کا ذکر کیا گیا ہے یہ سننے والے کی طرف منسوب ہیں جن کو سننے والے نے جھوٹ سمجھا اس لئے کہ بظاہر جھوٹ نظر آتے ہیں حالانکہ حقیقت میں جھوٹ نہیں تھے، لہٰذا نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہوگا کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مرتبہ اس طرح کلام فرمایا کہ لوگوں نے اسے جھوٹ سمجھا ان تین مرتبہ کے علاوہ آپ نے کوئی ایسا کلام نہیں فرمایا جس کو لوگوں نے بھی جھوٹ سمجھا ہو۔

پہلا ارشاد گرامی ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾

آپ کے اس ارشاد گرامی کا مطلب پہلے تفصیلاً بیان ہو گیا کہ قوم نے آپ کو میلہ میں شرکت کی دعوت دی تو آپ نے ستاروں کو دیکھ کر فرمایا ﴿انی سقیم﴾ یعنی میں بیمار ہونے والا ہوں ۔آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کل ہی بیمار ہونے والا ہوں بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی تو ضرور بیمار ہوتا ہے آپ نے معنی دور والا لیا اور لوگوں نے قریب والا سمجھا یہ "توریہ" کہلاتا ہے، جو جائز ہے۔

دوسری وجہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں

" فقال انی سقیم القلب لما فیہ من الغیظ باتخاذکم النجوم الھۃ وبعبادتکم الاصنام "

(مرقاۃ المفاتیح)

marfat.com

Marfat.com

مسلط تھااس کو لوگوں نے بتایا یہاں ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ حسین ہے۔ اس ظالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنا قاصد بھیجا کہ وہ ان سے پوچھے یہ تمہارے ساتھ عورت کون ہے؟اس کے سوال پر آپ نے فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ پھر آپ حضرت سارہ کے پاس آئے ان کو کہا اگر اس ظالم کو پتہ چل گیا کہ تم میری زوجہ ہو تو وہ جبراً تمہیں مجھ سے چھین لے گا ۔اگر وہ تم سے سوال کرے تم اس کو خبر دینا کہ تم میری بہن ہو ؛اسلئے کہ اسلام میں تم میری بہن ہو کیونکہ روئے زمین پر میرے اور تمہارے بغیر کوئی مومن نہیں۔ اس ظالم نے حضرت سارہ کے پاس قاصد بھیج کر ان کو اپنے پاس بلا لیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر نماز ادا کرنی شروع فرما دی حضرت سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں اس نے آپ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن وہ اللہ کی گرفت میں آگیا۔ پاگلوں کی طرح ہو گیا اس کا گلا گھونٹ گیا، منہ سے جھاگ بہنے لگی، ایڑیاں رگڑنے لگا ۔اس نے حضرت سارہ کو کہا تم میرے لئے دعا کرو میں تمہیں تکلیف نہ پہنچاؤں گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ ٹھیک ہو گیا اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن وہ پہلے کی طرح رب تعالیٰ کی گرفت میں آگیا بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ اس نے پھر حضرت سارہ سے دعا کرنے کی درخواست کی ،آپ نے پھر دعا کی جب وہ ٹھیک ہو گیا پھر اس نے اپنے دربان کو بلایا اور کہا: تم میرے پاس کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ کسی جن کو لے آئے ہو، اس ظالم نے آپ کو حضرت ہاجرہ بطور خادمہ دے کر واپس لوٹا دیا۔

[مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر نعیمی میں تحریر کیا ہے حضرت ہاجرہ روم کے بادشاہ کی بیٹی تھیں ان سے بھی اس ظالم کا انجام ایسا ہی ہوا تھا اس لئے اس نے کہا ان دونوں کو یہاں سے نکال دو یہ دونوں انسان نہیں بلکہ جن ہیں۔]

حضرت سارہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں آپ نماز ادا فرما رہے تھے آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیسا حال ہے؟ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے کافر کے

marfat.com

Marfat.com

دوسری وجہ :

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ بتوں کو مزین کیا ہوا ہے اور ان کو قوم نے بڑا برگزیدہ سمجھا ہوا ہے تو آپ کو غصہ آیا اور یہ دیکھ کر غصہ اور زیادہ شدید ہو گیا کہ لوگوں نے بڑے بت کو زیادہ مزین کیا ہوا ہے اور اس کی زیادہ تعظیم کرتے ہیں جب اس بڑے بت کو دیکھ کر غصہ زیادہ ہوا تو سب بتوں کو توڑ دیا۔

" فاسند الفعل اليه لانه هو السبب فى استهانته بها وحطمه لها والفعل کمایسند الی مباشره یسند الی حامله "

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فعل کو بت کی طرف اسلئے منسوب کیا کہ وہ ان کو توڑنے اور ذلت کا سبب بنا کیونکہ اس کو دیکھ کر آپ کو زیادہ غصہ آیا تھا جس طرح کام کرنے والے کی طرف فعل منسوب ہوتا ہے اسی طرح کام پر ابھارنے والے کی طرف بھی منسوب ہوتا ہے۔

تیسری وجہ :

آپ نے ان کے مذہب کے مطابق کلام کیا کہ تم جب اس کو خدا سمجھتے ہو تو پھر یہ کام اس نے کیا ہوگا۔

" فان من حق من یعبد ویدعی الها ان یقدر علی هذا او اشد منه "

یعنی جس کو تم عبادت کا مستحق سمجھتے ہو کہ یہ ہمارا معبود ہے وہ یہ کام کرنے پر قادر ہونا چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ قدرت اسے ہونی چاہیئے۔ مقصد ان کو سمجھانا تھا کہ جب تم یہ نہیں مانتے کہ اس نے بتوں کو توڑا ہے کیونکہ یہ توڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ معبود کیسے بن سکتا ہے۔

چوتھی وجہ :

یہاں کچھ عبارت غیر مذکور ہے اصل عبارت اس طرح ہے

" فعله من فعله و کبیرهم هذا "

جس نے کرنا تھا اس نے کر دیا یہ ان کا بڑا ہے اس سے پوچھ لو۔

marfat.com

Marfat.com

آپ نے فرمایا میرا دل بیمار ہے اس لئے کہ مجھے بہت غصہ ہے کہ تم نے ستاروں کو خدا بنا رکھا ہے یا اس لئے مجھے غصہ ہے کہ تم نے بتوں کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے اس غصہ کی وجہ سے ذہنی پریشانی میرے دل کے بیمار ہونے کا سبب ہے۔ یعنی آپ کی بات صداقت پر مبنی تھی کہ میں قلبی طور پر بیمار ہوں لیکن لوگ اس کو نہ سمجھ سکے۔

دوسرا ارشاد: ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ﴾

قوم جب میلے پر چلی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام بتوں کو توڑ دیا اور کلہاڑا یا بسولا ان کے بڑے بت ...... یعنی جس کو وہ بڑا خدا سمجھتے تھے اس ...... کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب وہ قوم واپس آئی تو ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے ہمارے خداؤں سے یہ زیادتی کس نے کی ہے؟ جب بعض لوگوں نے کہا یہ ابراہیم نے کیا ہوگا۔ آپ کو بلا کر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا بل فعله کبیرهم جس کا عام معنی ذہنوں میں یہ آتا ہے کہ آپ نے کہا یہ اس بڑے بت نے کیا ہے یعنی اس نے توڑا ہے اور لوگوں نے اپنی سمجھ کے مطابق جھوٹ سمجھا حالانکہ اس کا مطلب ہی یہ نہیں۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مختلف مطالب بیان کئے ہیں کہ اس کا اصل مطلب کیا ہے؟

پہلی وجہ:

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام اس بت نے کیا ہے بلکہ آپ نے اس سے مراد اپنی ذات لی آپ کا یہ کلام تعریض پر مبنی تھا یعنی کلام کرنے والا اور مراد لے رہا ہو سننے والا اور سمجھے۔ یہ کلام اس طرح ہے جس طرح ایک شخص لکھنے کا ماہر ہو وہ ایک نفیس خط لکھے دوسرا شخص جو لکھنا نہیں جانتا وہ ماہر خط سے پوچھے کیا یہ تم نے لکھا ہے؟ اور وہ اس کے جواب میں کہے: بل کتبته انت، بلکہ تم نے لکھا ہے یہ الزاماً اس کو خاموش کرنا ہے۔ یعنی اس جملہ سے اس شخص کی نفی کی جارہی ہے جو قادر نہیں اور جو شخص قادر ہے اس کے لئے ثابت کرنا ہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت کی طرف منسوب کر کے یہ واضح کیا کہ یہ کام اسی نے کیا ہے جو یہ کام کرنے پر قادر ہے، وہ کیسے کر سکتا ہے جو یہ کام کرنے پر قادر ہی نہیں؟

marfat.com

Marfat.com

والے نہ سمجھ سکے اور انہوں نے اپنے باطل گمان میں جھوٹ سمجھا۔

انبیاء کرام کو جھوٹا کہنے سے راویوں کو جھوٹا کہنا بہتر ہے :

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

" اضافة الكذب الى رواته اولى من ان يضاف الى الانبياء الكرام "

اگر ایسی کوئی روایت ہو جس سے انبیائے کرام کا جھوٹا ہونا ثابت ہو رہا ہو اور اس روایت کی کوئی تاویل نہ ہو سکے جس سے انبیائے کرام کی صداقت ثابت ہو سکے تو اس صورت میں راویوں کو جھوٹا کہا جا سکتا ہے لیکن انبیائے کرام کو جھوٹا کہنا محال ہو گا۔ ایسی صورت میں روایت کو رد کر دیا جائے گا لیکن انبیائے کرام کی شان میں کوئی فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔

(از تفسیر کبیر)

آپ کا تیسرا ارشاد :

حضرت سارہ کے متعلق آپ نے فرمایا : "ھذہ اختی" یہ میری بہن ہے۔ اس کی وجہ حدیث پاک میں خود ہی واضح ہے کہ آپ نے یہ مراد نہیں لیا کہ یہ میری نسبی بہن ہے بلکہ آپ نے حضرت سارہ کو کہا انت اختی فی الاسلام تم اسلام میں میری بہن ہو اسلئے کہ اخوۃ اسلامی کے لحاظ پر باپ بیٹا بھی بھائی بھائی ہیں۔ ماں بیٹا بھی بھائی بہن ہیں ؛ اسی طرح خاوند بیوی بھی ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں۔

بتوں کو توڑنے پر ابراہیم علیہ السلام کو سزا :

ابراہیم علیہ السلام نے جب کفار کے بناوٹی خداؤں کو تباہ کر دیا اور دلائل میں بھی ان پر غلبہ حاصل کر لیا تو انہوں نے آپ سے انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا اور سب سزاؤں سے سخت سزا تجویز کی یعنی یہ کہ آپ کو آگ میں جلا دیا جائے حالانکہ آگ کا عذاب صرف اللہ تعالیٰ دے سکتا ہے بندے کے لئے جائز نہیں کہ کسی کو آگ کا عذاب دے لیکن نمرود اور اس کی قوم نے آپ کو جلانے کی سزا دی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا

marfat.com

Marfat.com

گویا اس بیان کا مقصد ہی یہ تھا کہ میں نے یہ کام کر دیا ہے اپنے بڑے خدا سے پوچھو اگر یہ بولنے کی طاقت رکھتا ہے اس میں بھی ان کو تبلیغ تھی کہ یہ تمہارا خدا تو یہ بھی نہیں بتا سکتا یہ کام کس نے کیا ہے۔

پانچویں وجہ : "کبیرھم" پر وقف ہے اور "ھذا" سے پھر کلام کی ابتدا ہے ، معنی یہ ہے کہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے یہ تمہارا خدا ہے اس سے پوچھ لو اگر بولتا ہے۔

" ادعی نفسه لان الانسان اکبر من کل صنم "

اس سے مراد آپ نے اپنی ذات لی ہے کیونکہ انسان تمام بتوں سے بڑا ہے مقصد یہ تھا کہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے وہ بڑا میں ہی ہوں کیونکہ میں انسان ہوں اور تمہارے خداؤں سے بڑا ہوں انسان کے مقابل ان بتوں کی کیا حیثیت ہے۔

چھٹی وجہ :

کلام میں تقدیم و تاخیر ہے گویا کہ اصل معنوی لحاظ پر اس طرح ہے۔

﴿ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ فَاسْئَلُوْهُمْ ﴾

آپ نے فرمایا ان کے اس بڑے نے کیا ہے اگر یہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔

" فتکون اضافة الفعل الی کبیرھم مشروطا بکونھم ناطقین فلما لم یکونوا ناطقین امتنع ان یکونوا فاعلین "

فعل کی اضافت ان کے بڑے بت کی طرف مشروط طور پر ہے اگر یہ بولتے ہیں تو ان کے بڑے نے کیا ہے جب وہ بولتے ہی نہیں تو یہ کام ان کے بڑے بت نے نہیں کیا۔

ساتویں وجہ :

ایک قرات میں ہے "فعلّه کبیرھم" آیا ہے اس کے مطابق معنی یہ ہوگا فلعل الفاعل کبیرھم شائد یہ کام کرنے والا ان کا بڑا ہوگا۔

ان بیان کردہ وجوہ سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام صداقت پر مبنی تھا اگرچہ سننے

marfat.com

Marfat.com

بنانی شروع کردی جب باڑہ تیار ہو گیا تو پھر لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں ہر قسم کی لکڑیاں چالیس دن تک وہ سب لوگ جمع کرتے رہے یہاں تک کہ اگر کوئی بوڑھی عورت بیمار ہو جاتی تو وہ بھی کہتی اگر مجھے اس بیماری سے شفا حاصل ہو گئی تو میں بھی ابراہیم کو جلانے کے لئے لکڑیاں لاؤں گی۔

وہ کیسی آگ تھی؟

جب تمام لوگوں نے مل کر چالیس دن تک محنت کر کے کثیر مقدار میں لکڑیاں جمع کر لیں تو آگ جلا دی گئی آگ کے شعلے آسمانوں سے باتیں کرنے لگے اتنی عظیم اور شدید آگ تھی کہ اس کے اوپر سے فضا میں بھی کوئی پرندہ نہیں اڑ سکتا تھا۔

آگ میں ڈالنے کے لئے شیطان کی راہنمائی:

جب آگ بہت زیادہ شعلہ زن ہو گئی اس کی حرارت اتنے دور دور تک پھیل گئی کہ آگ کے قریب جانا کسی انسان کی طاقت میں نہ رہا تو وہ کفار حیران و پریشان ہو گئے کہ سب محنت ضائع جاتی ہے کیونکہ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کیسے ڈالا جائے تو شیطان نے آکر ان کی راہنمائی کی کہ ایک منجنیق تیار کی جائے اور ابراہیم کو رسیوں سے جکڑ کر منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینک دیا جائے خیال رہے سب سے پہلے دنیا میں یہی منجنیق تیار ہوئی بعد میں اسی کو جنگوں میں استعمال کیا جاتا رہا اور منجنیق کے ذریعے پتھروں کو گولوں کی طرح پھینکا جاتا تھا۔

زمین و آسمان کی مخلوق کی فریاد:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب رسیوں سے باندھ کر منجنیق میں رکھا گیا تو سوائے جنوں اور انسانوں کے اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان کی ساری مخلوق چلا اٹھی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرنے لگی اے مولائے کائنات زمین میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اور نہیں جو تیری عبادت کرے اے اللہ آج وہ تیرا نام لینے کی وجہ سے جلایا جا رہا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

﴿ قَالُوا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۹۷)

وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

یعنی اردگرد بہت بڑی دیوار بنا کر اس کے درمیان آگ جلا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔

﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا آلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِیْنَ ﴾

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۶۸)

بولے اس کو جلادو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کرنا ہے۔

ذرا غور کریں کتنے بے وقوف لوگ تھے کہ یہ بھی نہیں سمجھ رہے تھے کہ جن بتوں کی ہم امداد کر رہے ہیں اور وہ خود اپنی امداد کچھ نہ کر سکے وہ خدا بننے کے قابل کیسے؟

ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ:

آپ علیہ السلام کو آگ میں جلانے کے لئے جو چاردیواری بنائی گئی اس کی مقدار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی کہ اس کی بلندی تیس ذراع (پینتالیس فٹ) اور چوڑائی بیس ذراع (تیس فٹ) اور طول تیس ذراع (پینتالیس فٹ)۔

(تفسیر کبیر زیر آیت فقالو ابنوا لہ بنیانا ج ۲۶ ص ۱۵۰)

آگ میں ڈالنے کا مشورہ دینے والا:

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مجاہد کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کا سب سے پہلے مشورہ دینے والا کون تھا؟ میں نے کہا مجھے تو علم نہیں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ فارس کے دیہات میں رہنے والا شخص تھا جس کا نام "اکراد" تھا بعض جگہ اس کا نام اکراد بن عطیۃ مکمل طور پر ذکر ہے نام کے متعلق دو قول اور بھی ہیں ایک قول کے مطابق نام ھیون ہے اور دوسرے کے مطابق ھدیر ہے۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا ہے اور قیامت تک دھنستا چلا جائے گا۔

آپ کو جلانے سے پہلے قید کر دیا گیا۔ انہوں نے پھر آگ جلانے کے لئے چاردیواری باڑہ کی طرح

marfat.com

Marfat.com

کہ غیر اللہ سے امداد طلب کرنا جائز نہیں، اگر جائز ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام فرشتوں سے امداد طلب کرتے ۔ کاش ! ان لوگوں کو یہ سمجھ آجائے کہ انبیاء کرام کا مقام ملائکہ سے بلند ہے انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنے سے کم مراتب والوں سے امداد طلب کریں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کی طرح عام انسان توکل کیسے کر سکتا ہے ؟ وہ تو اللہ تعالیٰ سے بھی سوال نہیں کرتے کہ وہ خود ہی جانتا ہے مجھے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

چھپکلی کا آگ کو پھونکیں دینا :

"ویروی ان الوزغ کان ینفخ فی النار وقد جاء ذالك فی روایة البخاری"

بخاری کی روایت میں آیا ہوا ہے کہ چھپکلی آگ میں پھونکیں دیتی تھی۔

مسلم شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے چھپکلی کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو فویسق (بری چیز) کے نام سے تعبیر فرمایا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ چھپکلی کو پہلی ہی ضرب سے قتل کرنے میں زیادہ ثواب ہے اور دوسری ضرب میں قتل کرنے میں اس سے کم ثواب ہے اور تیسری ضرب میں قتل کرنے کا اس سے کم ثواب ہے ۔

(از مسلم ج ۲ ص ۲٤٤)

ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں عجیب منظر :

ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے امداد لینے کا انکار کر دیا اللہ تعالیٰ سے بھی سوال نہ کیا کہ آگ میں جانے سے پہلے ہی مجھے بچالے بس صرف ایک بات مد نظر تھی کہ رب تعالیٰ جس پر راضی ہے میں بھی اسی پر راضی ہوں۔

کافروں نے جب آپ کو باندھ کر منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ نے یہ الفاظ مبارکہ پڑھے :

"لا اله الا انت سبحانك لك الحمد ولك الملك لا شريك لك"

تیرے بغیر کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے سب تعریفیں تیرے لئے ہی ہیں سب

marfat.com

Marfat.com

زمین و آسمان کے فرشتے، جانور، وحوش وطیور سبھی یہ ماجرا دیکھ کر حیران و پریشان ہیں ۔رب تعالیٰ کی حکمت سے بے خبر تھے ،سوچ رہے تھے اب کیا ہوگا ؟ اللہ کا نام لینے والا تو آج جل جائے گا اب زمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کون ہوگا ؟

فرشتوں نے آپکی امداد کرنے کی اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی :

زمین و آسمان کے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اے اللہ ہمیں اجازت فرما کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت عطا فرمادی کہ اگر وہ تم سے امداد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو تم ان کی امداد کرو اور اگر وہ میرے بغیر کسی اور سے امداد نہیں حاصل کرتے تو میں انہیں زیادہ جانتا ہوں میں ہی ان کا ولی ہوں، ان کا معاملہ مجھ پر ہی چھوڑ دو بے شک وہ میرے خلیل ہیں۔ اس وقت تمام روئے زمین پر ان کے بغیر اور میرا کوئی خلیل نہیں اور میں ہی ان کا معبود ہوں میرے بغیر ان کو کوئی معبود نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ پر توکل :

ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہواؤں پر مقرر فرشتہ آیا اور وہ فرشتہ بھی حاضر ہوا جو پانیوں پر مقرر تھا ان دونوں نے عرض کیا آپ ہمیں اجازت فرمائیں کہ ہم آگ کو ختم کردیں آپ نے فرمایا مجھے تمہاری امداد کی کوئی ضرورت نہیں :

﴿حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾

میرا اللہ مجھے کافی اور وہی بہتر کارساز ہے۔

آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ آپ کو میری امداد کی ضرورت ہو تو میں آپ کی امداد کروں آپ نے فرمایا: مجھے تمہاری امداد کی کوئی ضرورت نہیں۔ جبرائیل نے کہا اچھا تو پھر اپنے رب تعالیٰ سے ہی سوال کرلو تو آپ نے فرمایا:

"حسبی من سوالی علمه بحالی"

وہ میرے حال کو جانتا ہے سوال کے بغیر ہی مجھے کافی ہے۔

سبحان اللہ ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ پر کتنا بھروسہ ہے ؟ یہ تو کہہ دیا جاتا ہے

marfat.com
Marfat.com

اور میں نے عیش و عشرت کی اتنی پوری زندگی میں مجھے عیش حاصل نہ ہو سکی۔

اللہ تعالیٰ نے سایہ پر مقرر فرشتے کو ابراہیم علیہ السلام کی ہی شکل میں ان پر بھیجا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تاکہ وہ اس سے انس حاصل کریں اکیلے ہونے کی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو آپ کے پاس جبرائیل جنت میں سے ایک ریشمی قمیص لائے اور کہا اے ابراہیم بے شک آپ کو رب کہتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے محبوبوں کو آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

نمرود کا ابراہیم علیہ السلام کو باغ میں دیکھنا :

نمرود نے اپنے محل کی بلندی سے دیکھا تو ابراہیم کو ایک باغ میں بیٹھے ہوئے پایا اور ایک شخص (فرشتے) کو بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا اور آپ کے اردگرد لکڑیوں کو جلتے ہوئے آگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھ کر آپ کو پکارنے لگا اے ابراہیم کیا تم اس آگ سے نکل سکتے ہو ؟ آپ نے فرمایا ہاں نکل سکتا ہوں اس نے کہا : اٹھو اور نکل آؤ۔ (ممکن ہے اس نے یہ سمجھا ہو کہ جب نکلیں گے تو باہر جلتی ہوئی آگ سے گذریں گے تو جل جائیں گے) ابراہیم علیہ السلام اٹھے اور چلتے چلتے آگ سے نکل آئے ۔ آپ علیہ السلام سے نمرود نے پوچھا کہ تمہارے پاس تمہاری ہی شکل کا دوسرا آدمی کون تھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ سایہ پر مقرر فرشتہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے میرے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ مجھے اکیلے ہونے سے کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہ ہو بلکہ میں اس سے انس حاصل کر سکوں۔

نمرود رب کی قدرت کا اقرار کرنے کے باوجود گمراہ رہا :

نمرود نے کہا جب میں نے تمہارے رب کی عزت و قدرت کو دیکھا تو میں نے نذر مانی کہ میں تمہارے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے قربانی کروں گا اسلئے میں تمہارے رب کے حضور چار ہزار گائے کی قربانی پیش کر رہا ہوں ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم اپنے دین پر قائم ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی کو قبول نہیں کرے گا۔

اس نے کہا میں اپنی بادشاہی کو تو نہیں چھوڑ سکتا البتہ قربانی ضرور کروں گا اس نے اپنی نذر کے

marfat.com

Marfat.com

چیزیں تیری ہی ملک میں ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ۔

کافروں نے آپ کو آگ میں پھینک دیا، اللہ تعالیٰ نے آگ کو فرمایا :

﴿ یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیمَ ﴾

اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا۔

اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈی ہو جانے کے ساتھ ساتھ سلامتی کا حکم بھی دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام کو کسی قسم کا بھی نقصان نہ ہو۔

مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مذکور ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آگ کو سلاما کا حکم نہ دیتا تو آگ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ آپ سردی سے وفات پا جاتے۔

روایات میں آتا ہے جب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ باہر باہر جلتی رہی لیکن اس کی حرارت ابراہیم علیہ السلام تک نہ پہنچ سکی بلکہ آگ کے اندر ایک باغ بنا دیا گیا۔

یعنی جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو فرشتوں نے آپ کو پہلوؤں سے پکڑ کر ایک جگہ زمین میں بٹھا دیا جہاں ایک میٹھے پانی کا چشمہ تھا اور اردگرد گلاب نرگس اور چنبیلی کے پودے اور پھول اپنا حسین و جمیل منظر پیش کر رہے تھے۔ آگ نے صرف ان رسیوں کو جلایا جن سے آپ کو باندھا گیا اور ان کے جلنے سے بھی آپ کو کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں ہوا۔

خیال رہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا ہونے کا حکم دیا گیا اس وقت دنیا میں کوئی ایسی آگ نہیں تھی جو بجھ نہ گئی ہو یعنی دنیا کی تمام آگیں ایک مرتبہ بجھ گئی تھیں۔

ابراہیم علیہ السلام آگ میں کتنے دن رہے ؟

منہال بن عمرو سے مروی ہے وہ کہتے ہیں مجھے یہ خبر دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں چالیس یا پچاس دن رہے ، حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں آگ میں رہنے کے دنوں میں جتنا خوش رہا

marfat.com

Marfat.com

حق تو یہ ہے کہ تم خود سیدھی راہ پر آجاؤ کیا تم مجھے راہ راست سے بھٹکانا چاہتے ہو یہ نا ممکن ہے۔

﴿ فَلَمَّا رَاَی الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴾

(پ ۷ سورۃ انعام ۷۷)

پھر جب چاند چمکتا دیکھا بولے : اسے میرا رب بتاتے ہو ؟ جب وہ بھی ڈوب گیا کہا اگر میرا رب ہدایت نہ کرتا تو میں انہی گمراہوں میں ہوتا۔

یعنی یہ چاند بھی کسی کے حکم کا تابع ہے اس کی چمک دمک بھی کبھی ایک علاقہ پر کبھی دوسرے پر یعنی ایک وقت میں ایک علاقہ کو چمکا رہا ہے تو دوسرا اس کی روشنی سے محروم ہے تو ایسی چیز جو خود ہی ایک حال پر نہ رہ سکے وہ کیسے معبود بن سکتی ہے۔

یہ تو مجھ پر اللہ کا فیضان ہے جس نے مجھے سیدھی راہ پر چلا کر اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دی ورنہ جس قوم میں ہر طرف باطل راہ پر چلنے والے ہی نظر آتے ہوں وہاں ایک فرد کا حق پر قائم رہنا کیسے ممکن تھا ؟

سورج پرستوں نے آپ کو سورج کی عبادت کی دعوت دی کہ یہ تو بہت ہی روشن ہے یہ تو یقیناً بڑا خدا بننے کے قابل ہے آپ نے ان کا بھی رد کر دیا کہ میں شرک پر قائم رہنے کی کسی کو جب اجازت نہیں دیتا تو مجھ سے شرک کی امید رکھنا تمہاری حماقت ہے۔

﴿ فَلَمَّا رَاَی الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾

(پ ۷ سورۃ انعام ۷۸)

پھر جب سورج جگمگاتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

آپ نے جب سورج کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو قوم کو کہا کہ اسے میرا رب کہتے ہو سب سے بڑا سمجھ کر اسے بڑا خدا مانتے ہو یہ بھی تو کبھی ایک علاقہ کو جگمگا رہا ہے اور دوسرے کو اندھیرے میں رکھتا ہے جب

marfat.com

Marfat.com

مطابق چار ہزار گائے ذبح کر دیں اور آئندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سزا نہ دینے کا ارادہ کر لیا البتہ وہ اپنے کفر پر ہی قائم رہا ایمان اس کو نصیب نہ ہو سکا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب کفار نے دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا تو انہوں نے کہا کہ ابراہیم نے آگ پر جادو کر دیا ہے انہوں نے تجربہ کرنے کے لئے ایک بوڑھے کو آگ میں ڈالا تو آگ نے اسے جھلس کر رکھ دیا۔

(تفسیر کبیر وروح المعانی زیر آیت یا نار کونی بردا)

ابراہیم علیہ السلام نے تمام باطل معبودوں کا رد کیا:

ابراہیم علیہ السلام جس قوم میں تشریف لائے اس میں کچھ لوگ بت پرست تھے اور کچھ ستارہ پرست اور کچھ چاند پرست اور کچھ سورج پرست بلکہ نمرود کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ آپ نے بتوں کے معبود ہونے کو دلائل سے باطل کیا قوم نے جب دلائل سے کوئی فائدہ نہ حاصل کیا تو آپ نے بتوں کو توڑ کر اپنی پریشانی کو دور کر کے اپنے دل کو تسلی دی۔

ستارہ پرست آپ کو بھی ستاروں کو پوجا کی دعوت دینے لگے آپ نے ان کا بھی رد فرمایا کہ یہ ستارے معبود بننے کے قابل نہیں۔

﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾
(پ ۷ سورۃ انعام ۷۶)

پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے مجھے خوش نہیں آتے ڈوبنے والے۔

یعنی یہ تو خود کسی نظام قدرت کے پابند ہیں ان میں معبود بننے کی صلاحیت نہیں میری توجہ اور محبت کا مرکز تو صرف مالک الملک خالق کائنات وحدہ لا شریک لہ ہے میں تو ان ستاروں سے محبت نہیں کرتا اور نہ ہی ان کو کسی معاملہ میں موثر حقیقی مانتا ہوں جب ان سے محبت ہی نہیں تو ان کی عبادت کو کیسے میں اچھا سمجھ سکتا ہوں۔

چاند پرستوں نے آپ کو چاند کی عبادت کی دعوت دی آپ نے ان کا بھی رد کر دیا کہ تم تو گمراہ ہو

marfat.com

Marfat.com

marfat.com

Marfat.com

تمام روئے زمین کے چار بادشاہ :

جن کو کل دنیا کی بادشاہت حاصل رہی ہو وہ صرف چار شخص ہیں، دو مسلمان اور دو کافر :
ایک حضرت سلیمان علیہ السلام
دوسرے حضرت سکندر ذوالقرین علیہ السلام
تیسرا نمرود اور چوتھا شداد بن عاد جس کا نام بخت نصر تھا۔

"شداد" نے ہی رب تعالیٰ کے مقابل اپنی خدائی کا دعوی کرتے ہوئے عدن کے جنگلات میں اپنی جنت بنوائی تھی ۔ جنت جب تیار ہوئی تو دیکھنے کے لئے گیا، ابھی اس کے گھوڑے نے اپنے دونوں پاؤں کو اس کی مصنوعی جنت میں رکھا ہی تھا کہ عزرائیل کو حکم ہوا کہ اس کی روح قبض کرلو۔

(از تفسیر عزیزی، وروح البیان)

ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ کب ہوا؟

کبیر اور روح المعانی میں دو قول نقل کئے گئے ہیں ایک یہ کہ بتوں کے توڑنے کے بعد اور آگ میں ڈالنے سے پہلے اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ جب آگ سے باہر تشریف لائے تو اس وقت یہ مناظرہ ہوا مناظرہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارا رب کون سا ہے جس کی میں عبادت کروں۔

ابراہیم علیہ السلام کی رب کے متعلق دلیل :

﴿ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ﴾

(پ ۳ سورۃ بقرۃ ۲۵۸)

جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ زندہ کرتا اور مارتا ہے ۔

یعنی اجسام میں موت وحیات کو پیدا کرتا ہے۔ ایک خدا کو نہ پہچاننے والے کے لئے یہ بہترین ہدایت تھی اور اس میں بتایا گیا تھا کہ خود تیری زندگی رب کے وجود کی شہادت دے رہی ہے کہ تو ایک بے جان نطفہ تھا جس نے اس نطفہ کو انسانی صورت دی اور حیات عطا فرمائی وہ رب ہے اور زندگی کے بعد پھر

marfat.com
Marfat.com

دوسرے علاقہ کو روشن کرتا ہے تو پہلے علاقہ کو تاریکی میں ڈبادیتا ہے۔ بھلاوہ چیز جو خود اپنے محور میں گھومنے کے لئے کسی کے حکم کی پابند ہو خدا بن سکتی ہے؟ نہیں نہیں، یہ خدا کبھی بھی نہیں بن سکتی۔ اے میری قوم اللہ تعالیٰ سے شریک ٹھہرانا چھوڑ دو، میں تو پہلے ہی بیزار ہوں مجھ سے تمہاری یہ توقع کہ " میں بھی تمہارے ساتھ معبودانِ باطلہ کو ماننے میں شریک ہو جاؤں گا" بے سود ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میری توجہ کا مرکز تو صرف زمین و آسمان کا خالق ہے میں اس کے ساتھ اور کوئی شریک ٹھہراؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں کوئی مشرک تو نہیں۔

قوم نے آپ کو باطل معبودوں کی مخالفت سے ڈرانے کی کوشش کی کہ یہ تمہیں نقصان پہنچائیں گے ان کی مخالفت سے باز آجاؤ آپ نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا۔

﴿وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ﴾ (پ ۷ سورۃ انعام ۸۰)

جن کو تم (اللہ کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہو مجھے ان سے کوئی ڈر نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ :

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾

(پ ۳ سورۃ بقرہ ۲۵۸)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی۔

اس سے مراد اس وقت کا بادشاہ ہے جس کا نام نمرود ابن کنعان ابن سنجاریب ہے یہ ہی پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج پہنا اور رعایا پر ظلم وستم کیا خدائی کا دعویٰ کیا سارے جہان کی بادشاہت اس کو ملی اس کی کل عمر آٹھ سو برس تھی چار سو سال اپنی بادشاہی کے رعب و دبدبہ میں گذارے اور چار سو برس مچھر نے اسے کاٹا جو ناک کے راستے اس کے دماغ میں گھس گیا تھا وہ اپنے سر پر جوتے لگواتا رہا اس نے اللہ تعالیٰ کو مقابلہ کرنے کے لئے بلند قلعہ بنوایا تھا اس کا دارالخلافہ بابل میں تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، روح المعانی، خازن، روح البیان)

marfat.com

Marfat.com

وہ کافر رب کی طرف سے حیران کر دیا گیا ورنہ اس میں بھی وہ کج بحثی (ٹیڑھی بحث) اس طرح کر سکتا تھا کہ سورج کو مشرق سے تو میں لاتا ہوں تم اپنے خدا سے کہو کہ وہ مغرب سے لائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے مبہوت کر کے لاجواب کر دیا ، وہ اس طرح ذلیل ہوا۔

جب اس سے کوئی جواب نہ بن سکا تو کہنے لگا میرے پاس تمہارے لئے کوئی غلہ نہیں تم اپنے رب سے مانگو وہی تمہیں غلہ دے جس کی تم عبادت کرتے ہو۔

ریت غلہ بن گئی :

ابراہیم علیہ السلام اس سے واپس لوٹتے ہوئے راستہ میں ریت کے ٹیلے پر گذرے وہاں سے ایک تھیلے میں ریت بھر کر مکان پر پہنچے تھیلا رکھ کر سو گئے آپ کی زوجہ حضرت سارہ نے اسے کھولا تو اس میں نہایت نفیس گندم تھی آپ نے اسے پیس کر روٹیاں تیار کیں جب حضرت ابراہیم جاگے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے پوچھا کہ یہ گندم کہاں سے آئی ہے تو آپ کی زوجہ نے عرض کیا وہی جو آپ تھیلا بھر کر لائے ہیں تو آپ سمجھ گئے کہ رب تعالیٰ نے مجھے رزق دیا ہے۔

نمرود ایک مرتبہ پھر ایمان لانے سے محروم :

اللہ تعالیٰ نے ظالم نمرود کے پاس انسانی شکل میں ایک فرشتہ بھیجا جس نے آکر کہا : تیرا رب کہتا ہے تو مجھ پر ایمان لا ، ہم تیری سلطنت برقرار رکھیں گے۔ وہ بولا رب تو میں ہی ہوں میرا رب کون ہے ؟ تین دفعہ یہ واقعہ درپیش آیا لیکن وہ ایمان لانے سے محروم رہا۔

نمرود اور اسکی قوم کا انجام :

نمرود کی قوم پر مچھروں کا عذاب بھیجا گیا ، مچھروں کی زیادتی کا یہ حال تھا کہ ان سے سورج چھپ گیا تھا، زمین پر دھوپ نہ آتی تھی، مچھروں نے ان کے خون چوس لئے، گوشت چاٹ لئے، سوائے نمرود کے باقی سب کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئیں۔ نمرود دیکھتا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا، پھر ایک مچھر اس کی ناک کے

marfat.com

Marfat.com

اجسام کو جو موت دیتا ہے وہ پروردگار ہے اس کی قدرت کی شہادت خود تیری اپنی موت وحیات میں موجود ہے اس کے وجود سے بے خبر رہنا کمال جہالت وسفاہت اور انتہائی بدنصیبی ہے۔

یہ دلیل ایسی زبردست تھی کہ اس کا جواب نمرود سے نہ بن پڑا اور اس خیال سے کہ مجمع کے سامنے اس کو لاجواب اور شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے تو اس نے کج بحثی (ٹیڑھی بحث) اختیار کی۔

﴿ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ﴾ (پ۳ / سورۃ بقرۃ ۲۵۸)

بولا میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔

نمرود نے دو شخصوں کو بلایا ان میں سے ایک کو قتل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کر کے چھوڑ دیتا ہوں اسے زندہ کرتا ہوں اور کسی کو قتل کر کے مار دیتا ہوں۔ یہ اس کی نہایت احمقانہ بات تھی ، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا؟ اور کہاں موت وحیات پیدا کرنا؟ قتل کیئے ہوئے شخص کو زندہ کرنے سے عاجز رہنا اور بجائے اس کے زندہ کے چھوڑنے کو یہ کہنا کہ میں زندہ کرتا ہوں اس کی ذلت کے لئے کافی تھا۔ عقلمندوں پر تو ظاہر ہو گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل قوی اور قطعی ہے۔ اس کا جواب ممکن نہیں۔

نمرود نے جو دلیل قائم کی تھی اس میں دعویٰ بھی پایا گیا تھا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس پر مناظرانہ گرفت فرمائی کہ اے جھوٹے مدعی الوھیت موت وحیات پیدا کرنا تیری قدرت میں کہاں بلکہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اس سے آسان کام کر کے دکھا۔

﴿ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

(پ۳ / سورۃ بقرۃ ۲۵۸)

ابراہیم نے فرمایا بے شک اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تو اس کو مغرب سے لے آ تو ہوش اڑ گئے کافر کے۔ اور اللہ راہ نہیں دکھاتا ظالموں کو۔

marfat.com

Marfat.com

پاک ہوتا ہے البتہ سوال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ کسی کو بھی یہ کہنے کا حق حاصل نہ ہو کہ تم نے تو مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا نہیں تمہارے علم پر کیسے یقین کیا جائے۔

دوسری وجہ :

آپ یہ جاننا چاہتے تھے کہ میرا مرتبہ اللہ کے نزدیک کیا ہے اور میری دعا کی قبولیت کا کیا مقام ہے اس صورت میں اولم تومن کا مطلب یہ ہوگا کیا تمہیں یقین نہیں تمہارا مرتبہ میرے نزدیک عظیم ہے تم میرے پسندیدہ ہو اور تم میرے خلیل ہو۔

تیسری وجہ :

آپ کو پہلے بھی شک نہیں تھا آپ نے سوال اسلئے کیا تاکہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی ہو جائے کیونکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اسلئے کہ عین الیقین مشاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے لیکن علم الیقین میں مشاہدہ ضرورت نہیں۔

چوتھی وجہ :

جب آپ نے مشرکین پر یہ دلیل قائم فرمائی ﴿ربی الذی یحی ویمیت﴾ میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے ۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے اللہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے ؟ یعنی ان کو میرے سامنے زندہ کر میں دیکھوں تاکہ میری دلیل کافروں پر ظاہر ہو جائے۔

(شرح نووی علی المسلم ، ج ۱ کتاب الایمان باب زیادۃ طمانینۃ القلب)

اعتراض : حدیث شریف میں تو آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ہم ابراہیم علیہ السلام سے شک کرنے میں زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے مردوں کو زندہ کرنے کا سوال شک کی وجہ سے کیا تھا یعنی آپ کو یقین نہیں تھا۔

جواب : حدیث پاک کے ترجمہ اور سمجھنے میں لوگ غلطی کرتے ہیں حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں

marfat.com

Marfat.com

ذریعے دماغ میں گھس گیا اور چار سو سال تک مغز کاٹتا رہا ، جب اوپر سے دھمک پہنچتی تو کاٹنا چھوڑ دیتا ورنہ کاٹتا؛ چنانچہ دن رات اس کے سر پر جوتے اور تھپڑ پڑتے رہتے تھے۔ اب اس کے دربار کا ادب یہ تھا کہ جو آئے اس کے سر پر جوتا رسید کرے۔ اس سے پہلے چار سو سال بہت آرام سے سلطنت کی اور چار سو برس پٹتا رہا پھر بہزار ذلت مرا ، اسکی عمر آٹھ سو سال سے کچھ ہی زیادہ ہوئی۔

(ماخوذاز خزائن العرفان ، خازن ، نعیمی)

ابراہیم علیہ السلام نے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھنا چاہا :

﴿ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ﴾

(سورۃ بقرۃ ۲۶۰ ، پ۳)

اور جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھادے تو کیونکر مردے زندہ کرے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کیا یقین کیوں نہیں مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

ابراہیم علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کرنے کا سوال کیوں کیا ؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سترہ وجوہ بیان فرمائی ہیں ، لیکن علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے چار کے متعلق بیان فرمایا کہ یہ ظاہر اور واضح ہیں اور باقی وجوہ غیر ظاہر ہیں۔

پہلی وجہ :

آپ کو پہلے علم استدلالی حاصل تھا اب آپ مردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے تاکہ علم ضروری بدیہی بھی حاصل ہو جائے۔ اسلئے کہ امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ علم استدلالی میں کبھی شکوک واقع ہوتے ہیں لیکن علم ضروری شکوک سے پاک ہوتا ہے جو علم مشاہدہ سے عیاناً حاصل ہو وہ ضروری ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ خود نبی کے لئے علم استدلالی یا ضروری میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ نبی کا علم شک سے

marfat.com

Marfat.com

مردوں کو زندہ کرنے میں انبیائے کرام علیہم السلام سے شک واقع ہو سکتا تو بنسبت ابراہیم علیہ السلام کے شک کرنے میں میں زیادہ حق رکھتا اور تحقیق تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ مجھے مردوں کو زندہ کرنے میں کوئی شک نہیں تمہیں یقیناً اس امر کا بھی علم ہونا چاہیے کہ بے شک ابراہیم علیہ السلام کو اس میں کوئی شک نہیں تھا۔

خیال رہے اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت بیان کی اور عجز وانکساری سے اپنے آپ کو ان سے کم مرتبہ بیان کیا ورنہ دوسرے مقام پر حقیقت بیان کرتے ہوئے تمام کائنات پر اپنی فضیلت بھی بیان کی ہے۔

مردے زندہ ہوتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو دکھا دیئے :

﴿ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾

(پ۳ / سورۃ بقرۃ ۲۶۰)

فرمایا: اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ مانوس کر لو پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس چلتے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے اور جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے یعنی مور، گدھ (ایک روایت میں گدھ کی جگہ کبوتر کا ذکر ہے) کوا اور مرغ اپنے ساتھ پہلے مانوس کئے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کے ٹکڑے کئے اور ان کے گوشت اور ہڈیاں وغیرہ کو خلط ملط کر کے چار پہاڑوں پر ان کو رکھ دیا۔

پھر آپ نے انہیں پکارا:

اے جدا جدا ہڈیو! اے متفرق گوشت کے ٹکڑو ! اے کاٹی ہوئی رگو !ایک دوسرے سے مل جاؤ ! تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری روحوں کو تم میں لوٹا دے ۔

یہ سن کر ہڈیاں اپنی دوسری ہڈیوں کی طرف چلیں یعنی ہر پرندے کی اپنی اپنی ہڈیاں ایک دوسری سے مل گئیں۔ پر دوسرے پروں سے جا ملے۔ گوشت کے ٹکڑے دوسرے گوشت کے ٹکڑوں سے ملنے لگے

marfat.com
Marfat.com

جو معترضین پیش کرتے ہیں حدیث پاک کے ترجمہ اور وضاحت کی طرف توجہ کریں مطلب خود واضح ہو جائے گا۔

" عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال نحن احق بالشك من ابراهیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تومن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی "

(مسلم ج ۱ کتاب الایمان باب زیادة طمانینة القلب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا ہوتا تو ہم بنسبت ابراہیم علیہ السلام کے شک کرنے کا زیادہ حق رکھتے۔ جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے رب مجھے دکھادے تو مردے کس طرح زندہ فرمائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔

اس حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے میں شک کیا تھا اور ہمیں ان کی نسبت زیادہ شک ہے بلکہ اس حدیث پاک کا ترجمہ جو بیان کیا ہے اسی سے مطلب واضح ہو رہا ہے تاہم زیادتی وضاحت کے لئے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کی شرح بیان کی ہے اس سے ایک قول بیان کیا جا رہا ہے، آپ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد :

﴿ نحن احق بالشک من ابراهیم ﴾ کے معنی بیان کرنے میں علماء کے بہت اقوال ہیں لیکن سب سے حسین اور صحیح قول وہ ہے جو امام ابو ابراہیم مزنی اور علماء کی کئی جماعتوں نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

" معناه ان الشك مستحیل فی حق ابراهیم فان الشك فی احیاء الموتی لو کان متطرقا الی الانبیاء لکنت انا احق به من ابراهیم وقد علمتم انی لم اشك فاعلموا ان ابراهیم لم یشك "

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا شک کرنا محال ہے اگر اللہ تعالیٰ کے

marfat.com

Marfat.com

تمام جانداروں سے پرندوں کا انتخاب کیوں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار پرندے مانوس کرنے کا حکم دیا اور حیوانوں کا حکم نہیں دیا اسکی کیا وجہ ہے؟ اسکی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ پرندوں کو اللہ تعالیٰ نے فضا میں اڑنے اور ہوا میں بلند ہونے کی طاقت عطا فرمائی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی علو مرتبت یعنی مراتب کی بلندی اور ملکوت تک پہنچنے کی ہمت عطا فرمائی ہے اسلئے پرندوں کو ذبح کرنے اور گوشت کو ملا جلا کر رکھنے کا حکم دیا تاکہ آپ کا معجزہ آپ کے مراتب کے مشابہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب پرندوں کو ذبح کر دیا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ملا جلا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دیا۔ پھر ان کو بلایا تو تمام ٹکڑے ملے جلے گوشت سے جدا ہو کر اپنے اپنے ٹکڑوں سے مل گئے۔ قیامت کے دن بھی اسی طرح تمام بکھرے ہوئے ذرات جمع ہو جائیں گے اور ان سے بدن معرض وجود میں آئیں گے، ان کی روحیں ان سے مل جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی اسکی تائید کر رہا ہے۔

﴿ خُشَّعاً اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴾
(پ۲۷/ سورۃ قمر ۷)

"نیچی آنکھیں کئے ہوئے قبروں سے نکلیں گے گویا وہ ٹڈی ہیں پھیلی ہوئی"
(تفسیر کبیر)

چار کا حکم دینے کی وجہ:

ابراہیم علیہ السلام نے صرف مردہ کو زندہ ہوتے ہوئے دیکھنے کی درخواست کی لیکن مالک الملک نے کہا: اے میرے خلیل تم نے تو اپنی عبودیت کے پیش نظر ایک مردہ کو زندہ ہوتے دیکھنا چاہا لیکن میں اپنی ربوبیت کی وجہ سے تمہیں چار مردہ کو زندہ کر کے دکھاتا ہوں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ حیوانات وغیرہ عناصر اربعۃ یعنی آگ، مٹی، پانی، ہوا سے مرکب ہیں۔ اس لئے چار کو ذبح کرنے کا حکم دیا کہ میں جس طرح ان چار کو زندہ کر رہا ہوں ایسے ہی تمام عناصر اربعہ کے

marfat.com

Marfat.com

یہاں تک کہ خون خون سے مل گیا۔

اس طرح آپ دیکھ رہے تھے کہ آپ کے سامنے مردوں کو زندہ کر کے آپ کو **عین الیقین** کا مرتبہ عطا کر دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے ابراہیم تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ بیشک میں نے زمین کو پیدا کیا ہے اس میں چار قسم کی ہوائیں قائم کی ہیں۔

(۱) شمالی جانب سے چلنے والی ہو

(۲) جنوبی جانب سے چلنے والی

(۳) باد صبا

(۴) باد دبور

یہاں تک کہ جب قیامت کا دن ہو گا تمام مردے اور مقتول صور پھونکنے پر جمع ہو جائیں گے، جیسے ان چار پرندوں کو تمہارے سامنے پہاڑوں سے جمع کر دیا گیا ہے۔ میرے سامنے تم تمام کا پیدا کرنا اور پھر موت کے بعد زندہ کرنا ایسے ہی ہے جس طرح کسی ایک شخص کو پیدا کرنا یا زندہ کرنا ہے۔

(روح المعانی)

تنبیہ :

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ چار پرندوں کے جمیع اجزاء ملا کر پہاڑوں پر رکھے گئے تھے۔ آپ نے جب اللہ کے اذن سے ان کو بلایا تو وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آگئے۔ مانوس کرنے میں حکمت بھی یہی تھی کہ آپ ان کے آنے پر پہچان لیں کہ یہ وہی پرندے ہیں، جو میں نے اپنے ساتھ ہلا ملا لئے تھے۔

اور بعض نے کہا کہ آپ نے ان کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا تھا آپ کے بلانے پر ان کے تمام اجزا اپنے اپنے اجزاء سے مل کر اپنے اپنے سروں سے آکر مل گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی صورت بھی بعید نہیں جو صورت بھی ہو قدرت کی عجیب نشانی کا ظہور ہے۔

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ کے ارشاد میں " الٰی ربی " کا مطلب بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" الی حیث امرنی ربی اوحیث اتجرد فیه لعبادته "

یعنی جہاں میرے رب نے حکم دیا ہے میں وہاں جارہا ہوں کہ میں وہاں اپنی عبادت کو بہتر طریقہ سے ادا کر سکوں گا۔ کیونکہ جو قوم میری نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائی وہاں ٹھہرنا اب بے مقصد ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دے دیا ہے تو اب یہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہو چکا ہے۔

ابتدائی طور پر آپ نمرودی قوم سے ہجرت کر کے اپنے چچا ہاران کے پاس حران میں آگئے ۔ ہاران نے ابراہیم علیہ السلام کی نیک بختی دیکھ کر اپنی بیٹی سارا کا نکاح آپ سے کر دیا۔

حضرت سارہ بہت ہی خوبصورت عورت تھیں ، مردوں میں حضرت یوسف اور عورتوں میں حضرت سارہ بہت حسین ہوئے ، بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی دادی حضرت سارہ کے حسن سے ہی حسن ملا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں بھی اپنا سلسلہ تبلیغ جاری رکھا اسلئے آپ کے چچا ہاران نے بھی آپ کو گھر سے نکال دیا۔ دوران ہجرت راستہ میں مصر کے ظالم بادشاہ کا واقعہ در پیش آیا اور حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ عطا کی گئی۔ یہ واقعہ ایک حدیث پاک کی وضاحت کے ضمن میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہجرت کرنے والا قافلہ جب حران سے چلا تھا صرف تین آدمیوں پر مشتمل تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام اس قافلہ کے افراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے والے اس وقت صرف یہی تھے۔ چلتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کا معاہدہ ہوا تھا کہ ایک دوسرے کی بات کو مانا جائے گا۔ راستہ میں جب حضرت ہاجرہ بھی مل گئیں تو اب قافلہ کے چار فرد ہو گئے جو تمام ہی اللہ کو ماننے والے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

مرکبات کو زندہ کروں گا۔

(تفسیر کبیر)

سب پرندوں میں سے چار کو خاص کرنے کی وجہ :

تمام پرندوں میں سے مور، گدھ، مرغ اور کوے کو منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو زینت، مرتبہ، بلند مراتب سے محبت ہے اور یہ اوصاف مور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾

(پ۳، سورۃ آل عمران ۱۴)

خواہشات کی محبت کو لوگوں کے لئے مزین کر دیا گیا ہے۔

انسان جس طرح زیادہ کھانے سے شغف رکھتا ہے اسی طرح گدھ کو بھی کھانے سے ہی زیادہ کام ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کو فرج کی خواہشات پوری کرنے سے جس طرح کام ہوتا ہے اسی طرح مرغ میں بھی یہ وصف پایا جاتا ہے۔ انسان مال طلب کرنے اور جمع کرنے کا زیادہ حریص ہوتا ہے اسی طرح کوا بھی مال کی طلب اور جمع کرنے کا حریص ہوتا ہے۔ کیونکہ سوائے کوے کے رات کو اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے اور سخت سردی میں دن کو صرف کوا ہی نکلتا ہے۔

ان چار کو منتخب کرنے میں اس حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ انسان جب تک خواہشات نفسانیہ اور خواہشات فرج اور مال کی حرص اور زیب وزینت کو ختم نہیں کرے گا اس وقت تک اس کے دل پر روحانیت کا اثر نہیں ہوگا اور نہ ہی اسے اللہ تعالیٰ کے جلال کے نور سے راحت حاصل ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت کرنا :

﴿ وَقَالَ اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنَ ﴾

(پ۲۳، سورۃ صافات ۹۹)

اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں جارہا ہوں جہاں میرے رب نے حکم دیا ہے وہی میری راہنمائی فرمائے گا۔

marfat.com

Marfat.com

فقال﴿ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین ﴾ فما ظنك بعد بلوغه"

(روح المعانی جلد ۱۲ صف ۱۲۶)

یعنی آپ کو بشارت دی گئی کہ آپ کو ایک بیٹا عطا کیا جائے گا جو حلیم ہوگا اس سے بڑھ کر حلم کی اور کیا مثال ملے گی جب آپ بلوغ کے قریب تھے تو آپ کے والد نے آپ کو کہا، کہ میں تمہیں خواب میں ذبح کرتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوں اس میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو آپ نے عرض کیا: کہ آپ مجھے اِن شاءاللہ صابروں سے پائیں گے۔

یہ حلم تو بالغ ہونے سے پہلے کا ہے بالغ ہونے کے بعد آپ کے حلم کا کیا مقام ہوگا؟ اس بحث سے واضح ہوا کہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی بشارت ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کے بعد اسحاق علیہ السلام کی بشارت:

﴿فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ﴾

(پ ۱۲/ سورۃ ھود ۷۱)

تو ہم نے اسے (حضرت سارہ) کو اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

حضرت سارہ کو بشارت دینے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد کی خوشی عورتوں کو بنسبت مردوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی۔

"لم یکن لھا ولد وکان لإبراھیم ولد وھو إسماعیل"

کہ حضرت سارہ کی اولاد نہیں تھی اس لئے زیادہ خوشی ان کو ہی حاصل ہوئی تھی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہا السلام کا بیٹا اسماعیل پہلے پیدا ہو چکا تھا،

(ماخوذ از تفسیر مدارك)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت دینے سے اس طرف اشارہ تھا کہ سارہ کی عمر اتنی بڑی ہوگی کہ یہ اپنے اسحاق کے بیٹے یعقوب کو بھی دیکھیں گے۔

(ماخوذ از خزائن العرفان)

marfat.com

Marfat.com

فلسطین میں خوشحالی :

مصر سے جب یہ چار افراد روانہ ہو کر فلسطین پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے ان کی قدر و منزلت کو سمجھا، اور ان کے آنے کو باعث برکت سمجھا اور بہت سی زمین آپکی خدمت میں بطور نذر پیش کی۔ اس زمین میں کھیتی باڑی سے اللہ تعالیٰ نے بہت برکت عطا فرمائی، آپ کے پاس غلہ اور جانور کافی مقدار میں ہو گئے، آپ نے مسافروں اور غربا کو رہنے اور کھانے کی سہولیات عطا کیں۔ اس طرح مہمان نوازی میں آپ کو ایک منفرد مقام حاصل ہو گیا۔

حضرت سارہ کے مشورہ سے حضرت ہاجرہ سے نکاح :

ایک دن حضرت سارہ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ضروریات دنیا میں یعنی کھانے پینے کی اشیاء اور رہنے کے مکانات کی تو کوئی کمی نہیں۔ البتہ اولاد کی کمی ہے، اسلئے آپ ہاجرہ سے نکاح کر لیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد سے نواز دے یعنی ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ ہمارے لئے تسکین و راحت کا سبب بن جائے اس طرح حضرت سارہ کے کہنے پر حضرت ہاجرہ سے نکاح ہو گیا۔
(از عزیزی)

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا :

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾

(پ۲۳/ سورۃ صافات ۱۰۰)

" الٰہی مجھے لائق اولاد دے "

اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ارشاد فرمایا :

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک بُردبار لڑکے کی۔

اس بشارت سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کی بشارت ہے ؛ کیونکہ علامہ آلوسی "حلیم" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

" وانه يكون حليما واى حلم مثل حلمه عرض عليه ابوه وهو مراهق الذبح

marfat.com

Marfat.com

اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بے شک وہ وعدہ کا سچا تھا غیب کی خبریں بتاتا اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کو پسند تھا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو وعدہ بھی کیا اسے ضرور پورا فرمایا ایک مرتبہ آپ اور آپ کا ایک ساتھی کہیں جارہے تھے تو شہر کے قریب پہنچ کر آپ کے ساتھی نے کہا یہاں میں بیٹھتا ہوں اور تم شہر جا کر کھانا خرید کر لاؤ یا تم بیٹھو اور میں کھانا خرید کر لاتا ہوں آپ نے فرمایا میں تمہارا یہاں انتظار کروں گا اور تم ہی چلے جاؤ کھانا خرید لاؤ وہ گیا اور بھول گیا تین دنوں کے بعد اسے یاد آیا، یا بعض روایات میں ہے کہ ایک سال کے بعد وہاں لوٹا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں ہی موجود تھے، اس نے تعجب سے پوچھا : تم ابھی یہاں ہی ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں ! وعدہ کے مطابق منتظر تو رہنا ہی تھا۔

(حاشیہ جلالین)

حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو حرم کی سرزمین میں چھوڑنا :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لیا کہ آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنی زوجہ ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل کو حرم کی سرزمین میں چھوڑ آؤ، اس وقت وہاں کوئی شہر اور آبادی نہیں تھی بلکہ بیابان جنگل تھا ، آپ کو وہاں چھوڑنے کا حکم دینے میں ایک تو امتحان لینا مقصود تھا پھر کعبہ شریف کی تعمیر اور مکہ مکرمہ کو آباد کرنا مقصود تھا۔ اور حضرتِ سارہ سے ہجرت کے وقت جو وعدہ کیا تھا کہ تمہاری بات مانی جائے گی اس وعدہ کا پاس کرانا بھی مقصود تھا کیونکہ آپ نے پہلے تو ہاجرہ سے نکاح کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت اسماعیل کی پیدائش کے بعد اپنی اولاد نہ ہونے پر غیرت بھی کھائی اور اللہ کے حضور درخواست کی کہ ابراہیم کو حکم دو کہ وہ اپنے اس بیٹے اور اپنی زوجہ ہاجرہ کو مجھ سے دور چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو حرم کی سرزمین میں چھوڑ آؤ۔

(تفسیر جمل زیر آیت ربنا انی اسکنت من ذریتی ، پ ۱۳)

جہاں آج زمزم ہے وہاں ایک درخت تھا اس وقت نہ مکہ تھا اور نہ ہی کوئی کسی انسان کا وہاں بسیرا تھا اور وہاں پانی بھی نہیں تھا آپ نے ایک تھیلے میں کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ میں کچھ پانی ماں بیٹے کے حوالے کرتے ہوئے اور ان کو زمزم کہ جگہ ایک درخت کے نیچے چھوڑتے ہوئے واپس لوٹے تو حضرت ہاجرہ نے آپ کا پیچھا کرتے ہوئے پوچھا: اے ابراہیم ! آپ ہمیں یہاں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ یہاں کوئی ہمارا

marfat.com

Marfat.com

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت نوے سال تھی، تفسیر جلالین میں ننانوے سال مذکور ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو بیس سال تھی، (مدارک) اسی لئے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے تعجب کرتے ہوئے کہا تھا:

"عجیب بات ہے کہ میرا بچہ پیدا ہوگا جبکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بوڑھے ہیں بے شک یہ تو بہت ہی تعجب ناک بات ہے۔

اسحاق علیہ السلام چھوٹے اور اسماعیل علیہ السلام بڑے:

اسحاق علیہ السلام کی بشارت دینے کے ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمادیا اور اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے چودہ سال بعد اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ہوئی یعنی ان کی پیدائش کے تیرہ سال بعد اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی۔

(جمل علی الجلالین)

حضرت اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام نبی ہوئے۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم ۴۹)

اور ہم نے اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

﴿ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم ۵۰)

اور ہم نے انہیں اپنی رحمت عطا کی اور ان کے لئے سچی بلند ناموری رکھی۔

اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف اتنی لمبی ہوئی کہ آپ نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا اور اس آیت سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کرنے اور اپنے گھربار کو چھوڑنے کی یہ جزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے، پوتے اور مال و دولت سے نوازا۔

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴾

(پ ۱۶ / سورۃ مریم ۵۴، ۵۵)

marfat.com
Marfat.com

وہاں آہستہ ہو جاتی ہیں۔ "مروہ" پر پہنچ کر بھی پانی یا کوئی انسان نظر نہیں آتا، آپ بے قراری کے عالم میں پھر صفا پر پھر مروہ پر سات چکر ایسے ہی لگا دیتی ہیں، آخری مرتبہ مروہ پر آپ نے ایک آواز سنی، اپنے آپ کو کہنے لگیں: خاموش! خیال کیا شائد میرے اوسان خطا ہو گئے، یہاں کون ہے؟ یہ مجھے ویسے ہی آواز آرہی ہے۔ پھر دوبارہ آواز سننے پر کہا کہ اگر یہاں کوئی فریاد کو سن کر پہنچنے والا ہو سکتا ہے تو فرشتہ ہی ہو سکتا ہے دیکھا تو بچہ کے قریب ایک فرشتہ کھڑا ہے، اسماعیل کی ایڑی کے پاس اس نے اپنی ایڑی یا پر مارا، یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایڑی رگڑنے سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا، حضرت ہاجرہ نے پانی کے ارد گرد بند باندھ کر ایک حوض کی شکل دے دی، وہ پانی جوش مار رہا تھا، آپ نے خود بھی پیا، بچہ کو بھی پلایا اور پانی کو کہا: "زم زم" رک جا رک جا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿یرحم اللہ ام اسماعیل لو ترکت زمزم او قال لولم تغرف من الماء لکانت زمزم عینا معینا﴾

اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے اگر آپ زمزم کو اسی طرح رہنے دیتیں یا آپ نے فرمایا اگر آپ اس سے جلدی سے چلونہ بھرتیں تو زمزم جاری چشمہ ہوتا۔

اس طرح آپ رضی اللہ عنہا نے جب چشمہ سے پانی پیا تو آپ کا دودھ بھی جاری ہو گیا جو بچہ کو پلایا: فرشتہ نے آپ کو کہا۔

"لا تخافی الضیعة فان ھھنا بیت اللہ یبنیه ھذا الغلام وابوہ وان اللہ سبحانه لا یضیع اھله"

تم کوئی خوف نہ کرو کہ تم ضائع ہو جاؤ گی بیشک یہاں بیت اللّٰہ ہے اس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کا باپ کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

کچھ دیر کے بعد وہاں سے جرھم قبیلہ کا گذر ہوا جنہوں نے دیکھا کہ پرندے اڑ رہے ہیں انہوں نے خیال کیا کہ پرندے وہاں ہی ہوتے ہیں جہاں پانی ہو یقیناً یہاں کہیں پانی ہو گا، انہوں نے اپنے ایک شخص کو بھیجا جس نے دیکھا کہ ایک پانی کا چشمہ ہے اور اس کے قریب ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ تم ہمیں پانی میں شریک کرو تو ہم تمہیں اپنے جانوروں کے دودھ میں شریک کریں گے حضرت ہاجرہ نے ان

marfat.com

Marfat.com

غمخوار، مونس و ہمدم نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی آبادی ہے کہ کھانے پینے کی چیز مل جائے ، کئی مرتبہ ہاجرہ کے پوچھنے پر بھی آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر حضرت ہاجرہ نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے ؟ آپ نے فرمایا : ہاں ! تو حضرت ہاجرہ نے کہا :

" اذن لا یضیعنا ثم رجعت "

اچھا ہمیں اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا ۔ یہ کہتے ہوئے واپس اپنی جگہ پر لوٹ آئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے آپ کو اپنی زوجہ اور بیٹا نظر نہیں آرہے تھے آپ نے بیت اللہ شریف کی طرف توجہ کی اس وقت صرف بیت اللہ کی بنیادیں ایک ٹیلہ کی مانند نظر آتی تھیں اور دعا کی :

﴿ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ﴾

(پ۱۳ ، ع۱۸ سورۃ ابراھیم آیت ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے بسا دیا ہے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب یہ اسلئے تاکہ وہ نماز قائم کریں پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔

حضرت ہاجرہ اپنے بچے حضرت اسماعیل کو دودھ پلاتی رہیں یہاں تک کہ مشکیزہ میں جو پانی تھا وہ ختم ہو گیا اور کھجوریں بھی ختم ہو گئیں حضرت ہاجرہ بھی بھوکی پیاسی ہو گئیں دودھ کا بننا بھی ختم ہو گیا بچہ بھی بھوک پیاس سے پریشان حال تھا اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا بچہ کا یہ حال ماں سے برداشت نہ ہو سکا آپ قریب ایک پہاڑی " صفا " پر چڑھتی ہیں کہ کہیں سے پانی کا اتہ پتہ چل جائے یا کوئی انسان نظر نہ آئے ، پھر اسی خیال سے " مروہ " پر آتی ہیں درمیان میں نشیبی جگہ جب پہنچتی ہیں ...... جہاں سے بچہ نظر نہیں آتا ...... وہاں دوڑتی ہیں ، جب نشیبی جگہ کو عبور کر لیتی ہیں اور ایسی جگہ پہنچتی ہیں جہاں سے بچہ نظر آنے لگتا ہے تو

marfat.com
Marfat.com

بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والے متحمل (بردبار) ہیں۔

آپ کو بیٹا بھی حلیم عطا کیا تاکہ بیٹا بھی باپ کی طرح شرف وفضیلت والا ہو اور جلیل القدر نبی ہو "صلاح" یعنی نیکی اور اللہ تعالیٰ کا قرب بہت ہی اچھی صفت ہے اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لئے بھی یہی دعا کی اور اپنی ذات کے لئے بھی دعا کرتے ہوئے عرض کیا:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾

(پ ۱۹ / سورۃ شعراء ۸۳)

اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور میرے رب مجھے ان سے ملا جو تیرے قرب کے لائق ہیں

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾

پھر جب وہ اس کی ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

قربانی کے وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر:

"قال بعضهم كان فی ذالك الوقت ابن ثلاث عشرة سنة"

(تفسیر کبیر)

بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ ذبح کا واقعہ در پیش آنے کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔

امتحان کی وجہ:

چونکہ پہلی آیت کریمہ میں یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم بیٹے کی بشارت دی، اب امتحان لے کر اسے واضح کر دیا کہ کتنا عظیم صابر اور بردبار بیٹا آپ کو رب تعالیٰ نے عطا کیا جس نے اتنے بڑے امتحان کو صبر اور خندہ پیشانی سے پاس کیا۔

marfat.com

Marfat.com

سے اس شرط پر معاہدہ کرلیا۔ اسی جرھم قبیلہ نے ایک لڑکی کا نکاح اسماعیل علیہ السلام سے کردیا۔

(از روح المعانی ج ۷ حصہ دوم ص ۲۳۶، ۲۳۷)

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کے اثرات آج بھی واضح طور پر نظر آرہے ہیں کہ مکہ کی سرزمین پہاڑی اور ریتلی ہے لیکن پھل ہر قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ وہاں موجود رہتے ہیں، لوگ ہر طرف سے اس مقام پر کھچے چلے آتے ہیں، ہر مسلمان کی دل میں ایک تڑپ پائی جاتی ہے کہ وہ بیت اللہ کی زیارت کرلے۔

حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تو بچہ کی پیاس کو دیکھ کر بے قرار ہوکر " صفاومروہ " کے چکر لگا رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل کی زوجہ اور اسماعیل کی والدہ کی ادا ایسی پسند آئی کہ تا قیامت حاجی اس یاد کو تازہ کرنے کے لئے وہاں چکر لگاتے رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ "حج" اللہ کے مقبول بندوں کی ادا کے بغیر کچھ نہیں، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے طواف میں پہلوانوں کی طرح اکڑ کر چلنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنا اس قسم کے کام ہی حج ہیں، میں نے اپنی کتاب "شمع ھدایت" کے مقدمہ میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی:

حضرت ابراہیم نے ہجرت کی بعد بیٹے کے لئے دعا کی کہ اے اللہ مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴾

(پ۲۳، سورۃ صافات آیت ۱۰۰، ۱۰۱)

الٰہی مجھے نیک لائق اولاد دے تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی ایک بردبار لڑکے کی۔

آپ کی دعا میں تین مطالبے تھے اے اللہ اولاد نرینہ یعنی مذکر عطا فرما! اور وہ بردباری کی عمر تک پہنچے اور بردبار ہی رہے۔ ابراہیم علیہ السلام بھی حلیم، ہیں آپ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾

(پ۱۱ سورۃ توبہ ۱۱۴)

marfat.com

Marfat.com

(۲) خواب میں صرف امتحان ہو اس کا وقوع مقصود نہ ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب مین بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا ، یہ صرف امتحان تھا آپ نے اپنے امتحان پر عمل کر لیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا اور فدیہ دے دیا۔

(۳) خواب مین بعض چیزوں سے تشبیہ دی جائے جس چیز کو خواب میں دکھایا گیا ہو اسی کا وقوع نہ ہو بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی تاویل ہو اور وقوع مشابہ ہو جیسے حضرت یوسف علیہ السلام. کا خواب :

﴿ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یَا اَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ ﴾

یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

خواب میں آپ نے چاند اور سورج اور گیارہ ستارے سجدہ کرتے دیکھے لیکن واقع میں ان چیزوں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ آپ کے خواب کو اس طرح سچا کر کے دکھایا :

﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَقَالَ یَا اَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُؤْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ﴾
(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۱۰۰)

اس کے لئے سجدہ میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا۔

ماں باپ خواب میں چاند سورج کی شکل میں دکھائے گئے اور گیارہ بھائی گیارہ ستاروں کی صورت میں ، خواب سچا ہوا کہ سب نے آپ کو سجدہ تعظیمی کیا ، جو پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں حرام ہے ۔ یاد رہے کہ عبادت کا سجدہ ہر شریعت میں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کے لئے جائز نہیں۔
(تفسیر کبیر ج ۲۶ ، ص ۱۵۷)

بیٹے سے مشورہ کرنے کی وجہ :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے سے مشورہ کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ آپ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری میں کتنا صابر ہے ؟ اس طرح آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہو گی۔

marfat.com

Marfat.com

تین دن ابراہیم علیہ السلام کا خواب دیکھنا :

ذی الحج کے سات دن گذر جانے پر رات کو خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے : " بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے " آپ نے صبح اس پر تفکّر کیا اور کچھ تردد میں رہے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے ؟ یا خواب فقط خیال تو نہیں ۔ اسی وجہ سے آٹھ ذی الحج کا نام یوم الترویہ رکھا گیا (سوچ بچار کا دن) آٹھ تاریخ کا دن گذر جانے پر رات پھر خواب دیکھا ، صبح یقین کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی حکم ہے اسی نو ذی الحج کو یوم عرفہ (پہچاننے کا دن) کہا جاتا ہے ، اس کے بعد آنے والی رات کو پھر خواب دیکھنے پر صبح اس پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لینے پر ہی دس ذی الحج کو یوم النحر (ذبح کا دن) کہا جاتا ہے۔

(تفسیر کبیر)

صرف خواب دیکھنے سے ذبح پر عمل کیوں ؟

" ان اللہ تعالیٰ جعل رؤیا الانبیاء علیھم السلام حقا "

بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے خوابوں کو حق بنایا یعنی ان کے خوابات سچے ہوتے ہیں ان کو اپنے خوابوں پر عمل کرنا لازم ہے۔

انبیائے کرام کے خواب تین قسم :

(۱) جو خواب دیکھا جائے وہی بعینہ واقع ہو جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا کہ آپ بمع اپنے اصحاب کے مکہ کرمہ تشریف لے گئے اور اصحاب نے سر منڈوائے اور بعض نے بال کٹوائے آپ کا یہ خواب ایک سال بعد اسی طرح سچا ہوا جیسے دیکھا تھا :

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ ﴾

بے شک اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے بے خوف۔

marfat.com

Marfat.com

میں تڑپوں نہیں، اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچا کر رکھنا تاکہ آپ کے کپڑے میرے خون سے آلودہ نہ ہو جائیں اور میری والدہ انہیں دیکھ کر پریشان نہ ہوں، میرے حلق پر چھری جلدی جلدی چلانا تاکہ مجھ پر موت آسانی سے واقع ہو جائے، جب میری والدہ کے پاس جانا تو میرا سلام ان کو دینا،

ان باتوں کے بعد باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا باپ نے بیٹے کا بوسہ لیا محبت کے آنسو چھلک پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

﴿ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴾

توجب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا،

ماتھے کے بل لٹانے میں بھی اسماعیل علیہ السلام کا مشورہ ہی تھا کہ کہیں آپ محبت پدری کی وجہ سے چھری چلانے میں معمولی سی کوتاہی نہ کر دیں۔

﴿ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ وَّتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴾

اور ہم نے اسے نداء فرمائی اے ابراہیم ! بے شک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ واضح امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ دے کر اسے بچالیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔ چھری چلانے سے پہلے ہی آپ کو کہہ دیا گیا کہ آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا کہ آپ نے چھری چلادی تھی تو جبرائیل امین نے آکر اس کا رخ بدل دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک موٹا تازہ سینگوں والا سفید سیاہی مائل دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ دے دیا گیا اور آپ کو ذبح سے بچا کر بھی ذبح ہو جانے کا اجر و ثواب عطا کیا اور تا قیامت آپ کو ذبیح اللہ (اللہ کی رضا کیلئے ذبح ہونے والا) کے لقب سے متصف کر دیا گیا۔

(روح المعانی)

جبرائیل امین علیہ السلام جب فدیہ لے کر آئے تو خیال کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کہیں جلدی نہ کر دیں تو آپ نے پڑھا : " اللہ اکبر اللہ اکبر " حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آسمانوں کی

marfat.com

Marfat.com

جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کا بیٹا حلم (بردباری) کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو چکا ہے، اور اس طرح بیٹے کو بھی سخت مشکلات میں عظیم صبر کرنے پر اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے، آخرت میں ثواب حاصل ہو اور دنیا میں بھی آپ کی تعریف ہو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے صبر کرنے کے پختہ ارادہ کو "ان شاء اللہ" سے ملا کر برکت حاصل کی اور اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کام مستقبل میں کرنا ہو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" ذکر کیا جائے کیونکہ نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے اسی طرح گناہوں سے بچنا بھی اسی کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام سے شیطان کی ناکامی:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے پر کامیاب ہونے کا ارادہ کیا تو ایک دوست کی شکل میں آپ کو روکنے کے لئے آیا لیکن آپ پر کامیاب نہ ہو سکا پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن ان پر بھی اس کا داؤ نہ چل سکا تو اس نے بہت بڑا موٹا تازہ بن کر وادی کو بھر دیا تاکہ آپ اس سے آگے نہ جا سکیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا جس نے آپ کو کہا: اسے ماریں آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ راستے سے ہٹ گیا، دوبارہ پھر آگے آنے کی یہ کوشش کی آپ نے پھر کنکریاں مار کر راستہ سے ہٹا دیا، تیسری بار پھر اسی طرح آگے آکر راستہ بند کر دیا تو آپ نے پھر اسی طرح سات کنکریاں مار کر راستہ سے ہٹا دیا۔

آج حاجیوں پر اس سنت ابراہیمی پر عمل کرنا واجب کر دیا گیا، سبحان اللہ اپنے محبوبوں کی ادائیں رب تعالیٰ کو کیسی پسند آئیں؟ کہ ان کو عظیم عبادت کا حصہ بنا دیا گیا۔

(تفسیر روح المعانی)

اسماعیل علیہ السلام کا ابراہیم علیہ السلام کو مشورہ دینا:

اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا: اے مرے ابا جان! ذبح سے پہلے مجھے باندھ دینا تاکہ

marfat.com

Marfat.com

(۲) حضرت اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عمرو بن علاء سے سوال کیا کہ ذبیح کون تھے ؟ انہوں نے فرمایا : اے اصمعی ! تمہاری عقل کہاں گئی ؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسحاق علیہ السلام مکہ میں نہیں تھے بلکہ وہ تو شام میں تھے ، مکہ میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے ، وہی اپنے باپ کے ساتھ مل کر کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے اور قربانی کا واقعہ بھی مکہ مکرمہ کے قریب منٰی میں پیش آیا تو یقیناً ذبیح ہونے کا واقعہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہی در پیش آیاؓ۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو صابر کہا اسحاق علیہ السلام کو نہیں، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل (علیہم السلام) (کو یاد کرو) وہ سب صبر والے تھے۔

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۸۵)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے متعلق فرمایا : ﴿ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ﴾ بے شک آپ وعدہ کے سچے تھے۔ ذبح ہونے والے نے ہی اپنے باپ سے وعدہ کیا :

﴿ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۰۲)

آپ عنقریب مجھے ان شاء اللہ صابرین سے پائیں گے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ ذبح ہونے والے نے اپنے باپ سے صبر کا وعدہ کیا اور وعدہ سچ کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو صبر کرنے والا اور وعدہ کا سچا، کہا ہے تو یقیناً ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(۴) اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ کو بشارت رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی :

﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۷۱)

ہم نے اسے (سارہ کو) بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ ذبح کرنے کا حکم اسحاق علیہ السلام کے متعلق تھا تو اب یہ دیکھنا ہو گا کہ یعقوب علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آپ کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا بعد میں ؟ اگر آپ کی پیدائش سے پہلے حکم دیا گیا ہے تو اس میں حضرت ابراہیم کا امتحان ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کو بتا دیا گیا تھا کہ سارہ کا بیٹا اسحاق اور اسحاق کا بیٹا یعقوب ہو گا ، جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہے کہ اسحاق کا بیٹا یعقوب تو ابھی پیدا ہونا ہے

marfat.com

Marfat.com

طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبرائیل فدیہ لارہے ہیں تو پڑھا: " لا الہ اللہ واللہ اکبر " جب حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے سنا تو آپ نے پڑھا: "اللہ اکبر وللہ الحمد "

ان تینوں حضرات کے مجموعی کلام کو "تکبیراتِ تشریق "کی صورت میں تا قیامت نمازیوں پر ذی الحج کی نو تاریخ کی نماز فجر سے لیکر تیرہ تاریخ کی نماز عصر تک واجب کر دیا گیا تاکہ یہ یادگار قائم رہے۔

(قاضی خان ، حاشیہ ھدایہ)

خیال رہے کہ مدارک میں دوسرا کلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور تیسرا کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے قربانی کس کی ؟

اگرچہ اختلاف ہے اس مسئلہ میں کہ قربانی حضرت اسحاق علیہ السلام کی ہوئی یا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تاہم قوی دلائل سے یہ ہی واضح ہے کہ قربانی حضرت اسماعیل کی ہی کی گئی علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مختلف دلائل ذکر کئے ہیں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انا ابن الذبیحین " میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ اسی طرح ایک اعرابی نے آپ کو یا ابن الذبیحین کہہ کر پکارا تو آپ نے تبسم فرمایا: جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ دو ذبیحوں کے بیٹے کس طرح ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ عبدالمطلب نے جب زمزم کا کنواں کھودنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے لئے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ کام آسان کیا تو میں اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی قربانی کروں گا قرعہ حضرت عبداللہ کے حق میں نکلا، آپ کے ننھیال اور کچھ اہل علم نے ایک سو اونٹ بطور فدیہ دینے کا فیصلہ کیا اس طرح حضور ﷺ کے باپ کو ذبیح ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے نہیں ۔ تو یقیناً دوسرے ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

دی جا چکی ہے اور بیٹا بھی عطا کر دیا گیا تھا۔

اگر ذبح کے وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال ہے تو اسی سال اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی اور ایک سال بعد آپ پیدا ہوئے اور اگر اس وقت اسماعیل علیہ السلام کی عمر سات سال تھی تو ذبح کے واقعہ کے سات سال بعد حضرت اسحاق کی پیدائش ہے۔

(۶) کثیر اخبار میں یہ ذکر بھی موجود ہے کہ ذبح کے وقت جو دنبہ بطور فدیہ دیا گیا اس کے سینگ کعبہ شریف کی دیوار پر بہت عرصہ تک نصب رہے، اس سے بھی واضح ہوا کہ ذبح کا واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے اگر ذبح کا واقعہ اسحاق علیہ السلام سے متعلق ہوتا تو ملک شام میں در پیش آتا، نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

(از کبیر ج۲۶ص۱۵۳،۱۵۴)

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا فعل بھی رب تعالیٰ کو کیسا پسند آیا کہ تا قیامت اصحابِ نصاب، اہل ثروت اس پر عمل کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

یہ توذبح ہو ہی نہیں سکتا ، توامتحان کیسے ؟اور رب تعالیٰ اپنے ہی حکم کے خلاف کیسے حکم دے سکتا ہے ؟ اگر یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حکم ہو تو یہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ (پ ۲۳ سورہ صافات ۱۰۲)

جب وہ آپ کے ساتھ ہاتھ بٹانے کی قابل ہو گیا۔

ذبح کے وقت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی عمر تیرہ سال یا بعض روایات میں سات سال بھی ہے تو اس عمر میں یعقوب علیہ السلام کا پیدا ہو جانا اور اسحاق علیہ السلام کے ذبح کا حکم دینا بھی عقل کے خلاف ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

﴿اِنِّىْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۹۹)

میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں جو مجھے ہدایت دے گا۔

یعنی جہاں میرے رب کا حکم ہے اس سر زمین میں جانے والا ہوں ہجرت کرنے کے بعد ابراہیم دعا کرتے ہیں : ﴿رَبِّ هَبْ لِىْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ الٰہی مجھے لائق اولاد دے اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کی قبولیت کو ذکر کیا :

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ (پ ۲۳ سورہ صافات ۱۰۱)

توہم نے اسے ایک حلیم بیٹے کی خوشخبری سنائی۔

پھر اسی بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّىْ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَا اَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۰۲)

پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے ؟ کہا اے میرے باپ کیجئے ! جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔

اب اس سارے واقعہ کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اسماعیل علیہ السلام ہی ہیں ؛ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت حضرت سارہ کو دی ہی اسلئے گئی تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کو تو ایک بیٹے کی بشارت

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کرنا:

ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو یہاں چھوڑا اور یہاں آبادی ہو گئی تو ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لے کر کعبہ تعمیر کرو! ایک بادل کا ٹکڑا بھیج کر کعبہ کی حد کو واضح کیا گیا اور جبرائیل علیہ السلام نے خط کھینچ دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کے زمانہ کی بنیادوں پر ہی عمارت تعمیر فرمائی۔

کعبہ شریف کی بلندی نو ہاتھ، رکن اسود سے رکن شامی تک ۳۲ ہاتھ، رکن غربی سے رکن یمانی تک ۳۱ ہاتھ، رکن یمانی سے رکن اسود تک ۲۰ ہاتھ، رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ ہاتھ۔

یعنی کعبہ اس وقت مستطیل تھا لیکن طول اور عرض کی ایک ایک دیوار معمولی چھوٹی تھی دروازے دو بنائے گئے تھے جو زمین کے ساتھ ملے ہوئے تھے کواڑ زنجیر وغیرہ نہیں تھے بعد میں تبع حمیری کے زمانہ میں کواڑ زنجیر وغیرہ لگائے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پتھر گارا وغیرہ دیتے تھے۔ سبحان اللہ! کس شان سے اللہ کا گھر تعمیر ہوا؟ اللہ کا نبی ہی معمار اور اللہ کا نبی ہی معاون۔

ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد:

آپ کی تعمیر کے بعد جزوی طور پر مختلف اوقات میں تعمیر ہوئی ایک مرتبہ عمالقہ اور جرہم نے اسے تعمیر کیا اس کے بعد قصی بن کلاب نے اس کی تعمیر کی جس میں چھت درخت مقل کی لکڑی کی بنائی جس پر بجائے تختوں کے خرمے کی لکڑی ڈالی۔

قریش کی تعمیر:

ایک عورت کعبہ شریف میں خوشبو سلگاتی تھی، ایک بار اچانک اس سے شعلہ اٹھا اور چھت جل گئی اور دیواریں پہلے ہی بوسیدہ ہو چکی تھیں، اسلئے قریش نے فیصلہ کیا کہ مکمل طور پر نئی تعمیر کی جائے۔ ولید بن

marfat.com

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تاریخ

آدم علیہ السلام کی تعمیر :

ابن عساکر وغیرہ سے تفسیر عزیزی میں نقل کیا گیا ہے حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا :

"خدایا میں یہاں نہ تو ملائکہ کی تسبیح و تکبیر سنتا ہوں اور نہ کوئی عبادت گاہ دیکھتا ہوں جیسے کہ آسمان میں بیت المعمور دیکھتا تھا جس کے ارد گرد ملائکہ طواف کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

"جاؤ جہاں ہم نشان بتاتے ہیں وہاں کعبہ بنا کر اس کے ارد گرد طواف بھی کر لو اور اس کی طرف نماز بھی ادا کرو۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام، آدم علیہ السلام کی رہبری کے لئے ان کے ساتھ چلے اور انہیں وہاں لائے جہاں سے زمین بنی تھی، یعنی کعبہ کی جگہ سے ہی سب سے پہلے پانی پر جھاگ ، پھر جھاگ سے زمین کی ابتدا ہوئی۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے وہاں اپنا پر مار کر ساتویں زمین تک بنیاد ڈال دی، جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھرا (کوہ لبنان، کوہ طور، جودی ،حرا اور طور زیتا سے) بنیاد بھر کر نشان کے لئے ہر چار طرف کو دیوار اٹھا دی، اس طرف منہ کر کے آدم علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور اس کا طواف بھی کرتے رہے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ بیت المعمور کو اس بنیاد پر رکھ دیا گیا طوفان نوح میں بیت المعمور کو اٹھا لیا گیا اور کعبہ کی جگہ اونچے ٹیلے کی طرح رہ گئی، لوگ یہاں آتے رہے اور برکت کی دعاء مانگتے رہے۔

marfat.com

Marfat.com

ور تبع کے لقب سے مشہور تھا مدینہ طیبہ کی شہری بنیاد رکھنے والا یہ شخص ہے

عبداللہ ابن زبیر کی تعمیر ۲۷ رجب ۶۴ھ کو مکمل ہوئی، پھر حجاج بن یوسف (جو عبدالملک بن مروان کا نائب تھا) نے ۷۴ھ میں عمارت کو منہدم کر کے پھر اسی طرح بنادیا جیسے قریش نے بنایا تھا۔

پھر ہارون الرشید نے چاہا کہ کعبہ اس طرح بنادیا جائے جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا، یعنی دراصل وہی ابراہیمی تعمیر بھی تھی لیکن اس وقت کے اہل علم نے اس لئے منع کیا کہ کوئی تمہارا مخالف آئے گا وہ پھر تبدیل کرے گا اس طرح گرانا اور بنانا ایک کھیل بن جائے گا۔ اس کے بعد مرمت تو ہوتی رہی لیکن مکمل طور پر پوری عمارت کو دوبارہ نہیں بنایا گیا۔

کعبہ کی موجودہ تعمیر:

۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد بن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے جب دیکھا کہ اس کی عمارت بہت پرانی ہوگئی ہے تو اس نے سوائے رکن حجر اسود (وہ کونہ جس میں حجر اسود نصب ہے) کے تمام عمارت منہدم کر کے نئی تعمیر کرائی لیکن انہی بنیادوں اور اسی طرز پر جو حجاج بن یوسف نے بنائی تھی، اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر چھت پر نہایت نفیس مخملی چھت گیری لگائی گئی اور باہر کی دیواریں سنگ خارا سے پردنہ مین چنیں، نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام خانہ کعبہ پر ڈالا، جس پر کلمہ طیبہ:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا تھا اور سنہری حاشیہ پر سلطان کا نام تھا۔

موجودہ کعبہ شریف سلطان مراد کا بنایا ہوا ہے یعنی مکمل عمارت کو منہدم کر کے اس کے بعد نئے سرے سے تعمیر نہیں کیا گیا۔

غلاف کعبہ ہر سال مصر سے بڑی دھوم دھام سے آتا رہا ایک مرتبہ پاکستان کے شہر لاہور سے بھی بن کر گیا، پہلے یہ طریقہ تھا کہ پرانا غلاف کعبہ خدام کو دے دیا جاتا لوگ تبرک کے طور پر اسے خرید لیتے تھے، لیکن اب غلاف کعبہ سعودیہ میں ہی بنتا ہے اس پر شاہ سعود کا نام ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

بیرہ کو عمارت کا امیر مقرر کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ اس میں حلال مال خرچ ہوگا اس وقت کے امیر لوگوں کے پاس زیادہ سود سے حاصل کردہ مال ہوتا تھا اس لئے حلال مال کم مقدار میں جمع ہوا تو قریش نے مال کی کمی اور کچھ اپنے مقاصد کے پیش نظر چند فرق کر دیئے۔

(۱) کعبہ کی کچھ زمین باہر نکال دی یعنی عمارت کو چھوٹا کر دیا ، کعبہ سے باہر نکالی ہوئی زمین کو "حطیم" کہا جاتا ہے اسی میں میزابِ رحمت (پرنالہ) گرتا ہے، چھوٹی چھوٹی دیوار سے آج بھی اسے علیحدہ نمایاں کیا ہوا ہے۔ طواف اس کے باہر سے ہی ہوتا ہے۔

(۲) قریش نے دو دروازوں کے بجائے ایک کر دیا وہ بھی بلند تاکہ جسے چاہیں اندر جانے دیں اور جسے چاہیں نہ جانے دیں اب بھی اسی پر عمل ہو رہا ہے بادشاہوں کیلئے دروازہ کھلتا خواہ وہ کتنے ہی بدکار کیوں نہ ہوں صلحاء اتقیاء کے لئے کبھی دروازہ کھلنے کی خبر نہیں سنی گئی

(۳) خانہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی دو صفیں بنائی گئیں اور ہر صف میں تین ستون بنائے گئے۔

(۴) کعبہ شریف کی بلندی پہلے سے دوگنا کر دی گئی پہلے بلندی نو ہاتھ تھی انہوں نے اٹھارہ ہاتھ کر دی۔

(۵) خانہ کعبہ کے اندر رکن شامی کے قریب ایک زینہ بنایا گیا جس سے چھت پر چڑھ سکیں۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے متصل (یعنی حطیم) بنیادِ ابراہیمی کے پتھر مجھے دکھائے اور فرمایا کہ قریش نے اس میں کمی کر دی تھی لوگ اگر نئے نئے مسلمان نہ ہوتے اور ان کے جذبات بھڑکنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ابراہیمی بنیادوں پر کعبہ دوبارہ تعمیر کر دیتا۔

اسی روایت کی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کعبہ شریف کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا، حطیم کو کعبہ میں داخل کیا، دروازے دو بنائے جو زمین کے متصل تھے ، خوشبودار مٹی چونہ میں ملا کر گارا لگایا گیا دروازوں پر اندر باہر عنبر لگا کر خوشبودار کیا گیا۔ نہایت قیمتی ریشمی غلاف چڑھایا گیا۔

خیال رہے کہ سب سے پہلے کعبہ شریف کو غلاف چڑھانے والے کا نام اسعد ہے جو شاہ یمن تھا

marfat.com

Marfat.com

مقام ابراھیم سے وہ پتھر مراد ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ معظمہ کی تعمیر فرمائی ابراہیم کے قد میںِ مطہرین کے نشانات اس پر ثبت ہیں۔ طواف کعبہ کے بعد طواف کی رکعتیں اسی مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں ، اس میں بھی اتباعِ ملت ابراہیمی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم کے قدمین مطہرین کے نشانات کو وہ عظمت عطا فرمائی کہ قیامت تک طواف کرنے والوں کو حکم دیا کہ مقام ابراہیم کے پیچھے (دو رکعت) نماز پڑھو ، طوافِ کعبہ کے سات چکر مکمل کرنے کے بعد طواف کی دو رکعت مسجد حرام میں پڑھنا واجب ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ انہیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھا جائے۔

(تبیان ص ۲۲٤)

مقامِ ابراھیم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تین مرتبہ کھڑے ہوئے :

(ا) ابرہیم علیہ السلام جب کئی سال گزرنے بعد اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کے لئے آئے تو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق حضرت سارہ رضی اللہ تعالی عنہا سے وعدہ کر کے آئے کہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر اور ملاقات کر کے واپس آجاؤں گا۔ سواری سے نہیں اتروں گا، آپ علیہ السلام جب مکہ میں آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام تو شکار کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے، بہو سے ملاقات ہوئی، اس سے گزراوقات کے متعلق پوچھا، اس نے کہا : اچھا گزارا نہیں، تنگدستی ہے، صرف شکار پر گزراوقات ہو رہی ہے۔

آپ علیہ السلام نے واپس چلتے ہوئے کہا :

"اپنے خاوند کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں اسے بدل لو"

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب گھر آئے تو خود ہی پوچھا کہ آج کوئی بزرگ تو نہیں آئے تھے ؟ تو آپ کی زوجہ نے کہا کہ آئے تھے اور سلام کہہ کر گئے ہیں اور ایک پیغام دے کر گئے ہیں، جب پیغام کی اس نے تفصیل بیان کی تو آپ نے اپنی زوجہ کو فارغ کر دیا ، کہ وہ تمہیں فارغ کر دینے کا حکم دے گئے ہیں۔

وجہ یہ تھی کہ اس نے رب تعالیٰ کی ناشکری کی تھی، نبی کی زوجہ کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ کم روزی پر شکائت کرے ، بلکہ صابر رہے۔

marfat.com

Marfat.com

مقام ابراہیم و حجر اسود :

یہ دونوں جنتی یاقوت ہیں، بہت نورانی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کا نور محو کر دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ مشرق و مغرب کو چمکاتے ۔

مقام ابراھیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر کرتے ، جس قدر عمارت بلند ہوتی جاتی تھی یہ پتھر بھی اونچا ہوتا جاتا تھا ، یہ پتھر آپ کے کھڑے ہونے سے نرم بھی ہو جاتا تھا کہ سختی کی وجہ سے آپ کے قدموں کو تکلیف نہ ہو ؛ اسی لئے آپ کے قدموں کے نشان اس میں پڑ گئے تھے۔ اسی پتھر کو جبل ابی قُبَیس پر رکھ کر اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز دی : اے اللہ کے بندو حج کے لئے آؤ ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالاً وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴾
(پ ۱۷ سورۃ حج ۲۷)

اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہوں گے ، پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر کہ ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔

آپ کے اس اعلان کے بعد ان تمام لوگوں نے لبیک کہا جنہوں نے بھی حج کرنا تھا۔ جس نے جتنی مرتبہ حج کرنا تھا اتنی مرتبہ ہی لبیک کہہ دیا، ماؤں کے رحموں میں اور آباء کی پشتوں میں سے تا قیامت آنے والوں نے لبیک کہا۔

(ماخوذ از تفسیر نعیمی)

نبی کریم ﷺ نے جب مقام ابراہیم کی عظمت کو بیان کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ : ہم اس کے پیچھے نماز نہ ادا کر لیا کریں ؟ تو حضور ﷺ نے وحی کے انتظار میں خاموشی اختیار کی، لیکن اسی دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کریمہ کا نزول ہو گیا ۔ ارشاد ہوا :

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی ﴾

اور (حکم دیا کہ) مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام

ارشادباری تعالیٰ ہے :

﴿ فَآمَنَ لَهُ لُوْطٌ ﴾

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام باتوں کی آپ علیہ السلام نے تصدیق فرمائی اور آپ کے دعویٰ نبوت کی تصدیق فرمائی "

تمام انبیائے کرام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اس لئے یہاں یہ معنی نہیں کیاجاسکتا کہ حضرت لوط علیہ السلام (معاذاللہ) کفر سے ایمان لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کی تبلیغ فرمائی تو آپ توحید پر ایمان لائے۔

یہ معانی نبی کی شان کے منافی ہیں :

"لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے " اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ابراہیم علیہ السلام کو ہر دعوی میں سچا تسلیم کیا۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ھاران بن تارخ کے بیٹے ہیں، اگرچہ " کشاف " میں یہ ہے کہ آپ کی بہن کے بیٹے ہیں لیکن " کمالین " میں اس قول کورد کیا گیا ہے۔

خیال رہے کہ ھاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام بھی ہے جو حضرت سارہ کا باپ تھا پہلے زمانہ میں گھر کے کئی افراد کا ایک ہی نام ہوتا تھا بلکہ بعض اوقات باپ بیٹے کا ایک نام اور کبھی بہن بھائی کا ایک نام بھی ہوتا تھا۔

تنبیہ : بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے کچھ تکلیف نہ دی تو یہ معجزہ دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام ایمان لے آئے۔ اس سے بظاہر یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ معاذاللہ کفر کے بعد ایمان لائے، لیکن اس کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے رد کرتے ہوئے فرمایا :

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ پھر اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کیلئے آئے اس وقت بھی اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہ تھے ، آپ علیہ السلام کی ملاقات بہو سے ہوئی (یہ حضرت اسماعیل کی دوسری شادی تھی) اس سے گھر کے حالات پوچھے اس نے کہا:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اچھا وقت گذر رہا ہے، زمزم کے پانی پر ہمارا قبضہ ہے ، میرے خاوند شکار کر کے لے آتے ہیں، بہت اچھا وقت پاس ہو رہا ہے۔"

حضرت ابراہیم جب واپس جانے لگے تو آپ کی بہو نے اصرار کیا کہ آپ ہمارے گھر رکیں ، لیکن آپ نے کہا: "مجھے سواری سے اتر کر زمین پر آنے کی اجازت نہیں" تو آپ کی بہو نے کہا کہ آپ اپنے پاؤں اس پتھر پر رکھیں تاکہ میں ان کو دھو دوں، آپ علیہ السلام نے جس پتھر پر پاؤں رکھے وہ "مقام ابراہیم" ہی تھا۔

آپ علیہ السلام نے واپس چلتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے سلام کہا اور پیغام دیا کہ:

"گھر کی چوکھٹ اچھی ہے اسے مضبوط رکھنا"

(۲) تعمیر کعبہ کے وقت آپ اس پر کھڑے ہوئے تھے وہ نرم ہو جاتا تھا ، تاکہ آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک کو سختی کی وجہ سے تکلیف نہ ہو ، اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کے قدموں کے نشانات اس میں پڑھ گئے۔ آپ جب بلند ہونا چاہتے تھے تو وہ پتھر خود بخود اوپر اٹھ جاتا تھا، جب نیچے آنا چاہتے تھے تو نیچے ہو جاتا تھا۔ عام مستریوں کی طرح آپ علیہ السلام کو پھٹے باندھنے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔

(۳) کعبہ شریف کی تعمیر کے بعد آپ علیہ السلام نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر جبل ابو قبیس پر سے لوگوں کو حج کی دعوت دی۔

(تفسیر کبیر ، نعیمی)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

لوط علیہ السلام جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ہی تھے اور علاقہ بھی قریب قریب تھا اور آپ کی قوم یعنی خاندان میں سے تھے تو آپ نے دوبارہ مشہور امور کی طرف توجہ دینے کے بجائے اپنی قوم کو صرف ان کی خصوصی برائیوں سے ہی روکا ؛ تاکہ یہ قوم دنیاوی اور اخروی عذاب سے بچ جائے، لیکن قوم باز نہ آئی آخر کار ان پر عذاب مسلط کر دیا گیا۔

آپ نے قوم کو کہا :

﴿ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(پ ۲۰ سورۃ عنکبوت ۲۹)

اور لوط کو نجات دی جب اس نے اپنی قوم کو کہا تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا، کیا تم مردوں سے بد فعلی کرتے ہو؟ اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں بری بات کرتے ہو؟ اس کی قوم کا کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم سچے ہو۔

آپ علیہ السلام قوم کو عذاب سے بچانے کی فکر میں ہیں لیکن قوم کبھی کہتی ہے تم عذاب لے آؤ اور کبھی کہتی :

﴿ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۲۷)

بولے اے لوط اگر تم باز نہ آئے تو ضرور نکال دیے جاؤ گے یعنی ہم تمہیں اپنے شہر سے نکال دیں گے اور ہم تمہیں یہاں رہنے نہیں دیں گے۔

لوط علیہ السلام کی قوم کی خرابیاں :

سب سے بڑی برائی ان میں " لواطت " تھی۔ (مردوں سے برائی کرنے کی عادت ان میں کثرت سے پائی جاتی تھی) اور مسافروں اور گذرنے والوں کے راستہ میں بیٹھ جانا ان کا راستہ روکنا اور زبردستی ان سے برائی کا مرتکب ہونا، راستہ میں بیٹھ کر ڈاکہ زنی، لوگوں کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا، ان کی بری

marfat.com

Marfat.com

" وما قیل انه امن علیه السلام حین رای النار لم تحرقه ضعیف روایة وکذا درایة لانه بظاهره یقتضی عدم ایمانه قبل وهو غیر لائق به علیه السلام "

بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ لوط علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا تو آپ ایمان لائے، یہ عقل و نقل کے مخالف ہے ؛ کیونکہ اس سے بظاہر پتہ یہ چلتا ہے کہ آپ کا پہلے ایمان نہیں تھا ، یہ نبی کی شان کے لائق ہی نہیں ۔

لوط علیہ السلام کے ایمان لانے سے مراد

یا تو ایمان کا وہی معنی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ :
"آپ علیہ السلام مراتب کی اس بلندی پر فائز ہوئے جہاں عام انسان اس مقام کو نہیں پا سکتا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت :

حضرت لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ بابل سے حران کی طرف ہجرت کی ، پھر وہاں سے مصر میں۔ اب ان دونوں کے ساتھ حضرت سارہ بھی تھیں، مصر سے فلسطین میں آگئے۔ اب ان تینوں کے ساتھ حضرت ہاجرہ بھی تھیں۔

پھر لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شہر سے تقریباً اٹھارہ میل دور تک ایک شہر میں تبلیغ دین کے لئے آگئے اس شہر کا نام " سندوم " تھا ۔ قرآن پاک میں اسی کو " الموتفکة " سے تعبیر کیا گیا۔

(روح المعانی ج ۱۱ حصہ اول ص ۱۵۲)

لوط علیہ السلام نے قوم کو عبادت کی دعوت نہیں دی :

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو صرف برائیوں سے باز رہنے کی تبلیغ کی ، لیکن ان کو عبادت کرنے کا حکم اس طرح نہیں دیا جیسے حضرت ابراہیم نے دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت کی تبلیغ فرمادی تھی اور یہ بہت مشہور ہو چکی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

☆ مزاح مزاح میں فحش کلامی اور ایک دوسرے کو گالی دینا، یہ برائی بھی آج کے اوباش لڑکوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے، وہ اپنے خیال میں اپنے آپ کو ماڈرن اور ترقی یافتہ سمجھتے ہیں ۔ اگر کوئی شریف آدمی انہیں روکے تو اسے ملائیت، فسطائیت، قدامت پسندی کے القاب دیتے ہیں اور کہتے ہیں دنیا تو (بے حیائی) بہت آگے جا چکی ہے لیکن یہ ابھی چودہ سو سال پیچھے ہیں۔ سائنسی علوم پڑھ کر ترقی تو ضرور کریں ملک و ملت کو عروج بخشیں لیکن بے حیائی کر اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دیں۔

الغرض ہر قسم کی بے حیائی اس قوم میں موجود تھی حیا کے خلاف ہر فعل ان کے نزدیک پسندیدہ سمجھا جاتا۔

عام لوگوں کے سامنے عام محافل میں مصطگی کا چبانا اور مسواک کا چبانا بھی قوم لوط کا برا فعل تھا، یہ ایسا فعل ہے جس سے دوسرے دیکھنے والے کا دل خراب ہوتا ہے، دل میں متلا پن پیدا ہوتا ہے جو بعض اوقات زیادہ حساس طبیعت کے شخص کے قے آنے کا سبب بن جاتا ہے۔

آج کے دور میں چونگم (ببل گم) چبانا، منہ سے بار بار نکالنا پھر منہ کے اندر لے جانا اور کبھی غبارہ بنانا، قوم لوط کے فعل کا ہی عکس ہے اور در حقیقت یہ بے وقوفی کی علامت ہے۔

عام طور پر بے وقوف کو اونٹ سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ وہ پیشاب اپنی رانوں پر کرتا ہے جو پیشاب سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے اسے بے وقوف سمجھا جاتا ہے۔ بے وقوف کو اونٹ کہہ دیتے ہیں اور کئی مست اونٹ اپنے منہ سے اسی طرح غبارے بناتے ہیں پھر منہ میں داخل کر لیتے ہیں، منہ میں جھاگ پیدا ہوتی ہے۔ اسے پنجابی میں کہتے ہیں " بو کے نکالنے والا اونٹ" کبھی اونٹ کا نظارا بھی دیکھیں اور ترقی یافتہ چونگم کھانے والوں کو بھی دیکھیں تو آپ کو کوئی فرق نظر نہیں آئے گا، اس لئے ان کو اونٹ کہنا اور بے وقوف سمجھنا عقل کی علامت ہے۔

کچھ لوگ ہر وقت منہ میں مسواک لئے پھرتے ہیں عام محافل میں بس میں ویگن میں حالانکہ اس طرح مسواک منہ میں لینا پھر نکالنا پھر منہ میں ڈالنا کلی نہ کرنا یہ طریقہ دوسروں کا دل خراب کرنے کے مترادف ہے۔

marfat.com
Marfat.com

..ادات میں شامل تھا۔

قوم لوط کی یہ برائیاں ابھی تک لوگوں میں موجود ہیں، جو شریعت مطہرہ سے بغاوت ہے۔

☆ مردوں کی محفلوں میں صرف اسی لئے آنا کہ ان کو تاڑنا یعنی بعض کا بعض کو دیکھنا اور برائی کے لئے انتخاب کرنا۔ کبوتر بازی یعنی پورا پورا دن ان کو اڑانے اور شرط پر بازی لگانے میں گذار دینا، آج بھی لوگ اس برائی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

☆ عورتوں کی طرح انگلیوں کے پورے مہندی سے رنگنا۔ خیال رہے مرد کو بطور دوا مہندی لگانا جائز ہے لیکن زیب وزینت کے لئے منع ہے، لیکن آج کے دور میں لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس اور چال ڈھب پسند ہے جو حرام ہے۔

☆ ہاتھوں سے کنکریاں ادھر ادھر پھینکنا، گذرنے والوں کو تنگ کرنا۔ اسی طرح بندوقوں سے کنکریاں پھینک کر لوگوں کو ستانا، یہ فعل آج کے دور میں اوباش لوگوں میں قوم لوط سے زیادہ پایا جاتا ہے۔

☆ ایک دوسرے کو تھپڑ مارنا ادھر سے ایک آیا اس نے دوسرے کو تھپڑ مار دیا اور ادھر سے دوسرا آیا اس نے تھپڑ مار دیا، یہ بیہودہ فعل ان کا مزاح ہوا کرتا جو در حقیقت ان کے اوباش ہونے کی علامت تھی۔

☆ محفل میں لوگوں کے سامنے بلند آواز سے ہوا خارج کرنا وہ اپنی شان سمجھتے تھے حالانکہ شرفا کے لئے یہ فعل باعث شرم ہوتا ہے۔ بے اختیار ہوا کا بلند آواز سے خارج ہونا، یا گیس وغیرہ کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نہ روک سکنا، یا روکنے کی صورت میں بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہونا، سب عذر ہیں، عذر کی صورتوں میں کئی افعال معاف ہوتے ہیں ان کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔

☆ انگلیوں کے پٹاخے نکالنا بلاوجہ اور بغیر عذر کے انگلیوں کے پٹاخے نکالنا مکروہ ہے اسی وجہ سے کہ یہ لوط علیہ السلام کی قوم کا فعل تھا اور اس وقت بھی اس فعل کو بیہودہ سمجھا جاتا تھا۔

☆ مزاح کرتے ہوئے لوگوں کے سامنے ننگا ہونا یعنی چادر شلوار وغیرہ اتار دینا۔ ننگا ہونا بے حیا بننا بھی قوم لوط کا فعل ہے جس کو آج نام نہاد مسلمانوں نے "ثقافت" کا نام دیا ہوا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فرماتے تھے اور دانتوں کی صفائی میں مبالغہ فرماتے۔

مسواک کے مستحب اوقات :

﴿ و يستحب في خمسة مواضع اصفرار السن و تغير الرائحة والقيام من النوم والقيام الى الصلوة وعند الوضوء ﴾

(مرقاة المفاتيح ج ۲ ص ۳)

پانچ مقاموں میں مسواک کرنا مستحب ہے

(۱) دانت زرد رنگ کے ہو جائیں۔ [illegible] منہ میں بو آنے لگے۔

(۳) سونے کے بعد۔ (۴) [illegible] ہو۔

(۵) وضوء جب بھی کرے ، خواہ نماز کے لئے یا قرآن پاک [illegible] نے کے لئے۔

اس بحث سے مسواک کے مواضع واضح ہو گئے ، ویگن بس میں ، چلتے پھرتے ہر محفل میں مسواک کو چباتے رہنا ، کبھی منہ میں لینا ، کبھی نکالنا ، کبھی تھوکنا پھر مسواک کو منہ میں لینا ، کلی نہ کرنا ۔ یہ طریقہ راقم کو کہیں سے نہیں ملا کہ ایسا کرنا مستحب ہے یا دوسروں کو متنفر کرنا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

لوط علیہ السلام کی زوجہ :

حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا نام " واھلہ " تھا ۔ یہ کافرہ تھی ۔ اس کے دل میں نفاق تھا وعدہ کا پاس نہیں کرتی تھی۔ لوط علیہ السلام کے پاس آنے والے مہمانوں کے متعلق قوم کو مطلع کرتی اس طرح لوط علیہ السلام کی خیانت کی مرتکب ہوتی ۔ قوم کی برائی پر خوش ہوتی تھی ، اسلئے قوم کے ساتھ عذاب میں یہ بھی گرفتار ہوئی۔

عذاب والے فرشتوں کا لوط علیہ السلام کے پاس آنا :

جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے حضرت سارہ کو اسحاق علیہ السلام اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دینے کے لئے وہی لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کے لئے بھی آئے۔

marfat.com

Marfat.com

مسواک کون سے مواقع میں مستحب ہے :

مسواک کے متعلق نبی کریم ﷺ کے کیاارشادات ہیں ؟ان کو سمجھنے سے واضح ہو جائے گا کہ ہر وقت مسواک چباتے رہنا، کبھی منہ میں لینا کبھی باہر نکالنا معیوب ہے۔ جس فعل سے دوسرے لوگوں کی طبیعت متنفر ہو، وہ کام انبیائے کرام نے نہیں کئے۔

مسواک کے متعلق ارشاداتِ مصطفوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

﴿لو لا ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند كل وضوء﴾

اگر میں امت پر شاق نہ سمجھتا تو ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا ،یعنی ہر وضو کے ساتھ مسواک کوواجب قرار دے دیتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

﴿لولا ان اشق علی امتی لامرتهم بتأخير العشاء وبالسواك عند كل صلوة﴾

(بخاری ، مسلم ، مشکوۃ باب السواک)

اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو عشاء کی تاخیر اور ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا یعنی عشاء کی نماز کو دیر سے ادا کرتا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کوواجب کر دیتا۔

خیال رہے کہ یہ دونوں حکم استحبابی اب بھی موجود ہیں صرف وجوب کی نفی ہے تا کہ امت پر مشکل در پیش نہ آئے۔

حضرت شریح بن ھانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو کس چیز سے ابتداء کرتے ؟ قالت بالسواك آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مسواک سے ۔

(مسلم ، مشکوۃ باب السواک)

یعنی مسجد سے واپس گھر آکر یا سفر سے واپس آکر مسواک فرماتے تھے آپ نظافت کا خصوصی خیال

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے مجادلہ :

" فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْط "

" پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہوا اور اسے خوشخبری ملی ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا"

یعنی ابراہیم علیہ السلام کو جب معلوم ہو گیا کہ میری قوم کو عذاب تو نہیں ہو رہا ، تو آپ کو لوط علیہ السلام اور ان کی اہل کی فکر دامن گیر ہوئی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قول پسند کیا ہے کہ آپ کو اپنی قوم کی فکر تھی ، آپ فرشتوں کو پہچان رہے تھے۔ علامہ فرماتے ہیں :

" والذی امیل الیه انه علیه السلام عرفهم قبل ذالك وان خوفه منهم لکونه ملائکة لم یدر لا ی شئی نزلوا"

(روح المعانی ج ۷ حصہ اول ص ۹۷)

میرا رجحان اسی طرف ہے کہ آپ نے فرشتوں کو پہلے ہی پہچان لیا تھا، خوف صرف اس لئے ہو رہا تھا کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کیوں نازل ہوئے ہیں ؟ کہیں قوم کو عذاب دینے کے لئے تو نہیں آگئے۔

ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے سوال و جواب کرنا اگرچہ حقیقتاً کوئی " مجادلہ " نہیں البتہ صورتاً مجادلہ تھا، آپ علیہ السلام نے انہیں کہا : کیا تم اس بستی کو ہلاک کر دو گے جسمیں تین سو مومن ہوں گے ؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا کبھی نہیں کریں گے، پھر آپ نے کہا : کیا تم اس بستی کو ہلاک کرو گے جس میں دو سو ایمان والے رہتے ہوں ؟ انہوں نے کہا نہیں اسے تو ہلاک نہیں کریں گے ۔ پھر آپ نے کہا کیا تم اس آبادی کو برباد کرو گے جہاں چالیس ایماندار لوگ موجود ہوں گے ؟ انہوں نے کہا نہیں اسے تو کبھی برباد نہیں کریں گے ۔ پھر آپ نے فرمایا تم اس شہر کو برباد کرو گے جہاں دس مومن رہتے ہوں ؟ انہوں نے کہا نہیں ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ایک مومن وہاں رہتا ہو تو اسے تم برباد کر دو گے ؟ انہوں نے کہا نہیں ۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا : ﴿ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا) اس میں تو لوط موجود ہیں، فرشتوں نے کہا : ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ﴾ ہمیں معلوم ہے وہاں کون لوگ ہیں ؟ لوط علیہ السلام اور ان کی

marfat.com
Marfat.com

وہ فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بہت مہمان نواز تھے پندرہ دنوں سے کوئی مہمان نہ آیا تھا ،اس لئے آپ نے جلدی سے ان کے پاس بھونا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ آپ نے جب دیکھا کہ یہ اجنبی لوگ ہیں ان کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہنچ رہے تو سمجھ گئے کہ یہ تو فرشتے ہیں۔

اعتراض :

رب تعالیٰ نے فرمایا :﴿واوجس منھم خیفة﴾اور دل دل میں ان سے ڈرنے لگے ۔

اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کو فرشتوں کا پتہ ہی نہ چل سکا اور ان کو اجنبی سمجھ کر ڈر گئے کہ معلوم نہیں یہ کون لوگ ہیں کہاں سے آگئے ہیں ؟

جواب :

" قال فی التأویلات النجمیة ما کان خوف ابراھیم خوف البشریة بان خاف علی نفسه فانه حین رمی بالمنجنیق الی النار ماخاف علی نفسه وقال اسلمت لرب العلمین وانما کان خوفه خوف الرحمة والشفقة علی قومه یدل علیه قالوا " لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط "

(حاشیہ جلالین ص ۱۸۵)

" تاویلات نجمیہ "میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بتقاضائے بشریت کوئی خوف نہیں ہوا کہ آپ کو اپنی جان کا خوف ہوتا تو آپ کو جب منجنیق کے ذریعے آگ میں ڈالا جارہا تھا اس وقت آپ کو اپنی جان کا کوئی خوف نہیں ہوا بلکہ آپ نے کہا :"میں اپنے آپ کو رب العالمین کے سپرد کر رہا ہوں" آپ کو صرف خوف اپنی امت کا تھا امت پر رحمت وشفقت کرتے ہوئے آپ خوف کر رہے تھے کہ کہیں میری امت کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے فرشتوں کا جواب اس مضمون کو واضح کر رہا ہے کیونکہ انہوں نے کہا" آپ خوف نہ کریں بے شک ہم تو لوط علیہ السلام کی طرف بھیجے گئے ہیں۔"

marfat.com

Marfat.com

تمہارا میلان، بد فعلی کا ارتکاب تمہاری بد چلنی کا ذریعہ ہے۔ اپنی بیویوں کی طرف میلان کرو تاکہ ان کے حقوق بھی ادا ہو سکیں اور تم بھی نیک ہو جاؤ ۔یہ میرے مہمان ہیں ان سے کوئی برائی کے مرتکب ہو کر مجھے رسوا نہ کرو ۔اگر میرے پاس کوئی طاقت ہوتی تو میں تمہیں مار مار کر بھگا دیتا اگر میرے پاس کوئی مضبوط قلعہ یا پناہ ہوتی تو مہمانوں کو وہاں لے جاتا۔

پناہ طلب کرنے کا مطلب :

لوط علیہ السلام نے کہا : ﴿اَوْ آوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾
یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔

نبی کریم رحمت ﷺ نے فرمایا :

" یرحم اللہ لوطا لقد کان یأوی الی رکن شدید "

اللہ تعالیٰ لوط پر رحم فرمائے آپ کسی مضبوط پائے کی پناہ لینا چاہتے تھے

بظاہر یہاں وہم ہوتا ہے کہ لوط علیہ السلام نے یہ کیوں کہا ؟ (معاذاللہ) آپ نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

" انه کان بمقتضی الجبلة البشرية بعض الامور الضرورية يميل الى الاستعانة بالعشيرة القوية "

(مرقاۃ المفاتیح باب بدء الخلق وذکر الانبیاء)

انسان کی جبلت بشری کا تقاضا ہے کہ وہ بعض امور ضروریہ میں اپنے قوی قبیلہ سے امداد طلب کرتا ہے، یہ انبیائے کرام کی شان کے مخالف نہیں۔بلکہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد آنے والے تمام انبیائے کرام نے بھی اپنے قبائل کے کئی افراد سے امداد طلب کی ، اس میں اللہ کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں پائی گئی۔

فرشتوں کا جواب اور قوم لوط پر عذاب :

﴿قَالُوْا یَا لُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّیْلِ

marfat.com

Marfat.com

اہل کو ہم نجات دیں گے سوائے ان کی عورت کے، وہ قوم کے ساتھ ہی عذاب میں مبتلا ہو جائے گی۔

(تفسیر جلالین ص ۱۸۶)

فرشتوں کا لوط علیہ السلام کے پاس آنا:

﴿ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ، وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ، قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ، قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلٰى رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۷۷، ۸۰)

جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے اسے ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی ہوئی آئی اور انہیں پہلے ہی برے کاموں کی عادت پڑی تھی کہا اے قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو کیا تم میں سے ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے بولے اے کاش مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔

یعنی قوم کو جب پتہ چلا کہ لوط علیہ السلام کے پاس خوبصورت نوجوان بطور مہمان آئے ہوئے ہیں تو وہ اپنے برے ارادے اور شدید جذبات لئے بھاگتے ہوئے آگئے، ان کو خبر دینے والی بھی لوط علیہ السلام کی زوجہ واھلہ ہی تھی۔

یہ بھی خیال رہے کہ وہ قوم اس بد فعلی یعنی لواطت کا ارتکاب کوئی چھپ کر نہ کرتی بلکہ وہ لوگ ظاہر طور پر اس برائی کے مرتکب ہوتے، اس لئے لوط علیہ السلام نے کہا۔ کیا تم میں سے کوئی ایک بھی نیک چلن نہیں؟ آپ نے ان کو بڑے پیارے انداز پر نصیحت فرمائی، یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں جو تمہاری بیویاں ہیں تم ان کے حقوق پائمال کر رہے ہو، حقوق زوجیت ادا نہیں کر رہے، نوجوانوں کی طرف

marfat.com

Marfat.com

لوط علیہ السلام کا رات کو نکل جانا :

لوط علیہ السلام اپنے ساتھ سوائے زوجہ کے باقی گھر کے افراد کو رات کو لے کر نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو لپیٹ دیا اس طرح آپ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے ان کی تمام بستیوں کو اپنے پر سے اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ آسمان والے ان کی بستیوں میں رہنے والے مرغوں کی آواز اور کتوں کے بھونک سن رہے تھے ، پھر ان کو پلٹ کر نیچے گرا کر اوپر سے پتھروں کی بارش برسا کر تباہ وبرباد کر دیا گیا۔

(روح المعانی ج ۷ حصہ اول ص ۱۱۳)

٭ خیال رہے کہ چار بستیوں کا پہلے ذکر ہو چکا ہے پانچویں بستی جو سب سے بڑی تھی اس کا نام سدوم تھا جسے قرآن پاک میں مؤتفکات سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تنبیہ: جو پتھر ان پر برسائے گئے تھے ان پر نشانات تھے جن کی وجہ سے وہ دوسرے پتھروں سے ممتاز تھے، ان پر خطوط تھے یا مہریں تھیں ، یا ان پر ہر شخص کا نام لکھا گیا تھا جس کا نام تھا اسی پر وہ پتھر گرا اور وہ مرا۔

(خزائن العرفان)

الانتباہ:

لوط علیہ السلام کی قوم کو جب پتہ چلا کہ آپ کے پاس نوجوان مہمان آئے ہوئے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے اپنے برے ارادے سے آئے آپ نے انہیں سمجھایا کہ مجھے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو اور آپ نے فرمایا :

﴿ یٰقَوْمِ هٰؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ ﴾ (پ ۱۲ سورۃ ھود ۷۸)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ترجمہ کیا ہے :

"بولے اے میری قوم یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے ستھری ہیں"

دیگر مترجمین نے ترجمہ میں "میری بیٹیاں" ذکر کیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ، فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۸۱، ۸۳)

فرشتے بولے: اے لوط! ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تمہاری عورت کے، اسے بھی وہی پہنچنا ہے جو انہیں پہنچے گا۔ بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کئے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔

(کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن)

فرشتے اب تک یہ منظر خاموشی سے دیکھ رہے تھے، جب ان اوباشوں کی گستاخی اور حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی اور بے بسی کی انتہا ہو گئی تو فرشتے گویا ہوئے، اے لوط! گھبراؤ نہیں، دروازہ کھول دو اور ان مسخروں کو آگے آنے دو۔ ہم لونڈے تھوڑے ہیں کہ یہ آگے بڑھ کر ہم کو دبوچ لیں گے ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم ان بستیوں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیں۔ آپ ایسا کریں کہ رات کا جب کچھ حصہ گذر جائے تو اپنے گھر والوں کو ہمراہ لے کر یہاں سے چلے جائیں۔ لیکن آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ اس کا انجام وہی ہو گا جو دوسرے مجرموں کا۔ اب ان ظالموں کی مہلت کی گھڑیاں ختم ہو گئیں، صرف صبح ہونے کی دیر ہے اور صبح کے طلوع ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں۔

جب عذاب آیا تو ان کی بستیوں کو زیر وزبر کر کے رکھ دیا گیا ان کی فلک بوس عمارتیں زمین پر اوندھی گرادی گئیں ان پر سخت پتھروں کی ایسی موسلا دھار بارش کی گئی کہ وہ سب خاک سیاہ بن کر رہ گئے۔ سعدون، عموراہ، اوما اور زبوئیم ان کی چاروں بستیاں اس جگہ آباد تھیں جہاں آج کل بحر مراد یا بحر لوط ہے اب بھی بحر لوط سے دھوئیں کے بادل اٹھتے رہتے ہیں اور کثرت سے زلزلے آتے رہتے ہیں۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

marfat.com
Marfat.com

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمہ کیا ہے، علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے ہی پسند کیا ہے اور اپنے مختار پر دلائل قائم کئے ہیں۔ تفسیر کبیر کی عبارت ملاحظہ ہو۔

" قال يقوم هؤلا بناتي هن اطهر لكم ففيه قولان : قال قتادة المراد بناته لصلبه وقال مجاهد و سعيد بن جبير المراد نساء امته لانهن فى انفسهن بنات ولهن اضافة اليه بالمتابعة وقبول الدعوة قال اهل النحو يكفى فى حسن الاضافة ادنىٰ سبب لانه كان نبيا لهم فكان كالاب لهم قال تعالىٰ ﴿وازواجه امهاتهم﴾ وهواب لهم وهذا القول عندى هو المختار ويدل عليه وجوه : الاول ان اقدام الانسان عرض بناته على الاوباش والفجار متبعد لايليق باهل المروة فكيف باكبر الانبياء ، الثانى وهو انتقال هؤلاء بناتي وهن اطهرلكم فبناته اللواتى من صلبه لاتكفى للجمع العظيم اما نساء امته ففيهن كفاية للكل ، الثالث انه صحت الرواية انه كان له بنتان وهما "زنتا و زعوراء" واطلاق لفظ البنات على البنتين لايجوز لما ثبت ان اقل الجمع ثلاثة"

(تفسیر کبیر)

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے اس کلام ﴿هؤلا بناتي هن اطهر لكم﴾ میں دو قول ہیں : حضرت قتادہ نے کہا اس سے مراد آپ کی اپنی حقیقی بیٹیاں ہیں، لیکن حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد آپ کی امت کی عورتیں ہیں ؛ اسلئے کہ وہ آپ کی بیٹیاں ہی تھیں ان کی طرف قبول دعوت اور متابعت کی وجہ سے منسوب کیا اس لئے کہ نحویوں کا ضابطہ یہ ہے کہ حسن اضافت میں ادنی مناسبت کافی ہے اس لئے کہ آپ ان کے نبی تھے اور نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں آتا ہے وازواجه امهاتهم نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں، لہٰذا نبی ان کے باپ ہوئے۔ علامہ رازی فرماتے ہیں یہی قول میرے نزدیک مختار ہے ۔اس کے مختار ہونے پر کئی وجوہ دال ہیں :

پہلی وجہ یہ ہے : کہ انسان کا اپنی بیٹیوں کو اوباشوں اور فاسقوں فاجروں پر پیش کرنا بہت بعید ہے اہل مروت کے لائق نہیں اکابر انبیاء یہ کام کیسے کر سکتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفاسیر کے مطابق اور اللہ کے نبی کی شان کے لائق ہے، جبکہ دیگر تراجم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیوں کے متعلق کہا۔ اگرچہ ایک قول یہ ملتا ہے کہ آپ نے اپنی بیٹیوں کے متعلق کہا کہ تم ان سے نکاح کر لو لیکن یہ قول مختلف بحثوں سے مردود ہے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں۔ بنات جمع ہے ، نیز دو بیٹیاں پوری قوم کے لئے کیسے ؟ کیا صرف اس قوم کے دو سردار مراد تھے یا کہ پوری قوم ؟ کیا کافروں سے نکاح جائز تھا؟

" اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس وابن ابی حاتم عن ابن جبیر و مجاهد وابن ابی الدنیا وابن عساکر عن السدی ان المراد بناته علیه السلام نساء امته والاشارة بهٰؤلا لتنزیلهن منزلة الحاضر عنده واضافتهن الیه لأن كل نبی اب لامته وفی قراء ة ابن مسعود رضی الله عنه ﴿ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم وهواب لهم و ازواجه امهاتهم ﴾ وقرأ ابی رضی الله عنه مثل ذالك لكنه قدم وازواجه امهاتهم علی وهو اب لهم "

(روح المعانی)

ابو الشیخ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے مجاہد ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے سدی سے بیان کیا ہے کہ یہاں لوط علیہ السلام نے جو بنات کا ذکر کیا ہے اس سے مراد آپ نے اپنی قوم کی عورتیں لی ہیں ، ھٰؤلاء سے اشارہ ان کو بمنزل حاضر کے سمجھ کر کیا اور ان کی اضافت اپنی طرف کی اور بناتی کہا، اس سے مراد یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے باپ کی حیثیت رکھتا ہے ؛ کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرات میں ہے :

﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَهُمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ ﴾

نبی مؤمنوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں ؛ کیونکہ وہ ان کے باپ ہیں اور ان کی بیویاں ان کی مائیں حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی قرات میں بھی ایسے ہی ہے لیکن اس میں وازواجه امهاتهم پہلے ہے اور وهواب لهم بعد میں ہے

marfat.com

Marfat.com

حضرت یعقوب و حضرت یوسف

علیہما السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم"

کریم ابن کریم ابن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹے :

یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہیں یعنی یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں یہودا ، روبیل، شمعون ، لادی ، ریالون ، یشجر ، دینہ یہ تمام لڑکے آپ کی زوجہ لیابنت لیان بن فاہر کے بطن سے ہیں، یہ زوجہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خالہ کی لڑکی تھی ۔

دان ، یفتالی ، جاد ، آشر یہ لڑکے زلفہ اور بلہتہ کے بطن سے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین راحیل کے بطن سے تھے ۔ راحیل کی وفات بنیا مین کی پیدائش کے بعد جلد ہی ہوگئی تھی۔ لیا کی وفات کے بعد راحیل سے نکاح ہوا تھا ۔راحیل ، لیا کی بہن تھی۔

خیال رہے کہ جو نام ذکر کیے گئے ہیں یوسف علیہ السلام کے علاوہ وہ بارہ ہیں، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے اسی وجہ سے اکثر حضرات نے دینہ نام کو شامل نہیں کیا ۔

کچھ حضرات نے شامل تو کیا ہے لیکن کہا ہے کہ یہ مونث کا نام ہے یعنی یوسف کی ایک بہن کا نام دینہ تھا۔

marfat.com

Marfat.com

دوسری وجہ :

آپ نے فرمایا ﴿ هؤلاء بناتی هن اطهر لكم ﴾ آپ کی اپنی حقیقی بیٹیاں اتنی عظیم جماعت کو کافی نہیں ہو سکتی تھیں امت کی عورتیں ان تمام کو کافی ہو سکتی تھیں

تیسری وجہ :

صحیح روایت ہے کہ آپ کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام زنتا اور دوسری کا نام زعوراء تھا ۔ لفظ بنات کا اطلاق (بالحقیقت) دو بیٹیوں پر صحیح نہیں ؛ کیونکہ جمع کے کم از کم تین فرد ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

باطل امور کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ یہ سب دیکھنے والے پر منحصر ہے۔

خیال رہے خواب دیکھنے والا جب کوئی اچھا خواب دیکھے تو وہ اللہ کی طرف سے (القاء) ہوتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پڑھے اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہے تو بیان بھی کر دے لیکن اگر برا خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے خواب دیکھنے پر بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور ......
﴿ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَشَرِّ الرُّؤْیَا ﴾ ...... پڑھے اور کسی کے سامنے وہ خواب بیان نہ کرے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

(ماخوذ از روح المعانی)

یعقوب علیہ السلام کا خواب بیان کرنے سے منع کرنا :

﴿ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاكَ عَلٰی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۵)

"کہا اے میرے پیارے بیٹے ! اپنا خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے بے شک شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔"

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خواب بارہ سال کی عمر میں دیکھا ، حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام منصب نبوت پر فائز ہوں گے تو بھائی ان سے حسد کریں گے۔

کیونکہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی آپ کے بھائی آپ سے اس پر حسد کرتے تھے ۔ یہ بھی یعقوب علیہ السلام کے علم میں تھا ؛ اسی لئے آپ نے منع فرمایا کہ یہ خواب بھائیوں سے نہ بیان کرنا ۔ ورنہ ان کا حسد اور بڑھ جائے گا وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں شیطان کے دامِ فریب میں آجائیں گے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد :

﴿ اِذْ قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴾
(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۸)

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کا خواب دیکھنا :

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کو بتایا کہ اے میرے باپ !

﴿ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ٤)

بے شک میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ۔ یوسف نے جو تارے دیکھے تھے ان کے نام یہ ہیں :

" جربان، طارق، ذیال، قالبس، عمودان، فیلق، فزع، وثاب، ذوالکفتین ،ضروج، مصبح "

ایک روایت میں مصبح کی جگہ نطح ذکر ہے، لیکن پہلی روایت پر کثیر اہل علم حضرات ہیں سنان نامی یہودی حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا آپ مجھے ان ستاروں کے متعلق بتائیں جو یوسف نے دیکھے تھے، آپ خاموش تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آگئے انہوں نے حضور کو ستاروں کے نام بتادیئے آپ نے یہودی کو کہا اگر میں تمہیں ان تاروں کے نام بتادوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے ؟ اس نے کہا ہاں ! آپ نے اسے نام بتادیئے وہ کہنے لگا : قسم ہے اللہ تعالیٰ کی بے شک یہی ان کے نام ہیں۔

آپ کے خواب کی تعبیر :

گیارہ تاروں سے مراد آپ کے بھائی اور چاند سورج سے مراد آپ کے ماں باپ ہیں ، لیکن خیال رہے کہ خواب دیکھنے سے پہلے ہی آپ کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ سجدہ سے مراد سجدہ تعظیمی ہے جو پہلی امتوں میں جائز تھا ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

فائدہ : خواب میں سورج دیکھنے سے بادشاہت ، سونا ، خوبصورت عورت ملنے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے چاند کو خواب میں دیکھنے سے بادشاہت ، وزارت ، بادشاہ کا قرب ، ریاست ، شرافت ، غلام ، منصب ، حاکمیت بڑے آدمی کی زیارت ، والد ، والدہ ، زوجہ ، خاوند ، عظمت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی فساد اور

marfat.com

Marfat.com

یعقوب علیہ السلام کی محبت دو بیٹوں سے زیادہ کیوں؟

"محبت" دل کا کام ہے جس پر انسان قادر نہیں، اسی لئے نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں انصاف کرنے میں بہت زیادہ احتیاط فرمانے کے باوجود دعا فرماتے تھے:

اے اللہ ! جس کا میں مالک ہوں اس پر تو میں نے عمل کر دیا لیکن جس پر میں مالک نہیں اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا،

یعنی دلی محبت کسی سے زیادہ ہونا انسان کے دائرہ قدرت سے باہر ہے۔ یہ دونوں بھائی چھوٹے چھوٹے تھے چھوٹی اولاد سے محبت زیادہ ہونا بھی فطرۃً اور قدرتی عمل ہے

یوسف علیہ السلام سے محبت سب سے زیادہ ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ آپ کی تمام اولاد میں سے اگر کسی کو منصب نبوت حاصل ہوتا ہے تو وہ یہی آپ کا بیٹا ہے اسی لئے آپ ان سے زیادہ محبت کرتے تھے، ان کے بعد بنیامین سے کیونکہ وہ سب سے چھوٹے تھے۔

یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبت کرنے کی وجہ سے ہی ان کے بھائی زیادہ مخالف ان کے ہی تھے بنیامین کے اس طرح مخالف نہیں تھے کیونکہ خواب دیکھنے کا معاملہ ان تک بھی کسی طرح پہنچ چکا تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، روح المعانی)

بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو راہ سے ہٹانے کی ٹھان لی:

﴿ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِاطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۹)

یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ کہ تمہارے باپ کا منہ صرف تمہاری ہی طرف رہے اور اس کے بعد پھر نیک ہو جانا۔

یعنی انہوں نے مشورہ کیا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ باپ صرف تمہارے ساتھ ہی خالص محبت کریں تو یوسف کو راستے سے ہٹانا ضروری ہے اس کے بغیر باپ کی کامل محبت میسر نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمان تھے،

marfat.com

Marfat.com

جب انہوں نے کہا کہ ضرور یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بے شک ہمارے باپ صراحتاً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کے بعد حضرت بنیامین سے ، تو دوسرے بھائیوں کو اس پر حسد آیا وہ کہنے لگے : ہم تو ایک جماعت ہیں باپ کی خدمت زیادہ کر سکتے ہیں اور ان کو زیادہ نفع پہنچا سکتے ہیں یہ دو ہیں اور چھوٹے بھی ہیں یہ اپنے باپ کی خدمت ہماری طرح نہیں کر سکتے پھر ان سے پیار و محبت ہم سے زیادہ کیوں ؟

(روح المعانی)

اعتراض :

" انهم نسبوا أباهم الى الضلال المبين وذالك مبالغة فى الذم ومن بالغ فى الطعن فى الرسول كفر لاسيما ان كان الطاعن ولدا فان حق الأبوة يوجب التعظيم "

سوال یہ ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے لڑکوں نے اپنے باپ کو "ضلال مبین" کی طرف کیسے منسوب کیا ؟ یہ تو مذمت اور طعنہ میں مبالغہ ہے اور جو شخص اللہ کے رسول پر طعنہ میں مبالغہ کرے وہ کافر ہے (حالانکہ وہ مومن تھے)۔ اولاد کس طرح طعنہ زن ہو سکتی ہے ؟

جواب :

" المراد منه الضلال عن رعاية المصالح فى الدنيا لا البعد عن طريق الرشد والصواب "

اس کا جواب یہ ہے کہ راہ راست اور حق سے دوری کو ضلال سے تعبیر نہیں کیا بلکہ ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے باپ دنیا کی مصلحت کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم ایک جماعت ہیں ہم انہیں زیادہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور ہم ان کی خدمت زیادہ کر سکتے ہیں لیکن محبت وہ ان سے زیادہ کرتے ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

رنج پہنچائے گا اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے گا اور تم اس سے بے خبر رہو۔ انہوں نے کہا اگر اسے بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت ہیں جب تو ہم کسی مصرف کے نہیں۔

ان کا شہر سے باہر جانے اور کھیل کی اجازت طلب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم دشمن سے جنگ کرنے کے لئے تیاری کریں گے دوڑ میں مقابلہ کریں گے تیر اندازی میں مہارت حاصل کریں گے۔

اگر وہ صرف لہو ولعب کے لئے کھیل کود کی اجازت طلب کرتے تو یعقوب علیہ السلام انہیں کبھی اجازت نہ دیتے۔ یوسف علیہ السلام چونکہ چھوٹے تھے اس لئے انہوں نے کہا اے ہمارے اباجان ہمارے چھوٹے بھائی کو بھی ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دو، یہ ہماری جنگی تدابیر دیکھ کر خوش ہوگا اور جنگلی میوے پھل ہم اسے توڑ کر دیں گے، یہ کھائے گا ، کیونکہ ہم اونٹوں کو چرانے اور انہیں چارہ کھلانے کی مشقیں بھی کریں گے ان میں جنگلی درختوں سے پھل بھی حاصل کریں گے۔

یعقوب علیہ السلام چونکہ پہلے ہی خواب دیکھ چکے تھے کہ یوسف علیہ السلام پر بھیڑیئے نے حملہ کر دیا ہے اور وہ زمین بھی بھیڑیوں والی تھی اسلئے آپ نے کہا مجھے ڈر ہے کہ اسے کوئی بھیڑیا نہ کھا جائے اور تم بے خبر ہی رہو۔ شائد یعقوب علیہ السلام نے خواب کو اسی طرح سمجھا ہو اور اشارہ دشمن کی طرف ہو یعنی بھیڑیئے سے مراد دشمن ہو۔ آپ علیہ السلام کے بیٹوں کو واپس آکر یہی عذر پیش کرنا ہے اپنے باپ کے قول سے ہی سمجھ آیا ورنہ پہلے ان کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے سامنے ایسا کلام نہ کرو جس سے اسے جھوٹ کی راہنمائی ملے، جیسے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو معلوم نہیں تھا کہ انسانوں کو بھیڑیا بھی کھا جاتا ہے، جب ان کے باپ نے یہ کہا تو انہیں بھی جھوٹ بولنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بھائیوں کی ایک جماعت ...... وہ جو بہت طاقتور ہو ...... کے سامنے ایک بھائی کو بھیڑیا کھا جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم کسی کام کے نہیں ہوں گے ، ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیئے کی کیا مجال ہے کہ ہمارے بھائی کو کھا جائے۔؟

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

کافر نہیں تھے ۔ سمجھ رہے تھے کہ یہ عظیم جرم بھی ہو گا، لیکن حسد کی آگ نے انہیں اندھا کر رکھا تھا۔ وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے، البتہ یہ سوچ رہے تھے کہ بعد میں توبہ کر لیں گے اور نیک ہو جائیں گے۔

صرف ایک بھائی قتل کرنے سے منع کرتا تھا :

﴿ قَالَ قَائِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴾

ان میں سے ایک کہنے والا بولا : یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے اندھے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی چلتا آ کر اسے لے جائے اگر تمہیں کرنا ہے تو۔

یہ روکنے والا آپ کا سب سے بڑا بھائی تھا جس کا نام "یہودا" تھا اس نے کہا قتل ایک عظیم جرم ہے تمہارا یہ ارادہ درست نہیں البتہ جنگل میں کسی کنوئیں میں ڈال دو ، شائد وہاں سے کوئی گذرے تو اسے نکال کر ساتھ لے جائے ، اس طرح تمہارا مطلب بھی پورا ہو گا اور یوسف بھی قتل سے بچ جائے گا، اگر تم نے اپنے ارادے پر عمل کرنا ہی ہے تو یہی کرو۔

(ماخوذ از روح المعانی)

یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے جانے کے لئے بھائیوں کا حیلہ :

﴿ قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ ، اَرۡسِلۡهُ مَعَنَا غَدًا یَّرۡتَعۡ وَیَلۡعَبۡ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ، قَالَ اِنِّیۡ لَیَحۡزُنُنِیۡۤ اَنۡ تَذۡهَبُوۡا بِهٖ وَاَخَافُ اَنۡ یَّاۡكُلَهُ الذِّئۡبُ وَاَنۡتُمۡ عَنۡهُ غٰفِلُوۡنَ ، قَالُوۡا لَئِنۡ اَكَلَهُ الذِّئۡبُ وَنَحۡنُ عُصۡبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۱۱، ۱۴)

انہوں نے کہا اے ہمارے باپ ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے معاملہ میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے ہو ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں آپ نے کہا بے شک تمہارا اس کو ساتھ لے جانا مجھے

marfat.com
Marfat.com

اے میرے ابا جان ! یہ کتنی جلدی آپ کے وعدہ کو بھول گئے ، کتنی جلدی آپ کی نصیحتوں کو بھول گئے۔

یہ کہتے ہوئے یوسف علیہ السلام شدید روئے اسی حال میں روبیل نے آپ کو زمین پر گرا دیا اور سینے پر بیٹھ گیا آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ، حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اے میرے بھائی ٹھہر جا مجھے قتل نہ کر، قتل کرنا عظیم جرم ہے ۔

سبحان اللہ ! نبی کا مقام کتنا بلند ہے ؟ نبوت کے اعلان سے پہلے ہی اپنے بھائیوں کو نصیحت کر کے قتل جیسے عظیم جرم سے بچا رہے ہیں۔ روبیل کہنے لگا تجھے تو بڑے خواب آتے تھے اب تو اپنے خوابوں کو بلا جو تجھے میرے ہاتھوں سے چھڑائیں۔ اس نے آپ کی گردن کو مروڑا، آپ کو قتل کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے بڑے بھائی "یہودا" کو کہا اے میرے بھائی! خدا سے ڈر ، میرے اور مجھے قتل کرنے والے کے درمیان حائل ہو جا ! آپ کے کہنے پر اسے کچھ بھائی ہونے کا خیال آیا اور دل نرم ہوا اس نے کہا اے میرے بھائیو !کیا تم نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ قتل نہیں کرو گے ؟اب بھی آسان کام کرو ، قتل نہ کرو! وہ غصہ میں پہلے کئے ہوئے وعدہ کو بھول چکے تھے ، پوچھنے لگے کیا کریں ؟

یہودا نے کہا یہ قریب ہی کنواں ہے اس میں پھینک دو ، یا تو خود ہی مر جائے گا یا کوئی قافلے والے گذرے تو اسے نکال کر ساتھ لے جائیں گے ، وہاں ایک کنواں تھا جو نیچے سے کھلا اور اوپر سے تنگ تھا اس میں جب انہوں نے آپ کو پھینکنا چاہا تو آپ کنوئیں کے کنارے سے لپٹ گئے ، انہوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے ، قمیص کو اتار لیا کیونکہ وہ قمیص کو خون سے رنگ کر اپنے باپ کے سامنے عذر پیش کرنا چاہتے تھے ، یوسف علیہ السلام ان کو کہہ رہے تھے میرے بھائیو !میری قمیص واپس کر دو تاکہ میں کنوئیں میں ننگا نہ رہوں ، لیکن بھائیوں نے آپ کی بات کو تسلیم نہ کیا ۔ آپ کو کنوئیں میں ڈالنے لگے تو آپ نے انہیں کہا اے میرے بھائیو ! مجھے اکیلے چھوڑ جاؤ گے ؟ انہوں نے کہا : اب تم چاند سورج اور تاروں کو بلاؤ وہی تمہاری امداد کریں گے۔

آپ کو ایک ڈول میں ڈال کر کنویں میں لٹکا دیا گیا جب نصف فاصلہ تک ڈول پہنچا تو اوپر سے چھوڑ دیا

marfat.com
Marfat.com

بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو تیار کرنا :

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کسی طرح بھی ان کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھیجنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کہا : کیا تم ہمارے ساتھ باہر جنگل میں چلو گے ؟ جہاں ہم دوڑ میں مقابلہ کریں گے اور اونٹ وغیرہ دوڑانے اور دوسری جنگی تدابیر میں مقابلہ کریں گے ؟حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا : ہاں ضرور جاؤں گا، انہوں نے کہا کہ تم باپ کو کہو۔ آپ نے سب بھائیوں کو ساتھ لیا اور باپ کے پاس آگئے۔ بھائیوں نے ان کی موجودگی میں اپنے باپ کی خدمت میں عرض کی یوسف ہمارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے۔ آپ اسے اجازت دیں۔ آپ نے یوسف علیہ السلام کی طرف توجہ کرتے ہوئے پوچھا، تمہارا کیا خیال ہے ؟انہوں نے کہا بھائی مجھے پیار و محبت سے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اسلئے میں ان کی ساتھ ضرور جاؤنگا، اس طرح یعقوب علیہ السلام باوجود اس کے کہ نہیں چاہتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجا جائے لیکن تقدیر کے سامنے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی یوسف علیہ السلام کی مرضی اور کہنے پر بھائیوں کے ساتھ بھیجنے پر آمادگی ظاہر فرمادی۔

(ماخوذ از روح المعانی)

بھائیوں کے مظالم :

جب وہ یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے کر چلے تو جب تک یعقوب علیہ السلام سامنے تھے اس وقت تک تو وہ کندھے پر اٹھا کر چلے۔ یعقوب علیہ السلام اس وقت تک کھڑے دیکھتے رہے، جب تک وہ سامنے رہے۔ جب وہ جنگل میں پہنچ گئے اور اپنے باپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یوسف علیہ السلام کو زمین پر پھینک دیا اور اپنی عداوت ظاہر کرنے لگے، کبھی بدکلامی کرتے اور کبھی مارتے۔ آپ ایک بھائی سے بھاگ کر دوسرے کے پاس آتے کہ شائد وہ میرے ساتھ ہمدردی کرے گا اور میری فریاد سنے گا، لیکن وہی آپ کو مارنا شروع کر دیتا، آپ نے ان کے ارادوں کو جب سمجھ لیا کہ یہ کیا چاہتے ہیں تو وہاں سے پکار کر کہا

> اے میرے ابا جان ! کاش آپ یوسف کو دیکھتے کہ بھائی اس پر کتنا ظلم کر رہے ہیں ؟ تو آپ کتنے غمزدہ ہوتے اور میرے بھائیوں کے مجھ پر مظالم کو اگر آپ دیکھتے تو یقیناً روتے۔

marfat.com

Marfat.com

رہے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ دعا پڑھی تو فرشتے آپ کے پاس آگئے ، آپ ان سے انس پکڑنے لگے ، اکیلا ہونے کا آپ کو کوئی احساس نہ ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا آپ کے پاس جبرائیل آئے اور کہنے لگے اے لڑکے آپ کو کنوئیں میں کس نے ڈالا ہے؟ آپ نے کہا میرے بھائیوں نے، انہوں نے پوچھا بھائیوں نے کیوں ڈالا؟ آپ نے کہا میرے باپ مجھ سے محبت کرتے ہیں، انہوں نے مجھ پر حسد کیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: کیا تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: یہ التجا صرف یعقوب علیہ السلام کے خدا کی طرف ہے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا پھر تم خدا سے یہ دعا کرو:

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ الْمَكْنُوْنِ الْمَخْزُوْنِ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ وَاَنْ تَجْعَلَ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا وَّاَنْ تَرْزُقَنِیْ مِنْ حَيْثُ اَحْتَسِبُ وَمِنْ حَيْثُ لاَ اَحْتَسِبُ "

آپ نے جب یہ دعا پڑھی تو اللہ نے آپ کے معاملات آسان کر دیئے ، کنوئیں سے نکال کر مصر کی بادشاہی عطا فرمادی جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دعا کرتے رہا کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک برگزیدہ بندوں کی دعا ہے۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹے روتے ہوئے واپس لوٹے :

﴿ وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ عِشَاءً يَّبْكُوْنَ قَالُوْا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ ، وَجَاؤُا عَلٰى قَمِيْصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۱۶ ، ۱۸)

اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اے ہمارے باپ ہم دوڑتے ہوئے آگے نکل گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح

marfat.com

Marfat.com

گیااس خیال سے کہ زور سے گرنے پر مر جائے گا ، لیکن آپ علیہ السلام پانی میں گرے اور ایک طرف پتھر تھااس پر بیٹھ گئے ۔

(روح المعانی)

یوسف علیہ السلام کا کنویں میں حال :

جب آپ کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ رو رہے تھے انہوں نے آپ کو اوپر سے آواز دی آپ نے خیال کیا شائد بھائیوں کو میرے حال پر رحم آگیا آپ نے ان کو جواب دیا انہوں نے آپ کو زندہ سمجھ کر پتھر گرا کر قتل کرنا چاہا لیکن "یہودا" نے پھر منع کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس وہ قمیص تھی جو آپ کے دادا جان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جنت سے لاکر پہنائی گئی تھی جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

یعقوب علیہ السلام نے جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ روانہ کیا تو وہ قمیص آپ نے ان کے گلے میں بطور تعویذ ڈال دی ، بھائیوں نے جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تو ان کی قمیص اتار لی تھی لیکن فرشتے نے آکر ان کے گلے سے وہ تعویذ اتار کر اس سے قمیص نکال کر ان کو پہنادی جس سے کنواں جگمگانے لگا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو کنوئیں کا پانی میٹھا ہو گیا (حالانکہ پہلے نمکین تھا) اس میں غذائیت کی تاثیر آگئی ، یعنی کھانے اور پینے کا کام دینے لگا ۔ جبرائیل ان کے پاس کنوئیں میں آگئے تاکہ وہ ان سے انس پکڑ سکیں ، جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام جانے کے لئے اٹھے تو آپ نے کہا کہ اب مجھے اکیلا رہنے سے وحشت ہوگی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اگر تمہیں ایسی کوئی حاجت در پیش آئے تو تم یہ دعا پڑھنا :

"يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَيَا غَوْثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ وَيَا مُفَرِّجَ كَرْبَ الْمَكْرُوْبِيْنَ"

اس کے پڑھنے پر تم مجھے اپنی جگہ دیکھ لو گے میرے حال کو جان لو گے میرا معاملہ تم پر کچھ مخفی نہیں

marfat.com

Marfat.com

اعتراض :

" انه عليه الصلوة والسلام كان عالما بانهٗ حی سليم لانه قال له ﴿ وكذالك يجتبيك ربك ويعلمك من تاويل الاحاديث ﴾ والظاهر انه انما قال هذا الكلام من الوحی واذا كان عالما بانه حی سليم فكان من الواجب ان يسعی فی طلبه "

حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم تھا کہ آپ زندہ صحیح سلامت ہیں کیونکہ آپ نے یوسف علیہ السلام کو بتایا تھا کہ تمہارا رب تمہیں برگزیدہ پیغمبر بنائے گا اور تمہیں باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا۔ اور ظاہر بات یہی ہے کہ آپ نے یہ کلام وحی سے فرمایا اور جب آپ کو معلوم تھا کہ آپ زندہ صحیح سلامت ہیں تو آپ پر واجب تھا کہ یوسف علیہ السلام کو تلاش کرتے۔

یعنی یہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ باقی لوگوں سے چن کر مقام نبوت عطا کرے گا ، آپ اعلان نبوت فرمائیں گے اس سے پہلے آپ پر موت نہیں آئے گی ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ، تو اتنا معلوم ہونے کے باوجود آپ نے تلاش نہیں کیا؟ بلکہ اتنا وقت روتے ہوئے گذار دیا اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب :

" انه سبحانه وتعالیٰ منعه عن الطلب تشديدا للمحنة عليه وتغليظا للامر عليه "

بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کو طلب کرنے سے منع فرمایا تھا تاکہ وہ اس پر شدید مشقت اٹھائیں اور یہ معاملہ ان پر سخت ہو۔

آپ کو صبر کا ثواب ملے ۔اور یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہی۔

اور وجہ یہ بھی تھی کہ زیادہ تلاش کرنے میں خطرہ تھا کہ کہیں بھائی جا کر قتل نہ کر آئیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا صرف فراق کی وجہ سے تھا بے خبری کی وجہ سے نہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

ہمارا یقین نہ کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں اور ان کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے۔(یعقوب علیہ السلام نے کہا) : بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے لئے بنالی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔

انہوں نے ایک ہرن کو ذبح کیا اس کے خون سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو رنگ کر باپ کے پاس لائے اور ظاہر یہ کیا کہ بھیڑیئے کے کھانے کی وجہ سے یہ خون آلودہ ہو گئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص کو لے کر اپنے چہرہ پر ڈالا اور رونے لگے یہاں تک کہ قمیص کے خون سے آپ کا چہرہ خون آلودہ ہو گیا آپ کہہ رہے تھے کہ میں نے آج تک اتنا حکیم بھیڑیا کوئی نہیں دیکھا جس نے میرے بیٹے کو کھالیا ہو لیکن قمیص کو نہ پھاڑا ہو ! یہ کہتے کہتے آپ نے پھر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ آپ کے بیٹوں نے آپ پر پانی چھڑکا، لیکن آپ کو ہوش نہ آیا اور نہ ہی آپ کے جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوئی، وہ آپ کو پکار رہے تھے لیکن آپ کوئی جواب نہیں دے رہے تھے "یہودا" نے اپنا ہاتھ آپ کے ناک اور منہ پر رکھا لیکن اسے سانس کا چلنا محسوس نہیں ہو رہا تھا اور نہ ہی آپ کی کوئی نبض چل رہی تھی۔

"یہودا" نے کہا : ہمیں قیامت کے دن جزا دینے والے مالک الملک سے عذاب ہی حاصل ہو گا ہم نے اپنے بھائی کو بھی ضائع کر دیا اور باپ کو بھی قتل کر دیا۔ غرضیکہ وہ تمام رات آپ علیہ السلام نے بیہوشی میں گذار دی سحری کے وقت ہوش آیا۔

(روح المعانی)

فائدہ : یوسف علیہ السلام کی قمیص میں تین نشانیاں پائی گئیں : پہلی یہ کہ یعقوب علیہ السلام نے قمیص کو دیکھ کر کہا کہ یوسف کو بھیڑیئے نے نہیں کھایا۔ پھر یعقوب علیہ السلام کی گئی ہوئی نظر قمیص سے ہی واپس لوٹی، جب مصر سے یوسف علیہ السلام نے قمیص بھیجی۔ اسی طرح زلیخا کے الزام سے قمیص کو دیکھ کر ہی بری کیا گیا۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

حسن یوسف : یوسف علیہ السلام کا چہرا بہت حسین تھا، بال گھنگریالے، آنکھیں موٹی وخوبصورت، تمام اعضاء میں عجیب قسم کا اعتدال پایا جاتا تھا، رنگ سفید گندم گوں سرخی مائل، کلائیاں اور پنڈلیاں موٹی، پیٹ چھوٹا، ناف چھوٹی تھی اور جب آپ مسکراتے تھے تو آپ کے دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں ۔ جب کلام فرماتے تو آپ کے سامنے والے دانتوں سے نور کی شعاعیں نظر آتیں اور کسی شخص میں اس وقت یہ اوصاف نہیں پائے جاتے تھے۔ آپ کا حسن ایسے جلوہ گر تھا جیسے دن کی روشنی۔

اتنے حسین لڑکے کو دیکھ کر نکالنے والے کو تعجب کیوں نہ ہو تا کہ آپ کے حسن اور خیر وبرکت سے محرومی پر تو کنوئیں کی دیواریں اور پتھر بھی روئے۔

(روح المعانی ، کبیر)

بھائیوں کا یوسف علیہ السلام کو کھوٹے سکوں سے بیچنا :

اگرچہ آپ کو کنوئیں سے نکالنے والوں نے قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا کر رکھا تھا کہ مصر میں جا کر اسے فروخت کر کے بہت بڑا مال حاصل کریں گے لیکن آپ کے بھائی تین دنوں کے بعد آپ کے حال کا پتہ چلانے کے لئے آئے کہ یوسف زندہ ہے یا مر چکا ہے ؟ کنوئیں پر آئے تو دیکھا کہ یوسف کنوئیں میں تو نہیں ادھر ادھر دیکھا تو ایک قافلہ نظر آیا ان سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ انہوں نے ایک لڑکے کو نکالا ہے، آپ کے بھائیوں نے کہا : یہ ہمارا غلام ہے جو بھاگ کر آگیا ہے، اگر تم خریدنا چاہتے ہو تو ہم تمہیں سستا بیچ دیتے ہیں اور تم اسے کسی دور علاقہ میں لے جاؤ تا کہ اسے بھاگنے کا مزہ آئے۔

یوسف علیہ السلام بھی بھائیوں کے ڈر سے خاموش تھے آپ نے بھی نہ بتایا کہ میں ان کا بھائی ہوں غلام نہیں، آخر کار آپ کو بیس یا بائیس کھوٹے درہموں سے بیچ دیا گیا اللہ نے فرمایا :

﴿ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةً ﴾

اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا۔

marfat.com

Marfat.com

اور وجہ یہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر صابر و شاکر تھے ، لیکن بیٹوں کے فعل پر پریشان تھے کہ نبی کی اولاد ہو کر یہ کتنے حاسد نکلے اس پر آپ کو رونا ہی تھا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

تنبیہ :

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کے جھوٹا رونے کے بعد کسی کے رونے سے اسے سچا نہیں سمجھا جا سکتا۔ ابن منذر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ قاضی شریح کے پاس ایک عورت اپنا مقدمہ لے کر آئی اور رو رہی تھی لوگوں نے قاضی شریح کو کہا : اے ابو امیہ کیا آپ اسے روتا ہوا نہیں دیکھ رہے ، آپ نے فرمایا یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی رات کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے تھے حالانکہ وہ ظالم اور جھوٹے تھے اس لئے کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بغیر تحقیق کے ناحق فیصلہ کر دے۔

(از تفسیر کبیر ، روح المعانی)

یوسف علیہ السلام کا کنوئیں سے باہر آنا :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک قافلہ مدین سے مصر کی جانب روانہ ہوا وہ قافلہ والے راستہ بھٹک گئے وہ ادھر ادھر پھرنے لگے کہ راستہ مل جائے اسی دوران انہیں وہ کنواں نظر آیا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام تھے ، حالانکہ وہ کنواں ایسے بیابان جنگل میں تھا جہاں چرواہوں کے بغیر کوئی شخص نہ آتا ، قافلہ والوں نے کنواں دیکھ کر اپنے ایک شخص مالک بن زعر خزاعی کو بھیجا تاکہ وہاں سے پانی لے آئے اس نے جب کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس سے لپٹ گئے اس طرح آپ باہر تشریف لائے ، مالک بن زعر خزاع نے آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر خوشی سے کہا :

﴿ یَا بُشْرٰی هٰذَا غُلَامٌ ﴾ کتنی خوشی کی بات ہے یہ تو لڑکا ہے۔

یعنی کتنا خوبصورت لڑکا ہمارے ہاتھ میں آگیا جو ہمارے لئے بہت بڑا سرمایا بنے گا۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کے الوداعی سلام، رقت آمیز کلمات، دکھ بھری فریاد کا اثر بھیڑ بکریوں پر اتنا شدید ہوا کہ ان کے اس ہولناک منظر سے حمل گر گئے۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۶)

یوسف علیہ السلام کا والدہ کی قبر پر رونا :

بھائیوں کو آپ نے الوداع کر دیا تو آپ کو غلام نے پکڑ کر اپنے ساتھ چلا لیا تا کہ قافلہ سے مل جائیں آپ کو بیڑیاں لگا کر ایک سواری پر سوار کر کے ساتھ لے جایا جارہا تھا ،کنعان کے قبرستان سے جب آپ کو گذر ہوا تو اپنی والدہ راحیل کی قبر کو دیکھ کر آپ اپنے جذبات پر قابو نہ رہ سکے ،سواری سے اتر کر قبر سے لپٹ کر روتے ہوئے عرض کرنے لگے :

اے میری اماں! قبر سے سر اٹھا کر ذرا اپنے بیٹے کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تو دیکھو! اے میری ماں بھائیوں نے مجھے کنوئیں میں پھینک دیا ،باپ سے مجھے جدا کر دیا ، کھوٹے سکوں سے مجھے بیچ ڈالا، میری چھوٹی عمر پر بھی ان کا دل نہ پسیجا، انہیں مجھ پر کچھ رحم نہ آیا، اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور میرے والد کو مقام رحمت میں جمع کرے، وہی ارحم الراحمین ہے۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۶)

غلام کے یوسف علیہ السلام کو تھپڑ مارنے پر قہر خداوندی :

غلام نے پیچھے دیکھا تو یوسف کو نہ پایا واپس آیا تو دیکھا کہ آپ ایک قبر کے پاس رو رہے ہیں اس نے کہا تمہیں بیچنے والوں نے سچ کہا تھا کہ تم ایک بھگوڑے ہو، یہ کہتے ہوئے اس نے آپ کو ایک زوردار تھپڑ مار دیا ،جس سے آپ بے ہوش ہو کر گر گئے ،پھر جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا مجھے کچھ نہ کہئے یہ تو میری ماں کی قبر ہے ،میں اپنی ماں کو الوداعی سلام کرنے کے لئے سواری سے اتر گیا تھا۔ آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا ،جو تمہیں ناپسند ہو۔ آپ کا چہرا خون آلودہ تھا اور گرنے کی وجہ سے مٹی لگی ہوئی تھی۔ کانپتے ہوئے رب کے حضور عرض کرنے لگے :

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو الوداعی سلام :

جب آپ کے بھائیوں نے آپ کو کھوٹے درہموں سے بیچ دیا تو تاجر کو کہا کہ یہ چور ہے اور بھاگ بھی جاتا ہے تو اس تاجر نے آپ کو قید کر لیا اور آپ کی نگہبانی کے لئے ایک حبشی غلام کو آپ پر مقرر کر دیا جب وہاں سے کوچ کرنے لگے تو آپ رونے لگے، تاجر نے آپ علیہ السلام سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جن لوگوں نے مجھے بیچا ہے میں ان کو الوداعی سلام کرنا چاہتا ہوں یعنی ایسا سلام کرنا چاہتا ہوں جو کبھی نہ لوٹنے والا کرتا ہے۔

تاجر نے اپنے غلام کو کہا اس کو اپنے مالکوں کے پاس لے جاؤ تاکہ یہ انہیں الوداعی سلام کر آئے پھر قافلہ سے مل جانا میں نے آج تک اتنا فرمانبردار غلام نہیں دیکھا جو اپنے مالکوں سے اتنی محبت رکھتا ہو اور اتنے ظالم کوئی مالک نہیں دیکھے جتنے ظالم اس کے مالک ہیں۔

وہ غلام آپ کو آپ کے بھائیوں کے پاس لے آیا اور سب سوئے ہوئے تھے ایک ان میں سے بھیڑ بکریوں کی حفاظت کر رہا تھا جو جاگ رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام اپنے محافظ غلام کے ساتھ پاؤں میں بیڑیاں لگے لڑکھڑاتے اس کے پاس پہنچے ،رونے لگے اس نے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ آپ علیہ السلام نے کہا میں تمہیں الوداعی سلام کرنے آیا ہوں جسے تم کبھی نہ دیکھ سکو گے ، ہائے افسوس ہائے بربادی! یہ کیسا الوداع ہے (ممکن ہے یہ یہودا ہو ،وہ کچھ آپ علیہ السلام سے نرم گوشہ رکھتا تھا) سب جاگ پڑے یوسف علیہ السلام ایک ایک بھائی پر محبت سے سر جھکا کر بوسے لیتے ہوئے گلے مل رہے تھے۔

سبحان اللہ ان کے ظلم کو دیکھئے اور یوسف علیہ السلام کی محبت کو دیکھئے ! آپ چلتے ہوئے کہہ رہے تھے :

> اللہ تمہاری حفاظت کرے اگرچہ تم نے مجھے ضائع کر دیا ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے گھروں میں قائم و دائم رکھے اگرچہ تم نے مجھے گھر سے نکال دیا ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اگرچہ تم نے مجھ پر رحم نہیں کیا۔

marfat.com

Marfat.com

والوں کو معاف کر دیتے ہیں ، ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں ، میں تمہیں معاف کر رہا ہوں، اللہ بھی تمہیں معاف کرے ۔

آپ کے معاف کرنے کے ساتھ ہی تاریکی ختم ہوگئی ، آندھی رک گئی، سورج روشن ہوگیا مشرق و مغرب تک روشنی پھیل گئی ،اس طرح قافلہ مصر میں امن سے آگیا ۔

سبحان اللہ ! نبی کی کیا شان ہے ؟ نبی پر ظلم کرنے والے کیسے گرفت میں آئے؟ اور نبی کتنا صابر؟ کہ ظالموں کے لئے دعا کر رہا ہے۔

(ماخوذ از روح المعانی ج ۷ ص ۲۰۶)

یوسف علیہ السلام کا بازار مصر میں سودا :

یوسف علیہ السلام کو مصر میں لایا گیا تو آپ کو بازار میں بحیثیت غلام بیچا جانے لگا تو آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے قیمت بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ آپ کی قیمت یہاں تک پہنچ گئی کہ آپ کے وزن کے برابر کستوری ، چاندی اور ریشم دیا جائے ۔اتنی بڑی قیمت ادا کرنے کی عام لوگوں میں طاقت نہ تھی۔ اسلئے آپ کو مصر کے وزیر خزانہ نے اتنی قیمت ادا کر کے خرید لیا۔ اس کا نام قطفیر یا اطفیر تھا اور لقب "عزیز مصر" تھا اس وقت مصر کا بادشاہ الریان بن الولید تھا جو عمالقہ قبیلہ کا تھا۔ وہ یوسف علیہ السلام پر ایمان لایا تھا اور اسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وزیر خزانہ بنایا تھا۔ اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ بنا تھا جس کو آپ نے دعوت ایمان دی لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔

خیال رہے کہ مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون ہوا کرتا تھا، یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے بادشاہ کو بھی فرعون کہا جاتا لیکن مشہور فرعون جو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں تھا یہ بہت بعد کا ہے۔

عزیز مصر نے جب آپ کو خریدا تھا اس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی ، تیرہ سال آپ اس کے گھر رہے۔ ریان بن ولید نے جب آپ کو وزیر بنایا آپ کی عمر تیس سال تھی، آپ کو تینتیس سال کی عمر میں اللہ نے ملک و حکمت سے نوازا اور آپ ایک سو بیس برس کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

(ماخوذ از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

اے اللہ اگر میری کوئی خطا ہے تو مجھے میرے آباء ابراہیم واسحاق اور یعقوب علیہم السلام کی حرمت کے وسیلہ سے معاف کر دے۔

آپ کی اس حالت کو دیکھ کر آسمانوں کے فرشتے بھی چلا اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کے لئے فریاد کرنے لگے رب نے فرمایا: اے میرے فرشتو! یہ میرا نبی ہے اور میرے انبیاء کا بیٹا ہے جو مجھ سے فریاد کر رہا ہے اور مجھ سے ہی امداد کا طالب ہے میں ہی اس کا فریاد رس ہوں سب فریاد کرنے والوں کی فریاد کو میں ہی پہنچتا ہوں۔

رب تعالیٰ نے کہا: اے جبرائیل جاؤ میرے بندے کی امداد کرو! جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا اے اللہ تعالیٰ کے دوست تمہارا رب تمہیں سلام کہتا ہے اور تمہیں یہ کہتا ہے، رونے سے رک جاؤ! تم نے سات آسمانوں کے فرشتوں کو رلا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو زمین و آسمان ایک ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت حلم (بردباری) عطاء کی ہے وہ جلدبازی نہیں کرتا تو میں بھی جلدی سے کام نہیں لیتا جبرائیل نے اپنا پر مارا زمین سے سرخ رنگ کی ہوا چلنے لگی، سورج کی روشنی ختم ہو گئی، سرخ آندھی سے تاریکی چھا گئی قافلے والے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

، تاجر نے کہا: اے قافلے والو! اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاؤ! مجھے کئی سال ہو چکے ہیں اس راستہ سے گذرتے ہوئے میں نے آج کے دن کی طرح کوئی دن نہیں دیکھا، سب اپنے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ آج کی مصیبت یقیناً ہمارے کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے محافظ حبشی غلام نے بتایا کہ میں نے یوسف (علیہ السلام) کو مارا تھا جب مارا تو اس نے اپنا سر آسمانوں کی طرف اٹھایا تھا اور اپنے ہونٹوں کو بھی حرکت دی تھی۔

تاجر نے کہا: افسوس تمہاری بربادی! تم نے ہمیں بھی اور اپنے آپ کو ہلاک کر دیا، تاجر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے لڑکے ہم نے تمہیں مار کر تم پر ظلم کیا ہے، اے لڑکے اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو تو بدلہ لے لو ہم حاضر ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا:

ہم ظالموں سے بدلہ نہیں لیا کرتے، میں تو اس گھرانہ سے تعلق رکھتا ہوں جو ظلم کرنے

marfat.com

Marfat.com

تین شخصیات کی فراست :

تین محترم شخصیات نے عظیم فراست سے کام لیا :

☆ " عزیز مصر " جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اپنی زوجہ کو کہا کہ اسے عزت واکرام سے ٹھہراؤ ۔

☆ دوسری حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی جس نے اپنی فراست سے موسی علیہ السلام کو طاقتور امین سمجھتے ہوئے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

☆ تیسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی فراست سے اپنا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔

(روح المعانی)

یوسف علیہ السلام ایک مرتبہ پھر امتحان میں :

﴿ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ، وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۲۳ ، ۲۴)

بہلانے پھسلانے لگی انہیں وہ عورت جس کے گھر میں آپ تھے کہ ان سے مطلب براری کرے اور (ایک دن) اس نے تمام دروازے بند کردئے اور (بصد ناز) کہنے لگی : بس آ بھی جا۔ یوسف (پاکباز) علیہ السلام نے فرمایا : خدا کی پناہ (یوں نہیں ہو سکتا) وہ (تیرا خاوند) میرا محسن ہے، اس نے مجھے بڑی عزت سے ٹھہرایا ہے بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے اور اس نے تو قصد کر لیا تھا ان کا اور وہ بھی قصد کرتے اس کا اگر نہ دیکھ لیتے اپنے رب کی روشن دلیل ، یوں ہوا تاکہ ہم دور کر دیں یوسف سے برائی اور بے حیائی کو ، بے شک وہ

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام نازو نعمت میں :

﴿ وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۲۱)

اور کہا اس شخص نے جس نے یوسف کو خریدا تھا اہل مصر سے اپنی بیوی کو، عزت واکرام سے اسے ٹھہراؤ، شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا بنالیں ہم اسے اپنا فرزند۔ اور یوں (اپنی حکمت کاملہ سے) ہم نے قرار بخشا یوسف (علیہ السلام) کو (مصر کی) سرزمین میں۔ اور تاکہ ہم سکھادیں اسے خوابوں کی تعبیر۔ اللہ غالب ہے اپنے ہر کام پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

عزیز مصر نے آپ کی لوح جبیں پر سعادت و نجابت کے نقوش دیکھ لئے تھے بڑی محبت سے گھر لایا اور اپنی بیوی سے کہا کہ بڑا پیارا بچہ مل گیا ہے اس کے آرام و آسائش کا ہر وقت خیال رکھنا اس کی کسی طرح دل آزاری نہ ہو۔ اسکی شکل و صورت کسی شاندار مستقبل کی غمازی کر رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی دن ہمارے لئے یہ مفید ثابت ہو، یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔ اس عورت کا نام راعیل تھا یا زلیخا۔ یہی دوسرا نام زیادہ مشہور ہے۔

ایسے ملک میں جہاں کسی کو یوسف علیہ السلام کے عظیم خانوادے کا علم تک نہ تھا، جسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر مصر لایا گیا تھا، جسے بیچنے والے بھی ایک بھگوڑا غلام تصور کرتے تھے، پھر وہ عام غلاموں کی طرح منڈی میں لایا گیا اور فروخت ہوا اس کے لئے اتنی عزت و آسائش کے سامان مہیا فرمادینا، مصری مملکت کے ایک، عظیم رئیس کے دل میں اس کے لئے پدرانہ شفقت بلکہ فدویانہ جذبہ پیدا کر دینا، اللہ کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

(ضیاء القرآن)

marfat.com

Marfat.com

علیہ السلام کی امداد کے علم کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد و عناد کی وجہ سے انبیائے کرام کی امداد کا انکار کرتا پھرے تو اس کی اپنی بد قسمتی۔

خدارا اپنی عاقبت برباد نہ کیجئے!

اس مقام پر بعض تراجم کو دیکھ کر انسان گمراہ نہ ہو اور شان نبی میں گستاخی کا مرتکب نہ ہو کسی نے لکھا: "آپ نے قصد کیا" کسی نے لکھا: "ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال ہو چلا تھا" کسی نے لکھا: "اور انہیں بھی اس (عورت) کا خیال ہو چلا تھا۔"

ایسے تراجم سے سوائے گمراہی کے کچھ حصول نہیں، ایسے تراجم دیکھیں جن سے ایمان حاصل ہو میں نے جو ترجمہ نقل کیا ہے وہ "ضیاء القرآن" سے پیر کرم شاہ صاحب کا ترجمہ ہے۔

اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ یہ ہے:

"بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا"

یہی تراجم صحیح ہیں، میں نے اس کی تفصیل اپنی کتاب تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان میں بیان کی ہے جس میں تفاسیر کی عربی عبارات بھی مندرج ہیں، یہاں تفسیر کبیر سے مختصر خلاصہ اردو میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

علامہ رازی فرماتے ہیں ایسی معصیت (یعنی زنا کا ارادہ کرنا) کو اگر اللہ کی مخلوق میں کسی بہت بڑے فاسق کی طرف منسوب کیا جائے اور اسی طرح ایسے شخص کی طرف منسوب کیا جائے جو ہر قسم کے نیک کے کام سے دور رہے تو وہ بھی شرم محسوس کرے تو ایک جلیل القدر رسول جن کو عظیم الشان معجزات عطا کئے گئے ہوں ان کی طرف اس قسم کے گناہ کو کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے؟

اس کے بعد اور تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جن کا اس واقعہ سے تعلق ہے وہ یہ حضرات ہیں، یوسف علیہ السلام، عزیز مصر کی زوجہ، خود عزیز مصر، مصر کی عورتیں، گواہی دینے والا اور اللہ رب العالمین جل مجدہ۔ ان تمام نے آپ کے متعلق شہادت دی ہے کہ آپ گناہوں سے بری ہیں

marfat.com

Marfat.com

ہمارے ان بندوں میں سے تھا جو چن لئے گئے ہیں۔

زلیخا نے اگرچہ چاہا کہ آپ کو گناہوں میں جتلا کر دے لیکن اللہ کے نبی قبل از نبوت وبعد از نبوت چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو واضح اور روشن دلیل دکھا کر پاک وصاف رکھا۔

آپ علیہ السلام نے دلیل کیا دیکھی تھی؟ ایک تو یہ دیکھا کہ وہ عورت دروازے بند کر کے اپنے ایک بت کو ڈھانپ رہی ہے، وہ جو اس نے اپنا معبود بنا رکھا تھا اور موتی اور یاقوت سے اسے سجا رکھا تھا۔

آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تم اسے کیوں ڈھانپ رہی ہو؟ اس نے کہا مجھے اپنے معبود سے شرم آتی ہے کہ وہ مجھے برائی میں جتلا دیکھے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرا معبود تو کچھ طاقت بھی نہیں رکھتا، تجھے اس سے شرم آرہی ہے، کیا مجھے اس معبود حقیقی سے شرم نہیں آتی جو ہر انسان کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے؟ مجھ سے تو اپنی امید وابستہ نہ کر، تو کبھی بھی مجھ سے اپنی حاجت میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ سب سے بڑی روشن دلیل یہ تھی

" عن ابن عباس انه علیه السلام مثل له یعقوب علیه السلام فضرب یده علی صدره "

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دکھائی گئی جنہوں نے آپ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔

" وعن قتادہ انه قال ذکر لنا انه مثل له یعقوب عاضا علی اصبعیه وهو یقول یا یوسف! انه یعمل السفهاء وانت مکتوب من الانبیاء"

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرت یوسف کو حضرت یعقوب دکھائی دیئے کہ آپ اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں اے یوسف! خیال رکھنا ایسا کام تو بے وقوف کرتے ہیں تمہارا نام تو انبیاء کرام میں لکھا جا چکا ہے۔

(روح المعانی)

سبحان اللہ! کیسی طاقت اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیائے کرام کو عطا فرمائی کس طرح وہ اپنے اقرباء اور متوصلین یعنی اپنی امت کے افراد کی امداد کرتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کی برات اور یعقوب

marfat.com

Marfat.com

یہ تم عورتوں کا مکر ہے بیشک عورتوں کا مکر بہت بڑا ہوتا ہے ، اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ ۔

یہ یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر اس عورت کے خاوند کی گواہی ہے۔

گواہ کی گواہی :

حضرت یوسف علیہ السلام کے باطل عمل اور حرام کام کے ارادہ سے بری ہونے پر گواہ کی گواہی ثابت ہے ؛ کیونکہ شیر خوار بچے کی یہ شہادت ہے :

﴿ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۲۶ ، ۲۷)

اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور وہ غلطی پر ہیں اور اگر آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو آپ سچے ہیں اور عورت جھوٹی ہے۔

آپ کی قمیص تو پیچھے سے پھٹی تھی لہذا آپ کی برأت پر گواہی ثابت ہوگئی گواہ بھی وہ جو اس عورت کے خاندان سے ہے۔ اور ابھی شیر خوار بھی ہے اسی وجہ سے اس عورت کے خاوند نے عورت کو مکار کہا۔

اللہ کی گواہی :

یوسف علیہ السلام کے بری ہونے کی شہادت اللہ تعالیٰ نے دی ارشاد فرمایا :

﴿ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

ہم اس طرح پھیرتے ہیں ان سے برائی اور بے حیائی کو ، بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں سے ہے۔

marfat.com

Marfat.com

یہاں تک کہ شیطان نے بھی آپ کی برأت کی شہادت دی ہے۔ جب آپ کی برأت پر اتنی گواہیاں موجود ہیں تو مسلمان کو اس میں توقف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں؟ یوسف علیہ السلام نے اپنی پاکدامنی گناہوں سے بری ہونے کا ذکر فرمایا:

﴿ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَفْسِيْ ﴾

اس (عورت) نے خواہش کی کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں؟ اسی طرح آپ نے کہا:

﴿ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ ﴾

اے میرے رب! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام (برائی) سے جس کی طرف مجھے یہ بلاتی ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے یہ ارشادات آپ کی پاک دامنی کو واضح کر رہے ہیں۔

عورت کی گواہی:

تہمت لگانے والی عورت (زلیخا) نے خود بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے بری ہونے کا اعتراف کیا، مصر کی عورتوں کے سامنے اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا:

﴿ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ﴾

میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن اس نے اپنے آپ کو بچا لیا۔

اسی طرح اس نے اور یہ کہا:

﴿ اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

اب بات کھل گئی کہ میں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن بے شک وہ سچے ہیں۔

عورت کی اس گواہی کے بعد واضح ہوا کہ اس نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو بری الذمہ قرار دیا۔

اس عورت کے خاوند یعنی عزیز مصر نے کہا:

﴿ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْبِكِ ﴾

marfat.com
Marfat.com

﴿ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾

اے اللہ ! مجھے تیری عزت کی قسم ، میں سوائے تیرے مخلص بندوں کے تمام کو گمراہ کرتا رہوں گا۔

اس کا یہ اقرار اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اللہ کے مخلص بندوں کو راہ راست سے بھٹکانا شیطان کے لئے ممکن نہیں اور یوسف علیہ السلام کا مخلصین سے ہونا بھی یقینی طور پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخلص بندوں سے ہونے کی شہادت دی ہے ۔ رب کی شہادت پر یقین نہ آئے تو اور کس پر آئے گا؟

علامہ رازی کی فیصلہ کن بات :

" وعند هذا نقول هؤلا ء الجهال الذين نسبوا الى يوسف عليه السلام هذه الفضيحة ان كانوا من اتباع دين الله فليقبلوا شهادة الله تعالىٰ على طهارته وان كانوا من اتباع ابليس وجنده فليقبلوا شهادة ابليس على طهارته "

جو جہلاء یوسف علیہ السلام کو برائی (یا ارادۂ برائی) کی طرف منسوب کرتے ہیں اگر وہ اللہ کے دین کے متبع ہیں تو وہ اللہ کی شہادت قبول کرلیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر دی ہے اور اگر وہ شیطان یا اس کے لشکر کے تابعدار ہیں تو وہ شیطان کی شہادت قبول کرلیں جو اس نے آپ علیہ السلام کی پاک دامنی پر دی ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے پاک ہونے کی جو شہادت اس آیت میں دی ہے وہ چار مرتبہ ہے۔

پہلی وجہ : ان میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لنصرف عنه السوء یہاں لام تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہوا ہے آپ سے برائی کا دور رہنا یقینی ہو گیا۔

دوسری وجہ : یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "والفحشاء" ذکر کیا ہے یعنی كذلك لنصرف عنه السوء والفحشا جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے بے حیائی کو دور رکھنا اپنے ذمہ کرم پر لگالیا ہے تو اب برائی کا ارتکاب یا اس کا خیال ناممکن ہو گیا۔

تیسری وجہ : یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انه من عبادنا کہ وہ میرے مخلص بندوں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی تعریف اس طرح فرمائی :

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا ﴾

(پ ۱۹ سورۃ الفرقان ۶۳)

اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں جب ان سے کوئی جاہل بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس سلام اس سے پتہ چلا جس کو رب نے اپنا مخلص بندہ کہا ہے وہ برائیوں کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔

چوتھی وجہ : یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا المخلصين اس میں دو قراتیں ہیں اسم فاعل ہے یا اسم مفعول اگر اسم فاعل ہو تو معنی یہ ہو گا کہ آپ طاعات و قربات پر خلوص سے عمل کرنے والے ہیں اور اگر اسم مفعول ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے خالص بنایا اور اپنے حضور پسندیدہ کیا دونوں وجہ سے آپ کا گناہوں یا گناہ کے ارادے سے پاک ہونا واضح ہے۔

ابلیس کا اقرار :

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی کا اقرار ابلیس نے بھی کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے جب اس نے مہلت مانگی اس کو قیامت تک کے لئے مہلت دے دی گئی اس نے کہا

marfat.com

Marfat.com

عورت نے ظاہر طور پر برائی کو آپ کی طرف منسوب نہیں کیا :

عورت نے یہ تو کہا ہے کہ جو شخص تمہاری زوجہ سے برائی کا ارادہ کرے یہ نہیں کہا اس نے میری طرف برائی کا ارادہ کیا ہے اور یہ بھی نہیں کہا اس نے میرے ساتھ دست درازی کی یا برائی کا مرتکب ہوا ہے اسلئے کہ اس نے جان لیا تھا کہ جو شخص جوانی کی عمر میں طاقت و شہوت کا غلبہ رکھنے کے باوجود پاکدامن ہے اسے کیسے برا بھلا کہا جائے اس عورت کے دل میں آپ کی پاکدامنی راسخ ہو چکی تھی وہ آپ کو ظاہری طور پر برائی کا مرتکب قرار دینے میں حیا محسوس کر رہی تھی۔

علامہ رازی فرماتے ہیں اس عورت کو تو حیا محسوس ہوئی کہ آپ کو برائی کا مرتکب کیسے قرار دیا جائے لیکن ہزاروں سال بعد میں آنے والوں کو حیا نہیں آتی جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے برائی کا ارادہ کیا یا آپ کے دل میں تھوڑا تھوڑا قصد ہو چلا تھا یوسف علیہ السلام نے ابتدائی طور پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ دیکھا کہ برائی کو میری طرف منسوب کیا جا رہا ہے تو پھر آپ نے فرمایا :

﴿ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي ﴾ اس نے مجھے خود اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔

(تفسیر کبیر)

یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر دلالت کرنے والی علامات :

(۱) آپ ظاہر طور پر انکے غلام تھے غلام کبھی اس قسم کی جرات نہیں کر سکتا کہ اپنے مالک کی زوجہ سے زبردستی برائی کا مرتکب ہو۔

(۲) عزیز مصر اور اس کے گھر کے دوسرے لوگوں نے جب یہ دیکھ لیا تھا کہ یوسف علیہ السلام دروازے سے نکلنے کے لئے شدید طور پر دوڑ رہے ہیں تو انہوں نے بھی سمجھ لیا تھا کہ برائی کو چاہنے والا خود دوڑ کر کبھی نہیں نکلا کرتا۔

(۳) ان لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اس عورت نے اپنے آپ کو خوب آراستہ کیا ہوا ہے لیکن یوسف علیہ السلام عام لباس میں ہیں انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ کون کسے اپنی طرف مائل کر رہا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام پر عورت کا الزام :

﴿ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۲۵)

اور دونوں دروازے کے طرف دوڑے اور عورت نے ان کی قمیص پیچھے سے پھاڑ دی اور دونوں کو عورت کا خاوند دروازے کے پاس ملا، بولی : کیا اس کی سزا جس نے تیری گھر والی سے بدی چاہی ؟ مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار ۔

جب عورت نے آپ کو اندر بند کر لیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کے لئے دروازہ کی طرف بھاگنا شروع کیا تاکہ دروازہ کھول کر باہر نکل جائیں عورت نے پیچھے بھاگنا شروع کیا تا کہ آپ کو پکڑ لے آپ کو پکڑنے میں تو کامیاب نہ ہو سکی البتہ آپ کی قمیص پیچھے سے اس نے پکڑ لی چونکہ آپ دوڑ رہے تھے دوڑتے ہوئے قمیص پکڑنے کی وجہ سے پیچھے سے پھٹ گئی۔

اسی دوران اس عورت کا خاوند دروازے پر پہنچ گیا وہ تہمت کے ڈر سے جلدی سے اپنے عیب کو یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کرنے لگی کہ یہ تمہاری زوجہ سے برائی کا ارادہ رکھتا تھا اس لئے قید خانہ میں بھیج دو یا سخت سزا دو۔

عورت کو یوسف علیہ السلام سے چونکہ شدید محبت تھی اگرچہ اس نے خود بچنے کی لئے عیب یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا لیکن پھر بھی آپ کی رعایت رکھی قید خانہ پہلے ذکر کیا سخت سزا کا ذکر بعد میں، اسلئے کہ محب اپنے محبوب کو درد پہنچانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اسلئے یہ بھی ذکر نہیں کیا کہ ان دونوں میں سے جس پر چاہو عمل کرو بلکہ اس نے مکمل طور پر آپ کو بچانے کی فکر کی، کہ قید خانہ بھیج دو ، ہاں اگر کوئی چارہ کار نہ ہو سوائے سزا دینے کے تو سزا دو۔

پھر کوئی ایسے الفاظ نہیں ذکر کئے جن سے پتہ چلے کہ اس نے کہا ہو کہ ان کو عمر بھر قید رکھو یا بہت لمبا عرصہ قید میں رکھو، بلکہ صرف یہ کہا کہ قید خانہ میں بھیج دو۔ یعنی مطلب یہ تھا کہ ایک دو دنوں کے بعد نکال لینا۔

(تفسیر کبیر)

marfat.com
Marfat.com

اتنی عمر میں بچہ کا بولنا ہی آپ کی پاکدامنی کو ثابت کرنے کے لئے کافی تھا لیکن اللہ نے اس سے ایسا حکیمانہ جواب دلایا جو بہت بڑی قوی دلیل بھی بن گیا۔

آگے سے قمیص کے پھٹنے کا مطلب یہ ہوتا کہ آپ نے اس کا ارادہ کیا اس نے مزاحمت کی گریبان پکڑ کر پیچھے کیا تو قمیص آگے سے پھٹ گئی اگر ایسی صورت ہوتی تو عورت کا سچا ہونا ثابت ہوتا لیکن پیچھے سے قمیص پھٹنے سے واضح ہو رہا تھا کہ آپ کو زبردستی کمرہ میں بند کیا گیا آپ جان چھڑانے کے لئے بھاگے آپ کو پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی گئی تو قمیص پیچھے سے پھٹ گئی اسی جواب اور دلیل پر ہی عزیز مصر نے آپ کو کہا آپ سچے ہیں کچھ غم دل میں نہ لائیں اور اپنی زوجہ کو کہا یہ تمہارا مکر ہے تم اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔

(ماخوذ از روح المعانی)

عزیز مصر کی عورت پر مصر کی عورتوں کی طعنہ زنی:

﴿ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَأَةُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرٰهَا فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۳۰)

اور شہر میں کچھ عورتیں بولیں کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان کو اپنی طرف مائل کرتی ہے بے شک اس کی محبت اس کے دل میں سرایت کر گئی ہم تو اسے واضح طور پر محبت میں گم اور غلطی پر پاتی ہیں۔

یہ واقعہ پورے شہر میں مشہور ہو گیا تھا، کئی عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی کتنی غلطی پر ہے جو اپنے گھر رکھے ہوئے نوجوان سے اتنی شدید محبت کرتی ہے کہ اسے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔

﴿قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا﴾ کا مطلب ہے کہ اس کے دل پر محبت نے اس طرح گھیرا ڈال لیا ہے جس طرح کسی چیز کا غلاف اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور وہ محبت اس کے دل اور باقی چیزوں میں حجاب اختیار کر چکی ہے کہ سوائے اس نوجوان کے اور کسی چیز کا پتہ ہی نہیں۔ ہم تو اسے اس نوجوان سے شدید محبت کرنے میں راہ راست سے بھٹکا ہوا پاتی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

(۴) وہ لوگ یوسف علیہ السلام کے حالات کا ایک طویل مدت سے مشاہدہ کر رہے تھے آپ کی عادات آپ کے اطوار ان سے پوشیدہ نہیں تھے وہ خود ہی سمجھ رہے تھے کہ یوسف (علیہ السلام) کبھی برائی کا ارادہ نہیں کر سکتا۔

(۵) عورت نے آپ کی طرف ظاہر طور پر برائی کو منسوب نہیں کیا بلکہ کہا اگر کوئی ایسا کرے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے واضح طور پر اس کی طرف منسوب کیا اس سے واضح ہوا کہ آپ سچے تھے کیونکہ جھوٹا شخص کسی دوسرے کی طرف اس قسم کی تہمت منسوب کرنے میں خائف رہتا ہے

(۶) عزیز مصر نامرد تھا عورت کی جنسی خواہشات اس سے پوری ہونا تو درکنار حاصل ہی نہیں ہو رہی تھی ان حالت کے پیش نظر بھی واضح ہو رہا تھا کہ میلان اسی کی جانب سے تھا۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۸ ص ۱۲۳)

یوسف علیہ السلام کے بری ہونے پر گواہی :

﴿قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِی عَنْ نَفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ اَهْلِهَا اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ، وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ، فَلَمَّا رَآ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ، يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِيْنَ﴾

(پ ۱۲ سورۂ یوسف ۲۵ ، ۲۹)

آپ نے کہا اس نے مجھے اپنی طرف میلان کرنا چاہا کہ میں اپنی حفاظت نہ کروں اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر ان کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی اور انہوں نے غلط کیا اور اگر ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے ہیں پھر جب عزیز نے آپ کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہوئی دیکھی تو اس نے کہا بے شک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بیشک تمہارا مکر بڑا ہے اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو (غم نہ کرو)، اور اے عورت تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ بے شک تو خطاواروں میں سے ہے۔

گواہی دینے والا اس عورت کا رشتہ دار لڑکا تھا جو ابھی شیر خوار بچہ تھا اس کی عمر تین ماہ تھی اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی طاقت دی اس سے گواہی دلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو الزام سے بری قرار دیا اگرچہ

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے :

عزیز کی زوجہ نے ان عورتوں کی دعوت کی جو اس کے متعلق کلام کرتی تھیں وہ بڑے بڑے سرداروں وڈیروں کی بیویاں تھیں جن کی تعداد چالیس تھی ،ان میں پانچ عورتیں یہ بھی تھیں جو بہت باتیں کرتی تھیں۔

(۱) عزیز کو پانی پلانے والے کی زوجہ،

(۲) روٹیاں پکانے والی عورت ،جس نے اتنے عرصہ میں یوسف علیہ السلام کو نہیں دیکھا تھا۔

(۳) وزیر جیل کی زوجہ،

(۴) عزیز کے جانوروں کے محافظ کی زوجہ

(۵) اور دربان کی زوجہ۔

دعوت کی مجلس میں ہر ایک کے لئے نشست مقرر تھی ،تکئے لگادیئے گئے دستر خوان پر طرح طرح کے کھانے چن دیئے گئے پھل بھی رکھ دیئے گئے پھلوں یا گوشت یا خصوصا لیموں کاٹنے کے لئے چھریاں بھی رکھ دی گئیں ہر نشست کے سامنے ایک ایک چھری رکھی گئی تھی۔

جب عورتیں آگئیں اپنی اپنی نشست پر براجمان ہو گئیں تو عزیز کی زوجہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ اپنے کمرہ سے باہر نکلو اور ان عورتوں کی محفل کے سامنے سے گذر جاؤ تا کہ یہ آپ کی ایک جھلک دیکھ لیں۔

یوسف علیہ السلام پہلے ہی اس عورت کی ایک سازش کا شکار ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری کر دیا تھا اب یہی خوف دل میں آرہا تھا کہ اس کا حکم نہ ماننے پر کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔آپ کو مجبوراً نکل کر عورتوں کے سامنے سے گذرنا پڑا۔

تفسیر کبیر ، خزائن العرفان)

جب یوسف علیہ السلام ان کے سامنے سے گذرے ....

" انها لما دهشت فكانت تظن انها تقطع الفاكهة و كانت تقطع يد نفسها "

marfat.com

Marfat.com

عزیز کی زوجہ کا عذر عجیب انداز میں :

﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَئًا وَّآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ، قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۳۱، ۳۲)

توجب اس (زلیخا) نے اس کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلا بھیجا اور ان کے لئے مسندیں تیار کیں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف (علیہ السلام) سے کہا ان پر نکل آؤ جب عورتوں نے یوسف (علیہ السلام) کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بولیں اللہ کی پاکی ہے یہ تو جنس بشر سے نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ ہے اس نے کہا تو یہ ہیں وہ جن پر مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بے شک میں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور بے شک اگر وہ یہ کام نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو ضرور قید میں پڑیں گے اور وہ ضرور ذلت اٹھائیں گے۔

جب عزیز کی زوجہ نے مصر کی عورتوں کے مکر کو سنا ان کے کلام کو مکر سے تعبیر کرنے کی تین وجہ ہیں۔ عورتوں نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ بھی دل میں خواہش رکھنے لگیں کہ یوسف علیہ السلام کو دیکھیں اور وہ یہ بھی سمجھتی تھیں کہ جب وہ زلیخا کا تذکرہ کریں گے تو یقیناً وہ یوسف علیہ السلام کو ہم پر پیش کر کے اپنا عذر پیش کرے گے تو انہوں نے اس لئے اس کیخلاف کام کر کے یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کا ایک حیلہ کیا جسے مکر سے تعبیر کیا گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عزیز کی زوجہ نے ان عورتوں سے اپنی محبت کا ذکر کیا تھا اور ساتھ انہیں اس بھید کے چھپانے کے لئے کہا تھا لیکن جب عورتوں نے ظاہر کر دیا تو ان کی دھوکہ بازی کو مکر کہہ دیا

تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کی غیبت کی ، غیبت بھی حقیقت میں مکر کے مشابہ ہے۔

(تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام جب مصر کی گلیوں میں چلتے تو آپ کے چہرہ کی نورانیت کی وجہ سے دیواریں اسطرح روشن ہو جاتیں جس طرح سورج کی شعاعوں سے روشنی پھیل جاتی ہے۔

آدم علیہ السلام کو جس دن قبضہ قدرت سے تخلیق کیا گیا اس دن آپ کو جو جمال عطا کیا گیا تھا اسی کے مشابہ یوسف علیہ السلام کو بھی حسن و جمال عطا کیا گیا۔

سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان عورتوں نے آپ کے نور نبوت و رسالت اور خضوع و خشوع کے آثار کو دیکھا اور نبوت کے رعب و جلال کا مشاہدہ کیا اور جب یہ دیکھا کہ یہ شخص تو فرشتہ سیرت ہے اس نے طعام کو نہیں دیکھا ہم نوجوان عورتوں کو نہیں دیکھا اسے ہماری ذرا پرواہ تک نہیں ہوئی۔

ظاہری صورت بھی عظیم اور سیرت بھی عظیم بس یہی دیکھ کر انہوں نے تعجب کیا فریفتہ ہو گئیں اپنے ہوش و حواس قائم نہ رکھ سکیں اور اتنا سمجھ لیا کہ یہ کوئی عام انسان نہیں یہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے ہاں یہ کیوں نہ ہو تا جب کہ نبی کا مقام فرشتوں سے بلند ترین ہوتا ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

ہمارے نبی کریم ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے چاندنی رات میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا

" فجعلت انظر الی رسول اللہ ﷺ والی القمر وعلیه حلة حمر اء فاذا هو احسن عندی من القمر "

(ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ وصفاته ص ۵۱۷)

تو میں کبھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف جب کہ آپ نے سرخ دھاریوں والا لباس زیب تن کر رکھا تھا آپ مجھے چاند سے بھی زیادہ حسین نظر آرہے تھے

یوسف علیہ السلام کا قید خانہ کی دعا کرنا اور اس کا قبول ہونا :

﴿ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ

marfat.com

Marfat.com

تو وہ آپ کو دیکھ کر اتنی دہشت میں آئیں کہ پھل لے کر ان کو چھریوں سے کاٹنے لگی تھیں لیکن انہیں یہاں تک معلوم نہ ہو سکا کہ ہم پھل کاٹ رہی ہیں یا اپنے ہاتھوں پر ہی چھریاں چلا رہی ہیں انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ کر زخمی کر لئے۔

یا انہوں نے اپنے ہاتھ اس وجہ سے کاٹ لئے کہ آپ کو دیکھ کر اس طرح مدہوش ہوئیں کہ انہیں یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ چھریاں سیدھی پکڑ رہی ہیں یا الٹی، سیدھی جانب اپنے ہاتھوں کی طرف کر دی اور الٹی جانب پھلوں کی طرف کر کے پھلوں کو کاٹنے کی غرض سے چھریوں کو جیسے چلایا تو ہاتھ کٹ گئے۔

یہ بھی ممکن ہے کچھ عورتوں نے چھریاں الٹی چلا کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہوں اور کچھ نے پھل کاٹ کر ہاتھوں تک چھریاں چلا دی ہوں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

ہاتھ کاٹنے کی وجہ جمال یوسف پر فریفتہ ہونا :

اس میں اکثر اہل علم کا اتفاق ہے :

" انما اکبرنه بحسب الجمال الفائق والحسن الکامل "

کہ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عمدہ جمال اور کامل حسن کی وجہ سے عظیم سمجھا تھا یہی وجہ تھی ان کے ہاتھ کاٹنے کی ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن و جمال میں باقی لوگوں پر اس طرح فضیلت حاصل تھی جس طرح چودھویں کے چاند کو ستاروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جب معراج کی رات مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو میرا گزر یوسف علیہ السلام کے قریب سے ہوا تو میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرائیل علیہ السلام نے بتایا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔

" فقیل یا رسول اللہ کیف رایته قال کا لقمر لیلة البدر "

آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے انہیں کیسے پایا تو آپ نے فرمایا ایسے ہی جیسے چودھویں کا چاند۔

marfat.com

Marfat.com

مشکل معاملہ ہے اسی لئے آپ نے دعا کی اے اللہ تو ہی مجھے ان عورتوں کے مکر سے بچا سکتا ہے اگر تیرا فضل نہ ہو تو انسان ایسے گناہوں میں مبتلا ہو کر جاہل بن جاتا ہے۔

اے اللہ مجھے جس کام کی یہ دعوت دے رہی ہیں اس سے بہتر میرے لئے قید خانہ ہی ہے۔

(کبیر)

خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے لئے مشکل راہ کا انتخاب کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی

"یایوسف انت جنیت علی نفسك ولو قلت العافیة احب الیّ عوفیت"

اے یوسف تم نے اپنے لئے مشکل راستہ اختیار کیا اگر تم یہ کہتے مجھے عافیت زیادہ پسند ہے (اس سے جس کی طرف مجھے یہ بلاتی ہیں) تو تمہیں ان سے عافیت دلا دی جاتی۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے اس شخص کا رد کیا جو مصائب پر صبر کی دعا کر رہا تھا۔ ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ " اے اللہ میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں۔ یعنی مجھے مصائب و آلام پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرما تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"سالت اللہ تعالیٰ البلاء فاسئالہ العافیة"

تم نے اللہ تعالیٰ سے مصیبت کا سوال کیا ہے، تم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۲۳۵)

عزیز مصر اور دوسرے تمام سرکردہ لوگ یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا یقین کر چکے تھے:

"ھی الشواھد الدالة علی برائته علیه السلام وطھارته"

آپ کے عیوب سے بری ہونے اور پاک دامنی پر دلالت کرنے والے شواہد وہ لوگ دیکھ چکے تھے۔

لیکن آپ کو صرف ظاہری مصلحت کے پیش نظر انہوں نے قید خانہ بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ عزیز مصر کی زوجہ کے علاوہ اب دوسری عورتیں بھی آپ پر عاشق ہو چکی تھیں گھر گھر یوسف علیہ السلام کے

marfat.com

Marfat.com

اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ، فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ، ثُمَّ بَدَالَهُمْ مِنْ بَعْدِمَارَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۳۳، ۳۵)

یوسف علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے جس کی طرف مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو مجھ سے ان کا مکر نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہوں گا اور نادان بنوں گا تو اس کے رب نے اس کی سن لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا بے شک وہی سنتا جانتا ہے پھر تمام پہلی نشانیاں دیکھنے کے بعد ان پر یہی ظاہر ہوا کہ ضرور ایک مدت تک اسے قید خانہ میں رکھا جائے۔

جب عزیز مصر کی زوجہ نے مصر کی عورتوں کے سامنے کہا کہ اگر اس نے میری بات کو نہ مانا تو اسے قید خانہ میں جانا پڑے گا اور ذلیل ہونا پڑے گا تو دعوت پر بلائی ہوئی تمام عورتوں نے اجتماعی طور پر یوسف علیہ السلام کو سمجھانا شروع کیا کہنے لگیں تمہارے لئے یہ بہتر نہیں کہ تم اس کے حکم کی مخالفت کرو کیونکہ مخالفت کی صورت میں تمہیں قید خانہ میں جانا پڑے گا اور ذلت اٹھانا پڑے گی۔

اب یوسف علیہ السلام کو چند مشکلات کا سامنا تھا۔

☆ **ایک** عزیز کی زوجہ کا بہت زیادہ حسین و جمیل ہونا۔

☆ **دوسرا** اس کا مال و دولت کا مالک ہونا اور یہ عزم کرنا کہ یوسف (علیہ السلام) سے اپنا مطلوب حاصل کرنے میں تمام مال و دولت قربان کرنا پڑا تو قربان کر دوں گی۔

☆ **تیسرا** تمام عورتیں اجتماعی طور پر آپ کو رغبت بھی دلا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ خوف بھی دلا رہی تھیں۔ ایسے حالات میں عورتوں کا مکر بھی بہت بڑا مکر ہوتا ہے۔

☆ **چوتھا** آپ کو یہ بھی ڈر تھا کہ اس کی مخالفت کرنے میں اس کے شر سے بچنا بہت مشکل ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو قتل ہی کرا دے۔ ان حالات کے پیش نظر آپ نے یہی بہتر سمجھا کہ مجھے قید خانہ میں بھیج دیں تو میرے لئے بہتر ہو گا۔

انسان اپنی بشری قوت اور انسانی طاقت کے پیش نظر ایسے حالات میں اپنے آپ کو بچا سکے، یہ بہت

marfat.com

Marfat.com

تھااور دوسرا روٹیاں پکانے پر ان دونوں پر الزام یہ تھا کہ یہ بادشاہ کو زہر کھلانا چاہتے ہیں مشروبات پلانے والے کا نام ابروھایا یونا تھا اور روٹیاں پکانے والے کا نام غالب یا مخلب تھا ان دونوں کو بھی اس الزام کی وجہ سے قید خانہ میں بھیج دیا گیا تھا۔

(حاشیہ جلالین ، روح البیان)

ایک نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں انگور کی ایک بہت خوبصورت بیل دیکھی جس کی تین شاخیں ہیں اور ان پر انگور کے گچھے لگے ہوئے ہیں میں انہیں نچوڑ کر بادشاہ کو پلا رہا ہوں۔

خیال رہے کہ شراب (خمر) بھی انگور کے نچوڑ سے ہی بنتا ہے اس لئے اس شخص نے انگور نچوڑنے کو شراب نچوڑنے سے تعبیر کر دیا

دوسرے نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں بادشاہ کے باورچی خانہ سے نکل رہا ہوں اور میرے سر پر تین ٹوکریاں روٹیوں کی ہیں جن کے اوپر سے پرندے کھا رہے ہیں۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۲۳۹)

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانہ میں آئے تھے آپ نے بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بیان کرتا ہوں کئی لوگوں کو آپ پہلے بھی خوابوں کی تعبیریں بتا چکے تھے جو سچی ثابت ہوئی تھیں اس لئے ان دو شخصوں نے بھی آپ سے تعبیر پوچھی کہ آپ سچی تعبیر بتاتے ہیں آپ صاحب علم ہیں آپ بہت اچھے شخص ہیں تمام قیدی حضرت یوسف علیہ السلام کے اچھے افعال پر مطلع تھے آپ نماز، روزہ کے پابند تھے ہر قسم کے نیکی کے کام کرنا آپ کی عادت شریفہ تھی آپ کے اچھے اخلاق کسی پر مخفی نہ تھے آپ مریضوں کی عیادت کرتے غمناک لوگوں کے دلوں کی ڈھارس باندھتے۔

جب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں گئے تو وہاں قیدیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی امیدیں منقطع کئے ہوئے ہیں شدید مصائب اور طویل غموں میں مبتلا ہیں آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے کہا خوش ہو جاؤ صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کا اجر ضرور عطا فرماتا ہے قوم نے کہا اے جوان آپ کا چہرا کتنا حسین ہے ؟ آپ کی صورت کتنی ہی خوبصورت ہے ؟ آپ کے کتنے ہی اچھے اخلاق ہیں ؟ جب سے تم نے ہمیں بتایا صبر پر اجر مصیبت گناہوں

marfat.com

Marfat.com

حسن و جمال کا چرچا ہو رہا تھا وہ لوگ اپنی عورتوں کو روکنے میں تو ناکام ہو گئے البتہ آپ کو قید خانہ میں بھیجنے کا انہوں نے ایک حل سمجھا تھا اصل میں آپ کی اپنی دعا کا اثر ہی تھا۔

" وعن علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ ان کل واحدۃ منھن ارسلت الیہ سرا تسألہ الزیارۃ "

حضرت علی بن حسین یعنی حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک ہر عورت نے ان عورتوں میں سے جو دعوت پر مدعو تھیں آپ کی طرف پوشیدہ گی میں یہ پیغام بھیجے تھے جو آپ سے زیارت کرنے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔

اسی طرح عزیز کی زوجہ نے اپنے خاوند کو کہا کہ یہ عبرانی غلام مجھے بدنام کر رہا ہے کہ میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن وہ بچ گیا وہ چونکہ باہر نکل سکتا ہے اور میں گھر میں محبوس ہوں یا مجھے بھی باہر بازاروں میں جا کر اس کا جواب دینے کی اجازت دی جائے یا اسے بھی قید کر لیا جائے تو اس طرح عزیز اور دوسرے وڈیروں نے آپ کو قید میں بھجوا دیا۔

(روح المعانی ج ۷ ص ۲۳۵ تا ۲۳۷)

دو قیدیوں کا یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھنا :

﴿ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۚ قَالَ اَحَدُهُمَا إِنِّيْ أَرَانِيْ أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْاٰخَرُ إِنِّيْ أَرَانِيْ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِيْ خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۳۶)

ان کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان داخل ہوئے ان میں ایک بولا : میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں۔ اور دوسرا بولا : میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے ہیں ۔ ہمیں اس کی تعبیر بتایئے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں۔

خواب دیکھنے والے دونوں جوان بادشاہ ریان بن ولید کے غلام تھے ایک اس کو مشروبات پلانے پر مقرر

marfat.com
Marfat.com

آپ نے جب یہ تعبیر بیان کی تو وہ کہنے لگے " مارأینا شیئا " ہم نے تو کوئی خواب نہ دیکھا تھا آپ نے فرمایا : حکم ہو چکا اس بات کو جو تم سوال کرتے تھے۔

" ان الذی ذکرہ واقع لا محالة "

بے شک جو تعبیر آپ نے بیان فرمائی اس نے یقیناً واقع ہونا ہی تھا۔

کیونکہ آپ نے تعبیر بیان کرنے سے پہلے ہی فرمادیا تھا ﴿ذالکما مما علمنی ربی﴾ میں تمہیں تمہارا کھانا آنے سے پہلے خواب کی تعبیر بتادوں گا کیونکہ میرے رب نے مجھے علم دیا ہے یعنی آپ نے بہت واضح طور پر بتادیا کہ میں خوابوں کی تعبیر کوئی ظن یا تخمینہ سے بیان نہیں کرتا یہ تو میرے رب کا دیا ہوا علم ہے جس کی وجہ سے میں بیان کرتا ہوں۔

" ولقد دلهما بذالك على ان له علوما جمة ما سمعاه قطرة من تبارها وزهرة من ازهارها"

آپ نے انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر علوم عطا فرمائے ہیں یہ جو تم نے سنا ہے یہ تو بارش کا ایک قطرہ ہے باغ کے پھولوں میں سے ایک کلی ہے۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۴۳ ، روح المعانی ج ۷ ص ۲۴۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کا بادشاہ کے پاس ذکر کرنے کے متعلق کہنا :

• ﴿ وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۴۲)

اور یوسف (علیہ السلام) نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اس سے کہا اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا تو شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے بادشاہ کے سامنے یوسف (علیہ السلام) کا ذکر کرے تو یوسف علیہ السلام کئی برس اور قید خانہ میں رہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر لفظ "ظن" کا معنی "سمجھا" کیا ہے " گمان کیا" ترجمہ نہیں کیا ؛ کیونکہ اہل علم کا اس میں ایک قول یہی ہے کہ۔ اس کے

marfat.com

Marfat.com

کا کفارہ ہے اور مصائب و آلام گناہوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہیں تو ہمیں تمہارے قرب اور نصائح سے برکت حاصل ہو گئی ہے۔

انہوں نے پوچھا : اے جوان تم کون ہو؟ آپ نے بتایا میں یوسف ابن یعقوب ابن ابراہیم ہوں قید خانہ کے ناظم اعلیٰ نے کہا : اے نوجوان اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہیں آزاد کر دیتا یہ تو میرے اختیار میں نہیں البتہ تمہارے پڑوس میں رہنے والے قیدیوں پر اچھا سلوک کروں گا۔

آپ کے ان فضائل و کمالات کو دیکھ کر ان دونوں قیدیوں نے آپ سے حقیقتاً دیکھے ہوئے خوابوں کی تعبیر پوچھی یا صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو آزمانے کے لئے من گھڑت خواب بیان کئے۔

ایک قول یہ ہے کہ قید خانہ میں جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ میں خواب کی تعبیریں جانتا ہوں تو ان دونوں جوانوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ اس عبرانی غلام کی آزمائش کرنی چاہئے ہم اپنی طرف سے خود ہی خواب بنا کر اس پر پیش کریں انہوں نے ایسا ہی کیا اگرچہ انہوں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا خود ہی خواب وضع کر کے سوال کیا :

" قال ابن مسعود ما کانا رایا شیئا و انما تحالما یختبرا علمه"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہوں نے کوئی خواب نہیں دیکھے تھے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے علم کو آزمانے کے لئے خود ہی خواب گھڑے تھے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۸ ص ۱۳٤ ، روح المعانی ج ۷ ص ۲۳۸)

یوسف علیہ السلام کا تعبیر بیان کرنا :

﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ، قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ٤۱)

اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا رہا دوسرا سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ حکم ہو چکا ہے اس بات کو جس کا تم سوال کرتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

عام لوگوں کے لئے یہ بھی نیکی کا کام ہے کہ وہ اللہ کے بندوں سے اپنی مشکلات میں امداد طلب کریں ، لیکن انبیائے کرام کا مقام ہی کچھ اور ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے بھی سوال نہیں کیا کہ جب وہ میرے حال سے باخبر ہے تو مجھے سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب قید سے نجات پانے والے کو کہا کہ میرا ذکر بادشاہ کے سامنے کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر پیار و محبت سے آپ کو تنبیہ فرمائی اے میرے پیارے ذرا غور تو کرو تمہیں بھائیوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے کس نے بچایا تمہیں کنوئیں سے کس نے نکالا تمہیں عورت کے بہتان سے کس نے بچایا عرض کیا مولائے کائنات یہ تیرے ہی فیضان تھے رب تعالیٰ نے فرمایا پھر انسان کے سامنے ذکر کرنے کا کیا فائدہ تھا ؟ یوسف علیہ السلام نے عذر پیش کرتے ہوئے عرض کیا : اے میرے مولا ! بس ویسے ہی زبان پر آگیا تھا۔

یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے دو غلاموں کو خواب کی تعبیر بیان کرنے سے پہلے پانچ سال قید خانہ میں گذار لئے تھے اور مزید سات سال آپ نے اور گذارے یعنی بارہ سال اللہ کے نبی نے اپنی پاک دامنی کے لئے قید خانہ میں گزار دیئے ۔ انبیائے کرام سے بہت مشکل امتحان لئے گئے ۔

(ماخوذ از روح المعانی ج ۷ ص ۲۴۸)

بادشاہ کو خواب آنا :

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ، یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ، قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۴۳ ، ۴۴)

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں سات موٹی گائیں کہ انہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات بالیاں (سٹے) ہری اور دوسری سات سوکھی۔ اے درباریو ! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو ، بولے : پریشان خوابیں ہیں اور ہم

marfat.com

Marfat.com

فاعل یوسف علیہ السلام ہیں۔ نبی کا علم ظنی نہیں ہوتا بلکہ یقینی ہوتا ہے۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا ایک قول یہ ہے:

" ان تحمل هذا الظن على العلم واليقين وهذا اذا قلنا بانه عليه السلام انماذكر هذا التعبير بناء على الوحى قال هذا القائل ورود لفظ الظن بمعنى اليقين كثير فى القران قال الله تعالىٰ﴿ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُلٰقُوْا رَبِّهِمْ﴾ و قال﴿ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴾ "

کہ یہاں لفظ ظن کو علم اور یقین کے معنی میں لیا جائے کیونکہ یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر وحی سے بیان فرمائی اور قرآن پاک میں بہت مقامات پر ظن بمعنی یقین استعمال ہے جس طرح ذکر کردہ آیتوں میں یظنون اور ظننت یقین کے معنی میں استعمال ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۸ ص ۱۴۳)

مقربین کے لئے قوانین ہی اور ہیں:

اہل علم نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے:

" حسنات الابرار سيئات المقربين "

عام نیک لوگوں کی نیکیاں بھی بعض اوقات خاص مقرب لوگوں کے لئے ان پر عمل کرنا اچھا نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے اس مرتبہ سے بلند مرتبہ ہوتا ہے لہٰذا ان کے اعمال بھی بلند مرتبہ کے ہونے چاہئیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں

" ان الا ستعانة بالعباد فى كشف الشدائد مما لا باس به "

کہ اللہ کے بندوں سے مشکلات میں امداد طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ خود رب قدوس نے بیان فرمایا:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (پ ۶ سورۃ مائدہ ۳)

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

marfat.com

Marfat.com

"سات سال بعد میری کیسے یاد آگئی ؟" اور یہ بھی نہ کہا : کہ "پہلے بادشاہ کو کہو کہ مجھے بے گناہ قید میں ڈالا ہوا ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے ؟ مجھے پہلے قید خانہ سے نکالو تو تعبیر بتاؤں گا" ۔

نہیں ، نہیں ! صابر و شاکر نبی نے کوئی شرط نہ لگائی اور نہ ہی اس شخص کو طعنہ دیا ۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام بیان کرتے ہیں :

﴿ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ، ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ، ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴾
(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۴۷ ، ۴۹)

آپ نے فرمایا کہ تم کاشت کرو گے سات سال تک لگاتار تو جو تم کاٹو گے اسے رہنے دو خوشوں (بالیوں) میں ، مگر تھوڑا سا (ضرورت کیلئے نکال لو) جسے تم کھالو۔ پھر آئیں گے اس (خوشحالی) کے بعد سات سال بہت سخت، کھاجائیں گے جو ذخیرہ تم نے پہلے جمع کر رکھا ہوگا ان کے لئے تھوڑا سا جو تم محفوظ کر لو گے۔ پھر آئے گا اس عرصہ کے بعد ایک سال جس میں بارش برسائی جائے گی لوگوں کے لئے اور اس سال وہ (پھلوں کا) رس نکالیں گے۔

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بھی بیان کی کہ سات سال غلہ تمہیں عام دستور کے مطابق حاصل ہوگا پھر سات سال قحط ہوگا بارشیں نہیں ہوں گی یہ قحط والے سال پہلے سالوں کے جمع شدہ غلہ کو ختم کر دیں گے اس کے بعد پھر ایک سال خوشحالی کا دور دورہ ہوگا بارشیں کثیر ہوں گی جن کی وجہ سے انگور زیتون گنے اور تل وغیرہ کی کثیر پیداوار ہوگی جن سے تم رس نکالو گے اور بعض سے تیل نکالو گے۔

یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کی اور ساتھ ساتھ اس کے لئے احتیاطی تدابیر بھی بیان کیں ، کہ پہلے سات سالوں کے پیدا ہونے والے غلہ کو بے دریغ استعمال نہ کرنا صرف اتنا غلہ صاف کرنا یعنی بھوسہ اور دانوں کو اتنی مقدار میں علیحدہ کرنا جس سے تمہاری ضروریات پوری ہو سکیں ، باقی غلہ بالیوں

marfat.com

Marfat.com

خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔

رب تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے اسباب پیدا فرماتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کو بھی جب قید سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو اس کا سبب یہ پیدا فرمایا کہ مصر کے بادشاہ "ریان" نے خواب دیکھا کہ :

" سات موٹی تازی گائے ایک خشک نہر سے نکلیں اور سات ہی لاغر گائے ، لاغر گائے موٹی گائے کو کھا گئیں۔ اور اس نے دیکھا کہ سات بالیاں جو دانوں سے بھرپور اور سبز ہیں اور سات دوسری خشک کو دیکھا جو سبز پر لپٹ کر ان پر غالب آگئیں ۔"

بادشاہ نے اپنے درباری کاہنوں ، نجومیوں کو جمع کر کے ان سے خواب کی تعبیر پوچھی ، انہوں نے کہا : اگر خواب میں کوئی ترتیب ہوتی جو واقعات کی نشاندہی کرتی تو ہم تعبیر بتاتے ۔ یہ خواب تو بلاترتیب ہیں ، ان میں اختلاط و اضطراب پایا گیا ہے، اس لئے یہ پراگندہ خیالات ہیں۔ ان کی تعبیر کچھ بھی بیان نہیں کی ہو سکتی ۔ لیکن بادشاہ بہت زیادہ پریشان تھا کہ کمزور کا طاقتور پر غالب آجانا اور خشک کا سبز پر غالب آجانا، یقیناً کسی خطرہ کی علامت ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

بادشاہ کی پریشانی کو دیکھ کر اس سابق قیدی شخص کو یاد آیا جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "تو نجات پائے گا" ۔ اس نے کہا : مجھے قید خانہ میں بھیجو ! وہاں ایک عالم شخص ہے وہ اس خواب کی تعبیر بیان کرے گا تو میں واپس آکر تمہیں بتادوں گا۔ وہ شخص آپ علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں آکر بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھنے لگا ۔

ایک دوسری روایت کے مطابق یہ ایک اور شخص تھا جس نے یوسف علیہ السلام کا چرچا سن رکھا تھا، بادشاہ کے خواب بیان کرنے اور پریشانی کو دیکھ کر کچھ وقت کے بعد اسے یاد آیا کہ میں قید خانہ میں اس شخص کے پاس جا کر پوچھوں جس کے متعلق مشہور ہے کہ " وہ خوابوں کی تعبیر صحیح بیان کرتا ہے۔"

سبحان اللہ ! مقامِ نبی کتنا بلند ہے ؟ جب سائل نے تعبیر پوچھی تو اسے یہ نہ کہا : کہ

marfat.com

Marfat.com

وہ بھی اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو پاک دامن اور سچا کہنے لگی۔ اس طرح بادشاہ پر یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ آپ سچے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ولو لبثت فی السجن طول مالبث یوسف لاجبت الداعی"
(مسلم ج ۱ کتاب الایمان باب زیادۃ طمانینۃ القلب)

اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح زیادہ دیر قید خانہ میں رہتا تو دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرلیتا۔

یاد رہے! نبی کریم ﷺ سید الانبیاء ہونے کی باوجود عاجزانہ کلام فرماتے ہوئے یوسف علیہ السلام کے صبر کی تعریف کررہے ہیں۔

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف فرمائی لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ اگر نبی کریم ﷺ اس مقام پر ہوتے تو معاذاللہ صبر نہ کرتے بلکہ فوراباہر آجاتے۔ یہ ایک بامحاورہ کلام ہے۔ عاجزانہ کلام میں حقیقت کا بیان نہیں ہوتا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں تحریر فرمایا:

"وقال ابن الملك اعلم ان هذا ليس اخبار اعن نبينا ﷺ بتضجر صبره بل فيه دلالة على مدح يوسف عليه السلام وتركه الاستعجال بالخروج ليزول عن قلب الملك ما اتهم به من الفاحشة ولا ينظر اليه بعين مشكوك".

ابن ملک نے کہا جان لو بیشک اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے اپنی پریشانی اور صبر کی کمی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مدح کی گئی ہے کہ آپ نے جلدی نکلنا پسند نہ فرمایا تا کہ بادشاہ کے دل سے یہ بات نکل جائے جو آپ پر برائی کی تہمت لگائی گئی تھی یعنی بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ آپ پر غلط تہمت لگائی گئی تھی اور وہ آپ کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

marfat.com

Marfat.com

(خوشوں) میں ہی رہنے دینا ، اس سے خرچ میں احتیاط ہو گی اور دانے کیڑے مکوڑوں سے بھی محفوظ رہیں گے۔

بادشاہ کا یوسف علیہ السلام کو بلانا اور آپ کا انکار :

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ، قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَالَتِ امْرَاَةُ الْعَزِيْزِ اَلْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ، ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۵۰ ، ۵۲)

اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ تو جب قاصد ان کے پاس آیا آپ نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا پھر اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے بے شک میرا رب ان کا فریب جانتا ہے۔ بادشاہ نے کہا : اے عورتو! تمہارا کیا معاملہ ہوا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا؟ انہوں نے کہا : اللہ کی پاکی ہے ہم نے ان میں کوئی بدی نہیں پائی ۔ عزیز کی بیوی بولی : اب اصلی بات کھل گئی ۔ میں نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور بے شک وہ سچے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے کہا یہ میں نے اس لئے کیا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کہ اللہ دغابازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر دیکھئے ! کہ بارہ سال قید میں رہنے کے باوجود جب قید خانہ سے نکلنے کا پیغام ملتا ہے تو آپ خوشی سے جلدی نکلنے کے بجائے انکار کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ پہلے معاملہ کی چھان بین کر لیں پھر میں قید خانہ سے باہر آؤں گا۔ اگر آپ جلدی سے باہر آجاتے تو عین ممکن تھا کہ بادشاہ کے دل میں اس تہمت کے حق ہونے کا وسوسہ باقی رہتا۔ واقعہ کی تحقیق کے بعد بادشاہ کو یقین ہو گیا عورتوں نے آپ کی پاک دامنی کا واضح اعلان فرمادیا ۔ عزیز کی زوجہ جس نے ابھی تک اقبال جرم نہیں کیا اب

marfat.com

Marfat.com

بادشاہ نے معززین کی ایک جماعت بہترین سواریاں اور شاہانہ سازو سامان اور نفیس لباس دے کر قید خانہ بھیجی تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ایوان شاہی میں لائیں ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہ کا پیغام عرض کیا آپ نے قبول فرمایا اور قید خانہ سے نکلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی۔ جب قید خانہ سے باہر تشریف لائے تو اس کے دروازے پر لکھا:

" ھٰذہ منازل البلوٰی وقبور الأحیاء وشماتۃ الاعداء وتجربۃ الاصدقاء "

یہ مصیبتوں کا گھر ہے زندہ لوگوں کے لئے قبر ہے اور دشمنوں کی بدگوئی بلکہ ان کے لئے خوش ہونے کا مقام ہے اور سچوں کے امتحان کی جگہ ہے۔

پھر غسل کیا ، اعلیٰ لباس پہنا اور شاہی محلات کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قلعہ کے پاس پہنچے تو فرمایا:

"میرا رب ہی کافی ہے اس کی پناہ بڑی اور اسکی ثناء برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں"

پھر قلعہ میں داخل ہوئے ، بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا کی:

" اے میرے رب تیرے فضل سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ نے عربی میں سلام فرمایا: بادشاہ نے پوچھا یہ کون سی زبان ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ میرے چچا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان ہے۔ پھر آپ نے عبرانی زبان میں دعا کی اس نے پھر پوچھا: یہ کون سی زبان ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے ابا جان حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان ہے۔ بادشاہ دونوں زبانیں نہیں سمجھ سکا باوجودیکہ وہ ستر زبانیں جانتا تھا۔ پھر اس نے جس زبان میں حضرت سے گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں اسے جواب دیا۔ اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی اس عمر میں یہ وسعت علوم دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی اور اس نے آپ کو اپنے برابر جگہ دی۔

بادشاہ نے درخواست کی کہ حضرت اس کے خواب کی تعبیر اپنی زبان مبارک سے سنا دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی پوری تفصیل بھی سنادی جس شان سے اس نے خواب دیکھا تھا حالانکہ پہلے اجمالی طور پر وہ خواب بیان کیا گیا تھا۔ اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا کہنے لگا آپ نے میرا

marfat.com

Marfat.com

فائدہ :

" وقال الملك ائتونی به هذا يدل على فضيلة العلم فانه سبحانه جعل علمه سببا لخلاصه من المحنة الدنيوية فكيف لا يكون العلم سببا للخلاص من المحن الاخروية "

(تفسیر کبیر ج ۱۸ ص ۱۵۱)

بادشاہ نے کہا ان کو میرے پاس لے آؤ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے جب معلوم ہوا کہ آپ بڑے صاحب علم ہیں تو اس نے کہا ایسا صاحب علم قید میں رہے یہ کیسے ہو سکتا ہے اس سے علم کی فضیلت حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے علم کو دنیا میں مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ کہ دینی علوم آخرت کی مشکلات سے چھٹکارا دلانے کا ذریعہ نہ بن سکیں ؟۔

قید خانہ سے نکل کر وزیر خزانہ اور وزیر اعظم :

﴿ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِیْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ، قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ، وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ ، وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ، وَلَاَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ٥٤ ، ٥٧)

اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں خاص اپنے لئے چن لوں پھر جب ان سے بات کی کہا بے شک آج آپ ہمارے ہاں معزز معتمد ہیں یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے ، بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔ اور یونہی ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکوں کی نیکیاں ضائع نہیں کرتے اور بے شک آخرت کا ثواب ان کے لئے بہتر جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔

marfat.com

Marfat.com

ہے اگر قومی خزانہ لوٹنے کے لئے عہدہ قبول کیایا کسی پر ظلم کرنے کے لئے یا انتقامی کاروائی کرنے کے لئے تو یہ حرام ہے اس کو رحمان کا فضل نہ سمجھا جائے بلکہ شیطان کا جال سمجھا جائے۔(ریان بن ولید اس وقت کافر تھا)

مسئلہ: اگر کافر یا فاسق بادشاہ کے حکومت میں شریک کرنے کے بغیر دین کے احکام کو جاری نہ کیا جا سکے تو کافر و فاسق کی حکومت میں شریک ہونا جائز ہے اور اس سے صرف دینی احکام کی ترویج کے لئے امداد لینا جائز ہے ظالموں کے ساتھ شریک ہو کر ظالم بن جانا دین اسلام سے بغاوت ہے۔

مسئلہ : اپنی خوبیاں فخر اور تکبر کی وجہ سے بیان کرنا جائز نہیں البتہ دوسروں کو نفع پہنچانے اور مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر ضرورت در پیش آئے تو اپنی خوبیاں اور اپنے علمی کمالات بیان کرنا جائز ہے اسی وجہ سے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں صاحب علم اور حفاظت کرنے والا ہوں۔

(ماخوذ از کبیر و خزائن العرفان)

یوسف علیہ السلام کی تاجپوشی :

ایک سال کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور اپنا ملک آپ کے سپرد کر دیا ، لیکن تاج آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ میرا اور میرے آباء کا لباس نہیں، البتہ انگوٹھی جو بطور مہر استعمال ہوتی تھی اسے اور تخت کو آپ نے قبول کر لیا کہ تخت کے ذریعے تمہاری سلطنت کو مضبوط کروں گا اور مہر کے ذریعے تمہارے امور کی تدبیر [illegible] انجام دوں گا ۔

قطفیر (عزیز مصر) کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزائن آپ کے سپرد کر دیئے اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود ایک تابع کی حیثیت میں ہو گیا ۔ آپ کی رائے میں دخل نہیں دیتا تھا اور آپ کے حکم کو مانتا تھا [illegible] وزیر اعظم بن گئے تمام اختیارات کے مالک بن گئے۔

(ماخوذ از کبیر و خزائن العرفان)

marfat.com

Marfat.com

خواب ہو بہو بیان فرمادیا، خواب تو عجیب تھا ہی مگر آپ کا اس طرح بیان فرمادینا زیادہ عجیب ہے ۔اب آپ تعبیر بھی بیان فرمادیں۔

آپ نے تعبیر بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب لازم یہ ہے کہ غلے جمع کئے جائیں اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے اور غلے ان کے خوشوں میں جمع کر لئے جائیں اور رعایا کی پیداوار سے خُمس (پانچواں حصہ) لیا جائے اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر اور مصر کی اطراف کے لوگوں کے لئے کافی ہوگا۔ اور پھر اللہ کی مخلوق ہر طرف سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور تیرے ہاں اتنے خزائن و اموال جمع ہوں گے جو تجھ سے پہلوں کے لئے جمع نہ ہوئے۔ بادشاہ نے کہا اس کا انتظام کون کرے گا؟ آپ نے فرمایا زمین کے خزانے میرے حوالے کردے میں ان کی حفاظت بھی کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے ان کا بہتر انتظام کروں گا۔

بادشاہ نے سمجھ لیا تھا کہ آپ سے زیادہ اس منصب کے لائق اور کوئی نہیں ہو سکتا اس لئے اس نے آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کو تمام خزائن کا وزیر مقرر کردیا۔

مسائل :

احادیث میں " طلب امارة " کی ممانعت آئی ہے لیکن اس کا مطلب ہے کہ جب ملک میں اس منصب کے اہل کئی لوگ موجود ہوں اور احکام الٰہی کو قائم کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ قائم نہ ہو اس وقت حکومت طلب کرنا مکروہ ہے ، لیکن جب ایک ہی شخص اہل ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کرنے کے لئے حکومت طلب کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے ، حضرت یوسف علیہ السلام اسی حال میں تھے آپ رسول تھے قوم کی مصلحتوں کو جانتے تھے ۔آپ کو معلوم تھا کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو آرام اور آسائش پہنچانے کا یہی طریقہ ہے کہ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جائے ، اس لئے آپ نے حکومت طلب کی۔

مسئلہ : ظالم بادشاہ کی طرف سے اگر اس لئے عہدے طلب کئے جائیں تا کہ انصاف کیا جائے گا تو یہ جائز

marfat.com

Marfat.com

حاصل کرنے کے لئے آپ کی غلامیت میں آگئے ۔ مصر میں مردوں اور عورتوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو آپ کی غلامیت میں نہ آیا ہو تمام لوگوں کی زبان پر تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام جیسی عظمت وجلالت کسی بادشاہ کو میسر نہیں آسکی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو کہا کہ تم نے دیکھ لیا ہے اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیسا کرم ہے؟ اس نے مجھ پر ایسا احسان عظیم فرمایا: اب ان کے حق میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے کہا جو آپ کی رائے ہے ہم تو آپ کے تابع ہیں ۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر اور تمہیں گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں تمام اہل مصر کو آزاد کر رہا ہوں اور ان کی تمام ملکیت اور جاگیریں انہیں واپس کر رہا ہوں۔

تمام لوگوں کو آپ کے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے تھے۔ کیونکہ اب تو مصر کے تمام مصری آپ کے خریدے ہوئے اور آزاد کئے ہوئے تھے ان پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ آزاد شخص کسی مجبوری سے غلامیت میں آنے سے درحقیقت غلام نہیں بنتا جیسے وہ لوگ حقیقت میں غلام نہیں بنے تھے صرف ان پر غلام ہونے کی ایک حیثیت قائم کی گئی تھی کہ آپ کی شان میں کوئی حرف نہ کہہ سکیں۔

(ماخوذ از کبیر و خزائن العرفان)

عزیز مصر کی زوجہ کی مراد کا پورا ہونا :

بادشاہ نے پہلے وزیر اعظم یعنی عزیز مصر (جس کا نام قطفیر تھا) کو معزول کر دیا تھا، بعد میں وہ جلد ہی فوت ہو گیا تھا اس کی زوجہ جس نے آپ علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہی اور آپ پاکدامن رہے، پہلے بچہ کی گواہی سے آپ بری الذمہ ہو چکے تھے ، لیکن اب قید خانہ سے نکلنے پر اس نے بھی کھلے دل سے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا آپ کو سچا کہنے لگی تھی ۔ عزیز مصر کی موت کی بعد......

" زوجه الملك امراته فلما دخل عليها قال اليس هذا خيرا مما طلبت

marfat.com

Marfat.com

آپ کی حکومت کے اثرات :

آپ نے عدل وانصاف کی بنیادوں پر اپنی حکومت کو قائم کیا، اسی لئے آپ کی حکومت دن بدن مضبوط تر ہوتی چلی گئی تمام مردوں اور عورتوں کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور آپ نے قحط سالی کے آنے والے دنوں کے لئے غلوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تعبیر فرمائی اس کے لئے بہت وسیع اور عالیشان انبار خانے (سٹور) تعمیر کرائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے۔

جب فراخی کے سال گذر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ نے بادشاہ اور اس کے خدام کے لئے روازنہ صرف ایک وقت کا کھانا مقرر فرمایا ایک روز دوپہر کے وقت بادشاہ نے حضرت سے بھوک کی شکایت کی آپ نے فرمایا یہ قحط سالی کی ابتداء کا وقت ہے کیونکہ پہلے سال میں لوگوں کے پاس ذخیرے تھے سب ختم ہو گئے بازار خالی ہو گئے، چونکہ قحط کے سارے زمانہ میں آپ نے خود بھی کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا تھا۔ واقف حال لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اتنے کثیر خزانوں کے مالک ہو کر بھی آپ بھوکے رہتے ہیں ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا اس اندیشہ سے کہ سیر ہو جاؤں تو کہیں بھوک کو نہ بھول جاؤں۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ اخلاق ہیں آپ کے ! ان پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے ہی بادشاہ بھی ایک وقت کے کھانے پر کفایت کر رہا تھا ۔اس نے بھی آپ کے جواب پر کوئی مزاحمت نہیں کی۔

تمام اہل مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے غلہ خریدنے لگے تمام دراہم ودنانیر یعنی ان کا نقدی مال ودولت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جمع ہو گیا۔ دوسرے سال انہوں نے اپنے زیورات اور جواہر سے غلہ خریدا۔ اس طرح ان لوگوں کے تمام زیورات وجواہر آپ کے پاس آگئے۔ تیسرے سال اپنے جانور دے کر غلہ خریدا یہاں تک کہ مصر میں کوئی شخص کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ تمام جانور بھی آپ کی ملکیت میں آگئے ۔چوتھے سال اپنے غلام اور لونڈیاں دے کر غلہ حاصل ہوا۔ پانچویں سال تمام جاگیریں اور اراضی دے کر آپ سے غلہ خریدا ۔اس سال مصر کے لوگوں کے پاس سوائے اپنی جان اور اولاد کے کچھ بھی باقی نہ رہا تھا تمام ملکیت حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آچکی تھی ۔چھٹے سال جب ان کے پاس اور کچھ نہ بچا تو انہوں نے اپنی اولاد آپ کے پاس غلام کے طور پر دے کر غلہ حاصل کیا ۔اور ساتویں سال وہ لوگ خود غلہ

marfat.com

Marfat.com

غلہ لینے کے لئے آپ کے بھائیوں کا جانا :

﴿ وَجَاءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِنْ اَبِيْكُمْ اَلاَ تَرَوْنَ اَنِّيْ اُوْفِ الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ، فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلاَ كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلاَ تَقْرَبُوْنَ ، قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۵۸، ۶۱)

اور ایک روز آ نکلے برادران یوسف (علیہ السلام) اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے سو آپ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے سو جب مہیا کر دیا ان کے لئے ان کی (رسد وخوراک) کا سامان تو فرمایا (دوبارہ آؤ) تو لے آنا میرے پاس اپنے پدری بھائی کو کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں کس طرح پیمانہ پورا بھر کر دیتا ہوں اور میں کتنا بہتر مہمان نواز ہوں اور اگر تم اسے نہ لے آئے میرے پاس تو (سن لو) کوئی پیمانہ تمہارے لئے میرے پاس نہیں ہو گا اور نہ تم میرے قریب آسکو گے وہ بولے ہم ضرور مطالبہ کریں گے اس کے بھیجنے کے متعلق اس کے باپ سے اور ہم ضرور ایسا کریں گے۔

"کنعان" کا علاقہ بھی اس قحط کی زد میں تھا اور لوگوں کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزندوں نے بھی باربرداری کے مویشی لئے اور مصر کا رخ کیا کیونکہ غلہ کی تقسیم کا سب کام حضرت یوسف علیہ السلام کی نگرانی میں ہو رہا تھا اس لئے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مجبوریوں کا اظہار کر کے غلہ کے لئے درخواست کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی ملاقات اگرچہ عرصہ دراز بعد ہوئی تھی لیکن آپ نے دیکھتے ہی اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے اور اور بے چارے پہچانتے بھی تو آخر کیونکر ؟ ان کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ شاہانہ لباس میں ملبوس زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا جس کے حکم کی تعمیل کیلئے سینکڑوں ہزاروں ملازم دست بستہ کھڑے ہیں یہ وہ "یوسف" ہے جس کو عرصہ ہوا انہوں نے ایک تاریک کنوئیں میں پھینکا تھا۔ اور پھر صرف بیس کھوٹے درہموں کے بدلے میں قافلہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

فوجدها عذرا فولدت له ولدين افرائيم وميشا "

(کبیر جلد ۱۸ ص ۱۶۲)

بادشاہ نے اس عورت کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے کر دیا آپ نے ملاقات پر اسے یہ کہا کیا یہ بہتر نہیں اس سے جو تو مطالبہ کر رہی تھی ؟

یاد رہے عزیز مصر چونکہ نامرد تھا اسلئے وہ ابھی تک باکرہ تھی ۔ محبت اسے صرف یوسف علیہ السلام سے تھی وہ کوئی بدکار نہیں تھی۔ اس عورت سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام " افرایم " اور دوسرے کا نام " میشا " تھا۔

تنبیہ :

" هي زليخا ولم يصرح استهجانا له وسترا و تعليما للادب كان الله يقول من الآداب لا يذكر احد زوجته باسمها بل يكنى عنها ولم يذكر فى القران اسم امراة الا مريم عليها السلام "

(صاوی علی الجلالین : ۱۹۱)

عزیز کی زوجہ کا نام " زلیخا " تھا۔ نام کو صراحتاً نہیں ذکر کیا گیا کیونکہ عورت کا نام عام طور پر بلا مقصد نام لینا بہتر نہیں۔ پردہ زیادہ مناسب ہوتا ہے اور اس میں ادب کی تعلیم بھی دی گئی ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : ادب کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو نام لے کر نہ پکارے بلکہ ایسے الفاظ سے پکارے جن مین واضح طور پر نام کا ذکر نہ ہو۔ قرآن پاک میں کسی عورت کا نام ذکر نہیں کیا گیا سوائے حضرت مریم کے ان کا نام بھی صرف اس وجہ سے ذکر ہوا کہ لوگ انہیں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی زوجہ کہتے تھے تو ان کا نام رب تعالیٰ نے ذکر کر کے ان کا رد کیا کہ اگر میری زوجہ ہوتی تو میں اس کا نام ذکر نہ کرتا۔

پہلے ہم نے اپنے علاقہ میں یہ دیکھا کہ کوئی شخص بھی اپنی زوجہ کا نام نہیں لیا کرتا تھا بچے کا نام لے کر اسکی والدہ یا بھائی کا نام لے کر اس کی بہن کہتا وغیرہ۔ لیکن آج کل زوجہ کا نام لینا بھی فیشن کا حصہ بن گیا عورت کا کتنا ادب کتنا احترام شریعت نے بتایا ؟ میں نے عورتوں کے حقوق پر تفصیلی بحث اپنی کتاب " اسلام میں عورت کا مقام " میں بیان کئے ہیں۔ ماڈرن عورت کسی اور مذہب میں ان حقوق کا تصور بھی نہیں کر سکتی جو شریعت مطہرہ نے دیئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

کہ جب سامان کھولیں گے تو پونجی اس میں دیکھ کر واپس آئیں گے، کیونکہ وہ نبی کے بیٹے ہیں ایمان والے ہیں اور وہ واپس لوٹانا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پھر آئیں گے

" قال الفرا انهم متى شاهدوا بضاعتهم في رحالهم وقع في قلوبهم انهم وضعوا تلك البضاعة في رحالهم على سبيل السهو وهم اولاد الانبياء فرجعوا ليعرفوا السبب فيه او رجعوا ليردوا المال الى مالكه "

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۶۹)

فراء نے کہا کہ پونجی واپس کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ اپنی پونجی کو اپنے سامان میں مشاہدہ کریں گے تو ان کے دل میں یہ آئے گا کہ شائد انہوں نے بھول کر نہ رکھ دیا ہو وہ حقیقت حال کا پتہ لگانے کے لئے واپس آئیں گے یا وہ مال واپس لوٹانے کے لئے آئیں گے کیونکہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو گھر کے حالات کا پتہ چل گیا تھا تو آپ کی شان کے لائق نہیں تھا کہ آپ اپنے بھائیوں اور والد مکرم سے رقم لے کر غلہ دیں ۔

" لانه وجب عليه السلام صلتهم وجبرهم في تلك الشدة اذ هو ملك عادل وهم اهل ايمان ونبوة "

اسلئے کہ آپ عادل بادشاہ تھے اور آپ کے بھائی ایمان والے تھے اور خاندان نبوت تھے۔ آپ پر واجب ہو چکا تھا کہ آپ اپنے اقرباء سے صلہ رحم کریں اور مشکل حالات میں ان کا ہاتھ بٹائیں۔

(ماخوذ از روح المعانی ج ۷ حصہ دوم ص ۱۰)

چھوٹے بھائی کو ساتھ لیجانے کی باپ کے حضور درخواست :

﴿ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ قَالُوْا يَا اَبَانَا مَا نَبْغِيْ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيْرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ، قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللهِ لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖ إِلاَّ أَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴾

(پ ۱۲ سورة یوسف ۶۵، ۶۶)

marfat.com

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جذبات کو بے قابو نہ ہونے دیا ،ایک اجنبی کی حیثیت سے ان کے گھر کے حالات دریافت کئے اور انہیں کی زبانی یہ بھی پتہ چل گیا کہ ان کا ایک اور بھائی ہے جسے وہ گھر چھوڑ آئے ہیں ،(اگر چہ آپ خود بھی اپنے بھائی کو جانتے تھے)

(ضیاء القرآن)

آپ نے خود تو اپنے آپ کو ابھی ظاہر نہیں کرنا تھا ،جب اللہ تعالیٰ نے حکم دینا تھا اسی وقت ظاہر کرنا تھا اس لئے ابھی اجنبی کی صورت میں تمام کلام ہو رہا تھا ۔انہوں نے اپنے والد اور بھائی کا حصہ بھی طلب کیا تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام ایک شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ غلہ ہی دیتے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے والد اور بھائی کے نہ آنے کی کیا وجہ ہے ؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے باپ بوڑھے ہیں وہ تو آنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے البتہ ہمارا چھوٹا بھائی باپ کی خدمت گذاری کے لئے ہی گھر رہ گیا ہے۔

آپ نے فرمایا : اس مرتبہ تو میں ان کا غلہ بھی تمہیں دے رہا ہوں لیکن آئندہ تم اپنے بھائی کو بھی ساتھ لانا ، کیا تم دیکھتے نہیں ہو میں کتنا شفیق اور مہربان عادل ہوں ؟ کہ پیمانے بھر بھر کر دیتا ہوں اور کتنا بڑا مہمان نواز ہوں ، لیکن یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر آئندہ تم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لائے تو تمہیں بھی غلہ نہیں ملے گا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۸ ص ۱۶۶ ، ۱۶۷)

یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی رقم واپس کردی :

﴿ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا إِذَا انْقَلَبُوْا إِلٰى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۶۲)

اور آپ نے فرمایا اپنے غلاموں کو کہ چپکے سے رکھ دو ان کی پونجی ان کی خورجیوں میں شائد کہ وہ اسے پہچانیں جب اپنے گھر کی طرف لوٹ کر جائیں شائد وہ واپس آئیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی پونجی لوٹادی تھی اس کی ایک وجہ یہ تھی۔

﴿ لعلهم يعرفونها اى يعرفون حق ردها ﴾

marfat.com

Marfat.com

بعض حضرات نے کہا کہ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا :

" وثقت بكم في حفظ يوسف عليه السلام فكان ما كان فالآن اتوكل على الله في حفظ بنيامين "

کہ میں نے پہلے تمہارے قول پر بھروسہ کر لیا تھا کہ تم یوسف (علیہ السلام) کی حفاظت کرو گے اس میں جو ہوا سو ہوا اب میں تمہاری باتوں کا تو کوئی اعتبار نہیں کرتا کہ تم بنیامین کی حفاظت کرو گے البتہ میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے کر تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔

مقصد یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی آپ علیہ السلام کو وثوق دلایا گیا تھا کہ میں اس کا محافظ ہوں۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۶۹، ۱۷۰)

بیٹوں کو بھیجتے وقت یعقوب علیہ السلام کی احتیاطی تدابیر :

﴿ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَّمَا اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ، وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضَاهَا وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۶۷، ۶۸)

اور کہا اے میرے بیٹو ! ایک دروازے سے نہ داخل ہونا اور جدا جدا دروازوں سے جانا اور میں تمہیں اللہ کی تقدیر سے نہیں بچا سکتا ، حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا ، اور وہ کچھ انہیں اللہ کی تقدیر سے نہ بچا سکے ہاں یعقوب کے نفس میں یہ ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے ، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے نظر بد سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر کے طور پر انہیں فرمایا کہ

marfat.com

Marfat.com

اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا اپنی پونجی پائی کہ ان کو لوٹادی گئی ہے بولے اے ہمارے باپ اب ہم اور کیا چاہیں یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی اور ہم اپنے گھر کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ پائیں یہ دینا بادشاہ کے سامنے کچھ نہیں ۔کہا : میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک تم مجھے اللہ کا یہ عہد نہ دے دو کہ ضرور اسے لے کر آؤ گے مگر یہ کہ تم گھیرے میں آجاؤ پھر جب انہوں نے یعقوب (علیہ السلام) کو عہد دیا اللہ کا ذمہ ہے ان باتوں پر جو ہم کہہ رہے ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ مصر کے بادشاہ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ہماری پونجی بھی واپس کردی گئی ہے امید ہے کہ واپس نہیں لے گا اگرچہ ہمیں جا کر پتہ کرنا ہے کہ واپس کرنے کا سبب کیا ہے ؟لیکن اگر ہم چھوٹے بھائی بنیامین کو ساتھ نہ لے گئے تو ہمیں غلہ نہیں ملے گا اسلئے ہمارے ساتھ بھائی کو بھیج دو ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا : کہ تم نے تو پہلے یوسف کی ذمہ داری بھی اٹھائی تھی ، توجہ طلب مقام یہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹوں کا حال دیکھا ہوا تھا پھر بنیامین کو ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ اب وہ بڑی عمروں کے ہو چکے تھے نیکی کی طرف مائل ہو چکے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح بنیامین سے حسد کینہ بھی نہیں رکھتے تھے قحط کی وجہ سے غلہ لانے کی محتاجی بھی تھی اور یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے بغیر غلہ دینے سے بھی انکار کر دیا تھا اسلئے آپ نے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا لیکن سب سے بڑی وجہ یہ تھی ۔

'' لعله تعالیٰ اوحی الیه وضمن حفظه وایصاله الیه ''

کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو بتادیا تھا کہ آپ ساتھ بھیج دیں میں اس کی حفاظت کروں گا اور آپ تک اسے واپس پہنچادوں گا۔اسی وجہ سے آپ نے فرمایا :

﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾

تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر نگہبان ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جاسکتی تو نظر کا اثر سبقت لے جاتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ اس شخص کو وضو کرنے کا حکم فرماتے جس کی نظر لگی ہو پھر وہ پانی جو اس کے اندام سے گرتا اسے اس شخص پر ڈالنے کا حکم دیتے جس کو نظر لگی ہوتی۔

جس شخص کو اپنے متعلق یہ خیال ہو کہ اس کی نظر لگتی ہو تو وہ کسی چیز کو دیکھے اور وہ اسے اچھی لگے تو یہ پڑھے :

" تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْهِ "

نظر کا لگنا یا اس سے بچاؤ کی تدابیر ، یہ سب ظاہری اسباب ہیں ۔ حقیقی مؤثر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونے کا حکم دیا، اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ بنیامین کی یوسف علیہ السلام سے علیحدگی میں ملاقات ہو جائے، کیونکہ :

" انه عليه السلام كان عالما بان ملك مصر هو ولده يوسف الا ان الله تعالىٰ ما اذن له فى اظهار ذالك"

حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ مصر کا بادشاہ آپ کا بیٹا یوسف ہے لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کی اجازت نہیں فرمائی تھی۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۷۲ ، ۱۷٤)

تنبیہ :

" فاعلم ان الانسان مامور بان يراعى الاسباب المعتبرة فى هذا العالم ومامور ايضا بان يعتقده ويجزم بانه لا يصل اليه الا ماقدره الله تعالىٰ "

بے شک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس عالم میں ظاہری اسباب کو حاصل کرے لیکن انسان کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ وہ یہی عقیدہ رکھے کہ اسباب بھی اسی وقت موثر ہوتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہونا تاکہ تمہیں نظر نہ لگ جائے کیونکہ تمام بڑے قد آور بہادر اور خوبصورت تھے اور تعداد بھی خاصی یعنی گیارہ بھائی تھے۔ تمام متقدمین مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت کریمہ سے مراد یہی ہے۔

فائدہ: نظر کے اثرات کا حق ہونا اور ان سے بچاؤ کے لئے دعائیہ کلمات احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ مبارکہ سے دم فرمایا کرتے تھے۔

" أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ "

ان کلمات سے ہی حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام بھی دم کیا کرتے تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں صبح حاضر ہوا آپ کو شدید تکلیف تھی پھر میں پچھلے پہر حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ کو آرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے تھے انہوں نے ان الفاظ طیبہ سے مجھے دم کیا۔

" بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ وَّحَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ "

تو مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمادی۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بچے خوبصورت سفید رنگ کے تھے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ان بچوں کو جلدی نظر لگ جاتی ہے اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں انہیں نظر کا دم کر دیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں یعنی ٹھیک ہے تم ان کو دم کر دیا کرو۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک بچے کو بہت تکلیف ہے انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اسے نظر لگ گئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے دم کیوں نہیں کراتے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" العين حق ولو كان شئى يسبق القدر لسبقت العين القدر "

marfat.com

Marfat.com

کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ یوسف ۶۹)

اور جب پہنچے یوسف علیہ السلام کے پاس تو یوسف علیہ السلام نے جگہ دی اپنے پاس اپنے بھائی کو اسے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں نہ غمزدہ ہو جو یہ کیا کرتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ تمام بھائی پھر مصر میں آئے ہیں اب اپنے ساتھ بنیامین کو بھی لائے ہیں۔ تو......

﴿ اکرمهم وانزلهم واحسن نزلهم ثم اضافهم ﴾

......آپ نے ان کی بڑی عزت و تکریم کی، ان کو شاہی مہمان خانوں میں رہنے کی جگہ کا حکم دیا اور ان کی مہمان نوازی بہت اچھی طرح سے کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ سے ملاقات کے دوران بتایا یہ وہ ہمارا بھائی ہے جسے آپ نے لانے کا حکم دیا تھا ہم ساتھ لئے آئے ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا تم نے اچھا کیا ہے۔ اب میرے پاس بھی جو غلہ ہے وہ دینے میں کوئی کسر نہیں ہوگی۔ بھائیوں نے آپ کو اپنے باپ کا پیغام بھی دیا کیونکہ یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو الوداع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بادشاہ کو میرا سلام کہنا اور یہ کہنا

﴿ ان ابانا يصلى عليك ويدعوك و يشكر صنيعك معنا ﴾

کہ ہمارے باپ آپ کے لئے دعا کر رہے تھے آپ پر رحمتیں نچھاور کر رہے تھے اور آپ نے جو ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے وہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اور ساتھ ہی اسی مضمون کا ایک خط بھی دیا خط کو پڑھتے ہوئے یوسف علیہ السلام آبدیدہ ہو گئے، لیکن اپنے جذبات کو قابو میں رکھا تاکہ بھائیوں پر کچھ بات ظاہر نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی طرف سے ابھی ظاہر کرنے کا حکم نہیں تھا۔ آپ نے اپنے بھائیوں کی دعوت کی، غلاموں کو حکم دیا کہ دستر خوان کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ دو دو بھائی ایک ساتھ بیٹھیں۔ اس ترتیب سے بٹھانے پر بنیامین اکیلے رہ گئے، رونے لگے اور کہنے لگے کہ کاش! آج میرا یوسف زندہ ہوتا تو مجھے ساتھ بٹھاتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی طرف توجہ کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا یہ بھائی اکیلا رہ گیا ہے، انہوں نے کہ اس کا (سگا) بھائی ہلاک ہو

marfat.com

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو۔

" وان الحذر لا ینجی من القدر فان الانسان مامور بان یحذر عن الاشیاء المهلکة والاغزیة الضارة ویسعی فی تحصیل المنافع ودفع المضار بقدر الامکان"

انسان یہ بھی عقیدہ رکھے کہ کسی نقصان دہ چیز سے بچنا اور دور رہنا تقدیر سے نجات نہیں دے سکتا لیکن پھر بھی انسان کے لئے حکم یہی ہے کہ وہ ہلاک کرنے والی چیزوں اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچے منافع حاصل کرنے میں جتنا ممکن ہو سکے کوشش کرے اور نقصان دہ اشیاء سے دور رہے۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ جاننے کے باوجود کہ تمام چیزوں میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہی ظاہری اسباب پر عمل کیا۔

" والحق ان العبد یجب علیه ان یسعی باقصی الجهد والقدرة وبعد ذالك السعی البلیغ والجد الجهید فانه یعلم ان کل ما یدخل فی الوجود فلا بد وان یکون بقضاء الله تعالیٰ ومشیته وسابق حکمه وحکمته "

حق مذہب یہی ہے کہ انسان منافع و مقاصد کے حاصل کرنے میں اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچنے کی تدابیر میں بہت زیادہ کوشش کرے جتنی اسے طاقت حاصل ہے اس میں کوتاہی نہ کرے، لیکن اپنی طرف سے بہت بڑی کوشش کرنے کے بعد یقین یہی رکھے کہ منافع کا حاصل ہونا یا نہ ہونا ضرر انداز چیزوں کا موثر ہونا یا نہ ہونا سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اسکی مشیت پر موقوف ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی حکمت کے مطابق ہیں۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۷۵)

بنیامین کی یوسف علیہ السلام سے ملاقات :

﴿ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ آوٰی إِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ إِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ فَلاَ تَبْتَئِسْ بِمَا

marfat.com

Marfat.com

اصل میں یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ بھائی کے دل میں دوسرے بھائیوں کے خلاف ذہن میں کوئی بات نہ رہے، کیونکہ :

"مابقی فی قلبه شئی من العداوة وصار صافیا مع اخوته"

آپ کے دل میں بھائیوں کے خلاف کوئی عداوت باقی نہیں تھی، آپ علیہ السلام کا دل بھائیوں کے حق میں مکمل صاف ہو چکا تھا، دراصل اب بھائی بھی وہ جوانی کی عمر والے حاسد یا ظالم نہیں تھے، بلکہ وہ بھی کافی حد تک نیک ہو چکے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام تو شروع سے ہی بھائیوں کے حق میں دعاء گو تھے۔

(روح المعانی ج ۷ حصہ دوم ص ۲۳ ، کبیر ج ۱۸ ص ۱۷۷ ، ۱۷۸)

بنیامین کو پاس رکھنے کا حیلہ :

﴿ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ أَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ ، قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَا ذَا تَفْقِدُوْنَ ، قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهِ زَعِيْمٌ ، قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ ، قَالُوْا فَمَا جَزَاؤُهٗ إِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ، قَالُوْا جَزَاؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهٗ كَذَالِكَ نَجْزِیْ الظّٰلِمِيْنَ ، فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ إِلاَّ أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۷۰ ، ۷۶)

پھر جب ان کو سامان مہیا کر دیا پیالہ اپنے بھائی کی خورجی میں رکھ دیا پھر ایک ندا دینے والے نے ندا دی اے قافلہ والو بے شک تم چور ہو ان کی طرف توجہ کر کے انہوں نے کہا تمہاری کون سی چیز گم ہوئی ہے بولے بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا اور جو اسے لائے گا اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔ انہوں نے کہا : خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں، بولے پھر کیا سزا ہے اس کی

marfat.com

Marfat.com

گیاہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا اچھا میں ہی اسے اپنے ساتھ بٹھالیتا ہوں، آپ نے بنیامین کو دستر خوان پر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

پھر آپ علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ رات کو سونے کے لئے دو دو بھائیوں کو ایک ایک کمرہ دے دو، آرام کے وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا آپ کا یہ بھائی اکیلا ہے اسے میرے پاس ہی چھوڑ جاؤ میں اسے اپنے کمرہ میں سلالیتا ہوں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ اپنے بھائی پر بہت افسوس کرتا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

" الا تحب ان اکون اخاك بدل اخیك الهالك "

کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے فوت شدہ بھائی کے بدلے میں ہی تمہارا بھائی بن جاؤں

بنیامین نے روتے ہوئے کہا:

"من یجد اخا مثلك ولکنك لم یلدك یعقوب ولا راحیل"

تمہارے جیسا بھائی کسے ملے گا ؟ یعنی اتنے شفیق اور مہربان ہو، وہ شخص کتنا ہی خوش بخت ہو گا جسے تمہارے جیسا بھائی مل جائے، لیکن تم راحیل اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تو نہیں ہو۔ میں تو اس کے لئے رو رہا ہوں جو میرے باپ اور میری ماں کا بیٹا تھا۔ آپ علیہ السلام کے رقت آمیز مناظر کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام بھی رونے لگے۔ اٹھے اور بھائی کو گلے لگا لیا۔ اب پہچان کرانے کا وقت آچکا تھا اسلئے اپنے بھائی کو بتایا:

﴿ اِنِّیْٓ اَنَا اَخُوْكَ ﴾

بے شک میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔

دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے کو اپنے حالات سے مطلع کیا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

﴿ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

نہ غمزدہ ہو جو یہ کیا کرتے تھے۔

marfat.com

Marfat.com

میں یہاں ہی رہوں گا۔

جس طرح ہماری شریعت میں چوری کی حد ہاتھ کاٹنا ہے اس طرح یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں اس شخص کو مال کے بدلے غلام رکھا جاتا۔ مصر کے بادشاہی قانون میں چور کو مارا جاتا تھا اور مال کے بدلے دوگنا مال وصول کیا جاتا تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حیلہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق کیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کیونکہ رب نے خود فرمایا:

﴿ كَذَالِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ﴾

یہ حیلہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو سکھایا۔

اور جس شخص نے آواز دے کر یہ کہا تھا کہ اگر کوئی شخص وہ پیالہ ڈھونڈ کر لائے گا تو اسے بطور انعام ایک اونٹ کا بوجھ دیا جائے گا اس نے بھی آپ کے حکم سے ہی یہ اعلان کیا تھا:

"وندائه بامر یوسف علیه السلام"

اس کا یہ آواز دینا حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے تھا۔

اہل مصر جانتے تھے کہ یہ قانون مصر کا نہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کا منشا بھی یہ نہیں تھا کہ بھائیوں کو چوری کے الزام میں متّہم کیا جائے، اسلئے آپ نے اپنے خادم کو سب کچھ بتایا ہوا تھا، تمام کام آپ کے حکم سے ہو رہا تھا۔

جب یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لے کر نکلے تو پیچھے سے ان کو پکار کر کہا گیا اے قافلہ والو!

﴿ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ ﴾ بے شک تم چور ہو اس کلام کا مطلب بھی ظاہر پر مبنی نہیں۔

"ان ذالك المؤذن ربما ذكر ذالك النداء على سبيل الاستفهام"

آواز دینے والے نے یہ کلام بطور استفہام کیا؟

(کبیر)

قرآن پاک میں کئی مقام پر ایسا کلام مذکور ہے جہاں صرف استفہام پوشیدہ ہوتا ہے کہنے والے کا

marfat.com

Marfat.com

اگر تم جھوٹے ہو؟ انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے اسباب میں ملے وہی اس کے بدلے غلام بنے، ہمارے ہاں ظالموں کی یہی سزا ہے۔ پس تلاشی لینی شروع کی ان کے سامانوں کی یوسف علیہ السلام کے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے، پھر اسے اپنے بھائی کی خورجی سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف علیہ السلام کو یہی تدبیر بتائی، بادشاہی قانون کے مطابق انہیں کوئی حق نہیں تھا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔

جو پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھا گیا تھا وہ بادشاہ کے یا جانوروں کے پانی پینے میں استعمال ہوتا تھا اور اس سے غلہ ناپنے کا کام بھی لیا جاتا تھا، اتنا قیمتی تھا جس سے چوری کی خصوصی حد نافذ ہو سکتی تھی۔

(کبیر)

وہ پیالہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے رکھا گیا آپ ہی اس وقت حکمران تھے وہ پیالہ آپ کے زیر تصرف ہی تھا:

"انه علیه السلام لم یباشر الجعل بنفسه بل امر احدا فجعله"

(روح المعانی)

بیشک حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ پیالہ خود نہیں رکھا تھا بلکہ آپ نے کسی خادم کو حکم دیا تھا جس نے وہ رکھا تھا۔

آپ کے حکم دینے کی وجہ سے آپ کی طرف منسوب ہوا، یہ پیالہ بنیامین کو بتا کر ان کی مرضی سے رکھا گیا تھا اس لئے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کہا بھی کہ والد مکرم پہلے میری جدائی سے پریشان ہیں تو اب تمہاری جدائی سے اور زیادہ پریشان ہوں گے لیکن وہ پھر بھی وہاں رہنے پر بضد تھے حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامن کو بتایا کہ اگر تم یہاں رہنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی حیلہ ہے کہ تمہارے سامان میں پیالہ رکھ کر اس کے بدلے تمہیں یہاں رکھا جائے۔

﴿ فرضی بان یقال فی حقه ذالك ﴾ (کبیر)

توبنیامین نے رضامندی کا اظہار کیا کہ میرے متعلق جو بھی کہا جائے مجھے منظور ہے لیکن

marfat.com

Marfat.com

تاکہ وہ کسی کی کھیتی کو برباد نہ کریں اور ہمیشہ نیکی کے کاموں میں مشغول رہتے جن لوگوں کی یہ صفات ہوں وہ کیسے زمین میں فساد پھیلا سکتے ہیں خاص کر دوسرے ملک میں، جہاں انہیں اپنی عزت کے پاس کرنے کی زیادہ ضرورت تھی جبکہ وہ یہ بتا بھی چکے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ پہلی دفعہ جب ان کی پونجی ان کے سامان میں رکھ کر واپس لوٹا دی گئی تھی تو وہ اسے واپس لے آئے تھے بھلا چور بھی ایسے کام کر سکتا ہے۔

(کبیر)

پریشانی میں بھائیوں کا کلام:

﴿ قَالُوْا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّه، مِنْ قَبْلُ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۷۴)

بھائی بولے: اگر یہ چوری کرے تو بے شک اس سے پہلے اس کا بھائی چوری کر چکا ہے تو یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل میں رکھی اور ان پر ظاہر نہ کی، جی میں کہا تم بدتر جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو باتیں بناتے ہو۔

بھائیوں کو پورے معاملہ کا کوئی علم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام یہی ہیں جو مصر کے بادشاہ ہیں اور بنیامین کو بتا چکے ہیں اور ان کو اپنے پاس رکھنے کا صرف یہ حیلہ اور بہانہ ہے

بنیامین کے سامان سے جب پیالہ نکلا تو نبی کے بیٹوں پر دوسرے ملک میں اس قسم کی بدنامی کا کتنا گہرا اثر ہوا ہوگا؟ یہ محتاج بیان نہیں۔ ہر انسان کی عقل کام کر سکتی ہے کہ ایسے وقت کتنی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ انسان کو زمین و آسمان ایک نظر آتے ہیں۔ متقی انسان کا صرف تہمت کی زد میں آنا ہی پریشان کن ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ دیارِ غیر میں جہاں لوگ انہیں فرشتہ سیرت سمجھتے ہوں وہاں ایسی مصیبت آجائے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان بہت خوشی میں اور بہت پریشانی میں جو کلام کرتا ہے اس میں اعتدال نہیں ہوتا، صرف نبی کا یہ مقام ہے کہ اس کا کلام ہر وقت "اعتدال" پر رہتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

مطلب یہ تھا اے قافلہ والو کیا تم چور تو نہیں ہو؟ یہ کوئی الزام نہیں تھا بلکہ سوال تھا۔ اگر قافلہ والوں پر وہ اپنی طرف سے ہی آ کر ان پر الزام عائد کرتے تو ان سے پوچھنے کا انہیں کیا اختیار تھا؟ کہ اگر تم چور نکلے تو تمہاری سزا کیا ہے؟ سزا تو ان کو مصری قانون کے مطابق دینی چاہیے تھی۔

بنیامین کے سامان سے پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کو کھولنا بھی اتفاقی نہیں تھا بلکہ ارادتاً تھا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"والمفتش حقيقة اصحابه بامره بذالك قبل تفتيش وعاء اخيه بنيامين لنفى التهمة"

(روح المعانی)

تفتیش کرنے والے در حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کے اصحاب یعنی خدام تھے جو آپ کے حکم سے ہی سب کام کر رہے تھے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تفتیش پہلے ہی کی گئی تھی کہ اگر سب سے پہلے بنیامین کا سامان کھولا گیا تو تہمت ہم پر آئے گی اور تمام حیلہ ہی بے کار چلا جائے گا۔

جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے پوچھا گیا کیا تم چور تو نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا

﴿ تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِیْنَ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۷۳)

خدا کی قسم تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

آپ کے بھائی قسم اٹھا کر کیوں یہ نہ کہتے جبکہ اب وہ نیک تھے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکنے والے زمانہ کی طرح نہیں تھے...... وہ بھی حسد کی وجہ سے ہوا، ورنہ اس وقت بھی وہ کسی کا مال نہیں کھاتے تھے۔ اور تمام اعمال ان کے اچھے تھے، صرف یوسف علیہ السلام کو حسد کی وجہ سے کنوئیں میں پھینکنے والا جرم سرزد ہوا تھا ...... اب تو ان کے احوال سے واضح تھا کہ یہ کسی کے مال میں تصرف نہیں کرتے نہ کسی کا مال کھاتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کی کھیتوں میں اپنے جانور چھوڑتے ہیں۔

یہاں تک کہ اگر ان کو کسی کاشت شدہ کھیتی سے گزر ہوتا تو اپنے جانوروں کے منہ باندھ دیتے تھے

marfat.com

Marfat.com

رکھنے میں کامیاب ہو گئی تھیں عین ممکن ہے کہ یعقوب علیہ السلام بھی جانتے ہوں کہ میری بڑی بہن نے یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے کا حیلہ کیا ہے لہذا ان کے پاس ہی رہنے دیا جائے

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اس بات کو پردے میں ہی رکھا کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا اسی طرح بھائیوں کے اس کہنے کو کہ اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی ابھی کسی کو نہ بتایا دل میں ہی بات کو رکھا ابھی تک یہ واضح نہ کیا کہ میں یوسف ہوں اور بنیامین کو اپنے پاس رکھنے کا ایک حیلہ کر رہا ہوں تمام باتوں کو آپ نے دل میں ہی رکھ کر بھائیوں کو عزت و تکریم سے بمع سامان لوٹانے کا حکم فرمایا۔

(ماخوذ از روح المعانی، تفسیر کبیر)

بنیامین کو بازیابی کی درخواست مسترد:

﴿قَالُوْا يَا أَيُّهَا الْعَزِيْزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ، قَالَ مَعَاذَ اللهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ إِنَّا إِذًا لَظٰلِمُوْنَ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۷۸، ۷۹)

انہوں نے کہا: اے عزیز اس کے باپ بہت بوڑھے ہیں تو ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ لے لو بے شک ہم تمہارے احسان دیکھ رہے ہیں یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ ہم تو صرف اسی کو لیں گے جس کے پاس ہمارا سامان ملا۔ (اگر ہم کسی اور کو لیں) تو ہم ظالم ہوں گے۔

اگرچہ بھائی پہلے بتا چکے تھے اگر کسی سے پیالہ برآمد ہو جائے تو وہ غلام بن جائے گا لیکن ان کی شریعت میں معاف کرنا اور فدیہ دینا بھی جائز تھا، اس لئے انہوں نے کہا: کہ اس کے باپ بڑی عمر کے اور عظیم مرتبہ کے مالک ہیں؛ اسلئے یہ معاف کرنے کے قابل ہے یا اس کا فدیہ لے لیا جائے اور ہم میں سے کسی ایک کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لیا جائے، جب ہم فدیہ دے دیں گے تو اپنے پاس رہن رکھے ہوئے بھائی کو چھڑا لیں گے۔ یا اسے معاف کر دیا جائے اور ہم میں سے کسی ایک کو غلام بنا لیا جائے۔ آپ کا معاف فرما دینا ہم پر بہت بڑا احسان ہو گا۔ ہم آپ کے پہلے بھی احسان دیکھ چکے ہیں؛ کیونکہ آپ نے پہلے ہماری پونجی بھی واپس لوٹا دی، غلہ بھی دیا، عزت و تکریم سے اپنے پاس بلایا، مہمان نوازی کی، شاہانہ

marfat.com

Marfat.com

ھائیوں نے یہ سمجھا کہ شائد بنیامین نے واقعی چوری کرلی ہے اس پر پریشان ہو کر اعتدال سے دور کلام کرتے ہوئے کہا کہ اس نے چوری کرلی ہے تو اس کے بھائی نے بھی ایک مرتبہ چوری کرلی تھی۔

یوسف علیہ السلام پر چوری کاالزام کیسے ؟

یوسف علیہ السلام کا نانا بت پرست تھا آپ ایک مرتبہ اپنے نانا کا ایک سونے کا بنا ہوا بت جو لعل و جواہر سے مزین تھا اٹھالائے اور اسے توڑ دیا نانا کے بت کو لانے میں آپ کی والدہ کا مشورہ کارگر تھا، کہ وہ بت پرستی چھوڑ دیں۔ آپ کا بت کو چپکے سے لانا اور اسے توڑ دینا عبادت تھا ، کوئی چوری کا کام نہیں تھا ، لیکن بظاہر آپ کی طرف چوری کو منسوب کر دیا گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی پھوپھی کے زیر کفالت تھے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑی تھیں، وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں، اتنی محبت انہیں خاندان میں کسی اور سے نہیں تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب ان سے مطالبہ کیا کہ اب یوسف علیہ السلام میرے حوالے کر دو تو انہوں نے کہا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، میں اسے اپنے آپ سے جدا نہیں کر سکتی ، میرے پاس کچھ دن رہنے دو میں آہستہ آہستہ کوشش کروں گی کہ مجھے اس کے بغیر تسلی حاصل ہو جائے۔ پھر میں ان کو تمہارے حوالے کردوں گی۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام چلے گئے تو انہوں نے ایک کمر بند حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے آپ سے باندھ دیا وہ کمر بند حضرت اسحاق علیہ السلام کا تھا جو آپ کو بڑی ہونے کی وجہ سے بطور وراثت ملا تھا۔

آپ نے فرمایا میرے باپ کا کمر بند گم ہو گیا ہے ذرا تلاش کرو کون لے گیا پھر آپ نے کہا گھر میں ہی تلاش کرو ممکن ہے گھر کے کسی فرد نے ہی نہ لے لیا ہو دوران تفتیش وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے مل گیا جو آپ کے کپڑوں کے نیچے آپ سے باندھ دیا گیا تھا

پھر انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کہا کہ یوسف نے میرے باپ کا کمر بند لے لیا تھا اس لئے اب اسے میرے پاس ہی رہنا ہو گا اس طرح وہ اپنی پوری زندگی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس

marfat.com

Marfat.com

چوری کی۔ اور ہم تو اتنی ہی بات کے گواہ ہونے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے اور اس۔ سے پوچھ دیکھئے جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے اور ہم بے شک سچے ہیں۔

ابتدائی طور پر جب بھائیوں کی اپیل یوسف علیہ السلام نے رد فرمادی تو یہودا غصہ میں آگیا اور یہ جب غصہ میں آتا تھا تو اس کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے تھے ، اگر غصہ کے حال میں یہ چیخ مارتا تو حاملہ عورتوں کے حمل گر جاتے۔ اس وقت تک اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا جب تک حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہی کوئی شخص اس کے جسم کو ہاتھ نہ لگاتا۔ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کو کہا تم بازار کے لوگوں سے مقابلہ کرو، انہیں میرے قریب نہ آنے دو میں عزیز مصر سے مقابلہ کرتا ہوں میں اسے آپ کے قریب نہیں آنے دوں گا۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے کو کہا کہ جاکر اس کے جسم کو چھو دو جب اس نے یہودا کے جسم کو ہاتھ لگایا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

جب یہ لوگ بنیامین کو چھڑانے میں ناکام ہو گئے تو لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے ؛ کیونکہ اپنے والد مکرم سے بہت پختہ وعدہ کر کے اور بڑا وثوق دلا کر بنیامین کو لے گئے تھے اور پہلے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ان پر تہمت عائد ہو چکی تھی کہ تم جھوٹے ہو، اب بہت پریشان تھے کہ اگر اب اسی طرح واپس جاتے ہیں تو باپ بہت زیادہ پریشان ہوں گے اور یہ بات بھی مد نظر تھی کہ گھر والے غلہ کے لئے محتاج ہیں، واپس جانا بھی ضروری ہے اور اگر سب نہیں جاتے تو باپ خیال کریں گے کہ کہیں سب فوت تو نہیں ہو گئے اور اگر بنیامین کے بغیر سب واپس لوٹتے ہیں تو اپنے باپ کو کیسے منہ دکھائیں گے ؟ آخر کار سب سے بڑے نے کہا تم چلے جاؤ میں نہیں جاتا یا تو مجھے باپ اجازت دیں تو واپس جاؤں گا یا اللہ کوئی فیصلہ فرمادے۔ سب سے بڑے سے مراد یا تو "شمعون" ہے کہ سب کا رئیس تھا اور یا مراد "روبیل" ہے کہ یہ عمر میں سب سے بڑا تھا اور یا اس سے مراد "یہودا" ہے جو عقل و دانش میں سب سے بڑا تھا۔

زیادہ مشہور یہی ہے کہ یہ "یہودا" ہی تھا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے سے

marfat.com
Marfat.com

مکانوں میں رہنے کی جگہ دی ، کتنے ہی احسان آپ کے ہمارے سامنے ہیں ۔

آپ علیہ السلام نے دوٹوک الفاظ میں مختصر جواب دیا : ہم تو صرف اسے اپنے پاس رکھیں گے جس سے ہمارا سامان ملا ہے، دوسرے کو اپنے پاس رکھ کر ظالم نہیں بن سکتے۔

اور حقیقتاً سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے چل رہا تھا ، ابھی یعقوب علیہ السلام کو اور امتحان میں مبتلا کرنا مقصود تھا اسلئے معاف نہیں کیا ۔ معاف تو تب کیا جاتا جب کوئی جرم ہوتا ، جب جرم ہی نہیں تھا تو معاف کرنے کا مقصد ہی کچھ نہیں تھا۔

"لعله تعالیٰ امره بذالك تشديدا للمحنة على يعقوب عليه السلام ونهاه عن العفو والصفح و اخذ البدل"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ ابھی معاف نہیں کرنا درگزر نہیں کرنا اور کوئی بدلہ نہیں لینا کیونکہ یعقوب علیہ السلام کو ابھی اور شدید محنت میں مبتلا کرنا ہے۔
(کبیر ج ۱۸ ، ص ۱۸۶)

بڑے بھائی کا مصر میں رہنا اور دوسروں کو واپس بھیجنا :

﴿ فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِيْ يُوْسُفَ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْ اَبِيْ اَوْ يَحْكُمَ اللهُ لِيْ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ ، اِرْجِعُوْا اِلٰى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يَا اَبَانَا اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِيْنَ، وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ اَقْبَلْنَا فِيْهَا وَ اِنَّا لَصَادِقُوْنَ ﴾
(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۸۰، ۸۲)

پھر جب اس سے ناامید ہوئے، الگ جاکر سرگوشیاں کرنے لگے ۔ ان کا بڑا بھائی بولا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد لے لیا تھا؟ اور اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) کے حق میں ہم نے کیسی تقصیر کی ؟ تو میں یہاں سے نہ ہٹوں گا یہاں تک کہ میرے باپ اجازت دیں، یا اللہ مجھے حکم فرمائے۔ اور اس کا حکم سب سے بہتر ہے۔ اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو : اے ہمارے باپ بے شک، آپ کے بیٹے نے

marfat.com

Marfat.com

میں یہ ہے ہی نہیں کہ کسی کو چوری کے الزام میں غلام بنایا جائے۔

آپ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر غم کھا رہے ہیں، حالانکہ تازہ غم بنیامین کا ہے۔ اس کی ایک وجہ پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرما دیا تھا کہ مصر کا عزیز یوسف علیہ السلام ہے، لیکن ابھی ظاہر کرنے کا وقت نہیں تھا۔

دوسری وجہ علامہ آلوسی نے بیان فرمائی کہ اصل مصیبت و غم یوسف علیہ السلام کا ہی تھا، باقی غم اس کے اوپر مرتب ہو رہے تھے، مطلب یہ تھا کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی کا غم ہی کافی تھا ابھی تو وہی تازہ ہے یہ اور غم اس پر مرتب ہو گیا۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ بنیامین اور یہودا کے متعلق تو ظاہر طور پر معلوم تھا کہ وہ زندہ و سلامت مصر میں ہیں، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر کے بادشاہ ہونے کے ظاہر نہیں کرنا تھا، لیکن معلوم تھا اسلئے کہا یوسف پر افسوس ہے۔ خود بھی جدا ہے اور بنیامین اور یہودا کو بھی جدا کرنے کا سبب بن گیا۔

آپ علیہ السلام اسی غم میں بالکل خاموش رہنے لگے جس طرح غصہ سے بھرا ہوا شخص اپنے منہ پر خاموشی کی مہر لگا لیتا ہے کسی سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا۔

یعقوب علیہ السلام کے رونے کی عجیب حکمت!

بظاہر حضرت یعقوب علیہ السلام جیسے جلیل المرتبت پیغمبر کا اپنے فرزند کی محبت میں اتنا وارفتہ ہو جانا اور اس کے ہجر و فراق میں رو رو کر آنکھیں سفید کر دینا آپ کے شایان شان معلوم نہیں ہوتا علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اہل معرفت نے اس خلش کو یہ کہہ کر دور کیا ہے کہ حسن یوسف کو آپ کے لئے جمال الٰہی کا آئینہ بنا دیا گیا تھا وہ اس طلعت زیبا کے آئینہ میں تجلیات الٰہیہ کا مشاہد فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو انوار خداوندی کی لذت دید سے محروم ہو جانے کے باعث آپ بے چین اور بے قرار ہو گئے۔

marfat.com

Marfat.com

بھی بچایا تھا ، اس نے کہا تم جا کر باپ کو بتاؤ تمہارے بیٹے نے چوری کر لی ہے یعنی اس کی طرف چوری کو منسوب کر دیا گیا ہے، آپ بستی سے پوچھ لیں یا قافلہ والوں سے پوچھ لو ہم سچے ہیں۔ ہمارے سامنے تو جو بات آئی ہے وہی بیان کر رہے ہیں، بستی سے پوچھنے کا مقصد یا تو یہ ہے کہ لفظ "اھل" محذوف ہے۔یعنی بستی والوں سے پوچھ لو۔ اور یا مقصد یہ ہو سکتا ہے :

" واسئل القرية وا لعير والجدار والحيطان فانها يجيبك وتذكر لك صحة ماذكرناه لانك من اكابر انبياء الله فلا يعد ان ينطق الله هذه الجمادات معجزة حتى تخبر بصحة ماذكرنا "

(كبير ج ١٨ ص ١٩٠)

آپ (علیہ السلام) جانوروں دیواروں وغیرہ سے پوچھئے یقیناً وہ آپ کو جواب دیں گے اور بتائیں گے کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں بے شک آپ تو اکابر انبیائے کرام سے ہیں جمادات کو اللہ آپ سے کلام کرنے کی توفیق عطا فرمادے کوئی بعید نہیں اور آپ کا یہ معجزہ ہو گا یقیناً یہ جمادات بھی ہمارے سچے ہونے کے متعلق آپ کو بتائیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ، وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا اَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴾

(یعقوب علیہ السلام نے) کہا تمہارے نفس نے تمہیں کچھ حیلہ بتادیا ، پس صبر اچھا ہے ، قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے ملائے بے شک وہی علم و حکمت والا ہے ، اور (آپ نے) ان سے منہ پھیرا اور کہا : ہائے افسوس ! یوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور وہ غصہ کھاتے رہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کے کلام کو رد کر دیا اور فرمایا کہ تم یہ حیلہ بنا رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے مصر کا بادشاہ میرے بیٹے کو چوری کے الزام میں اپنے پاس غلام بنالے ؟ جبکہ اس کے قانون

marfat.com
Marfat.com

حضرت یعقوب علیہ السلام اور دوسرے لوگ فریفتہ تھے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے حسن وجمال سے خالق کائنات محبت فرماتا ہے :

" کان حسن یوسف بحیث احبه یعقوب والخلائق و کان حسن محمد ﷺ بحیث احبه رب یعقوب والخلائق جل جلاله "

حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کی مخصوص زبان میں اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے جو عام لوگوں کے علم وفہم سے بالاتر ہے۔ میں نے عام فہم انداز میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مدعا اور خلاصہ پیش کیا ہے تاکہ عوام بھی لطف اندوز ہو سکیں ۔

(ضیاء القرآن)

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں آپ کی پریشانی کو دیکھ کر کہا :

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا أَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ ، قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

(پ ١٣ سورة یوسف ٨٥ ، ٨٦)

کہا : اللہ کی قسم ! آپ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کی یاد کرتے ہیں یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔ آپ (علیہ السلام) نے کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اس اللہ ہی سے کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

بیٹوں نے آپ سے کہا کہ آپ یوسف علیہ السلام کی یاد میں اتنا غم کرتے ہیں اور روتے ہیں آپ تو اس سے مریض ہو جائیں گے یا اسی غم میں فوت ہو جائیں گے پہلے ہی آپ اتنی مشقت اور پریشانی میں مبتلا ہیں ہمیں ڈر ہے کہ آپ کی تکلیف بڑھ جائے گی اسلئے آپ بہت غم نہ کریں اور نہ روئیں آپ نے فرمایا میں اس کا ذکر تمہارے سامنے تو نہیں کر رہا میں نے تو جس سے ذکر کرنا ہے اس سے کر رہا ہوں یعنی میری فریاد اللہ تعالیٰ سے ہے انسان جب اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے تو وہ محققین کے زمرہ میں آتا ہے حضور ﷺ رب کے حضور عرض کرتے۔

"اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سُخْطِكَ وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ"

marfat.com

Marfat.com

" واختار بعض العارفين ان ذالك الاسف والبكاء ليسا الا بفوات ماانكشف له عليه السلام من تجلى الله فى مرأة وجه يوسف عليه السلام "

(روح المعانی)

اس کے بعد علامہ مذکور تحریر فرماتے ہیں :

" ولعمرى انه لو كان شاهد تجليه تعالىٰ فى اول التعينات وعين اعيان الموجودات ﷺ ما راى ولما عراه ماعرا "

(روح المعانی)

یعنی مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کا مشاہدہ کرتے جو فخر موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کے حسن و جمال میں درخشاں ہے تو انہیں حسن یوسف یاد ہی نہ رہتا اور ان کے ہجر و فراق میں آپ کا یہ حال نہ ہوتا ۔

حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے یہ شبہ اور اس کا جواب بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا اور بڑے اور عارفانہ انداز میں اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن انوار الٰہیہ کی جلوہ گاہ تھا اس کے بعد مجدد الف ثانی کے کلام کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس میں حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی ذات اقدس مربی اور مبداء تعین، اللہ تعالیٰ کی صفت علم ہے، جو تمام صفات سے قریب تر اور محبوب تر ہے اور علم کا حسن و جمال اتنا لطیف اور بلند مرتبت ہوتا ہے کہ اسے نگاہیں پا نہیں سکتیں اس لئے حضور نبی رحمت ﷺ کے کمال حسن کو ہماری نظریں صحیح طور پر نہیں دیکھ سکتیں حضور کا حسن و جمال قیامت کو بے نقاب ہوگا اس دن دنیا کو پتہ چلے گا کہ حسن "حسن محمدی" ہی ہے اور جمال "جمال احمدی" ہی ہے۔

﴿ وللعلم حسن وجمال لا كيفية له فلاجل كمال لطافته وعلو درجته تجلى فى (سيدنا) محمد ﷺ من الحسن والجمال ما لاتدركه الابصار وسيظهر حسنه وجماله ﷺ فى الآخرة فيوسف عليه السلام وان سلم له فى الدنيا ثلثى الحسن لكن فى الآخرة الحسن حسن محمدى والجمال جماله ﷺ ﴾

اس کے بعد حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے حسن پر تو صرف

marfat.com

Marfat.com

علیہ السلام کا وہاں رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اس میں رب کی مرضی کا انتظار تھا۔

اس سے پہلے آج تک یوسف علیہ السلام کو تلاش کرنے کے متعلق باپ نے بیٹوں کو نہیں کہا آج کیوں کہا؟ بنیامین کے متعلق معلوم ہے کہ وہ عزیز مصر کے پاس چوری کے الزام میں غلام ہونے کی حیثیت سے پابند ہے، پھر یہ کہنے کا کیا مطلب ہے؟ کہ یوسف علیہ السلام کو اور اس کے بھائی کو تلاش کرو، ان کا سراغ لگاؤ۔ بس بات ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو یعقوب علیہ السلام جانتے تھے وہ اور کوئی نہیں جانتا تھا، اب آپ کو معلوم تھا کہ اس مرتبہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کا پتہ بھی چل جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کا وقت ختم ہونے والا ہی ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو“ اس سے بھی واضح ہو رہا تھا کہ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا وقت آچکا تھا، اب یوسف علیہ السلام کی ملاقات سے راحت ہو گی۔

خیال رہے ”روح“ کا اصل معنی ہے ایسی راحت جو سانس لینے سے ہوتی ہے یا صبح کی ہوا سے جو سکون حاصل ہوتا ہے۔ بعد میں ہر قسم کی راحت ور حمت پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید انسان اس وقت ہوتا ہے جب اس کا عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کمال پر قادر نہیں یا وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم نہیں، یا وہ یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کریم نہیں بلکہ بخیل ہے۔ یہ تمام وجوہ کافروں میں ہی پائی جاتی ہیں۔

بھائیوں نے کہا: ہم بے قدر یعنی تھوڑی مقدار میں اور جو زیادہ کھری بھی نہیں، پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہماری پونجی کو نہ دیکھیں بلکہ اپنی مہربانی کو دیکھیں، ہمیں پورا پورا ناپ کر غلہ دیں؛ کیونکہ ہمارا خاندان بہت مصیبت میں ہے۔

یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی زبانی گھر کے حالات سنے تو آپ پر رقت طاری ہو گئی، آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ خیال رہے یہاں بھائیوں نے جو یہ کہا ”وتصدق علینا“ اس کا مطلب صدقہ کا مطالبہ

marfat.com

Marfat.com

اے اللہ تیری رضا کی پناہ تیری ناراضگی سے ہو اور تیری معافی کی پناہ تیرے غضب سے اور تیری ہی پناہ تجھ سے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے احسانات کو جو میں جانتا تم نہیں جانتے ۔

﴿ وھو انه تعالیٰ یأتی بالفرج من حیث لااحتسب فھو اشارۃ الی انه کان یتوقع وصوله علیه السلام ﴾

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی خوشی عطا فرمانی ہے، اسی نے غموں کو دور کرنا ہے جو ہمارے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ اس سے واضح اشارہ اس طرف تھا کہ یوسف علیہ السلام کے ملنے کی بڑی قوی امید ہے۔ رب نے جو علم مجھے دیا ہے وہ تمہیں نہیں دیا۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

یوسف اور بنیامین کی تلاش کے لئے بیٹوں کا بھیجنا:

﴿ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَایَیْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ، فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۸۷، ۸۸)

اے بیٹو! جاؤ یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے سوائے کافروں کے۔ پھر جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے بولے: اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت پہنچی اور ہم بے قدر پونجی لے کر آئے ہیں، تو آپ ہمیں پورا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے بے شک اللہ خیرات کرنے والوں کو صلہ دیتا ہے۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو تو اس کے بعد بیٹوں سے فرمایا جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو تیسرے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہودا بھی رہ گیا تھا اس لئے کہ اس کا وہاں رہنا اختیاری تھا اس کے واپس لانے میں کوئی مشکل نہیں تھی لیکن یوسف

marfat.com
Marfat.com

نے جب یہ دیکھا کہ یہ اپنے ماجرا کو ظاہر نہیں کر رہے ہے تو آپ نے خود ہی کلام کا آغاز کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے خود بھائیوں سے کہا وہ خط جو تمہیں باپ نے میرے لئے دیا ہے وہ مجھے دے دو۔ انہوں نے جب خط دیا جس میں تحریر تھا کہ :

"ہمارا خاندان شروع سے ہی مصائب و آلام کی آزمائشوں سے گزر رہا ہے، میں اس دادا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا پوتا ہوں جس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آگ میں ڈال دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات دی میرا ایک پیارا بیٹا یوسف تھا جسے اس کے بھائی ساتھ لے گئے لیکن واپس آکر اس کی خون آلودہ قمیص پیش کر دی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ رو رو کر میری آنکھوں کی بینائی ضائع ہو گئی۔ پھر اس کے دوسرے بھائی بنیامین کو غلہ لینے کے لئے یہ ساتھ لے گئے۔ چوری کے الزم میں تم نے اسے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ ہمارے خاندان کا شیوہ چوری کرنا نہیں اور نہ ہی ہمارا خاندان چوری کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم میرے بیٹے کو واپس کر دو ورنہ میں تمہارے خلاف رب کے حضور دعا کروں گا" یہ خط پڑھتے ہی یوسف علیہ السلام پر زیادہ رقت طاری ہو گئی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، کشاف، روح المعانی، ابوالسعود)

جب یوسف علیہ السلام کو بھائی کنوئیں میں پھینک رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے دل میں القاء کیا تھا : ﴿ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا ﴾ تم ضرور بر ضرور ان کو ان معاملات کی خبر دو گے۔ اس وقت تو یوسف علیہ السلام کو بھی معلوم نہیں تھا کہ میں کیسے اور کس وقت اور کس حال میں بھائیوں کو بتاؤں گا ؟ کہ تم نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا جا رہا تھا اس وقت آپ بچپن کی وجہ سے عاجز و ناتواں تھے اور بھائی بڑے قد آور جسیم اور طاقتور تھے، لیکن آج یوسف شاہی تخت پر جلوہ گر تھے اور آپ کے بھائی بڑے ادب و احترام سے آپ سے غلہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یوں کہیں کہ کل کے طاقت ور آج سراپائے عجز بن کر بیٹھے ہیں اور کل کا عاجز و ناتواں آج شاہی تخت کا مالک، عظیم طاقتور ہے۔

یوسف علیہ السلام اپنے خاندان کے رقت آمیز مناظر کو دیکھ کر، اپنے باپ کی پریشان حالی اور رقت آمیز خط دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق کہ" ایک دن تم نے اپنے بھائیوں کو ان کے

marfat.com

Marfat.com

نہیں ؛ کیونکہ جمیع انبیائے کرام اور ان کی اولاد پر صدقہ حرام تھا، تاکہ ان کی نظر مخلوق کی طرف نہ اٹھے اور ان سے کم تر نظر نہ آئیں، اسلئے یہاں اس کا معنی ہے" ہم پر بھلائی کرو"

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب تو وہ غلہ لینے نہیں گئے تھے بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو تلاش کرنے گئے تھے، لہذا ان کا یہ کہنا کہ وتصدق علینا ہم پر مہربانی کرو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ واپس بھیج دو، البتہ پہلے انہوں نے بات غلہ سے چھیڑی تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ اس کے احسانوں کو فراموش نہیں کر سکے باوجودیکہ ہمارے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیا ہے، لیکن پھر بھی ہمارے باپ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے۔

(از کبیر، روح المعانی)

یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا:

﴿ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ، قَالُوْا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوْسُفُ قَالَ أَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَا أَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا إِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۸۹، ۹۰)

یوسف (علیہ السلام) نے کہا: کہ کچھ خبر ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ جب تم نادان تھے ، انہوں نے کہا: کیا سچ مچ آپ ہی یوسف (علیہ السلام) ہیں؟ آپ علیہ السلام نے کہا: میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا۔ بے شک جو پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ نیکوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

" یجوز ان یقف علیه السلام بطریق الوحی والالهام علی وصیة ابیه وارساله ایاهم للتحسس منه ومن اخیه فلما رآهم قد اشتغلوا عن ذالك قال ما قال"

(تفسیر ابی السعود ج ٤ ص ٣٠٣)

جب بھائیوں نے آکر غلہ کا مطالبہ کیا اور اشارہ سے کہا ہم پر رحم کریں، مقصد کچھ یہ بھی تھا کہ بنیامین کو چھوڑ دو۔ لیکن ظاہر طور پر نہیں کہہ رہے تھے۔ تو اللہ نے یوسف علیہ السلام کو وحی یا الہام کے ذریعے مطلع کر دیا کہ ان کو ان کے باپ نے اس لئے بھیجا ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو ، تو آپ

marfat.com

Marfat.com

" لقد اثرک اللہ علینا وَ المعنی لقد فضلک اللہ علینا بالعلم والحلم والعقل والفضل والحسن والملک"

اللہ نے آپ کو ہم پر علم، حوصلہ مندی، عقل، فضل و کمال، حسن اور بادشاہت میں فضیلت عطاء کی۔

اور بھائیوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا "وان کنا لخاطئین" اور بے شک ہم خطاوار تھے۔

اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ انہوں نے عذر پیش کیا کہ ہم نے آپ کو جو کنوئیں میں ڈالا اور آپ کو بیچا، گھر سے نکالا اور آپ کو والد سے دور کیا، یہ سب ہماری خطائیں ہیں۔ بھائیوں کی معذرت پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾
(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۹۲)

آج تم پر کچھ ملامت نہیں (یعنی نہ تم پر کوئی عار ہے اور نہ کچھ توبیخ ہے یعنی یہ اعلان آج سے میں ہمیشہ کے لئے کر رہا ہوں کبھی بھی تمہیں ماضی کے واقعات پر عار نہیں دلائی جائے گی)
اللہ تمہیں معاف کرے، اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

بھائیوں کیلئے دعاء کر کے ان کے دل کو مزید تسلی دی کہ میں نے تو مکمل دل سے معاف کر دیا ہے اور دعا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی جب بہت زیادہ نادم ہو رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ تم تو ہمیں صبح و شام اپنے دستر خوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتے رہے لیکن ہم نے آپ سے جو کارگزاریاں کیں ہمیں تو ان سے بہت بڑی ندامت ہو رہی ہے، تو آپ نے فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: میرے بھائیو! تم نادم کیوں ہوتے ہو؟ مجھے تو تمہارے آنے سے بہت بڑی خوشی ہوئی ہے؛ کیونکہ میں مصر کا حکمران بھی بن گیا ہوں اور مصری لوگ میرے غلام بن کر آزاد ہوئے، لیکن پھر بھی ان کے ذہنوں میں یہ بات ضرور ہوگی کہ بیس درہم کا خریدا ہوا غلام مصر کا حاکم بن گیا ہے، لیکن آج ان کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے کہ تم میرے بھائی

marfat.com

Marfat.com

کارناموں کے خبر دینی ہے" آج یوسف علیہ السلام ان الفاظ میں بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے کلام شروع فرمارہے ہیں: " کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جب تم جاہل تھے" کلام کی ابتداء ہی ایسے انداز سے کی کہ بھائیوں کو جب پتہ چلے کہ میں یوسف ہوں، تو وہ ڈریں نہیں، لہذا کہا: "یہ سب کچھ تم نے نادانی اور جہالت کی وجہ سے کیا تھا" اور نبی کبھی ان لوگوں کی کاروائیوں کا انتقام نہیں لیا کرتا جو انہوں نے بے علمی کی وجہ سے کی ہوں۔

جب آپ علیہ السلام نے بھائیوں سے پوچھا تو انہوں نے آپ کے انداز کلام سے یا آپ کے مسکرانے کی وجہ سے دانتوں کی چمک سے پہچانتے ہوئے پوچھا: کیا آپ یوسف تو نہیں؟ آپ نے کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ یعنی میری ماں کا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے، یعنی امتحان لینے کے بعد ہمیں یہ منصب عطا کیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ساتھ ساتھ بھائیوں کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ اور صبر کرنے والے نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ اشارہ تھا کہ اگر تم نے بھی تقویٰ حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ کا کرم تم پر ہو جائے گا۔

(ماخوذ از کبیر و روح المعانی

بھائیوں کی معذرت اور آپ کا معاف کرنا:

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ ، قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ﴾

یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے کہا اور بے شک اللہ نے ہم پر آپ کو فضیلت دی اور بے شک ہم خطاوار تھے۔ آپ علیہ السلام نے کہا: آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

جونہی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے ذکر کیا کہ "میں یوسف ہوں اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور جو شخص بھی گناہوں سے بچتا ہے اور لوگوں کی اذیت پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرتا" تو یہ سن کر آپ کے بھائیوں نے آپ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے کہا:

marfat.com

Marfat.com

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا تو یہ تلاوت کرنا:

﴿لا تثریب علیکم الیوم﴾ توانہوں نے ایسا ہی کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِمَنْ عَلَّمَكَ "

اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے اور اس کی بھی جس نے تمہیں سکھایا۔

(کبیر ج ۱۸ ص ۲۰۶)

مصر سے قمیص کی روانگی اور یعقوب علیہ السلام کو خوشبو آنا:

﴿ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ يَاْتِ بَصِيْرًا وَاْتُوْنِىْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ، وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۹۳، ۹۴)

(یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ میری قمیص لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو! ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قافلہ مصر سے جدا ہوا یہاں ان کے باپ نے کہا بے شک میں یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ سیدھی سوچ سے ہٹ گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا؟ کہ قمیص کو آنکھوں پر ڈالنے سے باپ کی بینائی واپس آجائے گی؟ " بوحی من اللہ تعالیٰ ولولا الوحی لما عرف ذالک " آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے معلوم ہوا اگر وحی نہ ہوتی تو آپ کو اس کا پتہ نہ چلتا؛ کیونکہ عقل میں آنی والی بات ہی نہیں۔

وہ قمیص کون سی تھی؟ یہ عام قمیص تھی جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی یا کہ وہ قمیص تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پہنائی گئی تھی اور جنت سے لائی گئی تھی، بعد میں وہ حضرت اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی، یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجتے وقت آپ کے گلے میں بطور تعویذ ڈالی تھی، اب جبرائیل امین نے آکر آپ کو فرمایا کہ یہ قمیص

marfat.com

Marfat.com

میں ابراہیم علیہ السلام کا پرپوتا ہوں، کوئی غلام نہیں تھا۔ تقدیر اور رب کی طرف سے آزمائش کی وجہ سے غلامیت سے متصف ہوا، آج تمہارے آنے اور میرے ظاہر کرنے سے سب لوگوں کی نظر میں مجھے عظمت ملی ہے اور میری شرافت اور خاندان نبوت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے میرا بول بالا ہوا۔

(ماخوذ از کبیر)

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن کعبہ شریف کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ان قریش کے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا جنہوں نے صحابہ کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے تھے بلکہ خود نبی کریم ﷺ کو ایذاء رسانیوں میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔

"ماترونی فاعلابکم" تمہارا میرے تعلق کیا خیال ہے؟ کہ میں آج تمہارے ساتھ کیسا سلوک کروں گا؟

تو سب قریش نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا:

﴿نَظُنُّ خَيْرًا اَخٌ كَرِيْمٌ وَابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ﴾

"ہم آپ کے متعلق بھلائی کا گمان ہی کرتے ہیں؛ کیونکہ آپ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں"

یعنی ہمارے خاندان میں آپ کی رحمت اور آپ کا کرم مشہور و معروف ہے آپ تو موروثی طور پر ہی کریم چلے آرہے ہیں ہمیں امید ہے کہ آپ کبھی بھی ہم سے انتقام نہیں لیں گے۔

"قریش" کی یہ بات سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: آج میں تمہارے لئے وہی اعلان کر رہا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لئے کیا تھا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ ایمان لانے کی غرض سے آئے تو

marfat.com

Marfat.com

آئیں، تو آپ علیہ السلام نے کہا: میں نہیں کہتا تھا کہ مجھے اللہ کی طرف سے وہ معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حاضرین نے جو یہ کہا تھا:

﴿ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴾ اس کا معنی یہ ہے:

" انك لفی حبك القديم لا تنساه ولا تذهل عنه "

تم تو ابھی یوسف کی پرانی محبت میں ہی وارفتہ ہو، آپ ان کو بھی بھول نہیں سکتے اور نہ ہی آپ کے دل سے نکل سکتے ہیں، (حالانکہ وہ کب کے مر چکے ہیں۔)

قمیص لانے والا اور خوشخبری دینے والا آپ کا بیٹا یہودا تھا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہودا نے اپنے بھائیوں کو کہا:

" قد علمتم انی اذهبت الی ابی بقميص الترحة فدعونی اذهب اليه بقميص الفرحة فتركوه "

(روح المعانی)

تمہیں معلوم ہے کہ بے شک میں ہی اپنے باپ کے پاس غم دلانے والی قمیص لے کر گیا تھا (یعنی آپ کو کنوئیں میں ڈال کر خون آلودہ قمیص میں نے ہی پیش کی تھی) اس لئے اب تم تمام مجھے اجازت دو کہ خوش کرنے والی قمیص بھی میں ہی لے کر جاؤں، سب بھائیوں نے ان کو اجازت دے دی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس قمیص لانے والے نے آپ کی آنکھوں پر قمیص کو ڈال دیا یا آپ علیہ السلام کو قمیص دے دی گئی اور آپ نے خود ہی قمیص کو اپنی آنکھوں پر لگایا:

" قد جرت العادة انه متی وجد الانسان شيا يعتقد فيه البركة مسح به وجهه "

انسانی فطرت کی یہ عادت جاری ہے کہ جب کسی چیز میں اس کا یہ اعتقاد ہو کہ اس میں برکت پائی جاتی ہے تو وہ اسے اپنے چہرے پر ملتا ہے۔

(روح المعانی ج ۷ حصہ دوم ص ۵۴)

قمیص کو آنکھوں پر لگانے سے بینائی واپس اپنی اصلی حالت پر آگئی آپ نے خوشخبری لانے والے

marfat.com

Marfat.com

اپنے والد کی طرف بھیج دو تاکہ انہیں اس کے ذریعے نظر واپس مل جائے۔

(تفسیر ابی السعود ج ٤ ص ٣٠٥)

یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کہا کہ تم گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ ! اس وقت یعقوب علیہ السلام کے گھر کے افراد جن میں مرد عورتیں بچے یعنی آپ کی اولاد یا اولاد کی اولاد وغیرہ بہتر (٧٢) سے چھیانوے (٩٦) تک تھے ۔ (مختلف اقوال ملتے ہیں) یہ تعداد بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ جب یہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو صرف جوان مردوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ بوڑھے مرد عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے ۔

(روح المعانی)

جب مصر سے قمیص کو یعقوب علیہ السلام کے گھر لانے کے لئے نکالا گیا تو یعقوب علیہ السلام نے اس کی خوشبو سونگھ لی۔ آپ نے بیٹوں کے بغیر دوسرے اہل خانہ کو کہا مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آرہی ہے اگر تم میری رائے کو ضعیف نہ سمجھو۔

" ولم یکن هذا القول مع اولاد لانهم کانوا غائبین "

(کبیر ج ١٨، ص ٢٠٧)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی یہ گفتگو بیٹوں کے ساتھ نہ تھی کیونکہ وہ موجود نہ تھے ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اتنی دور سے خوشبو کو کیسے سونگھ لیا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ۔اور خصوصاً جب آپ کو قمیص سے اٹھنی والی جنت کی خوشبو آئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خوشبو اس جنتی قمیص کے بغیر کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از روح المعانی ج ٦ حصه دوم ص ٥٣)

تو اہل خانہ نے کہا :

﴿ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ، فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

انہوں نے کہا: خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود رفتگی میں ہیں، پھر جب خوشی سنانے والا آیا اس نے وہ قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو آپ علیہ السلام کی آنکھیں پھر

marfat.com

Marfat.com

کرنے کی درخواست کی کہ آپ ہمارے باپ ہیں، شفیق ہیں، ہم خطاوار ہیں آپ درگزر کرتے ہوئے ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے ہماری غلطیوں کی معافی طلب کریں۔ اگر آپ نے ہمارے لئے دعاء نہ کی تو ہم اپنی غلطیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آکر ہلاک ہو جائیں گے۔ آپ اگر رحم نہیں کریں گے تو ہم پر اور کون رحم کرے گا؟ آپ علیہ السلام نے وعدہ فرمایا کہ میں جلدی ہی تمہاری بخشش اپنے رب سے طلب کروں گا اور ہمیشہ طلب کرتا رہوں گا اسی وقت بخشش طلب نہیں فرمائی کہ آپ سحر کے وقت کے منتظر تھے کہ اس وقت دعا جلدی قبول ہوتی ہے یا اس کی وجہ یہ تھی:

﴿انه اخر الی لیلة الجمعة﴾

بے شک آپ نے جمعہ کی رات تک مؤخر کیا تھا کہ وہ وقت زیادہ قبولیت کا ہوتا ہے۔

اس سے ان لوگوں کے لئے لمحہ فکر یہ ہے جو جمعرات کی شام یعنی جمعہ کی رات اپنے فوت شدہ حضرات کے لئے دعا مغفرت کرنے والوں کو "بدعت کا مرتکب" قرار دیتے ہیں۔ کاش ان جہلاء کو یہ پتہ چل جاتا کہ جمعہ کی رات دعاء کی قبولیت کا زیادہ یقین ہونا پہلے انبیائے کرام سے آرہا ہے۔

(از روح المعانی بزیادۃ)

یعقوب علیہ السلام اور آپکے خاندان کی مصر میں آمد:

﴿ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ آوٰی إِلَیْهِ أَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِیْنَ ، وَرَفَعَ أَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَقَالَ یَا اَبَتِ هٰذَا تَأْوِیْلُ رُؤْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا وَقَدْ أَحْسَنَ بِیْ إِذْ أَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِکُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ إِخْوَتِیْ إِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِمَنْ یَّشَاءُ إِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ یوسف ۹۹، ۱۰۰)

پھر جب وہ سب یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے، اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا مصر میں داخل ہو اللہ چاہے تو امان کے ساتھ۔ اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لئے سجدے میں گرے۔ اور یوسف (علیہ السلام) نے کہا: اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بے شک اسے میرے رب نے سچا کیا اور

marfat.com

Marfat.com

شخص سے پوچھا تم نے یوسف (علیہ السلام) کو کیسے حال میں چھوڑا ہے؟ تو اس نے کہا وہ تو مصر کے بادشاہ ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

" ماصنع بالملك ؟ علی ای دین ترکته ؟ قال علی الاسلام قال الان تمت النعمة"

(روح المعانی)

مجھے بادشاہت سے کیا غرض ؟ یہ بتاؤ تم نے اسے کس دین پر چھوڑا ؟ تو اس نے کہا اسلام پر تو آپ نے فرمایا کہ اب نعمت کی تکمیل ہوئی کہ خوشخبری کامل حاصل ہو گئی۔

اب آپ نے تمام اہل خانہ کو اور آنے والے تمام بیٹوں کو کہا:

" الم اقل لکم حین ارسلتکم الی مصر وامرتکم بالتحسس ونهیتکم عن الیأس من روح الله انی اعلم من الله مالاتعلمون من حیاة یوسف علیه السلام"

(روح المعانی ج ۷ حصہ دوم ص ۵۵)

جب میں نے تمہیں مصر بھیجا تھا اور تمہیں حکم دیا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو، اور میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے سے منع کیا تھا، تو میں نے اس وقت تمہیں کیا نہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ یعنی مجھے یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہے۔

یہ بھی خیال کریں کہ بنیامین کے متعلق معلوم تھا کہ وہ مصر میں ہے تو پھر یہ کہنا کہ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اس میں بہت واضح اشارہ تھا کہ دونوں ایک جگہ ہی ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا آپ سے معافی طلب کرنا:

﴿ قَالُوْا یَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خَاطِئِیْنَ ، قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُلَکُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

(آپ کے بیٹوں نے) کہا اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کی معافی مانگئے! بے شک ہم خطاوار ہیں، آپ علیہ السلام نے کہا: جلدی میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا، بے شک وہی بخشنے والا ہے۔

بیٹوں نے "اے ہمارے باپ" کہہ کر آپ علیہ السلام سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب

marfat.com

Marfat.com

"السلام علیك یا مذهب الاحزان"

اے غم و اندوہ کے دور کرنے والے تم پر سلام۔

یعقوب علیہ السلام کے پہلے سلام کرنے میں حکمت یہ تھی کہ واضح ہو جائے :

"ان یعقوب اکرم علی اللہ تعالیٰ منه"

کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور بنسبت حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ مکرم ہیں۔

ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تو خوشی کا یہ عالم تھا "فاعتنقه وقبله" کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو گلے سے لگایا اور ان کا بوسہ لیا۔

(کبیر ، روح المعانی ، خزائن العرفان)

فائدہ :

"معانقہ" خوشی کے موقع پر گلے لگا کر ملنا اور اپنے عزیز کا بوسہ لینا سنت انبیاء ہے ، عید کے موقع پر گلے لگا کر ملنے کو "بدعت و گمراہی" سے تعبیر کرنے والے دین سے بے خبر ہیں۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں ضوابط بیان ہیں ، جب کسی ایک موقع پر خوشی کی حالت میں معانقہ جائز ہونا ثابت ہو جائے تو تمام خوشی کے مواقع میں جواز خود بخود ثابت ہو جائے گا۔

حضرت اسید بن خضیر سے مروی ہے کہ ایک شخص انصار سے تھے جو لوگوں سے کلام کر رہے تھے ، وہ مزاح کرتے تھے اور لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک چھڑی سے ان کے پہلو پر ضرب لگائی ، (یعنی آپ ﷺ نے بھی از روئے مزاح ہی انہیں چھڑی ماری) انہوں نے عرض کیا آپ مجھے قصاص لینے کے قدرت دیں تاکہ میں آپ سے قصاص لے سکوں حضور ﷺ نے اجازت فرمادی تو انہوں نے عرض کیا ، آپ کے جسم پر قمیص ہے اور میرے جسم پر قمیص نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے قمیص کو اٹھا دیا :

"فاحتضنه و جعل یقبل کشحه فقال انما اردت هذا یا رسول اللہ"

marfat.com

Marfat.com

بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرا دی تھی۔ بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کر دے ۔ بے شک وہی علم و حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو ان کے اہل و اولاد کے بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ دو سو سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہل کو جمع کیا، مشہور قول کے مطابق بہتر یا تہتر مرد اور عورتوں کی تعداد تھی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر آپ اپنے والد مکرم کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اڑاتے ہوئے قطاریں باندھے ہوئے روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یہودا کا سہارا لئے تشریف لا رہے تھے۔ جب آپ کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ بڑے زرق برق سواروں سے صحرا پُر ہو رہا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودا کیا یہ فرعون مصر ہے (مصر کے بادشاہ کا لقب فرعون تھا) جس کا لشکر اس شان و شوکت سے آ رہا ہے؟ عرض کیا نہیں یہ تو آپ کے فرزند یوسف علیہ السلام آپ کے استقبال کے لئے آ رہے ہیں۔

خیال رہے کہ یوسف علیہ السلام اس وقت "عزیز مصر" یعنی وزیر اعظم تھے ۔ مفسرین کرام نے آپ کے لئے لفظ "ملک" استعمال کیا ہے جس کا معنی بادشاہ ہے، لیکن فرق اس طرح کر لیا جائے آپ بادشاہ تھے اور ولید بن ریان بادشاہ اعظم تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو متعجب دیکھ کر عرض کیا : ہوا کی طرف نظر فرمایئے ! آپ کے سرور میں شوکت کے لئے ملائکہ حاضر ہوئے ہیں، جو مدتوں آپ کے غم کے سبب روتے رہے ہیں۔ ملائکہ کی تسبیح سے اور گھوڑوں کی ہنہنانے سے عجیب کیفیت پیدا ہوئی تھی ۔ یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ جب دونوں حضرات علیہم السلام ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ توقف کیجئے ! والد مکرم کو پہلے سلام کرنے کا موقع دیں؛ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

" فنقبل ید رسول اللہ ﷺ ورجلہ "

(ابو داؤد ، مشکوٰۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ)

پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں کو چومنے لگے۔

اس حدیث پاک سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نہیں روکا لہذا بزرگ ہستی کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہیں اگر جائز نہ ہوتا تو آپ پر روکنا واجب ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہو، اہل خیر کی طریقہ میں، یعنی سکینۃ ووقار سے چلنے میں آپ سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کے مشابہ تھیں، اور تمام امور میں نبی کریم ﷺ کی طرح حسن سیرت آپ کو حاصل تھی اور آپ کو حسن واخلاق حضور ﷺ کے مشابہ حاصل تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کلام کرنے اور بات چیت میں حضور ﷺ کے مشابہ تھیں۔ حضرت فاطمہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور علیہ السلام ان کے لئے کھڑے ہو جاتے " فاخذ بیدھا فقبلھا " اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر ان کو چومتے اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اور جب نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہو جاتیں۔ " فاخذ ت بیدہ فقبلتہ " اور آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر آپ کا بوسہ لیتیں اور اپنی جگہ بٹھاتیں۔

(ابو داؤد ، مشکوۃ باب المصافحۃ والمعانقۃ)

نبی کریم ﷺ کا بوسہ عزیزہ کے طور پر ہوتا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لینا بزرگ سمجھ کر ہوتا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں تحریر فرمایا:

" فقبلھا ای بین عینھما او رأسھا "

اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ کسی عزیز یا عزیزہ کا بوسہ لینا جائز ہے، اسی طرح اپنے بزرگ باپ کا بوسہ لینا بھی جائز ہے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ داخل ہوا،

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے معانقہ کرتے ہوئے حضور ﷺ کو بغلوں میں لے لیا اور آپ کے پہلو کو چومنے لگے اور عرض کرنے لگے میرا مقصد یہی تھا یا رسول اللہ۔

(ابو داؤد ، مشکوۃ باب المعانقۃ والمصافحۃ)

انصاری صحابی نے نبی کریم ﷺ کے مزاح سے مارنے پر خوش ہو کر آپ کو گلے لگایا، بغلوں میں لیا اور آپ کے پہلو کو چوما، آپ ﷺ نے صحابی کو منع نہیں فرمایا کہ یہ کام تم نے ناجائز کیا ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو آپ ضرور صحابی کو منع فرماتے۔ آپ کے منع نہ کرنے سے خود بخود جواز ثابت ہو گیا۔

" عن الشعبی ان النبی ﷺ تلقی جعفر بن ابی طالب فالتزمه و قبل ما بین عینیه"

(ابو داؤد ، بیھقی ، مشکوۃ باب المعانقۃ)

حضرت شعبی سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ جعفر بن ابی طالب کو ملے تو انہیں گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس آئے تو نبی کریم ﷺ نے خوشی سے انہیں گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا ، حضور ﷺ کا فعل امت کے حق میں استحباب سے خالی نہیں خیال رہے کہ دوسری حدیث میں راوی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ خود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" ما ادری انا بفتح خیبر افرح ام بقدوم جعفر "

مجھے یہ معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ اسوقت خیبر کے فتح ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ خوش تھے یا جعفر کے آنے کی وجہ سے ؟

اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" فکان کل واحد لاستقلال کونه سببا للفرح لا یجتمع مع غیره من اسباب الفرح "

ہر ایک مستقل طور پر خوشی کا سبب تھا خوشی کا ایک سبب دوسرے سبب سے جمع نہیں ہوتا ۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے ملاقات پر معانقہ اور چومنا اور ان کی آمد پر خوشی تھی ۔

حضرت زارع رضی اللہ عنہ وفد عبد القیس میں تھے ، یہ کہتے ہیں : کہ جب ہم مدینہ (طیبہ) میں آئے تو ہم جلدی جلدی اپنی سواریوں سے اترنے لگے۔

marfat.com

Marfat.com

﴿من لایَرحم لایُرحم﴾

جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب المعانقۃ والمصافحۃ)

یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا یعنی لوگوں پر رحم کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اپنے آپ کو مستحق بناتا ہے۔

اسی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

"قال النووی تقبیل الرجل خد ولده الصغیر واجب وكذا غیرخده من اطرافه ونحوها علی وجه الشفقة والرحمة واللطف ومحبة القرابة سنة سواء كان الولد ذكرا او انثی وكذا قبلة ولد صديقه وغيره من صغار الاطفال علی هذا الوجه واما التقبيل بالشهوة فحرام بالاتفاق وسواء كان فی ذالك الوالد وغیره"

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بچے کے رخساروں کو چومنا "واجب" ہے اسی طرح رخساروں کے علاوہ جسم کے اور حصوں یعنی ہاتھ سر پیشانی کو بھی چومنا شفقت رحمت مہربانی اور قرابت کی محبت کی وجہ سے "سنت" ہے۔ خواہ اولاد مذکر ہو یا مونث۔ اسی طرح اپنے دوست اور تعلق دار کے چھوٹے بچوں کے رخساوں یا دوسرے اعضاء کو بھی چومنے کا یہی حکم ہے۔ البتہ شہوت کے طور پر چومنا حرام ہے۔ اس میں والد اور دوسرے لوگوں کا حکم ایک ہی ہے۔ اس میں اہل علم کا اتفاق ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے " وجوب" کے قول پر اعتراض کیا گیا ہے کہ وجوب صرف اس وقت ثابت ہو سکتا ہے جب حدیث صریح یا قیاس صحیح سے ثابت ہو۔

(مرقاۃ ج ۹ ص ۷۵)

تاہم وجوب نہ بھی ثابت ہو تو سنت واستحباب تو یقیناً ثابت ہے؛ کیونکہ رخساروں کے بغیر اطراف کو شفقت کے طور پر چومنا سنت ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا ہے۔

" قال النووی تقبيل يد الغير ان كان لعلمه وصيانته وزهده و ديانته ونحو

marfat.com

Marfat.com

(جب وہ غزوہ سے لوٹ کر) پہلے پہلے مدینہ طیبہ میں پہنچے آپ کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا. لیٹی ہوئی تھیں، ان کو بخار تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا:

" کیف انت یا بنیة و قبل خدھا "

اے میری پیاری بیٹی تمہارا کیا حال ہے اور آپ نے اپنی بیٹی کے رخسار کو چوما۔

آپ رضی اللہ عنہ کا بیٹی کے رخساروں کو چومنا اس وجہ سے تھا۔

" للمرحمة والمودة او مراعاة للسنة "

(مرقاۃ ج ۹ ص ۸۰)

کہ آپ نے بطور رحمت اور محبت کے چوما یا سنت سمجھ کر چوما تاکہ سنت پر عمل ہو جائے......

حضرت ایوب بن بشیر عنزہ قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جب تم نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرتے تھے تو آپ تمہارے ساتھ مصافحہ کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے جب بھی حضور ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے میرے ساتھ مصافحہ ضرور کیا ہے۔ ایک دن آپ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا، میں گھر نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے خبر دی گئی تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اپنی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔

" فالترمنی فکانت تلك اجود و اجود"

آپ ﷺ نے مجھے گلے لگایا، (ابوذر کہتے ہیں) یہ گلے لگانا زیادہ اچھا ہے۔

یعنی مصافحہ یا ہر چیز سے زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس میں اظہار محبت راحت و سکون زیادہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے:

" قبل رسول اللہ ﷺ الحسن بن علی "

رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو چوما، تو آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس موجود تھے۔ اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کے خواب کا پورا ہونا :

آپ نے بچپن میں جو خواب دیکھا کہ مجھے چاند سورج اور گیارہ ستارے سجدہ کر رہے ہیں وہ خواب آپ کا پورا ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر میں آئے تو یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنے تخت پر جلوہ گر کیا تو یوسف علیہ السلام کو آپ کے ماں باپ اور گیارہ بھائیوں نے سجدہ کیا اسی وجہ سے یوسف علیہ السلام نے کہا یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ خیال رہے کہ بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے :

" ان اللہ تعالیٰ احیاھا وانشرھا من قبرھا حتی سجدت له تحقیقا لرؤیة یوسف علیه السلام "

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کر کے قبر سے نکالا تاکہ یہ بھی یوسف کو سجدہ کر لیں کہ ان کا خواب سچا ہو جائے۔

(کبیر ج ۱۸، ص ۲۱۰)

اعتراض :

☆ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ نبی ہیں لیکن یعقوب علیہ السلام ان سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔

☆ اور یوسف علیہ السلام کے دادا حضرت اسحاق علیہ السلام سے یعقوب علیہ السلام کے دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام زیادہ شان والے ہیں۔

☆ اور یعقوب علیہ السلام باپ ہیں جبکہ یوسف علیہ السلام بیٹے ہیں۔

ان وجوہ کے پیش نظر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ بیٹا باپ کو سجدہ کرے، باپ کا بیٹے کو سجدہ کرنے کا کیا مطلب ؟

جواب : حضرت عطاء کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا گیا ہے کہ آیت کریمہ کا معنی یہ ہے :

" خروا له ای لاجل وجدانه سبحانه تعالیٰ "

marfat.com

Marfat.com

ذالك من الامور الدينية لم يكره بل تستحب وان كان لغناه اوجاهه فى دنياه كره وقيل حرام و قيل الحرام ما كان على وجه التملق والتعظيم واماالمأذون فيه فعند التوديع والقدوم من السفروطول العهد بالصاحب وشدة الحب فى الله مع امن النفس"

(مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۷۶)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کسی کے ہاتھوں کو اس کے علم زہد و تقویٰ دین داری اور ہر طرح کے دینی کاموں پر عمل کی وجہ سے چوما جائے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے، اگر کسی کے ہاتھوں کو اس لئے چوما جاتا ہو کہ یہ غنی ہے یا دنیاوی طور پر اس کو جاہ و جلال حاصل ہے تو یہ مکروہ ہے بلکہ بعض لوگوں نے تو اسے حرام کہا ہے۔ البتہ بعض حضرات نے دنیادار کے ہاتھ چومنا حرام اس وقت کہا ہے جب چاپلوسی کے ارادہ سے چومے یا اسکی تعظیم کے لئے چومے، اگر ایسی صورت نہ ہو تو جائز ہے۔ کسی کو الوداع کرتے وقت یا سفر سے واپس آتے وقت یا کسی دوست سے دیر سے ملاقات ہوتے وقت یا کسی شخص سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر محبت ہو تو اس کے ہاتھ چومنے کی اجازت ہے ان تمام صورتوں میں شرط یہ ہے کہ نفس امن میں ہو شہوت کا ارادہ نہ ہو۔

" قال النووى و ينبغى ان يحترز عن مصافحة الامرد الحسن الوجه فان النظرا اليه حرام وقال اصحابنا كل من حرم النظر اليه حرم مسه بل مسه اشد فانه يحل النظر الى الاجنبية اذا اراد ان يتزوج ولا يجوز مسها "

(از مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴)

علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہوت کی غرض سے ایسے لڑکے جس کی داڑھی نہ ہو اور خوبصورت چہرہ والا ہو اس سے مصافحہ کرنے سے اجتناب کیا جائے، شہوت کی غرض سے اسے دیکھنا بھی حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے : جسے دیکھنا حرام ہے اسے چھونا بھی حرام ہے، بلکہ چھونا زیادہ جرم ہے ؛ کیونکہ کسی اجنبی عورت سے اگر نکاح کا ارادہ ہو تو اسے دیکھنا جائز ہے لیکن ہاتھ لگانا حرام ہے۔

marfat.com

Marfat.com

میرے پیارے بیٹے! اتنے کاغذات تمہارے پاس موجود تھے تم نے اتنے فاصلہ سے مجھے خط بھی نہیں لکھا: آپ علیہ السلام نے عرض کیا: مجھے جبرائیل علیہ السلام نے منع کیا تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا اس سے پوچھئے کہ اس نے تمہیں کیوں منع کیا تھا؟ یوسف علیہ السلام نے کہا: آپ کا تعلق جبرائیل سے زیادہ ہے آپ خود ہی پوچھ لیجئے! جب آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے کیوں منع کیا تھا؟ تو جبرائیل نے عرض کیا کہ آپ نے خود ہی تو کہا تھا:

﴿ فَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ ﴾

مجھے خوف ہے اسے بھیڑیا کھا جائے گا۔ (تفسیر کبیر)

یعنی آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو ہی آپ کے بیٹوں نے استعمال کیا اور سب سے بڑی وجہ تو امتحان تھا، چونکہ انبیائے کرام کی شان بہت بلند وبالا ہوتی ہے اس لئے ان پر امتحان بھی اسی طرح کے بہت بڑے آتے ہیں جیسے ان کی شان ہوتی ہے۔

یعقوب علیہ السلام کی وفات اور قبر:

مصر میں جا کر یعقوب علیہ السلام چوبیس سال مقیم رہے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مجھے شام میں اپنے باپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کرنا، آپ پر جب وفات طاری ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام خود اپنے والد مکرم کا جسم اطہر لے کر شام میں گئے اور اپنے دادا اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو دفن کر کے واپس مصر میں آگئے۔

(تفسیر کبیر)

خیال رہے کہ یعقوب علیہ السلام کے ایک بھائی کا نام عیص تھا یہ دونوں بھائی ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے اور اسی دن ان کی بھی وفات ہوئی، دونوں بھائیوں کی عمریں ایک سو پینتالیس سال تھیں۔ دونوں ہی اپنے باپ اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں ایک ساتھ دفن کئے گئے، یعقوب علیہ السلام کا تابوت خاص قسم کی لکڑی کا بنوایا گیا تھا جس میں مصر سے شام آپ کو لے کر گئے تھے۔

(خزائن العرفان)

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو سب نے سجدہ کیا ،

یعنی یہ سجدہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کو تھا ،رب کا شکریہ ادا کیا گیا کہ یوسف علیہ السلام مل گئے ہیں کیونکہ یہ سجدہ تخت پر بیٹھنے کے بعد کیا گیا۔ اگر یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا جاتا تو تخت پر بیٹھنے سے پہلے سجدہ کیا جاتا، یا یہ کہا جائے گا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سجدہ تو یوسف علیہ السلام کو ہی کیا ہو لیکن اس لئے کہ ہو سکتا ہے بھائی سجدہ نہ کریں ،آپ کے سجدہ کرنے پر سب بھائیوں نے سجدہ کر لیا۔ یا یہ ہے کہ سجدہ کرنے میں یوسف علیہ السلام تو رضا مند نہیں تھے کہ مجھے میرے باپ سجدہ کریں لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اس کے حکم میں جو حکمتیں ہوتی ہیں وہ خود ہی انہیں جانتا ہے، جیسے اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اس میں جو حکمتیں پائی جاتی ہیں حقیقت میں وہ خود ہی جانتا ہے۔

(تفسیر کبیر)

یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا کتنا خیال رکھا :

یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ بھائیوں نے مجھ پر ظلم کیا تھا، زیادتیاں کی تھیں ،بلکہ یہ کہا میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جو ناچاقی ہوئی وہ شیطان کی طرف سے پیدا کردہ اختلافات تھے، دل میں ذرا بھر کدورت نہیں رکھی ،بھائیوں سے کوئی اختلاف نہ رکھا بلکہ بھائیوں سے ملاقات محبت والفت کو اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دیا۔

سبحان اللہ یہ عظمت کسی نبی کو ہی حاصل ہو سکتی ہے، ہمارے جیسا گناہگار انسان اس قسم کی فراخدلی اور درگزر کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

یوسف علیہ السلام نے اپنے والد مکرم کو شاہی مقامات دکھائے :

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد مکرم کا ہاتھ پکڑا اور تمام خزانوں کے مقامات دکھائے سونے کے خزانے چاندی کے خزانے، زیورات کے خزانے، کپڑوں کے خزانے اور ہتھیاروں کے مقامات دکھائے۔ آخر میں جب آپ نے اپنے باپ کو کاغذات والا مقام دکھایا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا اے

marfat.com

Marfat.com

رت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے آپ کو دریائے نیل کی دائیں جانب دفن کیا گیا تو اس طرف کا علاقہ سبز و شاداب رہنے لگا اور دوسری جانب خشک، پھر آپ کے صندوق کو نکال کر نیل کی بائیں جانب دفن کر دیا گیا اب اس طرف خوشحالی کا دور آ گیا اور دوسری جانب خشکی رہنے لگی ۔ پھر آپ کو دریائے نیل کے درمیان دفن کیا گیا یہاں تک کہ دونوں جانبیں سر سبز و شاداب ہو گئیں۔ آپ کا جسم اطہر اسی طرح دریائے نیل کے درمیان میں رہا، چار سو سال بعد جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے روانگی اختیار کی تو آپ کے جسم اطہر کو بھی ساتھ لے گئے یہاں تک کہ شام میں اپنے آباء کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (از خطیبہ و مدارک)

سبحان اللہ ان لوگوں کے کیسے پاکیزہ عقیدے تھے؟ کہ انہیں معلوم تھا کہ نبی کی ظاہری حیات میں جس طرح نبی سے برکت حاصل کی جاتی ہے اسی طرح دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قبر کی برکت سے خوشحالی حاصل ہوتی رہی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد: آپ کی وفات کے وقت آپ کے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی ایک بیٹے کا نام "افرائیم" اور دوسرے کا نام "میشا" تھا۔ افرائیم کے بیٹے کا نام "نون" اور نون کے بیٹے کا نام "یوشع" تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک زندہ رہے اور دریائی سفر میں ان کے ساتھ تھے۔ یعنی خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے جاتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ یوشع بن نون کو رکھا تھا۔ آپ علیہ السلام کی بیٹی کا نام "رحمۃ" تھا جو حضرت ایوب کے نکاح میں آئی تھیں

یوسف علیہ السلام کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مصر کی حکومت بنی عمالقہ کے ہاتھ میں آ گئی، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک بنی اسرائیل ان کے زیر تسلط رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر انہیں نجات دلائی۔

یہ وہ غیبی خبریں تھیں جو اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو عطاء کیں اور ارشاد فرمایا:

﴿ ذَالِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ﴾ (پ ۱۳ سورۃ یوسف ۱۰۲)

یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

ضد اور عناد نے لوگوں کو سمجھنے سے یکسر عاری کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تو واضح طور پر کہہ دیا کہ یہ غیبی خبریں ہیں، جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں لیکن یار لوگوں نے کہا نہیں جو اللہ وحی کے ذریعے بتا دے وہ غیب نہیں رہتا خدارا انصاف کریں کہ بات رب تعالیٰ کی مانیں یا اس کی مخلوق میں سے ضدی جہلاء کی مانیں۔ کسی ایک بڑے نے کہہ دیا کہ جب وحی آ جائے تو وہ غیب نہیں رہتا تو اس کے چیلے بھی یہی راگ الاپنے لگے خود سوچنے اور سمجھنے کی تکلیف برداشت نہ کی کہ یہاں ہمارے بڑے صاحب سے غلطی ہو گئی ہے

marfat.com

Marfat.com

یوسف علیہ السلام کی وفات :

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد تئیس سال آپ ظاہری حیات میں رہے جب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا تو آپ آخرت کی طرف زیادہ متوجہ رہنے لگے دائمی ملک کی طرف جانے کا اشتیاق زیادہ ہونے لگا رب کے حضور عرض کیا :

﴿ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴾

اے میرے رب تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا ؟ اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں ۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے موت کی تمنا کی حالانکہ موت کی تمنا جائز نہیں تو اس کا مطلب اصل میں یہ ہے کہ جب آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا کہ اب آپ کے جانے کا وقت قریب آچکا ہے تو آپ علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ "اے اللہ مجھے اپنے خاص قرب والے لوگوں کے ساتھ ملا" اس دعا کا تعلق موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے مقربین سے لاحق ہونے کے ساتھ ہے، در حقیقت موت کی دعا نہیں۔

(صاوی علی الجلالین)

یوسف علیہ السلام کی قبر :

آپ کی وفات کے بعد مصری لوگوں میں تنازع ہو گیا ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ ہمارے محلہ میں دفن کئے جائیں تاکہ وہ آپ سے برکت حاصل کر سکیں۔

" فطلب اهل كل محلة ان يدفن فی محلتهم رجاء بركته"

قریب تھا کہ ان کے درمیان لڑائی بھڑک اٹھے، آخر کار کچھ لوگوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ اس پانی سے تمام شہر والے ایک جیسے برکت حاصل کریں۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام کی آمد ورفت:

حضرت ہود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد تشریف لائے اور چار سو چونسٹھ (۴۶۴) سال اس دنیا میں ظاہری حیات میں رہے اور پھر اس دنیا فانی سے رحلت فرمائی اور حیات جاودانی حاصل کی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو کیا تبلیغ فرمائی؟

﴿ قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ۶۵)

کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہیں ڈر نہیں؟ یعنی آپ نے ان کے ڈرنے کو بعید سمجھا اور گویا یہ کہا کہ تم ڈرتے ہی نہیں ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو عذاب دیا جا چکا ہے، جس کا تمہیں علم ہے اگر تمہیں کچھ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ڈر اور خوف ہوتا تو ضرور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے، بت پرستی کی حماقت نہ کرتے۔

﴿ قَالَ یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ، یَا قَوْمِ لَآاَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ، وَیَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ہود ۵۰، ۵۲)

کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم صرف افتراء باندھنے والے ہو اے قوم میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں اور میری قوم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع کرو تم پر زور کی بارش برسائے گا اس سے زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام " عاد " قبیلہ سے ہیں ۔اس قبیلہ کو " عاد اولیٰ " کہا گیا ہے اور " عاد ثانیہ " حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو کہا جاتا ہے جو "قوم ثمود" کے نام سے زیادہ مشہور ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام " عاد " تھا اس کی طرف منسوب ہونے والی قوم کو " عاد " کہا گیا ہے ۔

عاد کا نسب یہ ہے :- عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ۔

حضرت ہود علیہ السلام کا نسب :- ہود بن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد ہے،

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ۶۵)

ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو بھیجا ۔

(صاوی علی الجلالین ص ۱۸۴ ، جمل حاشیہ جلالین ص ۱۳۵)

یہاں کئی مترجمین نے " اخاھم " کا ترجمہ " ان کا بھائی " کیا ہے ،جو سراسر غلط ہے۔ پوری قوم کے افراد آپ کے حقیقی بھائی بھی نہیں تھے اور اللہ تعالیٰ کا نبی کفار کا دینی بھائی بھی نہیں ہو سکتا ۔ آپ علیہ السلام صرف ان کی قوم کے ایک فرد تھے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ "ہم قوم" کیا ہے ۔ اور یہی علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو عاد کا "ہم قوم" اور صالح علیہ السلام کو "ثمود" کا ہم قوم کہہ کر کفار مکہ کا رد کیا، جو یہ کہتے تھے کہ " محمد " ہماری ہی قوم سے ہو کر نبی کیسے بن گئے ؟ رب تعالیٰ نے فرمایا: قوم عاد سے ہود علیہ السلام تھے لیکن ان کے نبی تھے ،ثمود کی قوم سے صالح علیہ السلام تھے لیکن ان کے نبی تھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

رغبت کرتا ہے اور چونکہ وہ لوگ کھیتی باڑی اور باغبانی کے کام کرتے تھے اسلئے ان کے لئے اسی قسم کی نعمتوں کا ذکر کرنا ہی مناسب تھا۔ ہود علیہ السلام نے قوم کو ان الفاظ میں راہ راست پر لانے کی کوشش کی ۔

﴿ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ، وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلاَّ عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ ، وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ، وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ، وَاتَّقُوا الَّذِىْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ، اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ وَجَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۲۶، ۱۳۴)

اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں، تمہاری مدد کی چوپاؤں اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے ، میں تمہیں اللہ کے راستہ کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہتا ہوں : بے ہودہ کاموں کو چھوڑ دو ، دنیا سے دل نہ لگاؤ، تم نے یہاں ہمیشہ زندہ نہیں رہنا، ایسے کام کرو جن سے تمہیں نفع ہو۔

قوم عاد کی طاقت اور ان کے کام :

قوم عاد کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا وہ یہ کہتے تھے کہ ہم سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں ہو سکتا

﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾

وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے ہم سے زیادہ کس کا زور ہے اور کیا انہوں نے نہ جانا کہ اللہ جس نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے ۔

قوم عاد کے چھوٹے قد ساٹھ ذراع (نوے فٹ) اور بڑے قد ایک سو ذراع (ایک سو پچاس فٹ) تھے، اسی وجہ سے اپنے جسموں اور طاقت کے گھمنڈ میں یہ کہتے تھے کہ ہم سے کوئی طاقتور نہیں ، ہم پہاڑ سے بڑے بڑے پتھر ، چٹانیں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں، اگر عذاب ہمارے سامنے آ گیا تو ہم اسے اپنے ہاتھوں سے روک لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنی طاقت پر ناز کرتے ہو کبھی

marfat.com

Marfat.com

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی خصوصاً ان کے تین بڑے بت تھے جن کو وہ اپنے بڑے معبود سمجھتے تھی ان بتوں کے نام صداء صمود اور ھباء تھے حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عمان اور "حضر موت" کے درمیان پھیلی ہوئی تھی یہ ایک ریگستانی وادی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ ﴾

(پ ۲۶ سورۃ احقاف ۲۱)

اور یاد کرو عاد کے ہم قوم کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا

ہود علیہ السلام نے جب ان کو شرک سے باز رہنے بت پرستی کو چھوڑنے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دی تو قوم نے آپ کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے تین سال تک بارش روک لی، قحط سالی پڑگئی، ان کی عورتوں کو بھی تین سال تک بانجھ کردیا ان کے بچوں کی پیدائش معطل ہوگئی۔

ہود علیہ السلام نے تین شخصوں کو اپنی قوم کے پاس بھیجا کہ تم انہیں سمجھاؤ وہ تین شخص یہ تھے قیل بن عشر ، نعیم بن ھزال اور مرثد بن سعد یہ درحقیقت آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے لیکن اپنی قوم سے ایمان کو چھپایا ہوا تھا، ان تینوں کو بھیجنے کا مقصد یہی تھا کہ قوم انہیں اپنا سمجھ کر ان کی بات کو مانے گی اور سوچیں گے کہ یہ ہمارے اپنے ہی لوگ ہمیں نصیحت کر رہے ہیں تو یقیناً اس میں بھلائی ہو گی لیکن قوم سوچنے اور ماننے سے عاری ہی رہی۔

آپ نے قوم کو ان تینوں کے ذریعے کہلایا : کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ ، رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف خشوع و خضوع سے رجوع کرو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں زور کی بارش عطا کردے گا اور تمہیں کثیر مال عطا کرے گا اور تمہیں بیٹے عطا کرے گا اور تمہارے لئے بارش سے نہریں اور باغات بنائے گا اور تمہیں پہلے سے زیادہ طاقتور بنائے گا۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دینی اور دیناوی نعمتیں عطا فرماتا ہے ،اگرچہ دیناوی نعمتوں کی کوئی حیثیت نہیں لیکن انسانی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں رہنے اور دیناوی نعمتوں کو دیکھنے کی وجہ سے ان کی طرف زیادہ

marfat.com

Marfat.com

رہنے کے لئے مضبوط محل بناتے :

حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ تمہارے طور طریقے ایسے ہیں کہ تم یہ سمجھتے ہو تم نے ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے حالانکہ دنیا فانی ہے اس میں ہمیشہ کے لئے دل نہ لگاؤ ۔

﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴾

اور مضبوط محل چنتے ہو اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے ۔

ایک معنی اس کا یہ بھی ہے اور تم زمین میں جمع کرنے کے لئے حوض بناتے ہو یہ سارے کام اسی خیال سے کرتے تھے کہ ہم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے ۔

دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے تھے :

﴿ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴾

اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو تو بڑی بے دردی سے گرفت کرتے ہو۔

وہ جب کسی پر گرفت کرتے تو اسے کوڑے مارتے اور تلوار سے ضرب لگاتے یا ظالموں کو ان پر مسلط کرتے ، جنہیں کچھ رحم نہ آتا اور ادب سکھانے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا تھا اور اچھے انجام کی طرف بھی نظر نہیں ہوتی تھی ۔ ان افعال قبیحہ پر حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کی مذمت کی ۔

فائدہ: ادب سکھانے کے لئے ، اچھے انجام کے لئے استاد کا شاگرد کو معمولی مارنا ، سرزنش کرنا جائز ہے ، شیخ سعدی فرماتے ہیں "ضربِ استاذ به از مهرِ مادر و پدر" استاد کی مار ماں باپ کے پیار سے بہتر ہے۔ لیکن قوم کے بچوں کو اپنے بچوں جیسا سمجھے ۔ یہ خیال کرے کہ میں اپنے بچوں کو کتنی سرزنش کرتا ہوں۔ کئی کئی گھنٹے طلباء کو کان پکڑا کر مرغ بنا دینا ، اتنا شدید مارنا کہ زخمی کر دینا ، سوٹیوں سے شدید ضربیں لگانا کہ کئی کئی گھنٹے کلاس میں کھڑا کر دینا ، بیہودہ گالی نکالنا استاد کی شان کے لائق نہیں۔ ایسے افعال صرف طلباء کو مدارس سے بھگانے اور دین سے متنفر کرنے اور اساتذہ کے ادب واحترام سے دور کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ ایسے اساتذہ کو طلباء قصاب ، کمینہ جیسے القاب دیتے ہیں ، جن کو راقم نے اپنے کانوں سے سنا۔

marfat.com

Marfat.com

میری طاقت کو بھی تصور میں لایا کرو ، میری طاقت کے مقابل کسی کو کوئی مجال نہیں۔

(جلالین ص ۲۹۸ ، وتفسیر صاوی علی الجلالین)

لوگوں کے ساتھ تمسخر کے لئے بلند نشان بناتے :

﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴾

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں :

ایک یہ ہے کہ وہ بلندی پر بلند محل بناتے تاکہ گزرنے والے لوگ ان کی شان سے واقف ہوں ، یہ کام چونکہ بے فائدہ تھا اس لئے تعبثون کہا گیا ہے اور ہماری شریعت میں بھی بغیر غرض شرعی کے بلند تعمیرات کی مذمت بیان کی گئی ہے اور حضور علیہ السلام نے ناپسند فرمایا ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بلند عمارتیں اسلئے تعمیر کرتے تھے تاکہ گزرنے والے ان سے راہنمائی حاصل کریں، حالانکہ ان کا یہ کام بھی بے مقصد اور بے فائدہ تھا، کیونکہ ستاروں سورج وغیرہ سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ بادل وغیرہ کا چھا جانا کبھی کبھی ہوتا ہے اور خصوصاً عرب کے شہروں میں تو بہت ہی کم واقع ہوتا ہے ۔

تیسرا قول یہ ہے کہ وہ بلند برج بناتے تاکہ کبوتروں کے ساتھ کھیل میں مشغول ہوسکیں ، یعنی وہ کبوتر بازی کے لئے عبث طور پر بلند برج تعمیر کرتے ۔

چوتھا قول یہ ہے کہ وہ ہر پہاڑ میں راستہ پر مکان تعمیر کرتے تھے تاکہ چونگی حاصل کرسکیں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ وہ بلند مقامات پر بلند عمارتیں تعمیر کرتے تھے تاکہ وہ راستہ سے گزرنے والوں سے مزاح کرسکیں، ان کا تمسخر اڑا سکیں اور انہیں تنگ کرسکیں۔اسی آخری قول کے مطابق اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے ترجمہ کیا ہے

marfat.com

Marfat.com

۔ یعنی سختی اور نرمی دونوں کو ساتھ ساتھ رکھنا ہی بہتر ہے پچھوا لگانے والا زخم بھی کرتا ہے اور مرہم بھی لگاتا ہے عقلمند بہت زیادہ سختی بھی نہیں کرتا اور اتنی نرمی بھی نہیں کرتا کہ اس کی قدرو منزلت ہی کم ہو جائے ۔اپنے آپ کو بہت زیادہ آدم خور بھی نہیں بنانا چاہیے اور بہت زیادہ نرم ہو کر اپنے آپ کو ذلیل بھی نہ کرو ۔استاذ کے لئے یہی ایک اعلیٰ سبق ہے کہ ڈرائے دھمکائے، سرزنش کرے، احساس دلائے اور شفقت بھی کرے۔ اپنا رعب جمانے کے زعم باطل میں طلباء کی نظروں سے نہ گر جائے اور ان کی در پردہ گالیوں کا مستحق نہ بن جائے۔

ہود علیہ السلام کی قوم کے جوابات :

﴿ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾

ان کی قوم کے کافر سردار بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں ۔

نکتہ : نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ۶۰)

اسکی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں

نوح علیہ السلام کی قوم کے تمام سردار ہی کافر تھے، اسلئے یہاں لفظ "کفروا" استعمال نہیں ہوا لیکن ہود علیہ السلام کی قوم میں بعض سردار در پردہ ایمان بھی لائے ہوئے تھے، اسلئے "کفروا" استعمال ہوا ہے۔ یعنی آپ کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: اسی طرح نوح علیہ السلام کی قوم نے جب دیکھا کہ یہ کشتی بنا رہے ہیں تو قوم نے آپ کو "ضلال مبین" سے تعبیر کیا کہ کوئی پانی نہیں کوئی کیچڑ نہیں، یہاں کشتی بنانا کھلی گمراہی ہے۔ لیکن ہود علیہ السلام نے ان کی بت پرستی کو سفاہت وحماقت سے تعبیر کیا تھا تو قوم نے بھی کہا :

﴿ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ ﴾ ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں ۔

(ماخوز از تفسیر کبیر و صاوی علی الجلالین)

marfat.com

Marfat.com

ایسا بے ہودہ استاد ہزار میں سے ایک ہوتا ہے، لیکن وہ تمام اساتذہ کی بدنامی کا سبب بنتا ہے اور دین کے باغی اس ایک شخص کی وجہ سے دینی مدارس کو خر کار کیمپ کہتے ہیں حالانکہ اس قسم کا استاد سکولوں میں بھی کوئی نہ کوئی پایا جاتا ہے بلکہ بنسبت دینی مدارس کے سکولوں میں اس قسم کے ظالم زیادہ ہوتے ہیں۔

ڈنڈے سے مارنا ناجائز ہے :

" وان وجب ضرب ابن عشر بید لا بخشبة ای عصا او سوط او غیره لحدیث مرو اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع واضربوهم وهم ابناء عشر ولایجاوز الثلاث وکذا المعلم لیس له ان یجاوزها قال علیه الصلوة والسلام لمرداس المعلم ایاك ان تضرب فوق الثلاث فانك ان ضربت فوق الثلاث اقتص الله منك "

(درمختار و شامی ج ۱ ص ۲۵۸)

بچے جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے کی صورت میں ان کو ہاتھ سے مارنا ضروری ہے لیکن ڈنڈے یا کوڑے سے مارنا ناجائز ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انہیں مارو، (یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں)

حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ مارنا بھی ہاتھ سے مراد ہے اور وہ بھی دو تین تھپڑ سے زیادہ نہ ہوں استاد کے لئے بھی یہی حکم ہے نبی کریم ﷺ نے بچوں کو پڑھانے والے ایک استاذ مرداس کو کہا کہ تم تین ضربوں (تھپڑ) سے زیادہ مارنے سے اپنے آپ کو دور رکھو اگر تم نے تین مرتبہ سے زیادہ مارا تو اللہ تعالیٰ تم سے بدلہ لے گا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است — چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است
درشتی نگیر خرد مند پیش — نہ سستی کہ نازل کند قدر خویش
نہ مر خویشتن را فزونی نہد — نہ یک بار تن در مذلت دہد

marfat.com
Marfat.com

یہ بات یقیناً معلوم ہے کہ ہود علیہ السلام نے معجزات ظاہر فرمائے مگر قوم نے اپنی جہالت کے پیش نظر ان کا انکار کیا اور گمان کیا کہ آپ کوئی معجزات نہیں لائے ۔

قوم نے کہا کہ ہم تمہارے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں، یہ ان کا کہنا اس لئے باطل تھا کہ وہ اس کا اقرار بھی کرتے تھے کہ نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے ۔ یہ بت نفع و نقصان کے مالک نہیں، اس پر تو عقل کا تقاضا یہ تھا کہ وہ بت پرستی کو چھوڑ دیتے ، ان کا بت پرستی کو نہ چھوڑنا عقل کے خلاف تھا، جو خود ہی ان کی حماقت کو واضح کر رہا تھا، ان کا یہ کہنا کہ ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں، یہ صرف ضد اور حسد و عناد تھا۔ ورنہ بظاہر انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ قوم کا یہ کہنا کہ ہمارے معبودوں کی برائی تم بیان کرتے ہو، انہوں نے تمہیں (معاذ اللہ) دیوانہ بنا دیا ہے ، تمہاری عقل کو ضائع کر دیا ہے۔ یہ بھی ان کی حماقت کو واضح کر رہا تھا کہ ادھر یہ کہتے کہ بت نفع و نقصان کے مالک نہیں اور ادھر کہتے ہمارے بتوں نے تمہیں مصیبت پہنچا دی ہے ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

ہود علیہ السلام کا قوم کو چیلنج :

﴿ قَالَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ، مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ، اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

آپ نے کہا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ ہو جاؤ کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جنہیں تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے ہو تم سب مل کر میرا برا چاہو پھر مجھے مہلت نہ دو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ، کوئی چلنے والا نہیں جس کی چوٹی اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستہ پر ملتا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک شخص بہت بڑی قوم کا مقابلہ کر رہا ہے، انہیں کہہ رہا ہے کہ تم تمام مل کر میری عداوت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑو، مجھے نقصان پہنچانے میں اپنی پوری کوشش کر لو، مجھے کوئی مہلت نہ دو ، مجھے تمہارا کوئی خوف و خطرہ نہیں، مجھے تو اپنے رب پر پورا

marfat.com

Marfat.com

ہود علیہ السلام نے قوم کارد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاھَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ٦٧)

اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پرودگار عالم کا رسول ہوں۔

﴿ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ٦٨)

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

انبیائے کرام کو ان کی قوموں نے (معاذ اللہ) گمراہ اور بے وقوف کہا لیکن انہوں نے ان کا جواب اس طرح نہیں دیا بلکہ تحمل مزاجی سے اور حسن اخلاق سے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی کیونکہ انبیائے کرام کی شان کے لائق ہی یہ ہے کہ وہ بیہودہ باتوں کا جواب اسی طرح نہ دیں، حالانکہ جتنی گالی کسی شخص کو دی جائے اتنا جواب دینا جائز ہوتا ہے، لیکن انبیاء کرام کی شان بہت بلند ہوتی ہے۔ ان کا ہر کلام ان کی شان کے لائق ہوتا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم کو سیدھی راہ پر لانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن قوم نے ہمیشہ کج روی کی۔

﴿ قَالُوْا یَا ھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِکِیْ آلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ وَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ ، اِنْ نَقُوْلُ اِلاَّ اعْتَرَاکَ بَعْضُ آلِھَتِنَا بِسُوْءٍ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۵۳، ۵٤)

قوم نے کہا اے ہود علیہ السلام تم کوئی دلیل لے کر ہمارے پاس نہ آئے اور ہم خالی تمہارے کہنے سے اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے نہیں نہ تمہاری بات پر یقین لانے والے ہیں ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی خدا کی تمہیں بری جھپٹ پہنچی ہے۔

قوم نے کذب بیانی کرتے ہوئے کہا تم ہمارے پاس معجزات اور دلائل نہیں لائے ہو جس سے حق و باطل میں تمیز ہو سکے ۔

" ومن المعلوم انه عليه السلام كان قد اظهر المعجزات الا ان القوم بجهلهم انكروها"

marfat.com

Marfat.com

کہ جس طرح رب کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا نعمتوں کی زیادتی کا سبب بنتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران شدید عذاب کا ذریعہ ہے۔ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ ابراهیم ۷)

اگر تم نے شکریہ ادا کیا تو میں تمہیں اور (نعمتیں) دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔

(ماخوذ از روح المعانی)

عذاب کا خوف دلانے پر قوم کا جواب :

﴿ قَالُوْا سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوَاعِظِيْنَ ، اِنْ هٰذَا اِلاَّ خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ، وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۳۶، ۱۳۸)

انہوں نے کہا ہمیں برابر چاہے تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں نہ ہو، یہ تو نہیں مگر وہ اگلوں کی ریت (طور طریقہ) اور ہمیں عذاب ہونا ہی نہیں۔

قوم نے کہا ہمیں تمہارے عذاب کے خوف دلانے کی کوئی فکر نہیں ہم تمہارے وعظ سے نصیحت حاصل کرنے والے نہیں تم بھی پہلے نبیوں کی طرح ہی ہمیں عذاب سے ڈرا رہے ہو یہ تو سابقہ رسم آرہی ہے، ہم بڑی طاقت کے مالک ہیں، ہمیں عذاب کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

قوم نے عذاب کو رحمت سمجھا :

﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا بَلْ هُوَ مَااسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ، تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَايُرٰىٓ اِلاَّ مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾

(پ ۲۶ سورۃ الاحقاف ۲۴، ۲۵)

پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے پھیلا ہوا ان کی وادیوں کی طرف آتا بولے یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ وہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ایک

marfat.com

Marfat.com

بھروسہ ہے، وہی میرا محافظ ہے، وہی مجھے بچانے والا ہے ۔ساری مخلوق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے، کسی کو ذات باری سے مقابلہ کرنے کی کوئی طاقت نہیں۔

ہود علیہ السلام نے قوم کو عذاب سے ڈرایا :

جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سیدھی راہ پر لانے کی پوری کوشش صرف کر دی لیکن قوم نے بت پرستی کو نہ چھوڑا تو آپ نے کہا اے میری قوم اب اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔

﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴾

پھر اگر تم منہ پھیرو تو میں تمہیں پہنچا چکا جو تمہاری طرف دے کر بھیجا گیا اور میرا رب تمہاری جگہ اوروں کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے، بیشک میرا رب ہر شے پر نگہبان ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے ہیں تمہیں کامیابی کا راستہ بتا دیا ہے لیکن تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی بت پرستی پر قائم رہے اب رب کا عذاب آنے والا ہے جو تمہیں تباہ و برباد کر دے گا اگر تم چاہو کہ اس کے عذاب کا مقابلہ کرو تو تم ایسا کبھی نہیں کر سکو گے وہ تو تمہیں برباد کر دے گا لیکن تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور تمہیں برباد کرنے سے اس کی بادشاہت میں کوئی فرق بھی نہیں آئے گا اسلئے کہ وہ قدرت کا مالک ہے تمہاری جگہ وہ نئی مخلوق پیدا فرما دے گا جو اس کی اطاعت کریں گے اس کے حکم کی بجا آوری میں کوئی کمی نہیں ہونے دیں گے ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

﴿ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ۵۹)

بیشک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا ۔

یعنی دنیا میں بھی تم پر شدید عذاب آئے گا اور آخرت میں تم شدید عذاب میں گرفتار ہو گے، اسلئے

marfat.com

Marfat.com

قوم عاد پر عذاب کیا آیا:

﴿ وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ، مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلاَّ جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴾

(۲۷ سورۃ زاریات ۴۱، ۴۲)

اور عاد میں جب ہم نے ان پر خشک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی اسے گلی ہوئی چیز کی طرح کر چھوڑتی

﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ، سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمَانِیَةَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ، فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِنْ بَاقِیَةٍ ﴾

(پ ۲۹ سورۃ الحاقۃ ، ۶ ، ۸)

لیکن عاد وہ ہلاک کئے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے وہ ان پر قوت سے لگادی سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار ، تو ان لوگوں کو ان میں گرے ہوئے دیکھو گویا وہ کھجور کے ڈھنڈ ہیں گرے ہوئے، تو تم ان میں کسی کو بچا ہوا دیکھتے ہو۔

یعنی اس قوم پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار شدید آندھی چلی صرف اس میں گرج تھی ،بارش نہیں تھی وہی لوگ جو بادلوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ عذاب تو ہم اپنی طاقت سے ٹال دیں گے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ شدید گرجنے والی آندھی فضا میں حیوانوں اور پرندوں کو اڑا رہی ہے تو یہ اپنے مکانوں میں داخل ہو گئے تاکہ اس آندھی کی شدت سے بچ سکیں، لیکن سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو حکم دیا جو ہوائیں چلانے پر مقرر ہے کہ عاد کی قوم پر اپنے ہواؤں کے خزانے سے اتنی مقدار میں ہوا کو کھول دے جتنی مقدار ایک انگوٹھی کی ہوتی ہے ۔رب تعالیٰ کے خزانوں میں سے یہ ہوا بظاہر معمولی تھی لیکن دنیا میں ہولناک طوفان تھا۔ تباہ کن آندھی تھی ۔سب سے پہلے ایک عورت نے دیکھا کہ ہوا میں مجھے آگ کے شعلے نظر آرہے ہیں۔اس ہوا نے ان کے مکانوں کے دروازے گرادیئے ۔

" تدخل فی مناخرهم وتخرج من ادبارهم وتصرعهم علی الارض علی وجوهم "

marfat.com

Marfat.com

آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہر چیز کو تباہ کر ڈالتی ہے اپنے رب کے حکم سے تو صبح رہ گئے کہ نظر نہ آتے تھے مگر ان کے سونے کے مکان ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں مجرموں کو ۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ قوم عاد پر ہود علیہ السلام کی تکذیب کی وجہ سے تین سال تک بارش کو روک دیا گیا تھا اسلئے جب قوم پر عذاب آنے کا وقت آگیا تو اللہ تعالیٰ نے سیاہ بادلوں کو چلایا جو ان کی وادیوں سے ظاہر ہوئے عام طور پر ایسے بادلوں کو "مغیث" (بارش برسانے والے) کہا جاتا ہے۔ وہ لوگ وادیوں سے اٹھتے ہوئے بادلوں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے کہ بارش برسانے والے بادل آگئے ہیں، اب تین سالہ قحط کا دور ختم ہونے والا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں بتایا یہ تو وہی ہے جس کی تمہیں جلدی پڑی ہوئی تھی کیونکہ وہ قوم کہتی تھی بے شک عذاب لے آؤ، اس سے پہلی آیات مبارکہ میں اسی مضمون کا ذکر ہے۔

﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ، قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾

اور یاد کرو عاد کے ہم قوم (ہود) کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور بے شک اس سے پہلے ڈر سنانے والے (انبیائے کرام اور بھی) گزر چکے تھے اور اس کے بعد آئے کہ اللہ کی سوا کسی کی عبادت نہ کرو ، بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے کہا : کیا تم اس لئے آئے کہ ہمیں ہماری معبودوں سے پھیر دو ؟ تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو ، اگر تم سچے ہو۔

یعنی جب قوم نے مطالبہ کیا کہ تم جس عذاب کے متعلق ہمیں ڈراتے ہو وہ بے شک لے آؤ گر تم اپنے دعوی میں سچے ہو۔ وہ تو کہتے تھے عذاب آئے گا ہی نہیں، اگر آہی گیا تو ہم اپنی طاقت سے روک لیں گے ۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام "قوم ثمود" کی طرف آئے، آپ علیہ السلام بھی ثمود قوم سے ہی ہیں "ثمود" ایک شخص کا نام تھا۔ اس کی اولاد "قوم ثمود کہلائی"۔ ثمود کا نسب نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ یعنی ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح اور حضرت صالح علیہ السلام کا نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ صالح بن عبید بن ماسخ بن عبد بن جاور بن ثمود۔

(روح البیان ، حاشیہ جلالین ص ١٨٤)

اور ثمود کا نسب اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ ثمود بن عبید بن عوص بن عاد بن ارم بن سام بن نوح یہی زیادہ صحیح ہے۔

(حاشیہ جلالین ص ٣١٤)

حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ایک سو سال کا فاصلہ ہے، یعنی صالح علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام کے ایک سو سال بعد تشریف لائے حضرت صالح علیہ السلام کی عمر دو سو اسی (٢٨٠) سال تھی۔

(حاشیہ جلالین ص ٣١٤)

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرمایا:

﴿ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴾

(پ ١٢ سورۃ ھود ٦١)

اور ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو (بھیجا) کہا : اے قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور اس نے تمہیں بسایا تو اس

marfat.com

Marfat.com

وہ ان کے نتھنوں میں داخل ہوتی اور ان کی دبر سے نکل جاتی ،وہ ہوا انہیں گرا رہی تھی ان کی گردنیں ٹوٹ رہی تھیں۔ کبھی انہیں زمین سے اٹھایا اور پھر نیچے پھینک دیا۔

ریت کے ٹیلوں میں دب جاتے ، یہ سلسلہ سات راتیں آٹھ دن مسلسل رہا، کسی وقت بھی آندھی نہ رکی وہ سب تباہ وبرباد ہو گئے ، بڑے بڑے قدوں والے اپنی طاقت پر ناز کرنے والے رب تعالیٰ کی گرفت میں جب آئے تو ایسے برباد ہوئے کہ مرے ہوئے یوں نظر آرہے تھے کہ یہ کھجوروں کے تنے گرے ہوئے ہیں۔

رب کی عظیم قدرت کا اندازہ کیجئے ! جہاں کفار کو تباہ برباد کر دیا وہاں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے اردگرد خط کھینچ دیا وہ شدید آندھی انہیں خوشگوار موسم بہار کی ہلکی ہلکی ٹھنڈی سہانی ہوا محسوس ہو رہی تھی ۔ کفار گر گر کر تباہ ہو رہے تھے۔ ان کی گردنیں ٹوٹ رہی تھیں۔ ریت کے ٹیلوں میں دب رہے تھے، لیکن اللہ والے ، نبی پر ایمان لانے والے ، اسی آندھی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ مولائے کائنات کی قدرت کا انسان کیسے اندازہ کر سکتا تھا؟ اس کی حکمتوں سے وہ خود ہی واقف ہے۔ رب نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَه‘ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾

اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے ہود (علیہ السلام) اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔

یعنی کفار کو دنیا میں بھی سخت عذاب میں مبتلا کیا اور قیامت میں وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی محفوظ رکھا اور قیامت میں بھی محفوظ رکھے گا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر ج ۱۸ ، ص ۱۷ ، ج ۲۴ ص ۲۸)

نبی کی تکذیب نبی کی گستاخی تباہ کن عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے ۔

اللہ تعالیٰ ایمان پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور انبیائے کرام کی شان میں گستاخی سے بچائے۔

آمین ثم آمین

marfat.com

Marfat.com

اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا تمہارا خیال باطل ہے کہ تم یہاں دنیا میں ہی آرام سے نعمتوں میں رہو گے، جس رب نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہیں باغات چشمے کھیتیاں اور نرم و نازک شگوفوں والے کھجور کے درخت دے رکھے ہیں، وہ یہ لے بھی سکتا ہے۔ تمہیں دنیاوی نعمتوں پر ناز نہیں کرنا چاہیے آخر دنیا کو چھوڑ کر بھی جانا ہے، تم بڑی مہارت سے پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو، اس وجہ سے بھی تم شائد یہی سمجھتے ہو کہ تم نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، لیکن تمہاری یہ سوچ سراسر غلط ہے۔ حد سے تجاوز کرنے والے فساد پھیلانے والے، کوئی درست اچھا سیدھا بھلائی والا کام نہ کرنے والوں کی تم پیروی کر رہے ہو، تم ان کی اطاعت نہ کرو تو کامیاب ہو گے۔ ورنہ تباہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ کامیابی صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے اور میرا حکم ماننے میں ہے۔

آپ کی تبلیغ سے دو فریق بن گئے :

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا أنِ اعْبُدُوا اللهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقَانِ يَخْتَصِمُوْنَ ، قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْلَاَ تَسْتَغْفِرُوْنَ اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ نمل ٤٤، ٤٦)

اور بے شک ہم نے ثمود کی طرف ان کے ہم قوم صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو جبھی وہ دو گروہ ہو گئے جھگڑا کرتے صالح علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے اللہ کی بخشش کیوں نہیں مانگتے شائد تم پر رحم ہو......

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ پر کچھ لوگ ایمان لے آئے اور دوسرے لوگ اپنے کفر پر قائم رہے اس طرح دو گروہ بن گئے آپس میں ایک دوسرے سے بحثوں میں الجھے رہتے تھے، لیکن ایمان والوں کی طرف سے جھگڑا دین کے حق ہونے میں ہوتا، یہ جدال حق ہے۔ صالح علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم کے انکار اور آپ کے عذاب سے ڈرانے پر قوم کا یہ کہنا :

marfat.com

Marfat.com

سے معافی چاہو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ بے شک میرا رب قریب ہے دعا سننے والا۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صَالِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۴۲ ۔ ۱۴۵)

جب کہ ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں بے شک میں تمہارے لئے اللہ کا امانتدار رسول ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

انبیائے کرام کی عادات شریفہ یہ تھیں کہ جب نبوت کا دعویٰ فرماتے تو سب سے پہلے قوم کو بت پرستی کے چھوڑنے کے متعلق ارشاد فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیتے کہ اس کے بغیر کوئی معبود نہیں پھر اپنی رسالت کا دعویٰ کرتے تاکہ قوم ان سے معجزات کا مطالبہ کرے تو ان کو معجزات دکھائے جائیں پھر ان کے انکار اور باز نہ آنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان کو ڈراتے، پھر بھی جب وہ اپنے کفر پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عذاب آجاتا۔

(ماخوذ از کبیر)

اور آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہیں حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اسی کی طرف رجوع کرو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہیں حاصل ہوگی اللہ تعالیٰ کی رحمت ایمان والوں کے قریب ہے۔

آپ نے قوم کو کہا دنیا میں تم نے ہمیشہ نہیں رہنا:

﴿ اَتُتْرَكُوْنَ فِیْ مَا هٰهُنَا آمِنِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِیْمٌ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فَارِهِیْنَ ، فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۴۶ ۔ ۱۵۲)

کیا تم یہاں کی نعمتوں میں چین سے چھوڑ دیئے جاؤ گے باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم نازک ہوتا ہے اور پہاڑوں میں گھر تراشتے ہو استادی سے تو

marfat.com
Marfat.com

لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْهِ مُرِیْبٌ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۶۲)

اے صالح علیہ السلام اس سے پہلے تو تم ہم میں ہونہار معلوم ہوتے تھے، کیا تم ہمیں اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پوجا کرنے سے منع کرتے ہو؟ بے شک جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم اس پر ایک بہت بڑے دھوکہ ڈالنے شک میں ہیں۔

قوم کہنے لگی ہم نے تو تمہیں بڑا عقلمند بہت بڑا سمجھدار سمجھا ہوا تھا ہمیں تو تم پر بڑی امیدیں تھیں کہ تم ہمارے دین کی امداد کرو گے۔ ہمارے مذہب کی تقویت کا سبب بنو گے، ہمارے طریقہ کی تائید کرو گے۔

یعنی کسی قوم میں جب بھی کوئی شخص علم و فضل میں اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے تو قوم اس سے اپنے مقصد کے مطابق امیدیں وابستہ کر لیتی ہے، آپ کی قوم نے بھی یہی سمجھا تھا کہ ہمارے باطل دین کی امداد کریں گے۔

اسی طرح آپ غریبوں فقیروں پر بڑے مہربان تھے، ضعیف لوگوں کی امداد کرتے تھے، مریضوں کی عیادت کرتے تھے تو قوم نے کہا کہ ہم نے تو آپ کے ان اوصاف کو دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ تم ہمارے احباب میں سے ہو گے، ہماری امداد کرو گے، تم نے یہ عداوت اور بغض ہمارے ساتھ کیسے شروع کر لیا؟ ہمیں تو تم پر بڑا تعجب ہے، کہ تم ہمیں اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پوجا سے روک رہے ہو، ہمیں تو اب تم پر شک ہونے لگا کہ تم ہمیں کسی بہت بڑے دھوکہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔

آپ نے قوم کو جواب دیا:

﴿ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَاَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَآتَانِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۶۳)

آپ نے کہا: اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی تو مجھے اس سے کون بچائے گا اگر میں اس کی

marfat.com

Marfat.com

﴿قَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾

(پ ۸ سورۃ اعراف ۷۷)

اور بولے اے صالح ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔

اس کے جواب میں صالح علیہ السلام نے کہا اے میری قوم تم اچھائی کے بدلے برائی میں جلدی کیوں کرتے ہو یعنی یہ دنیاوی نعمتیں آرام تمہیں حاصل ہے لیکن اس کے بدلے تم عذاب اور اپنی تباہی و بربادی طلب کر رہے ہو یہ کہاں کی عقل ہے تمہیں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنی چاہئے تاکہ وہ تم پر رحم کرے۔

قوم نے آپ کو کیا جواب دیا ؟

صالح علیہ السلام نے قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن قوم نے آپ کی تکذیب کی اور مختلف جواب دیئے

﴿ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾

بے شک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا

" حِجْر " ایک وادی ہے مدینہ اور شام کے درمیان جس میں ثمود کی قوم کے لوگ رہتے تھے، انہوں نے اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کی تکذیب کی ، چونکہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیائے کرام کی تکذیب ہے اسلئے کہ تمام انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ہر نبی دوسرے تمام انبیائے کرام پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اسلئے ایک نبی کی تکذیب سے دوسرے تمام انبیائے کرام کی تکذیب لازم آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ رب نے فرمایا : حجر والوں نے رسولوں کی تکذیب کی، حالانکہ بظاہر ایک نبی یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی وہ تکذیب کر رہے تھے۔

کبھی قوم نے کہا :

﴿ يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَتَنْهٰنَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَاِنَّنَا

marfat.com

Marfat.com

قوم نے آپ کو متکبر کہا:

﴿ قَالُوْا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ، ءَاُلْقِیَ الذِّكْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴾

انہوں نے کہا ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی تابعداری کریں جب تو ہم ضرور گمراہ اور دیوانے ہیں، کیا ہم سب میں سے اس پر ذکر اتارا گیا؟ بلکہ یہ سخت جھوٹا، اترانے والا، (متکبر) ہے۔

قوم نے کہا ہم اتنی تعداد میں ہو کر ایک آدمی کی تابعداری کریں وہ بھی ایسا شخص ہو جو ہمارے جیسا بشر ہو، ایسا کام تو دیوانوں کا ہے، ہم تو عقل مند ہیں، کیا اسی کو نبوت عطا ہونی تھی؟ اور اس منصب کے لائق کوئی نہیں تھا؟ یہ شخص (معاذ اللہ) اپنے دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے اور یہ دعویٰ کر کے شوخیاں مار رہا ہے، اترا رہا ہے، یہ تو بڑا متکبر ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کر رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴾

بہت جلد کل جان جائیں گے کون تھا بڑا جھوٹا، اترانے والا؟

یعنی یہ قوم جب دنیا اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو گی تو پھر انہیں پتہ چلے گا کہ کون جھوٹا اور باطل راہ پر ضد و عناد کی وجہ سے قائم رہ کر کون تکبر کر رہا تھا؟

قوم نے صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا:

﴿ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ، قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ، وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ شعراء ۱۵۴، ۱۵۶)

تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو تو کوئی نشان لاؤ اگر سچے ہو، آپ نے کہا یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کے پینے کی باری ہے اور دن معین تمہاری باری اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آئے گا۔

marfat.com

Marfat.com

نافرمانی کروں ؟ توتم مجھے سوائے نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے۔

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے روشن دلائل عطا فرمائے ہیں اور اس نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا ہے اسی لئے میں بھی تم پر مہربانی کر رہا ہوں کہ تمہیں اس راہ کی ہدایت دے رہا ہوں جس میں تمہاری کامیابی ہے تم اپنی بے عقلی کی وجہ سے جس باطل راہ کی میری معاونت چاہتے ہو اس میں تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خسارہ ہے۔

مزید قوم نے یہ کہا :

﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ انہوں نے کہا ہم نے برا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے۔

(پ ۱۹ سورۃ نمل ۴۷)

حضرت صالح علیہ السلام جب مبعوث ہوئے اور قوم نے تکذیب کی اس کے باعث بارش رک گئی قحط ہو گیا لوگ بھوکے مرنے لگے اس کو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تشریف آوری کی طرف نسبت کیا اور آپ کی آمد کو بد شگونی سمجھا آپ نے قوم کو جواب دیا :

﴿قَالَ طَائِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾

(پ ۱۹ سورۃ نمل ۴۷)

آپ نے کہا تمہاری بد شگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صالح علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ بد شگونی جو تمہارے پاس آئی یہ تمہارے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، تم فتنے میں مبتلا ہو، تمہارا اپنے باطل دین کو صحیح سمجھنا، بت پرستی پر قائم رہنا، یہ در حقیقت تمہارے لئے فتنہ ہے۔

(ماخوز از خزائن العرفان)

قوم نے آپ کو جادوگر کہا :

﴿قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴾

انہوں نے کہا کہ تم پر تو جادو ہوا ہے۔

یعنی تم پر بار بار کثرت سے جادو کیا گیا ہے اسی لئے تمہاری عقل سلامت نہیں رہی تم ہمارے ساتھ بے وقوفی کی باتیں کر رہے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کا دین چھوڑ دیں۔

marfat.com
Marfat.com

کے ناظم تھے اور تیسرا شخص یعنی رباب بن صمعر کاہن تھا ، ان لوگوں کے سامنے ہی اونٹنی نے بچہ جنا جو اسی اونٹنی جتنا تھا۔

چونکہ صالح علیہ السلام نے رب کے حکم سے بیان کر دیا تھا کہ ایک دن پانی پینے کی باری اونٹنی کی ہو گی اور ایک دن تمہاری اور تمہارے جانوروں اور باقی جنگلی جانوروں اور پرندوں وغیرہ کی۔

اونٹنی اپنے بچے کے ساتھ جنگل میں چرتی تھی اپنی باری کے دن اونٹنی اور اس کا بچہ سارا پانی پی جاتے تھے یعنی کنوئیں میں منہ رکھتی اور اٹھاتی اس وقت جب پانی ختم ہو جاتا وہ دودھ اتنا زیادہ دیتی تھی کہ وہ لوگ پیتے اور اپنے برتن بھر لیتے وہ اونٹنی گرمیوں میں وادیوں کے ظاہری حصہ میں چرتی تھی تو اونٹنی کو دیکھ کر ان کے جانور وادیوں کے نشیبی اندرونی حصہ میں بھاگ کر چلے جاتے ، سردیوں میں وہ اونٹنی نشیبی حصہ میں چرتی تو ان کے جانور بھاگ کر وادیوں کے بالائی حصہ میں آجاتے ، انہیں اس صورتحال سے بہت مشکل در پیش آرہی تھی انہوں نے اس اونٹنی کو اپنی راہ سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا کہ اسے مار دیا جائے تاکہ ہمیں اس سے نجات حاصل ہو جائے۔

(از حاشیہ جلالین ص ۱۳۶)

اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں :

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ﴾

(پ ۳۰ سورة الشمس ۱۴)

توانہوں نے آپ کی تکذیب کی پھر اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں۔

صالح علیہ السلام نے انہیں پہلے ہی بتایا تھا کہ اس اونٹنی کو برائی میں مس نہ کرنا ورنہ تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن وہ باز نہ آئے جب اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں تو آپ نے انہیں کہا کہ اب عذاب قریب آچکا ہے :

﴿ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴾

توانہوں نے اس کی کوچیں کاٹیں تو صالح علیہ السلام نے کہا اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو (نفع حاصل کر لو) یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہو گا۔

marfat.com

Marfat.com

مختصر واقعہ قوم ثمود :

قوم عاد کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو آباد کیا ان کو لمبی عمریں عطاء کیں ،وہ پہاڑوں میں بڑی مہارت کاریگری سے تراش تراش کر گھر بناتے، رب تعالیٰ نے ان کو خوشحال بنایا، مالی وسعت عطا کی، توانہوں نے رب تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دی اور زمین میں فساد برپا شروع کر دیا ،تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو بھیجا جو ان کے قبیلہ کے اشراف یعنی سردار قبیلہ سے تھے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں ڈرایا ،انہوں نے آپ علیہ السلام سے نشانی طلب کی ،تو آپ نے فرمایا :

تم کون سی نشانی طلب کرتے ہو ؟انہوں نے کہا تم ہمارے ساتھ ہماری عید کے پروگراموں کے لئے شہر سے باہر ہمارے ساتھ چلنا ہم اپنے معبودوں سے دعا کریں گے، تم اپنے معبود سے دعا کرنا جس کی دعا قبول ہوگئی دوسرے اس کی تابعداری کریں گے۔

آپ علیہ السلام ان کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لے گئے انہوں نے اپنے بتوں سے دعا کی جو قبول نہ ہو سکی ،ان کے ایک سردار جندع بن عمرو نے ایک اکیلی چٹان کی طرف اشارہ کیا، جس کا نام "کافیہ" تھا۔ اس نے کہا اس چٹان سے ایک اونٹنی نکالو جو حاملہ ہو اگر تم نے ایسا کر دیا تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں کہا : اگر میں ایسا کروں تو کیا تم ضرور ایمان لاؤ گے ؟ انہوں نے کہا : ہاں۔ تو آپ علیہ السلام نے نوافل ادا کئے اور رب سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔

وہ لوگ دیکھ رہے تھے کہ پہاڑی چٹان میں بالکل وہی کیفیت پیدا ہوئی جس طرح کسی جانور پر پیدائش کے وقت ہوتی ہے، درد کی وجہ سے کراہنا، اضطراب وغیرہ۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے وہ چٹان پھٹی اس سے حاملہ اونٹنی پیدا ہوئی، جس کے جسم پر اون تھی ،پیٹ بڑا تھا، آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر جندع بن عمرو اور اس کے ساتھ چند اور لوگوں نے ایمان قبول کر لیا ، باقی لوگوں کو ایمان لانے سے ذواب بن عمرو اور احباب اور رباب بن صمعر نے منع کر دیا۔ یہی دونوں شخص ان کے بتوں پر مقرر تھے یعنی بت خانہ

marfat.com

Marfat.com

حضرت صالح علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ :

﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ، قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّه وَاَهْلَه ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّه مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِه وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ، وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ ، سورۃ شعراء ۴۸ ، ۵۰)

اور اس شہر میں نو شخص تھے جو فتنہ و فساد برپا کرتے تھے اس علاقہ میں اور اصلاح کی کوئی کوشش نہ کرتے انہوں نے کہا آؤ اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کرلیں کہ شب خون مار کر صالح علیہ السلام اور اس کے اہل خانہ کو ہلاک کردیں گے پھر کہہ دیں گے اس کے وارث سے کہ ہم تو (سرے سے) موجود ہی نہ تھے جب انہیں ہلاک کیا گیا اور (یقین کرو) ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں اور انہوں نے جب خفیہ سازش کی، اور ہم نے بھی خفیہ تدبیر کی وہ (ہماری تدبیر کو) سمجھ ہی نہ سکے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: انہوں نے یہ سازش اونٹنی کی کوچیں کاٹنے کے بعد کی تھی جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ تمہیں تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم پر عذاب آئے گا جو تمہیں برباد کر کے رکھ دے گا، بجائے اس کے کہ وہ اس آخری سازش سے چوکنے ہوتے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر گڑگڑا کر معافی مانگتے انہوں نے الٹا حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش شروع کر دی، انہوں نے کہا ہم پر عذاب آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ اس کے آنے سے پہلے ہم صالح (علیہ السلام) اور اس کے مریدوں کا خاتمہ تو کردیں ۔

جس رات انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کے مکان پر شبخون مارنے کا پروگرام بنایا تھا، اس رات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے رسول کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔ جب یہ اپنی بے نیام تلواریں لہراتے ہوئے آپ پر حملہ کرنے کے لئے لپکے تو فرشتوں نے ان پر پتھراؤ شروع کر دیا، انہیں پتھر تو نظر آتے تھے لیکن مارنے والے دکھائی نہیں دیتے تھے ، چنانچہ ان سب کو اس طرح ہلاک کر دیا گیا اور یہ مہلت کی آخری رات تھی، چنانچہ قوم کے باقی افراد بھی تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ ان شاء اللہ قریب ہی ذکر آرہا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

عذاب سے پہلے تین دن :

جب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ڈرایا کہ اب صرف تین دن تمہیں اپنے گھروں میں رہنا اور نفع حاصل کرنا ہے، پھر تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ تو قوم نے کہا: کہ وہ تین دن ہم پر کیسے گزریں گے؟ آپ نے کہا پہلے دن تمہارے چہرے زرد رنگ کے ہو جائیں گے، دوسرے دن ان کا رنگ سرخ ہو جائے گا اور تیسرے دن سیاہ ہو جائیں گے۔ چوتھے دن تم پر عذاب آجائے گا۔

اگرچہ چہرے سیاہ ہو جانے پر انہیں عذاب کا یقین آچکا تھا لیکن جب تک علامات پر یقین نہیں آرہا تھا اسوقت تک انہیں ایمان اور توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو سکی اور جب انہیں یقین ہوا اب توبہ کرتے بھی تو اس کا کوئی نفع نہ ہوتا کیونکہ ناامیدی کی حالت میں توبہ اور ایمان قبول نہیں ہوتے۔

(تفسیر کبیر ج ۱۸ ص ۲۰)

سب کی رضامندی سے ایک شخص نے کوچیں کاٹیں :

﴿اِذِ انۡبَعَثَ اَشۡقٰـہَا﴾ جب اس کا سب سے بدبخت کھڑا ہوا۔

وہ بدبخت کون تھا؟ " هو قدار بن سالف كان اشقر ازرق قصيرا "

وہ شخص قدار بن سالف تھا جس کا رنگ سرخی زردی مائل تھا آنکھیں اس کی نیلی تھیں، قد اس کا چھوٹا تھا۔

(مدارك التنزيل ص ٣٤٣)

اگرچہ اونٹنی کی کوچیں اس ایک شخص نے کاٹیں لیکن سب کے مشورہ اور سب کی رضامندی سے اس نے یہ کام کیا اسلئے قرآن پاک میں جمع کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے کہ سب نے اس کی کوچیں کاٹیں یہی وجہ تھی کہ سب ہی عذاب کے مستحق ہوئے اگر صرف ایک کا فعل ہوتا دوسرے اسے روکتے اس پر خوش نہ ہوتے تو ان پر عذاب نہ آتا۔

marfat.com

Marfat.com

قوم ثمود پر زمین کا عذاب شدید زلزلہ تھا اور آسمانوں کا عذاب سخت بجلی کی کڑک یا جبرائیل کی شدید ہولناک آواز تھی جس کی وجہ سے انہیں تباہ و برباد کر دیا گیا

خیال رہے قرآن پاک میں قوم ثمود کے عذاب کے لئے تین لفظ استعمال ہوئے ہیں :

﴿ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ ﴾ (پ ۸ سورة اعراف ۷۸)

تو انہیں زلزلہ نے آلیا

﴿ وَاَخَذَ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوا الصَّیۡحَةُ ﴾ (پ ۱۲ سورة هود ۶۷)

اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا ۔

ان دونوں کا مطلب تو وہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے کہ زمین میں زلزلہ اور آسمانوں سے گرجدار آواز تھی۔ ان کے عذاب کے لئے تیسرا لفظ یہ استعمال ہوا :

﴿ وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُهۡلِكُوۡا بِالطَّاغِيَةِ ﴾ (پ ۲۹ سورة الحاقة ۵)

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس کا ترجمہ کیا " ثمود تو ہلاک ہو گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے " اس سے پتہ چلا کہ الصیحۃ اور الطاغیۃ سے مراد ایک ہی ہے ۔

تاہم بعض مفسرین نے یہ معنی بھی کیا ہے کہ " طاغیه " سے مراد ان کے جرائم و فسادات کا حد سے گزرنا ہے ۔ مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے حد سے بڑھنے والے جرائم کی وجہ سے ہلاک کئے گئے اس معنی کے لحاظ سے "طاغیه" عذاب نہیں بلکہ عذاب کا سبب ہے۔

صالح علیہ السلام اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات :

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَمِنۡ خِزۡیِ یَوۡمِئِذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ﴾

پھر جب ہمارا حکم آیا (یعنی عذاب آیا) ہم نے صالح علیہ السلام اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے، بیشک تمہارا رب قوی عزت والا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ نے فرمایا: " تسعة رهط " رهط کا معنی ہے تین سے لے کر دس تک یا سات سے لے کر دس تک کا گروہ۔ اس قبیلہ کے نو سردار تھے، ان کے لڑکے حضرت صالح علیہ السلام کے مخالفت میں ہمیشہ سرگرم رہا کرتے تھے، ہر رئیس زادہ کے ساتھ اس کے مددگاروں کی بھی ایک ٹولی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے انہیں "تسعة رهط" سے تعبیر کیا گیا، یعنی نو قبیلے (اگرچہ نو شخص تھے)۔

جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ہماری ایذاء رسانیوں کے باوجود حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی باز نہیں آئے تو انہوں نے ایک جگہ بیٹھ کر سازش کی کہ رات کو بے خبری میں صالح علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے انہیں تہ تیغ کر دو، اگر ان کے کسی وارث نے ہم سے دریافت کیا تو ہم انہیں یقین دلا دیں گے کہ ہمارا ان کے قتل کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں، اور نہ ہی ہمیں اس کے قتل کا کوئی علم ہے۔ تو وہ خاموش ہو جائیں گے۔

ہو سکتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے وارث کمزور اور غرباء لوگ ہوں تو انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ انہیں کیا مجال ہو گی کہ ہم سے وہ زیادہ تکرار کریں؟ اس طرح وہ خاموش ہو جائیں گے۔ قتل کرنے کا منصوبہ بنانے والے خود تباہ برباد ہو گئے۔ سبحان اللہ مولائے کائنات تیری قدرت کے کارنامے عجیب ہیں۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن)

قوم ثمود کے کفار پر عذاب الٰہی:

﴿ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ، فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾

پس انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح (علیہ السلام) ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو تو انہیں زلزلہ نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے

﴿ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ اى الزلزلة الشديدة من الارض والصيحة من السماء ﴾

(جلالین ص ۱۳۶)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام

﴿ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَابِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴾

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۸۳، ۸۴)

اور ایوب (علیہ السلام) (کو یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ "مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے" تو ہم نے اس کی دعا سن لی، تو ہم نے دور کردی جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اسے گھر والے اور اتنے ہی ان کے ساتھ اور عطاء کئے اپنے پاس سے رحمت فرما کر اور بندگی والوں کے لئے نصیحت ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے باپ کا نام انوص ہے۔ آپ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیص کی اولاد سے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ آپکی زوجہ کا نام رحمۃ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھی۔

حلیہ مبارک :

حضرت ایوب علیہ السلام کے بال گھنگریالے، آنکھیں موٹی، خوبصورت، شکل وصورت بہت خوبصورت، گردن چھوٹی، سینہ چوڑا، پنڈلیاں اور کلائیاں موٹی تھیں۔ اور آپ کا قد لمبا تھا۔

(روح المعانی ج ۹ حصہ دوم ص ۸۰)

آپ کے اوصاف :

آپ مسکینوں پر رحم کرتے تھے، یتیموں کی کفالت فرماتے، بیوہ عورتوں کی معاونت (امداد) کرتے مہمانوں کے ساتھ عزت و تکریم اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

(تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

یہ رب تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے کہ ایک ہی ملک میں ایک ہی علاقہ میں کفار کو زلزلہ ہولناک کڑک سے تباہ وبرباد کر دیا لیکن اپنے نبی اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو ذرا تکلیف نہ ہونے دی کفار کو ذلیل وخوار کر دیا ان کو رسوا ہونا پڑا لیکن ایمان والوں کو اس ہولناک تباہی اور اس کی رسوائی سے بچالیا۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہیں اور رب تعالیٰ کی عظیم قدرت پر کامل ایمان رکھیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

کرتا ہے، مصائب و آلام میں کوئی شکوہ تو زبان پر نہیں لاتا۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ بہت مال و دولت عطا کر کے آزماتا ہے کہ میرا بندہ کتنا شکریہ ادا کرتا ہے ؟

حضرت ایوب علیہ السلام کو پہلے آرام و صحت ، مال و دولت ، اولاد اور ہر طرح کی خوشیاں عطا کر کے آزمایا ، اس میں بھی آپ نے عظیم کامیابی حاصل کی۔ آپ علیہ السلام نے شکریہ ادا کر کے بے مثال نمونہ پیش کیا۔ اس کے بعد آزمائش کا دوسرا دور شروع ہوا کہ زمین کے نیچے سے قدرتی آگ نے آپ کے باغات، کھیتیاں، اونٹ، بکریاں ، چرواہے جلا کر راکھ کر دیئے ۔جب آپکو پتہ چلا تو آپ نے کہا :

" انها ماله اعارنیه وهو اولی به اذا شاء نزعه "

یہ سب مال و دولت اللہ نے ہی عطا کیا تھا وہی اس کا مالک حقیقی ہے جب وہی اس کا حقدار ہے تو اسے حق پہنچتا ہے جب چاہے لے لے مجھے اس میں کچھ کہنے کی کوئی مجال نہیں۔

آپکی اولاد ایک مکان میں تھی وہاں زلزلہ آیا مکان گر گیا آپ کی اولاد فوت ہو گئی، مکان کی چھت اور دیواریں گرنے سے آپ کے بچوں پر کیا حال گزرا ہو گا؟ جسم چکنا چور ہوئے ہوں گے، ہڈیاں ٹوٹی ہوں گی ، سر پھٹے ہوں گے ، خون کے فوارے چلے ہوں گے ، لیکن یہ حال سن کر بھی اللہ کے نبی نے صبر کا کمال مظاہرہ کیا، وہی الفاظ زبان پر کہ "سب کچھ رب تعالیٰ کا ہے جو چاہے کرے "

آپ کے جسم میں شدید حرارت سے ایسا اثر ہوا، یوں محسوس ہوتا کہ آپ کے جسم میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں ، سر سے لیکر قدم تک آبلے پڑ گئے ، شدید خارش ہونے لگی ، ناخنوں سے جسم کو کھجلاتے رہے ، یہاں تک کہ ناخن گر گئے پھر ٹھیکریوں یا پتھروں سے اپنے جسم کو کھجلاتے ، جسم شدید زخمی ہو گیا ، زخموں میں بو آنے لگی، ان میں کیڑے پڑ گئے ۔ سارے جسم میں صرف آنکھیں دل اور زبان محفوظ تھے ۔ابن عساکر نے بیان کیا :

" ان الدودة لتقع من جسد ایوب علیه السلام فیعیدها الی مکانها ویقول کلی من رزق الله تعالیٰ "

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم سے اگر کوئی کیڑا نیچے گر جاتا تو آپ پھر اسے اپنی جگہ لوٹا دیتے اور کہتے اللہ تعالیٰ نے جو رزق تمہیں دیا ہے وہ کھاؤ۔

marfat.com

Marfat.com

مال و دولت کی فراوانی :

اللہ تعالیٰ نے آزمائش سے پہلے آپ کو کثیر مال و دولت دے رکھا تھا، کھیتی باڑی ،باغ، غرض یہ کہ ہر قسم کے مال و دولت سے نوازا۔ ہر قسم کے جانور یعنی بھیڑ بکریاں گائے بھینس اونٹ وغیرہ کی کثرت تھی۔ پانچ سو جوڑیاں بیلوں کی ہل چلانے والی تھیں، پانچ سو غلام خدمت گزاری کے لئے۔ پھر ہر غلام کی زوجہ اور اولاد بھی بطور خدام آپ کے پاس رہتے تھے۔

آزمائش سے پہلے اولاد :

"وکان له سبعة بنين وسبع بنات" آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔

(ماخوذ از روح المعانی)

فرشتوں میں آپ کی بلندی شان کا چرچا :

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے جو قرب حاصل ہے وہ دوسرے فرشتوں کو حاصل نہیں، اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست کلام فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جب کسی کو پسند فرماتا ہے تو اس کا ذکر جبرائیل امین سے کرتا ہے، وہ میکائیل علیہ السلام سے ذکر کرتے ہیں، وہ دوسرے مقرب فرشتوں سے ذکر کرتے ہیں۔ جب ان مقرب فرشتوں میں اللہ تعالیٰ کے اس خاص بندے کے ذکر کا چرچا ہو جاتا ہے تو تمام فرشتے اس پر رحمتیں نچھاور کرتے ہیں۔ پھر آسمانوں کے تمام فرشتے رحمتیں بھیجتے ہیں۔ پھر زمینوں کے فرشتے اس بندے پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا بھی اسی طرح تمام فرشتوں میں ذکر خیر کا چرچا ہوتا رہتا تھا۔

(تفسیر کبیر)

آزمائش کی گھڑیاں :

اللہ تعالیٰ کبھی اپنے مقرب بندوں کو شدید مشکلات میں مبتلا کر کے آزماتا ہے کہ وہ میرا بندہ کتنا صبر

marfat.com

Marfat.com

بیماری کی وجہ سے طبیعت میں سخت مزاجی آگئی ہو، زیادہ مناسب یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اتنی بڑی ناراضگی کی وجہ بھی یقیناً کوئی بڑی ہو گی، جیسے مفسرین نے ایک وجہ یہ بیان کہ ہے کہ شیطان آپ کی زوجہ کے پاس طبیب کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے خاوند بہت بڑی تکلیف میں مبتلا ہیں اگر تم چاہتی ہو تو میں انہیں دوا دیتا ہوں جس سے وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ جب وہ صحت یاب ہو جائیں تو وہ اس کے بدلے میں میرا شکریہ صرف ان الفاظ میں ادا کریں۔

"انت شفیتنی" تو نے مجھے شفا دی ہے۔

آپکی زوجہ نے یہ بات معمولی سمجھی اور ان کا خیال بن گیا کہ اس پر عمل کرنا تو آسان ہے۔

جب حضرت ایوب علیہ السلام کے سامنے آکر اس نے پورا ماجرا بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ شیطان میرے امتحان میں مجھے ناکام کرنا چاہتا ہے، آپ علیہ السلام اپنی زوجہ سے ناراض ہو گئے آپ نے فرمایا: اگر میں ٹھیک ہو گیا تو تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ ابھی تمہارے ہاتھوں سے کوئی چیز نہیں کھاؤں گا۔

(روح المعانی)

اسی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام نے رب کے حضور عرض کیا:

﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴾ (پ ۲۳ سورۃ ص ۴۱)

مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذاء لگا دی۔

آزمائش کا وقت ختم ہوتا ہے:

﴿ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴾

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۸۳، ۸۴)

اور ایوب (علیہ السلام) کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو ہم نے اس کی دعا سن لی تو ہم نے دور کر دی

marfat.com

Marfat.com

مشکل کا ساتھی :

آپکی بیماری نے جب شدت اختیار کرلی تو تمام اقرباء نے آپ کو چھوڑ دیا۔ "بثنیہ" شہر کے باہر آپ کو ایک جھونپڑی بنا کر دے دی گئی کہ یہ مرض کہیں دوسروں تک بھی نہ پہنچ جائے ، جب وہ سارے ساتھ چھوڑ گئے تو اس وقت آپ کی زوجہ جس کا نام رحمة بنت افرائیم بن یوسف تھا ،وہ بدستور آپ کے ساتھ رہی۔ آپکی خدمت گزاری میں رہی ،آپ علیہ السلام کی دیکھ بھال کرتی، آپ کو کھانا فراہم کرتی ، آپ کی ضروریات کا ہر طرح خیال کرتی۔ سبحان اللہ! اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کی پوتی کتنی نیک اور صابرہ تھی۔

ایوب علیہ السلام کا بے مثال صبر :

ایک دن آپ کی خدمت گزار، وفادار ،نیک شعار، بامراد ، نیک زوجہ نے عرض کیا :

﴿ لو دعوت اللہ تعالیٰ ﴾

کاش تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے، اللہ تعالیٰ تمہاری تکلیف دور فرمادیتا : یہ سن کر آپ نے فرمایا

" کم کانت مدة الرخاء فذکرت مدة کثیرة وفی روایة ثمانین سنة "

عیش و عشرت راحت و سکون مال و دولت کی فراوانی میں کتنا وقت گزرا؟ آپ کی زوجہ نے عرض کیا بہت وقت گزرا ایک روایت میں ہے کہ آپکی زوجہ نے کہا اسی (۸۰) سال گزرے ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا :

" انی استحیی من اللہ ان ادعوہ وما بلغت مدة بلائی مدة رخائی "

مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس سے دعا کروں جبکہ میری آزمائش کا وقت اتنا بھی نہیں ہوا جتنا میری آسائش کا وقت تھا۔

زوجہ کی غلطی پر ناراضگی کا اظہار :

ایک مرتبہ آپ نے زوجہ کو طلب کیا تو دیر سے حاضر ہونے پر آپ ناراض ہو گئے ، ممکن ہے

marfat.com

Marfat.com

جمہور حضرات کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام فوت شدہ اولاد کو زندہ کر دیا اور مریضوں کو عافیت دے دی اور تمام بکھرے ہوؤں کو جمع کر دیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپکو دوبارہ شباب (جوانی) عطاء فرمائی اور پھر پہلی اولاد کی طرح اور اولاد عطاء فرمادی ۔ اسی طرح آپکو کثیر مال ودولت عطا فرمایا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے سونے کی مکڑیوں کی بارش کی، آپ علیہ السلام پکڑ پکڑ کر ایک کپڑے میں ڈالتے رہے ،یہاں تک کہ آپ نے ایک چادر بچھا کر اس میں جمع کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ " اے ایوب تم سیر نہیں ہوتے ؟" آپ نے عرض کیا اے مولائے کائنات تیرے فضل سے کون سیر ہو سکتا ہے ؟ آپ علیہ السلام نے اٹھارہ سال بیماری اور تکلیف میں گزارے تھے پھر رونقیں بحال ہو گئیں۔

آپ کی زوجہ کی مشکل رب نے آسان کر دی :

چونکہ آپ نے شرعی عذر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر زوجہ سے ناراض ہو کر قسم اٹھادی تھی ،کہ میں درست ہو کر تمہیں ایک سو کوڑے ماروں گا۔اب تندرست ہونے پر قسم کو پورا کرنا لازم تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کے نبی کی زوجہ کو کوڑوں سے بچالیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے بھی اسی کی رضا کے لئے قسم اٹھائی تھی ،لیکن ان کی زوجہ نے بھی رب کی رضا کی خاطر ہی اپنے خاوند کی اس وقت خدمت کی ،جب سب لوگ چھوڑ چکے تھے۔ اس طرح رب نے دونوں کی ادا کو پسند کیا، نہ نبی کو منع کیا اور نہ ان کی زوجہ کو کوڑے لگانے دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثاً فَاضْرِبْ بِهٖ وَلاَ تَحْنَثْ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ﴾

(پ ۲۳ ، سورة ص ٤٤)

فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اسے مار دے اور قسم نہ توڑ بے شک ہم نے اسے

marfat.com

Marfat.com

جو تکلیف اسے تھی اور ہم نے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے اپنے پاس رحمت عطا کر کے اور بندگی والوں کے لئے نصیحت ہے۔

" انه عليه السلام الطف فى السؤال حيث ذكر نفسه بما يوجب الرحمة وذكر ربه بغاية الرحمة ولم يصرح المطلوب "

(تفسیر کبیر)

حضرت ایوب علیہ السلام نے بہت ہی پیارے ، لطیف انداز میں اپنی پریشان حالی ، تکالیف کا تذکرہ کیا۔ رب کی بے حساب رحمت کا ذکر کیا گیا، لیکن یہ عرض نہیں کیا کہ " اے مولائے کائنات میری تکلیف کو دور فرما ، کیسا صبر ہے ؟ اور رب کے حضور التجا کرنے کا کیسا حسین انداز ہے۔ ؟

چشمہ شفا :

﴿ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ ص ۴۲)

رب تعالیٰ نے فرمایا : زمین پر اپنا پاؤں مارو، یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو۔

آپ کو حکم ہوا کہ آپ اپنا پاؤں زمین پر مارو تو اس سے چشمہ جاری ہو گا، اس سے پانی پیو اور نہاؤ تمہیں شفا حاصل ہو گی۔ آپکو نہانے سے ظاہری جسم کی تمام بیماریوں سے شفا حاصل ہو گئی اور پانی پینے سے اندرونی تمام بیماریوں سے شفا مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنتی لباس عطا فرمایا، آپ علیہ السلام لباس زیب تن کر کے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے، آپ کی زوجہ آئیں تو اس نے آپ کو نہ پہچانا، وہ آپ ہی سے پوچھنے لگی۔ اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار شخص تھا وہ کہاں گیا؟ پریشان ہو کر پوچھا کہیں بھیڑیے تو نہیں لے گئے۔ بار بار پریشانی سے جب پوچھ رہی تھیں تو آپ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے میں ہی ایوب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا کر دی ہے۔

مال و اولاد واپس مل گئے :

" وفى البحر الجمهور على انه تعالىٰ احياله من مات من اهله وعافى المرضى وجمع عليه من تشتتت منهم "

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ :

حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں کیڑے پڑنے کا واقعہ سند کا محتاج ہے ۔یعنی سند صحیح سے ثابت نہیں ہے لیکن خیال رہے کہ اسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سند کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

" واخرج احمد فی الزهد عن الحسن انه قال ماكان بقی من ایوب علیه السلام الا عینا و قلبه ولسانه فكانت الدواب تختلف فی جسده واخرج ابونعيم وابن عساكر عنه ان الدودة لتقع من جسم ایوب علیه السلام فيعيدها الى مكانها ويقول: [كلی من رزق الله] "

(روح المعانی ج ۹ جز ۲ ص ۸۰)

احمد ابو نعیم اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں ماسوائے آنکھوں، دل اور زبان کے کوئی جگہ نہیں تھی جہاں کیڑے نہ پڑے ہوں جب کوئی کیڑا نیچے گر جاتا تو آپ اسے اٹھا کر پھر اپنی جگہ رکھ دیتے اور فرماتے اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھا جو اس نے تجھے دیا ہے۔

معتزلہ نے بھی کیڑے پڑنے والی روایت پر اعتراض کیا ہے ۔البتہ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ابتلاء جائز قرار دیا ہے ؛ کیونکہ انبیائے کرام پر آزمائش زیادہ ہوتی ہے۔ کیڑے پڑنے کا ذکر تفسیر بیضاوی، تفسیر بغوی ، تفسیر مظہری اور تفسیر کبیر وغیرہ معتبر کتب تفاسیر میں کیا گیا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

صابر پایا کیا اچھا بندہ ہے بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ سو تیلیوں (تنکوں) والا ایک جھاڑو لیں اپنی زوجہ کو ماردیں۔ اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی ہے کہ اس نے خود اپنے فضل و کرم سے حضرت ایوب علیہ السلام کو یہ اجازت دی، ورنہ کوئی اور انسان ایسی قسم اٹھائے تو اس کی قسم اس طرح جھاڑو مارنے سے پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے یہ لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

خیال رہے کسی شرعی کام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے رعایت ملے تو یہ ان کی مہربانی ہے، وہ مالک ہیں، چاہیں تو معاف کر دیں اور چاہیں تو اس میں آسانی کی راہ پیدا کر دیں، لیکن انسان خود کوئی ایسا حیلہ کرے کہ اس کی وجہ سے حکم شرعی اس سے ٹل جائے، یہ ناجائز ہے۔ انسان کسی ایسے حیلے کو اختیار کرے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنی پڑے یا روزے گرمیوں میں نہ رکھنے پڑیں، بلکہ سردیوں میں قضا کرینگے۔ اس طرح کے ہتھکنڈے بغیر عذر شرعی کے باطل ہوں گے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

﴿ عندی ان کل حیلة اوجبت ابطال حکمة شرعیة لا تقبل کحیلة سقوط الزکوة ﴾
(روح المعانی)

میرے نزدیک ہر حیلہ جس میں شرعی احکام کی حکمت کا باطل ہونا لازم آئے وہ قبول نہیں کیا جائے گا، جس طرح کوئی حیلہ کرے کہ مجھ پر زکوٰۃ لازم نہ آئے وغیرہ۔

(مکمل واقعہ ماخوذ از تفسیر کبیر و روح المعانی پ ۱۷ ، پ ۲۳)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آسائش میں اس کی نعمتوں کا شکر کرنے اور آزمائشوں میں صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، رزق حلال عطا فرمائے اور نیک و فادار زوجہ عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

marfat.com

Marfat.com

حضرت یسع علیہ السلام :

آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطاء فرمائی اور اس کے ساتھ ہی آپ کو بادشاہت بھی عطا فرمائی، آپ دن کو روزہ رکھا کرتے تھے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے تھے۔ آپکو کسی بات پر غصہ نہیں آتا تھا، خصوصاً آپ اپنی امت کے معاملات میں بڑی متانت سے فیصلہ فرماتے، کسی قسم کی جلدبازی اور غصہ سے فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔

آپ علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو بنی اسرائیل کے کچھ بڑے آدمی مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ بادشاہت میں اپنا جانشین کسی کو مقرر کر دیں تاکہ ہم اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کریں، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ملک کی باگ دوڑ میں اس کے حوالے کروں گا جو مجھے تین باتوں کی ضمانت دے۔ کسی شخص نے بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے کی ضمانت دینے کے متعلق آپ سے کوئی بات نہ کی۔ سوائے ایک نوجوان کے اس نے کہا میں ضمانت دیتا ہوں، آپ نے اسے کہا بیٹھ جا۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی اور شخص بات کرے لیکن پھر آپ کے کہنے پر وہی نوجوان ہی کھڑا ہوا اس نے ذمہ داری قبول کرنے کی یقین دہانی کرائی۔

آپ علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے۔ تین چیزوں کی ذمہ داری قبول کرو۔

☆ ایک یہ کہ تمام رات عبادت میں گزارنی ہے، سونا نہیں۔

☆ دوسری بات یہ ہے کہ ہر روز دن کو روزہ رکھنا ہے۔

☆ تیسری چیز یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا۔

جب اس نوجوان نے تین چیزوں کی ذمہ داری قبول کرلی تو آپ نے بادشاہی کا نظام اس کے سپرد کر دیا۔ خیال رہے نبوت میں خلیفہ نہیں بنایا جاسکتا، اللہ تعالیٰ جسے چاہے نبی بنا دے۔

﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَه‌ ﴾

(پ ۸ سورت انعام ۱۲۴)

اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس نے منصب رسالت کسے عطا کرنا ہے۔

(ماخوذ از روح المعانی ج ۹ حصہ دوم ص ۸۲)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ذوالکفل اور حضرت یسع علیہما السلام

﴿ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴾

یاد کرو اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کو اور سب اچھے ہیں۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام :

آپ کا نام " بشر " ہے یا " شرف " ہے۔ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ آپ کے متعلق اور بھی مختلف اقوال ہیں ، تاہم اسی قول مذکور کی طرف زیادہ رجحان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے باپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد نبی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ آپ لوگوں کو میری وحدانیت پر ایمان لانے کی طرف بلائیں، کہ میرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

آپ عمر بھر شام کے علاقہ میں ہی رہے ، اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے رہے ، پچھتر (۷۵) سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے عبدان کو وصیت کی تھی کہ میری وفات کی بعد نیکی کے عمل پر قائم رہنا ،لوگوں کو بھی ایمان اور نیک اعمال کی ترغیب دینا۔

آپ علیہ السلام یتیموں محتاجوں غریبوں بیوہ عورتوں پر رحم فرماتے ، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے ، انہی محتاج لوگوں کی کفالت کی وجہ سے ہی آپ کا نام " ذوالکفل " (کفالت کرنے والا) پڑ گیا تھا۔

(روح المعانی ج ۹ ح: ۵ دوم ص ۸۲)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

دونوں حضرات نے وہ کھانا مل کر کھایا اس کھانے میں روٹی مچھلی وغیرہ نازل کی گئی، پھر عصر کی نماز دونوں حضرات یعنی نبی کریم ﷺ اور الیاس علیہ السلام نے مل کر ادا کی۔

آپ نے قوم کو کہا:

حضرت الیاس علیہ السلام نے قوم کو کہا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟ تمہیں چاہئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو اور اس کے نواہی (جن کاموں سے رب نے منع کیا ہے) سے اجتناب کرو، تم بت پرستی کرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بت سے حاجات طلب کر رہے ہو، اور اس ذات کو چھوڑ رہے ہو، یعنی اس ذات کی عبادت نہیں کر رہے ہو اور اس سے تم اپنے مقاصد حاصل نہیں کر رہے ہو جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

خیال رہے خالق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے بغیر کوئی خالق نہیں، یہاں اللہ تعالیٰ کو احسن الخالقین کہا گیا ہے؛ کیونکہ ان کے گمان کے مطابق رب کے بغیر بھی خالق تھے، تو کہا گیا ہے جن کو تم خالق مانتے ہو ان سب سے اچھا خالق اللہ تعالیٰ ہے یا مجازی طور پر دوسرے کاموں کے ایجاد کرنے والوں کو وہ لوگ خالق کہہ دیتے تھے تو آپ نے بھی ان کے قول کے مطابق کلام فرمایا ہو۔

قوم الیاس کا بت:

ان کے بت کا نام "بعل" تھا۔ یمن کی لغت میں "بعل" کا معنی رب ہے۔ وہ کہتے تھے:

"من بعل هذا الدار"؟

اس گھر کا مالک کون ہے؟

اسی وجہ سے خاوند کو بھی "بعل" کہا گیا ہے قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ ﴾

اور ذکر کیا گیا ہے: ﴿ وَهٰذَا بَعْلِیْ شَيْخًا ﴾

marfat.com

Marfat.com

حضرت الیاس علیہ السلام

﴿ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ، اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ اَللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ، اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ سَلَامٌ عَلٰٓى اِلْيَاسِيْنَ ، اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۲۳ ، ۱۳۲)

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا ڈرتے نہیں کیا تم بعل (بت کا نام) کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلوں باپ دادا کا پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور پکڑے جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے اور ہم نے پچھلوں میں اس کی ثناء باقی رکھی سلام ہو الیاس علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں پر بے شک ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بے شک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل ایمان والے بندوں سے ہے

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، آپ کا نسب مشہور قول کے مطابق یہ ہے الیاس علیہ السلام بن یاسین بن فحاص بن العیزار بن ہارون۔

حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام کی ہر سال ملاقات:

حضرت الیاس علیہ السلام خشکی پر مقرر کیے گئے تھے اور حضرت خضر دریاؤں پر اور جزیروں پر مقرر ہیں، ہر سال حج کے موقع پر ان دونوں کی ملاقات ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ اور الیاس علیہ السلام کی ملاقات:

ایک سفر کے دوران کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی، آسمانوں سے اللہ تعالیٰ نے کھانا اتارا

marfat.com

Marfat.com

هذا الاحتمال قائما فی الذئب والجمل والجذع وذالك يقدح فی كون هذه الاشياء معجزات"

(تفسیر کبیر ج ۲۶، ص ۱۶۱)

بعض لوگوں کا جو یہ قول ہے کہ بعل بت کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا اور ان کو گمراہی کے راستہ پر چلانے کا کام کرتا تھا اس کا تسلیم کرنا بہت مشکل ہے اگر اسے مان لیا جائے تو بہت سے معجزات پر عیب لازم آئے گا اور ان پر اعتبار ہی ختم ہو جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کے معجزات میں ان معجزات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے بھیڑیئے نے کلام کیا، آپ ﷺ سے اونٹ نے کلام کیا، آپ نے جب منبر بنوا لیا تو جس ستون سے آپ پہلے سہارا لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ وہ رونے لگا، آپ نے اسے تسلی دی۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ شیطان جسموں میں داخل ہو کر کلام کرتا ہے تو یہ احتمال بھیڑیئے اور اونٹ اور کھجور کے تنے یعنی اس رونے والے ستون میں بھی قائم ہو گا کہ (معاذ اللہ) ان میں بھی شیطان نے داخل ہو کر کلام کیا ہو گا اس طرح تو معجزات پر اعتبار ہی اٹھ جائے گا۔

علامہ رازی کی اس بحث سے واضح ہو گیا کہ یہ قول ہی باطل ہے کہ "بعل" کے پیٹ میں شیطان داخل ہو کر کلام کرتا تھا۔

خیال رہے کہ یہاں ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ...... تو انہوں نے اس کی تکذیب کی پس بیشک وہ پکڑے جائیں گے ...... میں اخروی عذاب کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس کے بعد ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ مگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ...... میں استثناء بھی اسی اخروی عذاب سے ہے۔

دنیا میں قوم الیاس کی تباہی اور آپ پر ایمان لانے والوں کی نجات کا ذکر معتبر تفاسیر میں نظر نہیں آسکا۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمہ بھی یہی ظاہر کر رہا ہے ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْيَاسِيْنَ﴾ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے کیا ہے " سلام ہو الیاس علیہ السلام پر" اس میں ایک قول یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں پر سلام ہو۔ ایک قرات میں آل یاسین ہے، چونکہ الیاس علیہ السلام بن یاسین ہیں یعنی یاسین کی آل پر سلام ہو اس سے مراد الیاس علیہ السلام ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ان دونوں مقاموں میں بعل کا معنی خاوند ہے، چونکہ وہ اس بت کو اپنا رب مانتے تھے۔ اس کا نام ہی انہوں نے بعل رکھا ہوا تھا۔ اس بت کی لمبائی بیس ذراع (تیس فٹ) تھی۔ وہ سونے کا بنا ہوا تھا اس کے چار منہ تھے۔ وہ اس کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔ اس کی خدمت کے لئے انہوں نے چار سو خادم رکھے ہوئے تھے، وہ خدام چونکہ ان کے معبود کے خدمت گزار رہتے تھے، اسلئے وہ ان کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے۔ بعض مفسرین نے "ابنائهمُ" کی جگہ "انبیاء" تحریر کیا ہے کہ وہ ان خادموں کو اپنے خدا کا نبی سمجھتے تھے۔

شہر بعلبک:

"بعلبک" شہر کا نام اس لئے بعلبک رکھا گیا ہے کہ اس وقت کے حاکم کا نام "بک" تھا۔ اور اس کے معبود کا نام "بعل" تھا۔ اس نے ایک شہر آباد کیا جس کا نام اس نے اپنے اور اپنے معبود کے نام سے مرکب کر کے "بعلبک" رکھا نحو کی تمام کتب میں ایسا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ "بک" اس جگہ کا نام تھا جہاں انہوں نے اپنے بت "بعل" کو رکھا ہوا تھا۔ اس طرح بت اور اس کے مندر کے نام سے شہر کا نام "بعلبک" رکھا گیا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

تنبیہ: بعض حضرات نے تحریر کیا ہے کہ "بعل" بت میں شیطان بولتا تھا کہ گمراہی کی طرف ان کی راہنمائی کرتا تھا، وہ بت کچھ احکام جاری کرتا اس کے خدام یعنی جن کو وہ اپنے بت کے نبی سمجھتے تھے لوگوں تک وہ احکام پہنچاتے تھے۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

" واما قولهم ان الشيطان كان يدخل فى جوف بعل ويتكلم بشريعة الضلالة فهذا مشكل لانا ان جوزنا هذا كان ذالك قادحا فى كثير من المعجزات لانه نقل فى معجزات النبى ﷺ كلام الذئب معه و كلام الجمل معه وحنين الجذع ولو جوزنا ان يدخل الشيطان فى جوف جسم ويتكلم فحينئذ يكون

marfat.com

Marfat.com

گئے کہ یونس علیہ السلام نے جس عذاب کے آنے کے متعلق کہا تھا بس وہ آنے ہی والا ہے۔ وہ اتنے شدید خوف میں مبتلا ہوئے کہ ڈر کے مارے شہر کو چھوڑ کر جنگل میں چلے گئے۔

انہوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو جدا کر دیا یہاں تک کہ تمام جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی جدا جدا کر دیا، جبکہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر ایک دوسرے کی طرف مشتاق ہونے کی وجہ سے بے قرار ہو گئے ،وہ اپنی آوازیں نکالنے لگے ۔ان جانوروں کی دردناک آوازیں زبان حال سے آہ وزاری ایک عجیب دردناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ سب انسان مرد عورتیں بچے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے تھے ،رو رہے تھے ، اور عرض کر رہے تھے کہ :

" اللہ تعالیٰ ہم تجھ پر اور تیرے نبی یونس علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں، ہم اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہے ہیں ،اے مولائے کائنات ہمارے گناہ معاف کر دے، ہمیں آنے والے عذاب سے محفوظ رکھ۔"

انہوں نے اگر کسی ایک دوسرے پر مظالم کئے ہوئے تھے تو ان کو معاف کرایا اگر کسی کے حقوق غصب کئے ہوئے تھے تو وہ واپس کئے ، توبہ کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی کی اجازت کے بغیر انہوں نے کوئی پتھر اپنے مکانوں کی بنیادوں میں لگایا ہوا تھا تو بنیادیں کھود کر وہ پتھر نکال کر واپس کیا۔جب انہوں نے ایمان قبول کر لیا ،سچے دل سے توبہ کر لی، تو اللہ تعالیٰ کو ان پر رحم آگیا اور ان سے عذاب سے دور کر دیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر ، و روح المعانی)

قوم یونس کی توبہ کی قبولیت کا دن :

وہ دن عاشورا کا دن تھا ، یعنی دس محرم الحرام اور جمعہ کا دن تھا وہ اپنے ایک بزرگ عالم کے پاس جا کر پوچھ رہے تھے کہ ہم پر عذاب آنے والا ہے ہم کیا کریں ؟ اس نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعائیں کرو۔

﴿ یاحی حین لا حی ویاحی یا محی الموتی ویاحی لا اله الا انت اللهم ان ذنوبنا قد عظمت وجلت انت اعظم منها واجل افعل بان ما انت اهله

marfat.com

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام

﴿ فَلَوْلاَ كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلاَّ قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴾

(پ ۱۱، سورۃ یونس ۹۸)

پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان، (کسی سے ایسا نہ ہوا) سوائے قوم یونس کے ،جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دور کر دیا ان سے رسوائی کا عذاب دنیوی زندگی میں اور ہم نے لطف اندوز ہونے دیا انہیں ایک مدت تک۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے لوگ نینوی علاقہ موصل میں رہتے تھے کفر و شرک بت پرستی میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجا آپ نے انہیں ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کے متعلق حکم دیا لیکن قوم نے آپ کی تکذیب کی، آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے آگاہ کیا کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ آپ خود ان لوگوں سے ناراض ہو کر شہر سے باہر چلے گئے ،جب انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو نہ پایا تو بہت خوف میں مبتلا ہو گئے۔ کہا اب عذاب ضرور آئے گا۔

آپ علیہ السلام نے ان کو ایک خاص مدت تک دنیاوی مال و متاع سے نفع حاصل کرنے کی مہلت دی تھی کہ اگر تم ایمان نہیں لاؤ گے تو فلاں وقت تم عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ مہلت کی مدت میں کئی اقوال ہیں :

وہ مدت چالیس دن تھی۔

(تفسیر کبیر)

وہ مدت تین دن تھی۔

(روح المعانی)

تفسیر کبیر کے مطابق جب پینتیس دن گزر گئے تو آسمان پر شدید سیاہ بادل چھا گئے ، جن سے بہت زیادہ دھواں نکلنے لگا وہ دھواں شہر تک پہنچ گیا اور اس نے مکانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اب وہ لوگ سمجھ

marfat.com

Marfat.com

لیکن آپ واپس لوٹ کر نہ آئے ، تو آپ اپنے سفر کے دوران دریا کو عبور کرنے کے لئے ایک کشتی پر سوار ہوئے، لیکن کشتی بھنور میں پھنس گئی ۔اس وقت کے دستور اور رواج کے مطابق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جب کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگ کر جارہا ہو اور کشتی میں سوار ہو تو وہ کشتی اس وقت تک کنارے پر نہیں پہنچتی جب تک اس غلام کو کشتی سے اتار نہ لیں۔ اب کشتی کے بھنور میں پھنسنے پر ان لوگوں نے قرعہ ڈالا جو حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا۔ تین دفعہ قرعہ آپ کے نام ہی نکلا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہی غلام ہوں جو اپنے آقا کو چھوڑ کر جارہا ہوں ۔آپ علیہ السلام نے خود ہی دریا میں چھلانگ لگالی تاکہ کشتی کے دوسرے لوگ کنارے پر پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کے دل میں القاء کیا اور حکم دیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لے ،لیکن یہ خیال کرنا کہ تمہارا پیٹ ان کے لئے قید خانہ بنایا ہے انہیں تمہارا لقمہ نہیں بنایا، اس لئے انہیں خراش تک نہ آنے دی جائے، ان کو بال برابر بھی نقصان نہ پہنچے ۔اس طرح آپ مچھلی کے پیٹ میں آگئے ،یہ آپ پر ایک امتحان تھا اور یار کا یار کو "عتاب" تھا۔

چند قرآنی الفاظ مبارکہ کی ضروری تشریح :

حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں جانے کی وجہ سے " ذوالنون" اور "صاحب الحوت" کہا گیا ہے۔ کیونکہ نون اور حوت دونوں کا معنیٰ مچھلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴾

(پ ۱۷ ، سورۃ انبیاء ۸۷)

اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور صحیح بھی یہی ہے جبکہ کئی اور تراجم میں ﴿ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ ﴾ کا ترجمہ " ہم ان پر قابو نہ پا سکیں گے" ۔"ہم اس پر گرفت نہ کریں گے" ۔ "ہم نہ پکڑ سکیں گے" اس قسم کے ترجمے غلط اور باطل ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "تسکین الجنان" میں کئی تراجم ذکر کئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

ولاتفعل بنا ما نحن اھلہ﴾

اے اس وقت بھی زندہ رہنے والے جب کوئی زندہ نہیں رہے گا اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اے مردوں کو زندہ کرنے والے اے ہمیشہ زندہ رہنے والے تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ ! بے شک ہمارے گناہ بہت بڑے ہیں حد سے بڑھ چکے ہیں تو عظیم ہے اور جلیل القدر ہے ہمارے ساتھ وہ سلوک کر جو تیری شان کے لائق ہے (کیونکہ تو رحیم و کریم ہے لہذا شان کریمی کے مطابق ہمارے ساتھ معاملہ فرما) اور ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ فرما جس کے ہم حقدار ہیں۔

اعتراض :

"فرعون" عذاب کو دیکھ کر ایمان لایا اور توبہ کی، لیکن اس کے ایمان لانے اور توبہ کرنے کو قبول نہیں کیا گیا اور یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان اور ان کی توبہ کو کیوں قبول کیا گیا؟

جواب :

" ان فرعون انما تاب بعد ان شاھد العذاب واما قوم یونس فانھم تابوا قبل ذالك فانھم لما ظھرت لھم امارات دلت علی قرب العذاب تابوا قبل ان شاھدوا فظھر الفرق."

فرعون نے عذاب کو دیکھ کر توبہ کی تھی کیونکہ جب وہ غرق ہونے لگا تھا تو اس نے کہا تھا۔ "میں ایمان لاتا ہوں" لیکن یونس علیہ السلام کی قوم نے عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے صرف علامات عذاب کو دیکھ کر ایمان قبول کر لیا تھا اور توبہ کر لی تھی، کہ اب عذاب آنے ہی والا ہے۔ اب فرق واضح ہو گیا کہ فرعون کا ایمان عذاب کے مشاہدہ کرنے پر اور انکا ایمان عذاب کا مشاہدہ کرنے سے پہلے تھا۔

یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں :

حضرت یونس علیہ السلام جب قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے اور قوم نے آپ کے پیچھے توبہ کر لی

marfat.com

Marfat.com

یہ لفظ " قدر " سے لیا ہوا ہے۔ " قدرۃ " سے نہیں ۔ یعنی اس کا معنی " تنگی نہ کرنا " ہے۔
" قدرت نہ رکھنا " نہیں۔

علامہ رازی کی اس تحقیق کے بعد واضح ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو شہر چھوڑ کر ہجرت کر جانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے اجتہاد سے تشریف لے گئے تھے۔

خیال یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر تنگی نہیں فرمائے گا نہ کوئی باز پرس کرے گا۔

﴿ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴾

اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

یہاں بھی کئی مترجمین نے ترجمہ کیا ہے " وہ بھاگ گیا " یہ ترجمہ نبی کی شان کے لائق نہیں بھاگنے کا مقصد ہی نہیں تھا، صرف قوم پر ناراضگی کی وجہ سے آپ چلے گئے اور خیال یہ تھا کہ اب ان پر عذاب آنے کا وقت تو آ ہی چکا ہے لہذا یہاں رہنے کی اب ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش صرف اس لئے ڈالا گیا تھا کہ آپ کو رب تعالیٰ کے حکم تک ٹھہرنا چاہئے تھا۔

﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴾

اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں بلکہ زیادہ کی طرف بھیجا تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا ۔

اصل وجہ یار کی طرف سے یار کو عتاب کی صرف یہی تھی کہ اے میرے پیارے تمہیں تو لاکھ آدمیوں سے زائد کی طرف بھیجا گیا تھا ، ابھی تو عذاب کے آنے میں کچھ وقت باقی تھا، تمہیں وہاں رہنا چاہئے تھا ، ہو سکتا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں جیسا کہ ہوا بھی یہی کہ وہ ایمان لے آئے۔

(ماخوز از تفسیر کبیر)

دعا نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے :

﴿ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۴۱، ۱۴۴)

marfat.com

Marfat.com

علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو لوگ انبیائے کرام کو گنہگار ٹھہراتے ہیں کہ ان سے ضرور گناہ سرزد ہوتے ہیں ، وہ اس آیت سے اپنی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ رب مجھے نہیں پکڑ سکے گا ۔ یہ کہنا گناہ ہے ۔ لہذا نبی گناہگار ہو سکتے ہیں۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اگر یہ معنی کیا جائے کہ آپ نے رب کے متعلق یہ گمان کیا کہ " رب عاجز ہے مجھے پکڑ نہیں سکے گا " تو یہ کفر ہے۔ ایسی نسبت تو ایک مومن کی طرف نہیں کر سکتے ، توانبیائے کرام کی طرف کیسے کر سکتے ہیں ؟ اسلئے اس بات کی توجیہ ضروری ہے ، وہ یہ ہے کہ اس کا معنی ہو " لن نضيق عليه " آپ نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ اسلئے کہ قرآن پاک میں اور مقامات پر بھی اس معنی میں اس لفظ کا استعمال ہے ۔

﴿ اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ﴾

اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے ﴿ وَمَن قدر عليه ﴾ اور جس پر وہ رزق تنگ کردے۔

﴿ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ﴾

لیکن وہ جب انسان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اس پر اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔

ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا : گزشتہ رات قرآن پاک کی موجوں میں مستغرق رہا ، لیکن مجھے اس سے خلاصی نہ مل سکی ، ہو سکتا ہے آپ میری راہنمائی کر دیں ، آپ نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا :

" يظن نبی الله ان لن يقدر الله عليه "

کیا اللہ تعالیٰ کا نبی بھی یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں پکڑ سکے گا ۔ ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا :

" هذا من القدر لا من القدرة "

marfat.com
Marfat.com

یہ لفظ "قدر" سے لیا ہوا ہے۔ "قدرۃ" سے نہیں۔ یعنی اس کا معنی "تنگی نہ کرنا" ہے۔ "قدرت نہ رکھنا" نہیں۔

علامہ رازی کی اس تحقیق کے بعد واضح ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام کو شہر چھوڑ کر ہجرت کر جانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے اجتہاد سے تشریف لے گئے تھے۔

خیال یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر تنگی نہیں فرمائے گا نہ کوئی باز پرس کرے گا۔

﴿ وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ﴾

اور بے شک یونس پیغمبروں سے ہے جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا۔

یہاں بھی کئی مترجمین نے ترجمہ کیا ہے "وہ بھاگ گیا" یہ ترجمہ نبی کی شان کے لائق نہیں بھاگنے کا مقصد ہی نہیں تھا، صرف قوم پر ناراضگی کی وجہ سے آپ چلے گئے اور خیال یہ تھا کہ اب ان پر عذاب آنے کا وقت تو آ ہی چکا ہے لہذا یہاں رہنے کی اب ضرورت نہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں صرف اس لئے ڈالا گیا تھا کہ آپ کو رب تعالیٰ کے حکم تک ٹھہرنا چاہئے تھا۔

﴿ وَاَرْسَلْنَاہُ اِلٰی مِائَۃِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰھُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴾

اور ہم نے اسے لاکھ آدمیوں بلکہ زیادہ کی طرف بھیجا تو وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک برتنے دیا۔

اصل وجہ یار کی طرف سے یار کو عتاب کی صرف یہی تھی کہ اے میرے پیارے تمہیں تو لاکھ آدمیوں سے زائد کی طرف بھیجا گیا تھا، ابھی تو عذاب کے آنے میں کچھ وقت باقی تھا، تمہیں وہاں رہنا چاہئے تھا، ہو سکتا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں جیسا کہ ہوا بھی یہی کہ وہ ایمان لے آئے۔

(ماخوز از تفسیر کبیر)

دعا نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے:

﴿ فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ فَالْتَقَمَہُ الْحُوْتُ وَھُوَ مُلِیْمٌ فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۴۱، ۱۴۴)

marfat.com

Marfat.com

علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جو لوگ انبیائے کرام کو گنہگار ٹھہراتے ہیں کہ ان سے ضرور گناہ سرزد ہوتے ہیں ، وہ اس آیت سے اپنی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یونس علیہ السلام نے گمان کیا کہ رب مجھے نہیں پکڑ سکے گا ۔ یہ کہنا گناہ ہے ۔ لہذا نبی گناہگار ہو سکتے ہیں۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اگر یہ معنی کیا جائے کہ آپ نے رب کے متعلق یہ گمان کیا کہ " رب عاجز ہے مجھے پکڑ نہیں سکے گا" تو یہ کفر ہے۔ ایسی نسبت تو ایک مومن کی طرف نہیں کر سکتے ، تو انبیائے کرام کی طرف کیسے کر سکتے ہیں؟ اسلئے اس بات کی توجیہ ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ اس کا معنی ہو" لن نضيق عليه" آپ نے گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے۔ اسلئے کہ قرآن پاک میں اور مقامات پر بھی اس معنی میں اس لفظ کا استعمال ہے ۔

﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ﴾

اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ کرتا ہے ﴿ وَمَن قدر عليه ﴾ اور جس پر وہ رزق تنگ کر دے۔

﴿ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ﴾

لیکن وہ جب انسان کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اس پر اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔

ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا : گزشتہ رات قرآن پاک کی موجوں میں مستغرق رہا، لیکن مجھے اس سے خلاصی نہ مل سکی، ہو سکتا ہے آپ میری راہنمائی کر دیں ، آپ نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا :

" يظن نبی الله ان لن يقدر الله عليه"

کیا اللہ تعالیٰ کا نبی بھی یہ گمان کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں پکڑ سکے گا ۔ ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا :

" هذا من القدر لا من القدرة "

marfat.com

Marfat.com

مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا :

﴿فاستجبنا له ونجيناه من الغم وكذالك ننجي المؤمنين﴾

(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۸۸)

تو ہم نے اس کی پکار سن لی، اور اسے غم سے نجات دی، اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔

یعنی یونس علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اظہار عجز کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے غم سے نجات عطا فرمائی، اسی طرح اگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اپنی پریشانیوں کی فریاد رب سے طلب کی، سچے دل سے تائب ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی فریاد کو بھی قبول کرے گا۔

مچھلی کے پیٹ سے باہر آکر :

﴿ فنبذناه بالعراء وهو سقيم وانبتنا عليه شجرة من يقطين ﴾

(پ ۲۳ سورۃ صافات ۱۴۵-۱۴۶)

ہم نے اسے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھا اور ہم نے اس پر کدو کا پیڑ لگایا۔

" كل شجرة لاساق لها فهو يقطين"

ہر بیل جس میں تنا نہ ہو اسے یقطین کہا جاتا ہے، لیکن یہاں مراد "کدو" ہے۔

علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا:

" وهو الدباء المعروف وكان النبي ﷺ يحبه"

کہ یہاں مراد دباء ہے اور وہ مشہور و معروف ہے کہ وہ "کدو" ہے جسے نبی کریم ﷺ پسند فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام پر اس کو اس لئے اگایا کہ آپ پر سایہ رہے اور آپ کو ٹھنڈک پہنچائے اور آپ کو اس کے پتے مس کریں اور اس کے بڑے پتے آپ پر رہیں تاکہ آپ پر مکھیاں نہ بیٹھیں، کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ کدو کے پتوں پر مکھیاں نہیں بیٹھتیں۔

marfat.com

Marfat.com

تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا ، پھر اسے مچھلی نے نگل لیا، اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور مچھلی کے پیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے تو رب تعالیٰ نے آپ پر رحم فرمایا:

بعض بزرگوں نے کہا ہے:

"اذکروا اللہ فی الرخا یذکرکم فی الشدۃ"

تم اللہ تعالیٰ کو آسانی میں یاد کرو تاکہ وہ تم پر مصائب و شدائد میں مہربانی فرمائے۔

(ماخوز از تفسیر کبیر)

یہ ایک حدیث شریف کا ہی معنی ہے اگرچہ الفاظ حدیث شریف کے نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بھی آسائش میں اللہ تعالیٰ کا یاد کرنا کثیر نمازیں ادا کرنا اور مچھلی کے پیٹ میں بھی رب تعالیٰ کو یاد کرنا ہی کام آیا۔

مچھلی کے پیٹ میں آپ کی دعا:

﴿فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾
(پ ۱۷ سورۃ انبیاء ۸۷)

تو اندھیروں میں پکارا کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

ظلمات جمع ذکر کیا ، کئی تاریکیاں ۔ اسلئے کہ آپ دریا کی تاریکی، رات کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں تھے۔ ان اندھیروں میں آپ نے رب تعالیٰ کے حضور التجاء کی اے اللہ میں جو تیرے حکم کے انتظار سے پہلے آگیا ، یہ مجھ سے بے جا ہوا تو ان کلمات سے آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا۔

فائدہ: حدیث شریف میں ہے جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہ الٰہی میں ان کلمات سے دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

(خزائن العرفان)

marfat.com

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک سو سال عمر پائی، آپ موسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو ننانوے (۵۹۹) سال بعد تشریف لائے ۔(اس کے دیگر اقوال بھی منقول ہیں) حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے ہیں آپ نے انسٹھ سال عمر پائی۔ یہ نبی کریم ﷺ سے ایک ہزار سات سو سال پہلے تشریف لائے ۔

(التحبير للسيوطي ، حاشيه جلالين ،ص ۲۷۵)

﴿ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ ☆ ﴾

(پ ۲۳ سورة ص ۱۷)

اور ہمارے بندے داؤد، نعمتوں والے کو یاد کرو بے شک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے ۔

ذا الاید : کا معنیٰ نعمتوں والا بھی ہے اور طاقت و قوت والا بھی ہے۔ یعنی آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت عطاء فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کی طاقت کی تعریف فرمائی تو اس سے وہی مراد ہو سکتی ہے ،جو قابل تعریف ہو اور قابل تعریف وہی طاقت ہے جس کی وجہ سے انسان عبادات پر عمل کر سکے اور گناہوں سے بچ سکے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے ۔

داؤد علیہ السلام کی عبادت :

آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے ، یہ دراصل آپ علیہ السلام کا نفس کے خلاف جہاد تھا ؛کیونکہ انسان کا "نفس" بچے کے طرح ہوتا ہے ۔بچے کو ایکدن دودھ پلایا جائے اور دوسرے دن نہ پلایا جائے یہ بہت مشکل ہے، اسی طرح داؤد علیہ السلام نے اپنے نفس سے ایسا جہاد کیا جو عام آدمی کے لئے بہت مشکل تھا ؛کیونکہ ایک دن نفس کو خواہشات سے روکنا اور دوسرے دن خواہشات کی اجازت دینا عظیم کام تھا۔ آپ علیہ السلام نصف رات اللہ تعالیٰ کے حضور قیام فرماتے ، یعنی نوافل ادا کرتے ، پھر رات کا تہائی حصہ سوتے، پھر رات کا چھٹا حصہ جاگ کر عبادت میں مشغول رہتے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آتے وقت نومولود بچے یا چوزے وغیرہ کی طرح تھے یعنی آپ کا چمڑا بہت نرم ونازک تھا، اس پر کوئی بال وغیرہ نہیں تھے۔ آپ کے لئے مکھیاں باعث تکلیف ہو سکتی تھیں اور سخت چیز کا مس کرنا اور سورج کی گرمی آپ کے لئے تکلیف کا باعث بن سکتی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے آپ کو اس کے سایہ سے آرام پہنچایا اور کدو کے پتے اترے ہوئے چمڑے کے لئے بھی مفید ہوتے ہیں اسلئے بھی کدو کو اگایا کہ اس کے پتے آپ کے چمڑے کے لئے فائدہ مند ہو سکیں

خیال رہے کہ " شجرۃ " اسے کہتے ہیں جس میں تنا ہو اگرچہ کدو کی بیل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے درخت کی طرح بڑا تناور بنا دیا تھا ، اللہ تعالیٰ نے ایک بکری کو آپ پر مقرر کر دیا تھا جو آپ کو دودھ پلاتی تھی، اس طرح پھر آپ کو توانائی جسم کی پختہ جلد اور بال عطا کر دیئے گئے۔

(روح المعانی)

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت تین دن، سات دن، بیس دن اور ایک ماہ، مختلف اقوال میں بیان کی گئی ہے ، لیکن علامہ رازی علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

" لا ادری بای دلیل عینوا ھذہ المقادیر "

مجھے معلوم نہیں کہ کس دلیل سے یہ مدت مقرر ہوئی اس پر کوئی دلیل نہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

" ولا تتبع الهوی المقصود من نهیه اعلام امته لانه معصوم ولتتبعه فیما امر به لانه اذا کان هذا الخطاب للمعصوم فغیره اولی"

(صاوی، حاشیہ جلالین ص ۳۸۲)

آپ علیہ السلام کو رب نے جو فرمایا: "خواہش کے پیچھے نہ جانا" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو خواہش کے پیچھے چلنے سے امت کی تعلیم کے لئے روکا گیا ہے، کہ وہ غور و فکر کریں ۔اور آپ علیہ السلام کو جو حکم دیئے گئے ہیں وہ ان کی تابعداری کریں ۔ جب یہ خطاب معصوم کو ہو سکتا ہے تو دوسروں کو تو یقیناً یہ حکم ہونا ہی ہے ۔

روایت کیا گیا ہے کہ بنی مروان میں سے کسی خلیفہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ کہا کہ کیا تم نے سنا ہے؟ جو ہمیں خبر دی گئی ہے کہ خلیفہ پر کوئی قلم نہیں چلے گی اور اس پر کوئی معصیت نہیں لکھی جائے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا : اے امیر المومنین خلفاء افضل ہیں یا انبیاء علیہم السلام؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت کی۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تعلیم امت کے لئے خواہشات کے پیچھے چلنے سے منع کیا ہے تو خلیفہ کیا چیز ہو سکتا ہے ؟

(از تفسیر کبیر)

فائدہ :

ایک انسان دنیا میں زندگی گزارنے کی جمیع ضروریات پر عمل نہیں کر سکتا، کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے کوئی دانے پیستا ہے، کوئی روٹی پکاتا ہے، کوئی کپڑا بُنتا ہے اور کوئی سلائی کرتا ہے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے ۔ تمام کام مل کر تمام کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ جب سب لوگوں نے ایک ہی علاقہ ایک ہی سر زمین میں مجتمع ہو کر رہنا ہے اور مختلف کام سرانجام دینے ہیں تو ان میں اختلافات، جھگڑے ہونا بھی قدرتی امر ہے۔ اس لئے ان میں کوئی ایک ایسا شخص بھی ہونا چاہئے جسے طاقت اور دبدبہ حاصل ہو جو ان کے اختلافات دور کرا سکے، ان کے جھگڑوں میں فیصلہ کرا سکے ،یہ وہ بادشاہ ہی ہو سکتا ہے جس کا حکم کل پر نافذ ہوتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مخلوق کی مصلحت کے لئے بادشاہ، سیاستدان کا ہونا ضروری ہے۔ پھر اگر بادشاہ

marfat.com

Marfat.com

داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا ذکر :

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ☆ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ نمل ۱۵)

اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو بڑا علم عطا کیا تھا، اور دونوں نے کہا :
سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت بخشی۔
علم سے مراد لوگوں کے درمیان قضاء (فیصلہ) کا علم ، پرندوں کی بولیاں جاننے کا علم وغیرہ
"ہمیں فضیلت دی" اس سے مراد نبوت اور جنوں شیطانوں کو آپ کے تابع بنانا ہے۔

"علم" سے انسان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے، انسان کو چاہیئے کہ نعمتوں کے حاصل ہونے پر ان کا شکریہ ادا کرے، کسی نعمت کا اظہار بطور تکبر ناجائز ہے، بطور شکر ذکر کرنا مستحب ہے۔ سنت انبیائے کرام ہے۔

(از روح البیان ، جلالین شریف)

داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کا ذکر :

﴿ يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ☆ ﴾

(پ ۲۳ سورۃ ص ۲۶)

اے داؤد (علیہ السلام) ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا ، تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے ، اسلئے کہ وہ عذاب کے دن کو بھول بیٹھے۔

"فقد جمع لداؤد بین النبوۃ والسلطنۃ"

(صاوی ، حاشیہ جلالین ص ۳۸۲)

حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہت دونوں حاصل تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات پڑھتے ہیں ، اس کی مثال قرآن پاک میں ایک اور بھی ہے ۔

﴿ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ ﴾

جب اس (موسیٰ) کے رب نے اپنی تجلیات کا ظہور پہاڑ پر فرمایا ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں عقل و فہم پیدا کئے ، پھر اسے اپنے صفاتی نور کے دیکھنے کے لئے دیکھنے کی طاقت و سمجھ عطا کئے ، دیکھنے پر وہ پہاڑ برداشت نہ کر سکا ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے خوش آوازی سے زبور پڑھنے اور تسبیحات پڑھنے کے ساتھ ساتھ پرندے بھی تسبیحات پڑھتے تھے ، آپ علیہ السلام کے قریب آ کر کان لگا کر سنتے تھے ، اتنے قریب ہو جاتے تھے کہ آپ پرندوں کو گردن سے پکڑ کر ان سے پیار کرتے ۔

(تفسیر کبیر)

بلکہ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی آواز میں رب نے ایسا عجیب اثر رکھا تھا کہ آپ جب زبور پڑھتے تو چلتا پانی رک جاتا ، درختوں پر یہ اثر ہوتا کہ گویا وہ بھی زبان حال سے آپ کے ساتھ تسبیحات پڑھ رہے ہیں ، اور ان کے پتے جھڑنے شروع ہو جاتے ۔

(واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ :

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : جب یہ پتہ چلا کہ پہاڑ آپکے ساتھ چلتے اور تسبیحات پڑھتے اور پرندے آپ کے پاس جمع ہو جاتے تھے ......

"واجتمعاعها اليه هو حشرها فيكون على هذا التقدير حاشرها هو الله"

ان پرندوں کا آپ کے پاس اجتماع وہ حشر ہے ان کا "حاشر" یعنی جمع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے ۔

اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس ذات نے یہاں

marfat.com

Marfat.com

اپنی خواہش کے مطابق احکام نافذ کرے، اپنے دنیاوی منافع حاصل کرے مخلوق کو عظیم ضرر پہنچائے، رعیت کو اپنی ذات پر قربان کر دے، یعنی اپنی بادشاہت کو بچانے کے لئے رعیت کی تباہی کا لحاظ نہ کرے، رعیت کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کرے تو دنیا تباہی و بربادی پر پہنچ جاتی ہے، مخلوق میں قتل و غارت کا وقوع عام ہوتا ہے، آخر کار اس بادشاہ کی تباہی کا وقت بھی آجاتا ہے اس طرح بادشاہ کے مظالم سے ملک کی بربادی کے ساتھ بادشاہ کی اپنی بربادی بھی ہو جاتی ہے۔

اگر بادشاہ شرعی احکام کے مطابق فیصلے کرے تو نظام عالم درست ہو جاتا ہے، بھلائی کے دروازے اچھے طریقے سے کھل جاتے ہیں، ان مقاصد کے پیش نظر قوم کی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ حکم دیا۔

پہاڑ اور پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع :

﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ☆ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً كُلٌّ لَّهٗ اَوَّابٌ ﴾

(پ ۲۳ سورت ص ۱۸، ۱۹)

بے شک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ کو مسخر کر دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کئے ہوتے، اور سب اس کے فرمانبردار تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو آپ کے ساتھ مسخر کر دیا، یعنی پہاڑ آپ کے تابع تھے، آپ جہاں چلتے پہاڑ آپ کے ساتھ چلتے یا آپ جس جگہ پہاڑوں کے لے جانے کا ارادہ فرماتے پہاڑ وہاں چلے جاتے۔ آپ علیہ السلام کا یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی کامل حکمت و قدرت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام کی آواز بہت حسین تھی، آواز میں رعب اور دبدبہ بھی تھا۔ جب آپ خوش الحانی سے "زبور شریف" پڑھا کرتے تو پہاڑوں سے بھی تسبیحات کی حسین و جمیل گنگناہٹ سنائی دیتی۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کئی کارنامے موجود ہیں، یعنی پہاڑوں کے جسم میں زندگی پیدا فرماتا ہے، پھر انہیں شعور عطاء فرماتا ہے، پھر انہیں قدرت سے نوازتا ہے، پھر انہیں بولنے کی طاقت دیتا

marfat.com

Marfat.com

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشراق اور ضحیٰ ایک ہی ہیں یعنی ایک ہی وقت ہے اور ایک ہی نماز ہے اول وقت کو اشراق کہا جاتا ہے اور آخر کو ضحیٰ کہا گیا ہے آخر وقت زوال سے تھوڑا پہلے تک ہے، جب بعض اوقات یہ نماز اول وقت میں پڑھی گئی اور بعض اوقات آخر میں تو یہ گمان ہوا کہ دو وقت علیحدہ علیحدہ ہیں اور علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں ۔(حالانکہ نماز ایک ہی ہے)

اشراق یا چاشت کی رکعات :

"اقلها رکعتان وادنی کمالها اربع ویزید ما شاء فهو ثمان رکعات واکثرها اثنتا عشرة رکعة"

(ماخوذ از روح المعانی)

کم از کم دو رکعتیں اور کمال کا ادنیٰ درجہ چار رکعتیں ہے، اس سے زائد جتنی چاہے پڑھے۔ اور آٹھ رکعتیں اور اس سے بھی زائد بارہ رکعتیں ہیں۔ تمام تعداد کی صورتوں پر احادیث مبارکہ دال ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت رسول اللہ ﷺ سے ہے :

﴿ اوصاه بهما وان لا یدعها ﴾

آپ نے دو رکعتیں ادا کرنے اور ان کو نہ چھوڑنے کا حکم فرمایا۔

مسلم مسند احمد ابن ماجہ میں حضرت ام ھانی سے مروی ہے ۔

﴿ کان رسول الله ﷺ یصلی الضحیٰ اربعا ویزید ماشاء الله تعالیٰ ﴾

رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ ضحیٰ چار رکعت پڑھتے تھے اور زیادہ فرماتے جتنا رب تعالیٰ چاہتا۔

ابن عبد البر نے تمہید میں عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ۔

"قدم رسول الله ﷺ ثمان رکعات فقلت ما هذه الصلوة قال هذه صلوة الضحیٰ"

نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے آٹھ رکعتیں ادا کیں ، میں نے عرض کیا : یا رسول اللہ ﷺ یہ کون سی نماز ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ چاشت کی نماز ہے۔

ایک ضعیف روایت میں بارہ رکعت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(از روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

غیر ذوی العقول کو عقل عطا کر کے اور غیر ذی روح کو روح عطا کر کے آپ کے تابع بنادیا وہ ذات قیامت میں ذی روح کی روح کیونکر نہیں لوٹا سکتا۔

(تفسیر کبیر بزیادۃ)

تنبیہ: عام طور پر اہل عرب لفظ بولتے ہیں : [شرقت الشمس] "سورج طلوع ہو گیا" اور [اشرقت الشمس] کا معنی لیتے ہیں "سورج روشن ہو گیا"۔ آیت کریمہ میں لفظ "اشراق" استعمال ہوا ہے اس سے صلوۃ ضحٰی پر دلیل پکڑی گئی ہے۔

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے آپ نے وضو کے لئے پانی طلب کیا اور وضو کر کے " صلوۃ ضحٰی " (چاشت کی نماز) ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے ام ھانی !

" ھذہ صلوۃ الاشراق " یہ نماز اشراق ہے۔

حضرت طاؤس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، آپ نے پوچھا کہ کیا تم چاشت کی نماز کا ذکر قرآن پاک میں پاتے ہو؟ تو حاضرین نے جواب دیا ، نہیں۔ تو آپ نے یہی آیت کریمہ تلاوت کی :

﴿ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴾

(پ ۲۳ ص ۱۸)

یعنی یہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام ادا فرماتے ہیں ، آپ علیہ السلام نے کہا کہ میرے دل میں ہمیشہ صلوٰۃ ضحٰی کے متعلق خیال آتا رہتا تھا کہ اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے یا نہیں؟ تو میں نے اسے......

﴿ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴾ میں پالیا۔

(تفسیر کبیر)

" ویلوح من ھٰھنا ان الاشراق والضحٰی واحد یعنی ھو فی الحقیقۃ وقت واحد وصلوۃ واحدۃ اولھا وقت الاشراق وآخرھا الی قبیل نصف النھار ولما صلی فی بعض الاحیان فی الوقتین ظنوا ان ھٰھنا وقتین وصلوتین "

(کمالین حاشیہ جلالین ص ۳۸۱)

marfat.com

Marfat.com

اس معاملہ میں غور و فکر کروں گا۔ وہ دونوں آپ کی محفل سے چلے گئے ۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو نیند آگئی تھی، آپ کو خواب میں کہا گیا کہ مدعی کو قتل کر دو ۔ آپ علیہ السلام نے خیال کیا، یہ خواب ہے، مجھے اس معاملہ میں جلدی نہیں کرنی چاہئے، دوسری رات پھر خواب میں آپ کو یہی کہا گیا کہ اس شخص کو قتل کر دو آپ نے پھر بھی اس پر عمل نہ کیا۔ تیسری رات پھر آپ کو یہ کہا گیا کہ اس شخص کو قتل کر دو یا تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت آئے گی۔ آپ علیہ السلام نے اس شخص کی طرف پیغام بھیج کر اسے بلوالیا۔ آپ نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قتل کرادوں اس نے کہا آپ مجھے بغیر گواہوں اور بغیر کسی ثبوت کے قتل کرائیں گے ؟ آپ نے فرمایا :

ہاں ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی ، میں اللہ تعالیٰ کا حکم تم پر ضرور جاری کروں گا۔

اس شخص نے کہا کہ آپ جلدی نہ کریں کیونکہ میں آپ کو اصل بات بتاتا ہوں میں اس (گائے کے) جرم کی وجہ سے اس گرفت میں نہیں آیا، بلکہ میں نے اس شخص کے باپ کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اسے ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ میں اس گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آگیا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل پر آپکی بہت بڑی ہیبت اور عظیم رعب طاری ہو گیا۔ اسطرح آپ کی بادشاہت کا دبدبہ ہر شخص کے دل میں بیٹھ گیا ۔

(روح المعانی)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت عطاء کی۔ دوسرے مقام پر فرمایا :

﴿ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ﴾

(پ ۳ سورۃ بقرہ ۲۶۹)

جسے حکمت عطاء کی جائے اسے خیر کثیر عطا کیا جاتا ہے۔

یعنی علم اور ایسے اعمال جو دین و دنیا میں اچھے اور نیک ہوں، اور درست اعتقادات کا عطاء ہونا، یہ سب حکمت میں داخل ہیں ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ راقم کا مطلب صرف مسئلہ کی تحقیق تھی، جن بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہوئی ہے اور وہ اشراق کے وقت علیحدہ نوافل پڑھتے ہیں اور چاشت کے وقت علیحدہ۔ انہیں اس مستحسن فعل سے منع کرنا مقصود نہیں۔

یہ جاہلانہ طرز عمل ہے کہ: فلاں وقت دعاء نہ کرو، فرض کے بعد دعاء ثابت نہیں، سنتوں اور نوافل کے بعد دعاء ثابت نہیں، جنازہ کے بعد دعاء نہیں، جمعرات کو دعاء نہیں، چالیسویں پر دعاء نہیں، نہ جانے کیوں خدا سے مانگنے میں بھی جاہلوں کو شرم آتی ہے؟ خدا سے نہ مانگنے والے متکبر جہنم کا ایندھن ہیں اس مسئلہ پر میری کتاب "شمع ہدایت" کا مطالعہ کیا جائے۔

آپ کی بادشاہی کا دبدبہ اور اثر خطاب:

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾

اور ہم نے اس کو اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ چھتیس ہزار آدمی رات کو آپ کی حفاظت کرنے والے ہوتے صبح ہوتی تو آپ ان کو فرماتے کہ تم لوٹ جاؤ تم پر اللہ کا نبی راضی ہے، بعض روایات میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی حفاظت کرنے والے چالیس ہزار کی تعداد میں ہوتے، (کبیر) اتنی تعداد میں لوگ اپنے شوق و محبت کی وجہ سے آپ کی حفاظت کے لئے آتے تھے، اس میں اپنی سعادت سمجھتے اور باعث برکت سمجھتے۔

علامہ آلوسی کا یہ کہنا: کہ یہ عقلاً بعید ہے؛ کیونکہ اتنے آدمیوں کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ قول مجھے درست نظر نہیں آرہا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے نبی کو ضرورت نہیں تھی لیکن آپ کے غلاموں کو آپ کی خدمت کی ضرورت تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک شخص پر گائے کا دعوی کیا، اس نے انکار کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے گواہ طلب کئے اس کے پاس گواہ نہیں تھے۔ آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو کہا: تم دونوں جاؤ میں

marfat.com

Marfat.com

حضرت مقاتل سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام جب سے بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے تو آپ نے یہ عمل شروع کیا کہ رات کو عام آدمی کی حیثیت سے باہر تشریف لے جاتے، جو شخص ملتا اس سے پوچھتے : داؤد بادشاہ کیسا ہے؟ ایک مرتبہ آپ کی ملاقات ایک فرشتہ سے ہوئی جو انسانی شکل میں تھا جب آپ نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا: آدمی تو بہت اچھا ہے صرف ایک بات اسمیں نہ پائی جائے تو وہ بہت ہی کامل انسان ہے ۔آپ نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ وہ بیت المال سے رزق کھاتے ہیں۔اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائیں تو ان کے فضائل میں تکمیل پائی جائے۔

آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی : اے اللہ مجھے زرہ بنانے کا علم عطاء فرمادے اور مجھ پر زرہ بنانی آسان فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زرہ بنانے کا علم عطاء فرمادیا اور لوہے کو آپ کے ہاتھ میں نرم فرمادیا ۔آپ اس کی آمدنی کا تہائی حصہ مسلمانوں کی مصلحت میں خرچ فرماتے ۔ ایک زرہ ہر روز تیار فرماتے تھے، ایک ہزار ،چار ہزار اور چھ ہزار درہم تک آپ کی بنائی ہوئی زرہیں فروخت ہوئیں۔ اس کی آمدنی میں سے آپ اپنی ذات پر خرچ کرتے اور اپنے اہل واعیال کا خرچ اسی سے پورا فرماتے۔ فقراء اور مساکین کو بھی اس مال سے دیتے۔ تین سو ساٹھ زرہیں آپ نے تیار فرمائی تھیں، ان کو فروخت کر کے آپ نے اتنے دراھم حاصل کر لئے تھے کہ آپ بیت المال کے محتاج نہ رہے، بلکہ اس سے کثیر رقم غرباء کو بھی دی۔

(ماخوذ از روح المعانی)

انبیائے کرام کا مقام بہت بلند ہے :

کچھ آیات کریمہ کی تشریح میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف ایسے قصے منسوب کر دیئے گئے ہیں جو سراسر باطل ہیں۔ میں نے جب ان آیات کریمہ کی تفسیر علامہ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کبیر میں دیکھی تو ارادہ ہوا کہ آپ کے عظیم دلائل کو ذکر کیا جائے۔ اس کے بعد تفسیر ضیاء القرآن کو دیکھا تو خیال ہوا کہ اہل علم اور عوام دونوں کے لئے یہ تفسیر ہی زیادہ بہتر ہے کہ اسی کو بعینہ ذکر کر دیا جائے۔ اس لئے "ضیاء القرآن" سے ہی نقل کر رہا ہوں۔ علمائے کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام میں تفسیر کبیر کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

marfat.com

Marfat.com

پُر اثر خطابِ فیصل :

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے "خطابِ فیصل" سے نوازا جس کی وجہ سے آپ لوگوں کو کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کی قدرت رکھتے تھے، جو بہت زیادہ اثرانداز ہوتا تھا، خیال رہے کہ جمادات یعنی پتھروں وغیرہ کو تو ادراک و شعور ہی حاصل نہیں اور انسان کے بغیر دوسرے حیوانوں کو ادراک و شعور حاصل ہے، لیکن وہ کسی چیز کو کچھ نہ کچھ سمجھ کر دوسروں کو سمجھانے کے قابل نہیں۔ اپنے دل کی بات کسی تک پہنچا سکیں، یہ ان سے نہیں ہو سکتا۔ صرف انسان ہی ہے کہ کسی چیز کا ادراک کر کے دوسرے تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ پھر بعض انسان اس انداز سے کلام کرتے ہیں کہ اس میں مضامین خلط ملط ہوتے ہیں، دوسروں کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اور بعض اپنی بات کو کامل طور پر سمجھانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم و عملِ صالح، اعتقادِ صالح عطاء کر کے جس طرح قوت باطنیہ کو کمال بخشا اسی طرح "خطاب فیصل" عطاء کر کے آپ کی قوت گویائی (بولنے کی قوت) کو کمال عطا کیا۔

لوہے کا آپ کے ہاتھ میں نرم ہو جانا :

﴿ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ﴾

(پ ۲۲ سورۃ السبا ۱۰، ۱۱)

اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔

آپ کے ہاتھ میں لوہا موم اور گوندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا تھا آگ میں نرم کرنے اور ہتھوڑے سے کوٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی، آپ علیہ السلام جیسے چاہتے اسی طرح لوہے کو ہاتھ سے ادھر ادھر پھیر کر زرہ بنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپ بہت خوبصورت اور معتدل زرہ بناتے، نہ بہت بڑی نہ بہت چھوٹی۔ اس میں کیل بھی ایک خاص مقدار کے لگاتے، بہت بڑے یا چھوٹے نہیں ہوتے تھے۔ تاہم بعض مفسرین کرام نے کہا آپ کو کیل لگانے کی ضرورت ہی در پیش نہیں آتی تھی۔ لوہا نرم ہو جاتا جیسے چاہتے اس کو اسی طرح پھیر لیتے۔

marfat.com

Marfat.com

سمجھتاہوں کہ پہلے آیات کی تشریح کر دی جائے اور آخر میں اس قصہ کے متعلق محققین علماء کی رائے، قارئین کی خدمت میں پیش کی جائے۔

جب کسی واقعہ کی طرف مخاطب کو متوجہ کرنا ہوتا ہے تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر (بڑی توجہ سے) اس واقعہ کو سنے اور اس سے عبرت حاصل کرے۔

" الاستفهام ام التنبيه على جلالة القصة والاصغاء اليها والاعتبار بها "

یعنی کیا آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی ہے کہ جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں فریق دیوار پھاند کر حضرت داؤد کے عبادت خانہ میں اچانک جا دھمکے۔" تسور الحائط تسلق " دیوار پر رینگ کر چڑھنا، محراب سے مراد آپ کی عبادت کا حجرہ ہے، اس کا ماخذ ومادہ اشتقاق " حرب " ہے کیونکہ وہاں آپ علیہ السلام اپنے نفس سے برسرپیکار رہتے تھے۔ اس لئے اس کو محراب کہا گیا۔ مسجد کے محراب کو بھی اسلئے محراب کہا جاتا ہے کہ وہاں بھی جماعت مسلمین کا امام ہوائے نفس (نفس کی خواہشات) تضلیل ابلیس (شیطان کا بھٹکانا) اور طرح طرح کے خطرات اور مشکلات کے خلاف اپنی قوم کو جہاد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

یاد رہے کہ مساجد میں محراب کی موجودہ شکل عہد رسالت میں نہ تھی۔

" صرح الجلال السيوطى ان لامحاريب التى فى المساجد بهيئتها المعروفة اليوم لم يكن فى عهد النبى ﷺ "

(روح المعانی)

علامہ جلال الدین سیوطی نے وضاحت فرمائی ہے کہ مساجد میں محرابوں کی آج جو مشہور و معروف شکل ہے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول تھا کہ آپ ایک روز حکومت کے کاروبار سرانجام دیتے، مقدمات کا فیصلہ کرتے۔ دوسرے روز اپنے گھر کے فرائض انجام دیتے۔ تیسرا دن انہوں نے صرف عبادت کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا اور اس دن اپنی عبادت گاہ پر پاسبان مقرر کر دیتے تاکہ لوگ ان کی عبادت میں

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَهَلْ اَتٰكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ☆ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ☆ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ☆ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ☆ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴾

(پ ۲۳ سورت ص ۲۱، ۲۵)

اور کیا آئی ہے آپ کے پاس اطلاع فریقین مقدمہ کی ؟ جب انہوں نے دیوار پھاندی عبادتگاہ کی اور جب اچانک داخل ہوئے داؤد (علیہ السلام) پر۔ پس آپ کچھ گھبرا گئے ان سے، انہوں نے کہا ڈریئے نہیں، ہم تو مقدمہ کے دو فریق ہیں، زیادتی کی ہے ہم میں سے ایک نے دوسرے پر، آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ فرمایئے اور بے انصافی نہ کیجئے! اور دکھایئے ہمیں سیدھا راستہ! (صورت نزاع یہ ہے) یہ میرا بھائی ہے اور اسکی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی میرے حوالے کر دو اور سختی کرتا ہے میرے ساتھ گفتگو میں۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: بیشک اس نے ظلم کیا ہے تم پر یہ مطالبہ کر کے کہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا دے اور اکثر حصہ دار زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر سوائے ان حصہ داروں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے، اور ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اور فوراً خیال آگیا داؤد (علیہ السلام) کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے۔ سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے اور گر پڑے رکوع (سجدہ) میں اور (دل و جان سے) اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ہم نے بخش دی ان کی تقصیر اور بے شک ان کے لئے ہمارے ہاں بڑا قرب ہے۔

اس سے پہلے کہ اس قصہ کی تحقیق کی جائے جو عام طور پر یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ میں مناسب

marfat.com

Marfat.com

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اکثر حصہ داروں کا یہی دستور ہے ، بڑے حصہ والا اپنے سے کم حصہ والے اور کمزور کو اس کی قلیل پونجی سے بھی محروم کر دیتا ہے، البتہ وہ حصے دار جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک اعمال کے خوگر ہوں (عادت بنائی ہو) وہ اپنے دوسرے حصہ داروں پر جبر نہیں کرتے ،ان کا حق نہیں چھینتے ،بلکہ حق وانصاف اور مروت واخلاص کے تقاضوں کو ہر قیمت پر پورا کرتے ہیں، لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔

یہ فیصلہ سنانے کے بعد معاً (ساتھ ہی) حضرت داؤد علیہ السلام کو کوئی اپنی بات یاد آگئی اور یہ خیال کیا کہ یہ تو میری آزمائش کی جارہی ہے۔ فوراً مغفرت طلب کرنے لگے اور سجدہ میں گر گئے ۔ یہاں (فخر راکعا میں) راکع سے مراد ساجد ہے اور رکوع ، سجود کے معنوں میں اکثر استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اس شعر میں ہے

فخر علی وجهه راکعا وتاب الی الله من کل ذنب

(روح المعانی)

یعنی وہ سجدہ کرتے ہوئے منہ کے بل گر پڑا اور بارگاہ الٰہی میں ہر گناہ سے توبہ کی۔

اس شعر میں " راکعا " کا معنیٰ " ساجدا " سجدہ کرنے والا ہے

(اس شعر میں داؤد علیہ السلام کا ذکر نہیں، شعر سے صرف یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ رکوع کا معنیٰ سجدہ عام طور پر آتا رہتا ہے۔)

داؤد علیہ السلام کا اصل واقعہ :

آیات کی اس تشریح کے بعد ہم اس واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں جس کی طرف ابتداء میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مفکر اسلام مفسر قرآن علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"ضیاء القرآن" میں آپ مختلف مقامات پر پڑھ آئے ہیں کہ بنی اسرائیل اپنے انبیائے کرام پر فحش تہمتیں لگانے میں کتنے بیباک تھے ؟ ایسی چیزیں جو ایک عام شریف آدمی کی طرف منسوب کرتے ہوئے

marfat.com

Marfat.com

مخل نہ ہوں (خلل نہ ڈالیں) ، اس روز کسی کی مجال نہ ہوتی کہ اندر آئے ۔ایک دفعہ آپ علیہ السلام اپنے عبادت کے حجرے میں عبادت میں مصروف تھے تو ایسے وقت میں ان اجنبیوں کا دیوار پھاند کر بغیر اجازت طلب کئے ہوئے اندر گھس آنا، بڑا حیرت انگیز واقعہ تھا۔ آپ علیہ السلام کو گھبراہٹ سی لاحق ہوئی ،وہ بھی اس چیز کو بھانپ گئے اور کہنے لگے ڈریئے نہیں ،ہم تو دو فریق ہیں اور اپنے مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔آپ ازراہ نوازش حق وانصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ فرما دیجئے اور ہم میں سے کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہو جو فریق بھی ظلم اور عدوان کی راہ پر گامزن ہے اسے عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت فرما دیجئے۔

"لا تشطط ای لا تجاوز" لاتشطط کا معنی ہے تجاوز نہ کرو

اب وہ اپنا تنازعہ پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک کہنے لگا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ یہ مجھ کو کہتا ہے کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دے دو میں اس کی حفاظت کروں گا اس طرح میری دنبیوں کی تعداد پوری (یعنی سو) ہو جائے گی اور تو اس دنبی کی حفاظت کے جھنجٹ سے چھوٹ جائے گا ۔یہ جب بات کرتا ہے تو چھا جاتا ہے اور سننے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ یہ سچا ہے اور میری دادرسی کرنے کے بجائے الٹا مجھے ہی مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔اس کا دوسرا یہ مطلب ہے کہ یہ اس رعب سے مجھ سے بات کرتا ہے کہ میں جواب دینے کی جرات بھی نہیں کر سکتا ۔

" ای مخاطبته ایاه محاجة بان جاء بحجاج لم اطق رده "

(روح المعانی)

آپ نے فریقین کی بات سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ یہ اس کی سراسر زیادتی ہے یہ اتنا حریص ہے کہ ننانوے دنبیوں سے بھی اس کی چشم آز (حرص والی آنکھ) سیر نہیں ہوتی بجائے اس کے کہ اپنے بھائی کے پاس صرف ایک دنبی دیکھ کر اسے رحم آئے اور دس بیس دنبیاں اپنے پاس سے دیدے تاکہ اس کی حالت سنبھل جائے اور برادرانہ تعلقات کی لاج بھی رہ جائے وہ اس کے پاس ایک دنبی بھی نہیں دیکھ سکتا ہے، اسے بھی چھین لینا چاہتا ہے۔یہ سراسر زیادتی ہے ، یہ صریح ظلم ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

کہ زبان زدعام ہو گیا۔ حتیٰ کہ بعض مفسرین نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کو من وعن ذکر کردیا۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ سے متعلق خوب تحقیق کی ہے اور تحقیق کا حق ادا کردیا ہے، فرماتے ہیں:

"یہاں ایک افسانہ بیان کیا جاتا ہے، بعض لوگوں نے تو اس افسانہ کو ایسا رنگ دیا ہے کہ گناہ کبیرہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر بندے کی طرف ہوتی ہے، اور بعض نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب لازم آتا ہے۔"

امام رازی فرماتے ہیں:

...... " والذی ادین به و اذهب الیه ان ذالك باطل "

کہ میرا عقیدہ اور میری تحقیق ہے کہ یہ واقعہ سراسر باطل اور لغو ہے۔

...... پھر بھی اس کے بطلان پر کئی دلیلیں پیش کی ہیں ۔ فرماتے ہیں: اگر ایسی حرکت فاسق ترین آدمی کی طرف بھی منسوب کی جائے تو وہ بھی اس کو برداشت نہیں کرے گا، اور جس بدبخت نے ایسی فحش بات اللہ تعالیٰ کے نبی کی طرف منسوب کی ہے اگر خود اس پر ایسا الزام لگایا جائے تو وہ اپنی کمینگی اور خباثت طبع کے باوجود اس کی پُرزور تردید کرے گا اور بہتان لگانے والے پر لعنت بھیجے گا۔ ایسا گھناؤنا جرم جسے ایک ادنیٰ درجہ کا امتی اپنے لئے پسند نہیں کرتا، ایک نبی کا دامن عصمت اس سے کب آلودہ ہو سکتا ہے؟

نیز اگر قصہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت داؤد علیہ السلام پر دو سنگین جرم ثابت ہوں گے، ایک قتل بیگناہ اور دوسرا فعلِ قبیح (برا فعل)۔

قرآن میں یہ آیات اس لئے نازل کی گئیں ، تاکہ نبی کریم ﷺ کی دلجوئی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ کفار کی دل آزاری سے کبیدہ خاطر نہ ہوں ، اگر حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے ذکر سے اپنے محبوب کی دلجوئی نہ

marfat.com

Marfat.com

انسان ہچکچاتا ہے، وہ بے دریغ اپنے نبیوں، اپنے محسنوں اور اپنے مشاہیر (مشہور حضرات) کی طرف منسوب کردیتے تھے۔ انہی خرافات میں سے ایک یہ واقعہ ہے، جو بائیبل میں بڑی تفصیل سے نمک مرچ لگا کر لکھا گیا ہے۔ جی تو نہیں چاہتا کہ قارئین کے ذوق کو مجروح کیا جائے، لیکن عرض حال کے لئے چند سطور لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کتاب ۲ اسموئیل باب ۱۱ میں مذکور ہے: اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی "بت سبع" نہیں جو "حتی اوریاہ" کی بیوی ہے؟ داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلالیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی، پھر وہ اپنے گھر چلی گئی۔ اور وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔ (آیات ۲ تا ۵)

اس سے آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت داؤد علیہ السلام نے "یوآب" جو فوج کا کمانڈر تھا کو لکھا کہ جب دشمن سے جنگ شروع ہو تو "حتی اوریاہ" کو ایسی جگہ تعینات کیا جائے کہ اس کا قتل ہو جانا یقینی ہو۔ ملاحظہ ہو۔

"صبح کو داؤد نے یوآب کے لئے ایک خط لکھا اور اسے "اوریاہ" کے ہاتھ بھیجا اور اس نے خط میں یہ لکھا کہ اوریاہ کو گھمسان میں سب سے آگے رکھنا اور تم اسکے پاس سے ہٹ جانا تاکہ وہ مارا جائے اور جان بحق ہو، اور یوں ہوا کہ جب "یوآب" نے اس شہر کا ملاحظہ کرلیا تو اس نے "اوریاہ" کو ایسی جگہ رکھا جہاں وہ جانتا کہ بہادر مرد ہیں۔ اور اس شہر کے لوگ نکلے اور "یوآب" سے لڑے اور وہاں داؤد کے خادموں میں سے تھوڑے سے لوگ کام آئے اور "حتی اوریاہ" بھی مر گیا۔

(کتاب ۲ سموئیل باب ۱۱ آیت ۱۴ تا ۱۷)

علمائے یہود نے اپنی مقدس کتاب میں جو الزام حضرت داؤد علیہ السلام پر لگایا اس کو پھریوں اچھالا

marfat.com

Marfat.com

کے ساتھ نہیں ہوئی تھی، صرف منگنی طے پائی تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کے گھر والوں سے اس کا رشتہ طلب کیا اور انہوں نے وہ رشتہ آپ کو دے دیا۔ لیکن یہ ساری باتیں قیاس آرائیوں کے بغیر اور کچھ نہیں۔

(اگر واقعہ اس صورت مذکورہ میں پیش کیا جائے تو آپ کی طرف گناہ صغیرہ کی نسبت لازم آئے گی، جس سے انبیائے کرام پاک ہیں۔)

ان تمام توجیہات کے بعد علامہ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ مناسب یہ ہے کہ آیات میں مذکورہ اس واقعہ کو اسطرح بیان کیا جائے کہ نہ گناہ کبیرہ کی نسبت آپ کی طرف ثابت ہو نہ گناہ صغیرہ کی بلکہ آپ کی مدح و ثناء کا پہلو نکلے۔

بنی اسرائیل میں ایک گروہ آپ کا مخالف ہو گیا تھا اور انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں سوچنا شروع کر دی تھی، آپ ہر تیسرے دن خلوت نشین ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت میں مشغول ہو جایا کرتے تھے، انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دیوار پھاند کر اندر آ گئے، تاکہ تنہائی میں آپ کا کام تمام کر دیں اور پہرے داروں کو بھی اس کا پتہ نہ چلے۔ جب وہ آپ کے حجرے میں پہنچے تو وہاں بہت سے آدمی موجود تھے، جن کی وجہ سے وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ اور اپنے آنے کی ایک جھوٹی اور من گھڑت وجہ بیان کر دی کہ:

" ہم آپ سے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے، دروازہ بند پایا، پہرہ داروں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی اس لئے مجبوراً ہم دیوار پھاند کر اندر آ گئے، آپ ان کی بدنیتی پر آگاہ ہو گئے، پہلے تو آپ کو بڑا غصہ آیا اور ان سے انتقام لینے کا ارادہ فرمایا، لیکن بعد میں عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا۔ اور استغفار اس لئے مانگی کہ ان کے دل میں اپنی ذات کے متعلق انتقام لینے کا خیال ہی کیوں پیدا ہوا۔ علامہ رازی آخر میں فرماتے ہیں:

" وکان قولنا اولی وھذا ما عندنا فی ھذا الباب واللہ اعلم باسرار کلہ"

(تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

فرماتا ، جو اپنی خواہش نفس کے سامنے بے بس ہے اور قتلِ بے گناہ کے ارتکاب کی جرات کرتا ہے ۔

نیز سابقہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کو جن صفات عالیہ سے موصوف فرمایا گیا ہے ......

عبدنا (ہمارا بندہ) ذا الاید (عبادت وطاعت میں بڑا طاقتور) اواب (ہر وقت رجوع کرنے والا) صاحب فصل الخطاب وغیرہا ۔

...... اگر آپ علیہ السلام سے ایسی رذیل حرکت سرزد ہوئی ہوتی تو آپ کو ان اوصاف جمیلہ سے موصوف کرنے کا پھر کوئی مقصد نہ رہتا۔ اور آپ کو ﴿عندنا لزلفی﴾ اور ﴿حسن مآب﴾ کی خوشخبری ہرگز نہ دی جاتی ۔اس لئے آیات کا سیاق اور سباق دونوں اس قصہ کی پرزور تردید کرتے ہیں، اور اسے سراپا لغو اور بے ہودہ قرار دیتے ہیں ۔

(تفسیر کبیر)

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی نے فرمایا :

" من حدثكم بحديث داؤد على ما يرويه القصاص جلدته مائة وستين "

ترجمہ : یعنی جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسی بات کرے جس طرح قصہ گو کیا کرتے ہیں تو میں اسے ایک سو ساٹھ دُرّے (کوڑے) لگاؤں گا۔

بعض حضرات نے ان آیات کا پس منظر اس طرح بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں یہ رواج عام تھا اور اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی جاتی تھی کہ اگر کسی کی منکوحہ (زوجہ) کی طرف کسی کا میلان ہو جاتا تو وہ اس سے کہتا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تاکہ میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں، چنانچہ بسا اوقات وہ شخص اپنے دوست کی یہ درخواست قبول کرلیتا اور وہ شخص عدت گزارنے کے بعد اس عورت سے نکاح کر لیتا۔ لیکن نبی کی شان بڑی اونچی ہے اس لئے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس بات پر تنبیہ فرما دی۔

(یعنی داؤد علیہ السلام نے کسی شخص کی عورت کی طرف میلان کر کے اسے طلاق دینے کے متعلق کہا تھا پھر اس سے نکاح کر لیا تھا)

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ابھی اس عورت کی شادی " اوریاہ "

marfat.com

Marfat.com

سرزد نہیں ہو سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو شرعی احکام پر اعتماد باقی نہیں رہتا اور انبیائے کرام کے فرمودات (ارشادات) سے اعتبار اٹھ جاتا، قصہ گو (قصے کہانیاں بیان کرنیوالے) لوگوں نے منصب نبوت کے منافی جو کہانیاں گھڑلی ہیں ہم ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ ہمارا مسلک تو وہ ہے جو شاعر نے اس شعر میں بیان کیا ہے۔ کہتا ہے:

"جس بارے میں شک وشبہ ہو وہاں ہم عقل کا فیصلہ مانتے ہیں جبکہ قصہ گوؤں کے ہمنشین حکایتوں اور کہانیوں کو ترجیح دیتے ہیں"

شیخ اکبر حضرت ابن عربی رحمہ اللہ نے یہاں خوب لکھا ہے:

" واعظوں کو چاہئے کہ وہ اپنے وعظوں میں غلط قصے اور جھوٹی کہانیاں بیان نہ کیا کریں، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: کہ بندہ جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتے اس سے تیس میل دور بھاگ جاتے ہیں اور اس آدمی کو بہت برا جانتے ہیں، جب واعظ یہ جانتا ہے کہ فرشتے مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ سچ بولنے کی پوری کوشش کرے۔

پھر فرماتے ہیں:

" ولا يتعرض لماذكره المؤرخون عن اليهود من زلات من اثنى الله عليهم واجتباهم ويجعل ذالك تفسيرا لكتاب الله"

(فتوحات مکیہ جلد دوم ص ٢٥٦ مطبوعہ مصر)

واعظ پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے کلیتاً اجتناب کرے جو مؤرخین نے بلا تحقیق یہودیوں سے نقل کی ہیں، جن میں ان مقدس ہستیوں کی لغزش کا بیان ہوتا ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے ثناء و توصیف فرمائی ہے اور انہیں دوسرے لوگوں سے چن لیا ہے۔ اور پھر ان لغویات کے بارے میں کہے کہ: وہ قرآن مجید کی تفسیر بیان کر رہا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

نتیجہ واضح ہوا:

مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب قدس سرہ کی اس ایمان افروز تفسیر جو

marfat.com

Marfat.com

یعنی ہماری یہ توجیہ سب اقوال سے بہتر ہے اور اس ضمن میں ہماری یہی تحقیق ہے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کے اسرار و رموز کو بہتر جانتا ہے۔

علامہ ابو حیان اندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں اپنی تحقیق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ بھی ھدیہ ناظرین ہے:

"ہماری تحقیق یہ ہے کہ دیوار پھاند کر محراب میں آنے والے انسان تھے، وہ ایسے راستے سے داخل ہوئے تھے جو داخل ہونے کا راستہ نہ تھا، اور ایسے وقت آئے تھے جو آپ کی عدالت کا وقت نہ تھا، آپ علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں، (کیونکہ ایک گروہ آپ کا مخالف تھا) لیکن جب واضح ہو گیا کہ یہ دونوں تو کسی مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ چل گیا کہ یہ سارا واقعہ (یعنی ان لوگوں کا بے وقت آدھمکنا اور غیر معروف راہ سے آنا اور آپ کا ان کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ قتل کے ارادے سے آئے ہیں اور اس وجہ سے آپ کا گھبرا جانا) آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے آزمانا چاہا ہے اور ان کے بارے میں سوء ظن کرنا آپ کی شان نبوت سے فروتر ہے، (بہت کم ہے) اسلئے آپ مغفرت طلب کرنے لگے۔

آخر میں علامہ مذکور لکھتے ہیں:

" ونعلم قطعا ان الانبیاء علیهم السلام معصومون من الخطایا لایمکن وقوعهم فی شیء منها ضرورة ان لوجوزنا علیهم شیئا من ذالك بطلت الشرائع ولم یوثق بشیء مما یذكرون انه وحی من الله فما حكى الله فی كتابه یمرعلی ما اراده الله وما حكى القصاص مما فیه نقص لمنصب الرسالة طرحناه ونحن نقول كما قال الشاعر:

ونوثر حكم العقل فی كل شبهة اذ اثر الاخبار جلاس قصاص "

یعنی ہمارا پختہ یقین ہے کہ انبیائے کرام گناہ اور خطاء سے معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے ایسے امور

marfat.com

Marfat.com

ہم نے اتاری ہے آپ کی طرف بڑی بابرکت تاکہ تدبر کریں اس کی آیتوں میں اور تاکہ نصیحت پکڑیں عقلمند۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو بتایا جارہا ہے کہ تم کسی شاہی خاندان کے فرد نہیں ہو کہ تمہیں یہ حکومت اور تخت ورثہ میں ملا ہو۔ تم ایک غیر معروف چرواہے تھے ، ہم نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے لئے یہ راہ ہموار کی اور اپنی مہربانی سے بنی اسرائیل کا تاجدار بنایا۔ اور وسیع و عریض سلطنت مرحمت فرمادی ، اور مسند خلافت پر متمکن کردیا۔ اس احسان کا شکر ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ہر فیصلہ عدل وانصاف کے مطابق کرو ، اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی طرح اثرانداز نہ ہونے دو۔ اگر تم نے اپنی خواہش نفس پر انصاف کو قربان کیا تو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہک جاؤ گے ۔ اسکی توفیق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

اور جو شخص راہِ حق سے بہک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں منہیہ تحریر فرمایا ہے ، جو پیش خدمت ہے :

" ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات طلحہ ، زبیر ، کعب اور سلمان رضی اللہ عنہم سے پوچھا ، ماالخلیفة من الملک؟ یعنی خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرات طلحہ اور زبیر نے کہا ہم نہیں جانتے۔ حضرت سلیمان نے عرض کیا :

" الخليفة الذی يعدل فی الرعية ويقيم بينهم بالسوية ويشفق عليهم شفقة الرجل على اهله ويقضى بكتاب الله "

یعنی خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرتا ہے ان میں مال مساوی طور پر تقسیم کرتا ہے اور وہ اپنی رعایا پر یوں مہربان اور شفیق ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اہل و اعیال پر شفیق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

سلیمان بن عوجا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

marfat.com

Marfat.com

تفسیر کبیر اور البحر المحیط اور فتوحات مکیہ کے حوالہ جات سے مزین ہے ...... سے واضح ہو گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ہونے والی کہانیاں کہ " آپ نے (معاذ اللہ) ایک عورت سے برائی کا ارتکاب کیا اور پھر اس کے خاوند کو قتل کرا دیا ، یا آپ نے کسی کی منگنی تڑوا کر خود منگنی کر لی، یا اپنے دوست کی بیوی پر عاشق ہو کر اسے طلاق دینے پر مجبور کر دیا ۔ یہ تمام بیہودہ باطل افسانے ہیں۔ یہود کی من گھڑت کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی شان کے لائق ہرگز ہرگز ایسے واقعات نہیں ہو سکتے ۔ صحیح واقعہ وہی ہے جو صاحب تفسیر کبیر نے یا البحر المحیط نے تحریر کیا ہے اور اسی کو صحیح سمجھنے کی تاکید شیخ اکبر نے فرمائی ہے ۔

داؤد علیہ السلام کی خلافت اور عدل وانصاف کا حکم :

﴿ یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ ☆ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ☆ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ☆ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْا آیٰتِهٖ وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

(پ ۲۳ سورت ص ۲۶ ،۲۹)

اے داؤد ہم نے مقرر کیا ہے آپ کو (اپنا) نائب زمین میں پس فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ اور نہ پیروی کیا کرو ہوائے نفس کی وہ بہکا دے گی تمہیں راہ خدا سے بیشک جو لوگ بھٹک جاتے ہیں راہ خدا سے ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے بھلا دیا تھا یوم حساب کو اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بے فائدہ یہ تو کفار کا گمان ہے۔ پس بربادی ہے کفار کے لئے آگ (کے عذاب) سے، کیا ہم بنا دیں گے انہیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں ان لوگوں کی مانند جو فساد برپا کرتے ہیں زمین میں یا ہم بنا دیں گے پرہیز گاروں کو فاجروں کی طرح۔ یہ کتاب ہے جو

marfat.com

Marfat.com

عذاب شدید ہے۔

" اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَضِلَّ عَنْ سَبِيْلِكَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْحَشْرِ وَعَذَابِ النَّارِ"

کفار اور ملحد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی بس یہی دنیوی زندگی ہے، اس میں خوب عیش و عشرت کر لو، خوب مزے اڑاؤ، دولت کماؤ، جتنی کما سکتے ہو۔ حلال و حرام کے چکر میں نہ پڑو، یہ تو ملاؤں کی من گھڑت باتیں ہیں۔ جاہ و منصب حاصل کرنے کے لئے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے تو ہونے دو، مکر و فریب کی ضرورت پڑے تو ہرگز نہ گھبراؤ۔ قیامت کس نے دیکھی ہے۔ ہزارہا سال سے یہ صوفی لوگ قیامت کی دھمکیاں دیتے چلے آرہے ہیں۔ ان کی باتوں میں آکر اپنی زندگی کا لطف برباد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مغالطے کا رد فرماتے ہیں کہ اگر تمہاری باتیں درست ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین و آسمان کا یہ سارا نظام عبث اور بے مقصد ہے۔ ایک نیک کار مومن اور ایک مفسد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ متقی اور پرہیز گار اور فاسق و فاجر سب یکساں ہیں۔ سن لو! اس کائنات کے خالق ہم ہیں اور ہم نے کوئی چیز بھی عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی۔ ہم علیم بھی ہیں حکیم بھی، ہمارا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ اس روز متقی اور پرہیز گار ہمارے انعامات سے مالا مال ہوں گے اور فاسق و فاجر ذلیل ہوں گے۔ حق کا بول بالا ہوگا اور ہر قسم کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

(ضیاء القرآن)

حضرت داؤد علیہ السلام کے "جالوت" کو قتل کرنے کا واقعہ حضرت "طالوت" کے واقعہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

حاضرین سے کہا:

" ماادری أخليفة انا ام ملك " ؟

مجھے معلوم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔

ایک شخص کہنے لگا اے امیر المومنین دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فرق کیا ہے ؟

" قال الخليفة لا يأخذ الاحقا ولا يضعه الا فى حق انت بحمد الله كذالك ولاملك يعسف الناس فياخذ من هذا يعطى هذا فسكت عمر "

اس نے کہا ہے خلیفہ وہ ہے جو لیتا ہے تو حق وانصاف سے اور خرچ کرتا ہے تو صحیح جگہ پر اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور بادشاہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں پر جور وستم کرتا ہے اِس سے لیتا ہے اُس کو دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر خاموش ہو گئے۔

(حاشیہ تفسیر مظهری)

سربراہِ مملکت کے لئے اسلام نے " بادشاہ، سلطان، چیئرمین " وغیرہ کلمات پسند نہیں کئے کیونکہ ان میں خودسری اور انانیت کی بو آتی ہے، بلکہ " خلیفہ " کا لفظ تجویز کیا ہے۔ جس کا معنی خود سر اور مختار کا نہیں بلکہ نائب اور قائم مقام ہے۔ یہ لفظ ہی بتارہا ہے کہ مملکت اسلامیہ کا سربراہ اپنے رب کا نائب ہوتا ہے اور نائب کا کام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور اس کے ارشادات کے مطابق اس کے دیئے ہوئے اختیارات کو استعمال کرنا ہے۔

یہ وہ فرق ہے جو دنیا کے دوسروں نظاموں اور اسلام کے نظام سیاست میں بنیادی اہمیت کا مالک ہے قرآن پاک نے یہاں خلیفہ کی ذمہ داریوں کو بڑے مؤثر انداز اور پیرائے میں بیان کر دیا کہ اس کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرے، فیصلہ کرتے وقت خارجی چیز، سفارش، کوئی طمع کوئی خوف، حتی کہ اپنے ذاتی مفاد کو بھی اس پر اثر انداز نہ ہونے دے۔ جو حاکم ایسا نہیں کرتا گویا اس نے روز جزاء کو فراموش کر دیا۔ قیامت کے دن پر اس کا ایمان نہ رہا۔ زبان سے وہ ہزار دعوے کرے کہ وہ وقوع قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اگر وہ فیصلہ کرتے وقت میزانِ عدل کو برابر نہیں رکھ سکتا تو اس کو یہ دعوی کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ اور جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اسے فراموش کر دیتے ہیں ان کے لئے

marfat.com

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں سمجھتے :

﴿ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴾

انہوں نے کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطاء ہوا بے شک یہی ظاہر فضل ہے۔

یہ تو ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ پرندے ضرور اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں جس طرح ایک قسم کے پرندے دوسری قسم کے پرندوں سے مختلف بولیاں بولتے ہیں اسی طرح ایک ہی قسم کے پرندے مختلف اوقات میں مختلف قسم کی بولیاں بولتے ہیں۔ ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے ان کے بولنے کا انداز اور ہوتا ہے ۔ ایک دوسرے سے محبت کے وقت ان کی گفتگو کا انداز مختلف ہوتا ہے ۔ جب ان پر کوئی درندہ یا شکاری حملہ کرنا چاہے تو ان کے کلام کی نوعیت اور ہوتی ہے ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی بولیاں صرف چیخ و پکار شور و غل میں ہی نہیں ہوتیں بلکہ ان میں مطالب و مقاصد بھی پائے جاتے ہیں، جنہیں وہ خود اچھی طرح سمجھتے ہیں، اگرچہ ہم ان کی بولیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں ۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی قوت عطا فرمائی تھی۔ آپ علیہ السلام سمجھ لیتے تھے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ آپ علیہ السلام کا اپنے آپ کو جمع کے صیغے سے تعبیر کرنا سیاست کے قانون کے مطابق تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا سے اسی انداز سے کلام کرتے ہیں اس میں تکبر کی نیت نہیں تھی

بعض حضرات نے کہا کہ پرندوں کی بولیاں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام دونوں ہی جانتے تھے اسلئے جمع کا صیغہ لایا گیا ۔ لیکن یہ قول درست نہیں کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی پرندوں کی بولیاں جانتے تھے ۔

حضرت سلیمان نے "مور" کی آواز کو سن کر کہا کہ یہ کہہ رہا ہے : جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

"ھدھد" کی آواز کو سن کر کہا یہ کہہ رہا ہے : اے گناہگارو ! اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو ۔

"خطاف" (لمبے بازوں والا، چھوٹے پاؤں والا، سیاہ رنگ کا پرندہ)......

marfat.com

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین :

(حضرت سلیمان علیہ السلام)

﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ ﴾

(پ ۱۹ سورۃ نمل ۱٦)

اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے "ورث" کا معنی "جانشین" کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کی بادشاہت اور خلافت کے جانشین بنے۔ مال و دولت کی وراثت یہاں مراد نہیں، بلکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق انبیائے کرام کے مال و دولت کا کسی کو وارث نہیں بنایا جاتا۔

"نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث"

اسی طرح ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا :

" ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر "

بے شک علماء انبیائے کرام کے وارث ہوتے ہیں اور بے شک انبیائے کرام کے ورثا دراہم و دنانیر کے وارث نہیں ہوتے، بلکہ ان کے علم کے لوگ وارث ہوتے ہیں۔ جس نے اس (علم) کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ حاصل کر لیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹوں میں سے سب سے چھوٹے حضرت سلیمان تھے اگر یہاں وراثت مال کی مراد ہوتی تو سب بیٹے وارث ہوتے۔ صرف سلیمان علیہ السلام نہ ہوتے، نیز بادشاہت اور نبوت میں بھی وراثت لزومی طور پر جاری نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے وارث کا "جانشین" معنی کرنا بہت ہی کامل اور حسین ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع اس طرح کر دیا گیا تھا جس طرح سواری انسان کے تابع ہوتی ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " غدو " کا مطلب صبح سے زوال تک اور " رواح " کا مطلب زوال سے شام تک۔ یعنی آپ صبح سے زوال تک اتنا سفر کر لیتے جتنا سیاح لوگ ایک ماہ میں کرتے اور زوال سے شام تک اتنا سفر کر لیتے جتنا ایک ماہ میں کیا جاتا۔ آپ علیہ السلام صبح بیت المقدس میں ہوتے تو قیلولہ کے وقت " اصطغر " میں پہنچ جاتے۔ پھر " اصطغر " سے شام تک خراسان کے قلعہ تک پہنچ جاتے۔ سیاح لوگ اس وقت تک ایک فرسخ یعنی تین میل صبح سے زوال تک سفر کرتے تھے تو آپ تیس فرسخ کرتے۔ اسی طرح شام کو بھی۔

خیال رہے علامہ رازی کے نزدیک حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع یہ عام ہوائیں نہیں تھیں بلکہ خاص قسم کی ہوا تھی۔

(تفسیر کبیر، روح المعانی)

سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا چشمہ :

﴿ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ﴾

(پ ۲۲ سورت سبا ۱۲)

اور ہم نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔

اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تانبے کو اس طرح نرم کر دیا تھا جیسے آپ کے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا تھا، تانبے کی صنعت والے لوگ آپ کے پاس ٹھنڈا تانبہ لاتے، آپ بغیر آگ اور کوٹنے کے جیسے انہیں ضرورت ہوتی اسی طرح بنا دیتے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تانبے کی دھات ایک چشمہ کی صورت میں عطا کی تھی، جتنا تانبہ ضرورت ہوتا اتنا اس چشمہ سے لے لیا جاتا۔

سلیمان علیہ السلام کا لشکر :

﴿ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۱۷)

marfat.com

Marfat.com

......کی بولی سن کر کہا کہ یہ کہہ رہا ہے : نیکی کے کام کرو ؛ تاکہ آگے ان کی جزا پاؤ۔

"قمری" کی آواز سن کر کہا کہ یہ تسبیح پڑھ رہی ہے " سبحان ربی الاعلیٰ "

" چیل " کو بولتے ہوئے سن کر کہا یہ کہہ رہی ہے : رب کے بغیر ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے ۔

"بھٹ تیتر " کی آواز کو سن کر کہا یہ کہہ رہا ہے : جو خاموش رہا وہ سلامتی میں رہا ۔

" مرغ " کی آواز کو سن کر کہا یہ کہہ رہا ہے : اے غافلو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

"گدھ" کی آواز سن کر فرمایا یہ کہہ رہی ہے : اے انسان جتنا چاہے تو زندہ رہے آخر تجھے موت آنی ہے۔

" عقاب " کی آواز کو سن کر کہا یہ کہہ رہا ہے : لوگوں سے دور رہنے میں ہی انس ہے ۔

"مینڈک" کی آواز کو سن کر کہا یہ تسبیح پڑھ رہا ہے : "سبحان ربی القدوس "

(ماخوذ از روح المعانی و مدارک)

خیال رہے کہ ان پرندوں کی ہمیشہ یہ بولی نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات یہ بولی انہوں نے بولی۔ مختلف اوقات میں مختلف بولیاں بولتے ہیں ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کہنا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر چیز عطا کی ہے" یہ بطور شکر تھا بطور فخر نہیں : جیسے نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا : " انا سید ولد ادم ولا فخر " میں اولاد آدم کا سردار ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ یعنی میں نعمت کے اظہار اور شکر کے طور پر کہہ رہا ہوں۔

خیال رہے کہ میں نے اس حدیث کی وضاحت میں اپنی کتاب " شمع ہدایت " تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل تصنیف کی ہے۔ مزید تحقیق کیلئے اس کا مطالعہ فرمائیں ۔

"ہوا " حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھی :

﴿ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ﴾

(پ ۲۲ سورة سبا ۱۲)

اور ہم نے ہوا سلیمان کے تابع کر دی اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی۔

marfat.com

Marfat.com

اس سے مراد ومدعا یہ ہے کہ افواج کی کثرت کے باوجود وہاں بد نظمی اور انتشار کا نام ونشان تک نہ تھا۔ فوج کا ہر حصہ لشکر کا ہر دستہ سفر وحضر میں فوجی نظم وضبط کی سختی سے پابندی کیا کرتا۔

(ضیاء القرآن)

سلیمان علیہ السلام کے تخت کے متعلق غیر معتبر قصے :

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے متعلق کچھ قصے اس قسم کے مشہور کر دیئے گئے ہیں جن پر اعتبار کرنا درست نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی حقیقت ہے کسی معتبر سند سے ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اکثر واقعات ایسے بیان کئے جاتے ہیں جو غیر معتبر ہیں ان پر اعتماد نہ کیا جائے ،بلکہ صرف ان واقعات پر ایمان لایا جائے جو قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ ایسے واقعات جو مبالغہ آمیز ہیں، جنہیں قصہ گو لوگ اور مورخین حضرات بیان کرتے ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ ایسے واقعات کو صرف یہ خیال کر کے بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر چیز ممکن ہے اس سے بے دین لوگوں کے لئے دین کے ساتھ مذاق اڑانے کا دروازہ اپنے ہاتھوں سے کھولنا لازم آئے گا۔ (العیاذ باللہ)

اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اکثر مبالغہ آمیز واقعات لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کے لئے بے دین لوگوں نے گھڑ لئے ہوں ۔ علامہ آلوسی کے الفاظ یہ ہیں :

" واكثر الاخبار فى هذا الشان لايعول عليها فعليك بالايمان بما نطق به القرآن ودلت عليه الاخبار الصحيحة واياك عن الانتصار لما لاصحة له مما يذكره كثير من القصاص والمؤرخين مما فيه مبالغات شنيعة بمجرد انها امور ممكنة يصح تعلق قدرته عزوجل بها فتفتح بذالك باب السخرية بالدين والعياذ بالله تعالىٰ ولا يبعد ان يكون اكثر ما تضمن مثل ذالك من وضع الذنادقة يريدون به التنفير عن دين الاسلام "

(روح المعانی ج ۱۰ حصہ دوم ص ۱۷۵)

علامہ آلوسی نے بھی وہ قصے کچھ نقل کئے اور میں بھی نقل کر رہا ہوں تا کہ قارئین کے ذہن میں

marfat.com

Marfat.com

اور فراہم کئے گئے سلیمان(علیہ السلام) کے لئے لشکر جنوں انسانوں اور پرندوں سے پس وہ نظم وضبط کے پابند ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ تین حصوں پر مشتمل تھا۔ جن، انسان اور پرندے۔

بعض لوگ جو قرآن کریم کو اپنے خیالات اور مزعومات کا لباس پہنانا ہی قرآن دانی کا کمال سمجھتے ہیں انہوں نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی ہے :

> کہ " جن " سے مراد جنات نہیں بلکہ وہ پہاڑی قبائل ہیں جو بدنی لحاظ سے بڑے طاقتور تھے اور جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا باجگزار بنا لیا تھا۔ اور "طیور" سے مراد پرندے نہیں بلکہ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار فوجی دستے ہیں۔

کاش وہ " انس " کا بھی کوئی ایسا معنی گھڑ لیتے جس سے یہاں اس کا استعمال درست ہو جاتا، جب "جن" سے مراد جنگلی قبائل ہیں جو انسان ہیں۔ اور "طیور" سے مراد گھڑ سوار ہیں اور وہ بھی انسان ہیں۔ تو ان دونوں کے درمیان "الانس" یعنی انسان بیان کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے ؟

"عطف "تغایر و تخالف پر دلالت کرتا ہے اور آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن اور طیور " انس " کی طرح دو الگ الگ نوع ہیں کوئی لفظ اگر بطور مجاز کسی دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوتا کہ جہاں یہ لفظ مستعمل ہو گا وہاں اس کا مجازی معنی ہی مراد ہو گا، بلکہ مجازی معنی لینے کے لئے شرط اول یہ ہے کہ وہاں اس کا حقیقی معنی نہ لیا جائے ، نیز وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو اس مجازی معنی کا تعین کرے ، جب یہاں دونوں شرطیں مفقود ہیں تو ان الفاظ کے حقیقی معنوں کو نظر انداز کر کے دور از کار تاویلات کرنا، یقیناً جاہلانہ جسارت ہے۔

(آیت کریمہ میں لفظ یوزعون آیا ہوا ہے) "وزع "کہتے ہیں روکنے اور منع کرنے کو ، اصل الوزع الکف والمنع ۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

کرسیاں بچھائی جاتیں ،سونے کی کرسیوں پر انبیائے کرام بیٹھا کرتے اور چاندی کی کرسیوں پر علماء اور ان کے اردگرد لوگ بیٹھتے ، پھر ان کے اردگرد جن بیٹھتے ، پرندے اپنے پروں سے ان پر سایہ کرتے ، باد صبا اس قالین کو اٹھا کر ایک مہینے کی مسافت طے کرا دیتی۔

اس قسم کے ایک دو واقعے آپ نے اور بھی تحریر کئے ہیں اور ان پر اپنی رائے جو آپ نے قائم کی ہے اس کا ذکر اس بحث کی ابتداء میں کر دیا گیا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی کلام سن کر مسکرانا :

﴿ حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ☆فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۱۸، ۱۹)

یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی : اے چیونٹیو ! اپنے گھروں میں چلی جاؤ ، تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکری بے خبری میں۔ تو سلیمان علیہ السلام اس کی بات سن کر مسکرا کر ہنسے۔

عام طور پر سلیمان علیہ السلام اور آپ کا لشکر ہوا کے ذریعے سفر کیا کرتے ،لیکن اس سفر میں آپ عام لوگوں کی طرح سفر کر رہے تھے ،آپ علیہ السلام لشکر میں کچھ لوگ پیدل چل رہے تھے اور کچھ سوار تھے چیونٹیوں کی وہ بستی طائف یا شام میں تھی ۔ان کو حکم دینے والی ان کی ملکہ تھی ۔ وہ لنگڑی تھی اس کا نام طاخیہ یا منذرہ تھا۔

سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز تین میل سے سنی تھی آپ نے اپنے لشکر کو آگے چلنے سے روک دیا تھا کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو سکیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا معجزہ ہے اس میں کوئی بات تعجب کی نہیں۔

نبی کریم ﷺ سے "گوہ" نے کلام کیا۔ آپ ﷺ کی رسالت کی شہادت دی ۔آپ نے گوہ کی

marfat.com

Marfat.com

رہیں کہ یہ واقعات غیر معتبر ہیں کسی بیان کرنے والے سے سن کر یا کسی غیر معتبر کتاب میں پڑھ کر ان پر یقین نہ کرلیں۔

غیر معتبر قصہ نمبر ۱

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تین لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں ،آپ کے قریب مومن لوگ بیٹھتے، پھر ان کے پیچھے مومن جن بیٹھتے، پھر آپ پرندوں کو حکم دیتے جو ان پر سایہ کرتے، پھر آپ ہوا کو حکم دیتے جو انہیں اٹھا لیتی اور ان کا "سنبل" سے گزر ہوتا اور اس میں کوئی حرکت نہ ہوتی۔

غیر معتبر قصہ نمبر ۲

سلیمان علیہ السلام کا لشکر ایک سو فرسخ میں پھیلا ہوا ہوتا تھا۔ پچیس فرسخ میں انسان ہوتے۔ پچیس فرسخ میں جن، پچیس فرسخ میں وحشی جانور اور پچیس فرسخ میں پرندے۔ اور لکڑی پر شیشے کے بنے ہوئے ایک ہزار آپ کے گھر تھے ۔ تین سو آپکی زوجہ تھیں اور سات سو لونڈیاں۔ آپ جہاں جاتے پہلے تیز ہوا کو حکم دیتے وہ ان گھروں کو بلند کرتی ،پھر آہستہ آہستہ چلنے والی ہوا کو حکم دیتے وہ ان کو وہاں لے جاتی جہاں آپ جانا چاہتے۔

غیر معتبر قصہ نمبر ۳

آپ ہوا کے ذریعے زمین و آسمان پر چل رہے تھے کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ میں تمہاری بادشاہی کو اور زیادہ کر رہا ہوں کہ تمام مخلوق میں سے کوئی بھی کلام کرے گا تو اسے آپ کے کانوں میں ہوا کے ذریعے پہنچا دیا جائے گا۔

غیر معتبر قصہ نمبر ۴

جنوں نے آپ کے لئے سونے اور ریشم سے بن کر ایک قالین بنایا جس کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک فرسخ تھی اور آپ اس کے درمیان اپنا سونے کا منبر رکھ کر بیٹھتے ،آپ کے اردگرد چھ لاکھ سونے اور چاندی کی

marfat.com

Marfat.com

ہو جاتی، ورنہ نواجذ آخری ڈاڑھوں کو کہا جاتا ہے۔ اتنا ہنسنا آپ سے ثابت نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(ماخوذ از روح المعانی)

بیہودہ قہقہے لگانا، انسان کے دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ ہنسی کی بات پر انسان پوری کوشش کرے کہ آواز کو جتنا کم کر سکے اتنا کم کرے گلی کوچوں میں زور زور سے ہنسنا، انسانیت کا کام نہیں۔ دوران اسباق اتنا ہنسنا کہ آواز دور دور تک سنائی دے یہ کسی طرح بھی مستحسن نہیں۔

چیونٹی کے کلام میں عجیب حکمت :

ایک وجہ تو واضح ہے کہ اس نے دوسری چیونٹیوں کو روندے جانے کے خدشے سے اپنے مساکن میں چلے جانے کا حکم دیا۔ دوسری وجہ علامہ رازی نے یہ بیان فرمائی کہ میں نے بعض کتابوں میں دیکھا کہ اس نے اپنی قوم کو گھروں میں داخل ہونے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ میری قوم حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر اور ان کے جلال شان کمال اور انکی عظمت کو دیکھ کر کہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران (ناشکری) نہ کر دیں کہ ہمیں تو اتنی عظیم نعمتیں حاصل نہیں؛ اسلئے انہیں حکم دیا کہ گھروں میں داخل ہو جاؤ، تاکہ انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم نعمتیں نظر نہ آئیں۔ اور نہ ہی اپنی نعمتوں کی ناشکری کریں۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان دنیاداروں کی محافل میں کم جائے ان کے دنیاوی مال و متاع سے اس کا دل نہ للچائے۔ (تفسیر کبیر)

انسان چیونٹی سے کم عقل کیوں ؟

چیونٹیوں کی ملکہ نے جب انہیں گھروں میں داخل ہونے کا حکم دیا تو کہا کہ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر بے خبری میں......﴿وھم لا یشعرون﴾ ایسے حال میں کہ وہ بے خبر ہوں...... کہہ کر اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اسے یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی معصوم ہوتے ہیں وہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں یہ ان سے کبھی نہ ہو گا کہ وہ ان حیوانوں کو ظالمانہ طور پر قتل کر دیں، ہاں البتہ بھول اور بے خبری کی وجہ سے ان سے ایسا ہو سکتا ہے۔ اس میں عظیم تنبیہ ہے کہ عصمت انبیاء پر یقین رکھنا

marfat.com

Marfat.com

آواز اور شہادت کو سن لیا ، خیبر میں آپ کو بکری کا زہر آلود پایہ دیا گیا تھا ، آپ کے معمولی تناول کرنے کے ساتھ ہی اس پائے نے کلام کیا اور بتایا کہ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے۔ ذبح شدہ بکری کے گوشت سے آواز سننا اللہ تعالیٰ کے حبیب کا معجزہ ہی تو ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسکرانے کی ایک وجہ چیونٹی کی احتیاطی تدابیر پر تعجب کرنا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ کو چیونٹی کی آواز سننے کی رب نے جو توفیق عطا فرمائی تھی اس پر اظہار فرحت و سرور تھا۔

(مدارک ، جلالین ، روح المعانی)

فائدہ :

ہنسنے کی ابتدائی کیفیت جس میں آواز نہیں ہوتی اسے "تبسم" کہا جاتا ہے اور دانتوں کے ظاہر ہونے کے ساتھ ہی کچھ خفیف آواز بھی پیدا ہو جو انسان خود ہی سن سکے اسے "ضحک" کہا جاتا ہے اور اگر آواز اتنی بلند ہو جو دوسرے بھی سن سکیں اسے "قہقہہ" کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے قہقہہ لگا کر ہنسنا ثابت نہیں۔ تبسم آپ اکثر طور پر فرماتے تھے اور کبھی آپ سے ضحک یعنی معمولی ہنسنا بھی ثابت ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں :

"ما رأيته مستجمعا قط ضاحكا"

میں نے نبی کریم ﷺ کو کلی طور پر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

یعنی آپ ﷺ زیادہ طور پر تبسم فرماتے تھے ہمیشہ ضحک یعنی ہنسنا آپ کا معمول نہیں تھا۔ کئی احادیث میں آپ کا ضحک...... جس سے ڈاڑھیں ظاہر ہو جائیں...... بھی ثابت ہے، لیکن وہ کبھی کبھی ہوتا

البتہ خیال رہے کہ زمخشری نے تو یہ کہا ہے کہ جن احادیث میں یہ ذکر ہے ......

"انه ضحك حتى بدت نواجذه"

بے شک آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

...... اس کا حقیقی معنی معتبر نہیں ، بلکہ صرف اتنا ثابت ہے کہ کبھی کبھی تبسم سے کچھ زیادتی

marfat.com
Marfat.com

طرف متوجہ ہونا شروع ہوئے ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو چاہتے ہو تم مجھ سے سوال پوچھ سکتے ہو۔ یہاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے جو اس وقت نوجوان بچے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا سلیمان علیہ السلام والی نملۃ (چیونٹی) مذکر تھی یا مونث ؟ تو وہ لاجواب ہو گئے ۔ بعد ازاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود بتایا کہ وہ مونث تھی ۔ انہوں نے پوچھا: تمہیں یہ بات کہاں سے پتہ چلی ؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قالت نملة﴾ اگر مذکر ہوتا تو ﴿قال نملة﴾ ہوتا ۔ یعنی قالت مونث ہے۔ قال مذکر ہے ؛ اور چونکہ لفظ نملة ، حمامة اور شاة کی طرح مذکر اور مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مذکر اور مونث کے درمیان فرق کے لئے لفظ ذکر اور انثی کا اضافہ کرتے ہیں۔ حمامة ذکر (کبوتر) حمامة انثی (کبوتری) ۔ اور اسی طرح شاة ذکر (بکرا) اور شاة انثی (بکری) کہا جاتا ہے۔

تاہم علامہ آلوسی نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ لفظ کا اعتبار کر کے صیغہ مؤنث ذکر کیا گیا ہو یعنی جب ایسا لفظ ہو جو باعتبار لفظ کے مونث ہو اور باعتبار معنی کے مذکر ہو اس کے لئے فعل مذکر اور مونث دونوں لا سکتے ہیں البتہ لفظ کا اعتبار کرنا زیادہ فصیح ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لا يضحى بعوراء ولا عمياء ولا عجفا"

یک چشم جانور، اندھے اور بہت لاغر کو قربانی نہ کیا جائے ۔

یہاں بھی نبی کریم نے لفظ شاة اور بقرة وغیرہ کا اعتبار کر کے مونث صفات ذکر کی ہیں حالانکہ قربانی کیلئے مذکر اور مونث جانوروں کا حکم ایک ہی ہے ، کوئی مونث کی تخصیص نہیں ؛ لہذا ممکن ہے قالت نملة میں لفظ نملۃ مونث ہے اس کا اعتبار کر کے مونث صیغہ قالت استعمال کر لیا گیا ہو اور معنی میں مذکر اور مؤنث دونوں کا احتمال ہو۔

"كيف يسئال ابو حنيفة رضى الله عنه بهذا ويفحم به قتاده مع غزارة علمه"

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے یہ سوال کیا ؟ اور کیسے ابو قتادہ عظیم علم رکھنے کے

marfat.com

Marfat.com

واجب ہے اسمیں شک کرنا ایمان کو ضائع کرنا ہے

" ان النملة قالت وهم لا يشعرون كانها عرفت ان النبى معصوم فلا يقع منه قتل هذه الحيوانات الا على سبيل السهو وهذا تنبيه عظيم على وجوب الجزم بعصمة الانبياء عليهم السلام"

(تفسیر کبیر)

علامہ رازی کی اس بحث سے واضح ہوا کہ وہ انسان جو انبیائے کرام کو معاذ اللہ گناہگار ٹھہراتے ہیں، وہ چیونٹی سے بھی کم عقل ہیں ۔ کہاں انسان اور کہاں چیونٹی ؟ خدارا انسان کو حیوانوں سے زیادہ عقل آنی چاہئے، انبیائے کرام کی عصمت پر کامل ایمان ہونا لازم ہے۔

چیونٹیوں کی سمجھداری :

چیونٹیوں کے حالات میں غور وفکر کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی شعور و سمجھ دے رکھی ہے ، یہی وجہ ہے کہ یہ گرمیوں میں اتنا توشہ جمع کرلیتی ہیں جو سردیوں میں انہیں کافی ہو سکے۔ اور یہ دانوں کے دو دو ٹکڑے کر دیتی ہیں اس ڈر کے پیش نظر کے یہ نمی (پانی کی تری) سے کہیں اگ نہ پڑیں۔ البتہ دھنیا اور مسور کے چار چار ٹکڑے کر دیتی ہیں ؛ کیونکہ ان کے دو ٹکڑے کر بھی دیئے جائیں تو وہ پھر بھی اُگ پڑتے ہیں ۔ جیسے ٹکڑے نہ کئے جائیں تو اگتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔

" وهذا وامثاله يحتاج الى علم كلى استدلالى وهو يحتاج الى نفس ناطقة وقد برهن شيخ الاشراف على ثبوت النفس الناطقة لجميع الحيوانات"

(روح المعانی)

چیونٹیوں کے متعلق جو بیان کیا ہے اس سے اور قسم کی مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں علم کلی استدلالی حاصل ہوتا ہے جو نفوس ناطقہ کو حاصل ہوتا ہے۔ شیخ الاشراف نے اسی پر دلائل قائم کئے ہیں کہ تمام حیوانات کو نفس ناطقہ یعنی کلیات کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔

تنبیہ :

تفسیر کبیر اور مدارک میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت قتادہ کوفہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی

marfat.com

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی تمام رعایا کی دیکھ بھال کرتے، لشکر میں تمام پرندوں کو دیکھتے کہ کون سا موجود ہے اور کون سا غائب ہے۔ خصوصاً آپ اپنی رعایا میں سے کمزوروں کے حال کا زیادہ خیال کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے جب اپنے لشکر میں تمام پرندوں کا جائزہ لیا تو ہدہد پرندوں کا سردار موجود نہیں تھا جس کا نام یعفور تھا۔ تو آپ نے بلا اجازت اس کے غیر موجود ہونے پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: یا تو وہ آنے پر کوئی معقول دلیل پیش کرے کہ کیوں موجود نہیں، ورنہ میں اسے سخت سزا دوں گا یزید بن رومان کہتے ہیں۔

" لا عذبنه بنتف ريش جناحيه "

کہ آپ کے سزا دینے کا مطلب یہ تھا کہ میں اس کے پر اکھیڑ دوں گا۔

جس طرح ہمارا محاورہ ہے " چمڑی ادھیڑ دوں گا " یا اسے ذبح کر دوں گا۔ ہدہد کا خصوصی طور پر جائزہ لینے کا مقصد یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ پانی کی تلاش کرتا تھا۔ جہاں وہ اپنی چونچ رکھتا تھا وہاں جن اس زمین کو کھودتے اور پانی نکالتے۔ اسی طرح ہدہد خصوصی طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام پر سایہ کرنے کا فریضہ بھی سرانجام دیتا تھا۔

(روح المعانی ، حاشیہ جلالین)

فائدہ: علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حاکم کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا کے حالات کا جائزہ لیتا رہے ایسا نہ ہو کہ اس کی بے خبری کی وجہ سے طاقتور کمزوروں پر ظلم ڈھاتے رہیں، انکے حقوق کو پامال کرتے رہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ ہمیشہ اپنی رعایا کے احوال سے باخبر رہا کرتے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا:

" لو ان سخلة على شاطئ الفرات اخذها الذئب يسئل عنها عمر "

یعنی اگر یہاں سے دور دراز علاقہ میں دریائے فرات کے کنارے پر کسی بھیڑ کے بچہ کو کوئی بھیڑیا پکڑ لے تو اس کے لئے بھی عمر کو جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد علامہ موصوف حسرت و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے زمانہ کے حکام کی بے خبری اور فرض ناشناسی پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے تھے۔

(ضیاء القرآن)

marfat.com

Marfat.com

باوجود لاجواب ہوئے؟

" قال ابن المنیر لاادری العجب منه ام من ابی حنیفة ان ثبت ذالك عنی"

ابن منیر نے کہا کہ اگر یہ واقعہ ثابت ہو جائے تو مجھے یہ علم نہیں کہ تعجب ابو قتادہ کے لاجواب ہونے پر کیا جائے یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوال کرنے پر کیا جائے کہ آپ نے ایسا سوال کیوں کیا ہے؟ آخر میں علامہ آلوسی نے تحریر فرمایا:

" والأشبه ان ذالك لا يصح عنها"

زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ واقعہ ان دونوں بزرگوں کی طرف منسوب کرنا ہی صحیح نہیں۔

"ھُد ھُد" کا لشکر سے غائب ہونا اور تختِ بلقیس کی خبر لانا:

﴿ وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِيْنَ ☆ لَأُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَأَاذْبَحَنَّهٗ اَوْ لَيَأْتِيَنِّيْ بِسُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ ☆ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ☆ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ☆ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۲۰، ۲۴)

اور پرندوں کا جائزہ لیا تو بولے: مجھے کیا ہوا میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ یا وہ واقعی حاضر نہیں۔ ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے تو ہدہد کچھ زیادہ دیر نہ ٹھہرا اور آکر عرض کی کہ: میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے حضور کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں، میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے (حصہ) ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ سے روک دیا ہے تو وہ راہ نہیں پاتے۔

marfat.com

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام پر مخفی کیوں؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے اور سبا یمن کا دارالحکومت تھا صرف تین مرحلے کی مسافت تھی پھر آپ پر بلقیس کا تخت مخفی کیسے رہا ؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔

" ان الله عزوجل اخفی ذلك عنه لمصلحة رآها كما خفی مكا ن يوسف علی يعقوب"

(قرطبی ، روح البیان ، حاشیہ جلالین)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مصلحت اور حکمت کے پیش نظر آپ پہ مخفی رکھا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا مکان حضرت یعقوب علیہ السلام پر مخفی رکھا۔

حکمت اس میں یہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد کریں اور اس سے دعا کریں کیونکہ جب آپ کو علم عطا کر دیا گیا تو یہ آپ پر ایک خصوصی انعام تھا حالانکہ آپ کو حکمت نبوت اور کثیر علوم عطا کئے گئے تھے اور اس معمولی بات کو مخفی رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کو بھی ظاہر فرمادیا۔

(از روح المعانی)

سبا شہر کے متعلق :

" سبا اسم مدينة تعرف بمآرب باليمن بينها وبين صنعا مسيرة ثلاثة "

(قرطبی)

امام یاقوت حموی معجم البلدان میں "سبا" کے متعلق لکھتے ہیں :

" ارض باليمن مدينتها مآرب بينها وبين صنعا مسيرة ثلاثة ايام"

"سبا" یمن کے ایک علاقہ کا نام ہے جس کا مرکزی شہر "مآرب" ہے جو "صنعاء" (یمن کا موجودہ دارالحکومت) سے تین دن کی مسافت پر ہے۔

یشحب بن یعرب بن قحطان کے بیٹے سبا نامی کی اولاد وہاں آباد ہوئی اسلئے یہ علاقہ "سبا" کہلایا۔

(معجم البلدان ج ۳ ص ۱۸۱ طبع بیروت)

علامہ قزوینی نے " آثار البلاد " میں اس کے متعلق تفصیلا لکھا ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

ہدہد کی واپسی :

زیادہ دیر نہ گزری کہ ہدہد واپس آگیا ، چونکہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خوف دامن گیر تھا چونکہ پرندے آپ کے بہت ہی زیادہ تابع تھے جس طرح باقی انسان و جن آپ کے تابع تھے۔ ہدہد آپ کی خدمت میں ڈر اور آپ کے ادب و احترام کے پیش نظر اپنی دم کو ڈھیلا کئے ہوئے اور اپنے پروں کو زمین سے گھسیٹتے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ نے غصہ سے اس کے سر کو اپنی طرف کھینچا تو اس نے کہا۔

" یانبی اللہ اذکر وقوفك وقومك بین یدی اللہ عزوجل فار تعد سلیمان علیه السلام وعفا عنه "

اے اللہ کے نبی یہ بھی یاد رکھو کہ ایک دن آپ کو اور آپ کی قوم کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہونا پڑے گا ۔ یہ سن کر سلیمان علیہ السلام پر کپکپی طاری ہو گئی اور اسے معاف کر دیا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے اس لئے بھی معاف کر دیا تھا۔

" کان بارا بابویه یأتیهما بالطعام "

وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار تھا ، ان کے پاس طعام لاکر انہیں کھلایا کرتا تھا کیونکہ وہ بوڑھے تھے۔

(روح المعانی)

ہدہد تاخیر کی وجہ بیان کرتا ہے :

ہدہد نے آپ کو بتایا کہ میری تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ ملک سبا چلا گیا تھا وہاں سے ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پہلے علم نہیں ۔ وہاں ایک ملکہ ہے جس کا نام بلقیس بنت شراحیل ہے جس کے پاس دنیا کا ہر قسم کا مال و متاع ہے اور اس کا تخت بہت بڑا ہے ، اس کے تخت کی لمبائی اسی ذراع اور چوڑائی چالیس ذراع اور بلندی تیس ذراع ہے اور وہ تخت سونے چاندی کا بنا ہوا ہے اور موتیوں سرخ یاقوت سبز زمرد کا اس پر سنگھار کیا ہوا ہے۔ اسکے پائے بھی یاقوت اور زمرد کے بنے ہوئے ہیں ۔ اور وہ سات کمروں میں بند ہے ۔ ایک کمرہ دوسرے کمرہ میں اس طرح سات کمرے ہیں ۔ ہر ایک کا دروازہ بند ہے۔

(جلالین)

marfat.com

Marfat.com

دور ہے تو جو چاہے کہے ۔ اسلامی قوانین تو مسلمانوں کے لئے ہیں کفار کے لئے نہیں۔ کسی اسلامی ملک میں بھی اگر بے دین لوگ کسی عورت کو حاکم بنالیں تو ان کے اس قبیح عمل سے عورت کی حاکمیت کا جواز ثابت نہیں ہوگا، بلکہ ان کا یہ عمل خدا اور اس کے رسول کے احکام سے بغاوت ہی سمجھا جائے گا ۔ علماء کرام نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے، مسلمانوں کو بتادیا ہے کہ عورت کو حاکم بنانا جائز نہیں ۔ اب اس کے بعد اس برائی کے مرتکب ہونے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے خود جوابدہ ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ بکاؤ مولوی، ضدی اور ہٹ دھرم مولوی، جو کسی وقت ایک ہی راگ الاپ رہے تھے ۔ "یہ بھی بری وہ بھی برا" ان میں سے بعض کی آنکھیں کھل چکی ہیں کہ ملک کو تباہی کے کنارے پر پہنچانے والا کون ہے ؟ وہ تو اب کسی مرد کو اچھا سمجھنے لگے۔ بکاؤ مال ، پیسے کو دین سمجھنے والے سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ وہ عورت کی سربراہی کو جائز کہہ سکے ،بلکہ اس نے بھی عجیب منطق پیش کی کہ عورت کی سربراہی کو ہم جائز نہیں سمجھتے بلکہ برداشت کئے ہوئے ہیں ۔ یعنی پیسا مل رہا ہے ۔ نگاہوں کی ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ دل خوش ہو رہا ہے۔ اس لئے شراب پینا یا پیشاب پینا ناجائز تو ہے لیکن برداشت کر کے ہڑپ کر لیتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے تو بخاری شریف کی حدیث کافی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر ملی کی اہل فارس نے بنت کسری کو اپنی ملکہ بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا :

"لن يفلح القوم ولوا امورهم امراة"

ہرگز وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جنہوں نے اپنے امور عورت کے سپرد کر دیئے۔

یعنی عورت کو حاکم بنانے والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے ،ذلت ان کا مقدر ہوگی ملک کو تباہ کر دیں گے۔ لوٹ مار سے اودھم مچادیں گے ۔

(روح المعانی بزیادة)

ہدہد کی بات کی تحقیق :

﴿قَالَ سَنَنظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾

آپ نے فرمایا ہم پوری تحقیق کریں گے اس بات کی کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو بھی غلط بیانی

marfat.com

Marfat.com

"سبا" ایک شہر کا نام ہے جسے سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے آباد کیا تھا یہ شہر دفاعی لحاظ سے بہت مستحکم اور گنجان آباد تھا۔ اس کی ہوا بڑی پاکیزہ اور بہت میٹھی تھی، باغات کی کثرت تھی جن کے پھل بڑے لذیذ تھے ۔ طرح طرح کے حیوانات بکثرت پائے جاتے تھے۔ صفائی کا یہ حال تھا کہ مکھی مچھر کا نام ونشان تک نہ تھا ۔ اردگرد پہاڑوں کا سلسلہ تھا ، بارش ہوتی تو پانی بہہ کر ریگستانوں میں ضائع ہو جاتا، ملکہ بلقیس کے عہد حکومت میں دو پہاڑوں کے درمیان ایک زبردست بند (DAM) تعمیر کیا گیا جس سے بارش کا پانی جمع ہو جاتا، اس بند کے اخراج کے اوپر نیچے کئی سوراخ تھے۔ حسب ضرورت انہیں کھول کر پانی لے لیا جاتا ۔ جو مختلف نہروں کے ذریعہ تمام علاقہ کو سیراب کرتا۔ لوگ بہت خوشحال ہو گئے خوشحالی اپنے ہمراہ عیش و عشرت اور فسق و فجور کو لے آئی۔ جب ان کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو قہر الٰہی سیلاب کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ بند ٹوٹ گیا، سارا علاقہ برباد ہو گیا ۔ اس کا ذکر قرآن میں کئی مواقع پر آیا ہے ۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

بلقیس اور اس کی قوم کا مذہب :

وہ سورج کی پرستش کرنے والے تھے ، کچھ ان میں آگ کی پوجا کرنے والے بھی اور کچھ زندیق بے دین ، یعنی یہ زمین و آسمان کے نظام کے چلانے یا پیدا کرنے کے قائل نہیں تھے بلکہ یہ کہتے کہ یہ نظام بغیر کسی چلانے والے کے چل رہا ہے ۔ شیطان نے ان کے لئے سورج کی عبادت اور طرح طرح کے کفر اور برے اعمال کے راستے مزین کر رکھے تھے۔ وہی شیطان یا اس کا باطل راہ کو مزین کرنا حق راہ سے ان کے روکنے کا سبب بنا جس کی وجہ سے وہ راہ راست پر نہ آسکے ، انہوں نے شیطانی راہ کو ہی حسین و جمیل سمجھا۔

فائدہ :

جب یہ قرآن پاک اور تفاسیر سے واضح ہے کہ وہ قوم کافر تھی اور یہ بھی واضح ہے کہ کافروں کے طور طریقے مسلمانوں کے لئے کوئی دلیل نہیں تو اب مسئلہ روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آگیا کہ بلقیس کا ملکہ ہونا ، عورت کی سربراہی کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ۔ کافروں نے اسے سربراہ بنایا ہوا تھا ۔ اب بھی کوئی کافر یہ کہے کہ عورت سربراہ مملکت بن سکتی ہے تو اسے یہ حق پہنچتا ہے کیونکہ جب وہ اسلام سے ہی

marfat.com

Marfat.com

مکان کے روشندان سے داخل ہوا۔ اور خط اس کے سینہ پر رکھ دیا جبکہ وہ لیٹی ہوئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ہد ہد اس کے پاس پہنچا تو اس کے درباری لشکری اس کے پاس موجود تھے ۔ہد ہد کچھ دیر اوپر پھڑ پھڑایا لوگ یہ دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ بلقیس نے بھی اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ہد ہد نے خط اس کی گود میں ڈال دیا جو اس نے سر بمہر خط دیکھا تو کانپ گئی، ڈرتے ہوئے اپنی قوم کے سرداروں کو خط کے مضمون سے مطلع کیا۔

بلقیس نے خط کو عزت والا کہا :

آپ کے خط کو "کتاب کریم" کہنے کی تین وجوہات تھیں۔

ایک تو یہ کہ اس خط کا مضمون بہت ہی حسین تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک کریم یعنی عزت والے کرم والے بادشاہ کی طرف سے یہ خط آیا ہے لہذا یہ خط بھی عزت والا ہے۔

تیسری وجہ یہ تھی کہ خط سر بمہر تھا اور جس خط پر مہر لگی ہوئی ہوتی تھی اسے کریم خط کہا جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے بھی جب بادشاہوں کی طرف خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے مہر بنوائی تھی کیونکہ آپ کو بتایا گیا تھا کہ بادشاہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ ممکن ہے کہ ایک وجہ یہ بھی ہو کہ بلقیس باوجود سورج پرست ہونے کے اللہ تعالیٰ کو بھی کسی طرح مانتی ہو جیسے بت پرست لوگوں کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾

(پ ۲۱ سورت لقمان ۲۵)

اے محبوب اگر آپ ان (مشرکوں) سے سوال کریں زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو ضرور بر ضرور کہیں گے اللہ۔

كانها عللت بكونه من سليمان وتصديره بسم الله ہو سکتا ہے اس نے خط کو "کریم" اسلئے کہا کہ یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اسے بسم اللہ سے شروع کیا گیا ہے

(از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

کرنے والوں سے ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ہم تیری بات کی پوری تحقیق کریں گے اس سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کے سامنے اگر کوئی عذر پیش کرے تو وہ اس کو ٹھکرا نہ دے بلکہ اسے قبول کرے اور اسکی چھان بین کرے اور تحقیق کرنے کے بعد اس کے متعلق فیصلہ کرے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

" لیس احد احب الیه العذر من الله من اجل ذلك انزل الکتاب وارسل الرسل "

یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ عذر کو پسند کرنے والا کوئی نہیں اسی لئے اس نے قرآن نازل کیا اور رسول مبعوث فرمائے۔

(ضیاء القرآن)

بلقیس کی طرف سلیمان علیہ السلام کا خط :

﴿ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ☆ قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ☆ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۲۸، ۳۱)

(سلیمان علیہ السلام نے کہا) میرا یہ خط جا کر ان پر ڈال پھر ان سے الگ ہٹ کر دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں ؟ وہ عورت بولی اے سردارو بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا بیشک وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان رحم والا ، کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور اطاعت کرتے ہوئے میرے حضور حاضر ہو ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط تحریر فرمایا اس پر کستوری لگائی بند کر کے اس پر مہر لگادی ، ہدہد کو دیا کہ اسے لے جاؤ اور بلقیس کو پہنچادو۔

ہدہد خط لے کر گیا تو اسے سوتے ہوئے پایا وہ اپنے محل میں سوئی ہوئی تھی ۔ وہ جب سوتی تھی تمام دروازے بند کر دیتی تھی۔ چابیاں اپنے سر کے نیچے رکھتی تھی ۔ اس کا تخت اندر ساتویں کمرہ میں تھا۔ ہدہد

marfat.com

Marfat.com

اعتراض :

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خط کو بسم اللہ شریف سے پہلے اپنے نام سے کیوں شروع کیا یعنی ﴿ انه من سليمان ﴾ بسم اللہ سے پہلے ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو پہلے ذکر کرنا چاہئے تھا۔

جواب :

" حاشا من ذلك بل ابتدأ هو بسم الله الرحمن الرحيم وانما ذكرت بلقيس ان هذا الكتاب من سليمان ثم حكت ما في الكتاب "

حاشاوکلا سلیمان علیہ السلام نے خط کو اپنے نام سے شروع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے بسم الله الرحمن الرحيم سے ابتداء کی ، لیکن بلقیس نے اپنی قوم کے سرداروں کو یہ بتایا کہ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے آیا ہے۔ گویا انه من سليمان یہ الفاظ بلقیس کے ہیں۔ اس کے بعد اس نے خط کو ابتدا سے پڑھا جو بسم اللہ سے شروع ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی انداز پر بلقیس کا قول اور آپ کے خط کی حکایت بیان فرمائی۔ (کبیر)

بلقیس کا خط کے متعلق مشورہ :

﴿ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَفْتُوْنِيْ فِيْ أَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ☆ قَالُوْا نَحْنُ أُولُوْا قُوَّةٍ وَّأُولُوْا بَأْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَأْمُرِيْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۳۲ ، ۳۳)

بولی اے سردارو ! میرے اس معاملہ میں مجھے رائے دو ، میں کسی معاملہ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔ وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں اور اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے ؟

فتویٰ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی نیا واقعہ درپیش آنے پر کسی سے کوئی رائے طلب کی جائے۔

marfat.com

Marfat.com

انبیائے کرام کے خطوط کے مضامین :

" ان الانبیاء علھم السلام لا یطیلون بل یقتصرون علی المقصود"

بے شک انبیائے کرام اپنے خطوط و مواعظ کو لمبا نہیں کرتے بلکہ بیان مقصد پر ہی اقتصار کرتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پورے مضمون کو شامل تھا اگرچہ مختصر تھا۔ لیکن مقصود اس میں مکمل تھا ۔اسلئے کہ مخلوق سے دو چیزوں کا ہی مقصد طلب کیا جاتا ہے ۔ایک یہ کہ تم علم حاصل کرو، اور دوسرا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرو۔ اور علم، عمل پر مقدم ہوتا ہے ۔

آپ علیہ السلام نے خط " بسم اللہ الرحمن الرحیم " سے شروع فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کے متعلق علم موجود ہے ۔

" لانہ مشتمل علی اثبات الصانع سبحانہ تعالیٰ واثبات کونہ عالما قادرا حیا مریدا حکیما رحیما"

اسلئے کہ بسم اللہ شریف سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا خالق موجود ہے اور وہ لامحدود علم کا مالک ہے ، وہ ہر چیز کی قدرت رکھتا ہے ، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے ،وہ کام سے پہلے ارادہ بھی فرماتا ہے اس کا ہر کام حکمت کے تقاضہ کے مطابق ہوتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق پر رحیم ہے کیونکہ مہربان اور رحم والا اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ تمام صفات اس میں موجود ہوں۔

عمل کا دارومدار اوامر و نواہی پر ہے یعنی جن کاموں کا حکم دیا جائے ان پر عمل کرے اور جن کاموں سے روکا جائے ان کاموں سے رک جائے ۔آپ کے خط میں ...... ﴿ ان لا تعلوا علی ﴾ یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو...... خواہشات نفسانیہ کی اطاعت اور تکبر کرنے سے نہی ہے ۔یعنی ان کاموں سے روکا گیا ہے اور ﴿واتونی مسلمین﴾ اور مطیع بن کر میرے پاس حاضر ہو ۔ یہ امر ہے کہ میری فرمانبرداری کرو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ !

واضح ہوا کہ آپ کا خط نہایت مختصر ہونے کے باوجود دین و دنیا کے ضروری احکامات پر مشتمل تھا۔

(کبیر)

marfat.com

Marfat.com

پوری کوشش کرتے ہیں ،اس میں کوئی کمی نہیں رہنے دیتے ۔ بلقیس نے کہا جب بادشاہوں کی یہ شان ہے توہمیں صرف اپنی تعداد، اپنی طاقت ،جنگی سازوسامان اور مکمل تیاری پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے کہ ہم ضرور فتح حاصل کر لیں گے، شکست بھی ہو سکتی ہے اسلئے صلح کی راہ اختیار کرنی چاہیئے!

(روح المعانی)

ہدیہ بھیجنے کی وجہ :

بلقیس نے کہا دیکھتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہے یا اللہ تعالیٰ کا نبی۔ اگر بادشاہ ہے تو ہم اسے مال دیکر خوش کر لیں گے ۔ وہ ہدیہ قبول کرلے گا اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کا نبی ہوا تو ہدیہ قبول نہیں کرے گا پھر ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کے دین کو قبول کرلیں۔

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمانے کے لئے کثیر تعداد میں غلام کنیزیں سونا چاندی کستوری عنبر اور یاقوت وغیرہ بھیجے کہ ہو سکتا ہے کہ مال سے کام چل جائے ۔

(روح المعانی)

اگرچہ ہدیہ کی مقدار محققین کے قول کے مطابق معین نہیں ،تاہم ہدیہ میں تنوین تعظیم کی ہے جو ہدیہ کے بہت بڑے ہونے پر دلالت کر رہی ہے ۔علامہ رازی فرماتے ہیں :

" فاما الكلام فی صفة الهدية فالناس اكثروا فيها لكن لاذكر لها فی الكتاب "

(کبیر)

ہدیہ کی تعریف میں لوگوں نے بہت کلام کیا ہے، تاہم اس کا ذکر قرآن پاک میں نہیں یعنی اتنا ایمان رکھنا کافی ہی کہ وہ ہدیہ بادشاہی شان کے مطابق بہت بڑا ہدیہ ہوگا، کیا تھا ؟ کتنی مقدار میں تھا؟اس بحث میں پڑنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں۔

ہدیہ کو دیکھ کر سلیمان علیہ السلام کا جواب :

﴿ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِیَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِمَّا آتَاكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ☆ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا اَذِلَّةً وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۳۵، ۳۶)

marfat.com

Marfat.com

بلقیس نے بھی اپنی قوم کے سرداروں کے دل کو خوش کرنے کے لئے اور اپنی پریشانی کو دور کرنے کے لئے ان سے رائے طلب کی کہ میں اس وقت تک کوئی قطعی فیصلہ نہیں کروں گی جب تک تم میرے پاس موجود ہو کر مجھے اپنی رائے نہیں دو گے۔

قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہمارے پاس جنگی سازو سامان تو کافی مقدار میں موجود ہے اور ہمیں جسمانی قوت حاصل ہے اور لڑائی میں ہم ثابت قدم رہنا بھی جانتے ہیں، یعنی لڑائی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ۔ قوۃ ذاتیہ یعنی قوت جسمانیہ اور لڑائی میں ثابت قدمی یہ بھی ہمیں حاصل ہے اور قوۃ عرضیہ یعنی لڑائی کے ہتھیار جنگی سازو سامان کا پایا جانا یہ بھی ہمارے پاس ہے اس لئے اگر جنگ کرنی ہو تو ہم اس کیلئے تیار ہیں لیکن ہم تو تمہارے حکم کے پابند ہیں، اصل حکم تمہارا ہی ہے تمہاری رائے ہی درحقیقت اصل رائے ہو گی لہذا جو حکم ہو گا ہمیں منظور ہو گا۔

(تفسیر کبیر)

بلقیس کا جنگ کو ناپسند کرنا:

﴿ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ☆ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۳۴، ۳۵)

بولی بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ برباد کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں ،اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے۔

بلقیس نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہیں، بادشاہ جب کسی ملک پر حملہ آور ہوتے ہیں وہاں کے لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں، کچھ کو قیدی بنالیتے ہیں، کچھ کو جلاوطن کر دیتے ہیں، عزت والے لوگوں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، بادشاہوں کا یہی طریقہ کار ہے۔

خیال رہے کہ رب نے "واذلوا اعزۃ اھلھا" نہیں کہا حالانکہ یہ مختصر تھا اور اس کا معنی بھی یہی تھا کہ وہ عزت والوں کو ذلیل کرتے ہیں، اسلئے کہ "جعلوا" سے یہ ثابت کیا کہ وہ ذلیل کرنے میں

marfat.com

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کا تخت منگوانا :

﴿قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَؤُا أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ﴾

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے درباریو! تم میں سے کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہوں۔

بلقیس کا قاصد جب ہدایا واپس لے کر گیا اور سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو وہ سمجھ گئی کہ آپ نبی ہیں، آپ سے جنگ کرنا ممکن نہیں، اس نے سلیمان علیہ السلام کے پاس آنے کی تیاری کر لی۔ چلنے سے پہلے اس نے اپنے تخت کے تمام کمروں کے دروازے بند کیے؛ کیونکہ وہ ساتویں کمرے میں تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے پہرے دار مقرر کر دیئے۔ خود اپنی قوم کے سرداروں کو ساتھ لے کر آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور آپکی طرف پیغام بھیج دیا کہ میں اپنی قوم کے بڑے بڑے سرکردہ لوگ ساتھ لا رہی ہوں، دیکھنا چاہتی ہوں کہ تم کس دین کی ہمیں دعوت دے رہے ہو؟ سلیمان علیہ السلام سے ایک فرسخ کی دوری پر وہ پہنچ گئی تو آپ نے اپنے درباریوں کو کہا کہ اس کا تخت کون لائے گا؟

(روح المعانی)

تخت کی طلب میں حکمت :

آپ نے بلقیس کے تخت کو اپنے پاس منگوانے کا ارادہ کیوں فرمایا؟ اس کی چند وجوہ ہیں:

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جب بلقیس آئے تو اس کے آنے سے پہلے جب اس کا عظیم تخت جو بند کمروں میں ہے اور پہرے داروں کی حفاظت میں ہے یہاں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا اسے پتہ چلے گا تو وہ ایمان لانے کی طرف مائل ہوگی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ تخت کی عظمت بادشاہی کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اسلئے آپ نے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے ہی پتہ چل جائے کہ اس کی بادشاہی میں کتنی وسعت ہے؟

تیسری وجہ یہ تھی کہ کافروں کے مال کو حاصل کرنا جائز تھا، ابھی وہ کافرہ تھی۔ آپ نے خیال کیا کہ اس کا تخت ابھی منگوا لیا جائے تو اس کی ملکیت ہمیں حاصل ہو جائے گی۔ اگر اس نے اسلام قبول کر لیا تو

marfat.com

Marfat.com

پھر جب وہ سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا فرمایا: کیا مال سے میری مدد کرتے ہو؟ تو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا، بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو، پلٹ جا ان کی طرف تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہو گی اور ضرور ہم ان کو شہر سے ذلیل کر کے نکال دیں گے، یوں کہ وہ پست ہوں گے۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے دین نبوت علوم عطا فرمائے ہیں جو سعادت اخرویہ سعادت لبدیہ کے اسباب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کا مال ودولت بھی اتنا عطا فرمادیا ہے جس پر زیادتی کی کوئی ضرورت نہیں۔

" فكيف يستمال مثلي بمثل هذه الهدية "

میرے جیسے شخص کو اس قسم کے ہدیہ سے کیسے اپنی طرف مائل کیا جاسکتا ہے؟

اس ہدیہ پر تم خود ہی خوش ہوتے رہو کہ تمہیں یہ ہدیہ حاصل ہے۔ یہ ہدیہ جو تم مجھے دے رہے ہو اس کی قدر و منزلت ہمارے نزدیک تو کچھ نہیں، تمہیں ہی اس کی کوئی قدر ہو گی، اسلئے تم خود ہی اس پر خوش ہوتے رہو۔ اس قسم کے ہدایا قبول کرنا تمہارا ہی حق ہے اور تمہیں ہی ایسے ہدایا سے خوشی ہوتی ہے ہمیں تو ایسے ہدایا کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی ہم ایسے مال کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

ہدیہ لانے والے قاصد کو آپ نے کہا:

جاؤ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر چلے جاؤ اور اپنی ملکہ کو بتادو کہ اگر تم نے کفریہ عقائد سورج پرستی وغیرہ کو نہ چھوڑا اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لائے تو ہم اپنے لشکر سے تمہاری سرکوبی کریں گے، تمہیں ذلیل وخوار کر دیں گے اور تمہیں شہروں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے، تمہیں مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل نہیں ہو گی۔

" لا قبل لهم ای لا طاقة وحقيقة القبل المقاومة والمقابلة لا يقدرون ان يقابلوهم "
(کبیر)

قرآن پاک میں جو لفظ لا قبل لهم استعمال ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں مقابلہ کرنے کی طاقت حاصل نہیں ہو گی کیونکہ حقیقتاً قبل کا معنی ہی مقابلہ کرنا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے ۔سب خوبیوں والا۔

" عفریت "سرکش و خبیث کو کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا خبیث و منکر جو اپنے ساتھیوں پر سرکشی اور خباثت کرے۔ یعنی جنوں میں سے ایک سرکش خبیث جن...... جسے اپنی طاقت پر ناز تھا...... نے کہا کہ میں بلقیس کے تخت کو آپ کے سامنے آپ کے اجلاس برخاست کرنے سے پہلے لے آوں گا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سلیمان علیہ السلام صبح سے لے کر ظہر تک مجلس عدالت قائم فرماتے تھے، جس میں لوگوں کے درمیان فیصلے فرماتے تھے۔ گویا اس جن کا مطلب یہ تھا کہ میں آدھا دن گزرنے سے پہلے پہلے آپ کے پاس پہنچا دوں گا؛ کیونکہ مجھے اتنے بڑے عظیم تخت کا اٹھانا کوئی بھاری محسوس نہیں ہوگا۔ میں بڑی بڑی چیزوں کو اٹھانے کی طاقت رکھتا ہوں ۔ یعنی یہاں قوی کا معنی قادر لیا گیا ہے اور میں وہ تخت لانے میں کسی قسم کی کوئی خیانت نہیں کروں گا۔ نہ اس سے کچھ توڑوں گا اور نہ ہی اس میں کوئی تغیر و تبدل کروں گا ، بلکہ امانت کا پاس کروں گا۔

(روح المعانی)

اللہ تعالیٰ کے ولی نے کہا :

چنانچہ ایک اور آدمی کھڑا ہوا اس نے مؤدبانہ التماس کیا کہ اگر مجھے ارشاد ہو تو آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت وہاں سے اٹھا کر آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا ، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور جب آپ نے آنکھ کھولی تو تخت وہاں موجود تھا ۔ آپ علیہ السلام نے اپنے ایک خادم کی اس قوت کا مشاہدہ کیا تو دل میں غرور و نخوت کے جذبات پیدا نہیں ہوئے بلکہ فوراً سراپا نیاز بن کر اپنے مولا کا شکر ادا کرنے لگے ، عرض کیا : "یہ میرے رب کا فضل و کرم ہے جس نے مجھے اتنی عزت اور سرفرازی بخشی ہے کہ میرے خدام ایسا کام کر سکتے ہیں" اس کے بعد فرمایا : فضل بہت بڑی آزمائش ہے اللہ تعالیٰ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ میں اس کی عنایات جلیلہ پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کا اظہار کرتا ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

پھر اس کے تخت پر قبضہ کرنا جائز نہیں رہے گا۔

چوتھی وجہ یہ تھی کہ آپ اس کی ذہنی آزمائش کرنا چاہتے تھے کہ اس کی عقل و فہم کتنی ہے کیونکہ آپ نے حکم دیا تھا ......

﴿ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۴۱)

آپ نے حکم دیا شکل بدل دو اس کے لئے اس کے تخت کی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ حقیقت پر آگاہ ہوتی ہے یا ہو جاتی ہے ان لوگوں میں سے جو حقیقت کو نہیں پہچانتے۔

یعنی آپ نے تخت منگوانے کے بعد اس کی شکل میں تغیر و تبدل کرنے کا حکم دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے تبدیل شدہ تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں۔ آپ اس کی سمجھ دانائی کا اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ اسی سے پتہ چل جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو بھی سمجھ سکتی ہے یا نہیں۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ کے ولی کی طاقت جن سے زیادہ:

﴿ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ☆ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۳۹، ۴۰)

(سلیمان علیہ السلام نے جب فرمایا تخت کون لائے گا؟) تو ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا اس سے پہلے کہ آپ اجلاس برخاست کریں اور بے شک میں اس پر قوت والا امانت دار ہوں، اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تا.

marfat.com

Marfat.com

اس کے متعلق کسی نے حضرت خضر علیہ السلام کا نام اور کسی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام اور کسی نے آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا۔ اوزیہ آخری قول زیادہ مشہور ہے، لیکن قرآن نے اس کا نام نہیں لیا بلکہ اس کی صفت سے اس کا تعارف کرادیا یعنی اس شخص نے یہ بات کہی جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کی یہ صفت ایسی تھی جس کا اس محیر العقول (عقلوں کو حیران کرنے والے) کارنامے کی انجام دہی کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ امام رازی لکھتے ہیں :

" وان لهذا الوصف تاثيرا فى نقل ذالك العرش "

(کبیر)

امام عبدالقاہر جرجانی نے " اسرار البلاغہ " میں تصریح کی ہے کہ جب کسی فاعل کی توصیف صلہ سے کی جائے تو اس فعل کے صدور میں اس صلہ کو خصوصی دخل ہوتا ہے۔ اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس شخص میں یہ قوت اور طاقت پیدا ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس...... "علم من الكتاب" ......کتاب کا علم تھا۔

اس آیت کریمہ سے کراماتِ اولیاء کا ثبوت بھی ہو گیا۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی ،الکتاب کے علم کی برکت سے ایسا کام کر سکتا ہے، تو سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی امت کا ولی جو الکتاب کا ہی نہیں بلکہ الكتاب المبين کا عالم اور اس کے اسرار و معارف پر آگاہ ہے اس سے ایسے امور کا سرزد ہونا کیا مشکل ہے ؟ وہ لوگ جو حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے اولیائے کاملین کی کرامات کا انکار کرتے ہیں انہیں قرآن کریم کی اس آیت میں مکرر (بار بار) غور کرنا چاہئے۔

تنبیہ :

ہمارے تجدد پسند مفسرین لکھتے ہیں : کہ آپ علیہ السلام نے جب بلقیس کی آمد کی خبر سنی تو اپنے درباریوں سے کہا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو بلقیس کے بیٹھنے کیلئے کوئی تخت بنادے تاکہ جب وہ یہاں آئے تو اسے اس پر بٹھا دیا جائے ۔ ان کی اس تاویل کو دیکھ کر برملا یہ کہنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ عربی لغت کے مبادیات سے بھی ناواقف ہیں۔ ورنہ وہ ﴿ايكم ياتينى بعرشها﴾ کہ تم میں سے کون میرے پاس اس کا

marfat.com

Marfat.com

امتحان کبھی مصیبت سے اور کبھی آسائش سے لیا جاتا ہے :

مصیبت اور تکلیف کو تو ہم سب امتحان اور آزمائش تصور کرتے ہیں لیکن جو فرحت و سرور کا دور آتا ہے جب اس کے انعامات کی بے مہابا بارش ہونے لگتی ہے تو ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی امتحان ہے، اور پہلی قسم کے امتحان سے بڑا سخت امتحان ہے اس میں کامیاب ہونا بڑے دل گردے کا کام ہے تکالیف و مصائب کے امتحان میں کامیاب وہ ہوتا ہے جو صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے اور آرام و آسائش کی آزمائش میں کامیابی کا سہرا اس کے سر باندھا جاتا ہے جو شکر گزار ہو اور شکر کا صرف یہ مطلب نہیں کہ آپ صرف زبان سے ہی شکریہ ادا کرتے رہیں بلکہ حقیقی شکر یہ ہے کہ اس نعمت کو اس طرح استعمال کیا جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو ۔

شکر کرنے میں انسان کا اپنا بھلا :

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا : ﴿ ومن شكر فانما يشكر لنفسه ﴾ اور جس نے شکر کیا تو وہ شکر کرتا ہے اپنے بھلے کے لئے۔ یہ کہہ کر بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے تم اس پر کوئی احسان نہیں کر رہے ، بلکہ اپنے لئے مزید نعمتوں کا دروازہ کھول رہے ہو۔ اور اگر تم نے ناشکری کی تو مزید عنایات کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا بلکہ اپنے پہلے انعامات سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا ۔ اللہ تعالیٰ غنی اور کریم ہے اگر کوئی اس کا شکر گزار بندہ بنا رہے تو وہ اسے اور زیادہ دیتا جائے گا کیونکہ وہ غنی ہے اس کے خزانے بھرے پڑے ہیں اور وہ کریم ہے اس کا دست جود و عطا ، سخاوت کرتا ہی رہتا ہے۔

تخت لانے والا کون تھا؟

ایک چیز ابھی تحقیق طلب ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے دم بھر میں بلقس کا شاہی تخت پندرہ سو میل کی مسافت "سبا" سے بیت المقدس پہنچا دیا؟ نیز وہ تخت کہیں صحن میں تو پڑا نہیں ہوگا بلکہ قصر شاہی کی کسی محفوظ ترین جگہ رکھا ہوگا، اور اس کی نگہبانی کے لئے خصوصی پہرے داروں کا انتظام بھی ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

اتنی عقلمند عورت سورج پرست کیوں رہی ؟

﴿ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللهِ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِيْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورتنمل ۴۳)

اور اسے روکا اس چیز نے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتی تھی ، بے شک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔

" انها كانت من قوم راسخين فى الكفر فلذلك لم تكن قادرة على اظهار اسلامها "

(روح المعانی)

وہ چونکہ ایسی قوم میں تھی جو کفر میں راسخ تھی اسی وجہ سے وہ اسلام کے اظہار پر قادر نہ ہو سکی ۔

یعنی سلیمان علیہ السلام کے خط کے بعد اسے کافی حد تک آپ علیہ السلام کی حقانیت کا علم ہو چکا تھا لیکن پھر وہ اسلام کو ظاہر نہ کر سکی کیونکہ وہ کافر قوم میں پیدا ہوئی تھی ، کافر قوم میں رہ رہی تھی۔

بلقیس کا چمکدار فرش کو پانی سمجھنا :

﴿ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۴۴)

اس سے کہا گیا صحن میں آ، پھر جب اس نے اسے دیکھا گہرا پانی سمجھی اور اپنی پنڈلیاں کھولیں سلیمان علیہ السلام نے فرمایا : یہ ایک چکنا صحن ہے شیشوں جڑا ، عورت نے عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب ایمان لاتی ہوں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

" الصرح القصر وقيل صحن الدار "

صرح کا معنی محل بھی ہے اور گھر کا صحن بھی۔

والممرد المملس ممرد جس میں چکناہٹ پائی جاتی ہو ، چمکدار چکنا فرش چکنا پتھر وغیرہ۔

marfat.com

Marfat.com

تخت لا سکتا ہے ؟ کا یہ ترجمہ ہر گز نہ کرتے۔ اور اگر انہیں اتنا علم ہے تو یہ باور کرنے میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ قرآن کی تصریحات پر ان کا دل نہیں جمتا ، کھلے بندوں اس کا انکار کرنے کی بھی جرأت نہیں کر سکتے اور بزدلی کے باعث اپنی قلبی منافقت کو تحریف کے پردوں میں چھپانے کو کوشش کر رہے ہیں۔

(از ضیاء القرآن)

بلقیس، سلیمان علیہ السلام کے دربار میں :

﴿ فَلَمَّا جَاءَ تْ قِيلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكَ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ☆﴾

(پ ۱۹ سورت نمل ۴۲)

پھر وہ جب آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے ؟ بولی : گویا یہ وہی ہے اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی ، اور ہم فرمانبردار ہوئے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے آنے سے پہلے اس کے تخت میں تغیر و تبدل کرا دیا تھا۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ کتنی عقل و سمجھ کی مالکہ ہے ؟ اس کے آنے پر پوچھا کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے ؟ اس نے جواب دیا گویا یہ وہی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھتے ہوئے یہ نہیں کہا " اهذا عرشک " کیا یہی تیرا تخت ہے ؟ کیونکہ اگر آپ یہ سوال کرتے تو آزمانے کا مقصد فوت ہو جاتا۔ اس سے تو اسے جواب دینے کی طرف اشارہ مل جاتا۔ بلقیس کا جواب بھی نہایت عقلمندی پر موقوف تھا۔ یعنی اس نے یہ نہیں کہا " هو هو " یہ وہی ہے۔ کیونکہ بعینہ وہی نہیں تھا بلکہ اسمیں تغیر و تبدل کیا گیا تھا اور اس نے یہ بھی نہیں کہا۔ " لیس به " یہ وہ تو نہیں ؛ کیونکہ در حقیقت تخت تو وہی تھا اس کی نفی کرنی بھی درست نہیں تھی ، اسلئے اس نے بڑی عقل مندی سے جواب دیا۔ ﴿كانه هو﴾ گویا کہ یہ وہی ہے۔ یعنی ہے تو وہی ، لیکن اس میں کچھ تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔

اس نے یہ بھی کہا کہ ہمیں پہلے ہی آپ کی نبوت ، علم ، معجزات اور اللہ تعالیٰ کے متعلق علم تھا۔ اور دل سے تو پہلے ہی تسلیم کر چکے تھی صرف آپ کے پاس آکر دل کو زیادہ تسلی دینا مقصود تھا۔

marfat.com

Marfat.com

یہ واقعہ بالکل اسی قسم کا ہے جیسے حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں بیشک نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا مشرکوں سے ایک شخص نے مسلمانوں کو جلا کر رکھ دیا (یعنی اس کے ہاتھوں مسلمان بہت تنگ آ چکے تھے) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں اسے تیر مارو (ماں باپ کو جمع کرنے کا یہی معنی ہے) وہ کہتے ہیں میں نے اپنا تیر نکالا، حالانکہ اس میں لوہے کی نوک نہیں تھی میں نے وہی اس کے پہلو پہ گاڑ دیا وہ گرا اس کا ستر کھل گیا وہ ننگا ہو گیا نبی کریم ﷺ اسے دیکھ کر ہنسے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں مجھے نظر آنے لگیں۔

"وانكشفت عورته فضحك رسول الله ﷺ حتى نظرت الى نواجذه"

اس حدیث کے ماتحت علامہ نووی تحریر فرماتے ہیں :

"فضحك فرحا بقتله عدوه لا لإنكشافه"

نبی کریم ﷺ کے ہنسنے کی وجہ حضرت سعد کا دشمن کو قتل کرنا ہے آپ اس کے ننگے ننگیز کو دیکھ کر نہیں ہنسے تھے۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۸۸ ، ۲۸۹ باب فضائل سعد بن ابی وقاص)

کسی کے ننگے ننگیز کو دیکھ کر ہنسنا نبی کی شان کے لائق نہیں نہ ہی آپ ﷺ نے ایسا کبھی کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی ایسا کوئی ارادہ نہیں فرمایا کہ آپ نے غیر محرم عورت کی ننگی پنڈلیاں دیکھیں ۔

غیر یقینی واقعات :

کچھ واقعات جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں ان کو نقل کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"وكل ذالك اخبار لايدرى صحتها ولاكذبها ولعل فى بعضها ما يميل القلب الى القول بكذبه والله اعلم"

یہ جتنی خبریں بھی ہیں ان کے صحیح ہونے یا جھوٹا ہونے میں کچھ پتہ نہیں ، ممکن ہے کہ بعض

marfat.com

Marfat.com

" امرد " جس کے چہرے پر بال نہ اُگے ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے آنے سے پہلے سفید شیشے کا ایک محل تعمیر کرایا جو پانی کی طرح نظر آتا تھا محل بنوانے کی غرض یہ تھی کہ بلقیس ملکہ ہے وہ صرف اپنے انتظامات کو ہی نہ دیکھتی رہے بلکہ اسے آپ کی نبوت اور خلافت کی عظمت اور آپ کی مجلس کا رعب معلوم ہو جائے۔ اس بلورین فرش کے نیچے پانی اور مچھلیاں بھی تھیں۔ آپ کا تخت اس کے درمیان تھا۔ جب اسے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ اور تخت پر چل کر بیٹھ جاؤ تو اس نے فرش کو پانی سمجھ کر پنڈلیوں سے کپڑا اوپر چڑھایا تو آپ نے فرمایا: یہ تو بلور کا بنا ہوا فرش ہے، پانی نہیں۔ تو اسے جلدی ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور سلیمان علیہ السلام کی عظمت، نبوت اور نورانیت نے ایسا اثر کیا کہ برملا کہنے لگی: میں نے آج تک اپنی عمر گنوادی، اپنی جان پر کفریہ عقائد کے مظالم ڈھاتی رہی، اب تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتی ہوں۔ اس طرح بلقیس کو دولت ایمان نصیب ہوئی۔

تنبیہ:

یہ جو مشہور ہے اور بعض مفسرین نے بھی تحریر کیا ہے کہ آپ کو مطلع کیا گیا تھا کہ بلقیس ویسے تو خوبصورت ہے لیکن اس کی پنڈلیاں بدصورت ہیں، گدھے کُھروں کی طرح ہیں۔ یا بعض نے کہا: کہ آپ علیہ السلام کو بتایا گیا تھا کہ اس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اس کی پنڈلیوں کو دیکھنے کے لئے ایسا فرش بنوایا تھا۔ یہ درست نہیں۔ نبی کی شانِ عظمت کے سراسر خلاف ہے۔

اسی کے متعلق علامہ رازی فرماتے ہیں۔

" کان المقصود من الصرح تهويل المجلس وتعظيمه وحصل كشف الساق على سبيل التبع "

شیشے کا محل چمکدار فرش بچھانے کا مقصد فقط مجلس کو بارعب بنانا اور اظہار عظمت تھا۔ بلقیس کا پنڈلیوں کو ننگا کرنا، اس کی اپنی غلط فہمی کی وجہ سے تھا۔ اس نے چمکدار صحن کو پانی سمجھتے ہوئے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اوپر کیا تھا گویا کہ وہ پانی سے گزرنا چاہتی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سلیمان علیہ السلام نے خوش طبعی سے اس سے ملاقات کی۔ اس نے بلقیس کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے ڈبیہ طلب کی۔ اس نے ڈبیہ دیتے ہوئے کہا کہ اس کو کھولنے سے پہلے بتانا اس میں کیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے آپ کو بتایا، تو آپ علیہ السلام نے اس شخص کو کہا کہ اس میں ایک موتی بغیر سوراخ کے ہے اور ایک ٹیڑھے سوراخ والا ہے۔ اس نے کہا آپ نے سچ کہا ہے۔

اس نے کہا کہ بغیر سوراخ موتی میں سوراخ کر دو اور ٹیڑھے سوراخ والے منکے میں دھاگہ ڈال دو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ موتی میں سوراخ کون کرے گا؟ دیمک (لکڑی کھانے والا کیڑا) نے کہا یہ کام میں کروں گا۔ اس نے اپنے منہ میں ایک بال لیا اور موتی میں ایک سرے سے گھوم کر دوسرے سرے سے نکل گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کیڑے سے پوچھا تمہاری کوئی حاجت ہو؟ اس نے کہا ہاں! اے اللہ کے نبی میرا رزق درختوں میں کر دو۔ آپ علیہ السلام نے اسے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تمہارا رزق درختوں میں ہی ہو گا۔ پھر آپ نے ٹیڑھے سوراخ والے منکے (موتی) کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا اس میں دھاگہ کون ڈالے گا؟ ایک سفید رنگ کا کیڑا آیا اس نے کہا یہ کام میں کروں گا۔ اس نے دھاگہ اپنے منہ میں لیا اور ایک طرف سے داخل ہوا اور دوسری طرف سے نکل گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کیڑے سے پوچھا اگر تمہاری ہی کوئی حاجت ہو تو بتاؤ؟ اس نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ کے نبی میرا رزق پھلوں میں کر دو۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تمہیں پھلوں سے ہی ملے گا۔

پھر ہدیہ لانے والے نے کہا: آپ غلاموں اور لونڈیوں میں تمیز کریں۔ ان کے حجاب ہٹانے سے پہلے بتاؤ۔ آپ نے فرمایا سب ہاتھ دھوؤ! جب انہوں نے ہاتھ دھونے شروع کئے تو جو دونوں ہاتھ ایک ساتھ دھونے لگے۔ آپ نے کہا یہ غلام ہیں اور جنہوں نے پہلے پانی ایک ہاتھ میں لیا اور پھر دوسرے ہاتھ پر ڈالا آپ نے فرمایا: یہ لونڈیاں ہیں۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

واقعات جھوٹے ہوں جن کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال بہتر جانتا ہے۔

وہ واقعات جن پر یقین نہیں کیا گیا انہیں روح المعانی میں اس طرح نقل کیا گیا ہے:

☆ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف غلام اور لونڈیاں بھیجیں، غلاموں کو زنانہ لباس پہنایا گیا ان کے ہاتھوں میں کنگن اور کانوں میں بالیاں پہنائی گئیں۔ اور لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنایا گیا اور انہیں ہدایت کی کہ غلاموں نے عورتوں کی طرح کلام کرنا ہے اور لونڈیوں نے مردوں کی طرح۔ اور ساتھ یہ کہا کہ سلیمان علیہ السلام کو کہنا اگر تم نبی ہو تو غلاموں اور لونڈیوں میں فرق کر کے دکھاؤ۔ اور بتاؤ کون سے غلام ہیں اور کون سی لونڈیاں۔

☆ ایک اس نے موتی دیا جس میں سوراخ نہیں تھا اس کے متعلق کہا کہ سلیمان علیہ السلام کو کہنا اگر تم نبی ہو تو اس میں سوراخ کرا دو۔ اور یہ کام انسانوں اور جنوں سے نہیں کرانا۔

☆ اور ایک موتی دیا جس میں سوراخ ٹیڑھا تھا اس کے متعلق یہ کہہ کر بھیجا کہ اس میں دھاگہ ڈال دو۔

اور بھیجے ہوئے قاصد کو کہا کہ دیکھنا اگر وہ شخص تمہیں جواب سخت کلامی، تند مزاجی سے دے تو وہ بادشاہ ہوگا۔ اس سے ڈرنا نہیں میں اس پر غالب آجاؤں گی۔ اور اگر وہ شخص خوش اخلاقی نرم مزاجی، لطافت طبع، نرم گوئی سے جواب دے تو سمجھنا کہ وہ نبی ہے۔ پھر اس کی بات کو غور سے سننا اور سمجھنا۔

بلقیس نے غلام اور غلامہ بمع سونے چاندی کے زیورات سونے اور چاندی کی اینٹیں، موتی لعل و جواہر، عنبر کستوری، گھوڑے وغیرہ کثیر تعداد میں بطور ہدیہ بھیجے۔ لیکن سلیمان علیہ السلام نے وہ ہدیہ آنے سے پہلے ہی نو فرسخ تک سونے اور چاندی کے محلات جنوں سے تعمیر کرا دیئے۔ دریائی جانور منگوا لئے جن کے پروں کے عجیب وغریب رنگ تھے۔ گھوڑے کی طرح ان کی گردن اور پیشانی کے بال تھے۔ مرغ کی طرح ان کے سر پر کلغیاں تھیں۔ جن، انسان، جانور، درندے، پرندے غرض یہ کہ ہر قسم کی مخلوق کو آپ نے اپنے پاس کئی کئی میلوں تک صفوں میں کھڑا کر دیا۔ ہدیہ لانے والے نے یہ منظر دیکھ کر اپنے ہدیہ کو حقیر سمجھا۔

marfat.com

Marfat.com

بھی ہے کہ دونوں قدموں کا ایک قطار میں رکھنا ۔اور گھوڑا جب تین قدموں پر زور ڈال کر کھڑا ہو، چوتھے قدم کا سم صرف زمین پر معمولی سہار الگائے ہوئے ہو تو اسے بھی "صافن" کہتے ہیں ۔ مقصد بیان یہ ہے کہ وہ ایسے گھوڑے تھے جب انہیں کھڑا کیا جاتا تو نہایت آرام سکون سے کھڑے ہو جاتے ۔

"جیاد" تیز گھوڑوں کو کہا جاتا ہے یعنی جب وہ چلتے ہیں تو ہوا کی طرح تیز چلتے ہیں، لیکن ان کی تیز رفتاری ایسی نہیں ہوتی کہ سوار کو گرا دیں ،بلکہ تیز رفتاری میں بھی سوار کو سکون حاصل رہتا ہے آپ نے کہا

﴿اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ﴾

مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔

علامہ رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

" بمعنی ان هذه المحبة الشديدة انما حصلت عن ذكر الله وامره لاعن الشهوة والهوى"

یعنی مجھے ان گھوڑوں سے اتنی شدید محبت دنیاوی خواہشات و لذات کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی یاد کی وجہ سے ہے۔

جس طرح قرآن پاک میں گھوڑوں کو جہاد کے لئے پالنے کا حکم اور تعریف کو ذکر کیا گیا ہے اسی طرح توراۃ میں بھی ذکر کیا گیا تھا ۔آپ علیہ السلام گھوڑوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے دیکھ رہے تھے کہ اس سے رب اور اس کے حکم کی یاد حاصل ہو رہی ہے۔ جب ایک مرتبہ گھوڑوں کو آپ کے سامنے سے گزار دیا گیا اور وہ آپ کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے تو آپ نے پھر انہیں لوٹانے کا حکم دیا۔ جب بھی آپ کے قریب سے گھوڑے گزارے جاتے تو آپ ان سے ازروئے محبت ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرتے اور ساتھ ساتھ اپنی امت کو اپنے اس فعل سے یہ تعلیم دے رہے تھے کہ حاکم وقت کو اکثر کام اپنے ہاتھ سے بھی سرانجام دینے چاہئیں ۔اور وجہ یہ بھی تھی کہ آپ کو گھوڑوں کے امراض کا علم بھی حاصل تھا آپ اس وجہ سے بھی ان پر ہاتھ پھیر رہے تھے کہ گھوڑوں کے احوال، امراض ، عیوب دیکھیں کہ کسی میں کوئی نقص تو نہیں ۔اگر ہو تو اس کا علاج کیا جائے ۔علامہ رازی نے یہ تفسیر بیان کرنے کے بعد فرمایا

marfat.com

Marfat.com

گزشتہ سے پیوستہ

سلیمان علیہ السلام نے "ہدہد" کو غائب پا کر جو ارشاد فرمایا: اس میں "لا اذبحنہ" کا ذکر ہے جس میں لام کے بعد الف زائد لکھا گیا ہے بظاہر الف کے زائد کرنے کی وجہ نظر نہیں آرہی لیکن ایک شاندار نکتہ یہ تحریر کیا گیا ہے۔

"هو التنبيه على ان الذبح لم يقع"

(روح المعانی)

کہ اس میں اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ واقعہ میں ذبح نہیں ہوا۔

یعنی آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں ذبح کر دوں گا یا وہ کوئی دلیل لے کر آئے۔ اس نے دلیل پیش کر دی تھی اسلئے ذبح سے محفوظ رہا۔

رب کی یاد کے لئے گھوڑوں سے محبت:

﴿ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ☆ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ☆ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾

(پ ۲۳ سورت ص ۳۱، ۳۳)

جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکئے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں، چوتھے سم کو کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائے تو ہوا ہو جائیں تو سلیمان علیہ السلام نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کے لئے، پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے میں چھپ گئے۔ (نگاہ سے اوجھل ہو گئے) پھر حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لاؤ (جب واپس لائے گئے) تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان پر گھوڑے پیش کئے جائیں تا کہ انہیں دیکھیں اور ان کے احوال کی کیفیت پر واقف ہوں تو آپ کے حکم کے مطابق گھوڑوں کو عصر سے دن کے آخر تک پیش کیا جاتا رہا، گھوڑوں کی دو لفظوں سے صفات بیان کی گئی ہیں۔ "صافنات" اور "جیاد" صافن کا ایک معنی یہ

marfat.com

Marfat.com

لازم آئیں گی کہ سلیمان علیہ السلام نے نماز چھوڑ دی اور آپ پر دنیا کی محبت غالب آگئی تھی کہ آپ گھوڑوں کو دیکھتے رہے ، نماز کے تارک بن گئے ۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

" حب الدنيا رأس كل خطيئة"

دنیا کی محبت ہر قسم کے گناہوں کی اصل ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق ایسا گمان کرنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے ؟ پھر آپ سے (معاذ اللہ) اگر نماز چھوڑنے کا عظیم گناہ سر زد ہوا تھا تو آپ کو توبہ کرنی چاہئے تھی۔ جہاد والے گھوڑوں کی گردنیں اڑانے کا کیا مقصد تھا؟ پھر اگر " ردوها علی " کا معنی یہ لیا جائے کہ آپ نے رب کو کہا کہ مجھ پر سورج کو واپس لوٹایا جائے تو یہ اور ہی بہت بڑی خرابی کا باعث بنے گا کہ ادھر نماز کے چھوڑنے کا گناہ ادھر توبہ کے بجائے رب کو حکم دینا ، یہ در حقیقت رب کی شان میں گستاخی ہے۔ اور جمع کا صیغہ بھی اس معنی کو رد کر رہا ہے ۔اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا :

﴿ واذكر عبدنا داؤد ﴾

ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو۔ اس کے بعد آپ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کا ذکر فرمایا گویا کہ رب تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا : اصبر يا محمد على ما يقولون واذكر عبدنا سليمان

اے محمد (ﷺ) یہ کفار جو آپ سے کہتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے سلیمان کو یاد کرو

اب اس کے بعد اگر واقعہ اس طرح بیان کیا جائے جس سے پتہ چلے کہ سلیمان علیہ السلام اچھے اعمال ، اچھے اخلاق کے مالک تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے تھے ، دنیا کی خواہشات ولذات سے دور تھے ، تو کلام کا کوئی مقصد نکل سکتا ہے کہ رب نے حضور ﷺ کو آپ کی یہ صفات بتا کر تسلی دی۔ اور اگر یہ بیان کیا جائے کہ آپ دنیا کی محبت کی وجہ سے نماز چھوڑ کر عظیم گناہوں کے مرتکب ہو جاتے تھے ۔ تو کلام کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا ۔ (معاذ اللہ) کیا حضور ﷺ کو یہ کہا گیا ہے کہ آپ بھی ایسا کریں ۔

علامہ رازی نے اس مشہور واقعہ کو بڑی تفصیل سے رد کیا اور آخر میں فرمایا :

" واقول انا شديد التعجب من الناس كيف قبلوا هذه الوجوه السخيفة مع

marfat.com

Marfat.com

" فهذا التفسير الذى ذكرنا ينطبق عليه لفظ القرآن انطباقا مطابقا موافقا "

یہ تفسیر جو ہم نے ذکر کی ہے قرآن پاک کے الفاظ مبارکہ کے مطابق یہی ہے اور ہم پر یہ لازم نہیں کہ ایسے واقعات کو بیان کریں جو درست نہیں۔

ایک مشہور لیکن غیر معتبر واقعہ :

اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بعض حضرات نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر گھوڑے پیش کئے جاتے رہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا ۔ آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو آپ نے حکم دیا کہ گھوڑوں کو مجھ پر واپس لوٹایا جائے۔ جب گھوڑے آپ پر واپس لوٹائے گئے تو آپ نے ان کی ٹانگیں کٹوادیں، گردنیں اڑادیں کہ یہ میری نماز کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں۔

علامہ رازی اسے رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر یہ معنی لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد : ......﴿احببت حب الخير عن ذكر ربى﴾ مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی اپنے رب کی یاد کے لئے...... کے خلاف ہے۔

" فان تلك المحبة لو كانت عن ذكر الله لما نسى الصلوة ولما ترك ذكر الله "

کیونکہ جب آپ کو گھوڑوں سے محبت اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے تھی تو نماز آپ کو کبھی نہیں بھول سکتی تھی اور نہ ہی آپ اللہ تعالیٰ کی یاد کو چھوڑ سکتے تھے۔

نیز اس میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں ۔

﴿ فطفق مسحا بالسوق والاعناق ﴾ کا اگر معنی یہ لیا جائے کہ آپ نے تلوار سے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو کاٹا تو پھر وضو کے حکم میں رب کے ارشاد : ﴿وامسحو بروسكم ﴾ میں بھی معنی یہ نہیں ہوگا کہ "تم اپنے سروں کا مسح کرو " بلکہ یہ معنی کرنا پڑے گا" تم اپنے سروں کو تلواروں سے کاٹو " کیا یہ معنی کوئی عقلمند تسلیم کر سکتا ہے ؟ نہیں ہر گز نہیں ۔ یقیناً جب یہ معنی غلط ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بھی اس قسم کا مطلب منسوب کرنا بھی غلط ہے ۔ اور اس میں کئی خرابیاں یہ

marfat.com

Marfat.com

" فالمراد بالجسد ذالك الشق الذی ولد له ومعنی القائه علی کرسیه وضع القابلة له علیه لیراه"

(روح المعانی)

جسم سے مراد وہی نامکمل، بے جان بچہ ہے۔ اور کرسی پر ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ دایہ نے وہ بچہ لاکر اس کے تخت یا کرسی پر ایک بے جان جسم ڈال دیا۔

" فجیء به علی کرسیه فوضع فی حجره "

اس بے جان بچے کو پہلے کرسی پر رکھا گیا اور کرسی پر اٹھا کر لایا گیا وہ آپ کی گود میں رکھ دیا گیا کہ آپ دیکھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

" فوالذی نفسی بیده لو قال ان شاء اللہ لجاهدوا کلهم فی سبیل اللہ فرسانا "

(روح المعانی و کبیر)

ایک روایت میں "والذی نفس محمد بیده" کے الفاظ مبارکہ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی (میری) جان ہے۔ اگر سلیمان علیہ السلام ان شاء اللہ کہہ لیتے تو تمام عورتوں سے بچے پیدا ہوتے اور تمام کے تمام بڑے شہسوار اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوتے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ رازی نے ایک اور توجیہ بھی بیان کی ہے جسے پیر کرم شاہ صاحب حسین و جمیل الفاظ میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> آپ علیہ السلام کسی بیماری میں مبتلا ہو گئے، بیماری اتنی شدید اور اس کا عرصہ اتنا طویل تھا کہ آپ کا کڑیل جسم ہڈیوں کو ڈھانچا بن کر رہ گیا، وہ عظیم شاہی تخت جس پر آپ جب بیٹھتے تھے تو آپ کے رعب و جلال کی وجہ سے جن وانس پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اب ضعف و نقاہت کے باعث جسم بہت لاغر ہو گیا تھا۔ تخت پر جب تشریف رکھتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ایک بے روح اور بے جان جسم جو کسی نے اٹھا کر کرسی پر ڈال دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے بارہ گاہِ الٰہی میں بڑے عجز و نیاز سے اپنی صحت کے لئے دعا کی جو قبول ہوئی۔ آپ علیہ السلام بالکل

marfat.com

Marfat.com

ان العقل و النقل یر دھا "

میں لوگوں پر بہت بڑا تعجب کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ کمزور وجوہ کیسے تسلیم کرلی ہیں؟ جن کو عقل بھی نہیں مانتی اور شریعت کے بھی خلاف ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲۶ ص ۲۰۶)

سلیمان علیہ السلام کا " ان شاء اللہ " کہنا بھول جانا :

﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴾

(پ ۲۳ سورت ص ۳۴)

اور بے شک ہم نے سلیمان کو جانچا اور اس کے تخت پر ایک بے جان بدن ڈال دیا پھر رجوع لایا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں محققین مفسرین کرام نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا میں آج رات ستر عورتوں سے جماع کروں گا۔ (آپ کی شریعت میں چار سے زیادہ نکاح کرنا منع نہیں تھا) ہر عورت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو بہت بڑا شہسوار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ آپ علیہ السلام نے "ان شاء اللّٰہ" نہ کہا۔ آپ نے ستر عورتوں سے جماع کیا لیکن کوئی بھی عورت حاملہ نہ ہوئی۔ سوائے ایک عورت کے، اس کا بچہ بھی نامکمل، بے جان پیدا ہوا۔ خیال رہے مسلم میں ستر عورتوں کا ذکر ہے اور بخاری میں چالیس عورتوں کا ذکر ہے۔ نیز یہ بھی روایات میں آیا ہوا ہے کہ آپ کو فرشتے نے کہا۔

" قل ان شاء اللّٰہ فلم یقل " ان شاء اللہ کہو...... لیکن آپ نے نہ کہا آپ کا نہ کہنا بھول کر تھا یا قصداً تھا کسی صورت میں بھی گناہ نہیں۔ کیونکہ فرشتے کا حکم ماننا آپ پر کوئی فرض نہیں تھا۔

" وغایتہ ترک الاولی فلیس بذنب وان عدہ ھو علیہ السلام ذنبا "

فرشتے کے کہنے پر آپ کا ان شاء اللہ نہ کہنا زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ (بہتر کام کو چھوڑنا) پایا گیا ہے۔ اسے گناہ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ انبیائے کرام کے ترک اولیٰ کو بھی ذنب سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

گی۔ آپ قضائے حاجت کے لئے چلے گئے۔ دریاؤں پر متصرف شیطان سلیمان علیہ السلام کی شکل میں امینہ کے پاس آیا اور کہا اے امینہ میری انگوٹھی دے۔ امینہ نے انگوٹھی اسے دے دی وہ انگوٹھی پہن کر آپ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ تمام انسان جن پرندے وغیرہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اسی کا حکم ان پر چل رہا تھا اور یہ اس کے تابع تھے۔

سلیمان علیہ السلام کی شکل بدل دی گئی تھی۔ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر امینہ کے پاس آئے کہ میری انگوٹھی دو تو اس نے انکار کر دیا۔ تم سلیمان علیہ السلام کب ہو جاؤ اپنا کام کرو۔ سلیمان علیہ السلام تو اپنی انگوٹھی لے گئے ہیں۔

آپ کو معلوم ہو گیا کہ میری خطا کی وجہ سے مجھے گرفت میں لے لیا گیا ہے آپ لوگوں کے گھروں پر دستک دیتے ان کے سامنے کھانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے کہ مجھے کھانے کو کچھ مل جائے۔ جب آپ بتاتے کہ میں سلیمان (علیہ السلام) ہوں تو لوگ آپ پر مٹی ڈالتے اور آپ کو گالیاں دیتے۔ آخر آپ نے مچھیروں کی غلامی اختیار کر لی۔ ان کی مچھلیاں ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچاتے۔ وہ آپ کو دو مچھلیاں ہر روز دے دیتے۔ آپ اسی سے گزر اوقات کرتے رہے۔

چالیس دن اسی حال میں گزر گئے کیونکہ چالیس دن آپ کے گھر بت پرستی ہوتی رہی تھی۔ جب آپ کے چالیس دن گزر گئے ادھر آصف اور بنی اسرائیل کے بڑے بڑے لیڈروں نے شیطان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ شیطان آپ کے تخت کو چھوڑ کر چلا گیا اور انگوٹھی کو دریا میں ڈال دیا، اس کو مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی جب آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے اس کے پیٹ کو چاک کیا تو آپ کو انگوٹھی مل گئی۔ آپ نے انگوٹھی پہن لی آپ کو حکومت واپس مل گئی آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

علامہ رازی نے اسے بہت شدت و تفصیل سے رد کیا اور فرمایا:

" واعلم ان اهل التحقيق استبعدوا هذا الكلام "

یقیناً یہ جان لو کہ یہ محققین کے نزدیک لغو اور باطل کلام ہے۔

marfat.com

Marfat.com

صحت یاب ہو گئے اور جہانبانی کے فرائض پہلے کی طرح بڑی شان و شوکت سے انجام دینے لگے۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

سلیمان علیہ السلام کے حق میں یہود کی گستاخی :

یہودیوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسا من گھڑت واقعہ پیش کیا کسی نیک آدمی کے متعلق ایسا گمان کرنا بھی ممکن نہیں چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق ایسی بناوٹی کہانیاں منسوب کی جائیں۔ یہودیوں نے کہا:

سلیمان علیہ السلام کو سمندر میں ایک شہر کی خبر ملی کہ وہاں کوئی شخص حکومت کر رہا ہے آپ نے اپنا لشکر ساتھ لیا اور ہوا کو حکم دیا جس نے آپ کو اور آپ کے لشکر کو وہاں پہنچا دیا۔ آپ علیہ السلام نے اس شخص کو جو وہاں کا حاکم تھا قتل کرا دیا اور اس کی ایک بہت ہی خوبصورت بیٹی تھی جس کا نام "جرادہ" تھا اسے آپ نے اپنے لئے پسند کر لیا۔ وہ اسلام لے آئی آپ بھی اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ کو یاد کر کے روتی رہتی تھی۔ سلیمان علیہ السلام نے شیطان کو حکم دیا کہ اسے اس کے باپ کی تصویر بنا کر دے دو، تاکہ اسے دیکھنے سے تسلی حاصل رہے۔ اس کے باپ کی شیطان نے تصویر بنا دی اس عورت نے تصویر کو اپنے باپ کے لباس کی طرح ہی لباس پہنا دیا۔ صبح و شام اپنی لونڈیوں کے ساتھ لے جا کر اسے سجدہ کرتی تھی۔ سلیمان علیہ السلام کو ان کے وزیر آصف نے جب اس معاملہ کی خبر دی تو آپ نے تصویر کو توڑنے کا حکم دیا اور اس عورت کو سزا دی۔ پھر اکیلے جنگل کی طرف نکل گئے۔ خاکستر پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے لگے۔

سلیمان علیہ السلام کی ایک لونڈی ام ولد بھی، جسے "امینہ" کہا جاتا تھا جب آپ طہارت کے لئے تشریف لے جاتے یا اپنی ازواج سے مجامعت کا ارادہ فرماتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر "امینہ" کو دے جاتے آپ کی بادشاہی انگوٹھی میں تھی۔ آپ انگوٹھی پہن رکھتے تو انسان و جن آپ کے تابع ہوتے۔ آپ اتار دیتے تو کوئی بھی آپ کے حکم کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ ایک دن آپ نے انگوٹھی "امینہ" کے پاس

marfat.com

Marfat.com

کے سہارے خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔

اور یہی حال خلفائے راشدین کا تھا جنہوں نے خلافت اور فقیری دونوں کو جمع کیا اور تمام فضائل کے جامع بنے ۔

(تفسیر ضیاء القرآن ، مظهری)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات کو سرکش شیطان میری نماز کو فاسد کرنے کے لئے میرے قریب منڈلاتا رہا۔

" وان الله تعالیٰ امکننی منه فلقد هممت انا ربطه الی سارية من سواری المسجد حتی تصبحوا فتنظروا الیه کلکم "

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے زیادہ قوت دے رکھی ہے تحقیق میں نے ارادہ کیا کہ میں اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم تمام لوگ بھی اسے دیکھ سکو۔

لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی کہ آپ نے رب کے حضور عرض کیا تھا :

﴿ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِنْ بَعْدِیْ ﴾

اے میرے رب مجھے معاف فرما اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔

(روح المعانی)

حضور ﷺ کا کتنا واضح اشارہ ہے کہ مجھے جنوں پر بھی حکومت حاصل ہے لیکن میں اس کا اظہار نہیں کرتا کہ سلیمان علیہ السلام کا جنوں پر حکومت کرنا مشہور رہے۔

سلیمان علیہ السلام کے فیصلے :

﴿ وَدَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِیْنَ ﴾

(پ ٢٣ سوره ص ٣٥)

marfat.com

Marfat.com

اس قسم کا معاملہ شیطان علماء سے بھی نہیں کر سکتا انبیائے کرام سے کیسے کر سکتا ہے ؟ نیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے کہ وہ شیطان کو سلیمان علیہ السلام کی ازواج پر مسلط کرتا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا صورت بنوا کر دینا۔ وغیرہ سب لغویات ہیں ۔

(از کبیر)

سلیمان علیہ السلام کی دعا :

﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴾

پھر وہ (ہماری طرف) متوجہ ہوئے عرض کی میرے رب مجھے معاف فرمادے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد بیشک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے۔

پہلے مغفرت کے لئے التجاء کی اس کے بعد ملک و حکومت بخشے جانے کا سوال کیا، ہر شخص کا سوال اپنے ظرف کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ نیز جس سے سوال کر رہا ہے اس کی قدرت و اختیار اور جود و عطا کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہاں مانگنے والے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں اور جس سے مانگ رہے ہیں وہ رب العالمین ہے۔ وہ اکرم الاکرمین ہے۔ اس سے بڑا صاحب قدرت و اختیار بھی کوئی نہیں اور اس جیسا سخی اور کریم بھی کوئی نہیں۔

حضرت علامہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ حضور ﷺ سے بڑا ہے۔ حضور نے اپنی مرضی سے " نبی ملک " (بادشاہ نبی) بننے کے بجائے "نبی عبد" بننا پسند فرمایا۔

" وکان النبی علیہ الصلوۃ والسلام نافذ الحکم علی الجن والانس "

یعنی حضور ﷺ کا حکم ہر جن وانس پر نافذ ہے ۔

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں :

جاء ت لدعوته الاشجار ساجدة تمشی الیه علی ساق بلا قدم

حضور جب درختوں کو اشارہ کرتے ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے قدموں کے بغیر اپنے تنے

marfat.com

Marfat.com

ایک وقت دو عورتیں تھیں ان دونوں کے بچے ان کے ساتھ تھے، ایک بھیڑیا ایک بچے کو لے گیا ایک عورت نے دوسری کو کہا بھیڑیا تمہارا بچہ لے گیا ہے۔ دوسری کہنے لگی تمہارے بچے کو لے گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان جھگڑے نے طول پکڑا تو وہ اپنا فیصلہ کرانے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آگئیں۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا یعنی ان عورتوں میں سے ایک عمر میں چھوٹی تھی اور ایک بڑی۔ جب وہ دونوں (فیصلہ کے بعد) نکلیں تو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے سامنے آئیں تو ان کو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا:

" ائتونی بالسکین اشقه بینکما فقالت الصغرٰی لایرحمك الله هو ابنها فقضی به للصغری "

چھری لاؤ میں اس کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں میں تقسیم کر دوں، تو چھوٹی نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ایسا نہ کریں وہ اسی کا بیٹا ہے تو آپ نے فیصلہ چھوٹی کے حق میں کر دیا۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۵۸)

وضاحت حدیث:

حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ کیوں کیا تھا؟ آپ علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ یا تو بچے میں آپ نے بڑی سے کچھ مشابہت دیکھی تھی یا ہو سکتا ہے کہ آپ کی شریعت میں بڑے کو مقدم رکھا جاتا ہو، یا یہ کہ بچے پر قبضہ بڑی کا تھا۔ اور آپ کی شریعت میں جس کا قبضہ ہوتا تھا اس کے حق کو ترجیح دی جاتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کیوں کیا؟ اس لئے کہ آپ نے دیکھا کہ بچے سے محبت کسے ہے، جب آپ نے فرمایا کہ چھری لاؤ کہ میں اس کے ٹکڑے کر کے تم دونوں میں تقسیم کر دوں تو آپ کے اس ارشاد پر بڑی خاموش تھی؛ کیونکہ حقیقتاً وہ جانتی تھی کہ میں جھوٹی ہوں۔ اس وجہ سے بھی خاموش تھی کہ میرا بیٹا تو ضائع ہو چکا تھا یہ بھی قتل ہو جائے تو دوسری عورت کو بھی میری طرح غم لاحق ہو۔ لیکن چھوٹی نے کہا حضور اسے قتل نہ فرمائیں بلکہ اسے ہی دے دیں؛ کیونکہ جب حقیقت

marfat.com

Marfat.com

اور یاد کرو داؤد و سلیمان علیہما السلام کو جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کے جھگڑے کا جب رات کے وقت چھوٹ گئیں اس میں ایک قوم کی بکریاں اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ کر رہے تھے۔

ایک آدمی کی بکریاں رات کے وقت چھوٹ گئیں ان کے ساتھ کوئی آدمی نہیں تھا وہ دوسرے شخص کی کھیتی کھا گئیں۔ یہ مقدمہ حضرت داؤد کے سامنے پیش ہوا ۔ آپ علیہ السلام نے تجویز کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دو چونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے برابر تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب فیصلہ سنا تو آپ نے کہا کہ ایک صورت اس سے بہتر اور دونوں فریقوں کے لئے نفع مند ہو سکتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم بتاؤ کہ وہ کیا صورت ہو سکتی ہے ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ بکریاں کھیتی والے کو صرف اسلئے دی جائیں کہ وہ ان کے دودھ وغیرہ سے نفع حاصل کرتا رہے اور بکریوں والے شخص کو کہا جائے کہ وہ اس شخص کے کھیت میں کام کرے اور محنت کر کے ضائع شدہ فصل کے برابر اور فصل کاشت کر کے تیار کرے۔ جب کھیتی اپنے حال پر آجائے تو کھیتی والے کو اس کی کھیتی دے دی جائے اور بکریوں والے کو اس کی بکریاں دے دی جائیں۔

یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی پسند فرمایا اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی یہ دونوں فیصلے اجتہادی تھے جو اس وقت کی شریعت کے مطابق تھے۔

حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قانون کے مطابق تھا اور سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ ان دونوں کے درمیان صلح کرانے کی صورت میں تھا ہماری شریعت میں اگر جانور از خود چھوٹ جائیں کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچائیں تو جانوروں کے مالک پر کوئی ضمان لازم نہیں۔

(از خزائن العرفان)

دو عورتوں کے جھگڑے میں فیصلہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

marfat.com

Marfat.com

سے پہلے موتی نکالنے کا کام حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی شروع کیا۔

(از خزائن العرفان)

﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ☆ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ﴾

(پ ۲۲ سورت سبا ۱۲، ۱۳)

اور (آپ کے تابع کر دیئے) جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے اور جو ان میں سے ہمارے حکم سے اعراض کرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے، اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگر دار دیگیں۔

" محاریب " جمع ہے محراب کی اور حرب سے لیا ہوا ہے۔ جس کا معنی لڑائی کرنا۔ یہاں محاریب سے مراد وہ محلات ہیں جن کی حفاظت کے پیش نظر ان کا مالک دوسروں سے لڑائی کرے۔ اگر وہ قبضہ کرنے کی کوشش کریں۔

"تماثیل" سے مراد پیتل، تانبہ، بلور، سنگ مرمر وغیرہ سے تصویریں بنانا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ

" كان اتخاذ الصور فى ذالك الشرع جائزا كما قال الضحاك و ابو العالية "

حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصویریں بنانا جائز تھا یہی قول حضرت ضحاک اور ابو العالیہ کا ہے۔

ایک شریعت کے مسائل کو دوسری شریعت میں اس وقت تک ثابت نہیں کیا جا سکتا جب تک دونوں شریعتوں میں انکا حکم ایک نہ ہو۔

" جفان " سے مراد وہ برتن جس میں طعام ڈالا جائے۔ ایسا برتن جس میں اتنا طعام آئے کہ جو ایک شخص کو سیر کر سکے۔ اسے صحیفة کہا جاتا ہے اور جو دو یا تین آدمیوں کو سیر کر سکے اس مئکلہ کہا جاتا ہے اور جو پانچ آدمیوں کو سیر کر سکے اس صحفه کہا جاتا ہے اور جو دس آدمیوں کو سیر کر سکے اسے

marfat.com

Marfat.com

میں بیٹا ہی اسی کا تھا تو اس نے ازروئے محبت بیٹے کا قتل ہونا پسند نہیں کیا۔ بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ مجھے ملے نہ ملے لیکن کم از کم زندہ تو رہے۔ چھوٹی کے اس پیار و محبت کو دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ لڑکا اسی کا بیٹا ہے۔ دوسری کا نہیں، لہذا آپ علیہ السلام نے اسی کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ کیسے توڑا؟ قانون یہ ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا فیصلہ نہیں توڑ سکتا حالانکہ دونوں حضرات کے فیصلے اجتہادی تھے۔ وحی کے ذریعے کوئی ایک فیصلہ نہیں تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بظاہر توڑنا درست نظر نہیں آتا لیکن اس کی چند وجوہ ہیں :

(۱) حضرت داؤد علیہ السلام نے حتمی فیصلہ نہیں فرمایا تھا بلکہ بڑی کے قبضے کو دیکھ کر بچہ اسی کے پاس رہنے کی رائے قائم کی تھی۔

(۲) حضرت داؤد علیہ السلام نے فتویٰ جاری کیا تھا۔ فتویٰ اور قضا میں فرق ہے۔ قضاء یعنی فیصلہ پر عمل لازم ہوتا ہے لیکن فتوی پر عمل لازم نہیں ہوتا کیونکہ مفتی کو عمل کرانے کے اختیار حاصل نہیں ہوتے ۔

(۳) ممکن ہے کہ آپ کی شریعت میں ایک مجتہد دوسرے کا فیصلہ توڑ سکتا ہو اور یہ جائز ہو۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اظہار حق کے لئے حیلہ کیا اس پر چھوٹی کا سچا ہونا جب واضح ہو گیا تو حضرت داؤد نے خود ہی اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہو۔

(شرح نووی علی المسلم)

دیو آپ کے تابع :

﴿ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴾

(پ ۲۳ سورہ ص ۳۷)

اور تمام معمار اور غوطہ خور دیو آپ کے تابع کر دیئے۔

یعنی کچھ وہ جن تھے جو فن تعمیر میں ماہر تھے، بڑی بڑی عمارات بہت جلدی تیار کرتے اور کچھ جن دریاؤں سمندروں میں غوطے لگا کر طرح طرح کے موتی، ہیرے، لعل و جواہر نکالتے۔ دریاؤں میں سب

marfat.com

Marfat.com

اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلار کھااور وہ تو عرصہ سے وفات پاچکا ہے۔ تواب ان کے دعوی کے حقیقت فاش ہوگئی۔ نیز وہ لوگ جوان جنات کی غیب دانی کے دعویٰ کو سچا سمجھ رہے تھے انہیں بھی پتہ چل گیا کہ یہ اپنے دعوی میں سراسر جھوٹے ہیں۔

تبینت کا فاعل یا تو جن ہیں یعنی تمام جنوں پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ان کے سردار جو غیب دانی کی لافیں مارا کرتے تھے وہ بالکل جھوٹے تھے ۔اگرانہیں غیب کا علم ہوتا تو وہ سال بھر اپنی جان کو اس مصیبت میں نہ ڈالے رکھتے ۔یا اس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں پر حقیقت کھل گئی کہ جنات کو غیب کا کوئی علم نہیں۔

جنات کے سر غرور کو خاک میں ملانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے شان نبوت کا مشاہدہ بھی کرادیا۔ عام انسان اگر عصا پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو اور وہ اونگھ جائے تو اس کا توازن بر قرار نہیں رہتا اور فورا زمین پر گر پڑتا ہے۔ پھر موت کے بعد چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔ جسم میں طرح طرح کے تغیرات رونما ہونے لگتے ہیں ۔لیکن یہاں آپ سال بھر ٹیک لگائے کھڑے رہے، چہرہ اسی طرح پھول کی طرح شگفتہ رہا، بدن بالکل تروتازہ رہا، تعفن اور بوسیدگی (جسم کا بدبودار ہونا،اور گل سڑ جانا) تو کجا، لباس بھی ویسے ہی پاک صاف رہا ، نہ موسم گرما کی حدت لو اور حبس نے جسد اطہر کو متاثر کیا اور نہ موسم سرما کا کوئی اثر ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بے بصیرت لوگوں کو ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ کرا دیا کہ نبی کی ظاہری زندگی کا جاہ وجلال تو تم دیکھتے رہے اب اس کے انتقال کے بعد بھی اس کی شان رفیع کو دیکھو۔

دابة الارض دیمک، منساة عصا یہ لفظ نسات الغنم سے ماخوذ ہے جس کا معنی میں نے ریوڑ کو ہانک دیا اسی سے منساة لیا گیا ہے یعنی ہانکنے کا آلہ (عصا) ۔

(ماخوذ از ضیاء القرآن)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

قصعہ کہا جاتا ہے اور جفان مطلقا برتن کو کہا جاتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ لیکن یہاں کالجواب کہہ کر ثابت کر دیا کہ وہ بڑے حوضوں کی طرح لگن بناتے تھے جس میں سے ایک ہزار آدمی سیر ہو کر کھانا کھا لیتے تھے۔

قدور راسیات بڑی بڑی دیگیں بناتے تھے جن کے نیچے پائے ہوتے تھے بہت بڑی ہونے کی وجہ سے انہیں اتارا نہیں جاتا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کی وفات :

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ، فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾

(پ ۲۲ سورت سبا ۱۴)

پس جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا پتہ نہ بتایا جنات کو آپ کی موت کا مگر زمین کے دیمک نے جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو پس جب آپ زمین پر آئے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (اتنا عرصہ) نہ رہتے اس رُسوا کن عذاب میں۔

جنات غیب دانی کا دعویٰ کیا کرتے تھے اور اسوجہ سے انسانوں پر اپنا رعب بٹھاتے اور انہیں طرح طرح کی ایسی باتیں بتاتے جن کا تعلق امور غیبیہ سے ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے ان کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس وقت موت سے ہمکنار کیا جب وہ عصا پر ٹیک لگائے مصروف عبادت تھے ۔ آپ کی روح پرواز کر گئی لیکن آپ کا جسم مبارک عصا کے سہارے جوں کا توں کھڑا رہا ۔ جنات جو آپ کے حکم سے بڑے کٹھن اور مشقت طلب کاموں میں جتے ہوئے تھے اور آپ کے خوف سے سستی نہ کر سکتے تھے۔ وہ آپ کو کھڑا ہوا دیکھتے تو سمجھتے کہ آپ زندہ و سلامت ہیں ۔ ذرا غفلت برتی تو کھال ادھیڑ لیں گی ۔ اسی طرح پورا سال گزر گیا۔ حکم الٰہی سے دیمک نے عصا کو چاٹنا شروع کر دیا نیچے سے اوپر تک اسے کھوکھلا کرنے میں ایک سال کا عرصہ بیت گیا۔ جب وہ بالکل کھوکھلا ہو گیا اور آپ کا بوجھ نہ سہار سکا تو ٹوٹ گیا اور آپ نیچے زمین پر آ رہے ، تب جنات کو پتہ چلا کہ جس کے خوف سے انہوں نے

marfat.com

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴾

(پ ۲ سورت بقرہ ۲۴۳)

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں، جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ! پھر انہیں زندہ فرمادیا، بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے اپنی قوم کو جہاد کرنے کے لئے کہا تو گھروں سے باہر نکل کر وہ کہنے لگے ہم تو اس زمین میں نہیں جائیں گے جہاں تم ہمیں لے جانا چاہتے ہو؛ کیونکہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے۔ جب وباء (طاعون) وہاں سے زائل ہو جائے گی تو پھر ہم جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام پر جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اپنے علاقہ میں ہی شہر سے باہر موت کو مسلط کر دیا۔ وہ آٹھ دن تک اسی حال میں رہے، یہاں تک کہ ان کے جسم پھول گئے۔ دوسرے علاقہ کے بنی اسرائیل کو جب ان کی موت کا علم ہوا تو وہ ان کو دفن کرنے کے لئے آئے لیکن ان کی بدبو کی وجہ سے وہ انہیں دفن کرنے سے عاجز آگئے۔ اسلئے انہوں نے ان کے ارد گرد ایک دیوار بنادی۔

ایک اور روایت میں اسی طرح ذکر ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت جہاد دی لیکن انہوں نے بزدلی کا مظاہر کیا اور جہاد میں شرکت کو ناپسند سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو مسلط کر دیا جب ان میں سے کثرت سے موتیں واقع ہونے لگیں تو انہوں نے اپنے شہروں سے موت کے ڈر کی وجہ سے بھاگنا شروع کر دیا جب ہزاروں کی تعداد میں شہروں سے باہر نکلے ہی تھے تو حزقیل علیہ السلام نے دعا کی:

" اللهم اله یعقوب واله موسی تری معصیة عبادك فارهم اية فی انفسهم

marfat.com

Marfat.com

موت العالم موت العالم :

روایت میں آتا ہے : موت العالم موت العالم۔ عالم کی موت جہان کی موت ہے۔

آج بروز جمعرات ۶ جون ۱۹۹۶ مطابق ۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ سحری کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ جب قلمبند کر رہا تھا اسی وقت استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا اسرارالحق حقانی قدس سرہ (راولپنڈی) کا وصال ہو گیا۔ صبح مدرسہ (جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی) پہنچنے پر استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا سید غلام محی الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی نے خبر دی کہ قاضی صاحب کا وصال ہو گیا ہے ۔ تو بہت زیادہ پریشانی ہوئی ، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت پر صابر وشاکر رہنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ۔اللہ تعالیٰ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر انوار پر ہزار ہزار نعمتیں فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔ آمین

پڑھانے کے دوران ایک ہونہار تلمیذ رشید عزیزم عبدالناصر میرے دقت آمیز پڑھانے کو تعجب سے دیکھ رہا تھا شاید اسے میری پریشانی کا علم نہیں تھا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

...ے سے لاحق ہونے والی ہولناکیاں نہیں حاصل ہوئی تھیں یا یہ چیزیں تو حاصل ہوئی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے بھلادیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جوزندہ کرنے پر قادر ہے وہ کسی چیز کوذہنوں سے مٹانے پر بھی قادر ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ یہ موت ان پر بطور سزا عادت کے خلاف ان پر مسلط کی گئی تھی اس لئے اس پر احکام موت جاری نہیں کئے گئے یہی وجہ ہے کہ انہیں زندہ کرنے کے بعد بھی مکلّف بنایا گیا۔

" وقد روی ان هذا لاحیاء انما وقع فی زمان حزقیل النبی علیه السلام ببرکة دعائه"

اور تحقیق روایت کیا گیا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کا واقعہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا اور یہ مردوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے نبی کا معجزہ ہے۔

حضرت حزقیل کی کنیت ابن العجوز تھی کیونکہ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ کی عمر زیادہ تھی اس لئے آپ بڑھیا کے بیٹے کے نام سے مشہور ہوگئے ۔آپ کا لقب ذوالکفل ہے کیونکہ آپ نے ستر نبیوں کی کفالت کی اور ان کو شہید ہونے سے بچایا یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کے نبی ذوالکفل نام کے بھی ہیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ علیحدہ ہیں۔

(از روح المعانی ، کبیر)

فائدہ: انسان موت سے بھاگ نہیں سکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ ﴾

(پ ۲۱ سورت احزاب ۱۶)

فرمادیجئے ہر گز تمہیں موت سے بھاگنا نفع نہیں دے سکتا خواہ موت سے بھاگو یا قتل سے موت اپنے وقت میں آکر رہتی ہے ۔

اس میں دیر یا سویر نہیں یہ ہمارے خیالات باطلہ ہیں کہ فلاں کو موت بے وقت آگئی فلاں شخص ...ش سفر نہ کرتا تو یہ حادثہ پیش نہ آتا موت کے وقت انسان نے موت کے منہ میں جانا ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

تدلهم على نفاذ قدرتك وانهم لا يخرجون عن قبضتك فارسل الله عليهم الموت"

اے اللہ اے یعقوب علیہ السلام کے خدا اور اے موسیٰ کے خدا تو اپنے بندوں کی نافرمانی دیکھ رہا ہے تو انہیں اپنی کوئی نشانی دکھا جس سے انہیں تیری قدرت کا پتہ چل جائے کہ وہ تیرے قبضہ قدرت سے نہیں نکل سکتے ، تو آپ کی اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم پر موت مسلط کر دی وہ ہزاروں کی تعداد میں شہر سے نکلے ہی تھے کہ مر گئے۔

حضرت حزقیل علیہ السلام نے جب ہزاروں کی تعداد میں اپنی قوم کے افراد کو مرا ہوا دیکھا تو آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ خیال ہوا کہ یہ دوبارہ زندہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے حزقیل تم ہڈیوں کو کہو اے ہڈیو تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم جمع ہو جاؤ آپ کے کہنے پر وہ تمام ہڈیاں ایک دوسرے سے مل کر جسموں کے ڈھانچے مکمل ہو گئے ، لیکن ابھی تک ان میں گوشت اور خون نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اب تم یہ کہو اے جسمو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اپنے گوشت کا لباس پہن لو، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان پر گوشت چڑھا دیا ، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اب تم کہو اے جسمو ! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم اب اٹھ کھڑے ہو اسطرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پھر سے زندہ کر دیا جب وہ زندہ ہو کر اٹھے تو کہہ رہے تھے :

﴿ سبحانك اللهم ربنا وبحمدك لا اله الاانت ﴾

زندہ ہونے کے بعد بھی ان پر اثرات موت باقی رہے یہاں تک کہ جس طرح موت کے وقت ان کا رنگ زرد ہوا تھا اسی طرح زرد ہی رہا۔

﴿ وبقى فيهم شيء من ذالك النتن وبقى ذالك فى اولادهم الى هذا اليوم ﴾

اور ان کے مرنے کی وجہ سے جو ان کے جسموں میں بدبو پیدا ہوئی تھی وہ ان کے پیدا ہونے کے بعد بھی باقی رہی بلکہ آج تک ان کی اولاد میں بھی بو پائی جاتی ہے۔

خیال رہے کہ موت کے بعد انسان مکلف نہیں رہتا، اس پر اوامر و نواہی ختم ہو جاتے ہیں لیکن ان لوگوں کو زندہ کرنے کے بعد بھی مکلف بنایا گیا کیونکہ یا تو انہیں موت کے وقت سکرات موت اور موت کی

marfat.com

Marfat.com

گئی لے گئے۔ اس وقت ان کے کوئی نبی نہیں تھے جو ان کے معاملات کی تدبیر کرتے۔ خاندانِ نبوت کے سب لوگ وفات پا چکے تھے۔ صرف ایک عورت خاندان نبوت سے زندہ تھی جو حاملہ تھی ، دعا کرتی رہتی تھی۔" اشمویل "(اے اللہ سن) یعنی اے اللہ دعا قبول کرو! عبرانی زبان میں اشمو کا معنی سن ایل کا معنی اللہ۔

بچہ پیدا ہونے پر یہی نام رکھا۔ جب بچہ بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو تورات دی اور بیت المقدس کی خدمت پر مقرر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسے نبوت عطا فرمائی۔ جب وہ نبی بن کر اپنی قوم میں آئے تو قوم نے کہا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو جس کی زیر قیادت ہم قوم عمالقہ سے جہاد کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی نے کہا تم وعدہ کو پورا نہیں کر سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ضرور جہاد کریں گے۔ ہمیں اپنے گھروں سے نکالا گیا ہے۔ ہماری اولاد کو قیدی بنایا گیا ہے۔ اولاد سے مراد ان کے آباء کی اولاد تھی۔ یا وہ بڑی عمروں کے تھے اور ان کی اپنی ہی اولاد ہو۔ (واللہ اعلم)

لیکن جیسے اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا تھا ایسے ہی ہوا کہ وہ سب لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے تھے۔ صرف تین سو تیرہ تھے جو ثابت قدم رہے تھے۔

خیال رہے کہ اس واقعہ میں جس نبی کا ذکر ہے ان کے نام میں اختلاف اگرچہ ہے لیکن علامہ رازی نے فرمایا:

" کان اسم ذالك النبی اشمویل من بنی هارون واسمه بالعبریة اسمعیل وهو قول الا کثرین "

" اللہ تعالیٰ کے اس نبی کا نام "اشمویل" تھا۔ عبرانی زبان میں "اسماعیل" کہا جاتا ہے یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

marfat.com

Marfat.com

﴿حضرت اشموئیل علیہ السلام﴾

﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِيَارِنَا وَاَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ ﴾

(پ ۲ سورۃ البقرہ ۲۴۶)

اے محبوب کیا تم نے دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا جب اپنے ایک نبی سے بولے ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دو کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو؟ بولے ہمیں کیا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے اپنے وطن اور اپنی اولاد سے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں سے تھوڑے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔

الملاء قوم کے بڑے سر کردہ لوگ ان کے بڑے لوگوں کو ملاء کہنے کی وجہ یہ ہے :

" لان هيبتهم تملأ الصدر او لأنهم يتمالئون اى يتعاونون "

کہ ان کا رعب دوسرے لوگوں کے سینوں کو بھر دیتا تھا یا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دوسروں سے تعاون کرتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام آئے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ان میں قائم کرتے رہے اور تورایت کے مطابق عمل کرنے کی تبلیغ فرماتے رہے۔ ان کے بعد "کالب" اور ان کے بعد "حزقیل" اور ان کے بعد "الیاس" اور انکے بعد "الیسع" علیہم السلام آئے۔ ان حضرات کے بعد بنی اسرائیل پر ان کے دشمن جالوت کی قوم عمالقہ کے لوگ غالب آگئے۔ اس وقت بنی اسرائیل بحر روم یعنی مصر اور فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ بعض عمالقہ نے ان کے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا اور ان کے بڑے بڑے رئیسوں کے بیٹے چار سو چالیس کی تعداد میں قیدی بنا لئے۔ اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اور ان کی تورایت

marfat.com
Marfat.com

اور ظاہر چیز جسے تم بھی سمجھ سکتے ہو وہ یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے علم اور جسمانی طاقت زیادہ ہونی چاہئے یہ دونوں چیزیں طالوت کو تم سے زیادہ حاصل ہیں اسی وجہ سے وہ بادشاہت کا مستحق ہوا۔

علم اور طاقت بادشاہت کے اسباب کیوں؟

علم اور طاقت حقیقی کمالات ہیں۔ مال اور مرتبہ ظاہری کمالات ہیں۔ یہ واضح ہے کہ حقیقی کمالات کو برتری حاصل ہے۔ اسی طرح علم اور قدرت انسان کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں، لیکن مال اور مرتبہ آنی جانی چیزیں ہیں، کبھی حاصل ہو گئیں اور کبھی زائل ہو گئیں، ان کا انسان کی ذات سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ صفات عارضہ ہیں ۔ علم اور قدرت انسان سے زائل ہونے والی چیزیں نہیں اور مال و مرتبہ زائل ہونے والی چیزیں ہیں۔ تو یقیناً علم اور قدرت کو برتری حاصل ہے۔

اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ نظام مملکت چلانے اور جنگوں کے طریقہ کار کا علم رکھتا ہو۔ جنگی تدابیر کو جانتا ہو کہ کسی طرح کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے اور اسے یہ قدرت حاصل ہو کہ دشمنوں کے شر سے قوم کو بچا سکے اور شہری حدود کی حفاظت کر سکے۔ انہی تمام وجوہ کے پیش نظر بادشاہت کا استحقاق علم وقدرت پر ہے، مال اور مرتبہ پر نہیں۔

عورت اور بادشاہت:

جب یہ واضح ہو چکا ہے کہ حاکم صاحب علم اور بہادر ہونا چاہیئے، تو اس سے خود بخود یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ کم عقل قوم کو حاکم بنانا بے وقوفی نادانی حماقت ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، روح المعانی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کو عیدگاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اے عورتوں کی جماعت! صدقہ زیادہ کیا کرو۔ میں بہت سی عورتوں کو جہنمی دیکھ رہا

marfat.com
Marfat.com

بادشاہ کے لئے طالوت کا انتخاب :

﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

(پ ۲ سورۃ بقرۃ ۲۴۷)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا :۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے، بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا : اسے اللہ تعالیٰ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے۔

پہلے انہوں نے خود ہی اللہ تعالیٰ کے نبی سے سوال کیا کہ ہمیں کوئی بادشاہ عطا کریں۔ جب انھیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ منتخب کیا ہے، اب اس کا انکار کرنے لگے کہ یہ کیسے ہمارا بادشاہ ہو سکتا ہے ؟ ان کا اسے بعید سمجھنا دو وجہ سے تھا۔ ایک یہ کہ بنی اسرائیل میں نبوت لاوی بن یعقوب کی اولاد میں آرہی تھی اسی خاندان سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تھے اور بادشاہت یہودا کی اولاد میں آرہی تھی اس خاندان سے داؤد اور سلیمان علیہ السلام تھے۔ چونکہ طالوت ان دونوں قبیلوں میں سے ایک سے بھی نہیں تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ طالوت ایک غریب شخص تھے۔ رنگ ساز تھے یا ماشکی تھے لہذا انہوں نے کہا :

﴿ ولم یؤت سعة من المال ﴾ اسے تو مال کی وسعت بھی نہیں دی گئی۔

...... وہ ہمارا بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ اللہ تعالیٰ کے نبی نے جواب دیا کہ طالوت بادشاہت کا مستحق اسلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مختص کر دیا ہے اور تم سے زیادہ اسے پسند کر کے چن لیا ہے۔ اور ملک اللہ تعالیٰ کا ہے جسے چاہے عطا کر دے۔ اور اس کے انتخاب میں اعتراض کرنا، صاحب عقل کا کام نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

...... " واموركم الى نساء كم فبطن الارض خير لكم من ظهرها "

...... اور تمہارے معاملات عورتوں کے ہاتھ میں ہوں تو تمہارے لئے زمین کا اندرونی حصہ ظاہر سے بہتر ہے۔(مر جانا بہتر ہے) ۔ یعنی مر جانا زندہ رہنے سے بہتر ہے ۔

(ترمذی ، مشکوۃ باب تغیر الناس ص ٤٥٩)

طالوت کی بادشاہت پر تابوت کا بطور نشانی آنا :

﴿ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾

(پ ٢ سورت بقرہ ٢٤٨)

اور کہا انہیں ان کے نبی نے کہ اس کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ آئے گا تمہارے پاس ایک صندوق اس میں تسلی (کا سامان) ہوگا تمہارے رب کی طرف سے اور (اس میں) بچی ہوئی چیزیں ہوں گی جنہیں چھوڑ گئی ہے اولاد موسیٰ اور اولاد ہارون علیہا السلام، اٹھالائیں گے اس صندوق کو فرشتے ،بے شک اسمیں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان دار ہو۔

جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے اپنی قوم کو بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور دونوں باتوں میں وہ تم سب سے ممتاز ہے ۔

......بائیبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا، اس کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے، اور یہ بن یامین کی نسل سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب انسانی انتخاب نہیں بلکہ رب العزت نے خود اسے تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے تمہیں اس کی عطاء و بخشش پر معترض نہیں ہونا چاہیے......

بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے ! کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی حکومت

marfat.com

Marfat.com

ہوں، عورتوں نے عرض کی : یارسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لعنت زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔

پھر آپ نے فرمایا :

" ماراَیت من ناقصات عقل و دین اذھب لب الرجل الھازم من احداکن "

میں نے تم عورتوں سے بڑھ کر کسی اور کو ایسا نہیں دیکھا کہ عقل اور دین میں بھی کم ہو لیکن بڑے بڑے عقلمندوں کی عقلوں کو ضائع کر دے۔

عورتوں نے پوچھا : یارسول اللہ ﷺ ہمارے دین اور ہماری عقلوں میں کیا کمی ہے ؟ آپ نے فرمایا : کیا ایک عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف برابر نہیں ؟ عورتوں نے عرض کی ہاں ! یارسول اللہ ایسے ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عقل کی کمی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا : کیا ایسا نہیں کہ تم حیض کے دنوں میں نماز اور روزہ ادا نہیں کر سکتی ؟ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا ہی ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا : یہ تمہارے دین کا نقصان ہے۔

(بخاری و مسلم ، مشکوۃ المصابیح باب الایمان ص ۱۳)

سبحان اللہ جس کو نبی کریم ﷺ بے عقل کہہ دیں وہ حکومت کے منصب پر فائز ہو کر بھی بیوقوف ہی رہے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ اہل فارس نے بنت کسریٰ کو اپنی ملکہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا :

" لن یفلح قوم ولو امرھم امراۃ "

وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جنہوں نے عورت کو اپنا حاکم بنالیا۔

(مشکوۃ کتاب الامارۃ ص ۳۲۱ ، بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جب تمہارے امراء تم سے نیک ہوں اور تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشاورت سے طے ہوں تو تمہارے لئے زمین کا اوپر کا حصہ نیچے سے بہتر ہے (زندہ رہنا بہتر ہے) اور اگر تمہارے امراء (حکام) شریر ہوں اور تمہارے غنی کنجوس ہوں ۔

marfat.com
Marfat.com

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا، بولا بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پیئے اور میرا نہیں اور جو اس کا پانی نہ پیئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو ہاتھ سے لے لے۔ تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے اور پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں (کے ساتھ جنگ) کی، بولے وہ جنہیں اللہ تعالیٰ سے ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔

جب طالوت کی حاکمیت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانی آگئی تو بنی اسرئیل کو یقین ہو گیا وہ ان کی زیر قیادت میدان جنگ میں نکلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ طالوت نے اعلان کیا جو لوگ اپنے مکانوں وغیرہ کی تعمیر میں مشغول ہوں ابھی تک تعمیر سے فارغ نہ ہوئے ہوں وہ میرے ساتھ نہ نکلیں اور تاجر جو تجارت میں مشغول ہوں وہ بھی میرے ساتھ نہ نکلیں اور جنہوں نے نئی نئی شادیاں کی ہوں اور ابھی جماع نہ کر چکے ہوں وہ بھی میرے ساتھ نہ چلیں۔ میرے ساتھ چلنے والے صرف نوجوان، پھرتیلے اور تمام دنیاوی حاجات سے فارغ ہونے چاہئیں۔ مقصد یہ تھا کہ میدان جنگ میں جا کر کسی کو بھی گھر کی یاد نہ آئے کہ میں نے فلاں کام کرنا تھا جو مکمل نہیں ہوا تھا۔

حضرت طالوت جب بہت بڑا لشکر لے کر شہری حدود سے باہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے نبی اشمویل علیہ السلام نے یا حضرت طالوت نے لشکر کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ جس نے اس سے پانی پی لیا وہ میرے دین پر نہیں اور جس نے اس کا پانی نہ پیا وہی میرا مطیع ہو گا اور میرے دین پر قائم ہو گا، ہاں صرف چلّو بھر پانی اس سے لینے کی اجازت ہو گی۔

یہ آزمائش انکے لئے بہت سخت تھی؛ کیونکہ ان پر پیاس کی شدت کا غلبہ تھا۔ پانی کو دیکھ کر صبر کرنا ان کے لئے بہت دشوار تھا۔ تمام لشکر والوں نے اس سے پانی پی لیا، صرف تین سو تیرہ تھے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے تھے۔ انہوں نے صرف ایک چلّو پانی پی لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس چلّو

marfat.com

Marfat.com

کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے اور جسمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں کسی مزید نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھائے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے بادشاہ بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا۔ نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے ؛ کیونکہ انبیائے کرام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ (پگڑی) تھا انہیں واپس مل گیا۔

فائدہ :

اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہ اشیاء جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے ہوتا ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور دشمنوں پر غلبہ نصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضور ﷺ کے ناخن اور بال مبارک تبرک کے طور پر پاس رکھتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر پر ایک کپڑے کی ٹوپی تھی جس میں حضور ﷺ کا ایک بال مبارک رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس معرکہ میں یہ ٹوپی سر پر رکھ کر جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس بال کی برکت سے مجھے کامیاب وکامران کرتا ہے۔

(تفسیر ضیاء القرآن)

قوم کی آزمائش :

﴿ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ إِنَّ اللهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهٗ مِنِّيْٓ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ أَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللهِ وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ﴾

(پ ۲ سورت بقرہ ۲۵۹)

marfat.com

Marfat.com

لیا جائے ، مخالفین کو ساتھ نہ لیا جائے۔ اس لئے کہ دشمن کے مقابلے میں جانے سے پہلے ہی پیچھے ہٹ جانا دوسرے مسلمانوں کے لئے زیادہ پریشانی کا سبب نہیں تھا، لیکن دشمن کے مقابلہ میں جا کر اگر وہ بھاگ آتے تو بہت بڑی پریشانی کا سبب ہوتا۔ اور بھاگنے والوں کو بھی زیادہ ذلت ہوتی۔

(ماخوذ از کبیر)

داؤد علیہ السلام کا جالوت کو قتل کرنا:

﴿ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَآتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ﴾

(پ ۲ سورۃ بقرۃ ۲۵۱)

اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام بکریاں چراتے تھے آپ گلاخن (پتھر پھینکنے کا آلہ) کے ذریعے بھیڑیوں اور شیروں کو پتھر مارتے تھے۔ آپ کے سات بھائی طالوت کے ساتھ میدان جنگ میں تھے۔ جب ان کو خبر پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی کہ کس حال میں ہیں تو آپکو آپ کے باپ "ایشا" نے بھیجا کہ جاؤ اور بھائیوں کی خبر لاؤ۔ آپ علیہ السلام آئے تو دیکھا کہ بھائی جنگ کرنے کے لئے ایک صف میں کھڑے ہیں۔ اور جالوت بنی اسرائیل کو کہہ رہا ہے کہ اگر تم حق پر ہو تو میرے مقابلہ کے لئے کوئی نکلے۔

داؤد علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا کہ تم اس غیر ختنہ شدہ (کافر) کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ لیکن اس کی بہادری کے پیش نظر کوئی اس کے مقابل جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ آپ علیہ السلام جب دوسری صف میں گئے تو دیکھا طالوت لوگوں کو جالوت کے قتل کرنے پر ابھار رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے کہا جو اسے قتل کرے اس سے تم کیا سلوک کرو گے؟ طالوت نے کہا اسے اپنی بیٹی نکاح میں دوں گا اور آدھی بادشاہی دوں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے آواز دے کر کہا تھا کہ ہمیں اٹھا لو، جالوت کا قتل ہم میں ہے۔ آپ نے وہ پتھر اٹھا لئے تھے۔ ایک پتھر جالوت کے سینے پر مارا وہ قتل ہو گیا آپ نے کئی اور لوگوں کو بھی قتل کیا اسطرح جالوت اور اس کے لشکر کو شکست ہوگئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بادشاہی اور نبوت عطا کر دی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

بھر پانی میں اتنی برکت رکھ دی تھی کہ انہیں بھی کافی ہوا اور وہی چلّو ان کے خادموں اور ان کی سواریوں کو بھی کافی ہو گیا۔

" وھذہ کان معجزۃ لنبی ذالک الزمان کما انہ تعالیٰ کان یروی الخلق العظیم من الماء القلیل فی زمان محمد علیہ الصلوۃ والسلام "

یہ اس وقت کے نبی کا معجزہ تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھوڑے پانی سے بہت بڑی مخلوق کو سیراب کرتا رہا یہ کئی مرتبہ ہوا۔

جو لوگ آزمائش میں ناکام ہو گئے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کے احکام کے نافرمان ہو گئے، وہ بزدل ہو گئے اور کہنے لگے: ہم تو آج جالوت اور اس کے لشکر سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو نہ تسلیم کرنے کی وجہ سے انسان کافروں سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یہی وجہ ہے کہ آج تمام اسلامی ممالک کفار سے ڈر کر زندگی گزار رہے ہیں۔ جو لوگ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت عطاء کی کہ انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لئے تیار کر لیا اور انہیں یہ یقین ہو گیا کہ موت تو ایک دن آنی ہی ہے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جان دے کر جاودانی زندگی کیوں نہ حاصل کی جائے؟ جب کہ ایک دن رب سے ملاقات بھی کرنی ہے تو کامیابی کی ملاقات ہو اس سے ثواب ملے اور اس کی رضاء حاصل ہو۔ وہ ملاقات کیا جس میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب حاصل ہو؟ انہیں یقین کا وہ اعلیٰ درجہ حاصل ہو گیا کہ کہنے لگے کہ کتنی تھوڑی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں۔ بے شک زیادہ لوگ ہم سے پھر چکے ہیں ہم تھوڑے رہ گئے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں امداد حاصل ہو گی تو ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

قوم کو آزمانے کی وجہ:

قوم بنی اسرائیل کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے نبی کی مخالفت ہی کرتے تھے۔ اس لئے انہیں آزمایا گیا کہ صدیق اور زندیق، مطیع اور عاصی میں فرق ہو جائے۔ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے ہیں ان کو ساتھ

marfat.com

Marfat.com

تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ان قیدیوں میں حضرت عزیر اور دانیال بھی تھے۔ جو اس وقت بچپن کی عمر میں تھے۔

(از روح البیان)

بہت عرصہ کے بعد جب کچھ لوگ قید سے آزاد ہوئے تو ان آزاد ہونے والوں میں عزیر بھی تھے۔ عزیر علیہ السلام بیت المقدس سے گزرے جو اس وقت برباد ہو چکا تھا آپ ادھر ادھر پھرے لیکن آپ کو کوئی نظر نہ آیا، البتہ باغوں میں مختلف قسم کے درخت پھلوں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھلوں کا کھانے والا کوئی نہ تھا۔ آپ نے کچھ انجیر اور انگور توڑ کر کھائے اور ان کا رس نکال کر پیا اور کچھ انجیر اور انگور توشہ دان میں رکھ لئے اور کچھ رس بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ جب آپ نے ویران آبادی کو دیکھا تو بڑے تعجب سے افسردہ حال میں کہنے لگے: رب اسے پھر زندہ کرے گا؟ اسکی کیسی عظیم قدرت ہو گی؟ سوال رب کی قدرت میں شک کے طور پر نہیں تھا بلکہ اپنے تعجب کا اظہار تھا کہ رب اس بستی والوں کو پھر کیسے زندہ کرے گا؟

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت کاملہ پر مطلع کرنا چاہا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے جس گدھے پر سوار تھے اسے باندھا اور اپنے کھانے پینے کے پھل وغیرہ اور انگور کا رس جو نچوڑ کر آپ نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا انہیں قریب ہی رکھ کر آپ سو گئے۔ سوئے ہوئے حال میں ہی آپ پر موت کو مسلط کر دیا گیا۔ آپ کا گدھا بھی مر گیا یہ واقعہ تقریباً دو پہر سے پہلے کا ہے۔

جس طرح نمرود کے ناک میں مچھر گھس گیا تھا ایسے ہی بخت نصر یعنی شداد کی ناک میں بھی مچھر گھس گیا تھا جس سے وہ مر گیا اس طرح بنی اسرائیل کو آزادی مل گئی تقریباً ستر سال کے بعد فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا تو اس نے بیت المقدس کو پہلے سے بھی بہتر طور پر آباد کر دیا بنی اسرائیل جو بخت نصر کے مظالم کی وجہ سے ادھر ادھر بکھر گئے تھے۔ پھر بیت المقدس میں آباد ہو گئے۔ تیس سال تک یہ لوگ کافی حد تک بہتر حالت میں آ گئے اور ان کی نسل میں بھی اضافہ ہو گیا۔ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کو زندہ فرما دیا۔

اتنے عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی قدرت کاملہ سے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھا اور آپ کو درندے، پرندے، چرندے وغیرہ بھی اتنا عرصہ نہ دیکھ سکے۔ آپ پر وفات صبح کے وقت دو پہر سے

marfat.com

Marfat.com

حضرت عزیر علیہ السلام

﴿ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

(پ ۳ سورت بقرہ ۲۵۹)

یا (کیا آپ نے نہیں دیکھا) مثل اس کے جو گزرا اوپر بستی کے ، حالانکہ وہ گری ہوئی تھی اوپر چھتوں کے ؟ آپ نے کہا کہ کیسے زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی (مردہ رکھا) سو برس ، پھر اٹھایا اسے ، کہا : کتنا ٹھہرا ؟ تو کہا ٹھہرا میں ایک دن یا کچھ حصہ دن کا ۔ کہا بلکہ ٹھہرے ہو تم سو برس ، پس دیکھو تم اپنے کھانے اور پینے کی طرف اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں) اور تاکہ کریں ہم آپ کو نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھو گدھے (کی ہڈیوں) کی طرف کیسے اٹھاتے ہیں ہم ان کو ؟ پھر پہناتے ہیں ہم ان کو گوشت ۔ پس جب ان پر معاملہ ظاہر ہوا تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بنی اسرائیل بیت المقدس میں آباد تھے جب وہ اپنے گناہوں ، نافرمانی ، فسق و فجور میں حد سے تجاوز کر گئے اور اپنے نبی کے اطاعت نہ کی تو بخت نصر نے بیت المقدس پر سخت حملہ کیا اور قبضہ کر لیا۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ چھ لاکھ علمبردار (جھنڈے اٹھانے والے) تھے اور ہر جھنڈے کے نیچے بے شمار فوج تھی۔ اس نے بیت المقدس کو ویران کر ڈالا ۔ توراۃ شریف کے تمام نسخے جلا دیے۔ بنی اسرائیل کے تقریباً ایک تہائی لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور ایک تہائی لوگوں کو شام کے علاقہ میں بہت ذلت سے رکھا۔ اور ایک تہائی کو قیدی بنا لیا۔ یعنی بنی اسرائیل کو

marfat.com

Marfat.com

آپ نے دعاء فرمائی تو اُسے نظر مل گئی اور اس کی ٹانگیں بھی ٹھیک ہو گئیں۔ وہ چلنے کے قابل ہو گئی اب اس نے آپ کو پہچان لیا آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے اور دوسرے اہل خانہ کے پاس لائی کہ عزیر آگئے ہیں سب لوگ سن کر تعجب کر رہے تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عزیر سو سال بعد آگئے ہوں؟ اس بڑھیا نے بتایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ رہے کہ مجھے انکی دعا سے اللہ تعالیٰ نے نظر عطاء کی۔ چلنے پھرنے کے قابل بنادیا۔

آپ کے بیٹے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ بال چاند کی شکل میں تھے جب آپ کے کندھوں کو دیکھا گیا تو اسی طرح بال موجود تھے۔

بخت نصر نے توراۃ کے تمام نسخے جلا دیئے تھے توراۃ کسی کو یاد نہ تھی بلکہ پہلی کتب صرف انبیائے کرام کو ہی یاد ہوا کرتی تھیں لوگوں نے کہا کہ اگر تم عزیر ہو تو توراۃ سناؤ؟ آپ نے انہیں تمام توراۃ لفظ بلفظ لکھوادی، کسی ایک حرف کا بھی فرق نہ آنے دیا۔ اس وقت ایک شخص بولا کہ میں نے دادا سے سنا تھا کہ بخت نصر کے مظالم کی وجہ سے میرے دادا نے توراۃ کا ایک نسخہ دفن کر دیا تھا۔ حضرت عزیر نے اس نسخے کے دفن کی جگہ کی نشاندہی بھی فرمائی۔ جب وہ نسخہ نکالا گیا تو اس کا مقابلہ اس نسخہ سے کیا گیا جو آپ نے تحریر کرایا تو کسی ایک لفظ کا بھی فرق نہیں پایا گیا۔ لوگوں نے آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ﴾ یہودیوں نے کہا عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

(ماخوذ از روح المعانی، ابو سعود، روح البیان، جمل، خازن، خزائن العرفان)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

پہلے آئی تھی اور آپ زندہ شام کے وقت ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ جب رب نے آپ سے پوچھا کہ کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ یعنی آپ کا خیال تھا کہ میں آج صبح ہی یہاں لیٹا ہوں اس لئے پہلے آپ نے ایک دن کہا پھر خیال کیا کہ ابھی تو ایک دن بھی مکمل نہیں ہوا بلکہ دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا یہاں سو سال ہو چکے ہیں۔

سبحان اللہ مالک الملک کی کتنی عظیم قدرت ہے؟ ایک سو سال عزیر علیہ السلام پر موت طاری رہی جسم مکمل طور پر محفوظ رہا، کھانے پینے کی اشیاء جوں کی توں رہیں، اور آپ کے سامنے رب نے گدھے کو زندہ کر کے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرا دیا۔ گدھے کی ہڈیوں کو حکم ہوا جو آپس میں آکر مل گئیں۔ آپ کے سامنے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا کر گدھے کو آواز دی۔ اب تم زندہ ہو جاؤ! وہ زندہ ہو گیا۔

یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔ اب آپ زندہ ہو کر شہر میں آئے تو دیکھا شہر تو پہلے سے زیادہ اچھے طریقہ سے آباد ہے۔ بنی اسرائیل کے نئے نئے لوگ بھی ہیں جو آپ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ آپ پر جب موت مسلط ہوئی تھی اسوقت آپ کی عمر چالیس برس تک تھی اور اب بھی وہی چالیس برس تھی۔ شہر سے باہر جب آپ گئے تھے آپ کے بیٹے کی عمر اٹھارہ برس تھی اب اس کی عمر ایک سو اٹھارہ برس تھی۔ بلکہ آپ کے پوتے بھی بوڑھے ہو چکے تھے۔ آپ جب اپنے مکان میں تشریف لائے تو وہاں آپ کی ملاقات ایک بڑھیا سے ہوئی جو آپ کی لونڈی تھی۔ اب اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی۔ بڑھاپے کی وجہ سے ٹانگیں کمزور ہو چکی تھیں۔ چلنے سے عاجز ہو چکی تھی۔ بینائی ختم ہو چکی تھی۔

ایک سو سال گزر جانے کی وجہ سے مکانات کے نقشے بدل چکے تھے۔ نئی نئی تعمیرات کی وجہ سے آپ کو اپنے مکان کا صحیح تعین نہیں تھا، یعنی یہ یقین نہیں تھا کہ یہ ہمارا ہی مکان ہے۔ اندازے سے گئے تھے۔ جب آپ نے بڑھیا سے پوچھا کہ عزیر کا یہی مکان ہے؟ تو وہ رونے لگی اور کہنے لگی اتنے عرصہ بعد عزیر کا نام لینے والا کون ہے؟ وہ تو ایک سو سال سے گم ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ہی عزیر ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک سو سال مردہ رکھ کر زندہ فرما دیا ہے۔ اس بڑھیا نے کہا کہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ مجھے نظر عطا کرے کہ میں تمہیں دیکھ کر پہچان سکوں اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ عزیر کی دعا قبول فرماتا تھا۔ آپ کی دعا کے قبول ہونے کی وجہ سے بھی یقین آجائے گا کہ تم ہی عزیر ہو۔

marfat.com

Marfat.com

دو اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمہارا بھلا ہے اگر ایمان لاؤ۔ اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی (ٹیڑھا پن) چاہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھا دیا اور دیکھو فسادیوں کا کیا انجام ہوا ؟

"مدین" اصل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے ۔اس کی اولاد پر بھی مدین ہی بولا جاتا رہا ۔ یعنی ایک قبیلہ کا نام مدین ہوا تو پھر اسی قبیلے کے لوگوں نے ایک شہر آباد کیا۔ اس کا نام بھی مدین رکھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس قبیلے کے فرد تھے۔

آپ علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

شعیب بن نویب بن مدین بن ابراهیم خلیل اللہ علیهم السلام .

ان آیات کریمہ میں ذکر ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو تین چیزوں کا حکم دیا اور ایک یہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔ تمام انبیائے کرام کی شریعتوں میں یہ قانون معتبر رہا شعیب علیہ السلام نے اسی قانون کے مطابق اپنی قوم کو کہا :

﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾

اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے بغیر تمہارا کوئی معبود نہیں۔

دوسری بات یہ تھی کہ آپ نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور فرمایا :

﴿ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾

بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی۔

یہاں " بینة " سے مراد معجزہ ہے۔ اس لئے کہ ہر مدعی نبوت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنا معجزہ دکھائے۔ اگر اس کے پاس کوئی معجزہ نہ ہو تو وہ نبی نہیں ہوگا ۔بلکہ متنبی (جھوٹا نبوت کا دعویدار) ہوگا۔

اس آیت کریمہ سے یہ واضح ہوا کہ آپ علیہ السلام کو معجزہ حاصل تھا جو آپکی صداقت پر دلالت

marfat.com

Marfat.com

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ایک مدین اور دوسرے اصحاب ایکہ، آپ چونکہ مدین قبیلہ سے تھے اس لئے جب مدین کا ذکر ہوا تو فرمایا:

﴿ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ﴾ اور مدین کی برادری سے شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا

(پ ۸ سورت اعارف ۸۵)

اور اصحاب ایکہ کے ذکر میں اخوھم نہیں کہا بلکہ صرف کہا:

﴿ اِذْ قَالَ لَھُمْ شُعَیْبٌ ﴾ اور جب ان کو شعیب (علیہ السلام) نے کہا۔

(پ ۱۹ سورت شعراء ۱۷۷)

اس طرح دونوں قوموں پر عذاب بھی مختلف قسم کے تھے، جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ بعد میں آئے گا، البتہ دونوں قوموں کے لوگ قریب قریب فاصلہ پر رہنے کی وجہ سے اور ایک دوسرے کے ساتھ روابط کی وجہ سے ایک جیسے عمل کیا کرتے تھے۔ اس لئے دونوں کو حضرت شعیب علیہ السلام نے تبلیغ ایک جیسی فرمائی۔

شعیب علیہ السلام کی مدین کو تبلیغ:

﴿ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ قَدْ جَآئَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ☆ وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِہٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴾

(پ ۸ سورہ اعراف ۸۶)

اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی تو ناپ اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ

marfat.com

Marfat.com

پیدا کر دی، ایک خاص نظام پر منتظم کر دیا، تو اب تم برائیوں کے ارتکاب سے اس میں فساد نہ پھیلاؤ۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں کثیر مال اور نعمتیں عطا کر کے زمین میں انتظام پیدا کر دیا تو تم اس میں حرام کی آمیزش کر کے فساد کیوں پھیلاتے ہو؟ ان تمام امور کا مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم بجالاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنے نبی کی نبوت کو تسلیم کرو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر مہربانی کرو۔ اگرچہ تم تمام مخلوق کو نفع تو نہیں پہنچا سکتے لیکن کم از کم فساد کو چھوڑ کر، کم تولنے کم ناپنے کو چھوڑ کر اور ہر قسم کے شر سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ایذاء (تکلیف) سے تو بچا سکتے ہو، اگر تم ایمان لاتے ہو تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہی بہتر ہے۔

شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا:

﴿ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ﴾

(پ ۹ سورت الاعراف ۸۶)

اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گیروں کو ڈراؤ، اللہ تعالیٰ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی چاہو۔

صراط کا ایک معنی یہاں راستہ لیا گیا ہے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ وہ لوگ راستے پر بیٹھ جاتے اور شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والا جو شخص بھی وہاں سے گزرتا اسے ڈراتے دھمکاتے۔ دوسرا معنی دین کے طریقے۔ یعنی اب مطلب ہوگا کہ تم شیطان کے طریقے پر نہ چلو کیونکہ اس نے کہا تھا:

﴿ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾

(پ ۸ سورت اعراف ۱۶)

میں ضرور بر ضرور ان کے راستے پر بیٹھوں گا۔

یعنی جس طرح شیطان کا کام ہے کہ وہ انسان کو دینی راہ پر چلنے سے روکتا ہے تم بھی وہ طریقہ اختیار نہ کرو۔

marfat.com

Marfat.com

کرتا تھا۔ البتہ یہ معجزہ کیا تھا؟ اس کا ذکر قرآن پاک اور حدیث پاک میں واضح طور پر نہیں ، البتہ صاحب کشاف نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ لسلام کو عصا دیا تھا۔ جس سے آپ نے جادوگروں کا مقابلہ کیا تھا اور ان کے بڑے بڑے سانپوں کو نگل لیا تھا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

اسی طرح آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تھا کہ ان کی بکریوں کے بچے سیاہ سفید رنگ کے ہوں گے تو ایسے ہی ہوا۔

تیسری بات جو آپ نے اپنی قوم سے کی وہ یہ تھی کہ انہیں برائیوں سے روکا۔ تمام انبیائے کرام کی یہ عادت شریفہ رہی کہ وہ اپنی قوموں کو برائیوں سے روکتے رہے ۔ خصوصا سب سے بڑی برائی سے روکنے میں زیادہ توجہ دیتے رہے اور اسی سے ابتدا کرتے آپ نے بھی اپنی قوم کو سب سے پہلے یہ کہا :

﴿ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ ﴾ ناپ اور تول کو پورا کرو ۔

چونکہ شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ تاجر تھے وہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔ اسطرح لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے ہڑپ کرتے تھے۔ اس برائی پر فتنہ فساد مرتب ہوتا تھا اسلئے سب سے پہلے اسی چیز کی طرف آپ نے توجہ فرمائی ۔ ناپ تول کو پورا کرنے کا حکم دینے کے بعد عمومی طور پر یہ ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَ هُمْ ﴾ اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو ۔

یہ ارشاد تمام قسم کی برائیوں سے روکنے کو شامل ہے یعنی کسی کا مال نہ چھینو ، (غصب نہ کرو) چوری نہ کرو رشوت نہ لو ڈاکہ نہ ڈالو کسی طرح بھی کسی حیلہ سے بھی لوگوں کا مال نہ بٹورو ۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾

اور زمین میں انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

زمین میں فساد پھیلانا دین و دنیا کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی بھیج کر جب زمین میں اصلاح

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ طاقت دے دے وہ کثیر تعداد والوں پر بھاری ہونے کی وجہ کثیر ہوتے ہیں۔

پھر آپ نے اپنی قوم کو عبرت حاصل کرنے کا سبق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ دیکھو ! فسادیوں کا کیا انجام ہوا ؟

یعنی تم سے پہلے جو سرکش اور ظالم اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہوئے انہیں سوائے ذلت ورسوائی اور عذاب الٰہی کے کچھ حاصل نہیں ہوا اگر تم بھی اس حال پر رہے تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا۔

حلال مال میں ہی بھلائی ہے :

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو لوگوں کو چیزیں گھٹا کر دینے اور زمین میں فساد پھیلانے سے منع کیا تو ساتھ ہی رزق حلال پر اکتفاء کرنے کی ترغیب بھی دی۔ ارشاد فرمایا:

﴿ بَقِيَّتُ اللهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾

(پ ۱۲ سورت ہود ۸۶)

اللہ کا دیا جو بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں یقین ہو۔ اور میں کوئی تم پر نگہبان نہیں۔

آپ کے ارشاد کا یہ مقصد تھا کہ اگر تم نے ناپ تول میں کمی نہ کی، لوگوں کو ان کے حقوق پورے کر کے دیئے اور کسی کے مال میں کمی نہ کی، تو جو مال تمہارے پاس بچ رہے گا اس میں اللہ تعالیٰ خیر وبرکت عطا فرمائے گا، اور رزق کا دروازہ کھول دے گا، اور رب کی اطاعت میں جو عظیم ثواب حاصل ہوتا ہے، وہ دنیا کے مال سے قدر ومنزلت کے لحاظ پر عظیم درجہ رکھے گا۔

یہ بات سمجھ اسے ہی آسکتی ہے جسے ایمان اور یقین حاصل ہو، کہ موت بھی آنی ہے اور اس جہان کے بغیر ایک اور جہان بھی ہے، جہاں حساب وکتاب ہوتا ہے۔ اور ثواب وعذاب بھی حاصل ہوتا ہے۔ یقین کامل ہو تو پھر ہی انسان برائیوں سے اجتناب کر سکتا ہے۔

اور آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا کام صرف تمہیں بھلائی کی نصیحت کرنا ہے میں تمہیں برائیوں

marfat.com

Marfat.com

شعیب علیہ السلام کی قوم کے لوگ آپ پر ایمان لانے والوں کو تین طریقے سے روکتے تھے ۔ رب تعالیٰ نے انہیں تین طریقوں سے منع کیا، کہ ایسانہ کرو ۔ وہ کبھی ڈرادھمکا کر لوگوں کو سیدھی راہ سے برگشتہ کرتے اور کبھی ویسے ہی ان کو باتوں میں لگا کر نیکی کے کام سے روکنے کی کوشش کرتے اور کبھی دین میں اپنی حماقت کی وجہ سے اعتراض کرتے اور اس میں نقص نکالنے کی کوشش کرتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے انہیں اپنی نعمت یاددلائی اور کہا :

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ﴾

(پ ۸ سورت الاعراف ۸۶)

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہیں بڑھایا۔

یعنی جب اللہ تعالیٰ کے تم پر کثیر انعامات ہیں تو تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو ، اس کی عبادت کرو اور اس کی نافرمانی سے دور ہو۔

"کثرت" کے تین مقصد ہو سکتے ہیں :

☆ " کثر عددکم بعد القلة "

تم تعداد میں تھوڑے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑھادیا ۔ یعنی اب تم تعداد میں بہت زیادہ ہو یہ اس کا تم پر احسان عظیم ہے ۔

☆ " وکثرکم بالغنی بعد الفقر"

تم غریب تھے تمہارے پاس مال ودولت نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال ودولت کو بڑھادیا، حق تو یہ تھا کہ تم اس کے اس عظیم احسان کا شکر ادا کرتے اور حلال طریقے سے مال حاصل کرتے لیکن تم نے تو حرام طریقے سے مال بٹورنا شروع کررکھا ہے ۔

☆ " وکثرکم بالقدرة بعد الضعف"

تم کمزور تھے اس نے تمہیں طاقتور بنادیا۔ جن کی طاقت کم ہو وہ خواہ کتنی ہی تعداد میں کیوں نہ ہوں وہ قلیل ہی نظر آتے ہیں۔ ان کو کسی بھی قسم کا رعب اور دبدبہ حاصل نہیں ہوتا، لیکن جنہیں

marfat.com

Marfat.com

کہا: اے میری قوم بھلا بتاؤ! اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے اچھی روزی دی اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف کرنے لگوں، میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے ہے میں نے اسی کی طرف بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم ہدایت دین اور نبوت عطا کی ہے اور مجھے رزق حلال بہت زیادہ عطا کیا ہے، (یاد رہے حضرت شعیب علیہ السلام بہت مالدار تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مجھے سعادات روحانیہ یعنی نبوت و معجزات اور سعادات جسمانیہ یعنی مال و رزق حلال عطا کیا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اتنے عظیم انعامات کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے اوامر و نواہی میں خیانت کروں؟ خیال رہے کہ

﴿ اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴾ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے حوصلہ اور عقلمندی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ تم تو حوصلہ مند اور عقلمند ہو پھر بھی ہمیں اپنے آباء اجداد کے دین سے کیوں روکتے ہو؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میری عقلمندی کے معترف ہو تو سمجھ لو کہ میں تمہیں بہتر راہ پر چلانا چاہتا ہوں اور خود بھی اس پر قائم ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں تو برے اعمال سے منع کروں اور خود ان پر عمل کروں۔ مجھے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ حاصل ہے اور مجھے اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔

نبی کی مخالفت عذاب کا سبب:

﴿ وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ، وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ ☆ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ☆ ﴾

(پ ۱۲ سورت هود ۸۹، ۹۰)

اور میری قوم ہر گز نہ اکسائے تمہیں میری عداوت (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر) مبادا پہنچے

marfat.com

Marfat.com

کے ارتکاب سے منع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نیز اگر تم نے برے اعمال نہ چھوڑے اور ان کی نحوست سے تمہاری نعمتوں کا زوال ہو گیا اور مال و دولت برباد ہو گیا تو میں تمہیں نہیں بچا سکوں گا۔

قوم کا بطور طنز جواب :

﴿ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۸۷)

بولے اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے خداؤں کو چھوڑ دیں؟ یا اپنے مال میں جو چاہیں نہ کریں۔ ہاں جی تم بڑے عقلمند نیک چلن ہو۔

شعیب علیہ السلام نے قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرنے کا حکم دیا تو قوم نے کہا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتے، وہ کئی معبودوں کی عبادت کرتے تھے ہم بھی یہی کریں گے۔ اور آپ علیہ السلام نے قوم کو کم تولنے اور کم ناپنے سے منع کیا اور کہا کہ لوگوں کو چیزیں گھٹا کر نہ دو تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو مال جمع کرنا چاہتے ہیں، مال جمع کرنے کے مختلف ہتھکنڈے ہیں ہم جس طرح جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ طنزاً انہوں نے کہا تم (معاذ اللہ) بڑے نمازی، ایمان دار اور دیندار بنے بیٹھے ہو! یہ تمہاری نمازیں تمہیں کہتی ہیں کہ تم ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے پھیر دو اور ہمیں مال نہ جمع کرنے دو، ہاں جی تم بڑے عقلمند اور نیک چلن سمجھتے ہو اپنے آپ کو، (معاذ اللہ) ہم تو تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں ہم تمہاری باتوں میں کیسے آئیں؟

آپ نے کہا میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں :

﴿ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۸۸)

marfat.com

Marfat.com

نہیں دیتے تھے، گویا کہ ان کے کانوں پر پردے چھائے ہوئے تھے۔ اور جو سن لیتے وہ بھی آپ کی باتوں کو حقیر سمجھ کر ٹھکرا دیتے تھے ۔گویا کہ ان کا سننا اور نہ سننا برابر ہوتا اور آپ نے انہیں توحید، نبوت اور قیامت پر ایمان لانے اور ظلم لوٹ کھسوٹ کے چھوڑنے پر جن دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کی انہوں نے کہا ہمارے نزدیک ان دلائل کی کوئی حیثیت نہیں، ہمیں گویا یہ دلائل سنائی ہی نہیں دیتے۔

قوم نے آپکو کہا کہ تم ہمارے ہی قبیلہ سے ہو ۔ تمہارا خاندان ہمارے نزدیک عزت اور احترام والا ہے۔ اگرچہ تمہاری عزت ہمارے نزدیک کچھ نہیں اور نہ ہی کوئی تم اتنے بہادر ہو۔ ہم صرف تمہیں تمہارے خاندان کی وجہ سے چھوڑ رہے ہیں ورنہ ہم تم پر پتھراؤ کر کے تمہیں ہلاک کر ڈالتے۔

قوم کی حماقت پر تعجب :

﴿ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِیْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾

(پ ۱۲ سورت هود ۹۲)

آپ علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! کیا تم پر میرے کنبہ کا دباؤ اللہ سے زیادہ اور اسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے۔ بے شک جو تم کرتے ہو وہ میرے نزدیک رب کے احاطہ (قدرت) میں ہے۔

آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کی حماقت پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے خاندان کی عزت کرتے ہو ان کی وجہ سے مجھے ہلاک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال رہے ہو، اس کی تابعداری نہیں کرتے ،حالانکہ حق یہ تھا کہ تم نے اگر میری حفاظت کرنی ہی تھی تو مجھے اللہ تعالیٰ کا نبی سمجھ کر میری حفاظت کرتے، اس سے تمہیں رب کی خوشنودی حاصل ہوتی۔ مجھے دھمکیاں دینے والو ! یہ بھی خیال کرو کہ میرا رب تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ تم کبھی اس کے احاطہ قدرت سے بچ نہیں سکتے ۔

متکبر سرداروں نے کہا :

﴿ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

marfat.com

Marfat.com

تمہیں بھی ایسا عذاب جو پہنچا تھا قوم نوح یا قوم ھود یا قوم صالح کو اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف بے شک میرا رب بڑا مہربان (اور) پیار کرنے والا ہے۔

" لا یجرمنکم شقاقی ان یصیبکم ای لا یکسبنکم شقاقی اصابة العذاب "

یعنی آپ نے اپنی قوم کو فرمایا: اے میری قوم میری مخالفت اور عداوت کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حاصل نہ کرو، اگر تم اسی طرح میری عداوت پر قائم رہے تو تم بھی ایسے تباہ برباد ہو جاؤ گے جیسے نوح ، ہود اور لوط علیہم السلام کی قومیں تباہ و برباد ہو گئیں، انکا کوئی نام و نشان نہیں رہا ۔ اور لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ بستیاں تمہارے علاقہ سے کوئی دور نہیں اور ان کا زمانہ بھی تمہارے زمانے سے کوئی دور نہیں۔ تمہیں چاہیے کہ تم اپنے تمام جرائم کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اس سے مغفرت طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے رحیم ہے وہ کبھی اپنی طرف جھکنے والوں کو اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو۔

قوم کے جوابات :

شعیب علیہ السلام نے قوم کو راہ حق کی تبلیغ فرمائی انہیں عذاب سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کی ترغیب دی لیکن قوم نے آپ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں ۔

﴿ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴾

(پ ۱۲ سورت هود ۹۱)

انہوں نے کہا: کہ اے شعیب ! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں بہت کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کر دیا ہوتا اور ہماری نگاہ میں تمہاری کچھ عزت نہیں ۔

حضرت شعیب علیہ السلام ان کے ساتھ ان کی زبان میں کلام فرما رہے تھے لیکن وہ پھر بھی کہنے لگے کہ ہمیں تمہاری باتیں سمجھ نہیں آتیں کیونکہ وہ آپ کی باتوں سے بہت زیادہ نفرت کرنے کی وجہ سے توجہ ہی

marfat.com

Marfat.com

اور اے قوم تم اپنی جگہ اپنے کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں ، جلد ہی تمہیں پتہ چل جائے گا کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے ؟ اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہوں۔

یعنی آپ نے اپنی قوم کو کہا کہ تم اپنی طاقت کے مطابق جو چاہو کر لو مجھے اگر تکلیف پہنچا سکتے ہو تو پہنچالو، لیکن یہ بھی خیال کر لو میں بھی کوئی بے سہارا نہیں، میرا بھی کوئی ہے ۔ مجھے بھی اس نے بڑی قدرتوں سے نوازا ہے۔ بس اب تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کرتا ہوں۔ قوم نے کہا پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا کچھ دیر تو نہیں، تمہیں عنقریب ہی پتہ چل جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر آتا ہے ؟ اور جھوٹا کون ہے ؟ وہ قومیں جنہوں نے انبیائے کرام کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ کے احکام تسلیم نہیں کئے ان کے لئے رب نے یہی فیصلہ فرمایا کہ ان کو تباہ و برباد کر دیا جائے اب تمہارے لئے بھی فیصلہ کی گھڑی آنا ہی چاہتی ہے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں، سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب کا آنا اور مدین کی تباہی :

﴿ وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَه' بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ☆ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ☆﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۹۶)

اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب علیہ السلام اور اس کے ساتھ کے مسلمانوں کو اپنی رحمت فرما کر بچالیا اور ظالموں کو گرجدار آواز نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے، گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ۔ اور دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود ۔

رب تعالیٰ نے فرمایا : جب ہمارے عذاب کا امر آگیا تو ہم نے اپنے ایک فرشتے کو بھیجا جس کی آواز سے سب مر گئے ۔

" وهى صيحة جبريل عليه السلام يعنى ان جبريل عليه السلام لماصاح بهم تلك الصيحة زهق روح كل واحد منهم بحيث يقع فى مكانه ميتا "

(از تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۸۸)

آپ کی قوم کے متکبر سردار بولے : اے شعیب قسم ہے کہ تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے ، یا تم ہمارے دین میں آجاؤ ۔

آپ کی قوم کے رئیس و سردار لوگ جو بہت بڑے متکبر تھے۔ آپ علیہ السلام کو دھمکیاں دینے لگے کہ تم ہمارے دین میں آجاؤ اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں وہ بھی ہمارے دین میں آجائیں۔ اگر تم نے ہمارے دین کو قبول نہ کیا تو ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔

نبی دھمکیوں سے نہیں ڈرتے :

﴿ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ☆ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۸۸ ۔ ۸۹)

کہا : کیا اگرچہ ہم بے زار ہیں ضرور ہم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں آجائیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچایا ہے۔

آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کی دھمکیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ کیا ہم اس دین میں آجائیں جس سے ہم بیزار ہیں ، جو ہمیں ناپسند ہے ، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے ہم پر جس نے ہمیں تمہارے باطل دین سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اگر تمہارے کہنے پر ہم اس دین میں آجائیں تو یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء (جھوٹ باندھنا) لازم آئے گا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اور اس پر ایمان لانے والے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتے ہیں ؟ یہ تصور کرنا بھی ناممکن ہے یہ خیال بھی محال ہے۔

فیصلہ کن بات :

﴿ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴾

(پ ۱۲ سورت ھود ۹۳)

marfat.com

Marfat.com

اور وزن کیا کرو صحیح ترازو سے۔ اور نہ کم دیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھرا کرو زمین میں فساد برپا کرتے ہوئے۔ اور ڈرو اس سے جس نے پیدا فرمایا تمہیں اور (تم سے) پہلی مخلوق کو۔ انہوں نے (جھلا کر) کہا: تم ان لوگوں میں سے ہو جن پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اور نہیں ہو تم مگر ایک بشر ہماری مانند۔ اور ہم تو تمہارے متعلق یہ خیال کر رہے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔ (ہم تمہاری بات نہیں مانتے) لو اب گرا دو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا، اگر تم راست بازوں میں سے ہو۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کر رہے ہو۔ سو انہوں نے جھٹلایا شعیب علیہ السلام کو تو پکڑ لیا ان کو چھتری والے دن کے عذاب نے۔ بیشک یہ بڑے دن کا عذاب تھا بیشک اس میں بھی (عبرت کی) نشانی ہے اور نہیں تھے ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے اور یقیناً آپ کا رب ہی سب پر غالب ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

بعض حضرات نے یہ خیال فرمایا کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں جو الگ الگ علاقوں میں آباد تھیں، لیکن چونکہ ان کے علاقے بالکل نزدیک تھے اور دونوں قومیں حضرت ابرہیم علیہ السلام کی نسل سے تھیں اسلئے دونوں کی ہدایت کے لئے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو مقرر فرمایا گیا۔

نیز یہ دونوں قومیں دو بین الاقوامی شاہراہوں کے قرب وجوار میں آباد تھیں اور تجارت پیشہ تھیں تاجروں میں جو اخلاقی خرابیاں عام طور پر پائی جاتی ہیں وہ ان میں بطور قدر مشترک موجود تھیں۔ توحید کے عقیدہ سے دونوں برگشتہ ہو چکی تھیں اور شرک کی لعنت میں گرفتار تھیں۔ اسلئے حضرت شعیب علیہ السلام کے مواعظ ایک ہی طرح کے تھے۔

" الایك الشجر الكثير الملتف الواحدة ايكة فهى الغيضة "

وہ جگہ جہاں گھنے اور گنجان درختوں کا ذخیرہ ہو اسے عربی میں " ایکہ " کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم جس علاقے میں آباد تھی وہاں درختوں کے گھنے اور گنجان جھنڈ پائے جاتے تھے اس لئے انہیں

marfat.com

Marfat.com

وہ آواز جبریل علیہ السلام کی تھی جب آپ نے زور دار گرجدار آواز سے انہیں کہا "موتوا" مر جاؤ تو ہر ایک کی روح نکل گئی اور اپنے اپنے گھروں میں سب اوندھے گرے ہوئے پائے گئے۔ اس طرح ان کو تباہ وبرباد کر دیا گیا جیسے کہ وہاں یہ لوگ کبھی بستے ہی نہیں تھے۔

قوم مدین کو ایسا ہی عذاب دیا گیا جیسے قوم ثمود کو عذاب دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو امتوں کو ایک جیسا عذاب نہیں دیا سوائے شعیب علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے۔ ان دونوں قوموں کو زور دار آواز سے ہلاک کیا گیا۔ صالح علیہ السلام کی قوم کے پاس وہ آواز نیچے سے آئی اور شعیب علیہ السلام کی قوم کے پاس وہ آواز اوپر سے آئی۔

(واقعہ حضرت شعیب علیہ السلام از ابتداء تا ایں جا از تفسیر کبیر)

شعیب علیہ السلام اور اصحاب ایکہ:

﴿ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ☆ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلاَ تَتَّقُوْنَ ☆ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ☆ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنَ ☆ وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلاَّ عَلٰی رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلاَ تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ☆ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ☆ وَلاَ تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآئَهُمْ وَلاَ تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ☆ وَاتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ☆ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ☆ وَمَا اَنْتَ اِلاَّ بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ ☆ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ☆ قَالَ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ☆ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ☆ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ☆ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۱۷۶، ۱۹۱)

جھٹلایا اہل ایکہ نے بھی رسولوں کو جب فرمایا انہیں شعیب (علیہ السلام) نے: کیا تم (قہر الٰہی سے) نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور میری پیروی کرو۔ اور میں نہیں طلب کرتا تم سے اس پر کوئی اجر میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جو جہانوں کو پالنے والا ہے۔ پورا کیا کرو ناپ اور نہ ہو جاؤ کم ناپنے والوں سے۔

marfat.com

Marfat.com

جائے سیخ پا ہو کر اور شرم وحیا کی چادر کو اتار کر کہنے لگے کہ : " لو ہم تمہاری بات نہیں مانتے اب جو آسمان تم ہم پر گرانا چاہتے ہو گرا دو۔"

ان کا خیال یہ تھا کہ عذاب تو آئے گا نہیں ، اس طرح شعیب علیہ السلام کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے گا۔ سبحان اللہ نبی کا صبر اور کمال کتنا عظیم ہے۔ وہ لوگ آپکو جھوٹا کہہ رہے ہیں، جادو کے اثرات سے آفت زدہ کہہ رہے ہیں، بلکہ خود مطالبہ کر رہے ہیں تم نے جو کرنا ہے کر لو۔ آسمان گرانا ہے گرا لو ۔ ہم تو تمہاری باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں آپ پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں :

﴿ رَبِّیْ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ تمہارے کرتوتوں کو میرا رب بہتر جانتا ہے ۔

یعنی آپ نے ان حالات کے باوجود معاملہ رب کے سپرد کر دیا ، ان کی ہلاکت کی دعا نہ کی اور یہ نہیں عرض کیا : اے اللہ اب تو ان پر عذاب بھیج ہی دے ، بلکہ کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

جب انہوں نے بار بار شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کر دیا سات دن تک اللہ تعالیٰ نے ان سے ہوا کو روک لیا اور ریت کو مسلط کر دیا ، ان کے دم گھٹنے لگے۔ نہ انہیں کوئی سایہ نفع پہنچا سکتا اور نہ ہی پانی ۔ وہ پریشان ہو کر جنگل کی طرف نکلے اور ان پر ایک بادل نے آکر سایہ کر دیا۔ جس سے انہوں نے خوب ٹھنڈک محسوس ہوئی اور باد نسیم کے خوشگوار مزے لوٹنے لگے۔ اس طرح سب اس بادل کے سایہ میں جمع ہو گئے۔ تو یکایک ان پر آگ کی بارش برسنے لگی جس سے سب جل کر راکھ ہو گئے ایسے تباہ وبرباد ہوئے کہ ان کا نام ونشان بھی مٹ گیا۔ رب تعالیٰ نے انکی بستی کو صفحہ ہستی سے ایسے مٹایا کہ گویا یہاں کوئی بستی تھی ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

اصحاب الایکہ کہا گیا اور یہ کسی خاص بستی کا نام نہ تھا، لیکن جنہوں نے لیکہ پڑھا ہے ان کا خیال ہے کہ لیکہ ایک بستی کا نام تھا۔

علامہ جوہری کی یہ رائے ہے کہ ایکہ اور لیکہ دونوں ایک ہی بستی کے نام ہیں، جس طرح مکہ اور بکہ۔

(تفسیر قرطبی)

مدین کی طرح اصحاب ایکہ کی بھی ساری معاشی خوشحالی کا انحصار ان بے ایمانیوں اور دھوکہ بازیوں پر تھا، وہ اتنے بھلے مانس کب تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت سن کر ان سے باز آجاتے، شعیب علیہ السلام تو ان کو یہ کہہ رہے تھے:

﴿ واتقو الذی خلقکم والجبلة الاولین ﴾ الجبلة قال مجاهد هی الخلیقة

یعنی اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور تم سے پہلے (بقول علامہ مجاہد) جو مخلوق گزر چکی ہے اس کا بھی وہی خالق ہے۔

حق تو یہ تھا کہ وہ لوگ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرتے لیکن انہوں نے اس کی طرف توجہ کرنا مناسب نہ سمجھا یہاں تک کہ اپنی غلطی کو غلطی ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ بلکہ الٹا حضرت شعیب علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے جبھی تو تم ہمیں ایسے مشورے دے رہے ہو، جن پر ہم اگر عمل کریں تو یہ تجارت کی گہما گہمی یا دولت وثروت کی فراوانی سب کی سب یکدم ختم ہو جائے۔ کوئی ذی شعور آدمی اپنی قوم کو ایسا مشورہ نہیں دے سکتا جو اس کی اقتصادی تباہی کا سبب بنے، اے شعیب! یقیناً تمہارا دماغ کام نہیں کر رہا، پہلے اپنا علاج کراؤ پھر آکر ہمیں نصیحت کرنا، اور تم ہم سے کوئی بڑے بھی تو نہیں ہو، ہمارے جیسے ہی ایک بشر ہو۔ ہمیں تو تمہاری باتوں پر کوئی یقین نہیں آرہا، بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے قوم کی طرح طرح کی بیہودگیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے تبلیغ کا فریضہ جاری رکھا۔ ان کو دھوکہ بازیوں سے باز آنے کے متعلق اصرار کرتے رہے، وہ راہ راست پر آنے کے

marfat.com

Marfat.com

حضرت ھارون علیہ السلام :

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بھائی ہیں ، بہت بڑے حوصلہ منداور بُردبار تھے۔ بنی اسرائیل آپ سے بہت محبت کرتے تھے ۔

" وھو اکبرمن موسیٰ علیہ السلام بثلث سنین"

وہ موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے۔

(صاوی ، حاشیہ جلالین ص ۱٤۱)

"سامری" کا نام بھی "موسیٰ" تھا :

"سامری" جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا پر لگادیا تھا...... جس کا ذکر آگے آئے گا، (ان شاء اللہ)...... اس کا نام بھی " موسیٰ" تھا۔ سامری کے نام ونسب اور جائے سکونت کے بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ سب سے زیادہ راجح قول یہی ہے کہ اس کا نام موسیٰ اور اس کے باپ کا نام ظفر تھا۔ اور بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ سامرہ سے تھا۔ اس قبیلہ کی مناسبت سے اس کی جائے سکونت کا نام بھی " سامرہ" ہوا۔ اس لئے اس کو سامری کہتے ہیں۔ یہ شخص خود اور اس کا سارا قبیلہ بلکہ اطراف وجوانب کے تمام لوگ گائے کی پرستش کیا کرتے تھے۔ یہ سامری اس زمانے میں پیدا ہوا جب کہ فرعون بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ذبح کرادیتا تھا۔ جب یہ پیدا ہو تو اس کی ماں نے اسے پہاڑ کے غار میں چھپادیا ۔ بنی اسرائیل کے اس قسم کے بچوں کی تربیت کے لئے حضرت جبرائیل امین کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا ۔ اس موسیٰ بن ظفر یعنی سامری کی تربیت کے لئے بھی حضرت جبرائیل متعین تھے۔ وہ اس کے غار میں تشریف لاتے اور اس کا اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دیتے جس سے وہ دودھ اور شہد چوستا رہتا۔

(تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۲۸٤)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام خود اپنی انگلیاں اس کے منہ میں دے دیتے تھے جس سے وہ دودھ اور شہد چوستا تھا۔ صاحب روح المعانی نے اس ضمن میں دو شعر بھی نقل کئے ہیں :

marfat.com

Marfat.com

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام

بنی اسرائیل:

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے کیونکہ "اسرائیل" آپ علیہ السلام کا "لقب" ہے یا آپ کا دوسرا نام ہے ۔لفظ "اسرائیل" میں ایک قول یہ ہے کہ یہ عجمی لفظ ہے۔ اسراء اور ایل سے مرکب ہے۔ اسرا کے چار معنی بیان کئے گئے ہیں۔ عبد (بندہ، عبادت کرنے والا) ، صفوۃ (برگزیدہ) ، انسان اور مہاجر (ہجرت کرنے والا) ۔ اور ایل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ۔ اس لحاظ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ نام اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور اس کے برگزیدہ اور اس کے پیدا کردہ عظیم المرتبت انسان اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے یعنی ہجرت کرنے والے بھی تھے۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہ لفظ عربی ہے اسراء کا معنی ہے رات کو لے جانا اور ایل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ۔ اب اس لحاظ پر آپ کا نام اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رات کے وقت اپنی طرف رجوع کرایا کہ آپ اس کی طرف ہجرت کرنے والے ہوئے۔

(ماخوذ از تفسیر قرطبی ، روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران ہے جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ لادی بن یعقوب کی اولاد سے تھے ۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے یارخا ، ایارخت نوحانذ ، یوخانذ ، لوخا ، مریم ۔ یہ تمام نام ذکر کرنے کے بعد حاشیہ جلالین میں ذکر کیا گیا ہے :

﴿ والاصح هو الاول كما فی روح البیان ﴾

صحیح قول پہلا ہی ہے۔ یعنی یارخا جیسے روح البیان میں ہے : مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ نے تفسیر نعیمی میں "عائذ" لکھا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(حاشیہ جلالین ص ۳۲۶

marfat.com

Marfat.com

کاموں پر لگایا ہوا تھا۔ اور کچھ لوگوں سے ہل چلانے کا کام لیا جاتا ، اور کچھ لوگوں سے کھیتی باڑی کے مختلف کام لئے جاتے ، فصل کی کاشت اور کٹائی وغیرہ کے کاموں پر مقرر تھے ۔ گندے کاموں پر بھی انہیں ہی لگایا جاتا، بیت الخلاء کی صفائی انہی لوگوں کے ذمہ تھی۔ کیچڑ صفائی وغیرہ کے کاموں پر ان کو ہی مقرر کیا جاتا۔ پتھر تراشنا اور پتھروں کو اٹھا اٹھا کر لانا انہی کے ذمہ تھا۔ جو لوگ یہ کام نہیں کر سکتے تھے ان پر جزیہ مقرر کر دیا جاتا تھا۔ اور جو شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے جزیہ نہ ادا کرتا اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیئے جاتے اور ایک مہینہ تک اس کے ہاتھ اسی طرح بندھے رہتے ۔ اور بنی اسرائیل کی عورتوں سے اس طرح کام لئے جاتے جیسے لونڈیوں سے کام لئے جاتے ہیں، یعنی گھریلو تمام کام ان کے سپرد ہوتے، سوت کاتنا اور سلائی بنائی وغیرہ کے کام ان عورتوں سے ہی لئے جاتے تھے ۔

بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرنا :

فرعون نے ایک خواب دیکھا ہے کہ بیت المقدس کی جانب سے ایک آگ نکلی ہے جس نے مصر کا احاطہ کر لیا اور تمام قبطیوں کو جلا دیا ، لیکن بنی اسرائیل کو اس نے کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ اس خواب سے فرعون بہت پریشان ہوا اس نے خواب کی تعبیر بیان کرنے کے ماہرین سے پوچھا کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہو سکتی ہے ؟ انہوں نے بتایا کہ اس خواب سے تو یہی سمجھ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جو تمہاری بادشاہی کے زوال کا سبب بنے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بچہ بھی پیدا ہو اسے ذبح کر دیا جائے ۔ اس طرح اس کے حکم سے ہزاروں کی تعداد میں ان کی بچے ذبح کر دے گئے وہ جو ذبح کئے گئے ان کی تعداد بارہ ہزار یا ستر ہزار تھی ۔ اتنی بات واضح ہے کہ ہزاروں کی تعداد تھی۔

(تفسیر جلالین ، جمل)

رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہی حالات یاد کرانے کی لئے یعنی نبی کریم ﷺ کے زمانے کے بنی اسرائیل کو یاد کرنے کے لئے کہا کہ تمہارے آباء و اجداد پر ہمارے بڑے انعام تھے ، وہ بھی شکر کرنے کی بجائے رب تعالیٰ کے احکام کا انکار ہی کرتے رہے اور خائب و خاسر ہوئے ، تمہیں چاہیے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

marfat.com

Marfat.com

اذاالمرء لم یخلق سیعدا تحیرت عقول مربیه و خاب المؤئل

فموسی الذی رباہ جبریل کافر وموسی الذی رباہ فرعون مرسل

جب آدمی اصل خلقت میں سعادت سے محروم ہو تو اس کی تربیت کرنیوالوں کے دماغ حیرت زدہ اور اس سے بہتری کی امید رکھنے والے خائب و خاسر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ وہ موسی جس کی پرورش جرائیل امین علیہ السلام نے کی کافر ہوا اور وہ موسیٰ (علیہ السلام) جس کی پرورش فرعون نے کی اللہ تعالیٰ کا رسول (فرستادہ، بھیجا ہوا) ہے۔

(روح المعانی پ ۱۶ ص ۲۷۷)

"سامری" ، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بظاہر ایمان لایا، مگر پکا منافق تھا۔

(تبیان)

فرعون :

مصر کے بادشاہوں کا لقب "فرعون" ہوا کرتا تھا جس طرح روم کے بادشاہوں کا قیصر، فارس کے بادشاہوں کا "کسریٰ" یمن کے بادشاہوں کا "تبع" ترک بادشاہوں کا "خاقان" اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب "نجاشی" تھا۔

"ولم یکن من الفراعنة احد اشد غلظة ولا اقسی قلبا منه"

مصر کے جتنے بادشاہ بھی گزرے ہیں کوئی بھی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون سے زیادہ بد خلق، سخت دل اور ظالم نہیں تھا۔ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام "ریان بن ولید" تھا جس نے ایمان قبول کر لیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پایا جانے والا فرعون "ولید ابن مصعب یا مصعب بن ریان" تھا۔ بعض نے اس کا نام "قابوس" بھی تحریر کیا ہے۔ قبیلہ قبطیہ سے تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پائے جانے والے فرعونوں کے درمیان چار سو سال سے زائد عرصہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے :

بنی اسرائیل کی حالت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے یہ تھی کہ یہ لوگ فرعونیوں کے خادم تھے۔ فرعونیوں نے ان کو مختلف قسم کے کاموں پر مقرر کیا ہوا تھا۔ کچھ لوگوں کو تعمیر کے

marfat.com
Marfat.com

آپ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال کر یقین کرا دیا گیا تھا کہ پیدائش کے بعد تم بچے کو دودھ پلاتی رہو، جب تمہیں فرعون کے جاسوسوں سے خطرہ لاحق ہو یا بچے کے رونے وغیرہ سے پڑوسیوں سے تمہیں خطرہ ہو تو بچے کو دریا میں ڈال دو، ہم اس بچے کی حفاظت کریں گے اور تمہاری طرف لوٹا دیں گے۔ اور اسے رسول بنائیں گے۔

آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو دریا میں پھینکنے سے پہلے کتنی مدت دودھ پلایا اس کی حد کا ذکر قرآن پاک میں تو نہیں البتہ ایک قول ابن جریج کا یہ ہے۔

" انه بعد اربعة اشهر صاح فالقى فى اليم و المراد باليم ههنا النيل "

کہ بے شک آپ چار ماہ بعد روئے تو پڑوسیوں وغیرہ کے خطرہ کے پیش نظر آپ کو دریائے نیل میں ڈال دیا گیا۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو آپ کے پاس ایک دایہ آئی۔ ان میں سے جو فرعون نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے لئے مقرر کر رکھی تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے نور کی کرنیں ظاہر ہو رہی تھیں جن کو دیکھتے ہی دایہ کا ہر جوڑ کانپنے لگا۔ اس کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کی محبت ڈال دی گئی۔ اس نے کہا: اے عورت (اے اس بچے کی ماں) میں تو اسے قتل کرنے کے لئے آئی تھی لیکن مجھے اس سے شدید محبت ہو چکی ہے، اس لئے تو اپنے بچے کو محفوظ کر لے وہ دایہ یہ کہہ کر چلی گئی۔ اتنے میں فرعون کے جاسوس آپ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جاسوسوں کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: اے ماں فرعونی آ رہے ہیں، آپ کی ماں کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، ہوش و حواس جاتے رہے، بچے کو ڈر کے مارے کپڑے میں لپیٹ کر جلتے تنور میں ڈال دیا۔ جب فرعونی آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو جلتے تنور کی طرف تو وہ نہ گئے اور گھر تمام چھان مارا کوئی بچہ نظر نہ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دیکھا تو ان کے رنگ میں بھی کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ جو عام طور پر عورتوں کا بچے کی پیدائش پر رنگ زرد پڑ جاتا ہے اور آپ کا دودھ بھی نظر نہ آنے پر پوچھا کہ وہ دایہ تمہارے گھر کیوں آئی تھی؟ آپ نے کہا وہ میری دوست تھی جو مجھے ملنے آئی تھی۔ یہ کوئی جھوٹ نہیں تھا وہ آپ کی دوست بھی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾

(پ ۱ سورت بقرہ، ۴۹)

جب ہم نے نجات دی تمہیں فرعون کی آل سے ،وہ تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے، ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری لڑکیوں کو، اور اسمیں تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔

ایک اور معنی و یستحیون نسائکم کا یہ بھی ہے کہ وہ تمہاری عورتوں کی شرمگاہیں دیکھتے تھے کہ یہ حاملہ ہیں یا نہیں ۔ زندہ چھوڑنے والا معنی زیادہ مشہور ہے کہ انہیں لڑکیوں سے کوئی خطرہ نہ تھا اس لئے ان کو زندہ چھوڑ دیتے

﴿ وفی ذالکم بلاء من ربکم عظیم ﴾

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی،

اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ تم جن مصیبتوں میں گرفتار تھے وہ تمہاری بہت بڑی آزمائش تھی کہ صبر کرتے ہو یا نہیں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم پر جو اللہ تعالیٰ نے انعام کئے کہ تمہیں فرعونیوں سے نجات دی یہ تمہاری آزمائش تھی کہ کیا تم نعمتوں کا شکر کرتے ہو یا نہیں؟

(تفسیر روح المعانی و کبیر)

موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش :

﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾

(پ ۲۰ سورۃ القصص ۷)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے، اور نہ ڈر اور نہ غم کر، بیشک اسے ہم تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

marfat.com

Marfat.com

مقامات پر مل جائے پھر یہ ٹھیک ہو جائے گی ۔اور یہ بھی اس وقت ہو گا جب فلاں دن اور فلاں مہینہ ہو اور سورج خوب روشن ہو، جب وہی دن آگیا تو فرعون نے دریا کے کنارے پر محفل سجائی اس کے ساتھ اس کی زوجہ آسیہ بنت مزاحم بھی تھی، فرعون کی بیٹی بھی اپنی لونڈیوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر جاکر بیٹھ گئی۔ دریائے نیل سے ایک نہر فرعون کے محلات کی طرف آئی ہوئی تھی، اسمیں فرعون کی بیٹی اوراس کی لونڈیاں نہانے لگیں،انہوں نے دیکھاایک تابوت دریا کی موجوں میں ہچکولے کھارہاہے ، جوایک درخت کے ساتھ آکر رکا ہے۔ فرعون نے حکم دیا کہ جلدی سے وہ تابوت میرے پاس لایا جائے کشتی والے لوگوں نے جلدی سے وہ تابوت فرعون کے پاس پیش کر دیا ۔

انہوں نے کوشش کی کہ اسکو کھولیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے، پھر توڑنا چاہا لیکن توڑنے میں بھی کامیاب نہ ہوئے، فرعون کی زوجہ آسیہ کو اس تابوت کے اندر ایک نور چمکتا ہوا نظر آیا جو دوسروں کو دکھائی نہ دیا۔جب آسیہ نے تابوت کو کھولنا چاہا تو کھول لیا جس میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس کی آنکھوں کے درمیان ایک نور چمک رہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس بچے کی محبت ڈال دی فرعون کی بیٹی نے اس بچے کا لعاب لیکر جب اپنے برص والے مقامات پر لگایا تو وہ اسی وقت ٹھیک ہو گئی ۔اس نے بچے کو سینے سے لگایا ۔فرعون کو کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ وہی بچہ نہ ہو جس سے ہم بچنا چاہتے ہیں۔ تمہارے ڈر کی وجہ سے اسے دریا میں پھینک دیا گیا ہو گا۔ فرعون نے یہ سن کر بچے کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا، لیکن فرعون کی زوجہ آسیہ نے بچے کی بخشش طلب کی اور اسے اپنا بیٹا بنالیا۔اس طرح یہ پہلا مرحلہ مکمل ہو گیا جس میں موسیٰ علیہ السلام کی لعاب کی خیر و برکت کا مظاہرہ بھی کرالیا گیا آپ کو قتل ہونے سے بچا کر رب تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھادی کہ جس بچے کو ختم کرنے کی غرض سے تم ہزاروں بچے ذبح کرادیئے اسے میں نے تمہارے پاس پہنچادیا ہے لیکن تم اسے نہ ذبح کر سکے اور نہ ہی کر سکو گے۔

فرعون کی زوجہ بہت نیک عورت تھی، انبیائے کرام کی نسل سے تھی ، غریبوں اور مسکینوں پر رحم کرتی تھی ،اس نے فرعون کو کہا کہ یہ بچہ پتہ نہیں کس سرزمین سے آیا ہے تمہارے لئے خطرہ تو اسی ملک کا بچہ ہو گا، یہ بچہ کتنا پیارا اور خوبصورت ہے۔ یہ تو بچہ بنانے کے قابل ہے۔اسے قتل نہیں کرنا ہمارا کوئی بچہ نہیں ہے اس لئے ہم اسے اپنا بچہ بنالیں گے۔ آسیہ کی یہ بات فرعون اور اس کی قوم کے سرکردہ لوگوں نے

marfat.com

Marfat.com

جب فرعونی آپ کے گھر سے نکل گئے تو آپ کو ہوش آیا اور اپنی بیٹی سے پوچھا بچہ کہاں گیا یعنی آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ بچے کو کہاں ڈالا تھا۔ بیٹی نے جواب دیا مجھے تو کچھ پتہ نہیں ،اتنے میں تنور سے آہستہ آہستہ رونے کی آواز آئی تو آپ نے دیکھا کہ بچے پر آگ ٹھنڈی سلامت ہو چکی ہے۔ انہوں نے بچے کو تنور سے نکال لیا ۔والدہ کو جب یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ فرعون بچے کی تلاش میں پوری جدو جہد کر رہا ہے تو آپ نے بچے کو صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈالنے کا فیصلہ کر لیا ،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں پختہ بات ڈال دی تھی کہ اس طرح بچہ محفوظ رہے گا اور ایک دن انہیں واپس مل جائے گا۔

آپ کی والدہ ایک نجار کے پاس گئیں تاکہ اس سے ایک صندوق حاصل کریں اس نے پوچھا تم نے لکڑی کے صندوق کو کیا کرنا ہے تو آپ نے سچ سچ بتادیا کہ اپنے بیٹے کو اس میں ڈال کر دریا میں ڈالنا ہے، ہو سکتا ہے فرعونیوں سے بچ جائے۔ صندوق اس نے آپ کو فروخت کر دیا، لیکن بڑھئی کے دل میں بدنیتی پیدا ہوگئی وہ فرعونی لوگوں کے پاس گیا جو بچوں کو ذبح کرنے پر مقرر تھے کہ انہیں بتا سکے، جب وہ ان کے پاس آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو بند کر دیا۔ وہ ہاتھ سے اشارے کر رہا تھا، ان لوگوں نے اسے (پاگل سمجھ کر) مارا اور بھگا دیا جب وہ واپس اپنے گھر پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان کو اس پر پھر لوٹا دیا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ ان لوگوں کی طرف گیا تاکہ انہیں بتا سکے پھر اس کی زبان بند ہوگئی پھر ہاتھوں سے اشارے کرنے کی وجہ سے انہوں نے اسے مارا گھر لوٹا، پھر اس کی زبان ٹھیک ہوگئی ۔ پھر تیسری مرتبہ انہیں بتانے کے لئے گیا تو اس کی زبان بھی بند ہوگئی اور اندھا ہو گیا۔ پھر اس کی پٹائی ہوئی اور اسے واپس بھگا دیا گیا۔ اب وہ سچے دل سے توبہ کرنے لگا : اے اللہ تعالیٰ اگر تو مجھے میری نظر اور زبان دے دے تو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمالیا اور اسے زبان اور نظر دے دی۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کو صندوق میں ڈال کر دریا کے حوالے کر دیا فرعون کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی وہ اپنی بیٹی سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا وہ بھی ہر روز اپنے باپ کے پاس تین حاجات پیش کرتی تھی ۔وہ بہت زیادہ برص کی بیماری میں مبتلا تھی۔ فرعون نے اس کے بارے میں طبیبوں اور جادوگروں سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اے بادشاہ یہ اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتی جب تک دریا میں سے ایک انسان کے مشابہ کوئی چیز نہ پائی جائے اور اس کی لعاب لیکر اس کے برص والے

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور بہن کی بے قراری :

﴿ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ☆ وَقَالَتْ لِاُخْتِہٖ قُصِّیْہِ فَبَصُرَتْ بِہٖ عَنْ جُنُبٍ وَّھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ ﴾

(پ ۲۰ سورۃ القصص ۱۰ ۱۱)

اور صبح کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا ضرور قریب تھا کہ وہ اس کا حال کھول دیتی اگر ہم ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل کو کہ اسے ہمارے وعدہ پر یقین رہے اور اس کی ماں نے اس کی بہن کو کہا اس کے پیچھے چلی جاؤ تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان کو خبر نہ تھی۔

"فارغا" کا ایک معنی یہ ہے ۔

"فراغ الفواد هو الخوف والا شفاق" کہ دل کو خوف اور ڈر لاحق ہونا۔

یعنی آپ کی والدہ کو جب یہ خبر ملی کہ بچہ فرعون کے ہاتھ آگیا تو آپ کو بہت زیادہ خوف لاحق ہوا کہ وہ کہیں قتل ہی نہ کر دیں ۔ دوسرا معنی ہے خالی ہونا۔ یعنی آپ کا دل اور تمام غموں سے فارغ ہو گیا صرف موسیٰ علیہ السلام کا غم دامن گیر ہوا ۔ اس معنی کے لحاظ سے ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کو جب یہ خبر ملی کہ فرعون کے ہاتھ بچے کا تابوت آگیا ہے تو آپ کا دل عقل سے خالی ہو گیا، ہوش اڑ گئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں پھر یہ القاء کیا کہ فرعون کی بیوی نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے۔ تو آپ کے دل کو تسلی ہوئی اگر اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو ڈھارس نہ بندھاتا تو ہو سکتا ہے کہ آپ دریا میں پھینکتے وقت واویلا شروع کر دیتیں ۔ ہائے میرے بچے! ہائے میرے بچے ! کی پکار سے لوگ خبردار ہو جاتے۔ یا آپ کو جب یہ خبر ملی کہ فرعون کی زوجہ آسیہ بچے پر مہربان ہو گئی اس وقت آپ خوشی سے ظاہر کر دیتیں کہ میرے بچے کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہر کرنے سے روکے رکھا ۔

موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا نام " مریم " تھا ۔ زیادہ مشہور یہی نام ہے اگرچہ " کلثوم " اور

marfat.com

Marfat.com

تسلیم کرلی۔ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل ہونے سے بچا لیا ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خَاطِئِيْنَ ☆ وَقَالَتِ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَاتَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْنَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ☆﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۸۔ ۹)

تو اسے اٹھا لیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو ، بیشک فرعون اور ان کے لشکر خطاکار تھے اور فرعون کی زوجہ نے کہا : یہ بچہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ، اسے قتل نہ کرو ، شائد یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔

یعنی فرعون اور اسکے وزیر ھامان اور ان کے دوسرے سرکردہ لوگوں کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ یہی وہ بچہ ہے جس نے بڑے ہو کر ہماری بادشاہی کو تباہ کرنا ہے تو وہ اس بچے کو نہ اٹھاتے اور اگر اٹھا بھی لیا تھا تو قتل ضرور کرتے لیکن قدرت باری کا مقابلہ ممکن نہیں۔

﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴾

(پ ۱۶ سوت طٰہٰ ۳۹)

اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے محبت ڈالی اور اس لئے کہ تو میری نگاہوں کے سامنے تیار ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا : کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محبوب بنایا اور مخلوق کا محبوب کر دیا اور جس کو اللہ تعالیٰ اپنی محبوبیت سے نوازتا ہے ، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ایسی ملاحت ، خوبصورتی اور نورانیت رکھی گئی تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا وہی آپ سے محبت کرنے لگتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا محبوب بنالیا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آسمان و زمین والے آپ سے محبت نہ کرتے۔

(از کبیر ، روح المعانی ، خزائن العرفان)

marfat.com

Marfat.com

جو اس کی پرورش کی ضمانت دیں گے، کسی قسم کی خیانت کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ خلوص سے سب کام کریں گے، کوئی نقص لازم نہیں آنے دیں گے۔

﴿ وھم لہ ناصحون ﴾ اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے یہ کہا کہ وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ تو ھامان نے کہا کہ یہ اس بچے کے خاندان کو جانتی ہے اسے پکڑ لو تو خود بچے کے گھرانے کا پتہ چل جائے گا۔ تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا: میرا مطلب یہ ہے کہ اس گھرانے کے لوگ بادشاہ کے خیر خواہ ہیں۔ اس بچے کے خیر خواہ میں نے نہیں کہا۔ چونکہ وہ خاندان نبوت کی لڑکی تھی اس کی ذہانت اسی قابل تھی کہ اس نے نہایت حسین جواب دے کر اپنے آپ کو اور اپنے بھائی کو بچا لیا۔ اس کے اس جواب کو سن کر فرعون نے کہا اچھا تم اس عورت کو لے آؤ جس کے متعلق تم کہہ رہی ہو۔ تو وہ اپنی ماں کے پاس آئیں اور انہیں لے گئیں۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ہاتھوں میں تھے بھوک اور پیاس کی وجہ سے بے قرار تھے وہ آپ کو تسلیاں دے رہا تھا، جبھی آپ کی والدہ پہنچیں تو ماں کی خوشبو سونگھ کر فوراً ماں کی طرف لپکے اور دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون نے بڑے تعجب سے پوچھا تم کون عورت ہو؟ کہ اس بچے نے تمہارا دودھ پسند کیا حالانکہ کتنی ہی دایہ ہم نے طلب کیں کسی کا دودھ اس نے نہیں پیا تو آپ کی والدہ نے جواب دیا:

"انی امراۃ طیبۃ الریح طیبۃ اللبن لا اوتی بصبی الا قبلنی"

کہ بے شک میں ایسی عورت ہوں کہ مجھ سے خوشبو آتی ہے یعنی میں اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھتی ہوں میرا لباس صاف ستھرا ہوتا ہے میں اچھی قسم کی خوشبو استعمال کرتی ہوں۔ اور قدرتی خوشبو بھی میرے جسم سے آتی ہے میرا دودھ بھی پاکیزہ، اچھا، خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے آج تک میں نے جس بچے کو بھی دودھ پلایا ہے اس نے ضرور میرا دودھ پیا ہے۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا اور ان کا خرچ بھی مقرر کر دیا۔ رب تعالیٰ نے آپ کے دل میں ایک وعدہ ڈالا تھا کہ تم اس بچے کو دریا میں پھینک دو میں تمہارے پاس اسے واپس لوٹا دوں گا۔ اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا تاکہ آپ کی والدہ کو یقین ہو جائے کہ جب یہ وعدہ پورا ہو

marfat.com

Marfat.com

"کلمہ" بھی بیان کیا گیا ہے۔ آپ کی والدہ نے مریم کو کہا کہ جاؤ دیکھو تابوت کدھر گیا۔ کیا واقعی فرعون کے ہاتھ آگیا ہے؟ انہوں نے بچے سے کیا سلوک کیا؟ مریم دور دور سے دیکھتی رہی تا کہ انہیں پتہ نہ چل سکے۔

تنبیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام "مریم" تھا اور "مریم" کے باپ کا نام "عمران" تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کی سگی بہن کا نام بھی "مریم" ہے اور آپ کے باپ کا نام بھی "عمران" ہے۔ بعض حضرات نے وہم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھی۔ یہ غلط ہے ان دونوں انبیائے کرام کے درمیان زمانے کے اعتبار سے بہت بڑا فاصلہ ہے

موسیٰ علیہ السلام کی پرورش آپ کی ماں کے ذمہ:

﴿ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ ☆ فَرَدَدْنَاهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ☆﴾

اور ہم نے پہلے ہی سب دائیاں اس پر حرام کر دی تھیں، تو بولی: کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو پال دیں؟ اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں۔ تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اور غم نہ کھائے۔ اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت میں اپنی ماں کے دودھ کے بغیر تمام دودھ پلانے والی عورتوں سے نفرت پیدا کر دی تھی۔ فرعون نے بچے کی پرورش کے لئے دایہ بلانے کا حکم دیا۔ جو دایہ بھی آتی آپ اس کا دودھ نہ پیتے۔ لیکن بھوک کی وجہ سے بے قرار ہو رہے تھے۔ فرعون بھی اپنی زوجہ آسیہ کی وجہ سے بچے کی حالت سے فکر مند تھا۔ بچے کو گود میں لے کر تسلیاں دے رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ کاش کوئی ایسی دایہ مل جائے جس کا دودھ یہ بچہ پینا شروع کر دے۔ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کی بہن نے کہا میں تمہیں ایک گھر والوں کا پتہ بتاتی ہوں جو اس بچے کی تربیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہونے دیں گے

marfat.com

Marfat.com

بیٹھا ہے اور لوگوں سے اپنی پرستش کراتا ہے تو آپ کا موحد ذہن اس شرک صریح کو زیادہ عرصہ گوارا نہ کر سکا اور آپ کے پر جلال مزاج نے فرعون کو اس ناشائستہ حرکت پر ٹوکا ۔ اور آپ نے فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا رد شروع کر دیا۔ بنی اسرائیل آپ کی بات سنتے اور آپ کی اتباع کرتے ، آہستہ آہستہ اس کا چرچا ہو گیا۔ فرعون کو بھی براہ راست خدائی دعوی سے ٹوک چکے تھے ، اس لئے قطع تعلق تک نوبت جا پہنچی آپ کو مجرم اور باغی سمجھا جانے لگا، چنانچہ اس کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے روپوش ہو گئے اور اگر کسی ضروری کام کے لئے آپ کو شہر میں آنا پڑتا تو آپ ایسے وقت شہر میں آتے کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو یہ واقعہ بھی اس وقت پیش آیا جب آپ ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ لوگ آرام کر رہے تھے ۔

چنانچہ علامہ قرطبیؒ اور دیگر محققین نے اسی قول کو ترجیح دی۔

﴿ قال ابن اسحاق وكان في هذا الوقت قد اظهر خلاف فرعون وعاب عليهم عبادة فرعون والاصنام فدخل مدينة فرعون يوما على حين غفلة من اهلها ﴾

اور اس سے پہلے علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں :

﴿ فكان لا يدخل مدينة فرعون الا خائفا مستخفيا ﴾

(تفسیر قرطبی)

آپ کے شہر میں خوف سے چھپ کر داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ابن اسحاق نے کہا کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے فرعون کے ساتھ اختلاف کو ظاہر فرمادیا اور فرعونیوں کی بتوں اور فرعون کی عبادت کی مذمت کی تو ان کی طرف سے شدید رد عمل ہوا جس کی وجہ سے آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے پوشیدہ رہنے کی راہ اختیار کی، ان دنوں میں ہی آپ شہر میں پوشیدہ طور پر اس وقت داخل ہوئے جب کہ وہ لوگ غفلت میں تھے۔

جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں دست وگریبان ہیں ایک اسرائیلی اور دوسرا قبطی، اسرائیلی نے آپ کو مدد کے لئے پکارا۔ آپ آگے بڑھے کہ قبطی کو دست درازی سے منع کریں جب اس نے بات نہ مانی تو آپ نے اسے ایک مُکّا رسید کیا، اسے قتل کرنے کا

marfat.com

Marfat.com

گیا ہے تو یہ بچہ رسول بھی ضرور بنے گا۔ اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت سے بے خبر ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کی قدرت کے مقابل تمام تدبیریں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

(از کبیر و روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسا مارنا:

﴿ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ☆ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ☆ قَالَ رَبِّ بِمَا اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ☆ ﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۱۵، ۱۷)

وہ شہر میں داخل ہوئے اس وقت جب بے خبر سو رہے تھے اس کے باشندے، پس آپ نے پایا وہاں دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے ہوئے یہ ایک ان کی جماعت سے تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمنوں سے، پس مدد کے لئے پکارا آپ کو اس نے جو آپکی جماعت سے تھا، اس کے مقابلہ میں جو آپ کے دشمن گروہ سے تعلق رکھتا تھا، تو سینہ میں گھونسا مارا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا، بے شک وہ کھلا دشمن بہکا دینے والا ہے۔ آپ (علیہ السلام) نے عرض کی: اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ عرض کی: اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام کے پوشیدہ طور پر شہر میں داخل ہونے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں، تاہم زیادہ صحیح وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو روز اول سے ہی اپنی والدہ کے پاس رہنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع مل گیا تھا۔ ساری صورت حال سے آپ اچھی طرح آگاہ ہو گئے۔ نیز آپ کو اپنے جلیل القدر آباء و اجداد کے منصب نبوت پر آگاہی ہو چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ فرعون خدا بنا

marfat.com
Marfat.com

آپ کے ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ یہ قتل ہونے والا شخص شیطانی لشکر اور شیطانی گروہ سے ہے۔

عام طور پر عربی محاورہ میں فلان من عمل الشیطان کہا جاتا ہے جس کا معنی یہ لیا جاتا ہے کہ وہ شخص شیطانی گروہ سے ہے۔

﴿رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی﴾ کہنے کا ایک مطلب تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے اللہ جو مستحب کام مجھ سے چھوٹ گیا کہ میں نے اسے جلدی قتل کر دیا اگرچہ حق یہ تھا کہ تاخیر کی جاتی اس کی وجہ سے میں نے اپنی جان پر زیادتی کی ہے اور تو اس ترک مستحب کو بھی معاف فرما۔

دوسرا مطلب یہ ہے۔

" رب انی ظلمت نفسی حیث قتلت هذا الملعون فان فرعون لوعرف ذالك لقتلنی به فاغفرلی ای فاستره علی ولا توصل خبره الی فرعون فغفرله ای ستره عن الوصول الی فرعون "

اے میرے رب میں اس ملعون کو قتل کر کے اپنی جان کے لئے وبال بنا لیا ہے کیونکہ اگر فرعون کو یہ پتہ چل گیا تو وہ مجھے قتل کر دے گا اسلئے اے اللہ میری پردہ پوشی فرما کہ یہ خبر فرعون تک نہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون تک اس خبر کو پہنچنے سے مخفی رکھا۔

(تفسیر کبیر)

قتل کا راز ظاہر ہونا:

﴿فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَائِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ☆ فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ یَا مُوْسٰی اَ تُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ﴾

(پ ۲۰ سوت القصص ۱۸ ۔ ۱۹)

تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ کیا ہوتا ہے؟ جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کر رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا بے شک تو کھلا گمراہ ہے تو جب موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا

marfat.com

Marfat.com

کوئی ارادہ نہ تھا لیکن وہ مکا جان لیوا ثابت ہوا ، اور اس کا قصہ تمام ہو گیا۔

حضرت قتادہ نے ان دونوں کے لڑنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ قبطی ، اسرائیلی کو لکڑیوں کا ایک بھاری گٹھا اٹھانے کا حکم دے رہا تھا اس نے اٹھانے سے انکار کر دیا ، چنانچہ اس قبطی نے حاکم قوم کا فرد ہوتے ہوئے اسے زدو کوب شروع کی ، اتنے میں آپ تشریف لائے اور اسرائیلی نے آپ سے فریاد کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی فریاد رسی کے لئے محض اس لئے نہیں گئے کہ فریاد کرنے والا اسرائیلی تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہر مظلوم کی مدد کرنا ہر دین میں فرض ہے۔

" وانما اغاثه لأن نصر المظلوم دين فى الملل كلها على الامم و فرض فى جميع الشرائع "

(تفسیر قرطبی ماخوذ از ضیاء القرآن)

شیطان کی طرف قتل کو منسوب کرنے کی وجہ :

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو قتل کرنا مباح کر رکھا ہے لیکن ایک وقت تک ان کے قتل کو موخر کیا گیا تھا کچھ عرصہ بعد قتل کرنا مستحب ہوتا ، لیکن وقت سے پہلے قتل کرنے سے مستحب کو ترک کرنا لازم آگیا اس وجہ سے آپ نے اس فعل کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا ، کہ میرا اقدام ، ترک مستحب پر شیطان کے عمل سے ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا اشارہ مقتول کے عمل کی طرف تھا اپنے عمل کی طرف تھا ہی نہیں آپ کا مطلب یہ تھا۔

" عمل هذا المقتول من عمل الشيطان المراد منه بيان كونه مخالفا لله تعالىٰ مستحقا للقتل "

یہ شخص جو قتل ہو گیا ہے اس کے کام ہی شیطانی تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا مخالف تھا اس لئے یہ قتل کا مستحق تھا

تیسری وجہ یہ تھی کہ آپ نے عمل کا معنی لشکر اور گروہ لیا ۔

" يعنى انه من جند الشيطان و حزبه يقال فلان من عمل الشيطان اى من احزابه"

marfat.com

Marfat.com

شک دربار والے (فرعونی درباری) آپ کے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو نکل جائیے میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کو خبر دینے والا ...... کہ وہ لوگ تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہین اور فرعون نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ بھی کر دیا ہے...... شخص آلِ فرعون سے تھا، جو مومن تھا لیکن ایمان کو چھپاتا تھا ۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

" کون هذا الرجل الجائی مومن من ال فرعون هو المشهور"

(روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کا "مَدْیَن" کی طرف ہجرت کرنا :

﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ☆ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ☆﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۲۱، ۲۲)

تو اس شہر سے نکلے ڈرتے ہوئے اس انتظار میں کہ اب کیا ہوتا ہے عرض کی اے میرے رب مجھے ستمگاروں (ظالموں) سے بچالے اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے کہا: قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے۔

"مدین" سے مراد وہ شہر ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام تشریف فرما تھے ۔ اس شہر کو مدین بن ابراہیم کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ مصر اور مدین میں آٹھ دنوں کی مسافت تھی اس شہر پر فرعون کی حکمرانی نہیں تھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی شہر کی جانب جانے کی ہدایت دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ تو یہ شہر اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی اس کا راستہ جانتے تھے۔ کوئی سواری پاس نہیں تھی راستے کا کوئی خرچ اپنے پاس نہیں تھا۔ صرف درختوں کے پتوں پر گزر کر کے آپ نے راستہ کی مسافت کو طے کیا ۔ راستہ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی معاونت کے لئے جبرائیل امین علیہ السلام کو مقرر فرمایا ۔ فرعونی لوگ آپ کو تلاش کرتے رہے لیکن آپ کو تلاش نہ کر سکے ، کیونکہ مدین کو جانے والے تین راستے تھے آپ نے درمیانی راہ کو اختیار کیا اور وہ دوسرے راستوں پر آپ کو تلاش کرتے رہے۔ جب رب تعالیٰ آپ کی حفاظت کر رہا تھا تو وہ آپ کو تلاش کر بھی کیسے سکتے تھے۔؟

(ماخوذ از روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

دشمن ہے وہ بولا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تم مجھے ایسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح نہیں کرنا چاہتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ کسی بنی اسرائیل نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو، فرعونی گشت کرتے پھرتے تھے اور انہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ دوسرے روز جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہی بنی اسرائیلی جس نے ایک روز پہلے ان سے مدد چاہی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا بیشک تو کھلا گمراہ ہے یعنی ہر روز لوگوں سے لڑتا ہی رہتا ہے، اپنے آپ کو بھی مصیبت اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی۔ اور تو احتیاط کیوں نہیں کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے خوب رعب اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ارشاد فرمایا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام کو اس پر رحم بھی آ گیا کہ فرعونی بڑے ظالم ہیں لہذا اس کی امداد کرنی ہی چاہیے جب آپ آگے بڑھے کہ اپنے اور اس بنی اسرائیلی کے دشمن کی گرفت کریں تو اس بنی اسرائیلی نے غلط فہمی میں خوف کرتے ہوئے کہ آج شائد میرا کام تمام کرنا چاہتے ہیں کہا: کہ اے موسیٰ علیہ السلام آج تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جیسے کل ایک شخص کو تم نے قتل کر دیا تھا؟ اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ راز کھل گیا کہ کل فرعونی کو قتل موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا ہے۔ جب فرعون کو یہ خبر ملی تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم نافذ کر دیا لوگ آپ کو ڈھونڈنے لگے۔

(خزائن العرفان)

ایک مخبر نے موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا:

﴿ وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۲۰)

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) بے

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں عورتوں سے پوچھا کہ تم ایک طرف اپنے جانوروں کو روک کر کیوں کھڑی ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں ہم خود پانی نکال نہیں سکتیں اس لئے ایک طرف کھڑی رہتی ہیں کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں تو جو پانی حوض میں بچ جائے وہ ہم اپنے جانوروں کو پلالیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ان پر رحم کرنے کے لئے کہا لیکن انہوں نے کہا کہ اگر تم اتنے ہمدرد ہو تو خود ہی پلادو۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے مل کر بھاری پتھر کنویں کے منہ پر رکھ دیا آپنے اکیلے ہی اس پتھر کو ہٹادیا اور دس آدمیوں کے نکالنے والے ڈول کو اکیلے ہی نکال لیا۔

" ودعا بالبركة ثم قرب غنمهما فشربت حتى رويت "

(تفسیر کبیر)

اور برکت کی دعا کی اور ان کی بکریوں کو پانی کے قریب کیا ۔وہ ایک ہی ڈول سے پانی پی کر سیراب ہوگئیں۔

پھر آپ ایک طرف سائے میں بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی اے اللہ مجھے کھانا عطا فرما دے؛ کیونکہ آپ سات دنوں سے صرف درختوں کے پتے ہی کھا رہے تھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، روح المعانی)

سبحان اللہ ! نبی کی شان عظمت کا اندازہ کیجئے ! کہ سات دنوں سے بھوکے لیکن دس آدمیوں سے بڑھ کر زور ابھی موجود ہے، سفر کی تھکان بھی اور کنواں سخت تپتی دھوپ میں ، لیکن کوئی چیز بھی رکاوٹ نہ بن سکی ، ہمدردی کی ایک عظیم مثال قائم کردی۔

شعیب علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کو طلب کرنا :

وہ دونوں لڑکیاں شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں جب عام معمول سے ہٹ کر آج وہ جلدی اپنے گھر لوٹ کر آگئیں تو ان سے ان کے باپ نے پوچھا کہ آج تم اتنی جلدی کیسے آگئی ہو؟ تو انہوں نے بتایا کہ آج کنویں پر ایک نیک اور بہادر شخص تھا جس نے ہماری بکریوں کو پانی پلادیا اسلئے ہم جلدی واپس آگئی ہیں کہ ہمیں تمام لوگوں کے فارغ ہونے اور باقی بچ جانے والے پانی کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔

marfat.com
Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں پر :

﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُوْدَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؟ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ☆ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّيْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴾

(پ ۲۰ سورۃ القصص ۲۳، ۲۴)

اور آپ جب مدین کے پانی پر آئے ، وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور ان سے اس طرف دو عورتیں دیکھیں کہ اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں کا کیا حال ہے ؟ وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں۔ اور ہمارے باپ بوڑھے ہیں ۔ تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان دونوں کو پانی پلا دیا۔ پھر سایہ کی طرف پھرا، عرض کی :اے میرے رب میں اس کھانے کا جو تو میرے لئے اتارے محتاج ہوں۔

جب آپ مدین کے ایک کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ کثیر مقدار میں کنویں پر جمع ہیں جو اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، کوئی اونٹوں کو پانی پلا رہا ہے ، کوئی گائے بھینس کو اور کوئی بھیڑ بکریوں کو، لیکن دیکھا کہ دو عورتیں ایک طرف اپنے جانوروں کو روک کر کھڑی ہیں، وہ یہ نہیں چاہتیں کہ مزاحمت کر کے آگے بڑھیں، ان کے نزدیک لوگوں سے پانی حاصل کرنے میں مزاحمت کرنا، جہاں بری بات تھی وہاں عورتوں کا مردوں سے آزادانہ میل جول اور دھکا بازی حرام تھی۔ وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے بھی دور کھڑی تھیں کہ کنویں سے پانی نکالنا زور آور مردوں کا کام تھا۔ اس پر استعمال ہونے والے ڈول کو دس آدمی مل کر نکالتے تھے ۔اور کنویں کے منہ پر ایک پتھر رکھ دیا جاتا تھا اسے ڈھکنے کے لئے اور ہٹانے کے لئے بھی دس آدمی مل کر ہٹاتے، نیز وہ یہ بھی نہ چاہتی تھیں کہ ان کے جانور دوسرے لوگوں کے جانوروں سے مل جل جائیں کہ انہیں علیحدہ کرنے میں دشواری ہو ۔ان وجوہ کے پیش نظر وہ اپنے جانوروں کو علیحدہ ایکطرف روک کر کھڑی تھیں۔ لوگوں کے فارغ ہو کر چلے جانے کا انتظار کر رہی تھیں۔

marfat.com

Marfat.com

قیمت نہیں لیا کرتے ہیں۔ شعیب علیہ السلام نے کہا :

" ولکن عادتی و عادۃ آبائی اطعام الضیف فجلس موسیٰ علیہ السلام فاکل "
لیکن وہ میری اور میرے آباؤ اجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ آپ کے
اس ارشاد پر موسیٰ علیہ السلام بیٹھے اور کھانا کھایا۔

لیکن پھر بھی بار بار خیال یہی آرہا تھا کہ کہیں میری نیکی کے عمل کی یہ اجرت نہ ہو، جس سے میرے عمل کے خلوص میں فرق آئے۔ بعد ازاں شعیب علیہ السلام نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ آپ علیہ السلام نے بتایا میں موسیٰ بن عمران بن قاھث بن لاوی بن یعقوب ہوں۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ بچوں کا قتل کیا جانا آپ کو دریا میں ڈال دینا اور دایہ کا طلب کرنا۔ آپ کا اپنی والدہ کے پاس پرورش پانا پھر قبطی کا ان کے ہاتھوں قتل ہونا اور فرعونیوں کا آپ کو تلاش کرنا۔ تمام واقعہ سننے کے بعد شعیب علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾
خوف نہ کرو ظالموں سے تمہیں نجات مل سکتی ہے۔

یعنی ہمارے علاقہ پر فرعون اور اس کے لشکر کا ان شاء اللہ تسلط نہیں چلے گا یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا ایک کرشمہ ہے کہ فرعون اپنے لاکھوں لشکریوں کے ہوتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کرنے کے باوجود صرف آٹھ دن کی مسافت پر تلاش نہ کر سکا۔

شعیب علیہ السلام کو بیٹی کا مشورہ :

﴿ قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ ﴾
ان دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو بے شک بہتر نوکر وہ ہے
جو طاقتور اور امانت دار ہو۔

چونکہ شعیب کی بیٹی موسیٰ علیہ السلام کی بہادری کو دیکھ چکی تھی کہ دس آدمیوں کے نکالنے

marfat.com

Marfat.com

شعیب علیہ السلام نے کہا کہ جاؤ اس شخص کو بلا کر لاؤ۔ یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو علم عطا فرمادیا ہوگا کہ آنے والا شخص موسیٰ علیہ السلام ہے وہ بھی میرا نبی ہے جس کو کچھ عرصہ بعد میں نے اعلان نبوت کا حکم دینا ہے اسے تم اپنے پاس رکھو۔

﴿ فَجَاءَ تْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَ هٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۲۵)

تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی، بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں بدلہ دے اس کا جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے ۔جب موسیٰ (علیہ السلام) اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کر سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

اگرچہ اس عورت نے تو یہ کہا تھا کہ آپ کو میرے باپ بلا رہے ہیں تا کہ تمہیں اجرت عطا کریں جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے

" وان قالت ذالك فلعل موسى عليه السلام ما ذهب اليهم طلبا للاجرة بل للتبرك برؤية ذالك الشيخ "

لیکن موسیٰ علیہ السلام اجرت حاصل کرنے کی غرض سے نہیں گئے تھے بلکہ صرف شعیب علیہ السلام کی زیارت کرنے کی غرض سے گئے تھے۔

آپ نے اس بات کو ناپسند کیا تھا کہ اجرت لینے کے لئے میں جاؤں، یہی وجہ ہے کہ جب آپ شعیب علیہ السلام کے گھر پہنچے تو آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو کھانا پیش کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا

اعوذ باللہ اللہ کی پناہ! شعیب علیہ السلام نے پوچھا تم نے یہ کیوں کہا ؟ تو آپ نے جواب دیا :

" انا اهل بيت لا نبيع ديننا بدنيانا ولا نأخذ على المعروف ثمنا "

بے شک ہمارے گھرانے کے لوگ اپنے دین کو دنیا کے بدلے نہیں بیچتے ،اور کسی بھلائی کی کوئی

marfat.com

Marfat.com

لڑکوں کو پسند کر کے والدین کو عمر بھر کا روگ لگا کر از خود ہی ان کے پاس چلی جاتی ہیں، لیکن ایسی لڑکیاں سو فیصد ناکام رہتی ہیں، چند دنوں کے بعد انہیں ذلت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

شعیب علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کو شادی کی پیشکش :

﴿ قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ☆ قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۲۷، ۲۸)

کہا میں چاہتا ہوں کی اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کر لو تو تمہاری طرف سے ہے۔ اور میں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ قریب ہے ان شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ میرے اور تمہارے درمیان اقرار ہو چکا ہے میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں۔ ہمارے اس قول پر اللہ کا ذمہ ہے۔

شعیب علیہ السلام کا کوئی بیٹا نہیں تھا اس لئے آپ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لہذا آپ نے مناسب سمجھا کہ ایک بیٹی کا نکاح اس نیک شخص سے کر دیا جائے۔ آپعلیہ السلام نے ان سے مشورہ لیا کہ اگر تمہارا نکاح ان دو بیٹیوں میں سے ایک سے کر دیا جائے تو کیا تم مہر کے بدلے آٹھ سال تک ہماری خدمت کر سکو گے؟ یعنی آٹھ سال تو تم پر واجب ہوں گے مزید دو سال خدمت کرنا مستحب ہو گا وہ تمہاری مرضی پر منحصر ہو گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے قبول کر لیا اور عرض کیا کہ ان دو مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کر لوں مجھے یہاں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اس طرح دونوں کے درمیان معاہدہ طے ہو جانے کے بعد نکاح ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے مہر ادا کرنے کے لئے آپ کے گھر بحیثیت داماد خدمت کرنی شروع کر دی۔ شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں ہانکنے اور انہیں درختوں کے پتے جھاڑ کر کھلانے کے لئے ایک عصا دیا جو ساگوان کے درخت کی لکڑی کا بنا ہوا تھا جو آدم علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

والے ڈول کو آپ نے اکیلے ہی نکال لیا اور بھاری پتھر کو اکیلے ہی کنویں کے منہ سے ہٹا دیا اور آپ کے تقویٰ کو بھی دیکھ چکی تھیں کیونکہ ان سے سوال کرنے میں آپ کی نگاہیں نیچے تھیں اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے بھی یہی کہا کہ تم پیچھے پیچھے چلو۔ میں آگے چلتا ہوں تم مجھے پیچھے سے راہ بتلاتی آنا۔ اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اگر میں پیچھے چلا تو میری نگاہ اس پر پڑے گی۔ خیال رہے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے ہو رہا تھا۔ یہ کہنا کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی جوان بیٹی کو اکیلے ہی ایک اجنبی کو بلانے کے لئے بھیج دیا تھا، درست نہیں۔ علامہ رازی فرماتے ہیں:

﴿لعله عليه السلام كا ن قد علم بالوحى طهارتها فكان يعتمد عليها﴾

شعیب علیہ السلام کو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ اپنی بیٹی کو بھیج کر اس شخص کو بلائیں آپ کی بیٹی پاک دامن، تمام عیوب سے پاک اور بااعتماد ہے اور جس کو بلانے کے لئے جا رہی ہے وہ بھی تو میرا پیارا صاحبِ کمال نبی ہے۔ شعیب ک علیہ السلام ی بیٹی نے موسیٰ علیہ السلام کے دو کمال ذکر کئے۔ قوت اور امانت۔ یعنی آپ قوی (بہادر) اور امین (صاحب تقویٰ) ہیں۔ حالانکہ دو اور وصف جب تک نہ پائے جائیں اس وقت تک انسان کامل انسان نہیں ہوتا۔ وہ ہیں فطانت اور زیرک ہونا۔ لیکن یہ دونوں وصف امانت میں موجود ہیں۔ کیونکہ کامل امانت انسان میں فطانت اور عقلمندی کے بغیر نہیں پائی جا سکتی۔

(تفسیر کبیر)

سبحان اللہ شعیب علیہ السلام کی بیٹی کا انتخاب کیا خوب تھا؟ کہ بہادر ہونا جو کافروں کے ساتھ جنگ بھی کر سکے اور صاحب تقویٰ عقلمند اور سمجھ دار ہونا ہی انسان کو انسان بناتا ہے،

اور پھر یہ انتخاب بھی مشورہ کی حد تک تھا۔ عرض باپ سے ہی کیا؛ کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ ہمارے باپ نے اپنی شریعت کے مطابق کسی شخص کو اپنے پاس رکھ کر اس سے بطور مہر خدمت لے کر ہمارا نکاح اس سے کرنا ہے۔

آج کی لڑکیاں اس سے سبق حاصل کریں جو والدین کی مرضی کے بغیر سبز باغ دکھانے والے

marfat.com

Marfat.com

دس سال جب آپ نے خدمت کے مکمل کر لئے تو آپ نے شعیب علیہ السلام سے مصر جانے کی اجازت طلب کی تاکہ اپنی والدہ اور اپنے بھائی سے ملاقات کریں اور یہ خیال کیا کہ قبطی کے قتل کو بھی کافی عرصہ گزر چکا ہے اب معاملہ کچھ ٹھنڈا پڑ چکا ہو گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے آپ کو اجازت دے دی ۔ آپ نے اپنی اہلیہ کو ساتھ لیا ایک سواری اور کچھ بکریاں بھی ساتھ تھیں ۔ مختصر سامان سفر ضروریات کے لئے ساتھ لیا اور شام کے بادشاہوں کے خطرہ کے پیش نظر آپ نے عام راستہ کو چھوڑ کر ایک اور صحرائی راستہ اختیار کیا ، راستہ بھی بھول گئے ۔ آپ کی بکریاں وغیرہ بھی متفرق ہو گئیں ۔پانی وغیرہ بھی پاس نہیں تھا ۔ طور کی غربی جانب وادی طوی میں جب آپ پہنچے تو جمعہ کی رات کو جو بہت زیادہ سرد تھی آپ کے بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے طور کی بائیں جانب راستہ میں آگ دیکھی ، تو اپنی زوجہ کو کہا:

> تم یہاں ہی ٹھہرو کہ میں وہاں سے آگ کی چنگاری لے آؤں یا وہاں سے آگ سلگا کر لاؤں تاکہ تم آگ تاپ سکو ،اور سردی کم محسوس ہو ۔

خیال رہے کہ قرآن پاک میں جذوۃ (چنگاری)، قبس (شعلہ) اور شہاب (چمک، شعلہ) کے لفظ استعمال ہیں، یعنی میں چنگاری لے آؤں یا شعلہ لے آؤں ، یعنی کوئی ایسی چیز وہاں سے سلگا کر لے آؤں یا وہاں کوئی آدمی موجود ہو تو اس سے یہ راہ معلوم کر لوں۔

آپ علیہ السلام جب آئے تو دیکھا کہ آگ آہستہ آہستہ شعلے مار رہی ہے۔ جب قریب آئے تو آگ نے شدت اختیار کر لی۔ بہت بڑی شعلے مارنے والی آگ نظر آئی ۔ عجیب منظر یہ تھا کہ آگ ایک درخت سے نکل رہی تھی آگ جتنی زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے اسی طرح درخت کے پتے بھی زیادہ سبز ہوتے چلے جاتے ہیں، آپ اسی سوچ میں کچھ دیر تک گم رہے کہ آگ کی شدت کہاں اور درخت کے پتوں کا سبز ہونا کہاں ؟ کافی دیر سوچنے کے بعد اگرچہ ذہن نے کوئی فیصلہ نہ کیا تاہم خیال کیا کہ آگ سلگا کر لے جاؤں جب آپ ارادہ کرتے ہیں کہ آگ سلگاؤں تو آگ دور ہو جاتی ہے پھر سوچ میں گم ہو جاتے ہیں۔

(از روح المعانی ج ۹ ص ۱۶۵)

marfat.com

Marfat.com

ساتھ لائے تھے اور پھر انبیائے کرام سے منتقل ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آگیا یہی عصا بعد میں آپ کا معجزہ بن گیا۔

(از مدارك، حاشيه جلالين ص ۳۲۹)

مدت کی تکمیل کے بعد مصر واپسی:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا اِنِّيْ آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ آتِيْكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ اَوْجَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ☆ فَلَمَّا اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰى اِنِّيْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

(پ ۲۰ سورت قصص ۲۹)

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی میعاد پوری کرلی اور اپنی بی بی کو لے کر چلے، طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی اپنے گھر والی سے کہا، تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شائد میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لئے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔ پھر جب آگ کے پاس آئے ندا کی گئی، میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں درخت سے کہ: اے موسیٰ (علیہ السلام) بے شک میں ہی اللہ رب ہوں سارے جہان کا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے آٹھ سال اور دس سال خدمت کرنے کے متعلق کہا تھا، موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں میں سے کون سی مدت پوری کی؟ اس کے متعلق امام بخاری اور دوسرے کئی حضرات نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی تھی تو آپ نے جواب دیا۔

" قضى اكثر واطيبهما ان رسول الله اذا قال فعل "

کہ موسیٰ علیہ السلام نے اکثر مدت یعنی دس سال مکمل خدمت کی تھی (کیونکہ آٹھ سال تو واجب تھے اور اوپر دو سال مستحب تھے جو پاکیزہ اور زیادہ ثواب کا ذریعہ تھے اس لئے آپ نے زیادہ ثواب والی مدت کو بھی یقیناً پورا کیا۔) اور اللہ تعالیٰ کا رسول جو کہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

موسی علیہ السلام آگ کے عجیب منظر سے سوچ میں گم تھے کہ آپ کو آواز دی گئی ۔

﴿ یَا مُوْسیٰ اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ﴾

اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل "طویٰ" میں ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنے فضل و کرم سے یہ علم دے دیا کہ آپ نے آواز کو سن کر سمجھ لیا ، یقین کر لیا کہ یہ میرے رب کی آواز ہی ہے۔ یہ آپ کا معجزہ ہے رب تعالیٰ کی آواز کسی مکان سے نہیں آ رہی تھی ، وہ مکان سے پاک ہے اس کی آواز کی کیفیت کو بھی نہیں بیان کیا جا سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب درخت سے آسمانوں کی طرف اٹھنے والے نور کو دیکھا اور اسمیں فرشتوں کی تسبیحات کو سنا اور آپ کو جب یہ آواز دی گئی تو آپ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا۔ لبیک میں تیری خدمت میں حاضر ہوں میں تیری آواز تو سن رہا ہوں، تجھے دیکھ نہیں رہا تو کہاں ہے رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی ۔

" انا معك و امامك و خلفك و محيط بك و اقرب اليك منك "

میں تمہارے پاس ہوں، تمہارے سامنے ہوں ، تمہارے پیچھے ہوں ، تمہارا احاطہ کئے ہوئے ہوں اور تم سے بھی تمہارے زیادہ قریب ہوں۔

آپ نے تمام وسوسات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا : میں اللہ تعالیٰ کی آواز کو اپنے اوپر سے اور اپنے نیچے سے اور اپنے پیچھے سے اور اپنے دائیں طرف سے اور اپنی بائیں طرف سے ایسے ہی سن رہا ہوں جیسے سامنے سے سن رہا ہوں ۔

﴿ فعلمت انه ليس بكلام المخلوقين ﴾

مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کلام مخلوق میں سے کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔

فاخلع نعلیک آپ اپنے جوتے اتار دو۔ ایک تو اس کا مشہور و معروف مطلب یہ ہے کہ آپ پاکیزہ جگہ آ گئے ہیں جہاں میری تجلیات کا ظہور ہو رہا ہے اور میں تم سے ہم کلام ہوں اسلئے ادب کا تقاضا یہ

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ : آگ کی چار قسمیں ہیں :

☆ ایک وہ جو کھاتی ہے پیتی نہیں ، یہ ہے دنیا کی آگ۔

☆ دوسری وہ جو کھاتی بھی ہے اور پیتی بھی ہے وہ ہے معدہ کی آگ،

☆ تیسری وہ جو کھاتی بھی نہیں اور پیتی بھی نہیں یہ وہ آگ ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی۔

☆ چوتھی وہ آگ ہے جو پیتی ہے کھاتی نہیں یہ وہ آگ ہے ، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ سے کیا۔

﴿ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴾

(پ ۲۳ سورت یٰسین ۸۰)

جس نے تمہارے لئے ہرے درخت سے آگ پیدا کی جبھی تم اس سے آگ سلگاتے ہو ۔

یعنی عرب کے علاقوں میں دو درخت ہوتے ہیں جو وہاں جنگلوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں ایک کا نام "مرخ" اور دوسرے کا نام "عفار" ہے ان کی خاصیت یہ ہے کہ جب ان کی سبز شاخیں کاٹ کر ایک دوسرے پر رگڑی جائیں تو ان سے آگ نکلتی ہے باوجودیکہ وہ اتنے تر ہوتے ہیں کہ ان سے پانی ٹپکتا ہے۔ اس میں رب تعالیٰ کی قدرت کی کتنی عظیم نشانیاں ہیں کہ آگ اور پانی کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

ایک اور لحاظ پر بھی آگ کی چار قسمیں ہیں۔

☆ ایک وہ آگ جس میں روشنی تو تھی لیکن جلانے کی تاثیر نہیں تھی ، یہ وہ آگ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی۔

☆ دوسری وہ جس میں جلانے کی طاقت تو ہوگی لیکن اس میں روشنی نہیں ہوگی۔ یہ جہنم کی آگ ہے۔

☆ تیسری وہ آگ ہی جس میں روشنی بھی پائی جاتی ہے اور جلانے کی طاقت بھی اسے حاصل ہے ، یہ دنیا کی آگ ہے۔

☆ چوتھی قسم یہ ہے کہ اس میں روشنی بھی نہیں اور جلانے کی تاثیر بھی نہیں جو آگ درخت میں رکھی گئی ہے جب ان کی شاخوں کو نہ رگڑیں اس وقت تک ان میں آگ تو ہوتی ہے لیکن ظاہر نہیں ہوتی۔

(از کبیر پ ۱۶ ج ۲۲ ص ۱۵ ، خزائن العرفان پ ۲۳ ع٤)

marfat.com

Marfat.com

لوگوں اور تمہاری قوم سے چن لیا ہے، اس لئے اب میں تمہیں وحی کرنے لگا ہوں تم کامل توجہ سے سننا۔ رب تعالیٰ کے اس حکم کو سنتے ہی آپ ایک پتھر پر کھڑے ہو گئے اور ایک پتھر سے سہارا لگالیا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا اپنی ٹھوڑی کو اپنے سینے سے لگایا اور کامل طریقہ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی طرف متوجہ ہو گئے۔

فائدہ: حضرت وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"ادب الاستماع سکون الجوارح وغض البصر والاصغاء بالسمع وحضور العقل والعزم علی العمل و ذالك هو الاستماع لما یحب اللہ تعالیٰ"

(کبیر)

سننے کے آداب یہ ہیں کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو حرکت دینے سے باز رکھے نظر نیچے رکھے یعنی ادھر ادھر نہ دیکھے بلکہ کلام کرنے والے کی طرف ہی صرف متوجہ ہو اور مکمل طور پر کان لگا کر سنے اور عقل کو حاضر رکھے اور پھر کام کرنے کا مصمم ارادہ رکھے بس یہی وہ سننا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

فائدہ: اسی انداز و آداب پر سبق سننے والے طلباء اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کامیاب ہو جاتے ہیں، ورنہ ایک ہی کلاس میں بیٹھے ہوئے ذہین اور زیرک طلباء محروم ہو جاتے ہیں۔ کم ذہن والے برتری لے جاتے ہیں شرارتی قسم کے طلباء استاذ کے ادب سے محروم، چوہدراہٹ کے طلبگار حضرات کی قسمت میں محرومیت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی وحدانیت کا ذکر فرمایا کیونکہ اس کی ذات و صفات پر ایمان لانا اصل الاصول (سب اصلوں کی اصل) ہے، پھر اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا، پھر نماز کا حکم دیا کہ یہ میری یاد کا ذریعہ ہے، پھر قیامت کا ذکر فرمایا کیونکہ جسے یہ یقین ہو گا کہ قیامت آنی ہے اور نیکیوں اور برائیوں کا حساب بھی ہونا ہے، وہی شخص ایمان لائے گا اور عبادت بھی کرے گا اور حرمات سے اجتناب بھی کرے گا، پھر قیامت کو مخفی رکھنے کا ذکر فرمایا اس لئے کہ اگر وقت بتا دیا جاتا تو لوگ کہتے ابھی قیامت دور ہے، دوسرے مقام پر قیامت کے قریب ہونے کا ذکر کیا کہ اخروی لازوال زندگی کے مقابل یقیناً قیامت قریب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ہے کہ تم اپنے جوتے اتار دو۔ ایک اور وجہ جوتے اتارنے کی یہ بھی تھی۔

"انما امر بخلعهما لينال قدميه بركة الوادى وهذا قول الحسن و سعيد بن جبير و مجاهد"

حضرت حسن، سعید بن جبیر اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ آپ کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا کہ آپ کے قدموں کو اس سرزمین کی برکت حاصل ہو جائے۔

(کبیر)

اور وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ خواب میں جوتا دیکھنے سے مراد زوجہ اور اولاد لیا جاتا ہے اب معنی یہ ہو گا کہ آپ اپنے دل میں زوجہ اور بچہ کا خیال نہ رکھو، ان کی طرف مشغول نہ ہو، بلکہ خالص توجہ میری ذات کبریائی کی طرف ہو۔ اور مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا اور آخرت کو چھوڑ دو گویا کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ کلی طور پر تم اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اپنے دل کو مستغرق کر دو۔

(کبیر ج ۲۲ ص ۱۷)

رب تعالیٰ کے موسیٰ علیہ السلام کو ارشادات:

﴿ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ☆ اِنَّنِىْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ☆ اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ☆ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى ☆﴾

(پ ۱٦ سورۃ طٰہٰ ۱۳۔۱٦)

اور میں نے تجھے پسند کیا اب کان لگا کو سن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بے شک میں ہی ہوں اللہ تعالیٰ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ، بے شک قیامت آنے والی ہے، قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے تو ہر گز تجھے اس کے ماننے سے وہ باز نہ رکھے، جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا پھر تو ہلاک ہو جائے۔

رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام میں نے اپنی رسالت و نبوت کے لئے تمہیں تمام

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ نے آپ سے پوچھا تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تاکہ آپ جب جواب دیں گے کہ یہ عصا ہے تو پھر اژدہا بننے پر آپ کو کوئی خوف نہیں ہوگا کہ یہ تو وہی عصا ہے جو ابھی میں نے پھینکا تھا۔

(از کبیر)

فائدہ :

موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا گیا کہ رب تعالیٰ نے آپ سے کیا فرمایا اور آپ نے کیا عرض کیا؟ لیکن نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے جو کلام فرمایا اسے یوں ذکر کیا

﴿ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ﴾ وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ اس کی تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ

" والذی ذکرہ مع محمد ﷺ کان سرا لم یستاھل لہ احد من الخلق"

جو باتیں حضرت محمد ﷺ سے ہوئیں وہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز کی باتیں تھیں مخلوق سے کوئی اس کا اہل ہی نہیں تھا کہ اسے بتایا جاتا۔

(کبیر)

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے کلام سے مشرف فرمایا تو قیامت کو نبی کریم ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام اور سلام سے عزت و تکریم بخشے گا رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ ان پر سلام ہوگا مہربان رب تعالیٰ کا فرمایا ہوا۔

(کبیر)

موسیٰ علیہ السلام نے سوال کے جواب میں فرمایا ھی عصای یہ میرا عصا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام بھی کر رہے ہیں لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق ہونے کا مقام حاصل نہ ہوا کیونکہ آپ کو اپنے عصا کا علم ہے کہ یہ میرا عصا ہے، لیکن نبی کریم ﷺ جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرنے کے باوجود ان کی طرف توجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کو معجزات عطا ہونا:

﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى ☆ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَآرِبُ اُخْرٰى ☆ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ☆ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ☆ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ☆ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ آيَةً اُخْرٰى ☆ لِنُرِيَكَ مِنْ آيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴾

(پ ۱۶ سورت طٰہٰ)

اور یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ علیہ السلام؟ عرض کی: یہ میرا عصا ہے، میں اس پر سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔ فرمایا: اسے ڈال دے اے موسیٰ علیہ السلام! تو موسیٰ علیہ السلام نے ڈال دیا تو وہ جبھی دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا، فرمایا: اسے اٹھالے اور ڈر نہیں، اب ہم اسے پھر پہلی طرح کر دیں گے۔ اور اپنے ہاتھ اپنے بازو سے ملا، خوب سفید نکلے بغیر کسی مرض کے۔ ایک اور نشانی کہ ہم تمہیں بری بڑی نشانیاں دکھائیں۔

وما تلک بیمینک تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تلک اشارہ ہے عصا کی طرف، اور یمینک سے مراد آپ کا ہاتھ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا دونوں کی طرف تو ہر ایک کو غالب معجزہ اور روشن دلیل بنادیا۔ جمادیت (بے جان جسم) سے مقام کرامت تک پہنچادیا۔ جب رب تعالیٰ کی ایک نظر سے جماد حیوان بن گیا اور کثیف جسم نورانی اور لطیف بن گیا، تو کون سی تعجب والی بات ہے کہ مسلمانوں کے گناہوں کی وجہ سے مردہ دلوں کو، عبادت کی سعادت اور نور معرفت حاصل ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کو ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اپنی نظر رحمت سے نوازتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے دائیں ہاتھ کی برکت کی وجہ سے جب عصا اژدہا بن گیا اور آپ علیہ السلام کا عظیم معجزہ بن گیا تو کون سا مقام تعجب ہے؟ کہ مومن کا دل معصیت سے نکل کر نور معرفت کی طرف منتقل ہو جائے؟ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہوتا ہے۔

﴿ قلب المؤمن بين اصبعين من اصابع الرحمن ﴾

marfat.com

Marfat.com

آپ کو یہ عطا ہوا کہ آپ اپنے دائیں ہاتھ کو بغل کے نیچے بازو سے لگاتے ہیں اور پھر باہر نکالتے ہیں تو وہ سفید چمکدار ہو جاتا جو نظروں پر چھا جاتا حالانکہ آپ کا رنگ گندم گوں تھا۔

فرعون کو تبلیغ کا حکم :

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴾ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش بن گیا ہے۔

رب تعالیٰ نے جب آپ کو رسالت و نبوت کے منصب پر فائز کر دیا تو حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس جاؤ اسے میری وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دو، وہ دنیا کی نعمتوں کی وجہ سے میرے حقوق کا انکار کر چکا ہے۔ میری ربوبیت کا منکر ہے۔ اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ میں اس سے غافل ہوں ، قسم ہے مجھے اپنی عزت کی اگر میں نے بندوں کو مہلت نہ دے رکھی ہوتی تو وہ میری گرفت میں کب کا آچکا ہوتا۔ اور میرے غضب کی وجہ سے زمین و آسمان پہاڑ دریا وغیرہ سب چیزیں اس پر غضب میں ہوتیں ۔اب اس پر میری گرفت کا وقت آچکا ہے۔ تم اسے بتاؤ کہ اللہ ایک ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں تو اپنے رب ہونے سے توبہ کرلے اگر وہ راہ راست پر آگیا تو بہتر ، ورنہ اسے تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

(از روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کی دعا :

﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ☆ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ☆ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ☆ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ☆ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ☆ هٰرُوْنَ اَخِي ☆ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ☆ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ☆ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ☆ وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ☆ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ☆ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴾

(پ ۱٦ سورت طه)

عرض کی اے میرے رب! میرے لیئے میرا سینہ کھول دے۔ اور میرے لئے میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں ۔اور میرے لئے میرے گھر والوں سے ایک وزیر کر دے ۔وہ کون ؟ میرا بھائی ہارون علیہ السلام اس سے

marfat.com
Marfat.com

﴿ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴾ آنکھ نہ کسی کی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔

آپ انوار تجلیات باری تعالیٰ میں ایسے محو تھے کہ کسی اور طرف آنکھ پھرتی ہی نہ تھی، بلکہ جب رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کہا گیا ہے "امدحنا" ہماری مدح کیجئے! تو آپ ﷺ نے عرض کیا: لا احصی ثناء علیک میں تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا، اس کے بعد آپ رب تعالیٰ کی ثناء اور اپنے آپ کو بھی بھول گئے اور عرض کیا:

"انت کما اثنیت علی نفسک" اے اللہ تیری وہی تعریف ہے جو تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

(تفسیر کبیر)

نکتہ: موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو جب زمین پر ڈالا تو وہ سانپ بن گیا، قرآن پاک میں اس کے لئے تین لفظ استعمال ہوئے ہیں:

"حیة، جآن، ثعبان" چھوٹا سانپ ہو یا بڑا، مذکر ہو یا مونث، سب کو حیة کہا جاتا ہے، لیکن ثعبان بہت بڑے جسم والے سانپ کو کہا جاتا ہے۔ اور جآن باریک سانپ کو کہتے ہیں۔ تینوں الفاظ کا ایک ہی سانپ پر استعمال اس طرح ہے کہ جب آپ علیہ السلام عصا کو پھینکتے تو ابتدائی طور پر وہ باریک سانپ بن جاتا پھر آہستہ آہستہ پھیلتا جاتا اور بڑا اژدہا بن جاتا۔ یا صورت یہ تھی کہ وہ جسم کے لحاظ پر تو بہت بڑا سانپ یعنی اژدہا بن جاتا لیکن دوڑ اور پھرتی میں باریک سانپ کی طرح ہوتا۔

(کبیر)

موسیٰ علیہ السلام کا جواب صرف اتنا کافی تھا کہ یہ میرا عصا ہے، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے سلسلہ کلام بڑھاتے ہوئے ازروئے محبت کے بات کو لمبا کیا اور کہا: میں اس پر سہارا لگاتا ہوں، اس سے پتے جھاڑ کر اپنی بکریوں کو کھلاتا ہوں اور بھی اس سے میں منافع حاصل کرتا ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کو ایک معجزہ یہ عطا ہوا کہ آپ اپنے عصا کو زمین پر ڈالتے ہیں تو وہ اژدہا بن جاتا ہے اور جب اسے پکڑتے ہیں تو وہ پھر اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ کر عصا بن جاتا ہے۔ دوسرا معجزہ

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی زبان کو سمجھنے میں لوگوں کو مشکل درپیش آتی جب آپ نے دعا کی اور رب تعالیٰ نے اسے قبول فرما کر یہ مژدہ سنادیا۔

﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى ﴾ اے موسیٰ علیہ السلام تمہاری مانگ تمہیں دے دی گئی۔

تو آپ کی زبان مکمل صحیح ہو گئی ۔ آپ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام سے زیادہ فصاحت حاصل ہو گئی ، لیکن آپ نے دعا میں حضرت ہارون علیہ السلام کی جو معاونت طلب کی تھی وہ بھی قبول ہو گئی۔ یعنی رب تعالیٰ نے آپ کی زبان کو درست فرما کر مزید احسان فرماتے ہوئے آپ کو ہارون علیہ السلام کی معاونت بھی عطا فرما دی ۔

" والحاصل ان ما استدل به على بقاء عقدة ما في لسانه عليه السلام وعدم زوالها بالكلية غير تام "

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ دلائل پیش کرنا کہ " آپ علیہ السلام کی زبان کی گرہ کو مکمل نہیں کھولا گیا تھا گرہ باقی رہی جس کی وجہ سے کچھ لکنت باقی رہی " درست نہیں ۔
(روح المعانی)

فائدہ :

" وزیر " مشتق ہے وزر سے ، جس کا معنی ہے بوجھ اٹھانا۔ وزیر کا معنی ہوا بوجھ اٹھانے والا۔ لیکن افسوس کہ ہمارے زمانے کے وزراء قوم کا بوجھ اٹھانے کی بجائے قوم پر بوجھ بن کر بیٹھے ہیں۔ قومی خزانہ کو لوٹ کر کھا چکے ہیں۔ کھربوں روپے پاکستان پر قرض ، ان وزراء کی شاہ خرچیوں اور لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے لازم آرہا ہے۔ شرعی اصولوں کو چھوڑ کر مغربی جمہوریت کی رٹ لگانا بیہودگی ہے۔

دونوں بھائیوں کو حکم دیا :

﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ☆ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ☆
اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ☆ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْيَخْشٰى☆﴾
(پ ۱۶ سورت طٰهٰ ۴۱ ـ ۴۴)

marfat.com

Marfat.com

میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر، کہ ہم کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور کثرت سے تیرا ذکر کریں۔ بے شک تو ہمیں دیکھ رہا ہے ۔رب تعالیٰ نے فرمایا:

اے موسیٰ علیہ السلام تیری مانگ تجھے عطا ہوئی۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اسے راہ حق دکھاؤ تو بظاہر یہ بہت عظیم کام تھا اس لئے آپ نے اپنی کامل عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ جب تو نے مجھ پر اتنا بڑا کام لازم کر دیا ہے تو میرا سینہ کھول دے ، ہو سکتا ہے زبان میں پیدائشی طور پر لکنت ہو جس کے زوال کی آپ نے دعا کی ہو۔ لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی زبان بچپن میں جل گئی تھی جس کی وجہ سے بولنے میں لکنت آ گئی تھی۔

وجہ اس کی یہ ہوئی تھی کہ فرعون نے آپ کو ایک مرتبہ اٹھایا ہوا تھا آپ نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر کھینچ لیا چونکہ وہ اپنی داڑھی میں لعل و جواہر سجا کر رکھتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس کی داڑھی کو کھینچنے کی وجہ سے غصہ میں اس نے آپ کو تھپڑ مار دیا اور کہا کہ یہ ہی میرا دشمن ہے ایک تلوار والے شخص کو بلا کر آپ کو قتل کرنا چاہا تو اس کی زوجہ آسیہ جو موسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتی تھی کہنے لگی یہ بچہ ہے اس نے تو تمہارے جواہر دیکھ کر کھینچ لیا ہے۔ اسے ابھی یاقوت اور آگ کے انگاروں میں تمیز کرنے کی صلاحیت بھی حاصل نہیں۔ فرعون نے کہا ٹھیک ہے دیکھتے ہیں کہ یہ سمجھ دار ہے یا نہیں۔ دہکتی آگ کے انگارے اور یاقوت آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے اپنا ہاتھ یاقوت کی طرف بڑھانا چاہا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے ہاتھ کو آگ کے انگاروں کی طرف بڑھا دیا ۔جب آپ کو آگ گرم لگی تو آپ نے وہ چنگاری منہ میں ڈال لی جس کی وجہ سے آپ کی زبان کچھ جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی۔ اب اسی کے زوال کی دعا کی تا کہ لوگ میری بات کو آسانی سے سمجھ سکیں۔ اسی وجہ سے آپ نے اپنے بھائی کی معاونت کی درخواست کی کہ وہ مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں۔

لیکن خیال رہے کہ دعا کرتے وقت یہ ہی حالت تھی کہ ہارون علیہ السلام کی زبان میں کوئی لکنت نہیں تھی وہ کلام صاف کرتے تھے اور ان کا انداز بیان فصیح ہوا کرتا ان کی بات کو آسانی سے سمجھ لیتے لیکن

marfat.com

Marfat.com

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ ☆

(پ ۱۹ سورت شعراء)

فرعون نے کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے ہاں بچپن میں نہیں پالا؟ اور تم نے ہمارے ہاں اپنی عمر کے کئی برس نہیں گزارے؟ اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکرے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے وہ کام کیا جب مجھے راہ کی خبر نہ تھی، تو میں تمہارے ہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا۔ اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھے احسان جتاتا ہے حالانکہ تو نے غلام بنا کر رکھے ہیں بنی اسرائیل۔

موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں قبطی کو مکا مارا تھا جس سے وہ مر گیا اور آپ مدین چلے گئے یا اس وقت آپ کی عمر تیس سال تھی۔ زیادہ مناسب قول یہی نظر آتا ہے کیونکہ آپ دس سال شعیب علیہ السلام کے پاس ٹھہرے، اس طرح چالیس سال مکمل ہوتے ہیں۔ انبیائے کرام کا اعلان نبوت چالیس سال کی عمر میں ہی ہوتا رہا۔

فرعون نے کہا: ہم نے تمہیں بچپن میں پالا اور اتنی عمر تک تم ہمارے پاس رہے تو ہماری نعمتیں کھاتے رہے لیکن تم نے ان نعمتوں کی ناشکری کی ہے اور ہمارے ایک آدمی کو بھی مار ڈالا۔

آپ علیہ السلام نے کہا: قتل کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہ تھا صرف اس شخص کو ادب سکھانا مقصود تھا، لیکن وہ بے ارادہ قتل ہو گیا۔ اس کی ناگہانی موت پر مجھے مجرم بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا اور نہ ہی مجھے شہر کو چھوڑ کر جانے کی ضرورت تھی، لیکن جب تم نے غلط فیصلہ کر دیا تھا کہ مجھے قتل کرنے کا حکم دے دیا تو میں اپنی جان کے خوف سے شہر چھوڑ کر چلا گیا۔

" فعلتها اذا وانا من الضالين والمرا د بذالك الذاهلين عن معرفة ما يؤول اليه من القتل لانه فعل الوكزة على وجه التأديب "

ضالین کا معنی ہے غافل ہونا، یعنی میں نے یہ کام غفلت میں کیا۔ یہ بات میرے علم میں بھی نہ تھی کہ وہ ایک مکے سے ہی مر جائے گا۔ میں نے مکا اسے ادب سکھانے کے لئے مارا تھا، قتل کرنے کے

marfat.com

Marfat.com

اور میں نے مخصوص کر لیا ہے تمہیں اپنی ذات کے لئے، اب جایئے آپ اور آپ کا بھائی میری نشانیاں لیکر، اور نہ سستی کرنا میری یاد میں آپ دونوں جائیں فرعون کے پاس، وہ سرکش بنا بیٹھا ہے اور گفتگو کریں اس کے ساتھ نرم انداز سے شائد کہ وہ نصیحت قبول کرے یا (میرے غضب سے) ڈرنے لگے۔

دونوں بھائیوں کو فرعون سے نرم بات کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری سخت گفتگو سے طیش میں آکر تمہارے لئے مصیبت نہ بن جائے۔ اور تمہاری وجہ سے جو دوسروں کو تعلیم حاصل ہونی ہے اس کا مقصد بھی نہ فوت ہو جائے۔ ہر مبلغ کے لئے اسمیں رہنمائی ہے ۔ مبلغ کو ایسا شیریں کلام اور نرم خو ہونا چاہیے کہ جب بولے تو یوں معلوم ہو کہ اس کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں یا شہد اور دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ اگر وہ تند مزاج اور سخت کلام ہوگا تو لوگ اس سے نفرت کریں گے اور اس سے دور بھاگ جائیں گے۔

" قلت القول اللین هو القول الذی لا خشونة فیه فاذا کان موسی امر بان یقول لفرعون قولا لینا فمن دونه احری "

میں کہتا ہوں کہ قول لین ہے کہ اس میں نرمی ہو کوئی سختی نہ ہو جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ فرعون سے نرم کلام کریں تو دوسروں کو زیادہ حق پہنچتا ہے کہ کہ وہ بھی نرم کلام کریں۔

لعلہ میں لعل کے معنی میں جو امید و رجاء ہے اس کا تعلق ذات باری سے نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام سے ہے۔ یعنی تم اس امید پر پوری کوشش کرنا کہ شائد وہ ہدایت قبول کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے لگے۔

(از ضیاء القرآن)

فرعون کا موسی علیہ السلام سے کلام کرنا :

﴿ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ☆ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ☆ قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّالِّيْنَ ☆ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ☆

marfat.com

Marfat.com

ثُمَّ هَدٰی ﴾

(پ ١٦ سورت طٰهٰ ٤٧ ، ٥٠)

پس بھیج دے ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور انہیں (اب مزید) عذاب نہ دے۔ ہم لے آئے ہیں تیرے پاس ایک نشانی تیرے رب کے پاس سے ، اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بیشک وحی کی گئی ہے ہماری طرف کہ عذاب (خداوندی) اس پر آئے گا جو جھٹلاتا ہے (کلام الٰہی کو) اور روگردانی کرتا ہے۔ فرعون نے پوچھا اے موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ فرمایا: ہمارا رب وہ ہے جس نے عطا کی ہر چیز کو (موزوں) صورت ، پھر مقصد تخلیق کی طرف ہر چیز کی رہنمائی کی۔

بنی اسرائیل پر مصر میں بڑے بڑے مظالم ہو رہے تھے ، انہیں بیگار میں پکڑا جاتا۔ بے زبان چوپائیوں کی طرح ان سے دن بھر مشقت کے کام لئے جاتے اور ان سے ہر طرح کا ذلت آمیز سلوک کیا جاتا اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سنی اور ان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانے کے لئے اپنے دو بندوں کو روانہ فرمایا

مصری لوگ سورج دیوتا کو" الہ اکبر" (بڑا خدا) یقین کرتے تھے ، اور مصر کے فراعنہ (تمام فرعون) اپنے آپ کو اس سورج دیوتا کا "اوتار" کہتے تھے۔ اسی طرح مصریوں کے مذہبی عقیدے کا سہارا لے کر انہوں نے اپنی حکومت کی بنیادیں مستحکم کر رکھی تھیں۔ فرعونِ موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے آپ کو رع (سورج دیوتا) کا مظہر سمجھتا اور...... ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ ہونے کی ڈینگیں مارتا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ ﴾ اے فرعون ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے رسول بن کر آئے ہیں۔ تو وہ چونکا اور بڑبڑایا ، ہیں...... میرا بھی کوئی رب ہے؟ سب مصریوں کا رب ہوں ، میرا کوئی رب نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ (علیہ السلام) غلط کہہ رہا ہے۔

اس نے پوچھا ذرا اس رب کی حقیقت بتاؤ جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ علیہ السلام نے جواب دیا: ایک فقرہ کہا اور کوزے میں دریا بند کر کے رکھ دیا فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

لئے نہیں مارا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اب میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں؛ کیونکہ اس نے مجھے حکم عطا فرمایا جسے حکم حاصل ہو اسے علم بھی حاصل ہوتا ہے، جسے علم حاصل ہو اس کی عقل اور رائے کامل ہوتی ہیں۔ علم سے مراد دین ہے جس میں توحید باری تعالیٰ کا علم سب سے اصل ہے ......اور آپ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے، یقیناً میرا منصب وہی ہوگا جو سب انبیائے کرام کو حاصل رہا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: کہ تو مجھے یہ احسان جتلا رہا ہے کہ تو نے میری تربیت کی، حالانکہ تو نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ مالک پر لازم ہوتا تھا کہ وہ اپنے غلاموں کی پرورش کرے۔ مالک کو حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے غلاموں کی تربیت کا انہیں احسان جتلائے۔

پھر یہ کہ تو نے مجھے کون سی نعمتیں اپنی طرف سے دی ہیں؟ مجھ پر مال تو وہی خرچ کیا جو میری قوم سے بحیثیت غلام وصول کیا جاتا رہا۔ پھر تجھے یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ تو نے میرے خاندان کے لاکھوں آدمیوں سے ہر مشکل کام لیا اور ان پر جزیہ مقرر کیا؟ اس خاندان کے ایک بچے کی تربیت کا احسان جتلانا تجھے زیب نہیں دیتا۔ مجھے پالنے والے بھی تو میرے اپنے لوگ ہی تھے۔ یا میری ماں نے مجھے پالا ہے۔ یا میرے خاندان کے لوگوں نے۔ تم تو مجھے قتل کرنا چاہتے تھے، میری وجہ سے تو تم نے میری قوم کی ہزاروں بچے ذبح کرا دیئے، یہ میری تربیت اور مجھے ذبح ہونے سے بچانا تو صرف میرے رب تعالیٰ کا مجھ پر فضل ہے، ورنہ تیرے احسانوں سے تو تیرے ظلم زیادہ ہیں۔ تیرے مظالم نے تیرے احسان تباہ و برباد کر کے رکھ دیئے ہیں۔ اب تو کس وجہ سے احسان جتلا رہا ہے۔؟

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

موسیٰ علیہ السلام نے رب کے حکم سے کہا:

﴿ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ☆ إِنَّا قَدْ أُوْحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ☆ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوْسٰى ☆ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْ أَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ

marfat.com

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کی حقیقت بیان کرنا انسانی طاقت سے ماوراء ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے ایسا حکمت بھرا جواب دیا جسے وہ بھی سمجھنے کی کوشش کرتا تو سمجھ جاتا۔

﴿قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ☆﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۲۴)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان کا رب تعالیٰ ہے اگر تمہیں یقین ہو۔

یعنی اگر تم اشیاء کو دلیل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہو تو ان چیزوں کی پیدائش ہی اللہ تعالیٰ کے وجود کی کافی دلیل ہے۔

خیال رہے کہ "ایقان" اس علم کو کہتے ہیں جو استدلال سے حاصل ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی شان میں " مُوْقِن" نہیں کہا جاتا۔

﴿قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ﴾ فرعون نے اپنے آس پاس والوں سے کہا کیا تم غور سے سنتے نہیں؟

اس کے گرد اس وقت اس کی قوم کے بڑے بڑے سردار تھے، وہ لوگ پانچ سو کی تعداد میں زرق برق لباس سے آراستہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے فرعون نے کہا: کیا تم غور سے موسیٰ (علیہ السلام) کی بات نہیں سنتے ہو؟ یہ کہتا ہے زمین و آسمان کو بھی پیدا کرنے والا ہے حالانکہ زمین و آسمان قدیم ہیں، انہیں تو کسی نے پیدا ہی نہیں کیا، ان کے لئے رب تعالیٰ کی کیا حاجت ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان کی باتیں سن کر دلیل بدل دی۔ ایسی چیزوں کا ذکر کیا جن کے حادث ہونے یعنی پہلے نہ ہونے پھر فنا ہونے کا وہ بھی انکار نہیں کر سکتے تھے۔

﴿قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ آپ نے کہا: وہ تمہارا رب تعالیٰ ہے اور تمہارے اگلے آباء واجداد (باپ دادوں) کا بھی رب ہے۔

﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾

marfat.com

Marfat.com

" میرا پروردگار وہ ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ اپنا وظیفہ حیات اور مقصد تخلیق حسن وخوبی ادا کر سکے، پھر اسے اتنی سوجھ بوجھ بھی عطا کر دی کہ وہ صحیح طور پر ان قوتوں سے کام لے سکے ، پرندوں کو پر بخشے اور پھر انہیں اڑنے کا سلیقہ بھی خود ہی سکھادیا، مچھلی کو ایسا جسم دیا کہ وہ گہرے دریاؤں اور طوفانی سمندروں میں تیر سکے اور ساتھ اس نے تیرنے کا ڈھنگ بھی بتایا ، گوشت خور درندوں کے پنجے اور دانت ایسے بنائے کہ وہ اپنا شکار پکڑ سکیں، اونٹ کی قامت کو بلند کیا تو اس کی گردن بھی لمبی بنادی تا کہ اونچے درختوں کے پتے بھی کھا سکے اور نیچے زمین سے گردن جھکا کر پانی پی سکے۔ صحراؤں میں جہاں پانی کی سطح بہت نیچی ہوتی ہے وہاں جو درخت اگائے ان کی جڑیں اتنی لمبی بنادیں کہ وہ زمین کی تہہ سے اپنی خوراک حاصل کر سکیں، ہر خطۂ زمین میں پیدا ہونے والے حیوانات کو وہاں کے مخصوص موسمی تقاضوں کے مطابق لباس بھی دیا اور رزق بھی ، پھر اس گلشن ہستی کے گل سر سبز اور بزم حیات کے صدر نشین حضرت انسان کی ظاہری ساخت اور باطنی صلاحیتوں پر نگاہ ڈالئے، آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کی عظمت کا یقین ہو جائے گا۔

علامہ زمخشری " اعطی کل شئی خلقة " کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" اعطی کل شئی صورته و شکله الذی یطابق المنفعة المنوطة به"

یعنی ہر چیز کو ایسی شکل وصورت بخشی جو ان فوائد اور منافع کے لئے موزوں و مناسب ہے جن کے لئے اس کی تخلیق ہوئی اور " ثم ھدٰی " کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" ای عرف کیف یرتفق بما اعطی و کیف یتوصل الیه"

یہ بھی سکھادیا کہ وہ ان اعضاء اور قوتوں سے کس طرح کام لے اور ان منفعتوں تک کیسے رسائی حاصل کرے ۔

(تفسیر کشاف ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن)

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ فرعون نے کہا اور سارے جہان کا رب کیا ہے ؟

یعنی جس رب العلمین کا تم اپنے آپ کو رسول کہتے ہو ، وہ کیا ہے ؟ اس کی حقیقت کیا ہے ؟

marfat.com

Marfat.com

فرعون کی قید قتل سے بھی بدتر تھی اس کا جیل خانہ تنگ و تاریک عمیق (گہرا) گڑھا تھا، اس میں اکیلا ڈال دیتا تھا نہ وہاں کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ کچھ نظر آتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں معجزات لے کر آیا ہوں :

﴿قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ☆﴾ (پ ۱۹ سورت شعراء ۳۰)

کہا : میں اگر چہ تمہارے پاس کوئی روشن چیز لاؤں ؟

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے معجزات عطا فرمائے ہیں جو میری نبوت پر دلالت کر رہے ہیں، کیا تو میری حقانیت کے ظاہر ہونے پر بھی مجھے قید خانہ میں بھیجے گا ؟

﴿قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ☆ فَاَلْقٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ☆ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ☆﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۳۱، ۳۳)

فرعون نے کہا تو لاؤ اگر سچے ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح (ظاہر) اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ نکالا تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ بہت بڑا اژدہا بن گیا، رنگ اس کا زرد تھا اس کے جسم پر بال تھے، منہ کھولا ہوا تھا۔ اس کی دونوں جبڑوں کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا۔ وہ اپنی دم پر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک میل تک بلند ہو گیا۔ اس نے اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر رکھا اور اوپر والا فرعون کے محل کی دیواروں پر، فرعون کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اسے پکڑے۔ فرعون نے تخت سے نیچے چھلانگ لگائی اور اس کی ہوا خارج ہونے لگی۔

بعض روایات میں ہے کہ اس کی چار سو مرتبہ اس دن ہوا نکلی اور مرتے دم تک اسی وجہ سے پیٹ کی بیماری میں مبتلا رہا، اسی حال میں غرق ہو گیا۔

جب اژدھا نے لوگوں کی طرف رخ کیا تو لوگ ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگنا شروع ہوئے۔ اس بھگدڑ کی وجہ سے پچیس ہزار آدمی ایک دوسرے پر گر کر مر گئے۔ فرعون نے چلانا شروع کیا اور کہنے لگا :

marfat.com

Marfat.com

فرعون نے کہا تمہارے یہ رسول جو وحی تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے۔

فرعون اپنے سوا کسی کو معبود نہ سمجھتا تھا؟ طنز کے طور پر کہا : یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے یعنی یہ خود جو رسول ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں، یہ عقل سے دور ہیں ؛ کیونکہ فرعون اس شخص کو عقل سے دور سمجھتا تھا جو اسے معبود نہیں مانتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسی گفتگو انسان اس وقت کرتا ہے جب دلائل سے عاجز آجائے، لیکن نبی کی عظمت کو دیکھئے ! آپ علیہ السلام اپنے دلائل پھر بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کو مجنون، دیوانہ کہہ رہا ہے لیکن آپ رب تعالیٰ کی ربوبیت کو اپنے دلائل سے بیان فرما رہے ہیں۔

﴿ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ☆﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۲۸)

آپ علیہ السلام نے فرمایا : وہ تو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب تعالیٰ ہے اگر تمہیں عقل ہو۔

مشرق سے سورج کو ہر روز طلوع کرنا، مغرب میں غروب کرنا اور سال میں ہر موسم، ہر بہار کا اپنے وقت پہ آنا، بارشیں برسانا، ہواؤں کا چلانا، یہ سب کچھ اس کے نظام قدرت میں ہے۔ کاش کہ تمہیں بھی کچھ سمجھ آجائے۔

فرعون نے آپ کو (معاذ اللہ) صراحتاً مجنون کہہ کر اپنی حماقت کا ثبوت دیا لیکن آپ نے حکمت آمیز جملہ ذکر فرمایا کہ اگر تمہیں عقل ہو، یعنی رب تعالیٰ کی قدرت اس کی ربوبیت اور اس کی وحدانیت کو تسلیم نہ کرنا تمہاری حماقت پر دلالت کر رہا ہے۔

(از خزائن العرفان پ ۱۹ سورت شعراء ع ٦)

فرعون کی دھمکی :

﴿ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ☆﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۲۹)

فرعون نے کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کروں گا۔

marfat.com

Marfat.com

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مقابلہ کے لئے کہا :

﴿ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ☆ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ☆ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ☆ ﴾

(پ ١٦ سورت طٰہٰ ٥٧، ٥٩)

فرعون نے کہا : کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب ہماری زمین سے نکال دو ؟ اے موسیٰ (علیہ السلام) تو ضرور ہم بھی تیرے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے ، تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا دو جس سے نہ ہم بدلیں گے نہ تم۔ (جہاں مقابلہ ہو گا وہ) ہموار جگہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا : تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں۔

فرعون نے کہا تم اپنے جادو سے ہمیں ہماری زمین سے نکالنا چاہتے ہو ؟ ہم بھی اپنے جادوگر بلاتے ہیں وہ تمہارے ساتھ مقابلہ کریں گے ؛ لہذا تم ہمارے ساتھ ایک دن اور ایک جگہ مقرر کر لو تاکہ اس دن مقابلہ ہو ، وعدہ پر دونوں فریق قائم رہیں، کوئی بھی اپنے وعدے سے نہ پھرے ۔ ایسی جگہ کا انتخاب کرنا جو ہموار میدان ہو، اس میں نشیب و فراز نہ ہو تاکہ سب لوگ یہ مقابلہ دیکھیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا ٹھیک ہے تم اپنے میلے کا دن مقرر کر لو اس لئے کہ تمہارے تمام لوگ اس دن فارغ ہو کر ایک جگہ عیش و عشرت کے لئے جمع ہوتے ہیں اس طرح تمام لوگ اس مقابلہ کو آسانی سے دیکھ سکیں گے اور تمام لوگوں کو دن چڑھے جمع ہونا چاہیے۔

جادوگروں کا آجانا :

﴿ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ☆ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ☆ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ☆ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ☆ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴾

(پ١٩ سورت شعراء ٣٨، ٤٢)

marfat.com

Marfat.com

اے موسیٰ علیہ السلام اس کو پکڑو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب پکڑا تو وہ پھر اپنے حال پر لوٹ آیا یعنی عصا بن گیا۔

(روح المعانی ج ۵ حصہ دوم ص ۲۰

موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنا ایک معجزہ دکھادیا تو فرعون نے کہا کیا اور بھی تم نشانی لائے ہو تو آپ علیہ السلام نے فرمایا : ہاں آپ نے اپنے ہاتھ کو بغل میں لے کر باہر نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمکنے لگا۔

﴿ وَنَزَعَ يَدَهُ فَاِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴾ اور اپنا ہاتھ نکال تو جبھی وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں جگمگانے لگا۔

(پ ۱۹ سورت شعراء ۳۳)

﴿ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهُ اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيْمٌ ﴾ فرعون نے اپنے گرد (بیٹھے ہوئے) سرداروں سے کہا کہ بے شک یہ دانا جادوگر ہیں۔ (پ ۱۹ سورت شعراء ۳۴)

فرعون نے جب اپنے گرد بیٹھے ہوئے سرداروں کو کہا کہ یہ تو جادوگر ہیں تو انہوں نے بھی فرعون کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے بطور مشاورت کے کہا ہاں ایسا ہی ہے ۔

﴿ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيْمٌ ☆ ﴾ (پ۹ اعراف ۱۰۹)

فرعون کی قوم کے سردار بولے یہ تو ایک علم والا جادوگر ہے

﴿ يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَا ذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ☆ ﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۳۵، ۳۷)

(فرعون نے اپنے قوم کے سرداروں کو کہا) چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے تب تمہارا کیا مشورہ ہے ؟ وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو کہ وہ تیرے پاس بڑے بڑے دانا جادوگروں کو لے آئیں ۔

marfat.com

Marfat.com

معاملہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے اور چھپ کر مشورہ کرنے لگے، بولے بے شک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور تمہارا اچھا دین لے جائیں، تو اپنے داؤ کو پکا کرلو، (تمام میلے میں مل کر جمع کرلو) پھر سب صف باندھے آجاؤ، آج وہی کامیاب ہوگا جو اس مقابلہ میں کامیاب رہا۔

یہاں سے یہ بیان کیا جارہا ہے فرعون نے جب جادوگروں کو جمع کرلیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے ہونے پر کیا کیا؟ تو اس کا جواب دیا جارہا ہے۔

" قال لهم بطريق النصيحة" آپ نے انہیں نصیحت کے طور پر کہا

کہ میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دکھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے معجزات عطا فرمائے ہیں، تم یہ کہتے ہو کہ میں یہ جادو کررہا ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے، اس سے تو تمہاری بربادی ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب سے تباہ کردے گا۔ جس عذاب کو ٹالنے کی تمہیں کوئی قدرت حاصل نہیں ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت پر......

" فتنازعوا ای السحرة حين سمعوا كلامه عليه الصلوة و السلام كان ذالك غاظهم فتنازعوا"

یعنی آپ کے کلام کو سن کر جادوگر غیظ و غضب میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے اور بحث کرنے لگے کہ کیسے اسے جواب دیا جائے؟ اور یہ مشورہ ان کا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے چھپ کر تھا کہ وہ اس پر واقف نہ ہو جائیں۔ آخر کار ان کو اسی پر اتفاق ہوا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں، یہ تو ہمیں اس زمین سے نکالنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان سے سر توڑ مقابلہ کرنا چاہیں اپنے اپنے داؤ اس کے سامنے لاکر اسے عاجز کرنا چاہیئے، کامیابی پر ہمیں غلبہ حاصل ہوگا۔

(تفسیر ابو سعود)

موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ :

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ☆ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّا

marfat.com

Marfat.com

تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہو گے شائد ہم ان جادوگروں کی پیروی کریں اگر یہ غالب آجائیں پھر جب جادوگر آئے فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے اس نے کہا ہاں اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔

جادوگر میلے کے دن آگئے ،لوگوں کو بھی کہہ دیا گیا کہ سب لوگ ضرور جمع ہونا کیونکہ ہمیں امید ہے کہ ہمارے جادوگر ہی غالب آئیں گے ہم ان کے دین پر قائم رہیں گے ،اگرچہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دین پر آنا ہی نہیں چاہتے تھے لیکن لوگوں کو مائل کرنے کے لئے انداز ایسا رکھا کہ جس کلام میں شک ہو کہ شائد ہم ان جادوگروں کی ہی تابعداری کریں گے اگر یہ غالب آگئے۔

جادوگر جب فرعون کے دربار میں آئے تو انہوں نے شاہی دربار سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور کہا کہ اگر ہم غالب آگئے تو کیا ہمیں بہت بڑا معاوضہ ملے گا جو بادشاہ کی شان کے لائق ہو؟ فرعون نے کہا ہاں! میں تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔ بادشاہ جن کو اپنا قریبی بنالیتے ہیں ان پر قومی خزانوں کا تو منہ کھول دیا جاتا ہے وہ انعام کا سن کر مقابلہ کے لئے آمادہ ہو گئے۔

(از روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کی جادوگروں کو تبلیغ:

﴿ قَالَ لَهُمْ مُوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ☆ فَتَنَازَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ☆ قَالُوْا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ☆ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴾

(پ ۱۶ سورت طٰہٰ ۶۱، ۶۴)

ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تمہیں خرابی ہو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھو، کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے اور بے شک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا، اور وہ اپنے

marfat.com
Marfat.com

ان کی حرکت کو دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔ وہ ایک دوسرے کو ڈرانے لگے کہ بچ جاؤ یہ تو سانپ بن گئے ہیں۔ کیونکہ کثیر مقدار میں تو خود جادوگر تھے ،اور پھر ہر ایک کے ہاتھ میں کتنی کتنی لاٹھیاں اور رسیاں تھیں ۔ اس طرح اس میدان میں ہر طرف سانپ ہی سانپ نظر آنے لگ گئے ۔

(تفسیر کبیر)

﴿ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ☆ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ☆ ﴾

(پ ١٦ سورت طٰهٰ ٦٧ . ٦٨)

تو اپنے نفس میں موسیٰ علیہ السلام نے خوف پایا ہم نے فرمایا : ڈر نہیں بے شک تو ہی غالب ہے

موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو بلا خوف و خطر تبلیغ فرمائی کہ بے شک تم اپنے جادوگروں کو بلا لو تو ڈرنے کا مطلب کیا ہو سکتا ہے جبکہ......

" قد علم موسی علیه السلام انهم لا یصلون الیه و ان الله ناصره "

موسیٰ علیہ السلام کو یقینی طور پر علم حاصل تھا کہ یہ جادوگر اور ان کے بنائے ہوئے سانپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ میرا ناصر ہے آپ کو ڈر اس چیز کا محسوس ہوا۔

" انه خاف ان تدخل علی الناس شبهة فیما یرونه فیظنوا انهم قد ساووا موسی علیه السلام و یشتبه ذالك علیهم"

کہ لوگ کہیں جادوگروں کے جادو کو دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ یہ لوگ بھی موسیٰ علیہ السلام کے برابر ہی ہیں ،لوگوں پر کہیں جادو اور معجزہ میں فرق کرنا مشکل نہ ہو جائے۔ جو اصل مقصد ہے کہ لوگوں پر معجزہ کا غلبہ واضح ہو جائے وہ فوت نہ ہو جائے پس صرف اسی بات کا خوف تھا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام ڈریئے نہیں بے شک آپ کو ہی غلبہ حاصل ہو گا یعنی جادوگر خود ہی اپنی شکست کا جب اعتراف کر لیں گے اور آپ کی حقانیت تسلیم کر لیں گے تو مقصد پورا ہو جائے گا۔

(ماخوذ از کبیر)

﴿ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ☆ فَوَقَعَ الْحَقُّ

marfat.com

Marfat.com

اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ☆

(پ ۹ سورت اعراف ۱۱۵، ۱۱۶)

انہوں نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام یا تو آپ (اپنا عصا) ڈالیں یا ہم (اپنی رسیاں اور لاٹھیاں) ڈالنے والے ہیں، آپ علیہ السلام نے کہا: تم ڈالو، جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا، اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے انہیں تبلیغ کی کہ تم غلط راہ پر ہو اپنی بربادی نہ تلاش کرو، لیکن جادوگر جب باز نہ آئے، مقابلہ پر ہی ان کا اتفاق ہوا اور انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کو کہ اب ذرا سامنے آجاؤ یا پہلے تم اپنا عصا ڈالو یا ہم اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالتے ہیں ۔جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تو آپ نے انہیں کہا کہ ٹھیک ہے پہلے تم ہی ڈال دو ۔

یاد رہے کہ جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا: "پہلے تم ڈالو" یہ جادو کی اجازت نہیں تھی ۔ بلکہ ان کی ضد پر انہیں پہلے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنے کی اجازت دی، ذکر کردہ بحث سے وہ اعتراض مندفع ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو جادو کرنے کی اجازت دی، حالانکہ جادو کرنا کفر ہے۔ کفر کی اجازت دینا بھی کفر ہے تو آپ نے کیسے اجازت دی؟ اس کا جواب واضح ہو چکا ہے کہ آپ علیہ السلام نے انہیں جادو سے روکا اور یہ بتایا کہ یہ باعث عذاب ہے۔ لیکن جب وہ جادو کرنے پر بضد تھے تو آپ نے کہا ٹھیک ہے اگر اپنے کفر کی وجہ سے میرے معجزے سے مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو کر لو، تا کہ حق اور باطل میں فرق واضح ہو جائے ۔جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو لوگوں کی آنکھوں پر اثر کر دیا کہ وہ صحیح دیکھنے سمجھنے کے قابل نہ رہیں، اس سے واضح ہوا کہ جادو سے کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدلا جا سکتا یہ صرف ایک بناوٹ ہوتی ہے ۔

"لو کان السحر حقا لکانوا قد سحروا قلوبھم لا اعینھم"

اگر جادو حق ہوتا یعنی اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو یہ ذکر کیا جاتا کہ ان کے دلوں پر جادو کر دیا یہ نہ کہا جاتا کہ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔

بعض روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ انہوں نے رسیوں اور لاٹھیوں پر پارہ چڑھا دیا تھا، پھر دھوپ میں رکھنے کی وجہ سے ان میں حرکت پیدا ہو گئی لوگوں نے سمجھا کہ یہ اپنے اختیار سے حرکت کر رہی ہیں

marfat.com
Marfat.com

"وجدوا معجزة موسى عليه السلام خارجة عن حد السحر علموا انه من المعجزات الالٰهية لامن جنس التمويهات البشرية"

انہیں معلوم ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ جادو کی حد سے خارج ہے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ معجزات سے ہے ، انسانی بناوٹ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر وہ اپنے جادو کے علم میں کامل درجہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ معجزہ اور جادو میں فرق نہ کر پاتے ، بلکہ کہتے کہ وہ شخص جادو کے علم میں ہم سے زیادہ ہے ، اسی لئے ہم اس سے عاجز آگئے ہیں۔ پتہ چلا کہ وہ جادو کے علم میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے اسی کامل علم کی وجہ سے وہ کفر سے ایمان کی طرف منتقل ہوئے ۔

" فاذا كان حال علم السحر كذالك فما ظنك بكمال حال الانسان فى علم التوحيد"

جب جادو کے علم سے ان کو اتنا فائدہ حاصل ہو گیا تو اے انسان ذرا غور کر کہ اگر تجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم حاصل ہو تو اس میں کتنا ہی کمال ہو گا ؟

(کبیر)

جب جادوگروں پر موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کی حقیقت کھل گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے بے اختیار سجدہ میں گر گئے ، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا کی ہے کہ ہمیں پتہ چل گیا یہ معجزہ ہے جادو نہیں ، پھر انہوں نے کہا رب العالمین پر ہمارا ایمان ہے۔

خیال رہے کہ صرف رب تعالیٰ پر ایمان لانے سے ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی بلکہ ایمان مکمل اسی وقت ہوتا ہے جب نبی پر ایمان لائے ، کیونکہ نبی پر ایمان لانے سے تمام ایمانیات پر ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے اسی لئے انہوں نے پھر کہا کہ ہمارا ایمان موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب تعالیٰ پر ہے یعنی انھیں اسی نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

فائدہ جلیلہ : جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ شروع کرنے سے پہلے کہا :

﴿ يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴾

اے موسیٰ (علیہ السلام) یا تو آپ ڈالیں اور یا ہم ڈالنے والے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

﴿وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ☆ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ☆ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ☆قَالُوْا آمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ☆ رَبِّ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ☆﴾

(۹ سورت اعراف ۱۱۷ ۔ ۱۲۲)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال، تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا، تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا، تو یہاں وہ مغلوب ہوئے اور ذلیل ہو کر پلٹے اور جادو گر سجدے میں گرا دیئے گئے، بولے ہم ایمان لائے جہاں کے رب پر جو رب ہے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا۔

وحی کرنے سے مراد حقیقی وحی بھی ہو سکتی ہے اور الہام بھی، یعنی ہو سکتا ہے کہ اس وقت آپ کے دل میں القاء کر دیا گیا ہو کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں ، وہ ان کے جادو سے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل جائے گا جب آپ نے اپنا عصا ڈالا تو وہ بہت بڑا اژدھا بن گیا اس نے اپنا منہ کھولا تو اس کے منہ کے درمیان اسی ذراع (ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور اس نے ان کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا، حالانکہ وہ تین سو اونٹوں پر لاد کر لائے تھے ، موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے پکڑا تو وہ پہلے کی طرح عصا ہو گیا۔ جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں معدوم ہو گئیں۔ یعنی ایسے باقی نہ رہیں جیسے ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

بعض جادوگروں نے دوسرے جادوگروں کو کہا کہ یہ جادو نہیں ہو سکتا کیونکہ جادو میں ایک چیز کی حقیقت نہیں بدلتی صرف دوسرے لوگوں کی آنکھوں پر اثر ہوتا ہے، اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیوں اور لاٹھیوں کو نہ نگل لیتا۔

"فاستدلوا به على ان موسى عليه السلام نبى صادق من عند الله تعالىٰ"

اس سے انہوں نے دلیل پکڑی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

(تفسیر کبیر)

فائدہ: واضح ہوا کہ علم کو بہت بڑی فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے جادو کا علم میں کامل درجہ رکھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ جادو کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کی انتہاء کہاں ہے؟ جب وہ اپنے فن کا اعلیٰ درجے کا علم رکھتے تھے تو ......

marfat.com

Marfat.com

انسان ہے۔

" والا لما احتاج الی الاستعانة بالسحرة فی دفع موسی علیه السلام "

ورنہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دفاع میں جادوگروں سے امداد طلب نہ کرتا۔

اگر خدا ہوتا تو خود ہی صرف "کُنْ" سے کام تمام کر دیتا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ جادوگر کسی چیز کی حقیقت کو نہیں بدل سکتے ، اگر وہ کسی چیز کی حقیقت کو بدل سکتے تو فرعون کو یہ نہ کہتے کہ " اگر ہم غالب آگئے تو کیا تو ہمیں اجرت دے گا" ؟ بلکہ وہ خود ہی مٹی سے سونا بنا لیتے ۔بلکہ وہ اپنے جادو کے ذریعے فرعون کی بادشاہی پر قبضہ کر لیتے یا کسی اور ملک کی بادشاہی حاصل کر کے بہت بڑے رئیس بن جاتے ۔ انسانوں کو ان آیات سے متنبہ کیا گیا کہ تم باطل اور جھوٹے اقوال اور شعبدہ بازی کے افعال سے فریب نہ کھا جانا، بلکہ اپنے ایمان پر قائم رہنا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

فرعون کی جادوگروں کو دھمکی :

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ☆ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۲۳ ، ۱۲۴)

فرعون نے کہا تم اس پر ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا یہ تو بڑا مکر ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو، تو اب جان جاؤ گے قسم ہے کہ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا، پھر تم سب کو سولی دوں گا ۔

جب فرعون نے دیکھا کہ جادوگروں نے تمام مخلوق کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کر لیا ہے اسے خوف ہوا کہ تمام لوگ آپ پر ایمان نہ لے آئیں ، اس نے دو قسم کے شبہات ڈال کر قوم کو ایمان لانے سے منع کرنے کی کوشش کی ، ایک تو اس نے یہ کہا : کہ ان لوگوں کا ایمان لانا اس وجہ

marfat.com

Marfat.com

انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلے کیااور اپنا ذکر بعد میں کیا:

" ان القوم راعوا حسن الادب حيث قدموا موسى عليه السلام فى الذكر وقال اهل التصوف انهم لما راعو الادب لاجرم رزقهم الله تعالىٰ الايمان ببركة رعاية هذا الادب "

بے شک جادوگر قوم نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر پہلے کر کے آپ کے ادب واحترام کی اچھے طریقے سے پاسداری کی، صوفیائے کرام نے فرمایا ہے: کہ اسی ادب واحترام کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی نعمت سے سرفراز کیا۔

(تفسیر کبیر)

سبحان اللہ! کیا شان ہے انبیائے کرام کی، کہ ان کے ادب واحترام سے کافروں کو ایمان نصیب ہوتا ہے اور ان کی گستاخی کی وجہ سے کلمہ توحید پڑھنے والے بھی مردود ہو جاتے ہیں۔

تنبیہ: اس واقعہ سے پتہ چلا کہ اس زمانے میں جادوگر کثیر تعداد میں تھے، اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ دیا گیا جس سے آپ نے جادوگروں کا مقابلہ کیا اور ان کو عاجز کر دیا، تمام انبیائے کرام کو ان کے زمانے کے مطابق معجزات عطا کئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب (حکمت) کا زور تھا آپ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطاء ہوئے کہ تمام اطباء (حکماء) ان سے عاجز رہے؛ کیونکہ آپ کو مردوں کا زندہ کرنا، مادرزاد اندھے کو نظر عطا کرنا، برص والے کو درست کرنے کے معجزات عطاء ہوئے، جو کسی طبیب کی طاقت میں یہ نہ تھا کہ ایسا کر سکے، نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فصاحت کا زور تھا، بڑے بڑے شعراء ایک ایک طرح و مصرعہ پر قصائد لکھ دیتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کا کلام پیش کیا جو آپ کا عظیم معجزہ ہے تو وہ تمام عاجز آگئے، کسی ایک کو جرأت نہ ہو سکی کہ قرآن پاک کی ایک چھوٹی سورۃ کا مقابلہ کر سکے جبکہ قرآن پاک نے انہیں بار بار چیلنج بھی کیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

نتیجہ حاصل ہوا: فرعون...... جو خدائی کا دعویدار تھا، کہتا تھا: ﴿ انا ربكم الاعلى ﴾ میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں اس...... کے متعلق تمام لوگوں کو پتہ چل گیا کہ وہ ذلیل، عاجز، گھٹیا

marfat.com

Marfat.com

رہیں گے۔ اور یہ صلہ اس کا ہے جو پاک ہوا۔

فرعون کی دھمکی کو انہوں نے دوٹوک الفاظ میں رد کر دیا اور اس کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا ؛ کیونکہ انہیں کامل یقین اور مکمل بصیرت حاصل ہو چکی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں، انہوں نے فرعون کو کہا کہ تمہارے فیصلہ کا تعلق دنیا کی زندگی سے ہے جو فانی ہے اور ہمارا مطلوب اخروی زندگی کی سعادت حاصل کرنا ہے جو ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ اور عقل کا تقاضہ ہے کہ ان فانی نقصانات کو برداشت کر لیا جائے جو باقی رہنے والی سعادت تک پہنچانے کا ذریعہ نہیں۔

﴿ قَالُوْا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ☆ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلاَّ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَ تْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ☆ ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۲۵، ۱۲۶)

انہوں نے کہا ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کیا برا لگا، یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی طرف نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل دے (ہمیں صبر عطا کر) اور ہمیں مسلمان اٹھا۔

انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم مرعوب ہونے والے، ڈرنے والے نہیں ؛ کیونکہ ہم تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف پھرنے والے یعنی اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ اے بے عقل، خدائی کے دعوے دار! تو کس چیز کو برا سمجھ رہا ہے؟ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں آگئیں ہم ان کو دیکھ کر ایمان لائے۔ بس یہی چیز تجھے ناپسند آئی۔

پھر انہوں نے رب تعالیٰ سے دعا کی، کہ اے اللہ تعالیٰ! اگرچہ تو نے ہمیں سیدھی راہ پر قائم کر دیا اور فرعون کی دھمکیوں کے مقابل صبر عطا کر دیا ہے، لیکن یہ نعمت ہمارے پاس قائم اسی وقت رہ سکتی ہے جب تیرا فضل ہمیں شامل حال رہے ۔انہوں نے عرض کیا:

﴿ ربنا افرغ علینا صبرا ﴾ اے ہمارے رب ہمیں کامل صبر عطا کر۔

"افراغ الإناء" اس وقت کہا جاتا ہے جب برتن کو انڈیل کر اس میں موجود چیز کو کامل طریقہ

marfat.com

Marfat.com

سے نہیں کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی حقانیت کو دیکھا ہے بلکہ انہوں نے پہلے سے موسیٰ علیہ السلام سے سازباز کررکھی تھی کہ ہم تمہاری نبوت کا اقرار کرلیں گے اور تم پر ایمان لے آئیں گے ۔لوگ ہمیں دیکھ کر تم پر ایمان لائیں گے۔

دوسری بات اس نے یہ کہی کہ موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا اتفاقی مشورہ یہ ہے کہ تمہیں تمہارے شہروں سے باہر نکال دیں اور خود اس ملک پر قابض ہو جائیں ۔وطن سے لوگوں کو بہت زیادہ محبت ہوتی ہے اس لئے وہ ان لوگوں کو ایمان سے دور رکھنے میں کامیاب ہو گیا اگرچہ اس کے دونوں شبہات کی کوئی حیثیت نہیں تھی، لیکن قوم بھی تو بے سمجھ ہی تھی۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

نومسلموں کا فرعون کو جواب :

﴿ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ☆ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ☆ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ☆ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ☆ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَكّٰى ﴾

(پ ۱۶ سورت طٰہٰ ۷۲، ۷۶)

انہوں نے کہا ہم ہرگز تجھے ترجیح نہیں دیں گے ان روشن دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں، ہمیں اپنے پیدا کرنے والے کی قسم تو کرلے جو تجھے کرنا ہے، تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا۔ بیشک ہم اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لائے کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے اور وہ جو تو نے ہمیں مجبور کیا جادو پر ۔اور اللہ تعالیٰ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ بے شک جو اپنے رب تعالیٰ کے حضور مجرم ہو کر آئے تو ضرور اس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ مرے اور نہ جیئے ، اور جو اس کے حضور ایمان کیساتھ آئے کہ اچھے کام کیئے ہوں انہی کے درجے اونچے بسنے کے باغ ، جن کے نیچے جاری نہریں ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ان میں

marfat.com

Marfat.com

" واعلم ان فرعون کان کلما رأی موسی خافه اشد الخوف فلهذا السبب لم یتعرض له "

یقین کیجئے بیشک فرعون نے جب بھی موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اس پر آپ کا شدید رعب طاری ہوا وہ آپ سے بہت زیادہ ڈرتا تھا ، یہی وجہ تھی کہ اس نے آپ علیہ السلام کا راستہ کھلا چھوڑ دیا تھا ۔

فرعون کی قوم کے سرداروں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ فرعون تو موسیٰ علیہ السلام سے ڈرتے ہوئے آپ کو آزاد رکھے ہوئے ہے، انہوں نے کہا: کہ اگر تم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو اسی طرح آزادی دیئے رکھی کہ وہ اپنی تبلیغ کرتے رہے تو تمہیں اور تمہارے خداؤں کو لوگ چھوڑ دیں گے۔

ایک قول زجاج کا یہ بھی ہے۔

" ایکون منك ان تذر موسی وان یذرك موسی "

تم نے اگر موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح آزادی دیئے رکھی، اس کا راستہ کھلا چھوڑے رکھا تو موسیٰ علیہ السلام تم سے اور تمہارے معبودوں سے دور رہے گا۔

خیال رہے کہ فرعون اگرچہ خود بھی خدائی کا دعویدار تھا لیکن اس نے لوگوں کو بتوں کی عبادت کی اجازت دے رکھی تھی، یہی مفہوم ہے " الھتک " کا، کہ تمہارے معبودوں کو چھوڑ دیں گے ۔

" قیل ان فرعون کان قد وضع لقومه اصناما صغارا وامرهم بعبادتها وقال انا ربکم الاعلی ورب هذه الاصنام قال الحسن کان فرعون یعبد الاصنام "

کہا گیا کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے چھوٹے چھوٹے بت بنا رکھے تھے وہ انہیں بتوں کی عبادت کا حکم دیتا تھا اور کہتا تھا میں تمہارا سب سے بڑا خدا ہوں اور ان بتوں کا بھی میں رب ہوں حضرت حسن کا قول ہے کہ فرعون خود بھی بتوں کی عبادت کرتا تھا قوم کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قید کر لیا جائے اور سخت ترین سزا دی جائے ۔

" فعند هذا لم یذکر فرعون ما هو حقیقة الحال وهو کونه خائفا من موسی علیه السلام "

marfat.com

Marfat.com

قوم کے اس مطالبہ پر فرعون نے حقیقت حال کو ان پر واضح نہ کیا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام سے شدید خوف لاحق ہو چکا ہے۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ ہم بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرا دیں گے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیں گے، اس طرح موسیٰ علیہ السلام کے معاون مرد نہیں رہیں گے، اور ان کی قوم کی نسل ختم ہو جائے گی، یہ کام کرنا ہم پر کوئی مشکل نہیں کیونکہ ان پر غلبہ حاصل ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

بنی اسرائیل کا ڈرنا اور موسی علیہ السلام کا تسلی دینا:

﴿قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللهِ وَاصْبِرُوْا إِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ☆ قَالُوْا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۲۸، ۱۲۹)

موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو اور صبر کرو، بیشک زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے۔ اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے کہا: کہ ہم ستائے گئے ہیں آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد۔ آپ (علیہ السلام) نے فرمایا: قریب ہے کہ تمہارا رب دشمن کو ہلاک کر دے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے، پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو۔

قوم نے جب سنا کہ فرعون نے ہمارے بچوں کو ذبح کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے تو بہت زیادہ پریشان ہوئے، ان پر بہت زیادہ گھبراہٹ طاری ہوئی، کہنے لگے: اے موسیٰ علیہ السلام ہمیں آپ کے تشریف لانے سے پہلے بہت ستایا گیا، جزیہ ہم سے وصول کیا گیا اور ہر مشکل کام اور ہر حقیر کام ہم سے لیا جاتا رہا کسی قسم کی نعمت آسائش ہم تک نہیں پہنچنے دی گئی۔ ہمارے بچوں کو ذبح کرایا گیا۔ ہماری لڑکیوں کو زندہ چھوڑا گیا۔ اے موسیٰ علیہ السلام اب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے کیا اب بھی ہمیں

marfat.com

Marfat.com

پہلے کی طرح ہی ستایا جائے گا؟ یاد رہے کہ ان کا یہ سوال حقیقت حال جاننے کے لئے تھا، کوئی اعتراض نہ تھا اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ناراضگی کا اظہار تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیتے ہوئے دو چیزوں کا حکم دیا، اور دو چیزوں کی بشارت دی۔ آپ علیہ السلام نے ایک حکم یہ دیا۔

--- "استعینوا با للہ" اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرو اور دوسرا حکم آپ نے یہ دیا "واصبروا" صبر کرو۔ پہلے آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ جب انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور جہان میں مدبر (تمام امور کی تدبیر فرمانے والا) نہیں تو اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کی معرفت سے کھل جاتا ہے۔ اور اس پر تمام قسم کی مصیبتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا مشاہدہ کرنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام قسم کی مصیبتیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دو بشارتیں دیں ان میں سے ایک یہ ہے:

﴿اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ﴾

بیشک زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے مالک بنائے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ تسلی دیتے ہوئے یہ خوشخبری دی کہ فرعون اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا اور تمہیں اس زمین کا مالک بنا دے گا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے وعدے پر ایمان رکھتے ہوئے خوش ہو جائیں اور فرعون کی دھمکیوں کے خطرہ کو دل سے نکال دیں۔

دوسری بشارت آپ علیہ السلام نے یہ دی۔

﴿والعاقبة للمتقین﴾ اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔

اعلیٰ حضرت مولنا احمد رضا خان بریلوی نے کتنا پیارا ترجمہ فرمایا! اس کی تفسیر میں علامہ رازی فرماتے ہیں:

" فقيل المراد امر الآخرة فقط وقيل المراد امر الدنيا فقط وهو الفتح

marfat.com

Marfat.com

والظفر والنصر علی الاعداء و قیل المراد مجموع الامرین "

بعض حضرات نے کہا اس سے مراد صرف آخرت کی کامیابی ہے، یعنی متقین کا آخر میں انجام اچھا ہوگا، بعضوں نے کہا مراد اس سے صرف دنیا کی کامیابی و کامرانی اور دشمن پر ان کو امداد حاصل ہونا اور بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد دین اور دنیا کی کامیابی ہے۔

زیادہ بہتر یہ آخری معنی ہے کیونکہ "للمتقین" کی تفسیر میں علامہ رازی فرماتے ہیں:

" اشارة الی ان کل من اتقی اللہ تعالیٰ وخافه فاللہ یعینه فی الدنیا والاخرة"

اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تقوی اور خوف رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں امداد فرماتا ہے۔

یعنی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا میدان پرہیزگار لوگوں کو ہی حاصل رہے گا۔

فرعون کی قوم کا مشورہ:

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ☆ ﴾

(پ ۲۴ سورت مومن ۲۵)

پھر جب موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ان لوگوں کے پاس حق ہمارے ہاں سے تو انہوں نے کہا قتل کر ڈالو ان لوگوں کے بچوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے اور زندہ چھوڑ دو ان کی لڑکیوں کو اور نہیں ہے کافروں کا ہر مکر مگر رائیگاں۔

جب موسیٰ علیہ السلام دین حق لے کر ان کے پاس آئے اور اپنی صداقت اور اپنے دین کی حقانیت کو براھینِ قاطعہ سے ثابت کر دیا تو وہ لوگ دلائل و براھین کے میدان میں زچ ہو گئے اور جھوٹے الزامات پر اتر آئے اور بہتان تراشی کا شیوہ اختیار کرتے ہوئے آپ کو جادوگر اور جھوٹا کہنا شروع کر دیا۔ اس سے بھی جب بات نہ بنی تو تشدد پر اتر آئے۔ یہ فیصلہ کیا کہ بنی اسرائیل کی نسل کشی کی جائے، بچے مار ڈالے جائیں، لڑکیاں زندہ رہنے دی جائیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کی عددی قوت ختم ہو جائے گی اور وہ کسی طرح ہمارے لئے خطرہ کا باعث نہ بنے گی، لیکن ان کی یہ سازش ناکام ہو گئی۔

marfat.com

Marfat.com

کیا پیارے الفاظ ہیں : ﴿ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِيْنَ اِلاَّ فِيْ ضَلٰلٍ ﴾

یعنی انہوں نے یہ منصوبہ موسیٰ علیہ السلام کو کمزور کرنے کے لئے اور آپ کی دعوت کو بے اثر بنانے کے لئے سوچا تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی یہ چال سیدھی راہ سے بھک گئی اس لئے مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

(از ضیاء القرآن)

فرعون کا شیخی مارنا :

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ☆ ﴾

(پ ٢٤ سورت مومن ٢٦)

اور فرعون نے (جھنجھلا کر) کہا مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروں اور وہ بلائے اپنے رب کو (اپنی مدد کے لئے) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین بدل نہ دے یا فساد نہ پھیلا دے ملک میں۔

فرعون شیخی بگھارتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اعیان مملکت ! اگر مجھے کچھ نہ کہو میں چشم زدن میں موسیٰ علیہ السلام کا کام تمام کر دوں، مجھے تو تمہاری رائے کا پاس ہے اور میں اسے کچھ نہیں کہتا گویا کہ موسیٰ علیہ السلام پر امرائے حکومت کی پاسداری کی وجہ سے اب تک ہاتھ نہیں اٹھایا گیا ، حالانکہ فرعون دل میں ڈر رہا تھا کہ اگر اس نے زیادتی کی تو کہیں موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا اژدھا بن کر اسے نگل نہ جائے اپنی رعایا کو اپنی پالیسی کے بارے میں مطمئن کرنے کے لئے فرعون نے دو خطروں کو ذکر کیا۔

پہلی بات تو یہ بتائی کہ اگر تم نے موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کوئی مؤثر کاروائی نہ کی تو یہ تمہارے عقائد کی عمارت کو منہدم کر کے رکھ دے گا۔

دوسری یہ بات ہے کہ اب تو تم بڑے امن وسکون اور خیر وعافیت سے زندگی بسر کر رہے ہو نہ بیرونی حملے کا خطرہ ہے اور نہ اندرون ملک کوئی شور برپا کر سکتا ہے اور اگر بنی اسرائیل کے مردوں اور عورتوں کو پذیرائی حاصل ہو گئی تو یاد رکھو بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔ پسماندہ اور مفلوک الحال

marfat.com

Marfat.com

لوگ تمہاری بالا دستی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ملک بھر میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دیں گے۔ علقمندی اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ اس ابھرتے ہوئے خطرہ کا آج ہی مکمل طور پر انسداد کر دیا جائے

حقیقت میں اس کی ذات اور اس کا تختِ شاہی خطرے سے دوچار تھا، وہ صرف مصریوں کا بادشاہ ہی نہیں تھا بلکہ ان کا خدا بھی تھا، اس نے سوچا اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو لوگ اس کی خدائی کو ماننے سے انکار کر دیں گے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کو قبول کریں گے۔ نیز اس ظلم و ستم کی پھر اس حاکم قوم کو اجازت نہ ہوگی۔

دراصل دعوت موسوی سے اس کی ذات کو خطرہ لاحق تھا، عصائے موسوی کی ہیبت سے اس کا تخت کانپ اٹھا تھا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے قتل پر اپنی قوم کو رضامند کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کی ذات اور اس کا اقتدار سلامت رہے، لیکن ایک چالاک اور شاطر سیاست دان کی طرح ظاہر یہ کرنا چاہتا تھا کہ یہ اقدامات قوم کے مذہب کی سلامتی اور ملک میں امن وامان برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

صدہا سال پہلے فرعون نے جو چال چلی، " فرعونی سیاست کے پیروکار " آج بھی حرف بحرف اس کی تقلید کر رہے ہیں جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ ان کی دھاندلیوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اور اس ظالمانہ نظام کو بدلنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو ان عقل کے اندھوں کو یہ توفیق تو نہیں ہوتی کہ وہ اپنی خامیوں کی اصلاح کر لیں، جور و ستم کا جو بازار انہوں نے گرم کر رکھا ہے اس کی جگہ قانون کی فرمانروائی بحال کریں، الٹا وہ لٹھ لے کر ان نیک بندوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، ان کو فسادی، اقتدار کا بھوکا اور معلوم نہیں کن کن الزامات سے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

(ضیاء القرآن)

موسیٰ علیہ السلام کا جواب :

﴿ وَقَالَ مُوْسٰى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ☆﴾

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں پناہ مانگتا ہوں اپنے رب کی اور تمہارے پروردگار کی ہر اس متکبر (کے شر) سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

marfat.com

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کے اس منصوبہ کا علم ہوا تو آپ گھبرائے نہیں، پریشان نہیں ہوئے، بلکہ آپ کی زبان سے وہی جملہ نکلا جو موسیٰ علیہ السلام جیسے برگزیدہ رسول کے شایان شان تھا، فرمایا: مجھے اکیلا نہ سمجھو! مجھے اس رب ذوالجلال کی پناہ اور حمایت حاصل ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ تم لاکھ اس کی بندگی کا رشتہ توڑنا چاہو، تم فرعون کو اپنا خدا سمجھتے ہو، تم حقیقت کو بدل نہیں سکتے، بندے پھر بھی تم اسی رب تعالیٰ کے ہو، جس کا میں بندہ ہوں۔ میں نے ہر متکبر اور سرکش کے شر سے اس کے دامن رحمت میں پناہ لی ہوئی ہے، تم میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔

(ضیاء القرآن)س

ایمان چھپانے والے شخص نے کہا:

﴿ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ☆ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴾

(پ ۲۴ سورت مومن ۲۸، ۲۹)

اور کہنے لگا ایک مرد مومن، جو فرعون کے خاندان سے تھا اور چھپائے ہوئے تھا اپنے ایمان کو، کیا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؟ حالانکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے (اسے اپنے حال پر چھوڑ دو)، اگر وہ حقیقتاً جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کی شامت اس پر ہو گی، اور اگر وہ سچا ہوا (اور تم نے اس کو گزند پہنچائی) تو ضرور پہنچے گا تمہیں وہ عذاب جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹ بولنے والا ہو، اے میری قوم! مانا آج حکومت تمہاری ہے، (نیز تمہیں) غلبہ حاصل ہے اس ملک میں، (لیکن مجھے یہ تو بتاؤ) کون بچائے گا ہمیں خدا کے عذاب سے؟ اگر وہ ہم پر آجائے گا۔ (یہ سن کر فرعون) کہنے لگا: میں تو تمہیں وہی مشورہ دیتا ہوں جس

marfat.com

Marfat.com

کو میں درست سمجھتا ہوں اور نہیں راہنمائی کرتا میں تمہاری مگر سیدھے راستہ کی طرف۔

"قِبطِی" قوم کا ایک فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا، لیکن اس نے اپنی قوم کو اپنے ایمان سے آگاہ نہیں کیا تھا، اس نے جب سنا کہ فرعون اپنے حواریوں سے مل کر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس نے ان کو اس ارادہ سے باز آنے کی تلقین شروع کی، پہلے تو انہیں جھڑکا کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے درپے آزار کیوں ہو؟ اس نے تمہارا کیا جرم کیا ہے؟ اس نے کون سی قانون شکنی کی ہے؟ محض اس لئے تم اسے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؟ اور اس نے اپنے عقیدہ کی حقانیت دلائل و معجزات سے ثابت کر دی ہے، تمہارا معاشرہ تو بڑا ترقی یافتہ ہے، تم اس کے ذاتی عقیدہ میں کیوں دخل دیتے ہو؟ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر بالفرض وہ غلط کہہ رہا ہے تو خود ہی کیفر کردار کو پہنچ جائے گا، ہمیں اپنے ہاتھ اس کے لہو سے سرخ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

آج کل ہم بڑی عزت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں حکومت ہماری ہے، ہمارے اشارۂ ابرو پر لوگوں کی قسمتیں بدلتی ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ ہمارے فرمان سے سرتابی کرے، دولت، سامان عیش وعشرت کی فراوانی ہے، ہم اس حالت کو بدلنا نہیں چاہتے، ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ یہ حالات برقرار رہیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام (نعوذباللہ) جھوٹے ہیں تو خدا "مسرف کذاب" (حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹ بولنے والا) سے خود نپٹ لے گا اور اگر وہ سچا ہے اور ہم نے اسے قتل کر دیا تو یاد رکھو خدا کا غضب جوش میں آئے گا اور عیش وعشرت کی یہ بساط الٹ کر رکھ دی جائے گی، اس لئے مصلحت کا یہی تقاضا ہے کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو نہ چھیڑیں۔ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیں اور مفروضہ خطرات سے حواس باختہ ہو کر کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں کہ خدا کے عذاب میں یوں گرفتار ہو جائیں کہ بچ نکلنے کی پھر کوئی صورت نہ رہے۔

اس کے جواب میں فرعون نے اپنی قوم سے کہا کہ میں نے تمہیں جو مشورہ دیا ہے میرے نزدیک

marfat.com

Marfat.com

وہ درست ہے اور میں تمہیں اس راہ پر گامزن کرنا چاہتا ہوں جس میں تمہاری بھلائی ہے ۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون مطلق العنان فرمانروا ہونے کے باوجود آج کل کے فرعونوں کی طرح تنگ مزاج اور کم ظرف نہیں تھا کہ ادھر کسی نے مخالف رائے دی جھٹ وہ غدار اور گردن زدنی قرار دے دیا گیا بلکہ وہ اختلاف رائے کو بڑے تحمل سے برداشت کرتا تھا۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ☆ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِھِمْ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ☆﴾

(پ ۲۴ سورت مؤمن ۳۰، ۳۱)

اور کہنے لگا وہی ایمان والا اے میری قوم میں ڈرتا ہوں کہ تم پر (بھی کہیں) پہلی قوموں کی تباہی کے دن جیسا دن نہ آجائے، جیسا حال ہوا تھا قوم نوح، عاد اور ثمود کا۔ اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بندوں پر ظلم کرے۔

اس مرد مومن نے جب دیکھا کہ اس کی پند و موعظت اثر انگیز نہیں ہو رہی تو اس نے مزید کھل کر گفتگو شروع کی اور گذشتہ زمانوں میں اپنی بد اعمالیوں کے باعث تباہ و برباد ہونے والی قوموں کا ذکر شروع کیا اور فرمایا ان تباہ ہونے والی قوموں کے حالات سے عبرت پکڑو اور اس غلط روش کو چھوڑ دو ۔

اور اس نے کہا مجھے پکار کے دن کا تم پر ڈر ہے، یعنی اس سے مراد قیامت کا دن ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ذرا سا زلزلہ آجائے یا کوئی ناگہانی مصیبت آجائے تو اتنا شور و غل مچتا ہے کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ جب لوگ یکایک قیامت کی ہولناکیوں سے دوچار ہوں گے، قدموں کے نیچے زمین انگارے کی طرح تپ رہی ہوگی، اوپر سے سورج کی کرنیں آگ برسا رہی ہوں گی ، سامنے دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، چاروں طرف سے فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ اس سراسیمگی کے عالم میں شور و غل کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس دن کو "یوم التناد" یعنی ایک دوسرے کو پکارنے کا دن کہہ دیا ۔

﴿ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ☆﴾

(پ ۲۴ سورت مؤمن ۳۳)

marfat.com
Marfat.com

مزید اس نے اپنی نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس دن سے ڈرو جس روز تم بھاگو گے پیٹھ پھیرتے ہوئے نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا اور جسے گمراہ کردے اللہ تعالیٰ اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

اس مرد مومن نے ان کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی اور کہا:

﴿ وَلَقَدْ جَاءَ كُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَ كُمْ بِهٖ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلاً كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ☆ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ اَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا كَذَالِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ☆﴾

(پ ٢٤ سورہ مومن ٣٤، ٣٥)

اے میری قوم! بے شک آئے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے پہلے روشن دلائل لے کر پس تم شک میں گرفتار رہے اس میں وہ جو لے کر آئے تھے یہاں تک کہ جب وہ وفات پاگئے تو تم نے کہنا شروع کردیا کہ نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول، یونہی گمراہ کردیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جو حد سے بڑھنے والا شک کرنے والا ہوتا ہے (یونہی گمراہ کرتا ہے) انہیں جو جھگڑتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں بغیر کسی (معقول) دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، (یہ طریقہ) بڑی ناراضگی کا باعث ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک اسی طرح مہر لگادیتا ہے اللہ تعالیٰ ہر مغرور اور سرکش کے دل پر۔

پہلے جن قوموں کا ذکر ہوا وہ دور دراز علاقوں میں بسنے والی تھیں، اب اس نبی اور اس کے منکرین کا ذکر ہو رہا ہے، جو کچھ عرصہ پہلے اسی ملک کے باشندے تھے۔ یوسف علیہ السلام کے نام سے کون ایسا مصری تھا جو واقف نہ تھا؟ ان کا دور حکومت مصر کی تاریخ کا وہ درخشاں دور تھا جب کہ ہر طرف عدل و انصاف کا نور برس رہا تھا۔ قانون کی بالادستی قائم تھی، غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کی اس طرح دل داری کی جاتی تھی کہ سبحان اللّٰہ! اس عام اور شدید قحط کی چیرہ دستیوں سے انہیں یوسف علیہ السلام کے حسن انتظام کے باعث پناہ ملی تھی۔ اس نبی اور عادل فرمانروا کے ساتھ اس کی قوم نے جو برتاؤ کیا

marfat.com

Marfat.com

"مومنِ آلِ فرعون" اس کا ذکر فرما کر انہیں تنبیہ کر رہا ہے کہ بے داغ سیرت ان کے بے عدیل نظام حکومت ان کی عدل گستری اور ان کی رعایا پروری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود ان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے، بلکہ ان کی ساری عمر اسی ادھیڑبن میں گزر گئی کی یہ نبی ہے کہ نہیں؟ قطعی اور یقینی دلائل کے باوجود وہ تذبذب کا ہی شکار رہے اور شک کی وادیوں میں بھٹکتے بھٹکتے عمر گزار دی۔ اور جب وہ نیر تاباں غروب ہو گیا تو پھر کف افسوس ملنے لگے اور کہنے لگے: ایسی ہستی اب دوبارہ پیدا نہیں ہو گی۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

پہلے ہدایت سے یوں محروم رہے اب امکان یہ تھا کہ کوئی دوسرا نبی تشریف لائے تو یہ اپنی گذشتہ غفلت اور کوتاہی کی تلافی کر لیں، یہ کہہ کر " اب اور کوئی ایسا نہیں آئے گا " انہوں نے اس امکان کو بھی کالعدم کر دیا۔

رجل مومن نے اپنی کلام کے آخر میں ایک اصول بیان فرمادیا کہ جس فرد یا قوم میں یہ تینوں عیوب پیدا ہو جائیں ان کے ہدایت پانے کی کوئی امید نہیں رہتی۔ کوئی معجزہ کوئی پند و نصیحت انہیں چاہِ ضلالت سے نہیں نکال سکتی۔ وہ اندھیروں سے اتنے مانوس ہو جاتے ہیں کہ نور سے انہیں گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔ وہ تین عیب یہ ہیں:

(۱) مسرف: حد سے بڑھنے والا جو احکام و اوامر اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں ان کی پابندی نہ کرنے والا اسے ہزار سمجھایا جائے وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجانے کا نام ہی نہیں لیتا۔

(۲) مرتاب: وہ شخص جو شک کی بیماری کا مریض ہو اس کے سامنے روشن دلائل کے انبار لگا دو شک کے جراثیم اس کے ذہن سے نکلتے ہی نہیں۔

(۳) من یجادل: جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بے جا تاویل کرتا ہے ان میں عیب نکالتا ہے تضاد ثابت کرتا ہے جس فرقہ میں یہ تین عیب ہوں خدا انہیں کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ☆ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۚ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ

marfat.com

Marfat.com

عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ☆﴾

(پ ٢٤ سورت مومن ٣٦، ٣٧)

اور فرعون نے کہا: اے ہامان بنا میرے لئے ایک اونچا محل (اس پر چڑھ کر) ان راہوں تک پہنچ جاؤں یعنی آسمان کی راہوں تک، پھر میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کو اور میں تو یقین کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے اور یوں آراستہ کر دیا گیا فرعون کے لئے اس کا برا عمل، اور روک دیا گیا اسے راہِ (راست) سے۔ اور نہیں تھا فرعون کا سارا فریب مگر اس کی اپنی تباہی کے لئے۔

فرعون نے جب یہ محسوس کیا کہ اس مرد مومن کی گفتگو حاضرین کو متاثر کر رہی ہے تو اس نے فوراً پینترا بدلا اور کہنے لگا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی صداقت پرکھنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں کہ ہم اس کے بارے میں پریشان رہیں اور کسی حتمی (یقینی) فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں۔ ابھی ایک بلند مینار تعمیر کرتے ہیں اور اس پر چڑھ کر موسیٰ (علیہ السلام) کے خدا کا سراغ لگائیں گے۔ زمین پر تو کہیں ہے نہیں اگر آسمان پر مل گیا تو ہم بھی مان لیں گے اور اگر آسمان پر بھی اس کا سراغ نہ ملا تو پھر سب کو یقین ہو جائے گا کہ موسیٰ (علیہ السلام) کی بات غلط ہے۔

پھر ہامان کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ہامان، اے وزیر باتدبیر! یہ کام تم کرو۔ ہمیں ایک اونچا بہت اونچا مینار تعمیر کر دو اس پر چڑھ کر ہم آسمان پر چڑھنے کا راستہ دریافت کر لیں گے اور آسمان کا کونہ کونہ چھان ماریں گے۔

خیال رہے ہر وہ چیز جس کے ذریعہ کسی جگہ تک رسائی حاصل کی جائے اسے "سبب" کہتے ہیں یہاں اسباب سے مراد وہ راستے ہیں جو آسمان کی طرف جاتے ہیں، یا ان سے مراد آسمان کے دروازے جن کے ذریعہ آسمان میں داخل ہوتے ہیں۔

فرعون نے ساتھ ہی اپنی رائے بھی ظاہر کر دی کہ میرا تو یہ خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بات میں سچائی نام کو نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے۔ ظن بمعنی گمان غالب بھی لیا جا سکتا ہے اور بمعنی یقین بھی۔ یعنی فرعون نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سچے نہیں یا اس کا مطلب ہوگا میرا یقین ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) تو سچے نہیں۔

فرعون کا مکر و فریب اس کی تباہی کا سبب بنا یعنی اس کی مکاری عیاری حیلہ سازی اور دانستہ انکار حق کے باعث اس کے برے اعمال اسے حسین و خوشنما نظر آنے لگے وہ انہیں کے پیچھے پڑا رہا اور جو حیلہ سازیاں اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف کی تھی وہ سب خود اس کی قیاس اور بربادی کا سبب بنیں۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ☆﴾

(پ ۲۴ سورت مومن ۳۹)

اور کہنے لگا وہ جو ایمان لایا اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں دکھاؤں گا تمہیں ہدایت کی راہ۔

یعنی بھلائی اور نجات کا راستہ وہ نہیں جس پر فرعون تمہیں چلانا چاہتا ہے بلکہ آؤ میں تمہیں رشد و ہدایت کا راستہ دکھاتا ہوں جس پر چل کر تم اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہو۔

﴿ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ☆ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ☆﴾

(پ ۲۴ سورت مومن ۴۰، ۴۱)

اے میری قوم یہ دنیوی زندگی تو (چند روزہ) لطف اندوزی ہے اور آخرت ہی ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے جو برے کام کرتا ہے اسے سزا دی جائے گی اسی قدر اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو تو وہ داخل ہوں گے جنت میں، رزق دیا جائے گا انہیں وہاں بے حساب۔

مرد مومن کا سلسلہ وعظ شروع ہے اب اس نے مصلحت کے سارے حجاب تار تار کر دیئے ہیں اور اس کے نتائج اور خطرات سے بے نیاز ہو کر اعلان حق کر دیا اور کہا :

marfat.com

Marfat.com

﴿ یٰقَوْمِ مَالِیْ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْ اِلَی النَّارِ ☆ تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ ☆لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ لَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْآخِرَۃِ وَاَنَّ مَرَدَّنَا اِلَی اللّٰہِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ ھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ☆ فَسَتَذْکُرُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَکُمْ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ﴾

(پ ۲۴ سورت مومن ۴۲، ۴۴)

اے میری قوم میرا بھی عجیب حال ہے کہ میں تو تمہیں دعوت دیتا ہوں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے آگ کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کر دوں اور میں شریک ٹھہراؤں اس کے ساتھ اس کو جس کا مجھے علم تک نہیں اور میرا حال یہ ہے کہ میں پھر بھی تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو عزت والا بخشنے والا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جس کی (بندگی کی) طرف تم مجھے بلاتے ہو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسے پکارا جائے اس دنیا میں اور آخرت میں اور یقیناً ہم سب کو لوٹنا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف اور یقیناً حد سے گزرنے والے جہنمی ہیں پس (اے میرے ہم وطنو) عنقریب تم یاد کرو گے جو میں (آج) تمہیں کہہ رہا ہوں اور میں اپنا (سارا) کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں بے شک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے (اپنے) بندوں کو۔

اس مرد مومن نے کہا یعنی میرے ساتھ بھی تم لوگوں کا رویہ عجیب و غریب ہے۔ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ میں کودنے کی دعوت دیتے ہو۔ میں تمہیں اس خدائے واحد کی بندگی کی تلقین کرتا ہوں جو سب سے زبردست بھی ہے اور اس کے باوجود بڑا بخشنے والا ہے، عمر بھر خطائیں کر کے بھی اگر اس کے در کرم پر کوئی آجائے تو معاف کر دیتا ہے۔ اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا انکار کر دوں اور اس کے ساتھ ایسے شریک بناؤں جو بالکل بے بس اور بے اختیار ہیں۔ اور جن کی خدائی کا مجھے کوئی علم نہیں۔ میں تو تمہاری خیر خواہی میں سرگرم ہوں اور تم ہو کہ اپنے ساتھ مجھ غریب کو بھی ڈبو دینا چاہتے ہو۔ تم میرے عجیب دوست ہو، مجھے تمہاری ایسی دوستی کی ضرورت نہیں۔ مہربانی فرما کر مجھے اس قسم کی

marfat.com

Marfat.com

نصیحتیں نہ کیا کرو اور اس نے کہا جن معبودان باطلہ کی عبادت اور بندگی کی تم مجھے نصیحت کر رہے ہو یہ تو ایسے ہیں کہ انہیں یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ دنیا میں یا آخرت میں انہیں خدا تسلیم کیا جائے اور نہ انہوں نے خود کبھی اپنی خدائی کا دعوی کیا ہے۔ اور اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ اتنے بے بس اور بے اختیار ہیں کہ نہ دنیا میں ان کو پکارنے کا کوئی فائدہ ہے اور نہ قیامت کے دن کسی کی فریاد سنیں گے۔

فرعون جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کہلواتا تھا اس کے روبرو اور بھرے دربار میں اتنی حق گوئی ایک مرد مومن کو ہی زیبا ہے لیکن جب سامعین کو اس نے متاثر ہوتے نہ دیکھا تو اس نے صاف کہا آج تو تم میری بات نہیں مان رہے اور میری تلخ نوائی تمہیں گراں گزر رہی ہے عنقریب وہ وقت آئے گا جب عذاب الٰہی تم پر نازل ہو گا اس وقت تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے۔

﴿ فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ☆ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ☆﴾

(پ ٢٤ سورت مومن ٤٥، ٤٦)

پس بچا لیا اسے اللہ تعالیٰ نے ان اذیتوں سے جن کے پہنچانے کا انہوں نے حیلہ کیا اور ہر طرف سے گھیر لیا فرعونیوں کو سخت عذاب نے۔ دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے انہیں اس پر صبح و شام اور جس روز قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا) داخل کر دو فرعونیوں کو سخت تر عذاب میں۔

چنانچہ فرعونیوں نے اس مرد حق کیش کو قتل کرنے کی سازشیں کیں لیکن وہ سب ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی خود حفاظت فرمائی اور کوئی اس کا بال بیکا نہ کر سکا، الٹا فرعون اپنے لاؤ لشکر اور جاہ و حشمت سمیت غرق کر دیا گیا۔

(غرق کرنے کا واقعہ تفصیلی طور پر ان شاء اللہ بعد میں ذکر کیا جائے گا)

فرعون اور اس کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا لشکر سمندر میں غرق ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گئے۔ دنیا میں ہی حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہو گیا۔

marfat.com

Marfat.com

یاد رہے کہ ان کا قصہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ فرعون اور اس کے پرستاروں کو ہر صبح و شام دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور انہیں بتایا جاتا ہے کہ جب عالم برزخ کی میعاد ختم ہو جائے گی تو قیامت قائم ہو گی اس کے بعد انہیں اسی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس آیت سے علماء اہل سنت نے "عذابِ قبر" کا اثبات کیا ہے۔ قبر سے مراد صرف وہ گڑھا نہیں جس میں کسی کو دفن کیا جاتا ہے کیونکہ یہ قبر تو کسی کو نصیب ہوتی ہے اور کسی کو نصیب ہی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد عالم برزخ ہے۔ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے وقت کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ آل فرعون کو دیئے جانے والے دو عذابوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے ایک وہ جس میں وہ قیامت سے پہلے مبتلا ہیں دوسرا وہ جو قیامت کے بعد انہیں دیا جائے گا۔

" هذه الآية اصل كبير فى استدلال اهل السنة على عذاب البرزخ فى القبور"

(تفسیر ضیاء القرآن پ ۲۴ ع ۹، ۱۰)

فرعون اور اسکی قوم قحط سالی میں مبتلا :

﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ☆﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۳۰)

اور بیشک ہم نے فرعون والوں کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ برباد کرنے سے پہلے دنیا میں چھوٹے چھوٹے عذاب دے کر سوچنے سمجھنے کا موقع دیا کہ یہ کفر و معصیت سے باز آجائیں، فرعون نے اپنے چار سو برس کی عمر میں سے تین سو بیس سال تو اس آرام کے ساتھ گزارے تھے کہ اس کی مدت میں کبھی درد یا بخار یا بھوک میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ اب قحط سالی کی سختی ان پر اس لئے ڈالی گئی کہ وہ اس سختی ہی سے خدا کو یاد کریں اور اس کی طرف متوجہ ہوں، لیکن وہ کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ ان تکلیفوں سے بھی ان کی سرکشی ہی بڑھتی رہی۔

﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ

marfat.com

Marfat.com

مَعَهٗ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ☆ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ☆ ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۳۱، ۱۳۲)

توجب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھ والوں سے بدشگونی لیتے سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے لیکن ان میں اکثر کو خبر نہیں اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح بھی تم پر ایمان لانے والے نہیں۔

جب ان کو ارزانی فراخی خوشحالی اور امن و عافیت حاصل ہوتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارا حق ہے ہم جب مستحق تھے تو اسی لئے ہی یہ امن وعافیت کی حالت ہمیں حاصل ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ سمجھتے اور نہ ہی شکر بجا لاتے اور جب انہیں تنگ حالی قحط سالی اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑتا تو کہتے کہ یہ بلائیں تو موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کی وجہ سے پہنچیں اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں بھی نہ آتیں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ شامت تو تمہارے اپنے اعمال یعنی کفر و ضلالت کی وجہ سے ہے جو اس نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے وہی تمہیں حاصل ہونا ہے پھر اصل شامت تو وہ ہوگی جب تمہیں جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

حق تو یہ ہے کہ وہ اس قسم کی تنبیہات کی وجہ سے سوچتے سمجھتے کفر و ضلالت کو چھوڑتے اور ایمان لے آتے لیکن وہ اپنی سرکشی میں اتنے غالب آچکے تھے کہ ایمان لانے سے سراسر انکار کر دیا جب وہ اپنی ہٹ دھرمی میں یہاں تک پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا کر دی۔

﴿ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾

اے رب ہمارے! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے۔ آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا فرعونیوں کے درہم و دینار پتھر ہو کر رہ گئے یہاں تک کہ پھل اور کھانے کی چیزیں بھی برباد ہو گئیں اور طرح طرح کی ان پر آزمائشیں آئیں۔

marfat.com

Marfat.com

مختلف قسم کے عذاب :

﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ☆ ﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۳۳)

تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی، گھن (یا کلنی یا جوئیں) اور مینڈک اور خون جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم قوم تھی۔

جب جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بھی فرعونی اپنے کفر اور سرکشی پر جمے رہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پے در پے نشانیاں آنے لگیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کر دیا تھا کہ اے اللہ فرعون اس دنیا میں بہت سرکش ہو چکا ہے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اسے اور اس کی قوم کو ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لئے سزا اور میری قوم اور بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کا سبب بنے تو اللہ تعالیٰ نے طوفان بھیجا، ابر آیا اندھیرا ہوا، کثرت سے بارش ہونے لگی۔ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا یہاں تک کہ وہ اس میں کھڑے رہ گئے اور پانی ان کی گردنوں کی ہنسلیوں تک آگیا۔ ان میں سے جو بیٹھا ڈوب گیا۔ نہ ہل سکتے اور نہ کچھ کام کر سکتے تھے۔ ہفتہ کے دن سے پھر ہفتہ کے دن تک سات روز اسی مصیبت میں مبتلا رہے اور باوجود اس کے کہ بنی اسرائیل کے گھر ان کے گھروں سے متصل تھے ان کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے ہمارے لئے دعا فرمائیے کہ یہ مصیبت دور ہو تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی، طوفان کی مصیبت دور ہوئی، زمین میں سرسبزی و شادابی آئی جو پہلے نہ دیکھی تھی، کھیتیاں خوب ہوئیں، درخت خوب پھلے تو فرعونی کہنے لگے۔ یہ پانی تو نعمت تھا۔ اور وہ ایمان نہ لائے ایک مہینہ اسی طرح ان کا عافیت میں گزر گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "ٹڈی" بھیجی، وہ کھیتیاں اور پھل، درختوں کے پتے، مکانوں کے دروازے، چھتیں، تختے، سامان یہاں تک کہ لوہے کی کیلیں تک کھا گئی۔ اور قبطیوں کے گھروں میں بھر گئیں اور بنی اسرائیل کے گھروں میں نہ گئیں۔ اب قبطیوں نے پریشان ہو کر پھر حضرت موسیٰ

marfat.com

Marfat.com

علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی، ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ اس پر عہد و پیمان کیا۔ سات روز تک ٹڈی کی مصیبت میں گرفتار رہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے نجات پائی، کھیتیاں اور پھل جو کچھ باقی رہ گئے تھے انہیں دیکھ کر کہنے لگے، یہ ہمیں کافی ہیں۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ ایمان لانے کا وعدہ انہوں نے ایفاء نہ کیا اور اپنے برے اعمال میں مبتلا رہے۔ ایک ماہ پھر ان کا اس طرح عافیت میں گزر گیا۔

اس کے بعد ان پر "قُمَّل" کا عذاب آیا۔ قمل سے مراد گھن یا جوں یا کوئی اور چھوٹا سا کیڑا ہے۔ اس کیڑے نے جو کھیتیاں اور پھل باقی بچے تھے وہ کھا لئے، کپڑوں میں گھس جاتا تھا اور جلد کو کاٹتا تھا کھانے میں بھر جاتا تھا۔ اگر کوئی دس بوری گیہوں چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا۔ باقی سب کیڑے کھا جاتے۔ یہ کیڑے فرعونیوں کے بال بھنویں پلکیں چاٹ گئے۔ جسم پر چیچک کی طرح بھر جاتے۔ سونا دشوار کر دیا تھا۔ اس مصیبت سے فرعونی چیخ پڑے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا ہم توبہ کرتے ہیں، آپ اس بلا کے دفع ہونے کی دعا فرمائیے۔ آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مصیبت کو بھی سات روز کے بعد دور فرمایا۔ لیکن فرعونیوں نے پھر وعدہ توڑ دیا اور ایمان نہ لائے بلکہ پہلے سے زیادہ برے اعمال شروع کر دیئے ایک ماہ ان کا پھر آرام سے گزر گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر "مینڈک" بھیجے۔ اور یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھتا تھا تو اس کی مجلس میں مینڈک بھر جاتے تھے۔ بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں داخل ہو جاتا۔ ہانڈیوں میں مینڈک، کھانے میں مینڈک اور چولہوں میں مینڈک پھر جاتے تھے۔ آگ بجھ جاتی تھی۔ مینڈک اوپر سوار ہو جاتے تھے۔ اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا اس دفعہ ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ توبہ کریں گے ایمان لائیں گے۔ آپ دعا کریں یہ مصیبت ہم سے ٹل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے عہد و پیمان لے کر پھر دعا فرمائی سات روز یہ عذاب بھی ان پر رہا آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ بھی دور ہوا ایک مہینہ ان کا پھر امن و عافیت میں گزر گیا لیکن انہوں نے پھر وعدہ توڑ دیا اور اپنے کفر پر برقرار رہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب نازل کیا ان کے تمام کنوؤں کا پانی نہروں اور چشموں کا پانی

marfat.com

Marfat.com

دریائے نیل کا پانی غرضیکہ ہر پانی ان کے لئے تازہ خون بن گیا، انہوں نے فرعون سے اس کی شکایت کی تو کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جادو سے تمہاری نظر بندی کی ہے انہوں نے کہا نظر بندی کیسے ہمارے برتنوں میں خون کے سوا پانی کا نام و نشان ہی نہیں تو اس نے حکم دیا کہ قبطی اور بنی اسرائیل ایک ہی برتن سے پانی لیا کریں، لیکن اس کا بھی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بنی اسرائیل جب نکالتے تو پانی ہی نکلتا لیکن جب اسی برتن سے قبطی نکالتے تو خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے عاجز ہو کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا تو وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا تو فرعونی عورت کہنے لگی کہ تو پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں ڈال دے جب تک وہ پانی اسرائیلی عورت کے منہ میں رہا پانی تھا جب فرعونی عورت کے منہ میں آیا خون بن گیا۔ فرعون کا شدت پیاس کی وجہ سے برا حال تھا۔ درختوں کا رس چوس رہا تھا۔ وہ بھی منہ میں پہنچتے ہی خون بن جاتا۔ پھر اس مصیبت سے تنگ آکر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور ایمان لانے کا وعدہ فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی اس طرح یہ عذاب بھی سات روز رہنے کے بعد ختم ہو گیا مگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے ان کے بار بار ایمان لانے کے وعدے اور مصیبت اٹھ جانے پر وعدے کو توڑنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ☆ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ☆﴾

(پ ۹ سورت اعراف ۱۳۴، ۱۳۵)

اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا کہتے اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر تم ہم پر عذاب اٹھا دو گے تو ہم ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے ایک مدت کے لئے جس تک انہیں پہنچنا ہے جبھی وہ پھر جاتے۔

ان پر تمام عذاب ایک ایک ہفتہ رہے جب بھی کوئی عذاب آتا موسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے کا

marfat.com

Marfat.com

وعدہ کرتے کہ تم دعا کرو کہ اگر یہ عذاب ہم سے اٹھالیا جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے عذاب جب اٹھالیا جاتا پھر وعدہ توڑ دیتے ایک مہینہ ان کا آرام سے گزر جاتا پھر دوسرے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہر بار انہوں نے ایمان لانے کا وعدہ کیا لیکن توڑ دیا۔

(ماخوذ از خزائن العرفان)

بنی اسرائیل کو مصر سے لے جانے کا حکم:

﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ☆ ﴾

(پ ۱٦ سورت طٰہٰ ۷۷)

اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چل اور ان کے لئے دریا میں خشک راستہ نکال دے تجھے ڈر نہ ہو گا فرعون آلے اور نہ خطرہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو رات میں مصر سے نکال کر لے جاؤ یعنی اب بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کا وقت آچکا ہے۔

رات کو نکالنے کا حکم دیا تا کہ بنی اسرائیل کا اجتماع دشمن کے سامنے نہ ہو اور وہ ان کی مراد کی تکمیل میں مانع نہ بنے ،رات کو نکالنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ فرعون اور اس کا لشکر ان کا پیچھا کر کے ان کو روک نہ سکے اور فرعون کے عظیم لشکر کو دیکھ کر بنی اسرائیل خوف نہ کریں۔ چاندنی رات میں موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ساتھ لے کر چلے۔ بنی اسرائیل کے پاس کافی مقدار میں سونے اور چاندی کے زیورات بھی تھے جو انہوں نے قبطیوں سے مانگ کر لئے ہوئے تھے کہ ہم انہیں اپنی عید میں استعمال کریں گے وہ پہلے بھی ان سے زیورات لیتے رہتے تھے۔

یوسف علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ جب تم مصر سے نکلو تو میرا تابوت بھی ساتھ لے کر جانا تو موسیٰ علیہ السلام نے آپ کی وصیت کے مطابق ایک بوڑھی عورت کی نشاندہی پر وہ تابوت نکال کر خود بنفس نفیس اٹھایا۔

marfat.com

Marfat.com

ابن ابی حاتم حضرت ابو موسیٰ اشعری سے ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دیہاتی کے پاس ایک مرتبہ ٹھہرے، اس نے حضور کی مہمان نوازی کی اور بہت تعظیم اور تکریم کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کبھی ہمارے پاس بھی آنا، تو وہ دیہاتی ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بتاؤ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ کہ میں تمہیں عطا کروں۔ اس نے کہا: ایک اونٹنی جس پر کجاوہ پڑا ہوا ہو اور ایک دودھ دینے والی بکری جس کا دودھ میرے گھر والے پیئں۔

حضور ﷺ نے فرمایا تو تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت سے بھی گیا گزرا ہوا ہے۔(اس نے تو جنت کی طلب کی تھی) صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ بنی اسرائیل کی بوڑھی عورت کا واقعہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ساتھ لے کر چلے تو راستہ بھول گئے اس پر حیرانگی سے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ کیا ہوا کچھ لوگوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت کا علم تھا تو انہوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت ہمارے آباؤ اجداد سے پختہ وعدہ لیا تھا کہ مصر سے نکلتے وقت میرا تابوت ضرور ساتھ لے جانا، ہمارے بھولنے کی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کون ہے جو یوسف علیہ السلام کی قبر کو جانتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم میں سے ایک بوڑھی عورت کے بغیر کوئی بھی نہیں جانتا کہ یوسف علیہ السلام کی قبر کس جگہ واقع ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم بتاؤ کہ یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ اس نے کہا میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گی جب تک میری ایک شرط نہ پوری کرو۔ آپ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میری صرف یہ خواہش ہے کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کچھ سوچ میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام اس سے وعدہ کر لو۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے تمہاری درخواست منظور ہے۔ موسیٰ علیہ السلام جب اس عورت کے ساتھ چلے تو اس نے آپ کی قبر کی نشاندہی کی۔ جب یوسف علیہ السلام کے تابوت کو نکالا گیا تو اندھیری رات روشن ہو گئی اس طرح انہیں راستہ مل گیا، یہ حدیث غریب ہے۔ قریب ہے کہ صحابی تک موقوف ہو۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر، ابن کثیر ج ۳ ص ۳۳۵)

marfat.com

Marfat.com

صبح ہونے پر فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کی طرف روانگی :

﴿ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَائِنِ حَاشِرِیْنَ ☆ اِنَّ هٰؤُلَاۤءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِیْلُوْنَ ☆ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُوْنَ ☆ وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ☆فَاَخْرَجْنَاهُمْ مِنْ جَنَّاتٍ وَعُیُوْنٍ☆ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ☆ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنَاهَا بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ☆ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُشْرِقِیْنَ ☆ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعَانِ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ☆ قَالَ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۵۳ ، ۶۲)

فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والے بھیجے کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں اور بے شک ہم سب کا دل جلاتے ہیں اور بیشک ہم سب چوکنے ہیں (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) تو ہم نے انہیں باہر نکالا باغوں اور چشموں اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے ہم نے ایسا ہی کیا اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو، فرعون نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے ، پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا تو موسیٰ علیہ السلام والوں نے کہا : ہم کو انھوں نے آلیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یوں نہیں بیشک میرا رب تعالیٰ میرے ساتھ ہے وہ مجھے ابھی راہ دیتا ہے۔

فرعون نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل موجود نہیں ہیں تو بہت غصہ میں ہوا اس نے ہر طرف اپنے کارندے دوڑا کر اپنی فوجوں ، لشکروں اور اپنے تمام حامیوں کو جمع کر لیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل ہمارے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے وہ ہمیشہ غیظ و غضب کو بھڑکاتے رہتے ہیں ، میں چاہتا ہوں کہ ان کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کو برباد کرنے کے لئے ان کے دلوں میں یہ بات ثابت کر دی کہ سب لوگ بنی اسرائیل کا پیچھا کر کے ان کا مکمل صفایا کر دو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان تمام فرعونیوں کو برباد کر کے اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ فرعون کو ماننے والے تمام اس کے کہنے پر اپنی نعمتوں اپنے اعلیٰ قسم کے مکانات اور پھلدار درختوں کے باغات اور اپنے سامان تعیش یعنی اپنی عیش و عشرت کے

marfat.com

Marfat.com

سامان کو چھوڑ کر بظاہر بنی اسرائیل کو تباہ کرنے کے لئے چلے جو در حقیقت اپنی ہی بربادی کی طرف چل رہے تھے۔

فرعون کے کہنے پر سب لوگ جمع ہو کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑے، دریائے قلزم کے کنارے پر ان کے سامنے پہنچ گئے۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا تو کہنے لگے کہ اب تو ہم پکڑ لئے جائیں گے، ان کے دلوں میں پہلے ہی فرعون کا رعب چھایا ہوا تھا اور وہ تعداد میں بھی فرعونیوں سے بہت کم تھے اور کسی قسم کا ان کے پاس کوئی اسلحہ بھی نہیں تھا اس لئے ان پر بہت زیادہ خوف طاری ہوا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب تعالیٰ میرے ساتھ ہے وہ ابھی میری راہنمائی فرمائے گا۔

موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں عصا مارنے کا حکم:

﴿ فَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ☆ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ☆ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِیْنَ☆ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ☆ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً وَّمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ☆ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ☆ ﴾

(پ ۱۹ سورت شعراء ۶۳، ۶۸)

تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسا بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچالیا موسیٰ علیہ السلام اور اس کے سب ساتھ والوں کو پھر دوسروں کو غرق کر دیا بے شک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے اور بیشک تمہارا رب تعالیٰ وہی عزت والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا دریا پر مارو آپ نے جب اپنا عصا دریا پر مارا تو دریا پھٹ گیا اس نے راستہ چھوڑ دیا۔ درمیان میں خشک راستہ اور ادھر ادھر پانی کی بلندی اتنی عظیم تھی جیسے بڑے بڑے پہاڑ ہوں۔ بنی اسرائیل چونکہ بارہ قبائل تھے ایک ہی راستہ میں ایک دوسرے کے ساتھ چلنا مناسب نہیں سمجھتے تھے اس لئے ہر قبیلہ کے لئے علیحدہ راستہ بنایا گیا، یعنی دریا میں بارہ راستے

marfat.com

Marfat.com

بنائے گئے۔ ہر راستہ کے دائیں بائیں پانی کی بلندی عظیم پہاڑوں جیسے تھی۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی زندہ ہیں یا پانی کی طغیانی میں غرق ہو چکے ہیں۔ تو درمیان سے روشن دانوں کی طرح پانی کو ہٹا دیا گیا ۔وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے دریا عبور کر گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر نے بھی دریا میں راستہ دیکھ کر اپنے گھوڑے دوڑائے لیکن وہ بنی اسرائیل کو نہ پا سکے۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرعونیوں اور بنی اسرائیل کے درمیان جبرائیل امین تھے۔ بنی اسرائیل کے پچھلے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال رہے تھے کہ جلدی چلو، اگلے لوگوں سے مل جاؤ۔ اور فرعونیوں کے دلوں میں یہ بات ڈال رہے تھے کہ آہستہ چلو پچھلے لوگوں کو ساتھ ملنے دو بنی اسرائیل جب دریا عبور کر چکے اور فرعونی ابھی درمیان میں ہی پہنچے تھے تو پانی آپس میں مل گیا اس طرح فرعون اور اس کی قوم کے تمام لوگ ....ایک روایت کے مطابق یہ چھ لاکھ کی تعداد میں تھے...... غرق ہو گئے۔ بنی اسرائیل یہ تمام ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

فرعون کا غرق ہونے پر ایمان لانا اور قبول نہ ہونا :

﴿ وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُه‘ بَغْیًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ اَنَّه‘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ آمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ☆ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ☆ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آیَةً وَّاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ☆﴾

(پ ۱۱ سورت یونس ۹۰، ۹۲)

اور ہم بنی اسرائیل کو دریا میں پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک جب اسے ڈوبنے نے آلیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب ؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا ۔ آج ہم تیری لاش کو اترا دیں گے (تند موجوں سے باہر پھینک دیں گے اور باقی رکھیں گے) کہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو اور بیشک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

سبحان اللہ ! مالک الملک کی کتنی عظیم قدرت ہے ؟ کہ وہ شخص...... جو کبھی ﴿ اِنا ربکم الاعلیٰ ﴾ (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کا دعوی کرتا تھا...... آج جب اس کی گرفت میں آتا ہے، دریا کی طغیانی میں شدید موجوں کے تھپیڑوں میں آتے ہی ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ ایمان لاتا ہے ایک مرتبہ کہا "آمنت" میں ایمان لایا دوسری مرتبہ کہا :

﴿ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْۤا اِسْرَآئِیْلَ ﴾ کوئی سچا معبود نہیں سوااس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔

تیسری مرتبہ کہا :

﴿ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ اور میں مسلمان ہوں۔

لیکن یہ اس کا ایمان قبول نہ ہوا ؛ کیونکہ رب تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ کر، فرشتوں کا سامنا کرتے ہوئے ایمان لانا نفع مند نہیں ہو سکتا۔

﴿ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ﴾

تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔

رب تعالیٰ نے فرمایا : اب تو ایمان لاتا ہے پہلے نافرنیاں کرتا رہا اور فساد پھیلاتا رہا ، یعنی پہلے تمہیں ایمان لانے کا کتنا وقت دیا ؟ کئی مرتبہ تجھے آزمائشوں میں مبتلا کر کے ایمان لانے کی طرف سوچنے کے مواقع فراہم کئے، لیکن اس وقت تو ایمان نہ لایا ، اب غرق ہونے پر تیرے ایمان لانے کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اب تو تیرے جسم کو دریا کی موجوں سے باہر پھینک کر لوگوں کے لئے نشانی بنایا جائے گا۔ سب کو پتہ چل جائے کہ آج خدائی کا دعویدار غرق ہو کر مردہ حالت میں پڑا ہے۔ خدائے حقیقی تو وہ ہو سکتا ہے جو ہمیشہ کے لئے قائم و دائم ہے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

بنی اسرائیل کی ناشکری:

﴿ وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ☆ اِنَّ هٰؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ☆ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْکُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ☆ ﴾

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۳۸)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا، تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے بولے: اے موسیٰ علیہ السلام! ہمیں ایک خدا بنادے جیسے ان کے لئے اتنے خدا ہیں، آپ نے فرمایا: تم ضرور جاہل لوگ ہو یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے آپ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں زمانے بھر پر فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کے دشمنوں کو ہلاک کر دیا جس کا وہ مشاہدہ کر رہے تھے انہیں دریا سے سلامتی سے گزار دیا ۔ حق تو یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے۔ لیکن رب تعالیٰ نے ان کی جہالت کا تذکرہ فرمایا کہ وہ کتنے جاہل اور ناشکرے لوگ تھے کہ وہ بت پرستوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ " ہمیں بھی ایسا خدا بنا دو"۔

" تلك الاصنام تماثيل بقر"

بنی اسرائیل نے جو بت دیکھے تھے وہ گائے کی شکل کے تھے۔ (بت پرستی کی طرف ان کے میلان کو دیکھ کر ہی سامری نے انہیں بچھڑے کی پوجا پر لگادیا تھا)

موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا کہ تم تو جاہل لوگ ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عبادت تو اعلیٰ درجے کی تعظیم کا نام ہے اور اعلیٰ درجے کی تعظیم اسی ذات کی ہو سکتی ہے جس کے عظیم انعامات ہوں اور سب سے بڑے انعامات جسم کی تخلیق، زندگی عطا کرنا، خواہشات، قدرت عطا کرنا اور نفع مند اشیاء کا پیدا کرنا ان

marfat.com

Marfat.com

اشیاء پر قادر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور عبادت کے لائق بھی اس کے سوا کوئی نہیں ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر)

تورات لینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کا طور پر جانا :

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پہلے ہی بتادیا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں فرعونیوں سے نجات دے گا تو میں تمہیں رب تعالیٰ سے ایک کتاب لا کر دوں گا جس میں حرام و حلال، امر و نہی کا ذکر ہو گا اسی وعدہ کے مطابق آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تورات لینے طور پر آئے ۔

﴿ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَّقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ☆﴾

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۴۲)

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں تو اسکے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا اور فسادیوں کی راہ کو دخل نہ دینا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا کہ تم طور پر آؤ تمہیں چالیس دنوں کے بعد کتاب دی جائے گی آپ کو حکم دیا گیا کہ تم تیس دن ایسے نیک اعمال کرنا جو میرے قرب کا ذریعہ بنیں پھر دس دنوں میں تمہیں کتاب عطا کر دی جائے گی اس طرح تیس دنوں کا وعدہ چالیس دنوں تک ہوا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ذی القعدۃ کے تیس روزے رکھنے کا حکم دیا جب آپ نے تیس دن کے روزے مکمل کر لئے تو منہ میں بو نامناسب سمجھ کر مسواک کی، فرشتوں نے کہا کہ ہم تو تمہارے منہ سے کستوری کی خوشبو سونگھ رہے تھے لیکن تم نے مسواک کر کے ضائع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی :

" اما علمت ان خلوف فم الصائم اطیب عندی من ریح المسك "

کیا تمہیں معلوم نہیں ؟ کہ روزے دار کے منہ کی بو میرے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ اچھی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ذی الحج کے دس روزے اور رکھیں، اس طرح چالیس دن بڑھا کر چالیس کر دیئے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جاتے ہوئے اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا جو خود بھی مستقل نبی تھے یہ نیابت نبوت میں نہیں تھی بلکہ رسالت میں تھی یعنی حضرت ہارون علیہ السلام فقط نبی تھے اور موسیٰ علیہ السلام رسول بھی تھے اس لئے آپ نے انہیں اپنے منصب رسالت کا نائب اور خلیفہ بنایا وہ بھی فقط طور سے واپسی تک۔

دوسری وجہ ہے کہ آپ کا ارشاد ایک محاورہ کے مطابق ہے یعنی جس طرح دو شخصوں کے ذمہ کوئی کام لگایا جائے تو ان میں سے ایک نے اگر کہیں جانا ہو تو دوسرے سے کہتا ہے:

" کن عوضا عنی علی معنی ابذل غایة و سعك و نهایة جهدك بحیث یكون فعلك فعل شخصین "

تم میری جگہ بھی کام کرنا یعنی بہت زیادہ کوشش سے یہ کام کرنا ایسے پتہ چلے کہ تم دو آدمیوں کی جگہ کام کر رہے ہو۔

(روح المعانی)

رب تعالیٰ کے دیدار کی تمنا:

﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ﴾

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۴۳)

جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر حاضر ہوئے اور ان سے ان کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا البتہ اس کلام کی حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طور سینا میں حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے بقدر چار فرسنگ کے ڈھک لیا ، شیاطین اور زمین کے جانور یہاں تک کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علیحدہ کر دیئے گئے اور آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا تو اپ نے فرشتوں کو دیکھا اور آپ نے عرش معلیٰ کو دیکھا، لوح محفوظ کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا، آپ نے اس کی بارگاہ میں اپنے معروضات پیش کئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اگرچہ ساتھ تھے لیکن وہ بھی رب تعالیٰ کی قدرت سے موسیٰ علیہ السلام اور رب تعالیٰ کے درمیان ہونے والے کلام کو نہ سن سکے۔

موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے کلام کو سن کر ایسی لذت محسوس کی کہ آپ کے دل میں رب تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہو گئی اور عرض کی اے اللہ تعالیٰ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرما۔ رب تعالیٰ نے فرمایا : " تم مجھے نہیں دیکھ سکتے" یہ نہیں فرمایا: " مجھے نہیں دیکھا جا سکتا" یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات رب کا دیدار کیا۔ نیز یہ دیکھنے کی نفی دنیا سے متعلق ہے جنت میں مومنین رب تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا ہی اس چیز پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ نے ممکن چیز کا سوال کیا اگر رب تعالیٰ کو دیکھنا محال ہوتا تو آپ سوال نہ کرتے۔

رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی تجلیات کا ظہور پہاڑ پر کرتا ہوں تم پہاڑ کو دیکھو اگر تم نے پہاڑ کو دیکھ لیا تو سمجھنا کہ مجھے بھی دیکھ لو گے لیکن رب تعالیٰ کی تجلیات کی تاب پہاڑ نہ لا سکا کہ وہ قائم رہتا بلکہ وہ بھی پاش پاش ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بھی ہوش برقرار نہ رکھ سکے۔

(ماخوذ از خزائن العرفان)

قوم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی :

﴿ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ☆ فَرَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى

marfat.com

Marfat.com

قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ☆ قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ☆ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِىَ ☆ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا☆ ﴾

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ ۸۵ تا ۸۹)

رب تعالیٰ نے کہا ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف پلٹے غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے آپ نے کہا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہ کیا تھا کیا تم پر لمبی مدت گزری یا تم نے چاہا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب (عذاب) اترے۔ تو تم نے میرے وعدے کے خلاف کیا انہوں نے کہا ہم نے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی لیکن ہم سے کچھ بوجھ اٹھوائے گئے اس قوم کے زیورات کے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈالا تو اس نے ان کے لئے بچھڑا بنایا ہے جو بے جان جسم ہے گائے کی طرح بولتا ہے تو بولے یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود موسیٰ علیہ السلام تو بھول گئے تو کیا نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور ان کے کسی بُرے بھلے کا اختیار نہیں رکھتا۔

موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کے ستر سرکردہ افراد کو ساتھ لے کر طور پر کتاب لینے کے لئے گئے قوم سے چالیس دنوں کا وعدہ کر کے گئے آپ اپنی قوم کے ان افراد سے ذرا جلدی ہی آگے طور پر پہنچ گئے رب تعالیٰ نے پوچھا تم اپنی قوم کے افراد سے پہلے کیوں آگئے تو آپ نے عرض کیا اے مولائے کائنات وہ بھی میرے پیچھے آہی رہے ہیں میں صرف تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جلدی آگیا۔ طور پر ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ تمہاری قوم گمراہ ہو چکی ہے آپ کو گئے ہوئے جب بیس دن مکمل ہو

marfat.com

Marfat.com

گئے تو سامری نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو گئے بیس دن اور بیس راتیں ہو چکی ہیں چالیس کی تکمیل ہو گئی آپ نہیں آئے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے پاس فرعونیوں کے زیورات ہیں وہ تم پر حرام ہیں اس لئے وہ زیورات تم لوگ مجھے دے دو کہ میں ایک خدا بنا دوں کیونکہ وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ قوم ایسا خدا چاہتی ہے جو انہیں نظر آئے۔ یہ خود بھی گائے کی پرستش کرتا تھا اس لئے اس نے تمام زیورات جمع کر کے انہیں ایک بچھڑا بنا دیا۔

بچھڑے کے بولنے کی وجہ:

چونکہ فرعون کے لشکر نے اپنے گھوڑوں کو دریا میں ڈالنے سے سوچ وبچار شروع کر دی تھی تو جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آئے وہ جہاں قدم رکھتی تھی وہاں سبز گھاس پیدا ہو جاتی سامری نے یہ ماجرا دیکھ لیا تھا اس لئے اس نے گھوڑی کے سم کے نیچے سے مٹی اٹھا کر محفوظ کر لی تھی وہی مٹی بچھڑے کے ڈھانچے میں ڈال دی تھی جس کی وجہ سے اس میں اثر حیات پیدا ہو گیا اور وہ گائے کی طرح ڈکارنے لگا سامری سے جب موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔

﴿ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ☆ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ☆ ﴾

(پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ ۹۵، ۹۶)

سامری تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا۔ تو ایک مٹھی بھر لی فرشتے کے نشان سے، پھر اسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا لگا۔

گھوڑی کے قدموں کے نشانات سے مٹی لینا:

علامہ قرطبی نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ سامری نے جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدموں کے نشان کی جگہ سے ایک مٹھی بھر مٹی لے کر بچھڑے کے ڈھانچے میں ڈالی۔

(قرطبی جلد ۱۱ ص ۲۳۹)

خیال رہے کہ سب سے پہلے اس قول (گھوڑی کے قدموں کے نشان سے مٹی لینا) کو ابو مسلم

marfat.com

Marfat.com

اصفہانی نے تسلیم نہیں کیا جو بہت بڑا معتزلی ہے۔ پھر اس قول کا سہارا لیتے ہوئے مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں بھی یہی تحریر کردیا کہ سامری نے موسیٰ علیہ السلام سے جھوٹ موٹ کہہ دیا تھا۔

مودودی صاحب کی یہ سوچ غلط ہے۔ قرآن پاک نے اگرچہ واضح طور پر اس قول کو نقل بھی نہیں کیا لیکن رد بھی نہیں کیا اس لئے متقدمین حضرات کی تفاسیر کو چھوڑ کر ایک معتزلی کی بات کو تسلیم کرنا بھی کوئی عقل ودانش کا کام نہیں۔

واپسی پر موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کی سرزنش کی:

﴿ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ☆ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ☆ ﴾

(پارہ ۹ سورۃ الاعراف ۱۵۰، ۱۵۱)

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف پلٹے غصہ میں بھرے جھنجھلائے ہوئے، کہا تم نے کیا میری جانشینی کی، میرے بعد کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور (آپ نے) تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے (ہارون علیہ السلام نے) کہا: اے میرے ماں جائے! قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا۔ عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں لے لے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کی گمراہی کو دیکھ کر حمیت دینی اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اتنے شدید غصہ میں آئے کہ آپ سے بے اختیار توراۃ کی تختیاں گر گئیں اور اسی بے اختیاری کی صورت میں اپنے بڑے بھائی کے سر اور داڑھی کو پکڑ کر کھینچنے لگے یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوا بلکہ

marfat.com

Marfat.com

مدح کے ضمن میں آیا آخر کار بھائی کے عذر پیش کرنے پر ان کی دلجوئی کے لئے رب تعالیٰ کے حضور دعا کی اے اللہ تعالیٰ مجھ سے غصہ کی حالت میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو یا میرے بھائی سے قوم سے عاجز آنے کی وجہ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرمادے۔

(ماخوذ از روح المعانی)

سامری کی سزا:

﴿ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لاَ مَسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَنْ تُخْلَفَه‘ ﴾

(موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو) کہا تو چلتا بن کہ دنیا کی زندگی میں تیری سزا یہ ہے کہ تو کہے چھونا نہیں اور بے شک تیرے لئے (آخرت میں) ایک وعدہ کا وقت ہے

سامری کی دنیا میں یہ سزا مقرر ہوئی کہ جو شخص اس کے قریب آکر اسے ہاتھ لگا تا وہ شخص اور یہ شدید بخار میں مبتلا ہو جاتے اس لئے یہ دور سے آتے ہوئے شخص کو دیکھ کر کہتا مجھ سے مصافحہ نہ کرنا مجھے چھونا نہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگوں کے درمیان ایک وحشی جانور کی حیثیت میں ہو گیا لوگوں نے اس سے میل ملاقات اس کے ساتھ مل کر کھانا اس کے ساتھ خرید و فروخت اور اس کے ساتھ کلام کرنا چھوڑ دیا یعنی ہر قسم کے معاملات جو لوگوں کے درمیان ہوتے ہیں وہ اس سے منقطع کر دیئے گئے اور اخروی سزا جس نے ضرور واقع ہونا ہے جس نے معاف بھی نہیں ہونا وہی سزا ہو گی جو مشرک کی ہو گی بلکہ اور لوگوں کو مشرک و گمراہ بنانے کی وجہ سے اس سزا میں شدت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْدًا ﴾

(پ ۵ سورۃ نساء ۱۱۶)

اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے (شرک کے بغیر ہر قسم کے گناہ) جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

فائدہ: موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دنوں کے بعد تورات عطا کی گئی کہ آپ چالیس دن دنیا والوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہیں، اس طرح اس کے ذکر و فکر سے آپ کے قلب و روح کو ایک خاص قسم کی قوت حاصل ہو جائے جو اس عظیم بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہو جائے۔

" ان للاربعين خصوصية فی اختصاص الكلام للأنبياء كما ان لها اختصاصا فی ظهور ينابيع الحكمة من قلوب الاوليا كقوله عليه السلام من اخلص لله اربعين صباحا ظهر ت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه"

(از روح البیان)

بیشک چالیس کو ایک خصوصیت حاصل ہے اسی وجہ سے انبیائے کرام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کے اعلان کا حکم دیا جاتا رہا ان سے رب تعالیٰ کا کلام بذریعہ وحی اسی عمر میں ہوا پھر اولیاء عظام کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ چلا کشی کرتے ہیں یعنی چالیس روز تک دنیا سے علیحدہ ہو کر فقط رب تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کے دلوں پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص چالیس صبح خلوص سے (دنیا سے الگ تھلگ ہو کر) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس کے دل سے اس کے زبان پر حکمت کے چشمے نمودار ہو جاتے ہیں۔

کاش کہ لوگوں کو یہ سمجھ آجائے کہ چالیس دن تک فوت شدہ کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کرتے رہنا پھر چالیس پر اس کے لئے اجتماعی دعا کتنی مقبولیت کا سبب ہو گی خیر جس بدقسمت کے لئے دعا کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہمیں ان لوگوں سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔

بنی اسرائیل کو توبہ کا حکم:

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ☆ ﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۵۴)

marfat.com

Marfat.com

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ (توبہ کرو) تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی، بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

الغرض موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو حکم دیا " انکم ظلمتم انفسکم " کہ تم نے بچھڑے کی پوجا کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب تم اپنے رب تعالیٰ کی طرف توبہ کرو اور تمہاری توبہ کی صورت یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو چنانچہ توبہ کرنے والوں نے اسی طرح توبہ کی کہ ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار تھی بلا امتیاز ہر ایک نے دوسرے کو قتل کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور ہر قاتل و مقتول نے شہادت کا مرتبہ پایا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو ذبح کر کے اس کا خون بہایا اور ہڈیوں کا ریتی سے برادہ کر کے جلا دیا اور خاکستر پانی میں بہادی موسیٰ علیہ السلام کا بچھڑے کو ذبح کر کے اس کا خون بہانا اس بات کی دلیل ہے کہ سونے چاندی کی دھات سے بنا ہوا اس کا جسم گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا اور اس میں حیات پیدا ہو گئی بعض نے کہا کہ ریتی سے اس کا برادہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا جسم دھات سے گوشت اور ہڈیوں میں تبدیل نہیں ہوا لیکن یہ دلیل اس لئے ضعیف ہے کہ دھات کا ہی برادہ نہیں کیا جاتا بلکہ ریتی سے ہڈی کا برادہ بھی کیا جاتا ہے قدما مفسرین کے مطابق صحیح یہی ہے کہ وہ بچھڑا دھات سے گوشت اور ہڈی میں تبدیل ہو گیا تھا قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ :..............

﴿ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِى الْيَمِّ نَسْفًا ﴾

(پ ۱۶ سورت طٰہٰ ۹۷)

اپنے اس معبود کو دیکھ جس کے سامنے تو دن بھر آسن مارے رہا قسم ہے ہم ضرور اسے جلائیں گے پھر ریزہ ریزہ کر کے اسے دریا میں بہائیں گے ....

اپنے ظاہر الفاظ کے ساتھ قدماء مفسرین کے قول کی تائید کرتا ہے۔

(روح المعانی پ ۱۶ ص ۲۵۷، تبیان پ ۱، ص ۲۰۶)

marfat.com

Marfat.com

بنی اسرائیل کی پشیمانی کے بعد بھی کج روی :

بچھڑے کی پوجا کرنے اور موسیٰ علیہ السلام کی سرزنش کرنے کے بعد وہ لوگ بہت پشیمان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کے بہترین ستر افراد کو ساتھ لے کر طور پر آجائیں تاکہ وہ تمام قوم کی طرف سے بچھڑے کی پوجا کے جرم کی معافی طلب کریں۔ آپ ان کو جب ساتھ لے کر گئے تو انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام تم اپنے رب تعالیٰ سے سوال کرو یہاں تک کہ ہم بھی اس کے کلام کو سنیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے حضور عرض کیا تو اسے قبول کر لیا گیا۔

جب آپ پہاڑ کے قریب پہنچے تو ستون کی شکل میں بادل نمودار ہوا جس نے تمام پہاڑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بادل کے قریب ہوئے یہاں تک کہ اس میں داخل ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے رب تعالیٰ سے کلام کیا تو آپ کی پیشانی سے ایک نور چمکنے لگا انسانوں میں سے کوئی ایک اسے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ قوم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا یہ کرو اور یہ نہ کرو جب کلام کا سلسلہ ختم ہوا تو بادل کو اٹھا لیا گیا۔

قوم نے کہا" لن نومن لک حتی نری اللہ جھرۃ " ہم ہرگز تمہارا نہیں یقین کریں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر نہیں دیکھ لیں گی تو ان کو بجلی کی کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا اور سب مر گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے۔ اور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے ستر آدمیون کو منتخب کر کے لایا تھا تاکہ ان کی توبہ کے قبول ہونے پر میرے گواہ ہنیں اب میں ان کی طرف واپس جاؤں گا تو میرے ساتھ کوئی ایک بھی جب نہیں ہو گا تو وہ میرے متعلق کیا خیال کریں گے موسیٰ علیہ السلام دعا فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو لوٹا دیا۔

خیال رہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے کے لئے طور پر گئے اس وقت ستر آدمیوں کو ساتھ لے کر گئے پھر واپس لوٹنے پر قوم کے بچھڑے کی پوجا کرنے کے بعد لے کر گئے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ پہلے ان آدمیوں کو لے کر گئے پھر انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کر کے توبہ کی یا توبہ کے واقعہ کے بعد لے کر گئے۔

(از تفسیر کبیر ب ۱ ج ۳ ص ۸٤)

marfat.com

Marfat.com

رہا یہ امر کہ بعض آیات قرآنیہ کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کے بعد دنیوی حیات حاصل نہیں ہوتی ان آیات میں اسی عادت الٰہیہ کا قانون عام کا بیان ہے لیکن خرق عادت بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے اور بعض امور کا قانون خاص کے تحت ہونا قرآن و حدیث سے واضح ہے اس لئے یہاں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کی دنیوی مدت عمر علم الٰہی میں باقی تھی اور بطور سزائے معصیت یا کسی دوسری حکمت کی وجہ سے ان پر موت طاری کی گئی ان لوگوں کو مرنے کے بعد دنیا میں دوبارہ زندگی عطا کی جاتی ہے اور جن لوگوں کی دنیوی مدت عمر علم الٰہی میں پوری ہو چکی ان کو دنیا میں دوبارہ زندگی نہیں دی جاتی ہے ۔

(تبیان پ اول ص ۲۰۷)

قوم کا احکامِ خداوندی ماننے سے انکار :

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ☆﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۶۳)

اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور طور (پہاڑ) کو تمہارے اوپر اٹھایا کہ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا (اسے) مضبوطی سے پکڑو اور جو اس میں ہے (اسے) یاد کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کی ایک اور اشد ترین بغاوت و سرکشی کا ذکر فرمایا وہ یہ کہ اس قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے خود ہی مطالبہ کیا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب آنی چاہیے جس کے احکام کے مطابق ہم اپنی زندگی بسر کریں اور ان احکام کی روشنی میں فلاح اور بھلائی کی راہ پائیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات لائے تو اس میں ان کی طبعی سرکشی اور طغیان کے لحاظ سے کچھ بھاری احکام بھی تھے مگر ایسے نہیں جو ناقابل عمل ہوں بلکہ ان کی حالت کے مناسب اور حکمت الٰہیہ کے عین مطابق تھے بنی اسرائیل نے صرف بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ کا ایک حصہ ان پر اٹھالیا اور ارشاد ہوا ۔

marfat.com

Marfat.com

﴿خذوا ما آتینکم بقوۃ﴾ ہم نے تمہیں جو کچھ دیا اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اس پر ان سے پختہ عہد لیا گیا لیکن انہوں نے اس عہد کو بھی توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطنی فساد کو خوب اچھی طرح ظاہر کرنے اور انہیں رسوا کرنے کے لئے قرآن مجید میں الفاظ "رفعنا" کے ساتھ ان پر پہاڑ اٹھا لینے کا ذکر بار بار فرمایا۔

خیال رہے کہ بعض لوگوں نے یہاں سے مراد زلزلہ لیا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ جب لفظ کا حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہے تو مجازی معنی لینا جائز نہیں۔

قرآن پاک میں اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے تین مرتبہ "رفعنا" اور ایک مرتبہ "نتقنا" ذکر کیا گیا اگر آیت کریمہ میں یہی مشہور و متعارف معنی مراد نہ لئے جائیں تو قرآن پاک میں اس واقعہ میں تینوں جگہ لفظ "رفعنا" بے معنی ہو کر رہ جائے گا کیونکہ صرف پہاڑ کا بلند ہونا معنی مراد نہیں اس لئے کہ پہاڑ تو پیدائشی طور پر بلند ہی ہیں یہی ہو سکتا ہے کہ پہاڑ ان کے سروں پر سائبان کی طرح بلند کیا گیا یہی معنی "نتقنا" کا بھی صحیح ہو سکتا ہے یعنی ہم نے پہاڑ کو جڑوں سے اکھیڑ کر بلند کر دیا یہی تفسیر متقدمین مفسرین کرام کی ہے تعجب ہے ان لوگوں پر جو متقدمین علماء کرام اسلام کی تحقیقات کو پس پشت ڈال کر یہود انصاری کی بے بنیاد کتابوں اور جدید ملحدانہ نظریات پر اعتماد کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ مادہ پرستی اور لادینی افکار سے متاثر ہو کر محض عقل ناتمام اور ناقص تجربات پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں جن کی نظر میں علماء متقدمین اور اسلاف کی تحقیقات کوئی وقعت نہیں رکھتی وہی لوگ کتاب و سنت کی نصوص میں غلط تاویلیں کر کے خود بھی گمراہی کا شکار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر کے "ضلوا فاضلوا" (خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا) کا مصداق بن جاتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

واضح رہے کہ پہاڑ کو اس جگہ سے اکھاڑ کر بلند کرنا اس لئے نہ تھا کہ تورایت کے احکام ان سے جبراً منوائے جائیں بلکہ محض ان کی اور طغیان کی وجہ سے تھا لہذا اس آیت کریمہ کا "لا اکراہ فی الدین" دین میں کوئی جبر نہیں سے کوئی تعارض نہیں۔

(از تبیان)

marfat.com

Marfat.com

عمالقہ سے جہاد کا حکم اور بنی اسرائیل کی روگردانی :

﴿ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ☆ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ☆ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ☆ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ☆ قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ☆ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ☆﴾

(پ ٦ سورت مائدہ ٢١، ٢٥)

(موسیٰ علیہ السلام نے کہا) اے میری قوم داخل ہو جاؤ اس پاک زمین میں جسے لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اور نہ پیچھے ہٹو پیٹھ پھیرتے ہوئے ورنہ تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام اس زمین میں تو بڑی جابر قوم (آباد) ہے اور ہم ہر گز داخل نہ ہوں گے اس میں جب تک وہ نکل نہ جائیں وہاں سے اور اگر وہ نکل جائیں اس سے تو پھر ہم ضرور داخل ہوں گے۔ (اس وقت کہا) کہا دو آدمیوں نے جو (اللہ سے) ڈرنے والوں سے تھے ، انعام فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے جن پر کہ ،(بے دھڑک) داخل ہو جاؤ ان پر دروازے سے اور جب تم داخل ہو گے دروازے سے تو یقیناً تم غالب آجاؤ گے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایماندار۔ کہنے لگے اے موسیٰ (علیہ السلام) ہم تو ہر گز داخل نہ ہوں گے اس میں قیامت تک جب تک وہ وہاں ہیں پس جاؤ تم اور تمہارا رب اور دونوں لڑو ان سے ، ہم تو یہاں ہی بیٹھیں گے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب میں مالک نہیں ہوں سوائے اپنی ذات کے اور اپنے بھائی کے پس جدائی ڈال دے ہمارے درمیان اور اس نافرمان قوم کے درمیان۔

بنی اسرائیل کا اصل آبائی وطن مالوف ملک شام تھا۔ یوسف علیہ السلام کے دور میں یہ لوگ

marfat.com

Marfat.com

مصر آکر مقیم ہوئے اور وہاں مختلف حالات سے گزرتے رہے فرعون مصر کی غلامی کا کٹھن دور بھی ان لوگوں نے مصر میں گزارا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں نجات دلائی فرعون دریا میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے اطمینان کا سانس لیا اس دوران ملک شام پر قوم عمالقہ قابض ہو چکی تھی اور انہوں نے وہاں تسلط قائم کر لیا تھا فرعون کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ عمالقہ سے جہاد کر کے ان سے اپنا اصل وطن آزاد کرائیں اور وہاں جاکر مقیم ہو جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بارہ نقیب (سردار) روانہ کئے جو چالیس روز تک وہاں کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہے جب واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ قوم کے سامنے برملا ایسی کوئی بات نہ کہنا جس سے ان کے حوصلے پست ہوں لیکن بارہ میں سے دس نے وہاں کے لوگوں کی قوت و جبروت ان کی قد و قامت ان کے قلعوں کی مضبوطی کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بنی اسرائیل چلا اٹھے اور انتہائی بے باکی سے اپنے پیغمبر کو کہہ دیا کہ ہم ایسی جابر قوم سے ٹکر لے کر اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ کرنے کے لئے ہر گز تیار نہیں۔ آپ اور آپ کا خدا پہلے ان سے جاکر لڑیں ان سے ملک کو پاک کریں تو پھر ہم اپنے آبائی وطن کا رخ کریں گے انہوں نے کہا ہم شام کی زرخیز زمینوں ٹھنڈے پانی کے ابلتے ہوئے چشموں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور وہاں کی عزت کی زندگی سے باز آئے ہم تو واپس مصر جاتے ہیں۔

دوسرے دو سرداروں حضرت یوشع بن نون اور کالب نے بہت سمجھایا کہ نامرد نہ بنو۔ ذرا ہمت کر کے دشمن کے شہر کے دروازے سے داخل ہو کر حملہ کر کے دیکھو۔ نصرت الٰہی کس طرح تمہارے دشمنوں کو کچل کر رکھ دیتی ہے لیکن ان پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا جب وہ عمالقہ کی طاقت کا حال سن کر دل چھوڑ بیٹھے اور جہاد سے منہ موڑ کر واپس لوٹے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جرم کی سزا یوں دی کہ وہ اپنے گھروں تک واپس نہ پہنچ سکے اور چالیس برس تک وادی تیہ میں حیران و پریشان گھومتے رہے۔

"تیہ" مصر اور شام کے درمیان ایک وسیع اور کھلا میدان تھا۔ تیہ کے معنی ہی حیرانی و پریشانی کے ہیں۔ بنی اسرائیل اس میدان میں چالیس سال تک انتہائی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں سرگرداں

marfat.com

Marfat.com

رہے اسی لئے اسے وادی تیہ کہا جاتا ہے بنی اسرائیل اپنے گھروں تک جانے کی فکر میں دن بھر سفر کرتے رات بسر کرنے کے بعد صبح اپنے آپ کو وہیں پاتے جہاں سے گزشتہ صبح انہوں نے سفر کا آغاز کیا تھا۔

(از تبیان و ضیاء القرآن)

بنی اسرائیل کی سرکشی کے باوجود ان پر انعامات :

﴿ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ☆﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۵۷)

اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کر دیا اور من اور سلوی تم پر اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزوں سے اور انہوں نے (ہماری نافرمانی) کر کے ہم پر ظلم نہیں کیا، ہاں وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کی انتہائی سرکشی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان پر بے شمار انعامات فرمائے اس آیت کریمہ میں جن نعمتوں کا ذکر ہے ان کا تعلق میدان تیہ سے ہے جہاں وہ چالیس برس تک پریشان حالی اور سرگردانی میں رہے اس وادی میں نہ کوئی سایہ ہے، نہ کوئی درخت، نہ ہی کوئی عمارت، نہ پینے کے لئے پانی، نہ کھانے کے لئے کوئی چیز، نہ روشنی تھی اور نہ ضروریات زندگی کے دیگر لوازمات۔ اس بے سروسامانی اور غریب الوطنی کے عالم میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کے لئے سب سامان مہیا ہو گئے اللہ تعالیٰ نے دھوپ سے بچاؤ اور سایہ کے حصول کے لئے بادل بطور سائبان نازل فرمادیا کھانے کے لئے من سلوی بھیج دیا من وسلوی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں صحیح یہی ہے کہ من سے مراد ترنجبین ہے جو ایک نفیس شیریں ذائقہ دار مادہ تھا جو شبنم کی طرح صبح کے وقت آسمان سے اترتا اور کثیر مقدار میں چھوٹے چھوٹے درختوں پر منجمد ہو جاتا تھا سلوی کے بارے میں متعدد اقوال ہیں صحیح یہی ہے کہ وہ بٹیر تھا بعض نے کہا کہ وہ بھنا ہوا اترتا تھا اور بعض کا قول ہے کہ بکثرت زندہ پرندے ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے وہ انہیں زندہ پکڑ لیتے اور ذبح کرتے تھے۔ الغرض من اور سلوی ان کی شیریں اور نمکین لطیف غذائیں تھیں جنہیں شکم سیر ہو کر وہ کھاتے تھے تاریکی دور کرنے کے لئے عمودی شکل میں ایک روشنی ظاہر ہو جاتی تھی لباس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی اعجازی شان اس طرح ظاہر فرمائی کہ نہ ان لوگوں کے کپڑے میلے ہوتے اور نہ

marfat.com

Marfat.com

ہی پہنتے اور ان کے بچوں کے جسم کے ساتھ بچوں کا لباس بھی بڑھتا رہتا تھا۔

﴿ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ☆﴾

یہاں لفظ "فعصوا" محذوف ہے یعنی اتنے عظیم و جلیل احسانات وانعامات کے باوجود انہوں نے نافرمانیاں کیں اور اپنی نافرمانیوں سے انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا ہاں وہ اپنے (آپ) ہی کو نقصان پہنچاتے رہے۔

(قرطبی ج ۱ از تبیان)

پتھر سے پانی نکالنا :

﴿ وَاِذَا سْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرْ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَاتَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ☆﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ٦٠)

اور جب پانی طلب کیا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے تو ہم نے فرمایا اپنا عصاء اس پتھر پر مارو تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ بے شک ہر گروہ نے پانی پینے کی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ کھاؤ اور پیو اللہ (تعالیٰ) کے رزق سے اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

میدان تیہ میں چھ لاکھ کی تعداد میں بارہ میل پر پھیلے ہوئے لشکر جب پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنی بے بسی کا ذکر کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا اور حکم دیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اپنا عصا پتھر پر مارو پانی جاری ہو جائے گا آپ نے اپنا عصا پتھر پر مارا تو بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ ہر قبیلے نے ایک ایک چشمہ اپنے لئے مختص کر لیا پتھر سے جاری ہونے والا پانی اتنی بڑی تعداد کے لوگوں کے لئے کافی تھا پتھر مکعب شکل کا تھا اور ہر طرف سے تین تین چشمے جاری ہوئے یہ پتھر کوئی خاص معین تھا یا کہ عام پتھر تھا اگرچہ اس میں مختلف اقوال تو ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ قرآن پاک میں کسی پتھر کو مختص جب نہیں کیا گیا تو وہ پتھر عام تھا۔

(تفسیر ابی السعود)

marfat.com

Marfat.com

میدان تیہ سے نجات اور ان کی سر کشی :

﴿ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ☆ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ☆﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۵۸، ۵۹)

اور جب ہم نے فرمایا اس شہر میں چلے جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بافراغت کھاؤ اور تم داخل ہو دروازے میں سر جھکائے ہوئے اور کہو "حطۃ" (ہمارے گناہوں کو معاف کر) ہم تمہارے گناہوں کو بخش دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب ہم زیادہ دیں گے تو بدل دیا ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی دوسری بات سے تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ وہ بستی کون سی تھی اور کس زمانے میں بنی اسرائیل نے اسے فتح کر لیا، بائیبل کی تصریح یہ ہے :

" اس شہر کو بنیاسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے اخیر زمانہ میں فتح کیا اور وہاں بڑی بدکاریاں کیں جن کے نتیجہ میں خدا نے ان پر وبا بھیجی اور چوبیس ہزار آدمی ہلاک کر دیئے۔

(گنتی، آیت ۱ - ۸ باب ۲۵)

ایک چیز قرآن کا مطالعہ کرتے وقت ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ قرآن جن واقعات کا ذکر کرتا ہے اس سے مقصود صرف عبرت و موعظت ہوتی ہے اس سے اس واقعہ کی تاریخی حیثیت کا بیان مطلوب نہیں ہوتا اس لئے قرآن ان واقعات کے صرف ان پہلوؤں کو بیان کرتا ہے جن میں درس عبرت ہو عموما غیر ضروری تفصیلات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو لوگ قرآن حکیم کی اس خصوصیت کو ملحوظ نہیں رکھتے وہ قصص قرآنی میں تاریخی کتب کی طرح تفصیلات کا تسلسل اور زمان و مکان کا تعین نہیں پاتے تو وہ طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(از ضیاء القرآن)

marfat.com

Marfat.com

جب موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ مراد لیا جائے تو بستی سے مراد ریحا ہوگی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے ،اگر بیت المقدس مراد لیا جائے تو یہ واقعہ حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے سے متعلق ہوگا۔ رب تعالیٰ نے اس قوم کو کہا کہ جب تم شہر میں داخل ہو تو سجدہ کرتے ہوئے عجز و انکساری سے داخل ہونا اور زبان سے "حطۃ" کہنا لیکن قوم نے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے سرکشی سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کے بجائے اپنی سرینوں کے بل گھسیٹتے ہوئے داخل ہونا اختیار کیا اور "حطۃ" کہنے کی جگہ "حنطۃ" (ہمیں گندم چاہیئے) کہا ان کی سرکشی اور حدود سے تجاوز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے طاعون کا عذاب بھیجا جس سے وہ چوبیس ہزار کی تعداد میں مر گئے۔

(از کبیر)

من وسلوٰی سے اعراض اور ذلت کا تسلط :

﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ☆ ﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۶۱)

جب تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے موسیٰ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ (من وسلوی کی بجائے) ہمارے لئے زمین سے اگنے والی چیزیں پیدا کرے زمین کی سبزی (ترکاری)، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز فرمایا کیا تم ادنیٰ (گھٹیا) چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو، اترو شہر میں تو بے شک (وہاں) تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ڈال دی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگئے یہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے

marfat.com

Marfat.com

ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس لئے (بھی) کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھتے تھے۔

یہ بات بھی بنی اسرائیل نے میدان تیہ میں کہی تھی۔

(قرطبی ج ۱ ص ۴۲۲)

بنی اسرائیل عرصہ دراز تک بلاناغہ من وسلوی کھاتے رہنے کی وجہ سے اکتا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم اب ایک ہی قسم کے کھانے پر صبر نہ کر سکیں گے من وسلویٰ کی دو مختلف قسم کے کھانوں کو ایک کھانا اس لئے کہا گیا کہ دونوں قسم کے کھانے وہ ایک ساتھ کھاتے تھے یا اس لئے کہ ہر روز بطور غذا انہیں یہی دو چیزیں ملتی تھی یہ نفیس کھانا باقی کھانوں سے بہتر تھا لیکن بنی اسرائیل کے اصرار پر ارشاد ہوا "اھبطوا" "تم مصر میں اتر جاؤ جو کچھ تم نے مانگا وہ تمہیں وہاں ملے گا اس مصر کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ فرعون کا مصر تھا یا کوئی اور شہر رائج ہے کہ اس سے غیر متعین شہر مراد ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وادی تیہ کے قریب کوئی شہر تھا جس میں عارضی طور پر جانے کا حکم ان کی خواہش کے مطابق دیا گیا تھا بڑھتی ہوئی نفسانی خواہشات کی بناء پر طاعت اور بندگی کی حدود سے بار بار یہود کا تجاوز اور طغیانی ان کے حق میں دائمی ذلت و مسکنت (مسکینی) پر منتج ہوا۔

قوم یہود پر ذلت و مسکنت کا مسلط ہونا ایسی حقیقت ثابتہ ہے جس کا انکار واقعات کی روشنی میں کوئی اہل انصاف نہیں کر سکتا قرآن مجید میں بھی (علی روس الاشهاد) واضح شہادت سے فرمارہا ہے کہ ذلت و مسکنت اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا غضب ان کے حق میں مقدر ہو چکا ہے دنیا جانتی ہے کہ یہود کی تاریخ مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں سے بہت پرانی اور قدیم ہے ابتداء سے لیکر آج تک ان کی تاریخ کو سامنے رکھ لیجئے کوئی دور ان کا ذلت و مسکنت سے آپ کو خالی نظر نہیں آئے گا حالانکہ ان میں ایک طبقہ بہت بڑا سرمایہ دار ہے لیکن انتہائی بخیل اور حریص بخیل کتنا ہی مالدار ہو مگر بخل کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسکینی کی ہیئت پر رہتا ہے اور حریص کمال حرص کے سبب ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنے کی فکر میں رنج و تعب (مصیبت اور مشقت) میں مبتلا رہتا ہے پھر یہ کہ سب یہودی مالدار نہیں بلکہ بہت سے یہود فقر و مسکنت کا شکار ہیں۔ حیوانیت و بربریت، ظلم و جور، دکھی انسانیت پر لرزہ خیز مظالم ان کی طبائع میں مرکوز ہیں۔ عہد

marfat.com

Marfat.com

شکنی، وعدہ خلافی ان کا طرۂ امتیاز ہے، ان کے ظلم و ستم کے باعث اقوام عالم کی نظروں میں وہ لائق گردن زنی (گردن اڑا دینے کے قابل) رہے ہیں اسی لئے انکی پوری تاریخ میں ایسا کوئی وقت نہیں آیا کہ ان کے جرائم کی پاداش میں لوگ انہیں قتل کرنے اور سخت تکلیفیں پہنچانے کے درپے نہ رہے ہوں قرآن مجید کے اعلان کے مطابق یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا جیسا کہ سورۃ الاعراف میں فرمایا

﴿ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾
(پ ۹ سورت اعراف ۶۷)

یعنی آپ کے رب تعالیٰ نے بتادیا تھا کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو انہیں بدترین عذاب دیں گے۔

اس زمانہ میں بھی جب کہ یہود کی نام نہاد حکومت فلسطین میں قائم ہے مظلوم فلسطینی ہر وقت ان کی تاک میں رہتے ہیں گویا وہ یہودیوں پر مسلط رہتے ہیں جب بھی انہیں موقع ملتا ہے وہ یہود کو تکلیفیں پہنچانے قتل کرنے اور قیدی بنانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور یقیناً یہ صورت حال قیامت تک جاری رہے گی البتہ ان کے لئے جان و مال کی بے حرمتی سے بچنا اللہ تعالیٰ کی رسی کے سہارے ہو سکتا ہے یا اس کے علاوہ ذلت و خواری سے محض بظاہر محفوظ رہنا لوگوں کی رسی کے ذریعے ممکن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾
(پ ۴ سورت آل عمران ۱۱۲)

یعنی وہ جہاں بھی پائے جائیں ذلت ان پر مسلط کر دی گی بجز اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی کے اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن اور اسلام ہے قرآنی اور اسلامی حکم ہے۔

﴿ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ ﴾
(پ ۱۰ سورت توبہ ۶)

یعنی اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو اور ارشاد فرمایا

﴿ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾
(پ ۱۰ سورت توبہ ۲۹)

یعنی (اگر شہ پناہ طلب نہ کریں تو) ان کا مال و جان محفوظ نہیں یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

marfat.com

Marfat.com

اگرچہ پناہ مانگنا اور جزیہ ادا کرنا دونوں باتیں موجب ذلت ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے دین میں مستامن اور ذمی کا جان و مال بے حرمتی سے محفوظ رہتا ہے۔ اور لوگوں کی رسی سے مراد یہ ہے کہ غیر مسلم لوگ ان سے معاہدہ کر کے ان کی حفاظت کا ذمہ اٹھالیں جیسا کہ آج کل بعض غیر مسلم بڑی طاقتوں نے یہود سے معاہدہ کر کے ان کی حفاظت ذمہ اٹھایا ہوا ہے، جس کی بل بوتے پر فلسطین میں یہود کی بے بنیاد حکومت کا ڈھانچہ کھڑا ہے۔ اگر وہ لوگ آج اپنا معاہدہ ختم کر دیں تو یہ نام نہاد حکومت باقی نہ رہے۔

بعض مفسرین نے "لوگوں کی رسی" کا مفہوم "جزیہ" بیان کیا ہے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رسی اور لوگوں کی رسی ایک ہی قرار پائے گی حالانکہ انسب یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ ہوں۔

(ملخصاً البحر المحیط ج۳ ص۳۲، ابن کثیر ج۱ ص ۳۹۶)

غالباً اسی لئے قرآن مجید میں "وحبل من المسلمین کی جائے وحبل من الناس" فرمایا گیا ہے ایسی حکومت کا قیام قرآن کی پیشگوئی کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ حبل من الناس کے الفاظ میں اس مسئلہ میں قرآنی صداقت کا اعلان کر رہے ہیں اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ قرآن کے مطابق محض لوگوں کے سہارے فلسطین میں بے بنیاد اسرائیلی حکومت قائم ہے جو آج بھی حقیقی ذلت و مسکنت اور اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہے اور یقیناً آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے غضب میں یہ لوگ مبتلا ہوں گے۔

﴿ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے

"بغیر الحق" سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام سے کوئی ایسا کام سرزد ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے اس کا قتل حق قرار پائے کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام معصوم ہیں ان سے کوئی ایسا کام نہیں ہو سکتا یہاں بغیر الحق فرما کر انبیاء کے قاتلین کے فعل کا وصف بیان فرمایا کہ وہ ناحق تھا۔

(قرطبی ج ۱، ص ۴۳۲)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاء کا قتل ان کی نبوت کے خلاف نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حق میں وعدۂ الٰہیہ ...... ﴿واللہ یعصمک من الناس﴾ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا...... حضور کی خصوصیات سے ہے، ورنہ نفس قتل کا نبی پر وارد ہونا ہرگز اس کی نبوت کی نفی نہیں کرتا، جس کی روشن دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے اگر رسول اللہ ﷺ پر موت طاری ہو جائے یا مقتول ہو جائیں تو اے

marfat.com

Marfat.com

مسلمانو کیا تم پچھلے پاؤں پھر جاؤ گے ۔ یعنی رسول کے لائے ہوئے دین کو چھوڑ دو گے۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کی انتہائی شقاوت قلبی کا بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرنے والوں سے بڑھ کر کون شقی القلب ہو سکتا ہے حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحیٰ علیہ السلام اور ان جیسے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کو انہوں نے انتہائی بیدردی کے ساتھ شہید کیا یہ سب کچھ یہود کی نا فرمانی اور پرانی سرکشی کا ظہور تھا۔

(تبیان)

گائے کے گوشت سے مقتول کو زندہ کرنے کا واقعہ :

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ إِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ ☆ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَابَقَرَةٌ لَّافَارِضٌ وَّلَابِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَاتُؤْمَرُوْنَ☆ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَالَوْنُهَا قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ☆ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَاهِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّآ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ☆ قَالَ إِنَّهٗ يَقُوْلُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَاتَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ☆﴾

(پ ۱ سورت بقرہ ۶۷، ۷۱)

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے ایک گائے ذبح کرنے کا ، وہ بولے : کہ آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں ؟ (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ میں نادانوں سے ہو جاؤں انہوں نے کہا : ہمارے لئے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ ہمیں بتا دے وہ کیسی ہے ؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بچھڑی (بلکہ) اس کے درمیان متوسط عمر کی، پس بجا لاؤ جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا : ہمارے لئے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجئے وہ ہمیں بتائے

marfat.com

Marfat.com

اس کا رنگ کیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ زرد گائے ہے گہرے چمکدار رنگ کی دیکھنے والوں کو اچھی لگتی ہے وہ بولے اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے وہ ہمیں کھول کر بتائے اس کا وصف کیا ہے ؟ بے شک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور بیشک اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ضرور راہ پائیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بیشک وہ فرماتا ہے یقیناً وہ گائے ہے جو نہ محنت کش ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے صحیح سالم ہے (یک رنگ) جس میں کوئی (داغ) دھبہ نہیں وہ بولے آپ ٹھیک بات لائے پھر انہوں نے اسے ذبح کیا اور وہ یہ کام کرنے کے قریب نہ تھے۔

بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اپنے ایک رشتہ دار کو قتل کر دیا تاکہ اس کا وارث بن جائے۔ قتل کر کے اس کی لاش کو چوراہے میں پھینک دیا پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر آگیا موسیٰ علیہ السلام نے کوشش کی قاتل کا پتہ لگانے کی لیکن پتہ نہ چل سکا وہ لوگ کہنے لگے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کیجیے تاکہ وہ بتائے کہ اس کا قاتل کون ہے۔ آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی ۔آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کر کے اس کا گوشت مردہ کو مارو وہ زندہ ہو کر بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے انہوں نے تعجب کیا کہ ذبح شدہ جانور کا گوشت مردہ کو کیسے زندہ کرے گا یہ تو ایک مزاح نظر آرہا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔

" یعنی ان الاشتغال بالاستھزاء لا یکون الابسبب الجھل ومنصب النبوۃ لایحتمل لاقدام علی الا ستھزاء"

یعنی مزاح اڑانا جاہلوں اور نادانوں کا کام ہے نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ کسی سے مزاح اڑائے اور خصوصا دینی معاملات میں مزاح اڑانا شدید عذاب اور وعید کا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کے متعلق یہ تصور کرنا بھی محال ہے کہ وہ ایسا اقدام کر سکتا ہے جو عذاب کا سبب بنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

" لو ذبحوا ایة ارادوا لأجزأت منھم لکنھم شددوا علی انفسھم فشدد اللہ علیھم "

marfat.com

Marfat.com

اگر وہ کوئی گائے بھی ذبح کرتے تو ان کو کفایت کرتی لیکن انہوں نے خود بار بار سوال کر کے اپنے آپ پر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سختی کی حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" والذی نفس محمد بیدہ لو لم یقولوا ان شاء اللہ لحیل بینھم و بینھا ابدا"

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہتے تو ہمیشہ ان کے اور گائے کے حصول میں سوالات حائل رہتے۔ یعنی جب انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ہدایت پائیں گے تو اسی وقت ان کو سوالات ختم کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔

بہت بھاری قیمت سے گائے حاصل کی:

اس وقت عام طور پر گائے کی قیمت تین دینار تک ہوتی تھی لیکن انہوں نے سوال کر کے اپنے لئے اتنی مشکل پیدا کر دی تمام اوصاف کسی گائے میں بیک وقت پائے جانے دشوار نظر آئے آخر کار تلاش کرتے کرتے انہیں ایک بیوہ اور اس کے یتیم بچے کے پاس ایسی گائے نظر آئی جس میں بیان کردہ جمیع اوصاف موجود تھے بوڑھی نہیں تھی اور بچھڑی نہیں تھی بلکہ درمیانی عمر کی تھی زرد رنگ تھا دیکھنے والوں کو خوش کرتا تھا زمین میں اس نے ہل نہیں چلایا تھا اور نہ ہی کھیتی کو سیراب کیا تھا اور اس میں کوئی عیب اور داغ دھبہ نہیں تھا کیونکہ اس یتیم کے بوڑھے، نیک، پرہیزگار باپ نے اپنی ایک بچھڑی کو جنگل میں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دیا تھا کہ میرا بچہ کچھ بڑا اور سمجھدار ہو کر اسے لے جائے گا۔ وہ بچہ بھی والدین کا فرمانبردار تھا۔ اپنے باپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد وہ اپنی گائے جنگل سے لے آیا تھا۔ اسی گائے میں تمام اوصاف موجود تھے۔ موٹی تازی تھی، خوبصورت تھی، بنی اسرائیل کو اس کے چمڑے میں جتنی مقدار میں سونا آسکتا تھا اتنی مقدار میں سونا بطور قیمت ادا کرنا پڑا۔

سبحان اللہ! مالک الملک نے اپنے بندے کی گائے کی جنگل میں حفاظت فرمائی اور اس نیک بندے کی بیوہ اور اس کے یتیم بچے کو کثیر مقدار میں مال و دولت عطا فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

بنی اسرائیل اگرچہ گائے کی بھاری قیمت ادا کرنے پر خوشی رضامند نہیں تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ہمارا مقتول زندہ ہو گیا تو ہمارا اپنا ہی عیب ظاہر ہو گا لیکن انہیں پھر بھی گائے ذبح کرنی پڑی کیونکہ اب ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہ گیا تھا اگرچہ وہ ذبح نہیں کرنا چاہتے تھے ۔

(از کبیر)

گائے کے ذبح کرنے میں حکمت :

ایک وجہ تو یہی تھی کہ نیک آدمی کے یتیم بچے اور اس شخص کی بیوہ کو کثیر مال عطا کرنا تھا اس لئے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور بنی اسرائیل کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ سوال کرتے ہیں اس طرح وہ گائے کہیں اور نہ مل سکی دوسری وجہ یہ تھی کہ گائے کی قربانی کا طریقہ پہلے سے چلا آرہا تھا اور وہ لوگ گائے کی قربانی کو عظیم سمجھتے تھے اس لئے انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تا کہ ان کے ذہن اسے قبول کر لیں کہ گائے کی قربانی میں یہ اثر ہو گا مقتول کو زندہ کرنے کا یہ عجیب انداز بیان کر کے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ جیسے چاہے مردوں کو زندہ کرتا ہے نیز یہ کام ان کے اپنے ہاتھوں سے کرایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر وہ جادوگری کا الزام عائد نہ کر سکیں ۔

﴿قومِ موسیٰ علیہ السلام میں قارون﴾

ارشاد خداوندی ہے :

﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ☆ وَابْتَغِ فِيْمَا اٰتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ☆ قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِىْ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ☆ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِىْ زِيْنَتِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يَالَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا

marfat.com

Marfat.com

اُوتِیَ قَارُوْنُ إِنَّهُ لَذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ ☆ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَکُمْ ثَوَابُ اللهِ خَیْرٌ لِّمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّلاَ یُلَقّٰهَا إِلاَّ الصّٰبِرُوْنَ ☆ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا کَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ ☆ وَاَصْبَحَ الَّذِیْنَ تَمَنَّوْا مَکَانَهُ بِالْاَمْسِ یَقُوْلُوْنَ وَیْکَاَنَّ اللهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَوْلاَ اَنْ مَّنَّ اللهُ عَلَیْنَا لَخَسَفَ بِنَا وَیْکَاَنَّهُ لاَ یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ ☆﴾

(پ ۲۰ سورت القصص ۷۶، ۸۲)

بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی چابیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں ہے بیشک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے اور زمین میں فساد نہ چاہ بیشک اللہ تعالیٰ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جماعتیں اس سے زیادہ (اللہ خود ہی جانتا ہے) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا (کہ تمہارا مال کہاں ہے، تمہاری زیادتیاں کیا ہیں؟) تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں، بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے جنھیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انہیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسادیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا اور کل جس نے اس مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگے عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ رزق وسیع کرتا ہے اپنے بندوں میں جس کیلئے چاہے اور تنگی فرماتا ہے اگر اللہ تعالیٰ ہم پر احسان نہ فرماتا تو ہمیں بھی دھنسادیتا اے عجب! کافروں کا بھلا نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

قارون (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کا قریبی رشتہ دار تھا زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ کا چچازاد بھائی تھا بعض حضرات نے اسے آپ کا خالہ زاد کہا ہے اس نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی نبوت پر حسد کرتے ہوئے منافقت اختیار کرلی تھی جیسے آپ کی قوم میں سامری منافق تھا قارون خوبصورت ہونے کی وجہ سے منور کہلاتا تھا اور تورات کا بھی بہت بڑا قاری تھا لیکن نبی کا گستاخ ہونے کی وجہ سے ذلیل ہوا وہ بہت بڑا مالدار تھا دس آدمیوں کی جماعت اس کے مال کو شمار نہیں کر سکتی تھی یا یہ لوگ اس کے خزانوں کو اٹھا نہیں سکتے تھے۔

﴿ان اختیار ابن عباس وا لحسن أن تحمل المفاتح علی نفس المال﴾

حضرت ابن عباس اور حسن (رضی اللہ عنہم) کا مختار مسلک یہ ہے کہ مفاتح سے مراد مال لیا جائے یعنی اس کے مال کو دس آدمی نہیں اٹھا سکتے تھے

﴿والعصبۃ الجماعۃ الکثیرۃ مثلھا فالعشرۃ عصبۃ﴾

عصبہ اور عصابہ بڑی جماعت کو کہتے ہیں دس کی تعداد پر عصبہ بولا جاتا ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا ونحن عصبۃ اور ہم ایک جماعت ہیں یہ کہنے والے دس کی تعداد میں تھے۔

" ان تلك المفاتیح بلغت ستین حملا لیس مذکورا فی القران فلا تقبل ھذہ الروایۃ "

جس روایت میں یہ ذکر ہے کہ قارون کے خزانوں کی چابیاں ساٹھ سواریوں کا بوجھ تھا اس کا ذکر قرآن پاک میں نہیں لہذا اس روایت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

قارون اپنی مالداری کی وجہ سے اپنی قوم کے غرباء کو گھٹیا سمجھتا تھا ان کے ایمان کا کچھ پاس نہ کرتا اپنے کثرت مال کی وجہ سے اس کے دل میں ان کی کوئی عظمت نہ تھی مصر میں رہنے کے دوران بھی فرعون کا ایجنٹ تھا اس لئے وہاں بھی بنی اسرائیل پر مظالم ڈھاتا رہتا تھا اور اپنے تکبرانہ انداز سے بھی ان پر غصہ کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

(کبیر

اس کی قوم نے اسے کہا کہ تم اپنے کثیر مال کی وجہ سے اتراؤ نہیں اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں

marfat.com

Marfat.com

کرتا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق تمہیں مزید نعمتیں عطا کرے گا کیونکہ اس کا وعدہ ہے۔

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾

(پ ۱۳ سورت ابراھیم ۷)

اگر تم شکریہ ادا کرو گے تو میں تمہیں مزید نعمتیں دوں گا۔

اس لئے تمہیں چاہیے کہ تم دنیا میں آخرت کے لئے عمل کر کے عذاب سے نجات حاصل کرو اس لئے کہ دنیا میں انسان کا حقیقی حصہ یہ ہے کہ آخرت کے لئے عمل کرے صدقہ دے کر صلہ رحمی کر کے اور اعمال خیر کے ساتھ آخرت کا ثواب اور کامیابی حاصل کرے اور اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ پانی، صحت، قوت و جوانی اور دولت کو نہ بھول بلکہ ان سے اے انسان آخرت کو طلب کر۔

حدیث شریف میں ہے کہ پانچ سے پہلے پانچ کو غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، ثروت کو ناداری سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے، قارون نے کسی کی نصیحت کو قبول نہ کیا بلکہ کہنے لگا یہ مال تو مجھے کسی نے نہیں دیا میں نے تو اپنے علم سے اسے حاصل کیا۔

علم سے مراد تورات کا علم یا کیمیاگری جو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل کیا تھا اور اس کے ذریعے قلعی کو چاندی اور تانبے کو سونا بنالیتا تھا یا علم تجارت یا علم زراعت یا اور پیشوں کا علم۔

(از خزائن العرفان)

جب وہ زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے شاندار سواری پر سوار ہو کر شاہانہ انداز پر نکلتا تو تو اسے دیکھ کر دنیا اور لوگوں کا جی للچاتا دل میں حسرت پیدا ہوتی وہ کہتے کتنا خوش نصیب ہے یہ قارون کاش ہمیں بھی اس جیسا مال و دولت اور امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ میسر ہوتی، لیکن جو لوگ صاحب علم تھے دنیا کے مال کی حقیقت سے باخبر تھے کہ یہ ناپائیدار چیز ہے ان کے دل میں کسی قسم کو کوئی خیال پیدا نہ ہوتا کہ ہمیں بھی ایسا مال ملے بلکہ انہوں نے دوسروں کو بھی سمجھایا کہ تمہاری بربادی ہو تم دنیا کا مال طلب کر رہے ہو تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کے لئے اپنے ایمان پر ثابت رہو اور اچھے اعمال کرتے رہو۔

marfat.com

Marfat.com

قارون کا زمین میں دھنس جانا :

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مال سے زکوٰۃ وصول کروں قارون نے انکار کر دیا اس نے دوسروں کو بھی برگشتہ کرنے کی کوشش کی لوگوں کو جمع کر کے کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس نماز ادا کرنے کا حکم لائے اور بھی کئی احکام لائے کہ تم ان پر عمل کرو تو ہم نے ان پر عمل کیا اب وہ ہم سے ہمارا مال بھی چھیننا چاہتے ہیں یہ ہم کیسے برداشت کریں سب نے کہا ہاں یہ تو ہم کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتے لیکن اس میں تمہاری کیا رائے ہے ؟ کیا کیا جائے ؟ اس نے کہا فاحشہ عورتوں میں سے ایک عورت کی طرف پیغام بھیج کر اسے بلاتے ہیں اور اسے انعام کا لالچ دے کر موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگاتے ہیں تا کہ سب لوگ اسے چھوڑ جائیں اس نے اپنی منصوبہ کے مطابق ایک فاحشہ عورت کو بلایا اسے ایک ہزار دینار یا سونے سے بھرا ہوا ایک طشت دینے کا وعدہ کیا کہ تم سب لوگوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ برائی کا ارتکاب کیا ہے اس نے کہا ٹھیک ہے میں کہہ دوں گی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عید کے دن خطبہ دیا اور احکام الٰہیہ بیان کئے اس دوران قارون نے بھی اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی مذموم لیکن ناکام کوشش کی یا کہ قارون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ تم بنی اسرائیل کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاؤ کہ مجھے رب تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے آپ نے سب لوگوں کو جمع کیا ممکن ہے قارون کے کہنے پر عید کے دن ہی سب کو جمع کر کے آپ نے خطبہ دیا ہو اس طرح روایتوں کا مقصد ایک ہی ہو گا آپ نے دوران خطبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس کا پیغام تمہیں پہنچاؤں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ٹھہراؤ صلہ رحمی کرو اس طرح آپ نے اور بھی کئی احکام بیان فرمائے اور آپ نے یہ فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں زانی کو سنگسار کر دوں۔ قارون اور اس کے چیچے کڑ چھے کہنے لگے ، یہی کام اگر تم کرو ؟ آپ نے فرمایا مجھے بھی سنگسار کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے تو زنا کیا ہے (معاذ اللہ) ۔ آپ علیہ السلام نے کہا میں نے ؟ انہوں نے کہا ہاں تم نے ۔ ابھی وہ عورت مجمع عام میں آکر بتائے گی اس عورت کو بلایا گیا سب نے کہا کہ تم بتاؤ جو معاملہ تمہارے ساتھ در پیش آیا ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہا

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے سچ سچ بتاؤ کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ اس عورت نے کہا جب تم نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے تو اب میں سچ سچ بیان کروں گی کوئی جھوٹ کی آمیزش نہیں ہو گی۔

اس نے کہا ان لوگوں نے مجھے بلایا اور کثیر مال دینے کی پیش کش کی ہے کہ میں تم پر تہمت لگاؤں کہ تم نے میرے ساتھ برائی کا ارتکاب کیا ہے میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک تم پاک دامن ہو ہر طرح سے پاک وصاف ہو اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو۔ موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے سجدہ میں گر گئے اور رب تعالیٰ کے حضور عرض کرنے لگے اے مولائے کائنات جب میں تیرا رسول ہوں تو ان کو اپنی گرفت میں لے لے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام زمین کو تمہارے حکم کے تابع کر دیا ہے اسے جو حکم دیں گے وہ تسلیم کرے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کہا کہ مجھے رب تعالیٰ نے قارون کی طرف بھی ایسے ہی بھیجا جیسا کہ فرعون کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے اس پر شاہد ہے :

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَ قَارُوْنَ ﴾
(پ ۲۴ ع ۸)

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف۔

اس لئے جو شخص اس کا ساتھ دینا چاہے وہ اس کا ساتھ دے اور جو میرا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ اسے چھوڑ دے آپ کے اس ارشاد پر اس کے ساتھ صرف دو آدمی رہ گئے باقیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا پھر آپ علیہ السلام نے کہا : " اے زمین ان کو (قارون اور اس کے ساتھیوں کو) پکڑ لے " زمین نے ان کو ایڑیوں تک اپنے اندر دھنسا لیا وہ کہہ رہے تھے اے موسیٰ علیہ السلام، اے موسیٰ علیہ السلام لیکن آپ بدستور فرما رہے تھے اے زمین ان کو پکڑ لے۔ تو زمین نے ان کو گھٹنوں تک دھنسا لیا۔ پھر اس نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام، اے موسیٰ علیہ السلام لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی بلکہ زمین کو کہا ان کو اپنی گرفت میں لے لے تو زمین نے ان کو کمر تک دھنسا لیا پھر اسی طرح گردنوں تک وہ دھنس گئے اس حالت میں وہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آہ وزاری کر رہے تھے آپ پر رحم کرنے کے واسطے ڈال رہے تھے لیکن آپ نے شدت غضب کی وجہ سے ان کی بات کی طرف کوئی دھیان نہ کیا بلکہ زمین کو آخری حکم بھی دے دیا کہ اے

marfat.com

Marfat.com

زمین ان کا مواخذہ کر لے۔ آخر زمین نے ان کو مکمل طور پر اپنے اندر سمیٹ لیا۔

رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور کہا اے موسیٰ تم نے کتنی سخت دلی کا مظاہرہ کیا ہے وہ تمہیں بار بار پکار رہے تھے لیکن تم نے ان پر کچھ رحم نہ کیا ان کی آہ وزاری پر کچھ توجہ نہ دی۔

" اما وعزتی و جلالی لو بی استغاث لاغثته "

اور دوسری روایت میں ہے کہ

" لو ایای دعوا مرة واحدة لوجدونی قریبا مجیبا "

خبردار مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر مجھ سے کوئی فریاد طلب کرتا تو میں اس کی فریاد کو ضرور پہنچتا یعنی اس کی حاجت کو پورا کرتا کہ اگر مجھے ایک مرتبہ ہی کوئی پکارتا تو مجھے اپنی پکار قبول کرنے والا پاتا۔ رب تعالیٰ کے اس ارشاد کا جواب موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا خوب دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

" رب غضبا لك فعلت "

اے میرے رب میں نے تیری لئے ہی تو غصہ کرتے ہوئے یہ کیا ہے۔

یعنی اے اللہ تعالیٰ جب وہ تیرے دین کی دھجیاں بکھیر رہے تھے تیرے احکام کو پامال کر رہے تھے خود گمراہ ہو رہے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے تھے تو میں نے تیرے حضور عرض کیا کہ اے مولائے کریم جب میں تیرا رسول ہوں انہیں تیرے احکام پہنچا رہا ہوں لیکن یہ اپنے طریقہ سے باز نہیں آ رہے تو تو ان کو اپنی گرفت میں لے لے اے رب کریم تجھ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ میں نے ان پر اس لئے غصہ نہیں کیا کہ انہوں نے مجھ پر تہمت لگائی ہے اس میں وہ خود ہی ذلیل ہو چکے تھے میرا غصہ تو تیری ذات کی وجہ سے تھا میں ان کی آہ وپکار کو کیسے سنتا ؟

(از روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کو قوم کی ایذاء سے بری کرنا :

﴿ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ آذَوْا مُوْسٰی فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَکَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا ☆ ﴾

(پ ۲۲ سورت احزاب ٦٩)

marfat.com

Marfat.com

اے ایمان والو! ان جیسے نہ ہونا جنھوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ستایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کی اور موسیٰ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے ہاں آبرو والا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مال کی تقسیم پر جب ایک شخص نے اعتراض کیا تو حضور ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"یرحم اللہ موسیٰ لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر"

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے بھی زیادہ ستایا گیا لیکن آپ نے صبر کیا۔

(بخاری و جلالین)

موسیٰ علیہ السلام کو ستانے کا ایک واقعہ تو ابھی گزرا ہے کہ آپ پر تہمت لگانے کی ناپاک جسارت کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری فرمایا۔

دوسرا واقعہ جو مسند احمد بخاری ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بہت حیا فرماتے تھے، آپ اپنے جسم کو اس طرح ڈھانپ کر رکھتے تھے کہ آپ کے جسم کی جلد کو کوئی شخص نہ دیکھے۔ یہ اہتمام آپ حیاء کی وجہ سے کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں سے آپ کو بعض نے ذہنی اذیت (تکلیف) پہنچائی، وہ کہنے لگے کہ آپ اپنے جسم کو کسی عیب کی وجہ سے ڈھانپتے ہیں تو آپ کو برص کی مرض ہے یا ادرۃ (خُصیتَین میں ہوا بھری ہونا) کے مرض میں مبتلا ہیں۔ جب ہی آپ ہمارے ساتھ مل کر ننگے ہو کر نہیں نہاتے۔ وہ سب لوگ مل کر ننگے نہاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ نبی کو ان کے لگائے ہوئے عیب سے بری فرمائے۔ موسیٰ علیہ السلام ایک دن سب لوگوں سے علیحدہ ہو کر نہانے لگے۔ آپ نے اپنے کپڑے پتھر پر رکھے غسل کیا جب غسل سے فارغ ہوئے تو کپڑے لینے کے لئے پتھر کی طرف متوجہ ہوئے تو پتھر آگے بھاگ کھڑا ہوا موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے پیچھے۔ [ثوبی حجر، ثوبی حجر] اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے

marfat.com

Marfat.com

کپڑے۔ کہہ رہے ہیں۔ لیکن پتھر وہاں جاکر رکا جہاں بنی اسرائیل کے بڑے بڑے لوگ محفل سجائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے جب موسیٰ علیہ السلام کو ننگے دیکھا تو انہیں علم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بہت حسین ہیں آپ میں کوئی عیب نہیں۔ وبراہ ممایقولون (انہوں نے آپ پر جو عیب لگائے تھے رب تعالیٰ نے آپ کو بری کر دیا) اب پتھر چونکہ رک چکا تھا آپ علیہ السلام نے اپنے کپڑے پہنے اور پتھر کو اپنے عصا سے مارا۔

(از روح المعانی)

"قال ابوهريره الله ان به ندبا ای اثر ستة او سبعة من ضرب موسیٰ"

(تفسیر صاوی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، بے شک موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کی وجہ سے پتھر پر چھ یا سات نشان پڑ گئے تھے۔

تیسرا واقعہ یہ تھا کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کرنے کا الزام عائد کر دیا تھا، ابن منیع ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ رضی اللہ عنہم اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پہاڑ پر گئے تو وہاں ہارون علیہ السلام فوت ہو گئے۔ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تم نے حضرت ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا حالانکہ وہ ہمیں تم سے زیادہ محبوب تھے اور وہ نرم مزاج تھے۔ ان کے اس بیہودہ کلام سے بھی آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا جنہوں نے ہارون علیہ السلام کی لاش کو اٹھایا اور وہاں سے گزرا جہاں بنی اسرائیل کی محافل قائم تھیں اور فرشتے ہارون علیہ السلام کی وفات کا ذکر کر رہے تھے۔

"فبراه الله فانطلقوا به فدفنوه"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری فرمایا اور فرشتے ہی ہارون علیہ السلام کی لاش کو لے گئے اور انہوں نے ہی دفن کیا۔

(روح المعانی)

موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے ہی جادوگر اور مجنوں کہہ کر ستایا اور یہ کہہ کر پریشان کیا:

﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ☆﴾

(پ ٦ سورت مائدہ ٢٤)

marfat.com

Marfat.com

تم اور تمہارا خدا جاکر لڑائی کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں اور یہ کہہ کر آپ کو تکلیف پہنچائی۔

﴿لَنْ نَصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہ کریں گے۔

﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً﴾

ہم ہرگز تم پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر طور پر دیکھ لیں۔

ان تمام تکالیف دہ اقوال سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی آپ کے دل کو تسلی دی۔

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں وجیہ تھے۔

وجیہ کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں مرتبہ والے قدر و منزلت میں بلند مقام رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے مقبول، مستجاب الدعوات (آپ کی ہر دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا سوائے اس کے کہ آپ نے دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھنے کی جو دعا کی اسے قبول نہیں کیا گیا) اور وجیہ کا معنی یہ بھی لیا گیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست کلام کیا۔ حضرت مولانا احمد خان رضا بریلوی کا ترجمہ ان تمام معانی کو شامل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں آبرو (عزت) والے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات:

حضرت سعید بن جبیر رضی اسے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ بے شک نوفا بکالی گمان کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام صاحب بنی اسرائیل یہ وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو خضر علیہ السلام والے موسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، جھوٹ کہتا ہے۔ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے آپ سے پوچھا گیا لوگوں میں سے زیادہ عالم کون ہے؟ آپ نے فرمایا: میں زیادہ عالم ہوں، تو رب تعالیٰ نے آپ پر عتاب فرمایا کیونکہ آپ علیہ السلام نے سوال کے جواب کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا حالانکہ یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) میں رہتا ہے وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب میں انہیں کیسے پاؤں گا تو آپ کو بتایا گیا کہ تم اپنے تھیلے میں ایک مچھلی بند کر کے اپنے ساتھ لے لو جہاں تمہاری مچھلی گم ہو جائے وہی ان کا مقام ہو گا۔

(مسلم باب فضائل خضر علیہ السلام ج۲)

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ☆ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ☆ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ☆ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ☆﴾

(پ ۱۵ سورت کہف ۶۰، ۶۳)

اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرنوں چلا جاؤں پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اس نے سمندر میں اپنی راہ لی سرنگ بناتے ہوئے۔ پھر جب وہاں سے گزر گئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے خادم سے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے بھلایا ہے کہ میں اس کا ذکر کروں اس (مچھلی) نے تو سمندر میں اپنی راہ لی ہے جو باعث تعجب ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جس جوان کو اپنے ساتھ لیا وہ یوشع بن نون تھے جو آپ کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے ولی عہد ہیں۔

مجمع البحرین سے مراد دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ یعنی بحر فارس اور بحر روم جہاں ملیں گے وہاں تمہیں حضرت خضر علیہ السلام مل جائیں گے اس کی نشانی یہ بتائی گئی کہ جہاں تمہاری مچھلی گم ہو جائے اسی مقام میں ان کو تلاش کرنا موسیٰ علیہ السلام نے وہاں پہنچنے کا مصمم عزم (پکا ارادہ) کر لیا اور فرمایا کہ میں

marfat.com
Marfat.com

اپنی کوشش جاری رکھوں گا یہاں تک کہ وہاں پہنچ جاؤں بیشک وہ جگہ کتنی ہی دور ہو میرا سفر وہاں پہنچنے تک جاری رہے گا پھر ان حضرات نے روٹی اور بھونی ہوئی نمکین مچھلی اپنے ساتھ ایک تھیلے میں لی تاکہ راستہ میں کام آئے پھر یہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے جہاں ایک پتھر کی چٹان تھی وہاں ان حضرات نے آرام کیا اور سو گئے بھونی ہوئی مچھلی تھیلے میں زندہ ہو گئی تڑپ کر دریا میں گر گئی اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور ایک محراب سی بن گئی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بیدار ہو چکے تھے مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں گرنے کو دیکھ رہے تھے لیکن یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے تھے دونوں حضرات وہاں سے چلے دوسرے دن کھانے کے وقت تک اپنا سفر جاری رکھا جب دوسرا دن ہوا کھانے کا وقت ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا سفر کی تھکان بھی ہے اور بھوک کی شدت بھی اس لئے تھیلے سے روٹی اور مچھلی نکالو تاکہ کھانا کھالیں اسوقت یوشع بن نون کو یاد آیا انہوں نے کہا مچھلی تو زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی تھی بھونی ہوئی مچھلی کا زندہ ہو کر دریا میں جانا حیران کن اور تعجب ناک معاملہ تھا۔

حضرت یوشع علیہ السلام نے اپنے بھولنے کو شیطان کی طرف منسوب کیا اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کے دل میں وطن سے دوری اور گھر کے افراد کا خیال ہو آپ نے نفس کے خیالات کو شیطان کی طرف منسوب کر دیا ہو جو مثل شیطان ہے دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مشاہدہ میں مستغرق ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ کی وجہ سے اور کچھ خیال نہ رہا ہو اس کا حقیقی فاعل تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن آپ نے عاجزی کے طور پر یہ کہا ہو کہ مجھے کچھ نہ کچھ دیگر امور کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے تھی یہ میرا توجہ نہ کرنا مجازاً شیطان کی طرف منسوب ہے۔

(از خزائن العرفان و روح المعانی)

فائدہ: ﴿ واذ قال موسیٰ لفتہ ﴾ میں " فتیٰ " سے مراد یوشع بن نون ہیں۔ فتیٰ نوجوان کو کہتے ہیں خادم کو ادب و احترام کے لئے خادم کے بجائے فتیٰ (نوجوان) کے لفظ سے یاد فرمایا گیا اس سے ہمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ فرق مراتب کے باوجود ہمیں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیے جس سے کسی اپنے سے کم درجہ کی تذلیل ہو اور دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔ کاش کہ یہ سبق پولیس کے افراد کو حاصل ہو جائے جن میں

marfat.com

Marfat.com

اکثریت شرفاء سے بیہودہ کلام سے در پیش آتی ہے اور یہ سبق اللہ تعالیٰ کرے سکولوں اور دینی مدارس کے ہزاروں مدرسین میں سے کسی ایک بیہودہ کو بھی حاصل ہو جائے جو گندی زبان استعمال کرتے ہیں طلباء کرام کو اپنی اولاد و اقارب سے کم سمجھنے والے بیہودہ بکواس کرنے والے والے مخرب اخلاق تو ہو سکتے ہیں معلم اخلاق نہیں ہو سکتے علم سے دور کرنے کا ذریعہ تو ہو سکتے ہیں علم عطا کرنے کا سبب نہیں بن سکتے طلباء کو بد کلامی تو سکھا سکتے ہیں شیریں سخنی سکھانا ان سے بھلا کیسے ممکن ہے۔

مچھلی زندہ ہونے کی جگہ لوٹنا:

﴿قَالَ ذَالِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا ☆ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ☆ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلَى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ☆ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ☆ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ☆ قَالَ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ☆﴾

(پ ١٥ سورت کهف ٦٤، ٦٩)

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں جسے آپ کا علم محیط نہیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا عنقریب اللہ تعالیٰ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع وہاں لوٹ کر آئے جہاں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی

marfat.com
Marfat.com

گئی تھی پانی کا بہاؤ رکنے کی وجہ سے مختلف نشانات موجود تھے موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی مقام ہمارا مقصود ہے دونوں نے تلاش کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ ایک چٹان کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے لیٹ رہا ہے موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا انہوں نے کہا اس زمین میں سلام کہاں سے آگیا ؟ (یہاں تو کوئی سلام کرنے والا کبھی نظر نہیں آیا) آپ نے کہا : میں موسیٰ ہوں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل کا موسیٰ ؟ آپ نے کہا جی ہاں حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا وہ مجھے عطا نہیں فرمایا اور جو علم مجھے عطا فرمایا تمہیں نہیں عطا فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کیا میں آپ کی تابعداری کر سکتا ہوں کہ تم مجھے وہ علم عطا کر دو خضر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ انہیں ظاہری شریعت کا علم عطا کیا گیا ہے یہ باطنی امور پر صبر نہیں کر سکیں گے اس لئے انہوں نے کہا تم کیسے صبر کر سکو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا۔

(از مسلم شریف وشرح مسلم)

حضرت خضر علیہ السلام نے شرط عائد کر دی :

﴿ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ☆﴾

(پ ۱۵ سورت کہف ۷۰)

کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔

موسیٰ علیہ السلام چونکہ پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گا اور آپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا اس لئے آپ کو خضر علیہ السلام نے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

خضر علیہ السلام کا کشتی توڑنا :

﴿ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا ☆ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ☆ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ☆﴾

(پ ۱۵ سورت کہف ۷۱، ۷۳)

marfat.com

Marfat.com

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے اس بندہ نے اسے چیر ڈالا (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا تم نے اسے اس لئے چیرا کہ اسکے سواروں کو ڈبا دو بے شک تم نے بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر ہے کہ وہ دونوں چلے ، یوشع علیہ السلام کا ذکر نہیں، یا تو اس لئے کے وہ تابع تھے ان کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں کی، یا یہ بھی ممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بنی اسرائیل کی طرف لوٹا دیا ہو۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دونوں دریا کے کنارے چل رہے تھے ان کے قریب سے ایک کشتی کا گزر ہوا کشتی والے لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا تھا اس لئے انہوں نے آپس میں کلام کیا کہ انہیں کشتی میں سوار کرنا چاہیے لہذا انہوں نے بغیر اجرت لینے کے ان حضرات کو سوار کر لیا یہ دونوں جب سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی جو کشتی کے ایک کنارے پر بیٹھی اس نے دریا میں اپنی چونچ ماری تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا:

"ما نقص علمي و علمك من علم الله الا مثل مانقص هذا العصفور من البحر"

میرا علم اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابل ایسے ہی ہے جیسے اس چڑیا کی چونچ میں آنے والے پانی کو دریا کے پانی میں نسبت ہے۔

یہ بات صرف سمجھانے کی حد تک ہے ورنہ ان دونوں کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابل اس سے بھی قلیل ہے۔ خیال رہے یہاں ظاہری معنی مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ ظاہری معنی یہ ہے کہ میرے اور تمہارے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی کمی نہیں کی سوائے اتنی مقدار کے جتنی چڑیا کی چونچ نے دریا میں کمی کی ہے۔ یہ معنی کسی حد تک بھی درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کمی کا واقع ہونا کسی طرح بھی ممکن نہیں ما قبل بیان کردہ معنی کو ہی علامہ نووی نے شرح مسلم میں ان الفاظ سے پیش کیا ہے:

" قال العلماء لفظ النقص هٰهنا ليس على ظاهره وانما معناه ان علمي

marfat.com

Marfat.com

وعلمك بالنسبة الى علم الله تعالىٰ كنسبة ما نقرة هذا العصفور الى ماء البحر هذا على التقريب الى الافهام والا فنسبة علمها اقل و احقر "

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸)

حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ اکھیڑ دیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اس قوم نے ہمیں بغیر اجرت کے کشتی پر سوار کیا تم نے اسے توڑ دیا کیا تم لوگوں کو غرق کرنا چاہتے ہو خیال رہے یہ کشتی کا توڑنا کنارے کے قریب جاکر تھا اور خضر علیہ السلام نے وقتی طور پر اس میں کیل بھی لگا دیا تھا۔

﴿لقد جئت شياء امرا﴾ تم نے بہت بری بات کی۔

یعنی تمہارا کام اچھا نہیں۔ امرا کا معنی داهیا منکرا بہت خوفناک معاملہ عام طور پر امرا لامر لفظ بولا جاتا ہے جبکہ کوئی عظیم کام واقع ہو یا کثیر امور کا وقوع ہو

خضر علیہ السلام نے کہا میں نے جو کہا تھا کہ تم ظاہر دیکھ کر صبر نہیں کر سکو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ سے بھول واقع ہو گئی ہے اس لئے اس میں میری کوئی گرفت نہ کریں۔

(از روح لمعانی)

خضر علیہ السلام نے ایک بچے کو قتل کر دیا:

﴿ فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ☆ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ☆ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ☆ ﴾

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بیشک تم نے بہت بری بات کی کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز صبر نہیں کر سکو گے، کہا: اس کے بعد تم سے پوچھوں تو پھر میرے ساتھ نہ رہنا بیشک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا ہے۔

جب کشتی سے دونوں حضرات نکلے تو کنارے پر چل رہے تھی جب ان کا گزر ایک بستی سے

marfat.com

Marfat.com

ہوا، وہاں لڑکے کھیل رہے تھے ایک لڑکا ان میں جس کا نام جیسور یا جنبتور تھا جو تمام لڑکوں سے زیادہ حسین اور صاف ستھرا تھا آپ نے اسے سر سے پکڑا اور اس کا جدا کر دیا۔ ایک روایت میں ہے آپ نے اسے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے بڑے غصہ میں زور دار آواز سے کہا یہ تم نے کتنا برا کام کر دیا ایک نابالغ بچے کو قتل کر دیا جو صاف ستھرا گناہوں سے پاک تھا اس پر کوئی قصاص لازم نہیں تھا یہ ایسا کام تم نے کیا ہے جو سرا سر عقل کے خلاف ہے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے جو کہا تھا کہ تم صبر نہیں کر سکو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد اگر میں نے کوئی سوال کیا تو تم میرا ساتھ چھوڑ دینا کیونکہ اس وقت تمہیں میری طرف سے عذر حاصل ہو جائے گا۔

(از روح المعانی)

خضر علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کر دیا:

﴿ فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا اَتَیَا اَهْلَ قَرْیَةِ ۣاسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ☆ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا ☆ ﴾

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر دونوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار پائی کہ گرا چاہتی ہے اس بندہ نے اسے سیدھا کر دیا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے لیتے خضر علیہ السلام نے کہا یہ میری اور آپ کی جدائی ہے اب میں ان باتوں کی وجہ بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

یہ بستی انطا کیہ یا ایلہ تھی موسیٰ علیہ السلام بھوک کی وجہ سے اس حالت میں تھے کہ کسی سے طعام طلب کرنا جائز بلکہ جان بچانے کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے ایسے حال میں ان لوگوں پر بھی واجب ہو جاتا ہے کہ وہ طعام کھلائیں اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے دیوار درست کرنے پر اعتراض کیا کہ ان لوگوں نے تو ہمیں شدید بھوک کے حال میں کھانا بھی نہیں کھلایا تو ان سے اجرت لینی ضروری تھی جب

marfat.com

Marfat.com

ان دونوں نے دیوار کو دیکھا جو ایک طرف جھکی ہوئی تھی گرنے کے قریب پہنچ چکی تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اسے سیدھا کر دیا یا صرف ہاتھ پھیرا اور وہ دیوار سیدھی ہو گئی یہ درحقیقت ان کا معجزہ تھا موسیٰ علیہ السلام کے اس اعتراض پر خضر علیہ السلام نے کہا اب آپ کے وعدہ کے مطابق میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آ چکا ہے البتہ یہ تین کام جو میں نے کئے ہیں جن پر تم نے اعتراض کیا ان میں سے ہر ایک کی وجہ اور حکمت میں بیان کر دیتا ہوں تا کہ تمہیں پتہ چل جائے اور تم جس غرض سے آئے تھے یعنی علم حاصل کرنے کے لئے وہ بھی حاصل ہو جائے علامہ رازی فرماتے ہیں کہ میں نے حکایات کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئی جس میں ہے

﴿فابوا ان یضیفوھما﴾ اس بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔

اس بستی والے جن کے آباء اجداد نے انکار کیا تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سونا لیکر حاضر ہوئے کیونکہ انہیں اس سے بڑی شرم آ رہی تھی کہ ان کے آباء اجداد اتنے گھٹیا لوگ تھے کہ صرف دو یا تین بھوک سے ستائے ہوئے مسافروں کو کھانا نہیں کھلا سکتے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس سونے کے بدلے صرف باء کے بدلے تاء خریدنا چاہتے ہیں یعنی......

"فابوا ان یضیفوھما" کی جگہ "فاتوا ان یضیفوھما"......

آپ کر دیں جس کا معنی ہو جائے وہ ان کے پاس مہمان نوازی کے لئے کھانا لے کر آئے اس سے ہماری بستی والوں سے ملامت اور ندامت اٹھ جائے گی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے صاف انکار کر دیا فرمایا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تغیر و تبدل کیا جائے اگر ایک نقطہ کے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی لازم آ رہی ہو تو یہ رب تعالیٰ کے کلام میں کذب ثابت کرے گا اس سے احکام الٰہیہ پر اعتبار ہی نہیں رہے گا رب تعالیٰ کی ربوبیت اور عبد کی عبودیت کا بطلان لازم آئے گا۔

(از کبیر)

ان کا مطالبہ ہی حقیقت میں حماقت پر مبنی تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ جس قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود رب تعالیٰ نے اٹھایا ہو اس میں تبدیلی کوئی انسان کر سکے اور خاص کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول سے امید کرنا اور ہی زیادہ عقل سے دوری کی علامت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

کاش کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے :

نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

" رحمة الله علينا و على موسىٰ عليه السلام لولا انه عجل لراى العجب ولكنه اخذته من صاحبه ذمامة قال ان سالتك عن شئى بعدها فلا تصاحبنى قد بلغت من لدنى عذرا "

(مسلم شریف ج۲ ص۲۷۹)

اللہ تعالیٰ ہم پر اور موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے اگر آپ جلدی نہ کرتے تو اور عجیب واقعات دیکھتے لیکن آپ نے جو اپنے ساتھی سے وعدہ کر لیا تھا اس نے آپ کو آلیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر میں اس کے بعد سوال کروں تو تم میرے ساتھ نہ رہنا بیشک تمہیں میرے طرف سے عذر مل گیا۔

اسی وعدہ کے مطابق تیسرے سوال کے بعد دونوں کے درمیان فراق ہو گیا :

حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ نووی فرماتے ہیں :

" قال اصحابنا فيه ابتدا الانسان بنفسه فى الدعاء وشبهه من امور الاخرة واما حظوظ الدنيا فالادب فيها الايثار وتقديم غير على نفسه"

اسی حدیث سے علماء کرام نے یہ مسئلہ ثابت کر دیا ہے کہ دعاء میں یعنی اس قسم کے اخروی امور میں انسان اپنا ذکر پہلے کرے لیکن دنیاوی معاملات میں ایثار کرنا یعنی اپنے آپ پر دوسرے کو ترجیح دینا اور دوسرے کو اپنے آپ پر مقدم رکھنا ہی بہتر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام اپنے کاموں کی وضاحت کرتے ہیں :

﴿ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآئَهُمْ مَلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾

وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا۔

marfat.com

Marfat.com

آپ نے فرمایا یہ کشتی دس مسکینوں کی ہے جن میں کچھ اپاہج بھی ہیں وہ اس کی مزدوری سے اپنی گزر اوقات کررہے ہیں جب یہ واپس لوٹیں گے تو ان کو ایک کافر بادشاہ جلندی کا سامنا کرنا پڑے گا وہ صحیح کشتیوں کو پکڑ رہا ہے لیکن عیب دار کو نہیں پکڑتا اس لئے میں نے اسے عیب دار بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے تاکہ یہ کشتی وہ نہ چھین سکے اور ان کی محنت و مزدوری جاری رہے آپ نے کہا:

﴿فاردت ان اعیبها﴾ میں نے ارادہ کیا اسے عیب دار بناؤں۔

یہ نہیں کہا "فاعبتها" میں نے اسے عیب دار کردیا اس لئے کہ ظاہراً اگرچہ عیب دار ہوگیا تھا لیکن در حقیقت اسے نفع مند بنایا گیا تھا۔

﴿ وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴾

(پ ١٦ سورت کهف ٨٠ ـ ٨١)

اور وہ لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر پر چڑھادے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔

حضرت ابی ابن کعب کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان الغلام الذی قتله الخضر طبع کافرا ولو عاش لارهق ابویه طغیانا و کفرا"

(مسلم شریف ج ٢ ص ٣٤٥)

بیشک وہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا اس پر کافر ہونے کی مہر لگادی گئی تھی کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کو سرکشی اور کفر کی طرف مجبور کردے گا۔

" معناه ان الله علم انه لو بلغ لکان کافرا لا أنه کفر فی الحال ولایجری علیه فی الحال احکام الکفار والله اعلم "

(نووی)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ بڑا ہو کر کافر ہو جائے گا اگرچہ اسے بچپن میں کافر نہیں کہا جاسکتا تھا۔

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ

marfat.com

Marfat.com

أَبُوْهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِيْ ذَالِكَ تَأْوِيْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ☆﴾

(پ ۱٦ سورت طٰہٰ ۸۲)

رہی وہ دیوار، وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور اس کا باپ نیک آدمی تھا تو آپکے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں آپکے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں اپنے حکم سے نہ کیا، یہ وجوہ ہیں ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

" وكان ابوهما صالحا يدل على ان صلاح الآباء يفيد العناية باحوال الابناء" (کبیر)

آیت کریمہ میں جو ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا باپ نیک آدمی تھا اس سے پتہ چلا کہ آباء کی نیکی سے ان کی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوتی ہے۔

" قال محمد بن منكدر ان الله يحفظ بصلاح العبد ولده وولد ولده و عترته وعشيرته و اهل دويرات حوله فى حفظ الله مادام فيهم"

(از مظہری)

محمد بن منکدر فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کی نیکیوں کی وجہ سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور اسکے قبیلہ، اور اس کے اردگرد رہنے والے پڑوسیوں کی حفاظت کرتا ہے وہ لوگ جب تک اس نیک بندے کے پڑوس میں رہیں گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے۔

فائدہ:

تین واقعات کے متعلق حضرت خضر علیہ السلام نے جو توجیہات پیش کی ہیں ان میں پہلی توجیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فاردت ان اعيبها ﴾ میں نے ارادہ کیا کشتی کو عیب دار بناؤں

دوسری توجیہ میں فرمایا:

﴿ فاردنا ﴾ ہم نے یہ ارادہ کیا۔

marfat.com

Marfat.com

اور تیسری میں فرمایا:

﴿ فاراد ربك ﴾ آپ کے رب نے یہ ارادہ فرمایا۔

اسلوب بیان کے اس تفاوت کی وجہ کیا ہے؟ اس کے متعلق مختصر گزارش یہ ہے کہ اگرچہ خیر و شر نفع و ضرر ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ یہ ہے کہ خیر و نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر اور ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کا ارشاد ہے:

﴿ واذا مرضت فهو يشفين ﴾

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ہی مجھے شفا دیتا ہے۔

بیماری کی اضافت اپنی طرف کی اور صحت کی اللہ کی طرف حالانکہ بیمار کرنے والا بھی وہی ہے اسی طرح یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو "فاردت" کہہ کر اس کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کشتی توڑنا بظاہر مذموم نظر آتا تھا اور جب دیوار درست کرنے کی بات آئی تو اس کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی "فاراد ربک" کیونکہ وہ فقط خیر ہی ہے اور قتل غلام کے دو پہلو تھے خیر اس لئے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جارہی تھی اور شر اس لئے کہ بظاہر ایک معصوم بچے کو قتل کیا جارہا تھا اس لئے "فاردنا" جمع کا صیغہ استعمال کیا تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت ذات خداوندی کی طرف ہو جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کردیا علامہ بدرالدین نے اسی توجیہ کو زیادہ پسند فرمایا فرماتے ہیں:

" لما اراد ذكر العيب للسفينة نسبه لنفسه ادبا مع الربوبية فقال اردت ولماكان قتل الغلام مشترك الحكم بين المحمود و المذموم استتبع نفسه مع الحق فقال في الاخبار بنون الا ستتباع ليكون المحمود من الفعل وهو راحة ابويه المومنين من كفره عائد ا علىٰ الحق سبحنه والمذموم ظاهرا وهو قتل الغلام بغير حق عائد ا اليه و في اقامة الجدار كان خيرا محضا فنسبه للحق فقال فاراد ربك ثم بين ان الجميع من حيث العلم التوحيدى من الحق بقوله ومافعلته عن امرى"

(البرهان القرآن الزركشي ج ٤ ص ٦٠ ، ضياء القرآن)

marfat.com

Marfat.com

(ضیاء القرآن سے نقل کرنے کے بعد کبیر کو دیکھا تو اس میں بھی یہی وجہ مذکور ہے البتہ الفاظ مختصر ہیں)

حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی ؟

اس مسئلہ میں اہل علم کے ہر طرف سے دلائل موجود ہیں کچھ حضرات نے ولی کہا اور کچھ نے نبی کہا محققین حضرات اس طرف ہیں کہ آپ نبی تھے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت پیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں جمہور علماء کا مذہب ہے کہ یہ بندہ خضر علیہ السلام ہے ان کا نام بلیا بن ملکان ہے کیونکہ جہاں یہ تشریف فرما ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی اس لئے خضر علیہ السلام آپ کا لقب تھا اور وہ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔

بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ وہ ولی تھے لیکن علامہ پانی پتی اور دیگر علماء محققین کی یہ رائے ہے کہ وہ نبی تھے کیونکہ ولی کے الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے الہام کی وجہ سے قتل جیسے سنگین فعل کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ کو نبی ماننا پڑے گا اور نبی کا علم یقینی ہوتا ہے۔

(از ضیاء القرآن)

آپ کو نبی ماننے والوں کے دلائل :

۱: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا﴾ ہم نے اسے اپنی طرف سے رحمت عطا کی۔

رحمت سے مراد اس مقام میں نبوت ہی ہے دوسرے مقام پر رحمت بمعنی نبوت استعمال ہے۔ جب کافروں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾

(پ ۲۵، ع ۹ سورت زخرف)

کیوں نہ اتارا گیا قرآن ان دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

یعنی مکہ اور طائف کے کسی امیر ترین آدمی پر قرآن اترنا چاہئے تھا تو ان کے جواب میں رب تعالیٰ

marfat.com
Marfat.com

نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ﴾ کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں۔

یہاں رحمت سے مراد نبوت ہے مولنا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں خزائن العرفان میں فرماتے ہیں یعنی کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جس کو چاہیں دے دیں کس قدر جاہلانہ بات کہتے ہیں۔

۲: ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے استاذ کے واسطہ کے بغیر اور راہنمائی کرنے والے کی رہنمائی کے بغیر علم عطا کیا۔

" وکل من علمه الله لا بواسطة البشر وجب ان يكون نبيا يعلم الامور بالوحي من الله تعالىٰ "

ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ بغیر کسی انسان کے واسطہ سے ایسا علم عطا فرمائے جو قطعی درجے کا ہو وہ صرف وحی کے ذریعے ہی عطا ہوگا۔

خواہ وحی جلی ہو یا خفی ہو ایسا شخص نبی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ولی کا علم جو اسے الہام کے ذریعے حاصل ہو وہ قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے۔

۳: موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:

﴿ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾

کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

نبی تعلیم حاصل کرنے میں غیر نبی کی تابعداری نہیں کرتا اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نبی تھے۔

۴: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے کی

marfat.com
Marfat.com

اجازت دے دوانہوں نے اپنی رفعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

﴿ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴾

اور تم کیسے صبر کرو گے اس بات پر جسے آپ کا علم محیط نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے تواضع سے جواب دیا:

" ولا اعصی لك امرا " اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔

اس سے پتہ چلا کہ علم لدنی کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام پر خضر علیہ السلام کو فوقیت حاصل تھی۔

" ومن لا یکون نبیا لایکون فوق النبی "

جو نبی نہ ہو اسے نبی پر کسی قسم کی بھی فوقیت حاصل نہیں ہو سکتی۔

خیال رہے کہ خضر علیہ السلام کو صرف جزوی فضیلت یعنی علم لدنی کے لحاظ سے حاصل تھی ورنہ مدارج کے لحاظ پر موسیٰ علیہ السلام کو برتری حاصل ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی زیر آیت......

" هل اتبعك علی ان تعلمن " ...... کے تحریر فرماتے ہیں

" وهذه الاية تدل علی ان المفضول قد یکون له فضل جزئی علی من هو افضل منه و علی ان الفاضل ینبغی ان یطلب هذه الحصة من الفضل من المفضول "

(مظهری)

یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ کبھی کم درجہ والے شخص کو زیادہ درجہ والے پر جزوی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ زیادہ مرتبہ والے کو چاہیے کہ کم مرتبہ والے سے وہ فضل و کمال حاصل کرے جو اسے حاصل ہے۔

علم لدنی کیا ہے؟ امام رازی فرماتے ہیں:

" والصوفية سموا العلوم الحاصلة بطریق المکاشفات العلوم اللدنية "

صوفیاء کرام نے ان علوم کا نام لدنی رکھا جو کشف کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔

یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے عطا سے حاصل ہوتے ہیں ان میں انسان کے کسب کو دخل نہیں۔

(تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

۵ : حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے افعال کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا :

" وما فعلته عن امری " میں نے اپنے حکم سے کچھ نہ کیا۔

یعنی میں نے یہ تمام کام اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے نہیں کیے۔

" وانما فعلته بامر الله ووحیه "

بلکہ میں نے یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی سے کیے ہیں۔

" لان الا قدام علی تنقیص اموال الناس وارا قة دمائهم لا یجوز الا بالوحی والنص القاطع "

اسلئے کہ لوگوں کے مال کا نقصان کرنا اور کسی کو قتل کرنا بغیر وحی اور قطعی نص کے کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔

" وهو یدل علی النبوة "

اس سے واضح ہوا کہ جب آپ کی طرف وحی آتی تھی تو آپ نبی تھے۔

۶ : موسیٰ علیہ السلام کی جب ابتدائی ملاقات آپ سے ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا :

﴿السلام علیك﴾ آپ نے جواب دیا :

﴿ وعلیك السلام یا نَبِیُّ بنی اسرائیل﴾ اے بنی اسرائیل کے نبی تم پر بھی سلام ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا : " من عرفك "

تمہیں کس نے بتایا کہ میں بنی اسرائیل کا نبی ہوں۔

آپ نے کہا :

" الذی بعثك الی " اسی ذات نے بتایا جس نے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے۔

" وهذه یدل علی انه انما عرف ذالك بالوحی والوحی لا یکون الامع النبوة"

اس سے پتہ چلا کر آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے پہچانا۔ وحی صرف نبی کے پاس ہی آتی ہے اس طرح آپ کا نبی ہونا واضح ہوا ۔

(تفسیر کبیر)

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے علامہ رازی نے ان کے جوابات بھی نقل کئے ہیں لیکن راقم چونکہ آپ کی نبوت کا قائل ہے اس لئے ان دلائل پر اکتفا کر رہا ہے جو حضرات آپ کی ولایت کے قائل ہیں نبوت کے نہیں۔ وہ کبیر اور روح المعانی کا تفصیلی مطالعہ کریں۔

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

اس کے متعلق پیر صاحب تحریر فرماتے ہیں رہی بات یہ کہ خضر علیہ السلام اب زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں اس میں علماء کے دو گروہ ہیں اور ان دونوں گروہوں نے اپنے اپنے موقف کو سچا ثابت کرنے کے لئے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر میں ان دلائل کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی اس بحث کا مطالعہ کرنے کے باوجود تسکین نہیں ہوئی اور انسان کسی ایسے نتیجہ پر نہیں پہنچتا جس سے دل مطمئن ہو اللہ تعالیٰ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مزار کو اپنے انوار کا مہبط بنائے انہوں نے اس سلسلہ میں ایسی بات رقم کی ہے کہ جس سے دلائل کا تضاد بھی رفع ہو جاتا ہے اور انسان کے دل میں ایک اطمینان بھی پیدا ہو جاتا ہے میرے خیال میں یہاں فریقین کے دلائل کا نقل کرنا طوالت کا باعث ہو گا صرف تفسیر مظہری کی وہ عبارت لکھ دینا کافی ہے مجھے امید ہے کہ ان کی تحقیق سے جس طرح میری تشویش دور ہوئی اس کے مطالعہ سے آپ کی پریشانی بھی ختم ہو جائے گی فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت مجدد الف ثانی کے کلام کے بغیر ناممکن ہے حضرت مجدد سے حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو وہ بارگاہ الٰہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے۔

" فرأى الخضر حاضرا عنده فساله عن حاله فقال انا والياس لسنا من الاحياء لكن الله سبحانه اعطى لارواحنا قوة تتجسد بها و نفعل بها افعال الاحياء من ارشاد الضال و اغاثة الملهوف اذا شاء الله و تعليم العلم اللدنى و اعطاء النسبة لمن شاء الله وجعلنا معينا للقطب المدار من اوليا ء الله تعالىٰ الذى جعله الله تعالىٰ مدارا للعالم وجعل بقاء العالم ببركة وجوده و افاضيته و قال الخضر ان القطب فى هذا الزمان فى ديار يمن متبع للشافعى فى الفقة

marfat.com

Marfat.com

قال فنحن نصلی مع القطب صلوۃ علی مذهب الشافعی فبهذا الکشف الصحیح اجتمع الا قوال وذهب الا شکال والحمد لله الکبیر المتعال"

(از تفسیر مظہری)

تو حضرت مجدد الف ثانی نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے پاس کھڑے ہیں آپ نے ان سے ان کی حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اور الیاس زندوں میں سے نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو ایسی قوت بخشی ہے جس سے ہم مجسم ہوتے ہیں اور زندوں کے سے کام کرتے ہیں مثلاً جب اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم گمراہ کی رہنمائی کرتے ہیں اور مصیبت زدہ کی مدد کرتے ہیں علم لدنی کی تعلیم دیتے ہیں اور جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو اسے روحانی نسبت مرحمت کرتے ہیں ہمیں اولیاء اللہ تعالیٰ میں سے جو قطب مدار ہوتا ہے اس کا معاون ومددگار بنایا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے مدار عالم بنایا ہے اور اس کی برکت وفیض سے دنیا کی بقاء ہے آج کل یمن کے ایک بزرگ قطب مدار ہیں جو شافعی المذہب ہیں ہم ان کے ساتھ شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں اس کشف صحیح سے مختلف اقوال کا تضاد اور اشکال دور ہو گیا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جو کبیر ومتعال ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

(ضیاء القرآن)

فوائد :

موسیٰ علیہ السلام باوجود اس کے کہ کثیر علوم واعمال کے مالک تھے اور آپ کا منصب بھی بلند تھا آپ کے حق میں کامل شرافت کے اسباب مجتمع تھے لیکن پھر بھی آپ خضر علیہ السلام کے پاس علم حاصل کرنے کے لئے گئے اور ان کے سامنے تواضع اختیار کیا۔

" وذالك یدل علی ان التواضع خیر من التکبر"

یہاں سے پتہ چلا تواضع تکبر سے بہتر ہے یعنی انسان تواضع سے ہی اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے

marfat.com

Marfat.com

متعلم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ متعلم جو کچھ بھی نہیں جانتا اس کو تشفی کرنے قیل و قال کا کوئی تجربہ نہیں تقریر کو لوٹا نہیں سکتا اعتراض کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا دوسرا متعلم وہ ہے اسے پہلے ہی کثیر علوم حاصل ہوتے ہیں استدلال اور اعتراض کرنے کا اسے تجربہ حاصل ہوتا ہے لیکن پھر بھی وہ چاہتا ہے کہ کسی کامل انسان کو مل کر علم میں اور درجہ کمال حاصل کرے ایسے شخص کا علم حاصل کرنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ وہ جب کسی چیز کو دیکھے گا کوئی کلام سنے گا تو بسا اوقات ظاہر طور پر اسے وہ کام یا بات درست نظر نہیں آئے گی تو وہ اعتراض کرے گا قیل و قال کرے گا اس میں جھگڑا کرے گا کیونکہ وہ حقیقت حال سے بے خبر ہو گا حالانکہ حقیقت میں وہی کلام درست ہو گا۔ ایسے متعلم کے مجادلہ سے استاذ جو علم میں کمال درجہ رکھتا ہے متنفر ہو جاتا ہے، دو تین مرتبہ برداشت کرنے کے بعد اسے کہتا ہے آپ چلے جائیں میں تمہیں نہیں پڑھا سکتا تم پہلے ہی زیادہ علم رکھتے ہو۔

متعلم وہی بہتر ہے جو استاد پر اعتراض برائے اعتراض نہ کرے، اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے، ان کیجیے منصب تدریس پر فائز ہم نے انہیں ہی دیکھا جو باادب تھے، نیاز مند تھے، متواضع تھے۔ بے ادب، گستاخ اور بے وفاؤں نے اگر دنیا کا مال و دولت حاصل کیا بھی ہو تو استاذ کی ناراضگی کا طوق ان کے گلے میں پڑ کر ان کی ذلت کا سبب بنا۔ کئی ایسے تھے جنہیں ہم سمجھتے تھے کہ یہ استاذ بن کر دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہونگے لیکن ایسا نہ ہو سکا کیونکہ ان کی بدطینتی نے انہیں مقام ذلت پر پہنچا دیا۔ یہی حال مرید کا ہے کہ وہ اپنے شیخ کے ادب و احترام کا لحاظ کرے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں ذکر کرتے ہیں۔

"﴿قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی﴾ وھذہ الایۃ تدل علی انہ یجب علی المرید ترك الاعتراض علی الشیخ"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مرید کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شیخ پر اعتراض کرنا چھوڑ دے موسیٰ علیہ السلام نے جب خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنا چاہا تو ادب و احترام اور نیاز مندی کا بہت ہی پاس کیا۔

آپ نے اپنے آپ کو ان کا تابع بناتے ہوئے یوں عرض کیا ھل اتبعک کیا میں آپ کا تابع ہو

marfat.com
Marfat.com

جاؤں اس تابعداری پر قائم رہنے کی اجازت طلب کرتے ہیں گویا آپ نے یوں کہا :

" هل تاذن لی ان اجعل نفسی تبعالك "

کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں خود کو آپ کا تابع رکھوں۔

اس میں آپ نے بہت بڑی عاجزی کا اظہار کیا آپ نے علی ان تعلمن مجھے آپ علم سکھائیں کہہ کر گویا اقرار کیا کہ جو علم لدنی آپ کو حاصل ہے وہ مجھے حاصل نہیں یہ بھی ادب کا ایک طریقہ ہے۔

۴ : اور آپ نے کہا :

﴿ مما علمت ﴾ آپ کو جو علم دیا گیا اس سے کچھ بتا دیں۔

اس میں مقصد یہ تھا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ مجھے تمام علوم عطا کر دیں کہ میں آپکے برابر ہو جاؤں بلکہ میں تو آپ سے کچھ علوم حاصل کرنا چاہتا ہوں جس طرح فقیر غنی سے کچھ مال طلب کرتا ہے اس طرح کا سوال موسیٰ علیہ السلام نے کر کے عاجزی کا اعلیٰ معیار قائم کیا خیال رہے کہ اسمیں من تبعیضیه ہے۔

۵ : آپ نے کہا :

﴿ مما علمت ﴾ کہہ کر اعتراف کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا کیا ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔

۶ : کہا : ﴿ رشدا ﴾ (نیک بات) یعنی آپ کو جو نیک بات عطا ہوئی وہ مجھے بھی سکھا دیں۔

اس میں خضر علیہ السلام کے نیکی کے راہ پر ہونے کا اعتراف ہے اور اپنا رشد و ہدایت طلب کرنے کا اظہار ہے۔

۷ : کہا : ﴿ علی ان تعلمن مما علمت ﴾ اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا کیا ہے وہ مجھے آپ سکھا دیں۔

یہ کہہ کر گویا یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ آپ میرے ساتھ وہ معاملہ فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے معاملہ کیا ہے یعنی آپ کا مجھ پر ایسا احسان ہو گا جیسا رب تعالیٰ کا آپ پر احسان ہے اسی لئے استاذ کے

marfat.com

Marfat.com

احسان کا اعتراف کرنے والے کسی بزرگ نے کہا ہے :

" انا عبد من تعلمت منه حرفا "

میں نے جس سے ایک حرف بھی حاصل کیا ہے میں اس کا عبد ہوں۔

۸ : متابعت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کام غیر کی طرح کرنا صرف اس لحاظ پر کہ یہ کام فلاں نے کیا ہے میں نے بھی اس کی تابعداری کی وجہ سے کرنا ہے خود انسان کے پاس اس کام کرنے کی کوئی دلیل نہ ہو۔ ہم لاالہ الا اللہ کہتے ہیں اور یہود بھی یہی کلمہ کہتے ہیں، لیکن ہم ان کے متبع نہیں کیونکہ ہمارے پاس اس کی دلیل موجود ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں لیکن ہمارا پانچ نمازیں ادا کرنا نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے کیونکہ آپ کے افعال واقوال کے بغیر ہمارے پاس اور کوئی دلیل نہیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا "ھل اتبعک "کہہ کر خضر علیہ السلام سے تابعداری کرنے کی اجازت طلب کی یعنی میں آپ کے افعال کو دیکھ کر اقوال کو سن کر ہی آپ کی تابعداری کروں گا مجھے کسی اور دلیل کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اس مسئلہ سے واضح ہوا کہ

" ان المتعلم يجب عليه فى اول الامر التسليم و ترك المنازعة والاعتراض "

بے شک متعلم کے لئے ضروری ہے کہ ابتدائی طور پر ہی استاذ کی بات تسلیم کرے اور جھگڑا کرنا اور اعتراض کرنا ترک کردے۔

سمجھنے کے لئے پوچھنا درست ہے استاذ نے عدم توجہ سے درست نہ بیان کیا ہو تو مستحسن طور پر علیحدگی میں وہ مسئلہ دوبارہ پوچھ لیا جائے۔

۹ : موسیٰ علیہ السلام نے "اتبعک "کہہ کر یہ کہا کہ میں تمام امور میں آپ کی تابعداری کروں گا آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں کچھ باتوں میں تابعداری کروں گا۔

۱۰ : جب روایات سے یہ واضح ہے کہ خضر علیہ السلام کو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے نبی ہیں صاحب تورات ہیں رب تعالیٰ نے آپ سے بلاواسطہ کلام کر کے آپ کو خصوصیت سے نوازا ہے آپ کو عظیم الشان معجزات عطا کئے گئے ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کا بلند وبالا منصب رکھنے کے باوجود اور بلند درجات حاصل ہوتے ہوئے اتنی بڑی تواضع کرنا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ علم حاصل کرنے میں کتنی عظیم کوشش فرما رہے ہیں اور یہ آپ کی شان

marfat.com

Marfat.com

کے لائق بھی تھا کیونکہ جتنا علم زیادہ ہو گا اسی قدر چہرے پر علم کی نورانیت اور سعادت زیادہ حاصل ہو گی اور وہ شخص اور زیادہ علم حاصل کرنے میں شدید کوشش کرے گا۔

" و کان تعظیمه لارباب العلم اکمل و اشد "

وہ شخص علم والوں کی کامل طور پر زیادہ سے زیادہ تعظیم کرے گا۔

۱۱ : موسیٰ علیہ السلام نے کہا :

﴿ هل اتبعك على ان تعلمن ﴾

کیا میں آپ کی تابعداری کروں اس شرط پر کہ آپ مجھے علم سکھادیں۔

آپ نے تابعداری، خدمت گزاری کا ذکر پہلے کیا اور علم حاصل کرنے کا بعد میں۔

" وهذ ا منه ابتدا بالخدمة ثم فى المرتبة الثانية طلب منه التعليم "

اس سے واضح ہوا کہ متعلم پہلے استاذ کی خدمت کو شعار بنائے پھر حصول تعلیم کو مد نظر رکھے۔

(از کبیر)

وہ طالبعلم بدبخت ہے جو استاذ کی خدمت کو عار سمجھتا ہو یا استاذ کے بتائے ہوئے کام نہ کرے اور ٹال مٹول سے کام لے۔

تاہم استاذ کے لئے بھی ضروری ہے کہ حسن اخلاق سے طلباء کو اپنے قریب کرے، آدم خور کے قریب ہونے والے بھی دور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح استاذ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خدمت گزار کی تعلیم کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دے۔ ایسا استاذ جو صرف اپنے کاموں کو ترجیح دے، اپنے خدمت کرنے والے کی تعلیم کا نقصان کرے، وہ اس طالب علم کا در حقیقت دشمن تو ہو سکتا ہے محسن نہیں۔ خدمت گزار پر احسان یہی ہے کہ اس کی تعلیم میں جو کام نقصان کا سبب بن رہے ہوں ان پر سختی سے متنبہ کرے۔ اچھا سبق یاد کرنے پر شفقت کرے۔ شفقت سے ہی اپنی اولاد کی طرح اس سے محبت رکھے

ایسا استاذ بھی طلباء کا محسن نہیں ہو سکتا جو لطائف قصے کہانیاں سنا کر تضییعِ اوقات کا سبب بنے اور کتاب نہ پڑھائے اور ایسا استاذ بھی طلباء کا محسن نہیں جو اپنا سبق مکمل کر کے کسی کو کام پر لگائے اور دوسرے استاذ کی حق تلفی کرے، یا سبق مکمل کرنے کے بعد قصے کہانیاں شروع کر دے اور دوسروں کا حق ضائع کر

marfat.com

Marfat.com

کے ظلم کا مرتکب ہو۔

فارغ ہونے کے بعد یقیناً طلباء کو احساس ہوتا ہے کہ کون سا استاذ ہمارے اوقات ضائع کرتا رہا اور کس استاذ نے ہمیں پڑھانے کی طرف توجہ دی تھی؟ کاش یہ بات طلباء کو دوران تعلیم ہی پتہ چل جائے۔

۱۲ : موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے تابعداری کرنے کے عوض مال و دولت یا کچھ مرتبہ نہیں طلب کیا بلکہ صرف تحصیل علم کا مطالبہ کیا۔

(از کبیر)

وہ طلباء در حقیقت احمق ہوا کرتے ہیں جو استاذ کے قرب کی وجہ سے دوسرے طلباء کی شکایتیں لگاتے رہتے ہیں، دوسرے طلباء کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

اے دین کے **معلمین**! خدارا انصاف سے بتائیں کہ جاسوس مقرر کرنا کون سی شریعت میں جائز ہے؟ کبھی استاد پر جاسوس مقرر کرنا، کبھی طلباء پر، یہ انصاف سے بعید ہے۔ آج کا استاد کل اپنی طالب علمی کو دیکھے، جس استاد کو اپنا ماضی بھول جائے، کمینی حرکات کا مرتکب وہی ہو سکتا ہے۔

اے آج کے آدم خور استاد! تو ذرا اپنے ماضی کو جھانک کر دیکھ تو کتنا لائق تھا؟ کتنا فرشتہ سیرت تھا؟ کیا تو نے کوئی غلطی نہیں کی؟ کیا تجھ سے کوئی تساہل نہیں ہوا؟ کیا تجھ سے کوئی بھول نہیں ہوئی؟

جب تو بھی آج کے طلباء کی طرح ہی تھا تو آج بیہودہ بکواس کیوں کر رہا ہے؟ آج تو ڈنڈے کیوں برسا رہا ہے؟ آج تو انسانوں کو گدھا کیوں سمجھ رہا ہے؟ کیا تیرا استاذ بھی تیری طرح ہی بیہودہ تھا؟ جیسا تو ہے۔ ذرا غور تو کر! ذرا سوچ، انسانیت کیا ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کا انتقال :

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملک الموت (عزرائیل فرشتہ) کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا جب وہ آپ کے پاس آیا تو

marfat.com

Marfat.com

" صکه ففقا عینه " آپ نے تھپڑ مار کر اس کی آنکھ نکال دی۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ ملک الموت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے رب تعالیٰ کا حکم قبول کرو تو آپ نے اسے تھپڑ رسید کر دیا جس سے اس کی آنکھ ضائع ہو گئی عزرائیل واپس اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوا عرض کی :

"ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت" مجھے تو نے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔

اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو آنکھ پھر عطاء کر دی یعنی نظر پھر لوٹا دی اور فرمایا کہ جاؤ میرے بندے کے پاس اسے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی پیٹھ پر رکھے، ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے عمر اتنے سال بڑھا دوں گا۔ آپ نے عرض کی اے میرے رب پھر کیا ہو گا ؟ رب تعالیٰ نے فرمایا پھر موت آجائے گی۔ آپ نے عرض کی موت ابھی آجائے ۔ ساتھ یہ سوال کیا کہ اے میرے رب مجھے بیت المقدس کی سرزمین پر پہنچا دینا حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ اگر میں چاہوں تو تمہیں سرخ ریت کے ٹیلوں کے پاس راستے کی ایک جانب آپ کی قبر اب بھی دکھا سکتا ہوں۔

(مسلم شریف)

فائدہ : حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں دفن ہونے کی خواہش اس لئے کی کہ وہ مقام انبیائے کرام علیہم السلام کے دفن ہونے کی وجہ سے مشرف تھا آپ کی دعا سے واضح ہوا کہ فضیلت والے مقام میں صالحین کے قرب وجوار میں دفن ہونا مستحب ہے۔

(نووی شرح مسلم)

"ان الدفن بقرب الصالحین فی مواضع متبرکة امر مندوب"

(خازن ص ٤٤٧)

نیک لوگوں کے قریب متبرک مقامات میں کسی کو دفن کرنا امر مستحب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرور عالم ﷺ کے ساتھ روضہ مطہرہ میں دفن ہونے کی خواہش کی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایثار فرماتے ہوئے اجازت دی، اس پر فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ نیک لوگوں کے قریب دفن ہونے کی

marfat.com

Marfat.com

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾

تذکرۂ اسلافِ کرام

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

عرض کی گئی آپ نے فرمایا اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمہیں معلوم ہے یہ کون ہے؟ یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہش اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا، بیویوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں بچیوں کو یتیم کرنے والا ہے۔

(مدارج النبوت جلد دوم)

موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز ادا کرنا:

حضرت سلیمان تیمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

" مررت علی موسیٰ وھو یصلی فی قبرہ "

میرا گزر موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تو اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

" مررت لیلۃ اسری بی " معراج کی رات میرا گزر موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۶)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ابراہیم علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۱۶)

خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا پھر بیت المقدس میں اپنے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا پھر آسمانوں پر آپ کو مرحبا کہتے ہوئے بھی دیکھا، اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ براق پر سوار تھے آپ براق کی رفتار سے سفر کر رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام بغیر کسی سواری کے اپنی شان نبوت سے چل رہے تھے، اس لئے آپ نبی کریم ﷺ سے پہلے بیت المقدس اور آسمانوں پر پہنچ گئے۔ یعنی رفتارِ نبوت، براق کی رفتار سے بڑھ کر ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک وقت میں قبر میں بھی تشریف فرما ہوں اور بیت المقدس میں بھی اور آسمانوں میں بھی۔

(واللہ اعلم بالصواب)

marfat.com

Marfat.com

السلام) حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے اور ان کے ساتھیوں میں سے ایک کو بہت گھور کر دیکھنے لگے جب آپ چلے گئے تو اس شخص نے سلیمان علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ شخص کون تھا؟ آپ نے فرمایا یہ ملک الموت تھے اس نے عرض کیا کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے سرزمین ھند میں پہنچا دے آپ نے ہوا کو حکم دیا تو ہوا اس شخص کو سرزمین ھند میں چھوڑ آئی پھر ملک الموت تشریف لائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ تم میرے ایک ساتھی کو گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس کی روح ھند میں قبض کروں اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے کیسے ہند پہنچے گا؟

(شرح الصدور للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

میرے گاؤں کے ایک دوست محمد حنیف مرحوم کے والد محمد حیات درزی کے جنازہ پر چچا مرحوم تشریف لے گئے جنازہ آپ ہی نے پڑھایا (یہ جنازہ بکرا منڈی راولپنڈی کے قبرستان میں پڑھایا گیا تھا) فوت ہونے والے مرحوم چونکہ نمازی، متقی، پرہیزگار تھے تو آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ کی زوجہ نے آپ کو قریب الموت دیکھ کر پریشانی کے عالم میں کہا "واحزناہ" کتنا ہی افسوس ہے کہ آپ دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کیا خوب کہا "واطرباہ القی عند الاحبۃ محمدا وصحبہ" کتنی ہی خوشی کا مقام ہے کہ میں اس دنیا سے جا رہا ہوں اپنے مہربان دوستوں سے ملاقات ہوگی۔ یعنی حبیب پاک ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے ملاقات ہوگی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بھی اپنی موت پر خوش ہونا صرف اسی وجہ سے تھا کہ روحوں کی ملاقات ہوتی ہے میری ملاقات نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے ہوگی یہ میرے لئے کتنی خوشی کا مقام ہوگا۔

(شفا شریف جلد ثانی باب علامات محبۃ)

حضرت محمد بن منکدر (مشہور تابعی) سے مروی ہے:

"دخلت علی جابر بن عبد اللہ وهو یموت فقلت علی رسول اللہ ﷺ"

(ابن ماجہ، مشکوۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت)

کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی وفات کے وقت کے قریب حاضر ہوا تو میں نے انہیں کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس میرا سلام پیش کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

آہ میرے والد مرحوم کے چچازاد بھائی :

میرے پر دادا قاضی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے چار پوتوں میں سے تین کا پہلے وصال ہو چکا تھا، آخری (بزرگ) مولانا عبدالخالق صاحب بھتر الوی جو میرے والد مکرم کے چچازاد بھائی تھے، آج بروز منگل ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کو وصال فرما گئے۔

انا للہ وانا إلیه راجعون .

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے شفقت فرماتے، اپنے بیگانے میں تمیز کم ہی کرتے تھے۔ جب کسی سے سلام کرتے تو مصافحہ کرتے وقت سنتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مطابق آپ اپنا ہاتھ پہلے نہیں چھڑایا کرتے تھے۔

کچھ اسی طرح کا حسن سلوک آپ کا فوت شدہ حضرات سے بھی ہوا کرتا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ بڑے اہتمام سے دعا کیا کرتے، ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص سب لوگوں کو پڑھنے کے لئے کہتے اور پھر دعا فرماتے۔ جب کسی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تو اسی محبت و خلوص سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، صبر و تحمل کی تلقین فرماتے۔

ایک دفعہ اپنے گاؤں کے قریب " جودھ " نامی گاؤں کے ملک اشرف صاحب کے انتقال پر مجھے بھی فاتحہ خوانی میں ساتھ لے گئے، حالانکہ میں جنازہ پہلے پڑھ آیا تھا، آپ راولپنڈی سے دو تین دن بعد پہنچے تھے۔ محمد اشرف صاحب کا چونکہ جوانی میں انتقال ہوا تھا، پسماندگان بہت زیادہ غمزدہ تھے تو آپ نے وہاں ارشاد فرمایا :

> موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے، رب کا اپنا نظام ہے اس لئے یہی سمجھا جائے کہ جب کوئی شخص اپنی چیز کسی کو نفع اٹھانے کے لئے دے پھر واپس لے لے تو مانگنے والے کو پوچھنے کا حق نہیں۔

ساتھ یہ واقعہ بھی بیان فرمایا :

(ابن ابی شیبہ نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا) کہ ایک مرتبہ ملک الموت (عزرائیل علیہ

marfat.com
Marfat.com

حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ

حضرت یحییٰ علیہم السلام

عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کا نذر ماننا:

﴿ اذ قالت امرأۃ عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم ﴾

(پ ۳ سورۃ آل عمران ۳۵)

جب عمران کی بیوی نے عرض کی اے میرے رب میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے خالص تیری ہی خدمت میں رہے تو تو مجھ سے قبول کر لے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام مریم نانی کا نام حنہ، نانا کا نام عمران ہے، حنہ کی ایک اور بہن تھی جس کا نام ایشاع تھا یہ دونوں فاقوذ کی بیٹیاں ہیں ۔ حضرت عمران اور حضرت زکریا علیہ السلام دونوں ایک ہی زمانہ میں ہوئے ۔ حنہ عمران کے نکاح میں تھیں اور ایشاع زکریا علیہ السلام کی زوجیت میں تھیں۔ ایشاع حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد ہیں۔

اعتراض: بخاری و مسلم میں واقعہ معراج میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"فاذا انا بابنی الخالۃ عیسی ابن مریم و یحیی ابن زکریا"

پھر میری ملاقات دو خالہ زاد یعنی عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام سے ہوئی۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ یہ دونوں حضرات خود خالہ زاد تھے۔

جواب: صاحب تقریب نے جواب دیا ہے کہ حدیث پاک میں مجاز پایا گیا ہے کثیر طور پر خالہ کی بیٹی کو عزت و تکریم کے پیش نظر خالہ کہہ دیا جاتا ہے۔ (جیسے ہمارے رواج میں ماں کی خالہ اور ماموں کو بچے خالہ اور ماموں کہہ دیتے ہیں)

marfat.com

Marfat.com

آہ میرے والد مرحوم کے چچازاد بھائی :

میرے پر دادا قاضی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے چار پوتوں میں سے تین کا پہلے وصال ہو چکا تھا، آخری (بزرگ) مولانا عبدالخالق صاحب بھترالوی جو میرے والد مکرم کے چچازاد بھائی تھے، آج بروز منگل ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کو وصال فرماگئے۔

انا للہ وانا إلیه راجعون .

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے شفقت فرماتے، اپنے بیگانے میں تمیز کم ہی کرتے تھے۔ جب کسی سے سلام کرتے تو مصافحہ کرتے وقت سنتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مطابق آپ اپنا ہاتھ پہلے نہیں چھڑایا کرتے تھے۔

کچھ اسی طرح کا حسن سلوک آپ کا فوت شدہ حضرات سے بھی ہوا کرتا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ بڑے اہتمام سے دعا کیا کرتے، ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص سب لوگوں کو پڑھنے کے لئے کہتے اور پھر دعا فرماتے۔ جب کسی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تو اسی محبت وخلوص سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، صبر وتحمل کی تلقین فرماتے۔

ایک دفعہ اپنے گاؤں کے قریب "جودھ" نامی گاؤں کے ملک اشرف صاحب کے انتقال پر مجھے بھی فاتحہ خوانی میں ساتھ لے گئے، حالانکہ میں جنازہ پہلے پڑھ آیا تھا، آپ راولپنڈی سے دو تین دن بعد پہنچے تھے۔ محمد اشرف صاحب کا چونکہ جوانی میں انتقال ہوا تھا، پسماندگان بہت زیادہ غمزدہ تھے تو آپ نے وہاں ارشاد فرمایا :

> موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے، رب کا اپنا نظام ہے اس لئے یہی سمجھا جائے کہ جب کوئی شخص اپنی چیز کسی کو نفع اٹھانے کے لئے دے پھر واپس لے لے تو مانگنے والے کو کچھ کہنے کا حق نہیں۔

ساتھ یہ واقعہ بھی بیان فرمایا :

(ابن ابی شیبہ نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا) کہ ایک مرتبہ ملک الموت (عزرائیل علیہ

marfat.com

Marfat.com

یہ ایسے ہی تھا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تو یقین کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حالانکہ اس میں صراحتاً وحی نازل نہیں ہوئی تھی ، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بھی الہام کے ذریعے ہی آپ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا۔

بچی پیدا ہونے پر حسرت :

﴿ فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی واللہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثی وانی سمیتها مریم وانی اعیذها بک وذریتها من الشیطن الرجیم ☆ ﴾

(پ ۳ سورۃ آل عمران ۳۶)

پھر جب اس نے جنا، بولی اے میرے رب تو نے یہ لڑکی جنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں راندے ہوئے شیطان سے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت میں وقف کرنے کی نذر مانی تھی کیونکہ اس وقت ان کی شریعت میں لڑکوں کی ہی نذر مانی جاتی تھی لڑکیوں کی نہیں ، مذکر ہی عبادت کے مقام کی ہمیشہ خدمت کر سکتے ہیں مونث کو یہ مقام حاصل نہیں کیونکہ ان کو حیض (ماہواری) کا عارضہ لاحق ہوتا ہے مذکر اپنی قوت و طاقت کی وجہ سے جو خدمت کر سکتا ہے وہ مونث نہیں کر سکتی کیونکہ اس میں طاقت کی کمی ہوتی ہے مذکر خدمت کے معاملات میں لوگوں سے میل جول رکھ سکتا ہے اس کے لیے عیب نہیں لیکن مونث کے لئے لوگوں سے اختلاط عیب ہے مذکر کے لئے مردوں سے ملنے جلنے میں کوئی تہمت عائد نہیں ہوتی لیکن مونث کے لئے تہمت ہے جب لڑکی پیدا ہو گئی تو خوف لاحق ہوا کہ اب میں نذر کیسے پوری کر سکوں گی عذر پیش کرتے ہوئے حسرت اور اظہار کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے حضور عرض کیا

﴿ رب انی وضعتها انثی ﴾ اے میرے رب میں نے بچی جنی۔

اب میں کیا کروں نذر کو کیسے پورا کروں تو رب قدوس نے کہا

marfat.com

Marfat.com

آہ میرے والد مرحوم کے چچازاد بھائی :

میرے پر دادا قاضی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ کے چار پوتوں میں سے تین کا پہلے وصال ہو چکا تھا، آخری (بزرگ) مولانا عبدالخالق صاحب بھتر الوی جو میرے والد مکرم کے چچازاد بھائی تھے، آج بروز منگل ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ کو وصال فرما گئے۔

انا للہ وانا إلیہ راجعون .

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، ہر چھوٹے بڑے سے شفقت فرماتے، اپنے بیگانے میں تمیز کم ہی کرتے تھے۔ جب کسی سے سلام کرتے تو مصافحہ کرتے وقت سنتِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے مطابق آپ اپنا ہاتھ پہلے نہیں چھڑایا کرتے تھے۔

کچھ اسی طرح کا حسن سلوک آپ کا فوت شدہ حضرات سے بھی ہوا کرتا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ بڑے اہتمام سے دعا کیا کرتے، ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص سب لوگوں کو پڑھنے کے لئے کہتے اور پھر دعا فرماتے۔ جب کسی کے گھر فاتحہ خوانی کے لئے جاتے تو اسی محبت وخلوص سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے، صبر و تحمل کی تلقین فرماتے۔

ایک دفعہ اپنے گاؤں کے قریب "جودھ" نامی گاؤں کے ملک اشرف صاحب کے انتقال پر مجھے بھی فاتحہ خوانی میں ساتھ لے گئے، حالانکہ میں جنازہ پہلے پڑھ آیا تھا، آپ راولپنڈی سے دو تین دن بعد پہنچے تھے۔ محمد اشرف صاحب کا چونکہ جوانی میں انتقال ہوا تھا، پسماندگان بہت زیادہ غمزدہ تھے تو آپ نے وہاں ارشاد فرمایا :

> موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے، رب کا اپنا نظام ہے اس لئے یہی سمجھا جائے کہ جب کوئی شخص اپنی چیز کسی کو نفع اٹھانے کے لئے دے پھر واپس لے لے تو مانگنے والے کو کچھ کہنے کا حق نہیں۔

ساتھ یہ واقعہ بھی بیان فرمایا :

(ابن ابی شیبہ نے حضرت خیثمہ سے روایت کیا) کہ ایک مرتبہ ملک الموت (عزرائیل علیہ

marfat.com

Marfat.com

سب نے کہا کہ نہیں قرعہ ڈالتے ہیں یہ حضرات ستائیس کی تعداد میں تھے سب نے اپنے اپنے قلم ایک کپڑے کے نیچے رکھے اور ایک نابالغ بچے کو کہا گیا کہ کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک قلم نکال لو اس نے جو قلم نکالا وہ حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا پھر سب کہنے لگے کہ ایک مرتبہ اور قرعہ ڈالتے ہیں اب سب نہر اردن کی طرف چلے کہ اپنے اپنے قلم نہر میں ڈالتے ہیں جس کا قلم الٹا تیرا یعنی پانی کے آنے کی طرف اس کا رخ ہو اوہ کامیاب ہو گیا یہ قرعہ بھی حضرت زکریا علیہ السلام کے حق میں ہی نکلا کیونکہ آپ کا قلم ہی الٹا تیرا۔

پھر سب کہنے لگے کہ ایک مرتبہ اور قرعہ ڈالتے ہیں اب جس کا قلم سیدھے رخ کی طرف چلا وہ کامیاب ہو گا تیسری مرتبہ میں بھی حضرت زکریا علیہ السلام کو ہی کامیابی حاصل ہو گئی آپ کا قلم ہی پانی کے بہاؤ کے رخ کی طرف چلا قرعہ میں کامیابی پر آپ نے کفالت کی ذمہ داری سنبھال لی۔

﴿وانبتها نباتا حسنا﴾ اور اسے اچھا پروان چڑھایا جوان ہونے تک۔

ایک دن میں آپ اتنی بڑی ہو جاتیں جتنا دوسرے بچے ایک سال میں بڑے ہوتے ہیں اسی طرح آپ کو نیکی، پاک دامنی، سیدھی راہ پر چلنے اور اطاعت میں بھی بلند و بالا مقام عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل بنا دیا اور مریم علیہا السلام کی دیکھ بھال ہر مصلحت کے کام کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دی۔

﴿کلما دخل علیها زکریا المحراب﴾ جب زکریا اس کے پاس نماز پڑھنے کی جگہ جاتے۔

اس وقت محراب کا اطلاق مساجد پر ہوتا تھا یہاں مراد وہ کمرہ ہے جس میں مریم علیہا السلام کو ٹھہرایا گیا تھا اس کا دروازہ دیوار کے درمیان تھا اس کمرہ میں جانے کے لئے سیڑھی کو استعمال کیا جاتا تھا خیال رہے کہ آج کل مساجد میں جو محراب بنائے جاتے ہیں ان کی ابتداء نبی کریم ﷺ کے زمانے سے نہیں ہوئی بلکہ یہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے شروع ہوئے۔

﴿وجد عندها رزقا﴾ اس کے پاس نیا رزق پاتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب اس کے کمرے سے نکل کر آتے تو اس کے ساتھ دروازے بند کر کے تالے لگا کر آتے کوئی اور شخص وہاں داخل نہیں ہو سکتا تھا لیکن آپ جب بھی کمرے میں آتے تو دیکھتے کہ

marfat.com
Marfat.com

اس حدیث کی نقل کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علامہ محمد اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خالدہ بن عبد اللہ بن انیس سے حدیث بیان فرمائی کہ ام انیس بنت ابی قتادہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی وفات کے پندرہ دن بعد حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتی ہیں جبکہ وہ مرض الموت میں تھے تو انہوں نے کہا: کہ اے میرے چچا میر اسلام میرے باپ کی خدمت میں پیش کرنا۔

(راقم کی وضاحت) چچا مرحوم کے جنازے میں ہزاروں لوگ شریک تھے اور جب آپ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو بلند آواز سے خوبصورت انداز میں کلمہ شریف پڑھا جارہا تھا، کلمہ کی گونج میں جنازہ گاہ تک آپ کو پہنچایا گیا، جنازے کے بعد بڑے بلند آواز سے دعا کی گئی، مرحوم کے اخلاق کریمہ کی وجہ سے اپنے تو اپنے تھے غیروں کو بھی روتے ہوئے دیکھا گیا، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

یہ چند الفاظ میں نے چچا مرحوم کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کئے ہیں اور اس لئے بھی کہ میری اولاد اور آنے والی نسل کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے خاندان کے بزرگوں کا طریقہ کار کیا تھا اور مرحوم کے بیٹوں کو بھی شاید ان الفاظ سے سوچنے سمجھنے کا موقع مل جائے کہ ہمارے والد مکرم کا طریقہ کار کیا تھا۔ آپ کے ایک بیٹے کو جنازہ کے بعد دعا نہ کرتے ہوئے دیکھ کر افسوس ہوا کہ یہ لوگ اپنے اسلاف کے طریقہ سے کیوں ہٹ رہے ہیں؟ حالانکہ ہمارے اسلاف کوئی جاہل نہیں علم کے سمندر تھے۔ چچا مرحوم محقق عالم تھے، معمولی علم نہیں رکھتے تھے علم کا موجزن دریا تھے، ان کے علم کے مقابلہ میں ان کے بچوں کا علم ایک قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے اتنے عظیم عالم کے بیٹے ان کے نقش قدم سے ہٹ جائیں تو کتنا افسوس ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے بزرگ، عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

۵ : جریج سے تہمت زائل کرنے والے نے بچپن میں کلام کیا۔

۶ : یوسف علیہ السلام سے تہمت زائل کرنے والے نے بچپن میں کلام کیا۔

۷ : اصحاب اخدود میں ایک بچے نے ماں کو کہا کہ تم اپنے دین پر قائم رہو۔

۸ : ایک عورت پر تہمت لگارہے تھے تو وہ خاموش تھی ایک عورت نے اسے دیکھ کر کہا میرے بچے کو اللہ تعالیٰ ایسے نہ بنانا ، تو بچے نے کہا اے اللہ تعالیٰ مجھے ایسا ہی بنانا یعنی یہ عورت بے گناہ ہے۔

۹ : فرعون نے جب ایک عورت کو ایمان لانے پر عذاب دیا تو اس کے بچے نے دین پر قائم رہنے کی تلقین کی۔

۱۰ : مبارک نے بچپن میں کلام کیا۔

﴿ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ☆ ﴾

بیشک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب کے۔

حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ اپنے بندوں میں اللہ تعالیٰ جسے پسند فرماتا ہے انہیں کسی انسان کے وسیلہ کے بغیر ہی رزق عطا فرماتا ہے جو اپنی وسعت کے پیش نظر بے حساب ہوتا ہے۔

(روح المعانی و کبیر)

فائدہ :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کو چند دن کھانے کے لئے کچھ میسر نہ ہوا یہاں تک کہ بھوک کے غلبہ کی وجہ سے آپ پر معاملہ شاق ہوا (مشکل در پیش آئی) تو آپ نے تمام ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کوئی کھانے کی چیز ہے ؟ تمام سے جواب ملا کہ کچھ بھی نہیں ۔ پھر آپ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور انہیں کہا : اے میری پیاری بیٹی آپ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے ؟ کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ انہوں نے عرض کیا : قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کچھ بھی نہیں۔

نبی کریم ﷺ وہاں سے لوٹے ہی تھے کہ ایک پڑوسی عورت نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی

marfat.com

Marfat.com

" والغرض ان بینهما علیهما الصلوة والسلام هذه الجهة من القرابة وهی جهة الخولة"

مقصد صرف ان دونوں انبیاء کرام کی قربت کو بیان کرنا ہے کہ ان دونوں میں باعتبار خالہ کے رشتہ پایا گیا ہے۔

(روح المعانی)

خیال رہے کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے لیکن محی السنہ رحمہ اللہ اور علامہ رازی رحمہ اللہ قائل ہی اس کے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی بہن تھیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عمران کی زوجہ حنہ کی اولاد نہیں تھی یہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچ چکی تھی ایک دن درخت کے سائے میں بیٹھی تھی انہوں نے ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچوں کو چوگ کھلا رہا تھا تو آپ کے دل میں بھی اولاد کی خواہش پیدا ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ مجھے بچہ عطا فرما، آپ کی دعا کو قبول کر لیا گیا جب آپ حاملہ ہو گئیں تو آپ نے نذر مانی کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں گی جو تیرے گھر کی خدمت گزاری کرے گا، اگرچہ آپ نے صرف اتنا ہی کہا تھا جو میرے پیٹ میں ہے، لیکن اس سے مراد مذکر تھا کیونکہ اس وقت بیت المقدس کی خدمت کے لئے مذکر بچے ہی وقف کئے جاتے تھے۔ مؤنث بچیاں وقف نہیں کی جاتی تھیں جب آپ نے اپنی نذر کا ذکر اپنے خاوند سے کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تمہاری بچی پیدا ہو گئی تو پھر کیا کرو گی؟ تو انہوں نے پھر رب تعالیٰ کے حضور عرض کی:

"فتقبل منی" اے اللہ تعالیٰ میری نذر قبول کر۔

یعنی مجھے بچہ ہی عطا کر تاکہ میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر سکوں

(روح المعانی، کبیر)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے جو نذر مانی تھی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو الہام ہوا تھا اگر الہام نہ ہوتا تو شاید آپ نذر بھی نہ مانتیں۔

marfat.com

Marfat.com

حدیث پاک سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ نعمت کے حاصل ہونے پر "الحمد للہ" پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ پر اور اپنی اولاد پر والدین کو ترجیح دے۔ اپنے پڑوسیوں کو بھی کھانے وغیرہ کی اشیاء بطور ہدیہ دی جائیں۔ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اس کھانے میں برکت نازل ہونا اور کھانے کا بڑھ جانا نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے۔

اولاد کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

﴿ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ﴾

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۸)

یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو کہا اے میرے رب مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا فرما بیشک تو ہی ہے سننے والا۔

آپ نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل عطا فرمائے ہیں تو آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگرچہ میری عمر بڑھاپے تک پہنچ چکی ہے اور میری زوجہ بھی بانجھ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے مہربانی فرما دے تو کچھ بعید نہیں تو آپ نے اولاد کی دعا کی۔

جب اللہ تعالیٰ نے لڑکوں کی جگہ لڑکی کو قبول کر لیا تو اس پر بھی خیال آیا کہ بوڑھے کو جوان اور بانجھ کو غیر بانجھ کا مقام عطا فرما دے تو یہ بھی اس کی رحمت کا ہی ایک حصہ ہو گا۔

بیت المقدس کی خدمت کے لئے بڑوں کو قبول کیا جاتا تھا جب ایک ننھی سی بچی کو قبول کر لیا گیا تو یہ بھی اس دعا کے لئے خیال کا سبب بنا کہ رب تعالیٰ جسے چاہے قبول کر لے جب حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے کلام کرنے کی طاقت عطا فرمائی جب بچے نہیں بولتے تو آپ کو خیال آیا کہ بے وقت اولاد عطا کرنا بھی اس کی اسی طرح مہربانی ہو سکتی ہے۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا

جو لڑکا تمہارا مطلوب تھا وہ اس لڑکی جیسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کی ہے یعنی تم تو صرف بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہونے کے لئے لڑکا جو طلب کر رہی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں وہ لڑکی عطا کی جسے عیسیٰ روح اللہ کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہونا ہے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ میں نے اس کا نام "مریم" رکھا۔ مریم عبرانی زبان میں عابدہ (عبادت کرنے والی) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہ نام رکھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی گئی کہ اسے دین و دنیا کی آفات سے محفوظ فرما اور ساتھ ہی یہ دعا کی اے اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ یعنی نیک و مطیع بنا۔

حضرت مریم علیہا السلام کے کفیل حضرت زکریا علیہ السلام :

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۤءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆ ﴾

(پ ۳ سورت آل عمران ۳۷)

تو اسے اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا۔ اسے اچھا پروان چڑھایا اور اسے زکریا (علیہ السلام) کی نگہبانی میں دیا جب زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا : اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ بولیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے گنتی دے۔

اچھی طرح قبول کرنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے محفوظ رکھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے انہیں ایک کپڑے میں لپیٹا اور مسجد میں ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے جو علماء اور قراء موجود تھے ان کے حوالے کر دیا یہ لوگ بیت المقدس کی خدمت گزاری میں رہتے تھے

چونکہ مریم علیہا السلام ان کے امام کی بیٹی تھی اس لئے ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کی کفالت کا حق مجھے ملے حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ میں حقدار ہوں کیونکہ اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے لیکن

marfat.com

Marfat.com

قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعائك رب شقیا ☆

(پ ۱۶ سورہ مریم آیت ٤٥١)

یہ ذکر ہے تیرے رب تعالی کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی جب اس نے اپنے رب کو آہستہ پکارا عرض کی اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سفید ہو گیا بڑھاپے کی وجہ سے اور اے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی نامراد نہ رہا۔

حضرت زکریا علیہ السلام سلیمان علیہ السلام کی اولاد سے تھے بڑھئی کا کام کرتے تھے آپ کے آباؤاجداد جو نبی تھے وہ بیت المقدس میں وحی لکھا کرتے تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے رب تعالی سے دعا کی، آپ نے دعا رات کو یعنی قبولیت کے وقت میں کی دعا مخفی طور پر کی تاکہ ریاکاری سے دور رہے اور اس میں کامل خلوص پایا جائے اور لوگ بھی یہ نہ کہیں کہ یہ بڑھاپے کی عمر میں اولاد کو مانگ رہا ہے اور یہ بھی خیال کیا تھا کہ اس دعا پر میرے موالی مطلع نہ ہوں دعا کرتے ہوئے پہلے اپنے عجز کا اظہار کیا کہ اے میرے اللہ تعالی میرے ہڈی کمزور ہو گئی۔

اعلی حضرت مولانا احمد نے ترجمہ "العظم" کا ہڈی کیا ہے اور دوسرے مترجمین نے ہڈیاں آپ کے ترجمہ پر لوگوں نے اعتراض بھی کیا ہے جس کا ذکر میں نے اپنی کتاب تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان میں کیا ہے حقیقت میں یہی ترجمہ معتبر ہے علامہ آلوسی فرماتے ہیں

" واسناد ذالك الی العظم لما انه عماد الدین ودعام الجسد فاذا اصابه الضعف والرخاوة تداعی ما وراء ه و تساقطت قوته "

"وھن" (ضعف وکمزوری) کی نسبت "العظم" کی طرف کی کیونکہ یہ صلب (ریڑھ) کی ہڈی ہی بدن کا ستون اور جسم کا ستون ہے جب اسے ضعف اور نرمی پہنچے تو تمام ہڈیوں کو ضعف پہنچتا ہے اور ان کی قوت زائل ہو جاتی ہے۔

" وافرد علی ما قاله العلامة الزمخشری وارتضاه کثیر من المحققین لان المفرد ھو الدال علی معنی الجنسیة والقصد الی ان ھذا الجنس الذی ھو العمود والقوام و اشد ما ترکب منه الجسد قد اصابه الوھن "

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

مریم علیہا السلام کے پاس گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے گرمیوں میں موجود ہوتے۔

﴿قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا﴾ کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟

یہ سوال حضرت زکریا علیہ السلام کا تعجب کی وجہ سے تھا خیال رہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھلوں کا آنا یہ آپ کی کرامت ہے۔

" واستدل بالآية علي جواز الكرامة للاولياء لان مريم عليها السلام لا نبوة لها "

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں کیونکہ حضرت مریم علیہا السلام کو نبوت حاصل نہیں ہوئی۔

﴿قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ انہوں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے پوچھنے پر حضرت مریم علیہا السلام نے یہ جواب دیا کہ جنتی رزق ہے جو کسی انسان کے واسطہ کے بغیر مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے حضرت مریم علیہا السلام کا یہ کلام بچپن میں ہے کہ یعنی اس عمر میں جس میں عام بچے کلام نہیں کرتے یا کہ کچھ بڑی عمر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کلام بچپن میں ہے آپ نے ایک نظم میں ذکر کیا ہے کہ گیارہ شخصوں نے بچپن میں کلام کیا ہے۔

تكلم في المهد النبى (محمد) ﷺ
(و يحيىٰ وعيسىٰ والخليل والمريم)

ومبرى (جريج) ثم (شاهد يوسف)
(و طفل الذى الاخدود)يرويه مسلم

(وطفل)عليه مر بالامة التى
يقال لها ترنى ولا تتكلم

وما شطة فى عهد فرعون (طفلها)
وفى زمن الهادى (المبارك) يختم

۱: نبی کریم ﷺ ۲: یحییٰ علیہ السلام

۳: ابراہیم علیہ السلام ۴: مریم علیہا السلام

marfat.com

Marfat.com

سکے۔ اسے میرے علم اور نبوت کا میرا اور اولاد یعقوب میں سے انبیائے کرام علیہم السلام کا جانشین بنا۔
یہاں وراثت سے مراد مال و دولت نہیں بلکہ علم اور نبوت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

" نحن معشر الانبیاء لانورث ما ترکنا صدقة "

ہم انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا ہم جو مال بھی چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور آپ نے فرمایا:

" العلماء ورثة الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما وانما ورثوا العلم "

"علماء" انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں بے شک انبیائے کرام علیہم السلام کا کوئی وارث دراہم و دنانیر کا نہیں ہوتا بلکہ ان کے علم کے وارث ہوتے ہیں۔

(ابن کثیر)

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت:

﴿فنادتهُ الملئكةُ وهو قائمٌ يُصلي في المحراب انّ الله يُبشرُك بيحيٰى مُصدقًا بكلمةٍ مّن الله وسيدًا وّحصورًا وّنبيًّا مّن الصّلحين ۞﴾

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۹)

فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ علیہ السلام کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاص بندوں میں سے۔

ملائکہ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی یہ خوشخبری دینے والے جبرائیل علیہ السلام ہیں ذکر جمع کا صیغہ ہے مراد مفرد ہے جیسا کہ

﴿الّذين قال لهمُ النّاسُ انّ النّاس قد جمعوا لكُم فاخشوهُم فزادهُم ايمانًا﴾

(پ ٤ سورہ آل عمران آیت ۱۷۳)

وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے جتھا جوڑا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا۔

marfat.com

Marfat.com

خدمت میں دو روٹیاں اور کچھ گوشت پیش کیا۔ آپ نے اسے برتن میں رکھ لیا اور خیال کیا کہ اپنے آپ پر اور دوسرے اپنے گھر کے افراد پر نبی کریم ﷺ کو ہی ترجیح دینی چاہیئے، حالانکہ گھر کے سب افراد ہی بھوک میں مبتلا تھے۔ آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ پر میں اور میری ماں قربان! اللہ تعالیٰ نے کھانا عطا فرمایا ہے جو میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی وہ کھانے کا برتن لے آؤ جب آپ نے برتن سے کپڑے وغیرہ کو ہٹایا تو وہ روٹیوں اور گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو حیران ہوئیں۔ پھر سمجھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے میں برکت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور کھانا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب آپ ﷺ نے کھانا دیکھا تو آپ نے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور پوچھا اے میری پیاری بیٹی یہ کھانا کہاں سے آیا تو آپ نے عرض کی اے میرے ابا جان!

"هو من عند الله إن الله يرزق من يشاء بغير حساب"

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہے بغیر حساب کے۔

نبی کریم ﷺ نے پھر حمد کی اور پھر کہا

"الحمد الله الذى جعلك شبيهة سيدة نساء بنى اسرائيل"

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی جس نے تمہیں بنی اسرائیل کی ایک سردار عورت (مریم) کی طرح بنایا۔

کیونکہ انہیں بھی جب اللہ تعالیٰ نے رزق عطا فرمایا تو ان سے یہ پوچھا گیا کہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے بے شک جسے چاہے رزق عطا فرماتا ہے بغیر حساب کے پھر آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دوسرے اہل بیت کو جمع کیا سب نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا اسی طرح موجود تھا جیسے پہلے تھا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وہ کھانا دوسرے پڑوسی گھروں میں بھی بھیجا۔

(مسند ابی یعلیٰ، روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

سردار دینی امور میں رئیس یعنی علم حلم عبادت تقویٰ میں اسے سرداری حاصل ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں کرم فقیہ عالم جس شخص پر غضب غالب نہ آسکے لوگ جس کی طرف اپنی حاجات اور مصائب و آلام میں رجوع کریں اور وہ ان کی حاجات کو پورے کرے حسن اخلاق کا مالک، شریف، اللہ تعالیٰ کی قضا پر رضامندی کا اظہار کرنے والا، متوکل، عظیم الہمت، وہ کسی پر حسد نہ کرے، ہر بھلائی کے کام میں اپنے ہم زمان لوگوں پر فوقیت رکھنے والا۔

"وحصورا" اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ایک وصف عطا فرمایا حصور کا معنی ہے کہ اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ روکنے والا یعنی زاہد اور تقویٰ کی وجہ سے آپ کو عورتوں کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی تھی اس شریعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ راغب رہنا اور نکاح نہ کرنا افضل تھا ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت میں نکاح کرنا سنت ہے و نیز اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا خیال رہے کہ آپ کو رب تعالیٰ نے سیادت عطا فرمائی اس میں دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کہ آپ کو مخلوق کی بہتری مصلحت اور تعلیم دین کی قدرت عطا فرمائی اور دوسری مخلوق کو ادب سکھانے امر بالمعروف نہی عن المنکر کی طاقت عطا فرمائی اور آپ کو حصور بنایا یعنی آپ کو کامل زہد و تقویٰ عطا فرمایا سیادت اور زہد اور تقویٰ کے اجتماع کے بعد نبوت عطا فرمائی ان دونوں چیزوں کے بعد اعلیٰ مقام نبوت کا ہی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا:

﴿ یٰزکریا انا نبشرك بغلٰمِ اسمُہٗ یحیٰی لم نجعل لہٗ من قبلُ سمیًّا ﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۷)

اے زکریا ہم تجھے خوشی سناتے ہیں کہ ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے اس کے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہ کیا۔

ہر بچے کا نام اس کے والدین رکھتے ہیں اور وہ بھی پیدائش کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آپ کا نام رب تعالیٰ نے رکھا اور وہ بھی ایسا نام کہ آپ سے پہلے یہ نام کسی شخص کا بھی نہیں تھا۔

خیال رہے کہ "سمیا" کا ایک معنی نظیر مثل بھی ہے یعنی ہم نے آپ سے پہلے کوئی شخص آپ کی مثل نہیں بنایا آپ کو عظیم تر زہد و تقویٰ حاصل ہوا۔

marfat.com
Marfat.com

خیال رہے کہ یہاں یہ مقصد نہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی قدرت میں پہلے یقین نہیں تھا بلکہ

" فلما شاهد علم انه اذا وقع كرامة لولى فبان يجوز وقوع معجزة لنبى كان اولى فلا جرم قوى طمعه عند مشاهد تلك الكرامات "

جب آپ نے ولی کی کرامات کا مشاہدہ کیا تو دل کی توجہ اس طرف واضح طور پر ہو گئی کہ نبی کا معجزہ تو اس سے بڑھ کر ہے ان کرامات کے مشاہدہ پر اولاد کی طمع بڑھ گئی توجہ زیادہ ہو گئی عرض کرنے کا خیال آگیا۔

﴿ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ﴾ پاکیزہ اولاد۔

ذریۃ کا معنی نسل ، یہ ایک اور جماعت اور مذکر اور مؤنث پر بولا جاتا ہے ۔ آپ کی دعا ایک مذکر بچے کے لئے تھی جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہا ہے ذریۃ کے لفظ کا اعتبار کرتے ہوئے طیبۃ لفظ مونث لایا گیا دعا مونث کے لئے نہیں بلکہ مذکر کے لئے ہے۔

﴿ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءَ ﴾ بے شک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

اگرچہ ظاہری طور پر تو یہی معنی ہے لیکن حقیقت میں مراد یہ ہے کہ تو ہی دعا قبول کرنے والا ہے اور کسی کو تو رسوا نہیں کرتا، جس طرح نمازی حضرات کہتے ہیں :

" سمع الله لمن حمده " اس کا حقیقی مطلب بھی یہ ہے

" قبل حمد من حمد من المؤمنين "

مومنوں میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حمد قبول کرتا ہے۔
ظاہری معنی یہاں بھی حمد کا سننا ہے وہ مراد نہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا مخفی دعا کرنا :

﴿ كٓهٰيٰعٓصٓ ☆ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ☆ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا ☆

marfat.com

Marfat.com

حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت پر تعجب ہوا:

﴿ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ☆ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَۃً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ☆ ﴾

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۴۰، ۴۱)

عرض کی اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا؟ مجھے تو پہنچ گیا بڑھاپا اور میری عورت بانجھ ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ یونہی کرتا ہے جو چاہے۔ عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی کردے۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے اور اپنے رب کو بہت یاد کر صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کر۔

آپ کو جب بشارت دی گئی اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال اور آپ کی زوجہ کی عمر نوے سال تھی، یہی قول زیادہ معتبر ہے اگرچہ اور اقوال بھی ہیں۔ آپ نے بیٹے کے لئے دعاء بھی کی تھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کر چکے تھے نبی کو رب تعالیٰ کی قدرت میں کبھی کوئی شک نہیں ہو سکتا پھر اس سوال کا کیا مطلب ہو سکتا ہے اے میرے رب میرا لڑکا کہاں سے ہوگا؟ اس سوال کا جواب علامہ آلوسی ان الفاظ میں دیتے ہیں:

" ذالك على سبيل الاستعظام لقدرة الله تعالىٰ والتعجب الذى يحصل للانسان عند ظهور اية عظيمة "

آپ کا یہ سوال اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عظیم سمجھتے ہوئے اور اس پر بطور تعجب تھا یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ جب اسے کوئی بڑی نشانی حاصل ہو تو وہ تعجب کرتے ہوئے کہتا ہے ایسا بھی ہو جائے گا؟ انسانی سوچ سے بلند چیز کا حصول یقیناً متعجب کرتا ہے۔

رب تعالیٰ نے جواب دیا:

﴿ کذالك الله يفعل ما يشآء ﴾ یونہی اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

لفظ "العظم" مفرد ذکر کیا ہے علامہ زمخشری اور کثیر محققین نے یہی پسند کیا ہے کہ مفرد معنی جنسیت پر دلالت کر رہا ہے مراد اس سے جنس ہے یعنی وہ جسے بدن میں ستون کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ بدن کا قوام ہے اور اس سے بدن کو قوت حاصل ہے اس میں کمزوری آنے سے تمام بدن میں کمزوری حاصل ہوتی ہے۔

مذکورہ بحث کے بعد اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی فوقیت واضح ہو گئی۔

جب آپ علیہ السلام نے اپنی کمزوری پیرانہ سالی سر کے بالوں کے سفید ہونے کا ذکر کر دیا تو عرض کیا میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تو نے عرصہ دراز سے اپنے لطف و کرم کا خوگر بنا دیا ہے، جب کبھی میں نے کوئی سوال کیا تو نے رد نہ کیا، جو بھی میں نے مانگا تو نے عطا کیا، تیرے کرم نے ہمیشہ میری آرزوؤں کی لاج رکھی، تیری عنایت نے آج تک مجھے کبھی ناشاد و نامراد نہ کیا، مجھے یقین ہے کہ حسب سابق اس خوگر لطف و عنایات کی التجاء بھی شرف قبول سے سرفراز ہو گی۔

(ضیاء القرآن)

بچے کی تمنا کیوں؟

﴿ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ وَ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ☆ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ آلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ☆ ﴾

(پ ۱٦ سورہ مریم آیت ٥، ٦)

اور مجھے اپنے بعد اپنے قربت داروں کا ڈر ہے اور میری عورت بانجھ ہے تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے دے جو میرا کام اٹھا لے اور وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے رب اسے پسندیدہ کر۔

موالی جمع ہے مولیٰ کی۔ اس کے کئی معنی ہیں: مددگار، مالک، صاحب، چچازاد، غلام، رشتہ دار۔ یہاں مراد قرابت دار رشتہ دار ہیں۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! مجھے اپنے رشتہ داروں پر خوف ہے کہ وہ دین کے امور کو کامل طور پر سر انجام نہیں دے سکیں گے۔ دین میں فساد پھیلائیں گے۔ اس لئے تو مجھے بچہ عطا فرما جسے منصب نبوت پر فائز کر دے، تاکہ وہ امور دین کی حفاظت کر

marfat.com

Marfat.com

تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن لوگوں سے کلام نہ کرے بھلا چنگا ہو کر۔

" خص ذالك بالتكلم مع الناس وهذا يدل بطريق المفهوم انه كان قادر على التكلم مع غير الناس "

لوگوں کے ساتھ کلام نہ کر سکنے کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کی طاقت رہے گی۔

" اٰیتك ان لا تكلم الناس فی هذه المدة مع كونك سویا لم یحدث بك مرض "

تم بالکل صحیح ہوگے زبان میں کوئی نقص، بیماری نہ ہوگی، چنگے بھلے ہونے کے باوجود قدرتی طور پر لوگوں سے کلام نہیں کر سکو گے، بس یہی تمہارے لئے نشانی ہے۔ تم سمجھ لینا اب نطفہ قرار پا چکا ہے۔

(ابن کثیر)

﴿ فخرج علی قومه من المحراب فاوحیٰ الیهم ان سبحوا بكرة و عشیا ☆ ﴾

(پ ۱۶ ع ۴ سورت مریم)

تو اپنی قوم پر مسجد سے باہر آیا تو انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح شام تسبیح کرتے رہو۔

جب آپ کو لوگوں سے کلام کرنے کی طاقت نہ رہی آپ نے انہیں اشارہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی صبح و شام تسبیح کرتے رہو اس کیفیت سے آپ کو پتہ چلا گیا کہ آپ کی بیوی حاملہ ہو چکی ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کا منصب نبوت پر فائز ہونا:

﴿ یا یحییٰ خذ الكتاب بقوة و آتیناه الحكم صبیا ☆ ﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۱۲)

اے یحییٰ کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن میں ہی نبوت دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعے آپ کو یہ حکم دیا یہاں جس کتاب کا حکم دیا جا رہا ہے اس سے مراد تورات ہے کیونکہ علیحدہ کوئی مستقل کتاب نہیں عطا کی گئی حکم دیا گیا کہ تورات پر لوگوں کو عمل کرائیں۔ ابو نعیم ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سات سال کی عمر میں عقل و فہم وافر مقدار میں عطا فرمائے اور عبادت گزار

marfat.com

Marfat.com

.... میں پہلے الناس سے مراد نعیم بن مسعود اشجعی اور دوسرے لوگوں سے مراد ابو سفیان ہے ۔یعنی ذکر الناس کیا گیا ہے جس کا معنی "لوگوں" ہے۔ لیکن مراد دونوں جگہ ایک ایک شخص ہے (یہاں واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں) آپ کو بشارت دینے کے لئے جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو آپ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ نماز پڑھ رہے تھے۔

" فی المحراب ای فی المسجد اوفی موقف الامام منه او فی غرفة مریم "

محراب سے مراد مسجد یا امام مسجد کے کھڑے ہونے کی جگہ (آج کل کے محراب کی طرح اس وقت محراب نہ ہوتے تھے) یا حضرت مریم علیہا السلام کے رہنے والا اونچا کمرہ۔ (اعلیٰحضرت کا ترجمہ کنزالایمان ان سب کو شامل ہے)

آپ کو جس بیٹے کی بشارت دی گئی اس کے چند اوصاف بھی ذکر کئے گئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا ۔یہاں کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے ہیں ۔سب سے پہلے آپ ہی اسے تسلیم کرنے والے اور اس کی تصدیق کرنے والے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ایک مرتبہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ سے ملاقات کی جو ان کی خالہ ہیں تو انہوں نے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں حاملہ ہوں تو مریم علیہا السلام نے کہا:

" وانا ایضا حبلی " اور میں بھی حاملہ ہوں۔

تو حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ نے کہا:

" فانی وجدت ما فی بطنی یسجد لما فی بطنک "

جو تمہارے پیٹ میں بچہ ہے میں نے اسی اپنے پیٹ والے بچے کو سجدہ کرتے ہوئے پایا۔

یعنی میرا بچہ تمہارے بچے کو سجدہ کرتا ہے یہ واقعہ خواب کا ہے یا کشف کا اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی۔

"وسیدا" آپ کو اللہ تعالیٰ نے سردار بنایا سید کے مختلف معانی ہیں حلیم یعنی بردبار مومنین کا

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ﴾ اور تمہیں ان (زانی و زانیہ) پر ترس نہ آئے اللہ تعالیٰ کے دین میں۔

یہ معنی بھی ممکن ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو لوگوں پر مہربان بنایا اور گناہوں سے دور رکھا نہ انہوں نے کوئی گناہ کیا اور نہ ہی کسی گناہ کا ارادہ کیا اور یہ معنی بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن میں نبوت عطا فرمائی یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت تھی اور مزید آپ کو نفس کی پاکیزگی عطا کر کے مشرف فرمایا۔

﴿ وبرا بوالديه ﴾ اور وہ خدمت گزار تھے اپنے والدین کے۔

" لا عبادة بعد تعظيم الله تعالى مثل تعظيم الوالدين "

اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے بعد والدین کی تعظیم جیسی کوئی اور عبادت نہیں۔

اسی لئے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وقضى ربك ان لا تعبدوا الا اياه و بالوالدين احسانا ﴾

(پ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ۲۳)

آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے بغیر کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔

﴿ ولم يكن جبارا عصيا ﴾ اور وہ جابر اور سرکش نہ تھے۔

یعنی آپ میں تواضع اور نرم دلی پائی جاتی تھی اور یہی سب سے اعلیٰ وصف ہے۔

رب تعالیٰ نے حضور کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك ﴾

(پ ۴ سورۃ آل عمران ۱۵۹)

اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

سب سے اعلیٰ عبادت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو پہچانے کہ میں گھٹیا ہوں اور ذات باری کو پہچانے کہ وہ عظیم ذات ہے۔

" ومن عرف نفسه بالذل وعرف ربه بالكمال كيف يليق به الترفع والتجبر "

marfat.com

Marfat.com

آپ کا نام یحییٰ علیہ السلام کیوں رکھا :

حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بعض اوقات اسماء یا القاب میں ماخذ اشتقاق کا کوئی خاص اعتبار نہیں کیا جاتا، لیکن مفسرین کرام نے بعض وجوہ بیان کی ہیں اصل معنی زندہ کرنا ہے اسی مناسبت سے نام میں وجوہ مذکور ہیں :

۱ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان کی والدہ کے بانجھ پن کو زندگی عطا فرمائی۔

۲ : حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو ایمان و طاعت عطا کر کے زندہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مطیع کو زندہ کہا ہے اور عاصی (نافرمان) کو مردہ رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ ﴾ اور کیا مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا ۔

یعنی کافر کو ایمان عطا کیا عاصی کو مطیع بنایا۔

۳ : آپ کو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی اور نافرمانی کے ارادہ سے دور رکھ کر طاعت کی زندگی سے سرفراز کیا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں عصیان کے ارادہ سے بھی دور رکھا۔

۴ : آپ کو شہادت کی زندگی عطا فرمائی کیونکہ شہداء اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہوتے ہیں رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔

۵ : حضرت یحییٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ تسلیم کیا تو اس ایمان کی وجہ سے آپ کے دل کو زندگی حاصل ہوئی۔

۶ : دین کو آپ کے ذریعے زندہ رکھا کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دین کے قیام کے لئے ہی تو آپ کے لئے دعا کی تھی۔

(از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

ان لوگوں کا کام کرنا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ مسلک اہل سنت ہی حق ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت :

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نبوت منصب پر فائز کیا گیا تو انہیں کتاب پر پوری تندہی سے عمل کرنے کی تلقین کی گئی۔ آپ کی زندگی بتاتی ہے آپ نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا حق ادا کر دیا ملک کے گوشہ گوشہ میں جا کر دور افتادہ صحراؤں اور دشوار گزار پہاڑوں میں جا جا کر لوگوں کو پیغام حق سنایا اور انہیں گناہوں سے تائب ہونے کی ترغیب دی۔ بے شمار لوگ آپ کی تبلیغ کی برکت سے راہ حق پر آ گئے۔ فسق وفجور کی زندگی کو ترک کر کے انہوں نے زہد و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا۔ قوم کے ہر طبقہ کو آپ نے ان کی کوتاہیوں اور خامیوں پر متنبہ کیا۔

علمائے بنی اسرائیل جو دنیا کی محبت میں اس قدر وارفتہ ہو گئے تھے کہ احکام الٰہی کی تحریف میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے انہیں بڑی سختی سے جھنجھوڑا اور بڑے درشت لہجہ میں انہیں فرمایا

> اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا ہے کہ آنے والے غضب سے بھاگو۔ پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابرھام ہمارا باپ ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراھام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔
>
> (متی باب ۳ آیت ۷ تا ۱۰)

آپ کی دعوت کا حلقہ صرف عوام تک محدود نہ تھا بلکہ شاہی دربار بھی آپ کے نعرہ حق سے لرزہ بر اندام تھا بادشاہ وقت ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپ کی منکوحہ بیوی ہیرودیاس کو اپنے گھر میں ڈال رکھا تھا آپ نے اس کو برملا جا کر کہا اپنے بھائی کی بیوی کو رکھنا تجھ کو روا (جائز) نہیں۔

انجیل مرقس کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں

> "پس ہیرودیاس اس سے دشمنی رکھتی تھی اور چاہتی تھی کہ اسے قتل کرائے مگر نہ ہو سکا کیونکہ ہیرودیس یوحنا کو راستباز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور اسے بچائے

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے عجیب افعال کا وقوع پذیر ہونا اور عادت کے خلاف عجیب عجیب کام ہوئے بعید نہیں بڑھاپے کے حال میں اولاد عطا کرنا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

دوسرے مقام پر اسی سوال کا جواب ان الفاظ سے دیا :

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴾

(پ ١٦ سورہ مریم آیت ٩)

فرمایا ایسا ہی ہے تیرے رب نے فرمایا وہ مجھے آسان ہے اور میں نے تو اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا جب تو کچھ نہ تھا۔

رب تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو کن کہتا ہے تو وہ کام ہو جاتا ہے بلکہ صرف ارادہ کرنا بھی کسی کام کے معرض وجود میں آنے کے لئے کافی ہے جو رب تعالیٰ تمہیں عدم سے وجود میں لایا وہ تمہیں اولاد بھی عطا فرما دے گا اس میں تعجب کرنے حیران ہونے کی ضرورت نہیں اور یہ سوچنے کی ضرورت بھی نہیں کہ تمہیں اولاد بڑھاپے کے حال میں ہی عطا کرے گا یا تمہیں جوان کر کے اولاد عطا کرے گا اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں کہ تمہیں تمہارے اپنے حال پر رکھتے ہوئے صاحب اولاد کر دے کیونکہ وہ تمہیں نیستی سے ہستی میں لایا اور جہاں تمہاری ذات موجود ہوئی وہاں تمہیں صفات بھی عطا ہوئیں۔

(از کبیر)

نشانی طلب کرنے کی وجہ :

آپ نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی علامات بتا کہ جن سے مجھے نطفہ کے قرار پکڑنے سے ہی پتہ چل جائے تاکہ میں تیری اس نعمت کے شکر بجالانے میں تاخیر نہ کروں اور مجھے جلدی ہی سرور بھی حاصل ہو جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین دن تک کلام نہ کر سکو گے سوائے اشارہ کے البتہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیحات نماز پڑھ سکو گے یعنی زبان صحیح ہو گی لیکن قدرتی طور پر لوگوں سے کلام کی طاقت نہ ہو گی اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ آيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴾

(پ ١٦ سورہ مریم آیت ١)

marfat.com

Marfat.com

یعنی اس طرح آپ کے جسم کے دو ٹکڑے کر کے آپ کو شہید کر دیا گیا۔ خیال رہے کہ جان کی حفاظت کا وعدہ صرف نبی کریم ﷺ سے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ واللہ یعصمك من الناس ﴾ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

اور دوسرے رسولوں سے جو نصرت کا وعدہ فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ تم اتنے بڑے لوگوں کی مخالفت کے باوجود میرے احکامات ان تک پہنچا سکو گے تمہارے دلائل کا وہ کوئی جواب نہیں دے سکیں گے اور تمہارے بدلے میں ان کے کئی آدمیوں کو قتل کرادوں گا جب دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو لوگوں سے بچائے رکھنے کا وعدہ نہ فرمایا تو ان دو آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

﴿ ویقتلون النبیین بغیر الحق ﴾ وہ (بنی اسرائیل) انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرتے۔

(پ ۱ سورہ البقرہ ۶۱)

یعنی وہ خود بھی سمجھتے کہ ہم ظلم کر رہے ہیں ہمیں قتل کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

﴿ انا لننصر رسلنا ﴾ یعنی ہم اپنے رسولوں کی امداد کرتے ہیں۔

یعنی دلائل و حجت اور ظاہری غلبہ میں۔

(از روح المعانی ج اول ص ۲۷۷)

حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت:

﴿ واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاك وطھرك واصطفاك علی نساء العالمین ☆ یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین ☆ ﴾

(پ ۳ سورہ آل عمران ۴۲، ۴۳)

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا اے مریم! اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔

آیت کریمہ میں ملائکہ کا ذکر ہے لیکن مراد صرف جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ سورۃ مریم میں آپ سے کلام کرنا جبرائیل علیہ السلام کا ہی ثابت ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بنایا ایک اور مرفوع روایت میں ذکر ہے کہ بچپن میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو لڑکوں نے کہا ہمارے ساتھ کھیلنے کی لئے چلو تو آپ نے فرمایا:

"اللعب خلقنا اذھبوا نصلی" کیا ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے چلو ہم نماز پڑھیں۔

﴿ وَآتَينَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴾ یہاں الحکم سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں: حکمت، عقل، معرفت آداب، خدمت، فراست، صادقہ۔

"وقیل النبوۃ وعلیہ کثیر" بعض نے کہا اس سے مراد نبوت ہے یہی اکثر اہل علم کا قول ہے۔

یحییٰ علیہ السلام پر رب تعالیٰ کے انعامات:

﴿ وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَ زَكٰوةً وَكَانَ تَقِيًّا ☆ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ☆ وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ☆ ﴾

(پ ۱٦ سورہ مریم ۱۳،۱۵)

نیز عطا فرمائی دل کی نرمی اپنی جانب سے اور نفس کی پاکیزگی اور وہ بڑے پرہیزگار تھے اور خدمت گزار تھے اپنے والدین کے اور وہ جابر اور سرکش نہ تھے اور سلامتی ہو ان پر جس روز وہ پیدا ہوئے اور جس روز وہ انتقال کریں گے اور جس روز انہیں اٹھایا جائے گا زندہ کر کے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں پر مہربان بنایا اور انہیں اچھا بدلہ دینے والا بنایا جس طرح نبی کریم ﷺ کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آپ ان کے لئے نرم دل ہوئے۔

اور آپ کو نفس کی پاکیزگی عطا فرمائی لیکن دینی احکام میں آپ نرمی نہیں فرماتے جیسے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا:

marfat.com

Marfat.com

تیسری صفت آج سارے جہان کی عورتوں پر تجھے پسند کیا ،اس مسئلہ میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام جہان کی تمام عورتوں کی سردار ہیں یا کہ آپ کو حضرت خدیجہ ، حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن پر فضیلت حاصل نہیں۔

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ آج بڑھا کر اپنا مختار قول بیان کر دیا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو اپنے زمانہ میں تمام عورتوں پر افضلیت حاصل تھی ہر زمانہ میں ہر عورت پر فضیلت حاصل نہیں یہی قول اسی آیت کے تحت محشیٔ جلالین کا بھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ کو بغیر باپ کے عیسیٰ علیہ السلام کا عطا ہونا اگرچہ آپ کی خصوصیت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس فضیلت کی وجہ سے ان کو مطلقاً فضیلت حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما پر حاصل ہو جائے اگرچہ یہ فضیلت مختصہ ان دونوں کو حاصل نہیں۔

" لكن فضائلهما كثيرة واردة فى الاحاديث لا يوجد منها شىء فى مريم عليها السلام ففاطمة و عائشة افضل نساء العالمين من الاولين والاخرين كما هومذهب المحققين من العلماء "

(حاشیہ جلالین ص ۵۱)

لیکن ان دونوں کے فضائل کثیر ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں وہ فضائل حضرت مریم علیہا السلام کو حاصل نہیں اس لئے فاطمہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کو تمام جہان کی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت آنے والی تمام عورتوں پر فضیلت حاصل ہے یہی محققین علمائے کرام کا مذہب ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو نماز ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور مراتب کی بلندی حاصل ہو سجدہ کا حکم رکوع سے پہلے دیا اس لئے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں آتی یعنی ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سجدہ ادا بھی پہلے کیا جائے البتہ پہلے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ نماز کے تمام ارکان میں سے سجدہ افضل ہے اس کی فضیلت کے پیش نظر ذکر پہلے کر دیا گیا ہو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم دے کر یہ کہا گیا ہے کہ نماز جماعت سے ادا کرو اور اس مسئلہ کی طرف

marfat.com

Marfat.com

جس شخص نے اپنے آپ کو حقیر سمجھا اور رب کو عظیم اور باکمال سمجھا وہ کبھی تکبر نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام کو پیدائش کے دن شیطان سے محفوظ رکھ کر سلامتی عطا فرمائی اور موت کے دن قبر کے عذاب سے بچا کر آپ کو سلامتی سے سرفراز کیا جائے گا سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ مخلوق تین اوقات میں نہایت وحشت میں ہوتی ہے یعنی بہت ہی گھبراہٹ میں مبتلا ہوتی ہے پیدائش کے دن جب شکم مادر سے خروج ہوتا ہے تو انسان کو بہت پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ پتہ نہیں اب میرے لئے نیا مقام کیسا ہو گا پھر جب وہ فوت ہوتا ہے تو ایسی قوم کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوتی یہ حالت بھی اس کے لئے ہیبت ناک ہوتی ہے پھر جب اسے قیامت کو اٹھایا جائے گا تو وہ اپنے آپ کو عظیم محشر میں پائے گا تو اس سے بھی وہ نہایت خوفزدہ ہو گا لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان تینوں مواقع میں سلامتی کا مژدہ سنا دیا گیا کہ تمہیں ان مقامات میں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہو گی۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکر فرمایا آپ کے اوصاف ذکر فرمائے آپ پر سلام بھیجا بفضلہ تعالیٰ امت مصطفیٰ ﷺ بھی آپ کے میلاد کو اسی طرح بیان کرتی ہے جو قرآن کے مطابق ہے سبحان اللہ تعالیٰ میرے نبی کریم ﷺ کا معجزہ کیسے ثابت ہے؟ اور رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی :

﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ﴾ ....

(ب ۳۰ سورہ الضحیٰ ٤)

(اور بیشک ہر آنے والی گھڑی کے لئے پہلی سے بہتر ہے۔..........)

کس آب و تاب سے جگمگا رہا ہے کہ جو لوگ پہلے میلاد النبی ﷺ کے لفظ سے الرجک تھے اب وہ بھی ذکر ولادت کانفرنسیں کرنے لگے۔ "سیرت سیرت" کی رٹ لگانے والے شائد ترمذی شریف میں باب میلادالنبی کو نہیں دیکھ سکے تھے؟ پھر مزید لطف کی بات یہ ہے کہ جنہوں نے ......

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ☆﴾ (ب ۱۷ سورۃ الانبیاء ۱۰۷)

میں آپ کی رحمت کو صرف اس جہان کے لئے خاص کر دیا تھا وہ بھی "رحمۃ للعالمین کانفرنس" کر کے آپ کو سب جہانوں کے لئے رحمت ماننے لگے۔ ماشاء اللہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے مطابق

marfat.com

Marfat.com

" وکونه شرقیا کان اتفاقیا "

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں القاء کیا ہو کہ مشرقی جانب کو اختیار کرو کیونکہ :

" وقد علم سبحانه انه حان ظهور النور العیسوی منها فناسب ان یکون ظهور النور المعنوی فی جهة ظهور النور الحسی "

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی ابدی کی وجہ سے مناسب یہی سمجھا کہ یہ نور عیسوی کے ظہور کا وقت ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ نور معنوی کا ظہور نور حسی کے ظہور کے بالکل سامنے ہو۔

جن حضرات کا قول یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حیض سے پاک تھیں یعنی ان کو حیض نہیں آتا تھا ان کے نزدیک آیت کریمہ کا مقصد یہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے ۔ کچھ حضرات کا قول یہ ہے کہ آپ کو حیض آتا تھا آپ مسجد کی خدمت کے لئے وقف تھیں مسجد میں ہی رہتی تھیں لیکن حیض کے دنوں میں اپنی خالہ کے گھر (جو حضرت زکریا علیہ السلام کی زوجہ تھیں) آجاتی تھیں۔ اور جب حیض سے پاک ہو جاتیں تو مسجد میں لوٹ آتی تھیں۔ آپ کو حیض کے بعد غسل خانہ میں جاتے ہوئے ایک شخص نظر آیا جو بڑا وجیہ تھا چمکدار خوبصورت اس کا رنگ تھا اور اس کے گھنگریالے بال تھے یہ جبرائیل علیہ السلام تھے ۔ رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ فارسلنا الیها روحنا ﴾

ہم نے اس کی طرف روح الامین (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کو بھیجا۔

چونکہ جبرائیل علیہ السلام انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس وحی لاتے رہے جو دین کے احیاء کا سبب بنتی رہی اس لئے آپکو بھی روح کہہ دیا گیا چونکہ آپ بھی بذریعہ وحی احیائے دین کا ذریعہ بنے۔ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس کامل انسانی شکل میں تھے۔

" لم یفقد من حسان نعوت الآدمیة شیئا "

marfat.com

Marfat.com

رکھتا تھا اور اس کی باتیں سن کر بہت حیران ہو جاتا تھا مگر سنتا خوشی سے تھا اور ایک موقع کے دن جب ہیرودیس نے اپنی سالگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی اور اسی ہیرودیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرودیس اور اس کے مہمانوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مانگ میں تجھے دوں گا اور اس سے قسم کھائی جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی آدھی سلطنت تک تجھے دوں گا اور اس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں اس نے کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر۔ وہ فی الفور بادشاہ کے پاس جلدی سے اندر آئی اور اس سے عرض کی میں چاہتی ہوں کہ تو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر ایک تھال میں ابھی مجھے منگوا دے بادشاہ بہت غمگین ہوا اور اپنی قسموں اور مہمانوں کے سبب سے انکار نہ کرنا چاہا پس بادشاہ نے فی الفور ایک سپاہی کو حکم دے کر بھیجا کہ اس کا سر لائے اس نے جا کر قید خانہ میں اس کا سر کاٹا اور ایک تھال میں لا کر لڑکی کو دیا اور لڑکی نے اپنی ماں کو دیا۔"

(مرقس باب ۶ آیت ۱۹، ۲۸)

اس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنا سر کٹا کر اپنے رب تعالیٰ کے اس فرمان :

﴿یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ﴾ کی تعمیل کا حق ادا کیا۔

(پ ۱۶ سورہ مریم آیت ۱۲) (از ضیاء القرآن ج ۳ ص ۷۵ پ ۱۶)

حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی شہید کر دیا گیا :

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچنے کیلئے شہر سے باہر جانے کا رخ کیا۔ بادشاہ نے اسی فاحشہ عورت کے کہنے پر آپ کو پکڑنے کے لئے بھی اپنے سپاہیوں کو بھیجا آپ نے اپنی جان بچانے کے لئے درخت کے تنے میں چھپا لیا جو اندر سے خالی تھا۔

" فوجد فی جوف شجرة ففلقوا الشجرة معه فلقتین طولا بمنشار "

آپ کو درخت کے اندر سے خالی تنے میں جب پایا گیا تو ان لوگوں نے درخت کو اوپر سے نیچے آرے سے کاٹ دیا۔

marfat.com

Marfat.com

طلب کی تو جبرائیل علیہ السلام نے مسکرا کر کہا میں تمہاری قمیص میں پھونک مار کر تمہیں پاکیزہ اور ستھرا بیٹا دینے کیلئے آیا ہوں یعنی ایسا بیٹا عطا کرنے کے لئے جو گناہوں کی آلودگی سے پاک و صاف ہو گا اس کے نیک اعمال میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا اور مقام نبوت پر فائز ہو گا۔

(روح المعانی و کبیر)

فائدہ :

حقیقت میں فرزند عطا فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن جبرائیل علیہ السلام کیونکہ اس عطا کا سبب اور ذریعہ ہے اس لئے بطور مجاز فرزند دینے کی نسبت اپنی طرف کر دی اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے اگر کسی نعمت کے ملنے کو اس کے ذریعہ اور واسطہ کی طرف منسوب کیا جائے بشرطیکہ یہ یقین ہو کہ منعم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی نسبت درست ہے اس سے انسان مشرک نہیں ہو جاتا جس طرح آج کل بعض متشدد خیال کرتے ہیں۔

(ضیاء القرآن)

حضرت مریم علیہا السلام کی حیرت اور بڑھ گئی :

﴿ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۞ ﴾

(سورۃ مریم آیت ۲۰)

بولی میرا لڑکا کیسے ہو گا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکار ہوں

" وکانها علیها السلام من فرط تعجبها وغایة استبعادها لم تلتفت الی الوصف فی قول الملك علیه السلام لاهب لك غلاما زکیا "

(روح المعانی)

آپ کو یہ سن کر اتنا زیادہ تعجب ہوا اور آپ نے اسے عقل سے بعید سمجھتے ہوئے یہ کہا میرا بیٹا کیسے ہو گا؟ آپ کو حیرانگی کی وجہ سے اس کی طرف توجہ ہی نہیں رہی کہ مجھے ایک فرشتہ کہہ رہا ہے کہ میں تمہیں ایک ستھرا بیٹا دینے کے لئے آیا ہوں

آپ نے یہی سمجھا کہ بیٹا تو عام عادت کے مطابق ہی پیدا ہو سکتا ہے یا تو جائز نکاح سے یا بدکاری سے نیز آپ عبادت میں مستغرق ہونے کی وجہ سے اس طرف توجہ ہی نہ کر سکیں کہ رب کی قدرت سے تو کچھ بعید نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

" وھذا وان کان عدولا عن الظاھر الاانه یجب المصیر الیه "

یہ جمع کے صیغہ سے مفرد والا معنی لینا اگرچہ ظاہر سے عدول ہے مگر اس معنی کی طرف پھیرنا ضروری ہے۔

(کبیر)

حضرت مریم علیہا السلام کے تین وصف بیان کئے گئے ہیں اصطفاء چن لینا ۔ التطہیر پاک ستھرا کرنا اور الاصطفاء علی نساء العالمین ، جہاں کی عورتوں پر پسند کرنا ۔ پہلی صفت کا مطلب یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی مونث کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے اجازت نہیں دی گئی تھی۔ صرف آپ کو ہی اس مقصد کے لئے چن لیا گیا تھا۔ آپ کی والدہ نے آپ کو دودھ نہیں پلایا تھا بلکہ پیدا ہوتے ہی بیت المقدس میں حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو جنت کے کھانے عطا کر کے خصوصیت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت کے لئے چن لیا اور اسی وجہ سے آپ پر مختلف قسم کی مہربانیاں کیں اور ہدایت سے نوازا اور آپ کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا۔ آپ کی معیشت کا معاملہ بغیر ظاہری اسباب کے اپنے قبضہ قدرت میں لیا آپ کو ہمیشہ رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل رہا، کسب معیشت کی ضرورت نہ رہی فرشتے کا کلام آپ کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست سننے کی توفیق عطا فرمائی جو کسی دوسری عورت کو میسر نہ ہوئی۔

دوسری صفت یعنی آپ کو پاک ستھرا بنایا اس کی بھی چند وجوہ ہیں کفر و معصیت سے آپ کو پاک رکھا اور آپ کو مردوں کے چھونے سے پاک رکھا اور آپ کو حیض سے پاک رکھا کیونکہ بیان کیا جاتا ہے آپ کو حیض نہیں آتا تھا اور آپ کو برے افعال اور بری عادات سے پاک رکھا اور آپ کو یہودیوں کی تہمت جھوٹ اور ان کی چہ میگوئیوں سے بری فرمایا۔

(کبیر)

" والاولی الحمل علی العموم ای طھرك من الاقذار الحسیة والمعنویة والقلبیة والقالبیة "

بہتر یہ ہے کہ معنی عام ہی مراد لیا جائے یعنی آپ کو حسی اور معنوی اور جسمانی تمام عیوب سے پاک بنایا۔

(روح المعانی)

marfat.com
Marfat.com

ولفظ الخلق يستعمل في الابداع والايجاد "

(المفردات)

یعنی ایسے واقعات جو اپنے اسباب کے پائے جانے سے وقوع پذیر ہوتے ہیں انھیں عام طور پر لفظ فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقعات ظاہری اسباب کے بغیر رونما ہوتے ہیں ان کی تعبیر عام طور پر لفظ خلق سے کی جاتی ہے۔

حضرت یحیٰی علیہ السلام کی ولادت چونکہ ماں باپ کی وجہ سے تھی اور یہی ولادت کا سبب عادی (عادت کے مطابق) ہے اسلئے وہاں فرمایا: يفعل الله اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت صرف ماں سے ہوئی اور والد جو سبب عادی ہے مفقود تھا (یعنی نہیں تھا) اسلئے لفظ خلق سے بیان کیا ("یخلق ما یشاء" کہا)۔

(ضیاء القرآن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں :

﴿فحملته فانتبذت به مكانا قصيا﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم)

پس وہ حاملہ ہو گئیں اس (بچہ) سے پھر وہ چلی گئیں اسے (شکم میں) لئے کسی دور جگہ۔

حضرت مریم علیہا السلام بنی اسرائیل میں نیک زاہدہ مشہور تھیں اور سب کو یہ علم تھا کہ آپ کی والدہ نے نذر مانی جو قبول کر لی گئی آپ کی تربیت میں انبیاء کرام صلحاء حریص تھے وہ کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کو حاصل ہوئی آپ کے پاس اللہ تعالی کی طرف سے رزق آتا رہا ان واقعات کی شہرت کے پیش نظر آپ کو بہت پریشانی لاحق ہوئی کہ میں رب کی اس قدرت سے لوگوں کو کیسے مطمئن کروں گی لوگ میری بات کیسے مانیں گے اسی وجہ سے آپ نے بیت المقدس کے حجرہ کو چھوڑ کر علیحدہ دور دراز جگہ کو اختیار کیا تاکہ وقتی طور پر کوئی مطلع نہ ہو سکے۔

(در کثیر)

دردزہ کے وقت پریشانی میں اضافہ :

﴿ فاجاءها المخاض الى جذع النخلة قالت يا ليتني مت قبل هذا وكنت

marfat.com

Marfat.com

بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ جس شخص نے امام کے ساتھ رکوع میں نماز کو پالیا اسے وہ رکعت مل گئی۔

اعتراض: حضرت مریم علیہا السلام کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم کیسے دیا گیا حالانکہ وہ ایک جوان لڑکی تھیں؟

جواب: یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے حجرہ میں نماز جماعت سے ادا کرتی ہوں ، یہ بھی ممکن ہے کہ آپ باپردہ ہو کر مردوں کی صف سے علیحدہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بیت المقدس کے تمام خدام آپ کے اقرباء ہوں یہی وجہ تھی کہ آپ کی کفالت کا ہر شخص تقاضا کر رہا تھا یہ بھی احتمال ہے کہ نماز کے وقت اور عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں تو آپ ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں۔

(از روح المعانی)

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام کا آنا:

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ☆ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ☆ ﴾

(پ ۱۶ سورہ مریم ۱۶،۱۷)

بیان کیجئے کتاب میں مریم علیہا السلام (کا حال) جب وہ الگ ہو گئی اپنے گھر والوں سے ایک مکان میں جو مشرق کی جانب تھا پس بنا لیا اس نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ، پھر ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنے جبرائیل کو پس وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے ایک تندرست انسان کی صورت میں۔

حضرت مریم علیہا السلام نے تمام سے علیحدہ ہو کر بیت المقدس کی شرقی جانب کو اختیار کیا۔

" لتتخلى هناك للعبادة " تاکہ عبادت کے لئے آپ کو خلوت حاصل ہو سکے۔

اسی وجہ سے آپ نے علیحدہ پردہ کو بھی اختیار کیا کہ کوئی آپ کی عبادت میں خلل انداز نہ ہو سکے شرقی جانب کو اختیار کرنا ہو سکتا ہے صرف اتفاق ایسا ہوا ہو کوئی خاص ارادہ نہ ہو۔

marfat.com

Marfat.com

خوش ضعت ہے کہ درخت پر بیٹھ کر اس کا پھل کھا رہا ہے۔

وددت انی ثمرۃ ینقرھا الطائر کاش میں بھی کوئی پھل ہوتا کہ مجھے پرندے کھا جاتے آپ کا یہ کلام خوف الٰہی کی وجہ سے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھاس کا ایک تنکا ہاتھ میں لیا اور فرمایا:

لیتنی ھذہ التبنۃ یالیتنی لم اك شیئا کاش میں بھی گھاس کا ایک تنکا ہی ہوتا کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔

آپ کا یہ ارشاد بھی اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے ہی تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم جمل میں فرمایا:

یالیتنی مت قبل ھذا عشر سنین کاش میں آج سے دس سال قبل مر چکا ہوتا۔

آپ کا یہ کہنا ظاہری فتنہ سے پریشانی کی وجہ سے تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لیت بلالا لم تلدہ امہ کاش بلال کو اس کی ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ آپ نے اس کلام سے اپنے کمال عجز کا اظہار کیا ہے۔

(کبیر و ضیاء القرآن)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا پھر بھی آپ اس قسم کے الفاظ اپنی زبان پر لا رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ:

استحیاء من الناس وخوفا من لائمتھم لوگوں سے شرم کے مارے اور ان کی ملامت کرنے کے خوف کے پیش نظر آپ کی یہ بے قراری تھی اور دوسری وجہ یہ تھی:

"حذرا من وقوع الناس فی المعصیۃ بما یتکلمون فیھا"

کہ آپ کو یہ خوف دامن گیر تھا کہ بچے کی پیدائش پر لوگ میرے متعلق جھوٹا کلام کرنے اور مجھ پر بہتان لگانے کی وجہ سے گناہگار ہوں گے۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی انسانی اوصاف سے کوئی بھی آپ میں کمی نظر نہیں آتی تھی بلکہ کامل انسان نظر آتے تھے خیال رہے کہ جبرائیل علیہ السلام کامل بشر نظر آنے کے باوجود بھی نور تھے جبرائیل علیہ السلام حقیقت میں نور اور ظاہر میں بشر تھے نبی کریم ﷺ حقیقت میں نور اور ظاہر میں بشر ہوں تو اس میں کون سی مشکل درپیش ہے بات صرف ایمان کی ہے۔

(روح المعانی)

حضرت مریم علیہا السلام کا خوف :

﴿قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا﴾

(آیت ۱۸ سورہ مریم پارہ ۱۶)

بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے ڈر ہے۔

ایک اجنبی انسان کو دیکھ کر آپ پر خوف طاری ہو گیا کہ معلوم نہیں یہ انسان میرے پاس کہاں سے کس ارادہ سے آگیا؟ فوراً کہا خدا کی پناہ اگر تو متقی شخص ہے رب کا تجھے کوئی خوف ہے تو دور ہو جا میرے پردہ میں خلل انداز نہ بن۔

جبرائیل علیہ السلام کا تسلی دینا :

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا﴾

(پ ۱۶ سورت مریم)

بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں

" لیزول عنها ذالك الخوف "

(جبرائیل علیہ السلام کا یہ کہنا کہ میں تمہارے رب کا بھیجا ہوں اس کا مطلب یہ تھا) کہ حضرت مریم علیہا السلام کا خوف زائل ہو جائے۔

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے امور کا مالک بنا کر اور تمہاری مصلحت کا ناظر بنا کر بھیجا ہے جو تم نے مجھ پر شر کا وہم کیا ہے وہ مجھ سے کبھی توقع نہیں کی جا سکتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام نے رب کی پناہ

marfat.com
Marfat.com

کھانے پینے کا انتظام اور مزید تسلی:

﴿ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ☆ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ☆ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا ☆ ﴾

(پ ۱۶ ع ۵)

تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا، بیشک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا، اتجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی، تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

آپ کو وادی کے نشیب سے آواز آئی تم غم نہ کرو ہم نے تمہاری جگہ سے نشیبی جگہ کی طرف ایک نہر بہادی جو تمہارے حکم کے ماتحت ہوگی (جبرائیل علیہ السلام نے پاؤں کی ٹھوکر ماری تو یہ نہر جاری ہوئی یا عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہونے کے بعد ایڑی رگڑی تو اس سے جاری ہوئی)، کھجور کا خشک تنا جس کا سر کٹا ہوا ہے ۔ موسم بھی سردیوں کا ہے۔ وہ ان حالات میں اگرچہ پھل نہیں دیتا لیکن تم اسے اپنی طرف ہلاؤ تو وہ تمہیں پکی ہوئی تازہ کھجوریں دے گا کھاؤ اور پیو یعنی کھجوریں کھاؤ جو پیدائش کے وقت زچہ اور بچہ دونوں کے لئے بہت مفید غذا ہے اور جاری شدہ چشمہ سے پانی پیو، اسی سے اندازہ لگالو کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہارے کھانے اور پینے کا انتظام فرمادیا ہے اسی طرح وہ خطرات جو تمہارے ذہن میں آرہے ہیں وہ بھی زائل کردے گا۔ تمہارے نفس کو اطمینان حاصل ہوگا، آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی، اس لئے حکم دیا نفس کو مطمئن رکھو اور آنکھوں کو ٹھنڈا رکھو۔

" فان العين اذارات ما يسر النفس سكنت اليه "

بیشک آنکھ جب اس چیز کو دیکھتی ہے جس سے نفس کو خوشی حاصل ہوتی ہو تو اس سے آنکھ کو بھی سکون ملتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جواب :

﴿ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّلِنَجْعَلَهٗ آيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ☆﴾

(آیت ۲۱ سورہ مریم)

کہا یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور اس کام کا فیصلہ کیا جاچکا ہے۔

بغیر باپ کے بیٹے کو پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دخل ہوگا اس کی قدرت کے سامنے کوئی مشکل نہیں اور اس کو لوگوں کے لئے نشانی بنایا جارہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کو سمجھیں اور یہ لوگوں کی راہنمائی کے لئے رب کی عظیم رحمت ہے اور رب کے علم ازلی کے مطابق اسے لوح محفوظ پر لکھا جاچکا ہے اس فیصلہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

(از روح المعانی)

سورۃ آل عمران میں اسی سوال کا جواب یہ دیا :

﴿ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾

(آیت ۴۷ سورہ آل عمران پارہ ۳)

فرمایا : بات یونہی ہے (جیسے تم کہتی ہو لیکن) اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا جب فیصلہ فرماتا ہے کسی کام (کے کرنے) کا تو بس اتنا ہی کہتا ہے اسے کہ ہو جا تو فوراً ہو جاتا ہے ۔

فائدہ: ایک چیز یہاں قابلِ غور ہے حضرت زکریا علیہ السلام کی حیرانی کے موقع پر فرمایا :

﴿ يفعل الله ما يشاء ﴾ (اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے) اور حضرت مریم علیہا السلام کے تعجب کو دور کرنے کے لئے فرمایا الله يخلق مايشاء (اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے) جواب میں یہ تفاوت (فرق) کیوں ؟ اس تفاوت کی وجہ سمجھنے کے لئے فعل اور خلق کا معنوی فرق ملحوظ رکھنا ازبس ضروری ہے۔

" لفظ الفعل يستعمل كثيرا فيما يجرى على قانون الاسباب المعروفة

marfat.com

Marfat.com

آپ جب چلنے پھرنے کے قابل ہو گئیں تو اپنے فرزند دلبند کو گود میں اٹھا کر اپنے گھر لوٹیں، جب کنبہ والوں نے دیکھا کہ کنواری مریم بچہ اٹھائے آرہی ہے تو ان پر سکتے کا عالم طاری ہو گیا ہو گا (روح المعانی میں ہے " فتباکوا "انہوں نے رونا شروع کر دیا) اور فرط خجالت (بہت زیادہ شرمندگی) سے وہ صرف اتنا ہی کہہ سکے ہوں گے ۔ یا مریم ----انتہٰی۔

وھب بن منبہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب آپ بچے کو اپنی قوم کے پاس لے آئیں تو بنی اسرائیل میں یہ بات مشہور ہو گئی ، ملامت کرنے کے لئے مردوزن (مرد اور عورتیں) دوڑے آئے، ایک عورت نے تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو وہ سوکھ گیا۔ ایک مرد نے کہا "یہ تو زناکارہ ہے" تو وہ گونگا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کسی کو مارنے یا برا بھلا کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور بڑے نرم انداز میں اتنا ہی کہہ سکے :

﴿ قد جئت شیئا فریا ﴾ خود سوچئے ! اگر کسی شادی شدہ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو کیا اس کی آؤ بھگت یوں کی جاتی ہے ؟ لفظ فریا کی تحقیق کرتے ہوئے صاحب تاج العروس لکھتے ہیں :

" الفری کغنی الامر المختلق المصنوع اوالعظیم نقلها الجوهری او العجیب نقله الراغب "

یعنی فری جو غنی کا ہم وزن ہے جوہری نے اس کے دو معنی ذکر کئے ہیں :

" المختلق المصنوع " گھڑا ہوا بناوٹی اور العظیم بہت بڑا

امام راغب رحمہ اللہ نے اس کا معنی عجیب ، حیران کن کیا ہے۔

لیکن علامہ ابن حیان اندلسی رحمہ اللہ نے اس کا معنی

العظیم الشنیع بتایا ہے کہ یعنی بہت قبیح فعل ہے۔

(بحر)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

" انه یستعمل فی العظیم من الامر شرا او خیرا قولا او فعلا "

(روح المعانی)

ہر بڑے کام کے لئے خواہ وہ برا ہو یا اچھا قول ہو یا فعل یہ لفظ (فری) استعمال ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

نَسۡيًا مَّنسِيًّا ☆

(آیت ۲۳ پارہ ۱۶ سورہ مریم)

پس لے آیا انہیں دردزہ (پیدائش کے وقت کا درد) ایک کھجور کے تنے کے پاس (بصد حسرت و یاس) کہنے لگیں کاش میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کردی گئی ہوتی۔

"اجاء" منقول ہے جاء سے لیکن صرف لے آیا پہنچانا معنی مقصود نہیں ہوتا اس کے لئے لفظ بلغنیہ یا ابلغتہ استعمال ہوتے ہیں جب کسی کو کہیں جانے کے لئے مجبور کر دیا جائے اس وقت لفظ اجاء استعمال ہوتا ہے یعنی آپ کو دردزہ کی تکلیف کی وجہ سے جو حسرت حاصل تھی اس نے ایک کھجور کے درخت کے پاس کے لئے مجبور کردیا تھا اور یحتمل للتستر بھا من یخشی منه القالة اذاراها اس وجہ سے بھی آپ نے کھجور کے درخت کا رخ کیا تاکہ باتیں کرنے والوں سے پردہ پوشی رہے زیادہ یہی فکر دامن گیر تھا۔

تفسیر کشاف میں ذکر کیا گیا ہے کہ کھجور کا درخت صرف تنا تھا اوپر سے کاٹا ہوا خشک تھا اور پھل بھی نہیں دیتا تھا البتہ درخت اتنا مشہور تھا کہ صرف جذع النخلة کہنے سے یہی مراد ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیج کر ان کے گریبان میں پھونکنے کا حکم دیا حضرت مریم علیہا السلام کو بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیٹا عطا کرنا ہے تمہیں اور تمہارے بیٹے کو جہان والوں کے لئے نشانی بنانا ہے وجعلنا ها وابنها اية للعلمين لیکن پھر بھی آپ کہہ رہی ہیں یالیتنی مت قبل هذا کاش میں اس پہلے مر چکی ہوتی آخر اتنی بے قراری کی کیا وجہ تھی؟ وجہ واضح ہے کہ یہ احساس تیز تر ہو گیا کہ اب تک لوگوں کی نظروں سے چھپی رہی اور اب بچہ پیدا ہوگا تو اسے کہاں چھپاؤں گی اور لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی شدت بے چارگی اور درماندگی میں یہ الفاظ زبان پر آ گئے رب پر کوئی شکوہ نہیں تھا بلکہ لوگوں کی طعنہ زنی کی فکر تھی اور زیادہ تر نا سمجھ لوگوں کو سمجھانے کی فکر تھی نیز رب سے خوف کی حالت میں اس طرح کے الفاظ صالحین سے ادا ہوتے رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا اے پرندے تو کتنا ہی

marfat.com

Marfat.com

آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسی سے کلام کر کے پوچھ لو۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے جب بچے کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے کلام کرو تو وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ یہ تو ہمارے ساتھ مزاح کر رہی ہے، اس سے ہماری توہین کر رہی ہے۔ ہمیں گھٹیا سمجھ رہی ہے، یہ تو اس کا جرم (معاذ اللہ) زنا کے جرم سے بڑا ہے۔

المہد کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ ماں کی گود، گہوارہ، چارپائی، وہ جگہ جہاں بچہ قرار پکڑے ہوئے ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کا ترجمہ ان تمام کو شامل ہے (وہ بچہ جو پالے میں ہیں)۔

ان لوگوں نے بطور انکار اور تعجب کے کہا ہم اس بچے سے کیسے کلام کریں؟ جو ابھی ماں کی گود میں گہوارہ میں ہے۔

علمی نکتہ :

بظاہر آیت کریمہ میں اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ "کان" زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے جس کا معنی یہ ہو گا کہ ہم اس سے کیسے کلام کریں جو گہوارہ میں ہوتا تھا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، ہر ایک بچہ پہلے ماں کی گود یا گہوارہ میں ہوتا ہے جب وہ بڑا ہو جاتا ہے اس سے کلام کیا جاتا ہے،

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مراد زمانہ ماضی مبہم ہے خواہ قریب ہو یا بعید، یہاں سے مراد قریب لیا گیا ہے یعنی ابھی چند لمحے پہلے جسے ہم تمہاری گود میں دیکھ رہے ہیں اس سے کیسے کلام کریں؟ ہم نے آج تک ایسے بچوں سے کبھی کلام نہیں کیا اور نہ ہی ایسی عمر کے بچوں میں جواب دینے کی طاقت ہوتی ہے۔ اے مریم بچے کی طرف تمہارا اشارہ کرنا سراسر مزاح ہی نظر آتا ہے۔

اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ ماضی سے حال کی حکایت بیان کی جارہی ہے۔ "من" موصوفہ ہے اب

marfat.com

Marfat.com

سبحان اللہ تعالیٰ کتنا عظیم تقوی ہے کہ فکر بھی لاحق ہے تو ان لوگوں کی جن سے خدشہ ہے کہ وہ تہمت لگائیں گے اور اس فعل کیوجہ سے گناہگار ہو جائیں گے شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

شنیدم که مردانِ راہِ خدا دلِ دشمنان رانکردند تنگ

میں نے سنا ہے کہ راہ خدا کے مرد (نیک لوگ) دشمنوں کے دل بھی تنگ نہیں کیا کرتے۔

اس قسم کی صورت میں موت کی تمنا جائز ہے البتہ مرض، فاقہ، دشمن کے مظالم، دنیا کے مصائب و آلام سے تنگ آکر موت کی تمنا منع ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

" لا يتمنين احدكم الموت لضرر نزل فان كان لابد متمنيا فليقل اللهم احيني ما كانت الحياة خير الي وتوفني اذا كانت الوفاة خيرا لي "

کوئی شخص موت کی تمنا تکالیف کی وجہ سے نہ کرے اگر کوئی موت کی تمنا ضرور کرنا ہی چاہتا ہے تو یہ کہے اے اللہ تعالیٰ مجھے زندہ رکھ اگر میرے لئے میری زندگی بہتر ہے اور مجھے موت عطا کر اگر میرے لئے میرا مرنا بہتر ہے۔

خیال رہے کہ اگر کسی شخص نے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق یہ گمان کیا کہ انہوں نے دردِزہ یا اور دنیاوی تکالیف کے پیش نظر موت کی تمنا کی تھی

" فقد اساء الظن "

تو اس نے برا گمان کیا۔

(از روح المعانی)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

کیا۔ اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے ،جب آپ نے بنی اسرائیل کا کلام سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں ہم بچے سے کیسے کلام کریں ؟ تو آپ نے دودھ پینا چھوڑ دیا ان کی طرف متوجہ ہوئے بائیں ہاتھ پر سہارا لگا کر اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے کلام کرنا شروع کر دیا سب سے پہلا اعلان یہ فرمایا :

﴿ انی عبد اللہ ﴾ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔

چونکہ سالکین کا مقام ہی یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہیں اور اس کلام میں ان لوگوں کا رد بھی پایا گیا ہے جنہوں نے آپ کو رب کہا تھا۔

(روح المعانی)

سبحان اللہ نبی کا کتنا عظیم مقام ہے ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی یہ علم عطا فرمادیا کہ تمہیں لوگ خدا مانیں گے۔ آپ نے اپنی عبودیت کا اعتراف کر کے واضح طور پر فرمادیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے کوئی معبود ماننے کی حماقت نہ کرے۔

﴿ اتانی الکتاب و جعلنی نبیا ﴾ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا :

" انه سيبعثني من بعد ولما تكلم بذالك سكت وعاد الى حال الصغر ولما بلغ ثلاثين سنة بعثه الله نبيا "

(ابن کثیر)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ مجھے مبعوث فرمائے گا یعنی اعلان نبوت کا حکم دے گا آپ نے جب یہ کلام مکمل کیا تو اس کے بعد خاموش ہو گئے اور عام بچوں کے حال کی طرف لوٹ کر آگئے پھر جب آپ کی عمر تیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی :

" درس الانجيل والحكمة في بطن امه "

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ماں کے پیٹ میں ہی انجیل پڑھادی اور نبوت عطا فرمادی۔

marfat.com

Marfat.com

ابن زید سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی والدہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

" لا تحزنی " غم نہ کھا۔ آپ نے کہا کیسے غم نہ کھاؤں جب تم میرے ساتھ ہو گے۔ میرا خاوند کوئی ہے نہیں اور میں کسی کی لونڈی بھی نہیں لوگوں کے سامنے کیا عذر پیش کروں گی؟ کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

انا اکفیک الکلام میرا کلام ہی تمہیں کفایت کر جائے گا۔

رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ جب تم بچے کو ساتھ لے کر جاؤ تو کوئی بھی تمہیں ملے تو تم اشارے سے اسے بتانا کہ میں نے نذر مانی ہوئی ہے کہ رب تعالیٰ کی رضامندی کے لئے روزہ رکھوں گی اور کسی آدمی سے کلام نہیں کروں گی:

" وانما امرت عليها السلام بذالك على ما قاله غير واحد لكر اهة مجادلة السفهاء والاكتفاء بكلام عيسى عليه السلام فانه نص قاطع فى قطع الطعن "

آپ کو یہ حکم دیا گیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کئی اہل علم حضرات نے بیان کیا کہ بے وقوفوں سے آپ کو کلام کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام خود ہی کلام کر کے ان کے طعنوں کا جواب دیں آپ کا کلام کرنا اور انہیں جواب دینا طعنوں کے ختم کرنے میں نص قطعی کا درجہ اسے حاصل ہو گا۔

(از روح المعانی)

واپسی پر لوگوں کی طعنہ زنی:

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا☆ يَا اُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا☆﴾

(پ ۱۶ آیت ۲۷ سورہ مریم)

تو اسے میں گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئیں انہوں نے کہا اے مریم علیہا السلام بیشک تو نے بہت ہی برا کام کیا ہے اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی

marfat.com

Marfat.com

فائدہ ہوگا کہ میری دعا سے مردے زندہ ہو جائیں گے، مادر زاد اندھے بینا (نظر والے) ہو جائیں گے اور برص کے مرض والے صحت یاب ہو جائیں گے۔

﴿ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ☆ ﴾

(آیت ۳۱ پارہ سولہ سورۃ مریم)

مجھے نماز اور زکوۃ کی تاکید کی جب میں زندہ رہوں۔

یعنی رب تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بالغ ہونے کے بعد نماز ادا کروں اور لوگوں کو زکوۃ ادا کرنے کی نصیحت کروں۔

(در کبیر)

تنبیہ : " لا زکواۃ علی الانبیاء علیہم السلام لان اللہ نزھھم عن الدنیا فما فی ایدیھم للہ تعالیٰ ولذا لا یورثون "

(روح المعانی)

انبیائے کرام علیہم السلام پر زکوۃ لازم نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کے مال سے پاک رکھا ہوتا ہے (اگر ان کے پاس کوئی مال آبھی جائے تو وہ تمام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں وہ ایک سال جمع کر کے رکھتے ہی نہیں کہ ان پر زکوۃ لازم آئے) اسی وجہ سے ان کے مال کو بطور وراثت تقسیم نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کے ہاتھ میں مال در حقیقت اللہ تعالیٰ کا مال ہوتا ہے وہ اس کے مالک ہی نہیں ہوتے۔

(کبیر)

﴿ وبرا بوالدتی ﴾ اور مجھے ماں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔

اس کلام سے اشارہ تھا کہ میری ماں پاک دامن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے معصوم رسول کو اس کی فرمانبرداری کا حکم دیا اگر معاذ اللہ اس میں کوئی عیب ہوتا تو معصوم رسول کو اس کی تعظیم کا کبھی حکم نہ دیا جاتا۔

(در کبیر)

﴿ ولم یجعلنی جبارا شقیا ﴾ مجھے زبردست بدبخت نہیں بنایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے متکبر نہیں بنایا بلکہ خضوع کرنے والا اور اپنی ماں کے سامنے عاجزی کا اظہار

marfat.com

Marfat.com

کیونکہ یہ وضاحت مذکورہ بالا سب معانی پر حاوی ہے اور موقع کے بھی مناسب ہے حضرت مریم علیہا السلام کے ایک بھائی کا نام ہارون تھا ،اسلیۓ قوم نے آپ کو" یا اخت هارون "(اے ہارون کی بہن) کہہ کر پکارا۔ صحیح حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب نجران گئے تو وہاں کے عیسائیوں نے ان سے پوچھا کہ قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کو اخت ہارون کہا گیا ہے حالانکہ ہارون مریم علیہا السلام سے صدہا سال پہلے گزرے ہیں وہ کوئی جواب نہ دے سکے جب واپس آئے تو بارگاہ رسالت میں اس واقعہ کو بیان کیا حضور ﷺ نے فرمایا:

" انهم كانوا يسمون بانبيائهم والصالحين قبلهم "

کہ بنی اسرائیل کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیائے کرام علیہم السلام کے اور پہلے بزرگوں کے نام پر رکھا کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے ایک بھائی تھے جن کا نام حسب دستور حصول برکت کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا۔

جن الفاظ سے لوگ مریم علیہا السلام کو عار دلا رہے ہیں وہ یہ نہیں کہ تمہارا باپ تو بڑا صحیح العقیدہ تھا، تمہاری ماں تو اپنے نظریات میں بڑی پختہ تھی، تم نے یہ بے دین اور بد اعتقاد لونڈا کیسے جنا؟ بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ تیرا باپ "امرء سوء" (مرد بدکار) نہ تھا اور تیری ماں "بغیا" (بدکارہ) نہ تھی۔ کیا کسی شادی شدہ عورت کو یوں عار دلائی جاتی تھی؟

(از ضیاء القرآن)

حضرت مریم علیہا السلام نے اشارہ بچے کی طرف کر دیا:

﴿ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ☆ ﴾

(پارہ سولہ آیت ۲۹ سورہ مریم)

اس پر مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا وہ بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کو رب تعالیٰ کا حکم تھا کہ آپ نے کسی سے کلام نہیں کرنا بلکہ اشارہ سے بتانا ہے کہ میں نے رب تعالیٰ کے لئے روزہ کی نذر مانی ہوئی ہے، کسی سے بولنا نہیں، اسی ارشاد کے مطابق

marfat.com

Marfat.com

گئی تہمت کا اور ان پر کئے گئے لعن وطعن کا یعنی اب مطلب یہ ہوگا کہ تم نے تو میری والدہ پر لعن وطعن کیا اور ان پر تہمت لگائی لیکن اس کے بدلے رب تعالیٰ نے مجھے اس عظیم انعام سے نوازا ہے کہ مجھے پیدائش موت اور زندہ اٹھائے جانے کے وقت سلامتی عطا فرما دی۔ علامہ رازی فرماتے ہیں:

" وتحقیقه ان اللام للاستغراق " تحقیق یہ ہے کہ لام استغراق کے لئے ہے۔

اب مطلب یہ ہے کہ ان تین وقتوں میں مجھ پر ہر قسم کی سلامتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے طفیل میرے متبعین کو ہر قسم کی سلامتی عطا فرما دی ہے میرے دشمنوں کے لئے سوائے لعنت کے کچھ بھی نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿ والسلام علی من اتبع الهدی ﴾ سلامتی ہو اس پر جس نے تابعداری کی۔
اسی سے ضمناً یہ خود ہی سمجھ میں آ گیا کہ

﴿ ان العذاب علی من کذب وتولی ﴾ (پ ۱۶ سورت طٰہٰ ۴۸)
یعنی جنہوں نے تکذیب کی اور راہ حق سے پھر گئے ان پر عذاب ہے۔

انبیاء کرام اس طرح تعریضاً (اشارہ سے کافروں کو عذاب کے متعلق بتاتا) کلام فرماتے رہے کیونکہ کسی کو سمجھانے اور سوچنے کا موقع فراہم کرنے کے لئے بہتر صورت ہے سلام سے مراد امن حاصل ہونا نعمتوں میں سلامتی اور آفات کا زائل ہونا، دنیوی اور اخروی خطرات سے محفوظ ہونا۔

خیال رہے یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کو بتایا کہ رب تعالیٰ نے مجھے ان تین اوقات میں سلامتی عطا فرما دی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے دعا کی ہو کہ اے اللہ جس طرح تو نے یحییٰ علیہ السلام کے متعلق خود بتایا گیا ہے کہ میں نے انہیں سلامتی عطا فرمائی ہے ایسے مجھے عطا فرما دی آپ کی دعاء کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تین اوقات میں سلامتی عطا فرما دی۔

" ولا بدفی الانبیاء من ان یکونوا مستجابی الدعوة "
انبیاء کرام کا مستجاب الدعوات (دعاؤں کا قبول ہونا) ہونا ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

معنی یہ ہوگا ہم کیسے کلام کریں ان بچوں سے جو ماں کی گود یا گہوارہ میں ہونے کے وصف سے متصف ہیں؟ ہم نے آج تک ایسے بچوں سے کلام نہیں کیا ۔ تو اس سے کیسے کلام کریں ماضی سے حال کی طرف عدول میں تصور لانا اور استمرار مقصود ہے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "کان" زائد ہو صرف تاکید کے لئے آیا ہو ، زمانے پر اس کی کوئی دلالت نہ ہو اور جیسا حال ہو، اب معنی یہ ہوگا کہ ہم اس سے کیسے کلام کریں جو ابھی پالے میں ہے، حال ہونے اس کے کہ وہ بچہ ہے۔

اور یہ صورت بھی ممکن ہے کہ "من" شرطیہ ہو اور معنی یہ ہو :

"**من کان فی المھد فکیف نکلمه**" جو پالے میں ہے اس سے ہم کیسے کلام کریں۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے :

"**کیف اعظ من لا یعمل بموعظتی**"

میں اسے کیسے نصیحت کروں جس نے میری نصیحت پر عمل نہیں کرنا۔

اس صورت میں ماضی بمعنی مستقبل کے ہے لہٰذا کوئی اعتراض نہیں وارد ہوگا۔

(از روح المعانی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا :

﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ آتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ☆ وَّ جَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَمَا کُنْتُ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ☆ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ☆ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ☆﴾

(پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت ۳۰، ۳۳)

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ تعالیٰ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی۔ جب تک زندہ رہوں اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا۔ اور مجھے زبردست بدبخت نہ

marfat.com

Marfat.com

ایک نام کلمۃ اللہ رکھا گیا۔ خیال رہے کہ کلمہ سے مراد اس مقام پر کلام ہے اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے آپ کوئی بعینہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے پیدا ہونے کی وجہ سے کلمۃ اللہ ہوئے ہیں، یہ تاویل کرنی ضروری ہے ورنہ اس کا معنی درست نہیں ہو سکتا۔

(کبیر پ ۳ زیر آیت ان اللہ یبشرک بیحییٰ)

تنبیہ: تمام مخلوق کی تخلیق اور ہر نطفہ کا قرار اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے ہی ہوتا ہے لیکن ان میں عام مشہور اور متعارف سبب ہی ہوتا ہے کہ اس کی تخلیق باپ کے واسطہ اور نطفہ کے قرار پکڑنے سے ہوئی لیکن عیسیٰ علیہ السلام میں اس طرح کی کوئی وجہ موجود نہ تھی باپ کا کوئی واسطہ نہیں نطفہ آپ کی پیدائش کا ذریعہ نہیں اس لئے آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن کی نسبت زیادہ کامل اور مکمل ہے۔

(کبیر پ ۳ زیر آیت ان اللہ یبشرک بکلمۃ)

فائدہ: عادل بادشاہ کے متعلق کہا جاتا ہے:

"ظل اللہ فی ارضہ" اللہ تعالیٰ کا سایہ اس کی زمین میں۔

اسی طرح بھی کہا جاتا ہے "انہ نور اللہ" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

جب بادشاہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے تو وہ مخلوق پر عدل وانصاف کے فیصلے کرتا ہے اس کے عدل کا سایہ زمین پر پھیلتا ہے تو اسے

"ظل اللہ فی ارضہ" کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح جب اس کے احسانات کا نور جگمگاتا ہے تو اسے "نور اللہ" کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کثیر بیانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کے شبہات کو زائل کیا رب تعالیٰ کے کلام میں لوگوں کی تحریفات کو زائل کیا تو اس مناسبت کی وجہ سے بھی آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا۔

(از کبیر زیر آیت ان اللہ یبشرک بکلمۃ)

آپ کو "مسیح" کیوں کہا گیا؟

اس میں چند وجوہ ہیں۔ خیال رہے کہ مسیح فعیل کا وزن ہے فعیل کبھی بمعنی فاعل کے استعمال ہوتا ہے اور کبھی بمعنی مفعول کے۔ اگر بمعنی فاعل کے ہو تو آپ کو مسیح کہنے کی وجوہ ہیں:

marfat.com

Marfat.com

اصل تطبیق کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو نبوت یا کتاب عطاء تو اسی وقت فرمادیں جب آپ ماں کے پیٹ میں تھے، البتہ لوگوں کو تبلیغ کرنے اور اعلان نبوت کا حکم بعد میں دیا گیا، تمام انبیاء کرام کی صورتِ حال یہی ہے۔

﴿ وجعلنی مبارکا این ما کنت ﴾

(آیت ۳۱ سورہ مریم پارہ سولہ)

مجھے برکت والا بنایا ہے میں جہاں کہیں بھی ہوں۔

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے دین پر قرار پکڑنے والا بنایا اور مجھے معلم الناس بنایا ہے کہ میں لوگوں کو دین کی تعلیم دوں ان کو راہ حق کی طرف بلاؤں، یعنی جب وہ اپنی خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے بھٹک جائیں تو میں انہیں سیدھی راہ دکھاؤں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کو ایک کاتب کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اس بچے کو لکھنا سکھانا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کو مارنا نہیں، معلم نے آپ کو کہا کہ لکھو آپ نے کہا میں کیا لکھوں تو اس نے کہا ابجد (اب ت وغیرہ) لکھو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے سر اٹھایا اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ابجد کیا ہیں؟ معلم نے اپنا کوڑا آپ کو مارنے کے لئے اٹھایا تو آپ نے فرمایا: اے مؤدب (ادب سکھانے والے) مجھے ماریں نہیں اگر آپ کو علم نہیں تو مجھ سے پوچھیں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ

الف، آلاء اللہ (اللہ کی نعمتیں) سے لیا ہوا ہے اور

ب، بھاء اللہ (اللہ کی خوبصورتی) سے اور

ج، جمال اللہ (اللہ کا جمال) سے اور

د، اداء الحق الی اللہ (اللہ تعالیٰ کے حقوق اس کے سپرد کرنا) سے ماخوذ ہے۔

اور برکت والا بنانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بلند مرتبہ عطا فرمایا تمام احوال میں مجھے غالب بنایا جب تک میں دنیا میں رہوں گا مجھے اللہ تعالیٰ دلائل میں غیروں پر غالب رکھے گا اور جب دنیا سے جانے کا میرا وقت آجائے گا تو مجھے زندہ ہی آسمانوں پر اٹھا لیا جائے گا اور میری برکت کے اثرات کا لوگوں کو

marfat.com

Marfat.com

جب اللہ تعالیٰ کے دشمن دجال کا لقب ہو گا تو مسیّح "میم کے کسرہ اور سین کی شد" سے پڑھا جائے گا۔

فائدہ :

مسیح آپ کا لقب ہے اور عیسیٰ نام ہے اور ابن مریم آپ کی کنیت ہے آپ کا لقب ایسا ہے جو آپ کی شرافت اور مراتب کی بلندی پر دلالت کر رہا ہے جس طرح صدیق لقب ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اور فاروق لقب ہے عمر رضی اللہ عنہ کا۔ ان کے القاب بھی ان کی شرافت اور بلندی مراتب پر دال ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لقب کو پہلے ذکر کیا تاکہ ابتدائی طور پر ہی آپ کی شان کا ہر شخص کو پتہ چل جائے۔

خیال رہے کہ بشارت بھی حضرت مریم علیہا السلام کو دی جارہی ہے اور پھر ابن مریم بھی کہا جارہا ہے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی تمام انبیائے کرام کو ان کے آباء کے ناموں کی طرف منسوب کیا آپ کو ماں کی طرف منسوب کر کے حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت کے وقت ہی بتا دیا گیا کہ تمہارا بیٹا بغیر باپ کے پیدا ہو گا۔

(از کبیر)

آپ کو وجیہ کہا گیا :

وجیہ کا معنی صاحب مرتبہ، صاحب شرافت اور صاحب قدر و منزلت ہے۔

" وجه الرجل يوجه و جاهة فهو وجيه "

یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی شخص کا مرتبہ لوگوں یا بادشاہ کے نزدیک زیادہ بلند و بالا ہو۔ اور بعض اہل لغت نے بیان کیا ہے الوجیہ کا معنی کریم ہے کیونکہ انسان کے تمام اعضاء سے اشرف اس کا چہرہ ہے اس لئے الوجہ کا معنی بطور استعارہ کرم اور کمال لیا جاتا ہے۔ آپ دنیا میں وجیہ تھے کیونکہ آپ مستجاب الدعوات تھے آپ کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا مادر زاد اندھوں کو نظر عطا فرمائی برص والے مریضوں کو برص سے نجات دی۔

marfat.com

Marfat.com

کرنے والا بنایا ہے اگر میں متکبر ہوتا تو نافرمان اور بدبخت ہوتا ایک روایت میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا :

" قلبی لین وانا صغیر فی نفسی "

میرا دل نرم ہے اور میں اپنے خیال میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہوں۔

یعنی عجز کا اظہار کرتا ہوں بعض علماء نے فرمایا :

" لا تجد العاق الا جبارا شقیا " ماں باپ کا نافرمان متکبر اور بدبخت ہی ہوتا ہے۔

ان حضرات نے اپنے اس قول پر یہی آیت کریمہ بطور دلیل پیش کی :

﴿ ولا تجد سیئی الملکۃ الا مختالا فخورا ﴾

بد خلق کو تم ضرور اترانے والا، بڑائی مارنے والا پاؤ گے۔

اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ☆ ﴾

(آیت ۳۶ سورۃ النساء پارہ ۵)

بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے بڑائی مارنے والے (متکبرین) کو پسند نہیں کرتا۔

(از کبیر)

﴿ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا☆ ﴾

(۳۳ سورہ مریم پارہ سولہ)

اور وہی سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اس قول کے مطابق ہے :

" لام التعریف فی السلام منصرف الی ماتقدم فی قصۃ یحیٰی علیہ السلام "

یعنی الف لام عہد خارجی ہے اور مراد یہ ہے کہ جس پر سلامتی کا یحییٰ علیہ السلام کے لئے رب تعالیٰ نے خود تین مقاموں کے لئے ذکر فرمایا ہے وہی سلامتی مجھ پر بھی ان تین وقتوں میں ہے۔

صاحب کشاف کا قول یہ ہے کہ یہ الف لام تعریف کا عوض ہے حضرت مریم علیہا السلام پر لگائی

marfat.com

Marfat.com

اپنی والدہ کی برائت بیان کی اور اپنے اوصاف بیان کئے پھر آپ نے خاموشی اختیار کی پھر عام بچوں کی طرح بولنے کی وقت بولنا شروع کیا یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے اور یہی معتبر بھی ہے البتہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے جب سے کلام شروع فرمایا اسی وقت سے آپ نے اعلان نبوت بھی فرمادیا اور پھر آپ مسلسل تبلیغ فرماتے رہے۔

(واللہ اعلم بالصواب روح المعانی)

کہولیت یعنی بڑی عمر میں بھی آپ کلام فرمائیں گے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ بڑی عمر میں تو ہر شخص کلام کرتا ہے اس میں آپ کی فضیلت کیسے ؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کا رد پایا گیا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کے قائل ہیں کہ جو شخص پہلے چھوٹا ہو پھر بڑا ہو اس میں تغیر آتا رہے وہ الہ نہیں بن سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا بچپن میں کلام کرنا والدہ کی پاک دامنی بیان کرنے کے لئے بھی معجزہ ہے اور بڑی عمر میں وحی اور نبوت کے ذریعے کلام کرنا بھی معجزہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں کا ذکر ایک ساتھ ہے کہ آپ بچپن میں اس طرح فرمائیں گے جس طرح بڑی عمر میں یعنی بچپن کا کلام بڑی عمر کے کلام سے مختلف نہیں ہو گا۔

خیال رہے کہ کہولت سے مراد بڑھاپا نہیں بلکہ

"ان الکھل فی اصل اللغة عبارۃ عن الکامل التام"

اصل میں کہولت کی عمر وہ ہوتی ہے جس میں انسان کا جسم کامل ہو۔

یہ تیس سال سے لے کر چالیس سال تک کی عمر ہے۔ ایک قول کے مطابق حضرت کو تینتیس سال کی عمر میں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا اور پھر آپ دنیا میں تشریف لاکر لوگوں سے کلام فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اس عمر میں آپ کا آسمانوں سے اتر کر کلام کرنا آپ کا اعجاز ہے۔

آپ کا صالحین سے ہونا :

اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظیم صفات کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا :

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کے القاب :

کلمۃ اللّٰہ، مسیح، وجیہ، مقرب، صالح، مہد وکہولیت میں متکلم۔

﴿ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ☆ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ☆ ﴾

(پ۳ سورت آل عمران ۴۵، ۴۶)

اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم علیہا السلام سے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ مریم علیہا السلام کا بیٹا وجیہہ ہو گا دنیا اور آخرت میں قرب والا اور لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے اور پکی عمر میں اور خاصوں میں ہو گا۔

آپ کو ” کلمہ “ کیوں کہا گیا؟

اس کی کئی وجوہ ہیں :

۱ : آپ کی پیدائش بغیر باپ کے واسطہ کے اللہ تعالیٰ کے کلمہ ” کن “ سے ہوئی آپ کی تخلیق میں جب باپ کا واسطہ نہیں۔ بیج (نطفہ) کا استعمال نہیں بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے ہوئی تو اس وجہ سے آپ کو کلمہ کن کہا گیا یعنی کلمۃ اللہ سے پیدا شدہ جیسے مخلوق کو خلق مقدور کو قدرت کہہ دیا جاتا ہے۔

۲ : آپ نے بچپن میں یعنی شیر خوارگی کی حالت میں کلام فرمایا اس لئے آپ کو کلمہ کہہ دیا گیا۔

۳ : کلمہ معانی اور حقائق کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام حقائق اور اسرار الہیہ کی راہنمائی فرماتے رہے لہذا آپ کو کلمہ کہہ دیا گیا۔

۴ : آپ کی بشارت آپ ﷺ کے آنے سے پہلے انبیاء کرام کی کتابوں میں آچکی تھی جب آپ تشریف لائے تو کہا گیا کہ یہ وہی کلمہ ہے جو پہلے ذکر کیا گیا ہے اس لحاظ سے آپ کا نام کلمہ رکھ دیا گیا۔

۵ : جس طرح انسان کا نام کبھی فضل اللّٰہ اور کبھی لطف اللّٰہ رکھ لیا جاتا ہے اسی طرح آپ کا

marfat.com

Marfat.com

اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز (قرآن) اپنے حکم سے۔

۳: روح بمعنی رحمت کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے

﴿ وایدھم بروح منہ ﴾

یہاں روح سے مراد رحمت ہے حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

" انما انا رحمة مهداة " میں رحمت اور ہدایت بن کر آیا۔

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے آپ ان کو دین و دنیا میں نیکی کے راستے کی ہدایت کرتے تو اسی وجہ سے آپ کو روح کہا گیا۔

۴: روح کلام عرب میں نفخ (پھونک) کے معنی میں بھی استعمال ہے روح اور ریح معنی میں قریب قریب ہیں لہذا آپ کو روح اس لئے کہا گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے اذن سے نفخ جبریل سے پیدا ہوئے۔

۵: روح پر تنوین تعظیم کی ہے اب یہ معنی ہے کہ:

" روح من الارواح الشريفة القدسية العالية "

شریف، قدسی، بلند مراتب رکھنے والی روحوں میں سے آپ کی روح بھی ہے۔

یعنی آپ کی روح عظیم روح ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہے۔ اسی لئے آپ کو "روح" کہہ دیا گیا۔

(از کبیر)

"روح قدس" سے آپ کی امداد کی گئی:

﴿ وايدناه بروح القدس ﴾ اور پاک روح سے اس کی مدد کی۔

(آیت ۸۷ البقرہ)

اس پاک روح سے مراد کیا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں لیکن ان تمام وجوہ سے آپ کو امداد دی گئی

رئیس المحققین والمدققین استاذی المکرم حضرت مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ فرماتے ہیں:

کہ کسی آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہوں یا کسی حدیث پاک کی شرح میں محدثین کرام کے مختلف اقوال ہوں اور ان میں کوئی تعارض نہ ہو تو سب کو جمع کر

marfat.com

Marfat.com

۱: جب کوئی شخص آفت زدہ ہوتا یعنی کسی بھی مرض میں مبتلا ہوتا تو آپ اس پر ہاتھ پھیرتے تھے تو اس کو شفا حاصل ہو جاتی۔

۲: مسح الارض لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہوتا ہے زمین کو قطع کرنا یعنی سفر کرنا اور سیر کرنا آپ بھی چونکہ ایک جگہ پر ساکن نہیں رہتے تھے بلکہ چلتے پھرتے رہتے تھے اس لئے آپ کو مسیح کہا گیا۔

۳: آپ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرتے اس لئے آپ مسیح ہوئے۔

اور اگر فعیل بمعنی مفعول کے استعمال ہو تو آپ کو مسیح کہنے کی یہ وجوہ ہوں گی:

۱: آپ سے گناہوں اور گناہوں کے بوجھ، آلودگی کو مٹا دیا گیا تھا یعنی آپ کو رب تعالیٰ نے گناہوں سے دور رکھا ہوا تھا۔

۲: آپ کے قدموں سے نشیب کو مٹایا ہوا تھا یعنی آپ کے قدم بالکل سیدھے تھے عام آدمیوں کی طرح نہیں تھے کہ قدموں کے تلووں کا کچھ حصہ زمین پر نہیں لگتا کیونکہ اس میں نشیب ہوتا ہے۔

۳: آپکو زیتون کا مبارک تیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے لگا دیا گیا تھا جو تمام انبیاء کرام کو لگایا جاتا تھا جس سے فرشتوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ اس ہستی کو نبی بنایا جائے گا۔

۴: جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اپنے پروں سے مس کیا تھا تاکہ آپ شیطان کے مس سے محفوظ رہیں۔

۵: آپ جب والدہ کے پیٹ سے باہر تشریف لائے تو آپ کو تیل لگا ہوا تھا عام بچوں کی طرح آپ کے بالوں کو تیل لگانے کی ضرورت در پیش نہیں آئی۔

(از کبیر)

تنبیہ:

"دجال کو" بھی مسیح کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ممسوح العین (ایک آنکھ اس کی ضائع ہو چکی ہو گی) ہو گا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ زمین کو قطع کرے گا مختلف علاقوں میں پھرے گا اسی مقام پر روح المعانی میں مذکور ہے کہ امام نخعی نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کا جب لقب ہو گا تو اس وقت مَسِیْح "میم کے فتحہ اور سین کی تخفیف سے" پڑھا جائے گا اور

marfat.com

Marfat.com

آپ کو کتاب و حکمت عطا کی گئیں:

کتاب سے مراد کتابت یعنی آپ کو لکھنے کا علم عطا کیا گیا:

" اعطی اللہ عیسی علیہ السلام تسعة اجزاء من الخط واعطی سائر الناس جزاء واحدا "

(روح المعانی جلد ۲ حصہ دوم ص ۱۶۶)

آپ کو اللہ تعالی نے خط کے نو حصے عطا فرمائے اور باقی تمام لوگوں کو ایک حصہ عطا کیا گیا۔

" حکمت " سے مراد فقہ ، حلال و حرام کا علم ، تمام امور دین کا علم ، تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں کا علم اور تمام علوم عقلیہ آپ کو عطا کئے گئے ۔

(روح المعانی ج ۲ حصہ دوم ص ۱۶۶)

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات:

﴿ انی قد جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لایة لکم ان کنتم مؤمنین ☆ ﴾

(آیت ۴۹ سورۃ آل عمران)

میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی طرح صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً زندہ ہو جاتی ہے اللہ تعالی کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ تعالی کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پرندے بنانا:

آپ کو یہ معجزہ عطا کر کے اللہ تعالی نے آپ کی پیدائش پر دلیل قائم فرما دی یعنی عیسی علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

اور دنیا میں آپ کے وجیہ ہونے کی اور وجہ یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام عیوب سے بری رکھا جو یہود آپ پر لگاتے تھے یعنی آپ کا حقیقت میں عیوب سے بری ہونا ہی وجیہ ہونے کا سبب تھا اگرچہ آپ پر یہود عیب لگاتے رہے لیکن آپ کی شان میں کوئی فرق نہ آسکا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وجیہ بنایا اگرچہ آپ پر بھی یہود عیب لگاتے رہے آخرت میں بھی آپ وجیہ ہونگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے مومنین کو حق راہ پر چلنے والوں کا شفیع بنایا آپ کی شفاعت کو دوسرے تمام اکابر انبیائے کرام علیہم السلام کی شفاعت کی طرح قبول کیا جائے گا۔

(از کبیر)

اور وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ذریعے زیادہ ثواب اور بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔

آپ مقربین سے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے جب فرشتوں کی عظیم مدح کرتے ہوئے انہیں اپنے مقربین کہا تو آپ کو بھی یہی صفت عطا فرمائی کیونکہ آپ بھی بلند مراتب اور رفیع درجات رکھتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ ہی زندہ رہیں گے نیز آخرت میں جس شخص کو وجیہ بنایا گیا اس نے مقرب تو ہونا ہی ہے کیونکہ اسے جنت کے اعلیٰ مراتب عطا ہوں گے۔

(از کبیر)

مہد اور کہولیت میں آپ کو متکلم بنایا :

مہد سے مراد پنگھوڑا یا ماں کی گود تاہم یہاں مراد یہ ہے :

" فانه یکلم الناس فی الحالة التی یحتاج الصبی فیها الی المهد "

کہ آپ اس حالت میں کلام کرنے والے ہوں گے جب بچہ پنگھوڑے کا محتاج ہوتا ہے۔

(از کبیر)

خواہ وہ پنگھوڑے میں ہو یا ماں کی گود میں ، آپ نے بچپن میں ایک مرتبہ کلام فرمایا جس سے

marfat.com

Marfat.com

نکل کر اڑ گیا جوں نے یہ واقعہ اپنے استاذ کے سامنے بیان کیا اور یہ دوسرے لوگوں میں بھی مشہور ہو گیا تاہم پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے۔

(روح المعانی)

مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفا دینا:

" الاکمہ ھو الذی ولد اعمی " جو پیدائشی طور پر اندھا ہو اسے اکمہ کہتے ہیں۔

اسی طرح جس کی آنکھوں کا نشان نہ ہو اسے بھی اکمہ کہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام ایسے اندھوں کے لئے دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ ان کو نظر عطا فرما دیتا۔ اسی طرح آپ برص کے مرض والے کے لئے دعا فرماتے اسے بھی اللہ تعالیٰ شفاء عطا فرماتا۔ ان دو مرضوں سے شفا دینے کا خصوصی طور پر معجزہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا کیونکہ اس وقت کے بڑے بڑے طبیب جو کثیر تعداد میں تھے ان دو مرضوں کا علاج کرنے سے عاجز آچکے تھے۔ ان کو پیچیدہ امراض قرار دے دیا گیا تھا۔

آپ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب کا زور تھا بڑے بڑے طبیب موجود تھے تو آپ کو ایسا معجزہ عطا فرمایا گیا کہ جس سے تمام طبیب عاجز آچکے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا زور تھا تو آپ کو ایسے معجزات عطا کئے گئے خصوصاً عصا سے اژدھا بننا جس کے سامنے بڑے بڑے جادوگر عاجز آگئے تھے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پچاس ہزار آدمیوں نے علاج کرایا جو آپ کے پاس آنے کی طاقت رکھتے تھے وہ خود حاضر ہوئے اور جو آپ کے پاس آنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ان کے پاس عیسیٰ علیہ السلام خود تشریف لے جاتے ان سے ایمان لانے کی شرط رکھتے پھر آپ ان کا علاج اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے فرماتے۔ آپ اندھوں مجنونوں چلنے پھرنے سے عاجز اور ہر قسم کے مریضوں کے لئے یہ دعا فرماتے:

" اللّٰهُمَّ انتَ الٰهُ مَنْ فِی السَّمَاءِ وَالٰهُ مَنْ فِی الْاَرْضِ لَا اِلٰهَ فِیْهِمَا غَیْرُكَ وَاَنْتَ جَبَّارُ مَنْ فِی السَّمَاءِ وَجَبَّارُ مَنْ فِی الْاَرْضِ لَا جَبَّارَ فِیْهَا غَیْرُكَ وَاَنْتَ مَلِكُ مَنْ

marfat.com
Marfat.com

﴿ ومن الصالحین ﴾ آپ صالحین سے ہوں گے۔ کیونکہ

" لا رتبة اعظم من كون المرء صالحا لانه لا يكون كذالك الا ويكون في جميع الافعال والتروك مواظبا على النهج الاصلح والطريق الاكمل "

اس سے بڑھ کر کوئی اور مرتبہ نہیں کہ انسان صالح ہو اس لئے کہ صالح ہو ہی وہ سکتا ہے جس کے تمام افعال خواہ ان کا تعلق عمل سے ہو یا چھوڑنے سے ہمیشہ بہتر طریقہ پر ہوں اور کامل طریقہ پر ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صالح ہونے کا تعلق تمام مقامات سے ہے خواہ ان کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے اسی طرح ایسے افعال جو دل سے متعلق ہوں یا ظاہری اعضا سے تمام میں صالحیت ہو گی۔

(از کبیر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب "روح":

﴿ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُه' اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ﴾

(۱۷۱ سورة النساء پارہ ٦)

مسیح عیسیٰ مریم علیہا السلام کا بیٹا، اللہ تعالیٰ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح۔

آپ علیہ السلام کو روح کہنے کی چند وجوہ ہیں:

۱: عام لوگوں کی عادت جاری ہے کہ جب کسی طہارت اور نظافت کے اعلیٰ درجہ کی تعریف کرنی ہو تو اسے روح کہہ دیتے ہیں جب عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق باپ کے نطفہ سے نہیں ہوئی بلکہ نفخ جبرائیل علیہ السلام سے ہوئی تو یقیناً آپ کی صفت روح سے بیان کی گئی۔

۲: آپ مخلوق کے دین کے زندہ رہنے کا سبب بنے جس کی وجہ سے کسی کا دین زندہ رہے اسے روح کہہ لیا جاتا ہے جیسے قرآن پاک کو روح کہا گیا:

﴿ وَكَذَالِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾

(آیت ۵۲ سورت الزحرف)

marfat.com

Marfat.com

زمانہ زندہ رہا اور اس کی اولاد بھی بعد میں ہوئی۔

ایک شخص جو لوگوں سے عشر وصول کرتا تھا یعنی بادشاہ کی طرف سے اسے عشر وصول کرنے پر مقرر کیا ہوا تھا اس کی بیٹی فوت ہو گئی دوسرے دن عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی وہ زندہ ہو گئی۔ وہ بھی اس کے بعد کچھ وقت تک زندہ رہی اس کی بھی اس کے بعد اولاد ہوئی۔

نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کو فوت ہوئے کئی صدیاں بیت چکی تھیں عیسیٰ علیہ السلام اس کی قبر پر آئے اس کے لئے دعا کی اسے بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا جب وہ قبر سے نکلا تو قیامت کے خوف سے اس کا سر نصف سفید ہو چکا تھا حالانکہ اس زمانے میں لوگوں کے بال سفید نہیں ہوا کرتے تھے، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے۔ اس نے قبر سے نکلتے ہوئے پوچھا کیا قیامت آگئی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں قیامت تو ابھی نہیں آئی البتہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے تمہیں زندہ کیا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا اب تم پھر مر جاؤ اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن یہ شرط ہے کہ مجھے سکرات موت سے محفوظ رکھا جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اسے سکرات موت کے بغیر ہی دوبارہ موت عطا فرما دی۔

سام بن نوح کو زندہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب قوم نے کہا کہ تم نے جو مردے ابھی زندہ کئے ہیں ان کی موت کے بعد جلدی ہی تم نے ان کو زندہ کیا ہے ہو سکتا ہے وہ حقیقت میں مرے ہی نہ ہوں بلکہ ان کو سکتہ کا مرض لاحق ہو تو اس کے کہنے پر آپ نے سام بن نوح کو زندہ کیا آپ کے اور اس کے درمیان چار ہزار سال کا فاصلہ تھا جب وہ زندہ ہوا تو اس نے کہا اے لوگو تم ان پر ایمان لے آؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں کچھ لوگوں نے تو ایمان قبول کر لیا تھا لیکن کچھ بدبختوں نے یہ عظیم معجزہ دیکھنے کے بعد بھی یہ کہا کہ جادو ہے وہ ایمان لانے سے محروم رہے۔

دار روح المعانی

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اس وقت کے بادشاہ نے اپنے بیٹے کے زندہ کرنے کی درخواست کی تھی تاکہ وہ زندہ ہو کر میرا خلیفہ بن سکے تو آپ کی دعا سے وہ بھی زندہ ہو گیا تھا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے

marfat.com
Marfat.com

لیا جائے۔ اس قانون وضابطہ کے مطابق آپ کو مختلف طریقوں سے امداد دی گئی :

۱:۔ "روح قدس" سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یعنی جبرائیل علیہ السلام آپ کی امداد فرماتے رہے۔ جبرائیل علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں شرافت اور بلندی مرتبہ حاصل ہے اس کی وجہ سے روح قدس کہا گیا اور جس طرح بدن کو روح کے ذریعہ زندگی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے دین کو زندگی حاصل ہوتی رہی کیونکہ آپ تمام انبیاء کرام کے پاس وحی لاتے رہے جس کے ذریعے انبیائے کرام علیہم السلام احیاء دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اگرچہ تمام فرشتوں کو روحانیت حاصل ہے لیکن جبرائیل علیہ السلام کو تمام سے زیادہ اور کامل روحانیت حاصل ہے اسی وجہ سے آپ کو "روح قدس" کا لقب عطا کیا گیا۔

۲ : "روح قدس" سے مراد انجیل بھی ہو سکتی ہے جیسے قرآن پاک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾

اسی طرح انجیل کو بھی روح کہہ دیا گیا کیونکہ آسمانی کتب کے ذریعے ہی انبیائے کرام علیہم السلام تک احکام خداوندی پہنچے اور انبیاء کرام نے وہی احکام اپنی امتوں کو پہنچا کر ان کے دنیاوی امور کو بھی درست فرمایا اور ان کے دین کو بھی زندہ کیا۔

۳ : "روح قدس" سے مراد اسم اعظم ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسم اعظم آپ کو عطا کر کے آپ کی امداد فرمائی اسی اسم اعظم کے ذریعے آپ مردوں کو زندہ فرماتے۔

۴ : "روح" سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو عطاء فرمائی۔ "قدس" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ یعنی آپ میں مالک الملک نے اپنی طرف سے روح بواسطہ جبرائیل علیہ السلام پھونک کر آپ کو اپنا مقرب بنایا اور روح اللہ کا لقب عطاء فرمایا۔

(از کبیر)

اگرچہ تمام معانی بیک وقت لینے درست ہیں تاہم زیادہ حضرات نے روح قدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہی لئے ہیں کہ آپ کی تائید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمیشہ حاصل رہی کیونکہ آپ جہاں جاتے جبرائیل علیہ السلام ان کے ساتھ ہی چلتے اور جمیع احوال میں آپ کا ساتھ دیتے رہے اور آسمانوں میں بھی آپ کے ساتھ گئے۔

(از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

تنبیہ :

انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات آلات کے تابع نہیں ہوتے، عادات کے خلاف کام کرتے ہیں۔ لیکن ان میں فقط تائید ربانی حاصل ہوتی ہے۔ آج کل سائنسی ترقی نے بہت سے طریقے ایجاد کئے ہیں اگرچہ وہ عام عادات کے خلاف ہیں۔ لیکن وہ آلات کے محتاج ہیں اس لئے انہیں معجزات و کرامات نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً دور سے کلام سننا اور کرنا اگرچہ عام عادت کے خلاف ہے، لیکن فون کا واسطہ ہے اسی طرح دور سے کسی کی تصویر ٹیلی ویژن کے ذریعے دیکھنا بھی ایسے ہی ہے۔ لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات میں کوئی آلہ استعمال نہیں ہوا۔ نجومی بعض اوقات غیبی خبریں دیتے ہیں لیکن

" لا یمکنهم ذالك الا عن سوال یتقدم "

وہ اس وقت تک کوئی خبر نہیں دے سکتے جب تک وہ پہلے اس واقعہ کے متعلق سوال نہ کرلیں۔

" ثم یتعینون عند ذالك بآلة و یتوصلون بها الی معرفة احوال الکواکب "

پھر وہ اپنے (حساب وغیرہ کے) آلات کی امداد طلب کرتے ہیں ان آلات کے ذریعے ستاروں کے احوال و حاصل کرتے ہیں۔

اور تب جا کر آنے والے واقعہ کی خبر دے سکتے ہیں لیکن پھر بھی صحیح خبر ان سے بہت کم ہی واقع ہوتی ہے اور غلط زیادہ ہوتی ہے۔

" ثم یعترفون بانهم یغلطون کثیرا "

پھر وہ خود بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ طور پر غلطیاں ہی واقع ہوتی ہیں، ہماری خبریں یقینی طور پر صحیح نہیں ہوتی۔

" فاما الاخبار عن الغیب من غیر استعانة بآلة ولاتقدم مسالة لایکون الابالوحی من الله تعالیٰ "

لیکن غیبی خبروں میں آلات سے کوئی امداد طلب نہیں کی جاتی اور نہ ہی پہلے اس واقعہ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔

(کبیر)

marfat.com

Marfat.com

نے گویا کہ اپنی قوم کو بتایا اے میری قوم پیدائش میں شک کرتے ہو یہ در حقیقت رب تعالیٰ کی قدرت میں شک ہے رب تعالیٰ نے تو مجھے بھی یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ میں بغیر ماں باپ کے مٹی سے پرندے کی مورتی بنا کر اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ حقیقی طور پر پرندہ بن جاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے آپ سے بھی اسی طرح سرکشی کے طور پر چمگادڑ بنانے کا مطالبہ کیا جس طرح وہ اپنی عادت کے مطابق پہلے انبیائے کرام علیہم السلام سے معجزات کا سوال کرتے چلے آرہے تھے۔ جب آپ نے ان کے مطالبہ کے مطابق معجزہ دکھادیا تو وہ کہنے لگے یہ تو جادوگر ہے۔

انہوں نے آپ سے چمگادڑ بنانے کا مطالبہ ہی کیوں کیا تھا؟ اس لئے کہ یہ ایسا پرندہ ہے جس میں پرندوں حیوانوں اور انسانوں والے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ اسے بنانے میں انہیں بظاہر مشکل نظر آئی کہ اسے بنانا تو بہت بڑی قدرت کا تقاضا ہے۔ چمگادڑ کے دانت اور داڑھیں ہوتی ہیں۔ اسے حیض آتا ہے اور یہ بچے جنتی ہے۔ انڈے نہیں دیتی۔ بغیر پروں کے یعنی گوشت کے بازوؤں سے اڑتی ہے۔ اس کے کان ہوتے ہیں اس کے پستان ہوتے ہیں۔ اس کے تھنوں سے دودھ آتا ہے یہ انسانوں کی طرح ہنستی ہے۔ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں نہیں دیکھ سکتی۔ اسے صرف دو وقتوں میں نظر آتا ہے ایک سورج کے غروب ہونے کے بعد جب تک روشنی رہے اور دوسرا صبح کے بعد زیادہ روشنی ہونے سے پہلے پہلے۔

مشہور یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چمگادڑ کے بغیر کوئی اور پرندہ نہیں بنایا۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ آپ نے جس چمگادڑ کو بنایا وہ لوگوں کے سامنے اڑی اور جب نظروں سے غائب ہو گئی تو گر کر مر گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور بندے کے بنانے میں فرق رہے۔ البتہ بعض دوسرے اہل علم نے کہا کہ آپ نے کئی قسم کے پرندے بنائے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

(روح المعانی)

آپ کے پرندے بنانے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ایک مرتبہ لڑکوں کے ساتھ مکتب میں تھے آپ نے گوندھی ہوئی مٹی لی اور آپ نے لڑکوں کو کہا کیا میں تمہیں اس سے پرندہ بنادوں؟ انہوں نے کہا: کیا تم بنا سکتے ہو؟ آپ نے کہا ہاں، میں اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے ایسا کر سکتا ہوں پھر آپ نے ایک پرندہ کی مورت بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن گیا اور آپ کے ہاتھ سے

marfat.com

Marfat.com

﴿ واوحی ربک الی النحل ﴾

(آیت ۶۷ النحل پارہ ۱۴)

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں القاء کیا۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جو انعامات عطا فرمائے ان میں سے یہ بھی ہے کہ حواریین نے آپ کے ارشادات کو تسلیم کیا اور ایمان لائے۔

" لان صیرورۃ الانسان مقبول القول عند الناس محبوبا فی قلوبھم من اعظم نعم اللہ علی الانسان "

اسلئے کہ انسان کا قول جب دوسرے لوگوں کے نزدیک مقبول ہو جائے اور وہ ان کے دلوں میں محبوب ہو جائے تو یہ اس انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عظیم نعمت ہے۔

خیال رہے کہ ایمان دل کی صفت ہے یعنی تصدیق قلبی اور اسلام ظاہری اطاعت کا نام ہے گویا کہ رب تعالیٰ نے انہیں دو چیزوں کا حکم دیا:

" امنوا بقلوبھم وانقادوا بظواھرھم "

دلوں سے ایمان لاؤ اور ظاہری طور پر بھی اطاعت کرو۔

(از کبیر)

" قالوا آمنا طبق ما امرنا بہ واشھد باننا مسلمون مخلصون فی ایماننا ومنقادون لما امرنا بہ "

(از روح المعانی)

حواریوں نے کہا جس طرح ہمیں حکم دیا گیا ہے ہم اسی کے مطابق ایمان لائے اور تو خود ہی گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اپنے ایمان میں مخلص ہیں اور ظاہری طور پر بھی تیرے مطیع ہیں جیسے تو نے ہمارے دلوں میں حکم القاء کیا ہے ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔

حواریین کون تھے؟

حواریون جمع ہے حواری کی۔ عام طور پر کہا جاتا ہے:

marfat.com

Marfat.com

فِی السَّمَاءِ وَمَلِكُ مَنْ فِی الْاَرْضِ لاَ مَلِكَ فِيْهِمَا غَيْرُكَ قُدْرَتُكَ فِی الْاَرْضِ كَقُدْرَتِكَ فِی السَّمَاءِ وَسُلْطَانُكَ فِی الْاَرْضِ كَسُلْطَانِكَ فِی السَّمَاءِ اَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الْكَرِيْمِ وَوَجْهِكَ الْمُنِيْرِ وَ مُلْكِكَ الْقَدِيْمِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

(از روح المعانی)

فائدہ :

حضرت وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دعا کسی مصیبت زدہ پریشان حال اور جنون کے مرض والے پر پڑھی جائے اور لکھ کر اسے پلائی جائے تو انشاء فائدہ ہوگا۔

(از روح المعانی)

مردوں کو زندہ کرنا :

آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے اور یاحی یاقیوم پڑھتے مردہ زندہ ہو جاتا۔ محی السنہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی کہ آپ نے چار شخصوں کو زندہ کیا :

۱ : عازر ۲ : بڑھیا کا بیٹا ۳ : عاشر کی بیٹی ۴ : سام بن نوح۔

آپ کا دوست عازر جب فوت ہو گیا تو اس کی بہن نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کا بھائی عازر فوت ہو گیا۔ عازر کے گھر اور آپ جہاں تشریف فرما تھے اس کے درمیان تین دنوں کی مسافت تھی آپ اور آپ کے کچھ ساتھی جب وہاں تشریف لائے تو اس کی بہن کو کہا مجھے اس کی قبر پر لے جاؤ۔ آپ نے قبر پر آکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا۔ وہ اسی طرح کچھ زمانہ زندہ رہا یہاں تک کہ زندہ ہونے کے بعد اس کی اولاد بھی ہوئی۔

اسی طرح بڑھیا کا بیٹا فوت ہو گیا اسے چارپائی پر اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے قریب سے جنازہ کا گزر ہوا تو آپ نے اس کی لئے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا اور نیچے اتر آیا۔ اس نے کفن اتار کر کپڑے پہن لئے اور چارپائی کو خود کندھوں پر اٹھالیا اور اپنے گھر واپس آ گیا۔ وہ بھی کچھ

marfat.com

Marfat.com

کئی مرتبہ جال ڈالنے پر کوئی مچھلی نہیں نکلی تھی۔ آپ علیہ السلام کے اس معجزہ کو دیکھ کر وہ لوگ ایمان لے آئے۔ اس وقت وہاں وہ جتنے لوگ تھے بارہ یا نتیس سب ہی ایمان لے آئے۔

یہ جب بھوکے ہوتے تو کہتے اے روح اللہ ہم بھوکے ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ زمین پر مارتے ہر ایک کو دو دو روٹیاں نکال دیتے جب وہ پیاسے ہوتے تو پیاس کی شکایت کرتے تو آپ زمین پر اپنا ہاتھ مار کر ہر ایک کو پانی نکال دیتے تو وہ پانی پی لیتے۔ وہ کہنے لگے ہم سے افضل کون ہو گا جب ہم طعام طلب کرتے ہیں تو آپ طعام کھلا دیتے ہیں اور جب ہم پانی طلب کرتے ہیں تو آپ ہمیں پانی پلا دیتے ہیں تحقیق ہم آپ پر ایمان لا چکے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"افضل منکم من یعمل بیدہ و یاکل من کسبہ"

تم سے افضل وہ ہے جو اپنے ہاتھوں سے کام کرے اور اس سے حاصل کردہ مال کھائے۔

آپ کے اس ارشاد کے بعد انہوں نے محنت مزدوری شروع کر دی وہ لوگوں کے کپڑے دھوتے تھے اور اس کی حاصل شدہ مزدوری کو ہی اپنا خرچ بناتے۔

حواریین کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک مرتبہ لوگوں کی دعوت کی، طعام تیار ہو گیا تقسیم کے وقت ایک پیالے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرر ہوئے آپ نے تقسیم کرنا شروع کیا ایک ہی پیالہ سب لوگوں سے ختم نہ ہو سکا بادشاہ نے جب آپ کے معجزہ کو دیکھا تو اس نے اپنی بادشاہت چھوڑ دی آپ کی تابعداری اختیار کر لی۔ بادشاہ کے کچھ قریبی لوگ بھی اس کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہو گئے ان ہی لوگوں کو حواریین کہا جاتا ہے۔

ایک اور قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو ایک کپڑے رنگنے والے شخص کے پاس چھوڑا کہ یہ بھی کپڑے رنگنا سیکھ جائیں وہ آپ کو جب بھی اپنے فن کی کوئی بات بتانا چاہتا تو وہ آپ پہلے ہی جانتے ہوتے ایک دن وہ شخص کسی کام کے لئے جانے لگا تو آپ کو کہا کہ یہ کپڑے ہیں ہر ایک پر میں نے نشان لگا دیا ہے اسی کے مطابق تم کپڑے رنگ دینا وہ چلا گیا تو آپ نے تمام رنگ ایک برتن میں ڈال کر پکا دیئے اور اسی ایک

marfat.com

Marfat.com

سے اور اس سے دعا کر کے کئی جانوروں کو بھی زندہ کیا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو علومِ غیبیہ عطا کئے گئے :

﴿ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ﴾

(۴۹۔ پارہ ۳ آل عمران)

اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

علامہ رازی نے اس مسئلہ کا عنوان ذکر کیا :

" واما النوع الخامس من المعجزات اخباره عن الغيوب "

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی پانچویں قسم غیبی خبریں دینا۔

آپ نے بچپن میں ہی غیبی خبریں دینی شروع کر دی تھیں جب آپ کے ساتھ بچے کھیلتے تو آپ انہیں ان کے والدین کے افعال کی خبریں دیتے اور یہ بتاتے تمہاری ماں نے تمہارے لئے کیا چیز چھپا کر رکھی ہوئی ہے ؟ بچے گھر آکر وہ چیز مانگتے ، نہ ملنے پر روتے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بچوں کو یہ بتاتے ہیں تو انہوں نے بچوں کو کہا تم اس جادوگر کے ساتھ نہ کھیلا کرو۔ انہوں نے اپنے بچوں کو اپنے اپنے گھروں میں روک لیا، باہر نکل کر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے پر پابندی عائد کر دی ۔ آپ خود ہی بچوں کو بلانے ان کے گھروں میں آگئے ۔ ان کے والدین نے کہا کہ وہ گھر نہیں ہیں آپ نے کہا وہ تو گھر ہی ہیں اگر وہ گھر نہیں ہیں تو کون گھروں میں ہیں ؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا خنزیر ہی ہوں گے۔ آپ کے کہنے پر وہ خنزیر ہی ہو گئے۔

اسی طرح مائدہ کے اترنے پر آپ نے قوم کو کہا کہ ذخیرہ بنا کر نہیں رکھنا ، اتنا ہی لینا ہے جو اس وقت تم کھا سکو، لیکن قوم نے ذخیرہ بنانا اور دوسرے وقت کے لئے جمع کرنا شروع کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے جو تم کھاتے اور جو جمع کرتے ہو آپ نے ہر ایک کو واضح طور پر بتایا تم نے کتنا کھایا ہے اور کتنا جمع کیا ہے۔

(از کبیر)

marfat.com

Marfat.com

آسمان سے ایک خوان اتارے ؟ کہا : اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ،
بولے ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو
اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو
جائیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿ھل یستطیع ربک﴾
(آیت ۱۱۲ المائدہ)

کا ترجمہ کیا "کیا آپ کا رب ایسا کرے گا ؟" کیونکہ یہ سوال کرنے والے
حواریین تھے جو آپ پر ایمان لا چکے تھے۔

" ھم اول من آمن بعیسیٰ علیہ السلام "

حواریین وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔

قرآن پاک میں ان کے ایمان کا ذکر ان الفاظ مبارکہ سے کیا گیا ہے :

﴿ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ☆ ﴾
(آیت ۵ سورۃ آل عمران)

حواریوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور
عیسیٰ علیہ السلام ہمارے ایمان لانے پر آپ گواہ رہیں۔

حواریین چونکہ مسلمان تھے انہوں نے رب تعالیٰ کی قدرت میں کوئی شک نہیں کیا اسی وجہ سے
جلالین میں اس کا معنی بیان کیا گیا ہے۔

" ھل یستطیع ای یفعل ربک " کیا تمہارا رب کرے گا۔

تفسیر صاوی میں اسی کی وضاحت ان الفاظ سے کی گئی :

" ای یفعل ای فاطلق اللازم وھو الاستطاعۃ واراد الملزوم وھو الفعل ودفع
بذالک ما یقال ان الحواریین مومنون فکیف یشکون فی قدرۃ اللہ تعالیٰ "

یعنی "ھل یستطیع" کی تفسیر "یفعل" سے مفسر نے اس لئے کی ہے کہ ذکر استطاعت
کا ہے جو لازم ہے اور مراد ملزوم ہے اور وہ فعل ہے کیونکہ جہاں کام کرتا ہو گا وہاں استطاعت

marfat.com

Marfat.com

علامہ رازی رحمہ اللہ کی اس تحقیق کے بعد بھی کوئی یہ کہتا پھرے کہ جو اللہ تعالی کی طرف سے وحی کے ذریعے حاصل ہو جائے اسے علم غیب نہیں کہا جاتا تو وہ نادان اپنی عقل کا علاج کرے یا پھر اپنی مردہ عقل کا ماتم کرتا پھرے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کو رب تعالی نے بلند کر دیا وہ کسی کے کم کرنے سے کم نہیں ہو سکتی۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" ومن هنا يعلم ان علم الجفر و علم الفلك و نحوهما لما كانت مقرونة باصول وضوابط لا يقال عنها انها علم غيب ابدا اذ علم الغيب شرطه ان يكون مجردا عن المواد و الو سائط الكونية "

(روح المعانی)

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ علم جفر اور علم فلکیات یا اس قسم کے اور علوم چونکہ اصول وضوابط پر مشتمل ہیں لہذا انہیں کبھی علم غیب نہیں کہا جا سکتا علم غیب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مادہ اور تکوینی واسطوں سے خالی ہو۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ وحی کے ذریعے حاصل ہونے والے علم کو غیبی کہنے سے انکار کرنا جہالت ہے۔

حوارین کا ایمان لانا :

﴿ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ☆ ﴾

(پ ۷ سورۃ المائدہ ۱۱۱)

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں "اوحیت" کا معنی القاء یعنی دل میں ڈالنا اور الہام ہی کرنا ہے کیونکہ وحی انبیاء کرام کی طرف ہی فقط آتی ہے غیر نبی کی طرف وحی کا معنی القاء والہام ہی ہوتا ہے جیسے

﴿ وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی ﴾ ہم نے موسی کی والدہ کے دل میں القاء کیا۔ اور

marfat.com

Marfat.com

" مائدہ " ہر چیز جسے بچھایا جائے اور پھیلایا جائے لیکن یہاں مراد دستر خوان ہے اسی طرح مائدہ اسے بھی کہتے ہیں جو چیز بلند ہو اور کھانا کھانے کے لئے اسے تیار کیا جائے۔ (جیسے آجکل ڈائننگ ٹیبل پر کھانا کھایا جاتا ہے)

" والاکل علیه بدعة لکنه جائز ان خلا عن قصد التکبر "
اس پر کھانا اگرچہ بدعت ہے لیکن تکبر کی نیت نہ ہو تو جائز ہے۔

اس میں ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے جو ہر بدعت کو گمراہی بھی کہتے ہیں اور پھر ہزار ہا بدعات کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔

" وتطلق المائدة علی نفس الطعام ایضا "
مائدہ کا اطلاق طعام پر بھی کیا جاتا ہے۔

عام محققین نے ایسا ہی بیان کیا ہے یعنی انہوں نے آسمان سے طعام اترنے کا مطالبہ کیا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اس قسم کے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ سے ڈرو زیادہ نشانیاں اور معجزات کا مطالبہ نہ کرو۔

حضرت فارسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کہا کہ تقویٰ رکھو اللہ تعالیٰ خود ہی تمہاری امیدوں کو پورا کرتا رہے گا۔ رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾

(آیت ۲ ۳ پارہ ۲۸)

اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔

اور آپ نے فرمایا اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت پر ایمان ہے اور میری نبوت کے صحیح ہونے پر یقین ہے اور تمہیں اپنے ایمان میں کمال اور خلوص حاصل ہے اور اگر تم اپنے دعویٰ ایمان اور خلوص میں سچے ہو تو اس قسم کے سوال کرنے کا تمہارا کیا مقصد ہے۔

(از روح المعانی)

قوم نے جواب دیا کہ ہم آسمانوں سے کھانا اترنے کا سوال کر کے ایک معجزہ کی طلب نہیں کر رہے

marfat.com

Marfat.com

" فلان حواری فلان "

فلاں شخص فلاں کے مددگاروں اور دوستوں میں سے خاص ہے۔

خیال رہے کہ بظاہر وہم ہوتا ہے حواری جمع ہے کراسی کی طرح لیکن ایسا نہیں

" بل ھو مفرد منصرف کما صرح بہ المحققون "

بلکہ وہ مفرد منصرف ہے جیسا کہ محققین نے وضاحت کی ہے۔

حواری سفید ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہے، گھروں میں باپردہ رہنے والی ، سورج کی گرمی سے بچنے والی عورتوں کو بھی "حواریات" کہا جاتا ہے اسی وجہ سے دھوبی کو بھی حواری کہا جاتا ہے کہ وہ کپڑوں کو سفید کرتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو حواریین کہنے کی وجہ میں مختلف اقوال ہیں۔

وہ سفید کپڑے پہنتے تھے اسلئے انہیں حوارین کہا گیا ہے۔ یا وہ دھوبی تھے لوگوں کے کپڑے سفید کرتے تھے اسلئے حوارین کہا گیا ۔ یا ان کے دل صاف اور اخلاق پاکیزہ تھے اس لئے ان کا یہ نام ہوا۔

وہ لوگ کیا کام کرتے تھے اس میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مچھلی کا شکار کرتے تھے ان میں یعقوب ، شمعون اور یوحنا نامی آدمی تھے عیسیٰ علیہ السلام ان کے قریب سے گزرے تو انہیں کہا تم مچھلی کا شکار کرتے ہو۔

" فان اتبعتمونی صرتم بحیث تصیدون الناس بالحیاۃ الابدیۃ "

اگر تم میری تابعداری کرو تو تم ہمیشہ لوگوں کا شکار کرو گے یعنی مجھ پر ایمان لاؤ تو تمہیں حیات جاودانی حاصل ہو گی۔

لوگ خود بخود تمہاری تابعداری کریں گے تمہارے احکام پر چلیں گے گویا وہ تمہارے شکار ہوں گے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا تم کون ہو ؟ آپ نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں ان لوگوں نے آپ سے معجزہ طلب کیا آپ نے شمعون کو پانی میں جال ڈالنے کے لئے کہا جب اس نے جال ڈالا تو اتنی مچھلیاں نکلیں کہ دو کشتیاں بھر گئیں۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ رات بھر اپنی کوشش کر چکا تھا

marfat.com
Marfat.com

صحیح ہے تو آپ نے دعا کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا آپ نے بکری کے بالوں کا بنا ہوا سیاہ موٹا لباس پہنا، وضو کیا غسل کیا، نوافل ادا کئے، قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہوئے، نہایت خشوع و خضوع سے آنکھوں کو بند کر کے سر کو جھکایا، آنسو بہاتے ہوئے رب تعالیٰ کے حضور التجا کی: اے اللہ تعالیٰ ہم پر آسمانوں سے دستر خوان نازل فرما جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہے۔

(اور روح المعانی)

" نتخذ الیوم الذی تنزل فیه المائدة عیدا نعظمه نحن ومن یاتی بعدنا "

یعنی جس دن آسمانوں سے خوان اترے گا ہم اسے اپنے لئے عید کا دن سمجھیں گے، ہم بھی اس دن کی عظمت کریں گے اور ہمارے بعد آنیوالے بھی اس کی عظمت کریں گے۔

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید منانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا، شکر الٰہی بجالانا، طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لئے حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف کے موضوع پر نعتیں پڑھ کر، تقاریر کر کے، تلاوت قرآن پاک کر کے شکر الٰہی بجالانا اور اظہار فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ میں نے اپنی کتاب "شمع ہدایت" میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے یہاں اس کا ایک ورق بطور خلاصہ ذکر کر رہا ہوں:

"سمی به لان لله فیه عوائد الاحسان ولعوده بالسرور غالبا او تفاؤلا ولایستعمل فی کل یوم فیه مسرة ولذا قیل:

عید و عید و عید صرن مجتمعة   وجه الحبیب و یوم العید و الجمعة

(در مختار باب العیدین)

عید کو عید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احسانات لوٹ کر آتے ہیں اور ان کے آنے سے سرور بھی غالباً لوٹ آتا ہے یا نیک شگونی کی وجہ سے عید کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کرے خوشی لوٹ آئے ہر مسرت کے موقع پر لفظ عید استعمال کیا جا سکتا ہے اسی وجہ سے

marfat.com

Marfat.com

برتن میں تمام کپڑے بھی ڈال دیئے اور کپڑوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"کونوا باذن اللہ کما ارید"

تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسے ہی ہو جاؤ جیسے میں چاہتا ہوں۔

جب وہ شخص واپس آیا تو اس نے پوچھا کیا تم نے کپڑے رنگ دیئے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے سب رنگ اور سب کپڑے ایک برتن میں ڈال دیئے ہیں، رنگے جا چکے ہیں آپ نکال لیں۔ اس نے جب یہ سنا تو کہنے لگا تم نے کپڑے برباد کر دیئے ہیں آپ نے فرمایا اٹھ کر دیکھو تو شائد صحیح رنگے ہوں۔ اس نے جب کپڑے نکالنا شروع کئے تو وہ اسی طرح رنگے ہوئے تھے جیسے اس نے نشان لگائے تھے۔ کوئی سرخ کوئی زرد اور کوئی سبز رنگ تھا یہ ماجرا دیکھ کر وہاں سب حاضرین متعجب ہوئے اور سب نے ایمان قبول کر لیا ان لوگوں کو ہی حواریین کہا جاتا ہے۔

ان تمام اقوال کے متعلق حضرت قفال رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ ان میں سے بعض بادشاہ اور اس کے قریبی تھے اور کچھ شکاری تھے کچھ کپڑے رنگنے والے اور کچھ دھوبی تھے ان تمام کو حوراییین کہا گیا کیونکہ وہ تمام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار تھے اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت میں مخلص تھے۔

علامہ آلوسی نے فرمایا کہ یہاں مجازی معنی لینا زیادہ مناسب ہے کہ آپ کے جتنے لوگ بھی معاون اور خلوص سے آپ کے ساتھ محبت کرنے والے تھے وہ تمام حواریین تھے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۱۷۶)

حواریین کا آسمانی طعام طلب کرنا:

﴿ اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ☆ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ☆ ﴾

(آیت ۱۱۲ ۔ المائدہ)

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر

marfat.com
Marfat.com

اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ☆ ﴾

پ ۷ ع ۵ آیت ۱۱۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسے تم پر اتارتا ہوں ، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بے شک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا۔ آپ کی دعا سے سرخ رنگ کا مائدہ دو بادلوں کے درمیان اترا جسے سب لوگ دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آگیا اس خوان کے آنے کو رب تعالیٰ نے چونکہ اس سے مشروط کر دیا تھا کہ نازل تو میں کر رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا نافرمانی کرے گا اسے ایسا عذاب دوں گا جو جہان میں سے کسی اور کو نہیں دوں گا۔

اس شرط کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام خوان کو اترتے ہوئے دیکھ کر رونے لگے اور دعا کرنے لگے :

" اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا مُثْلَةً وَّعُقُوْبَةً "

اے اللہ تعالیٰ مجھے شکر گزاروں میں رکھ اے اللہ تعالیٰ اس خوان کو ہمارے لئے رحمت بنا اور اسے ہمارے لئے تباہی اور عذاب نہ بنا۔

پھر آپ نے وضو فرمایا نوافل ادا کئے روتے ہوئے دعا کرتے ہوئے اس سے رومال کو ہٹایا جس سے وہ ڈھانپا ہوا تھا اور کہا :

" بسم اللہ خیر الرازقین "

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع جو بہتر رزق دینے والا ہے۔

اس خوان میں آپ نے دیکھا کہ بھنی ہوئی مچھلی ہے اس مچھلی میں کانٹے اور چھلکے نہیں اس کے سر پر نمک ، دُم پر سرکہ اور اس کے ارد گرد مختلف قسم کی سبزیاں ہیں۔ اس پر ہر قسم کی سبزیاں تھیں سوائے ایک ساگ کراث (گندنا کا ساگ) کے۔ اور اس خوان میں پانچ روٹیاں تھیں ایک پر زیتون اور دوسری پر شہد اور تیسری پر گھی اور چوتھی پر پنیر اور پانچویں پر بھنا ہوا گوشت۔

شمعون نے پوچھا اے روح اللہ علیہ السلام کیا یہ دنیا کا کھانا ہے یا کہ آخرت کا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اسے اب ہی معرض وجود میں لایا ہے

marfat.com

Marfat.com

لازم ہو گی یہ مجاز اسلئے مراد ہے کہ ایک سوال کو مندفع کرنا مقصود ہے وہ سوال یہ ہے کہ حوارین تو ایمان والے تھے انہوں نے رب تعالیٰ کی قدرت میں کیسے شک کیا ہے تو اس کا جواب دے دیا گیا ہے کہ یہاں یہ سوال ہی نہیں کہ کیا تمہارا رب ایسا کر سکے گا بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا تمہارا رب ایسا کرے گا۔

فائدہ:

ابو شامہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ ابو طالب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے کیونکہ وہ مریض تھے انہوں نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے تم اپنے رب تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ مجھے عافیت دے دے حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

" **اللهم اشف عمی** " اے اللہ تعالیٰ میرے چچا کو شفا عطا فرما۔

" **فقام کانما نشط من عقال** "

ان کو اسی وقت آرام آیا وہ جلدی سے اس طرح اٹھے جس طرح کسی اونٹ کی رسی کھول کر آزاد کریں تو وہ خوشی سے، پھرتی سے اٹھتا ہے۔

ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے تم جس کی عبادت کرتے ہو "**یطیعك**" وہ تمہاری بات مانتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" **یاعم و انت لو اطعته لکان یطیعك** "

اے میرے چچا اگر تم اس کی اطاعت کرو تو وہ تمہاری حاجات کو بھی پورا کرے گا۔

ابو طالب نے "**یطیعك**" لفظ استعمال کیا تو حضور ﷺ نے بھی اس کے جواب میں حسین انداز میں مشاکلت کے طور پر وہی لفظ "**یطیعك**" استعمال کیا ہے۔ جس کا ظاہری معنی ہے وہ تمہاری اطاعت کرے گا حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ اس کا معنی ہے:

" **یجیبك لمقصودك** " وہ تمہارے مقاصد کو پورا فرمائے گا۔

(روح المعانی)

marfat.com

Marfat.com

سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کرنے کی سازش کافروں نے کیوں کی اس کی چند وجوہ ہیں :

۱ : جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی وہ سرکش اور نافرمان ہو گئے تو آپ نے ان سے مخفی رہنے کا فیصلہ فرمایا تاکہ وہ کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں ۔ آپ کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ نبی کریم کا مکہ مکرمہ میں حال تھا کہ آپ کفار کے خوف سے ابتداء میں مخفی طور پر نمازیں ادا فرماتے رہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ کہیں تشریف لے گئے تاکہ ان لوگوں سے کچھ دیر کے لئے کنارہ کش ہو جائیں تو آپ نے ایک بستی میں ایک شخص کے پاس قیام کیا اس نے بہت اچھی طرح مہمان نوازی کی۔ اس شہر کا بادشاہ بڑا ظالم تھا ایک دن وہ شخص جو آپ کا مہمان نواز تھا، غمگین تھا آپ نے اس سے پوچھا تم اتنے پریشان غمگین کیوں ہو ؟ اس نے کہا اس شہر کا بادشاہ بڑا ظالم ہے اور اس کی عادت ہے کہ وہ ہم میں سے ہر شخص پر باری باری دعوت کو لازم کر دیتا ہے کہ اس کی اور اس کے لشکر کی دعوت کرے۔ انہیں کھانا کھلائے اور شراب پلائے۔ آج میری باری ہے اور میری پاس اتنا مال نہیں کہ میں اس کی دعوت کا انتظام کر سکوں۔

جب حضرت مریم علیہا السلام نے سنا تو آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو کہا اے اللہ تعالیٰ کے نبی اس کے لئے دعا کرو تاکہ اس کی مشکل حل ہو جائے ۔ آپ علیہ السلام نے کہا اے میری امی اگر میں نے اس کے لئے دعا کر دی تو اس میں فتنہ برپا ہو جائے گا ، لیکن حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ اس شخص نے ہماری بہت عزت کی احسان واکرام کیا اس پر بھی احسان ہونا چاہئے۔

والدہ کے ارشاد واصرار پر آپ نے اسے کہا کہ جب بادشاہ اور اس کا لشکر کے آنے کا وقت قریب ہو جائے تو ہنڈیا اور مٹکے پانی سے بھر لینا اور مجھے مطلع کرنا جب اس شخص نے آپ کے ارشاد پر عمل کر لیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جتنی ہنڈیا پانی سے بھری تھیں سب میں پکا ہوا گوشت ہو گیا اور سب پانی سے بھرے ہوئے مٹکے شراب سے بھر گئے۔

جب وہ بادشاہ اور اس کے لشکری آئے تو انہوں نے کھانا کھایا اور شراب پی تو بادشاہ نے اس شراب کو عام شرابوں سے مختلف لذت والا پاکر سوال کیا کہ شراب تم کہاں سے لائے ؟ پہلے تو اس شخص نے کافی ٹال

marfat.com
Marfat.com

بلکہ ہمارا یہ سوال در حقیقت کئی چیزوں کی طلب پر مشتمل ہے۔

(۱) ہم چاہتے ہیں کہ آسمانوں سے ہمارے لئے کھانا اترے کیونکہ ہم بھوک میں مبتلا ہیں ہمارے پاس اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔

(۲) ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہو جائے لیکن جب ہم اس کا مشاہدہ کریں گے کہ یہ کھانا آسمانوں سے نازل ہوا ہے تو ہمارا یقین اور بڑھ جائے گا اور اطمینان میں قوت حاصل ہو گی۔

(۳) ہم آپ کے کئی معجزات کو دیکھ کر آپ کی صداقت پر یقین کر چکے ہیں جب یہ معجزہ بھی دیکھ لیں گے تو آپ کی صداقت و نبوت پر ہمارا یقین اور زیادہ ہو گا آپ کی معرفت اور زیادہ حاصل ہو گی آپ کے متعلق اور اطمینان ہو گا۔

(۴) اس سے پہلے آپ نے اگرچہ کئی معجزات دکھائے ہیں لیکن وہ تمام زمین سے تعلق رکھنے والے تھے اب ہم وہ معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں جس کا تعلق آسمانوں سے ہے یہ عظیم اور عجیب معجزہ ہو گا جب ہم اس کا مشاہدہ کر لیں گے تو ہم اس پر گواہ بن جائیں گے بنی اسرائیل کے جو لوگ نہیں حاضر انہیں بھی بتائیں گے۔

(۵) ہم یہ کھانا بطور تبرک کھائیں گے کہ یہ نبی کے معجزہ سے حاصل ہے۔

(۶) اور ہم یہ کھانا بطور محبت کھائیں گے کہ ہمیں یہ اپنے نبی کے ذریعے حاصل ہے۔

(از روح المعانی)

عیسیٰ علیہ السلام کی مائدہ کے لئے دعا:

﴿ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ ☆﴾

(پ ۷ سورت مائدہ آیت ۱۱٤)

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ ،اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان لوگوں کا معجزہ کی طلب پر اصرار ہے اور غرض بھی ان کی

marfat.com

Marfat.com

حضرت پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقریباً ہر زبان میں بلا استثناء ایسے مشترک الفاظ پائے جاتے ہیں جو متعدد معانی پر دلالت کرتے ہیں اور اہل زبان ان الفاظ کو بلا تامل ان کے مختلف معنوں میں استعمال کرتے رہتے ہیں۔ لیکن جب وہی لفظ کسی دوسری زبان میں استعمال ہونے لگتا ہے تو وہ اپنے اصلی مختلف معنوں میں سے کسی ایک معنی میں مشہور ہو جاتا ہے۔ اب جب ہم اسے اس کی اصلی زبان میں مستعمل ہوتے ہوئے پاتے ہیں تو اس کا وہی معنی جو ہمارے ذہن نشین ہو چکا ہوتا ہے چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ چسپاں نہیں ہوتا تو پریشان ہو جاتے ہیں اس کی ایک مثال لفظ " مکر " ہے اس کا معنی حیلہ سازی بھی ہے اور یہی لفظ عربی میں صرف تدبیر کرنے اور کسی کی پنہاں سازش کو خفیہ طریقہ سے ناکام بنا دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اردو میں ہم اس لفظ " مکر " کو صرف دھوکہ دہی اور فریب کاری کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں جب اس فعل کی نسبت ذات باری کی طرف ہوتی ہے تو ہمارا ذہن بلاوجہ طرح طرح کے شکوک و شبہات کی آماجگاہ بن جاتا ہے حالانکہ جب اس کا فاعل وہ ذات مقدس ہو جو ہر عیب ہر نقص اور ناز یبا فعل سے پاک ہے تو ہم لفظ مکر کا معنی صرف خفیہ تدبیر یا خفیہ طریقہ جس سے دشمنان حق کے شیطانی منصوبوں کو خاک میں ملانا مقصود ہوتا ہے کریں تو اب کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

" قال المفضل و دبروا و دبر اللہ والمکر لطف التدبیر "

(بحر محیط)

مفضل فرماتے ہیں

﴿ ومکروا ومکر اللہ ﴾ کا معنی ہے اور یہودیوں نے بھی (مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی) خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی (مسیح علیہ السلام کو بچانے کی) خفیہ تدبیر کی، کیونکہ مکر کا معنی یہاں صرف لطیف تدبیر، خفیہ تدبیر ہی لیا جاسکتا ہے اور اگر ان لغوی تحقیقات کے لئے انسان کے پاس وقت نہ ہو تو کم از کم علم بدیع کے قاعدہ مشاکلت کو ہمیشہ پیش نظر رکھے وہ یہ ہے کہ عربی میں کسی بدے اور ناپسندیدہ فعل پر جو سزا دی جاتی ہے اسے اس لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں حالانکہ وہ سزا کتنی مناسب اور قرین انصاف کیوں نہ ہو مثلاً

﴿ وجزاء سیئة سیئة مثلها ﴾ یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے۔

(پ ۲۵، الشوریٰ)

اسی طرح حالانکہ برائی کی سزا برائی نہیں ہوا کرتی بلکہ عین انصاف ہوا کرتی ہے یا مثلاً

marfat.com

Marfat.com

شاعر نے کہا:

آج تو تین عیدیں جمع ہو گئیں۔ حبیب کے چہرے کا دیدار اور عید کا روز اور جمعہ کا دن۔

معلوم ہوا کہ ہر مسرت کے دن کو عید کہنا فقہائے کرام کے نزدیک جائز ہے۔ جب ہر مسرت کے دن کو عید کہا جاتا ہے۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن سے بڑھ کر مسرت کا دن اور کونسا ہو سکتا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ......

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ الخ

(آیت ۳ .سورۃ المائدہ)

آیت کریمہ تلاوت کی تو آپ کے پاس ایک یہودی تھا اس نے کہا اگر یہ آیت کریمہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"فانها نزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعة ویوم عرفة"

(مشکوۃ باب الجمعہ)

کہ بیشک یہ آیت کریمہ اس دن نازل ہوئی جس دن دو عیدیں تھیں ایک جمعہ کا دن اور ایک نویں ذوالحجہ کا دن۔

وہ دونوں ہمارے لئے عید کے دن ہیں یعنی ہم ہر ذوالحج کی نو تاریخ کو عید مانتے ہیں اور یہ آیت کریمہ بھی حجتہ الوداع کے موقع پر اسی دن نازل ہوئی اور جمعہ کا دن بھی ہمارے لئے عید کا دن ہوتا ہے اسطرح یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں واضح ہوا کہ جمعہ کا دن اور عرفہ کا دن اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کے نازل ہونے کی وجہ سے جب عید بن گئے تو یقیناً جس دن سراپا رحمت، جان رحمت حبیب کبریا ﷺ تشریف لائے وہ دن سب عیدوں کے دنوں سے بڑا ہے، البتہ محبت وایمان کے بغیر اسے سمجھنا دشوار ہے۔

ارشاد باری اللہ تعالیٰ بجواب عیسیٰ علیہ السلام:

﴿ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗ

marfat.com

Marfat.com

اس مدد پر کوئی دنیوی اجرت مانگتے ہیں نہ کوئی اور چیز صرف خواہش یہ ہے کہ آپ قیامت کے دن ہماری اطاعت اور فرمانبرداری اور مسلمان ہونے کی گواہی دیں پھر رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ اے مولیٰ! ہم تیری تمام اتاری ہوئی کتابوں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو عطا کردہ معجزات پر ایمان لائے اور سچے دل سے ظاہر و باطن میں تیرے اس رسول کے پیروکار ہے۔

(در منثور)

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا واقعہ:

تفسیر خازن اور روح المعانی میں بیان کیا گیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کو جب عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ فرمائی تو وہ آپ سے مقابلہ تو نہ کر سکے البتہ آپ کی شان میں گستاخی شروع کر دی اور آپ کی والدہ مکرمہ پر عیب لگانے شروع کر دیئے اور آپ کو طرح طرح کی تکالیف دینی شروع کر دیں۔

ایک دن آپ شہر میں گشت فرما رہے تھے کہ شہر کے لوگوں نے آپ کو بہت پریشان کیا تب آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے مولائے کائنات! میں کہاں تک صبر کروں اب بہتر یہی ہے کہ تو ان کو خنزیر بنا دے۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ وہ سب خنزیر بن گئے۔ اس واقعہ سے لوگوں پر ایک خوف طاری ہو گیا کسی نے اس وقت کے یہودی بادشاہ کو خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے آپ کی دعا سے اتنے لوگ خنزیر بن گئے ہیں تم بھی ان کے مخالف ہو اس لئے تم اپنی فکر رکھو کہیں وہ تمہارے خلاف بھی دعا نہ کر دیں اور تمہارا بھی ایسا حال نہ ہو جائے۔

اس نے کہا کیا ہو سکتا ہے ایسے مقبول الدعا کے مقابلہ میں تو کوئی تدبیر بھی کام نہیں آسکتی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں کسی حیلہ سے شہید کر دیا جائے تو ان کی دعا کا خوف ختم ہو جائے گا کہ کہیں وہ مخالف دعا نہ کریں۔ اس نے ایک شخص "ططیانوس" کو اس کام کے لئے منتخب کر دیا وہ ایک منافق شخص تھا بظاہر عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملتا تھا لیکن در پردہ وہ یہود سے بھی ملا ہوا تھا۔ جب یہ واقعہ درپیش آنے والا ہی تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے پہلے فرما دیا تھا کہ آج صبح سے پہلے ہی مجھے ایک شخص

marfat.com

Marfat.com

تمہارے سوال کے مطابق رب تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اب تم کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو اگر تم نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا تو وہ تمہاری اور امداد فرمائے گا اور اپنا فضل اور زیادہ فرمائے گا وہ لوگ کہنے لگے اے روح اللہ علیہ السلام اس معجزہ میں آپ کوئی اور معجزہ بھی دکھادیں۔ آپ نے فرمایا :

" یا سمکۃ احیی باذن اللہ " اے مچھلی ! اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔

وہ مچھلی تڑپی اور زندہ ہو گئی آپ نے پھر فرمایا تو اپنے پہلے حال کی طرف لوٹ جا وہ پھر اسی طرح بھنی ہوئی مچھلی بن گئی۔

ان لوگوں نے اس سے سیر ہو کر کھایا عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا اس میں خیانت نہ کریں اور اسے دوسرے دن کے لئے ذخیرہ نہ کریں لیکن انہوں نے خیانت کی اور ذخیرہ بنا لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی شدید گرفت میں آگئے دنیا میں انہیں شدید عذاب یہ دیا گیا کہ انہیں خنزیر بنا دیا گیا۔ تین سو تیس آدمی اس عذاب میں مبتلا ہوئے۔ رات انہوں نے ٹھیک ٹھاک اپنے اہل و عیال میں گزاری، لیکن صبح خنزیر بنا دیئے گئے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر روتے تھے۔ آپ جب ان کے نام لے کر انہیں بلاتے تو وہ سر ہلاتے لیکن انہیں کلام کرنے کی طاقت نہ ہوتی، اسی حال میں وہ تین دن زندہ رہے پھر مر گئے۔ یہ تو ان کو دنیاوی عذاب دیا گیا اخروی عذاب بھی انہیں شدید ہو گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

" ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من کفر من اصحاب المائدۃ والمنافقون وال فرعون "

بیشک قیامت کے دن سخت عذاب مائدہ میں خیانت کرنے والوں اور منافقین اور فرعون اور اس کی قوم کو ہوگا۔

(روح المعانی)

یہودیوں کی سازش :

﴿ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ﴾

(آیت ۵۳ آل عمران)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر بتائی اور اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

﴿ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴾

(پ ٦ سورت نساء آیت ١٥٧)

اور ان کے اس قول سے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے مسیح عیسیٰ فرزند مریم کو جو کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے حالانکہ انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھا سکے بلکہ مشتبہ ہو گئی ان کے لئے (حقیقۃ) اور یقیناً جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں وہ بھی شک شبہ میں ہیں ان کے متعلق نہیں ان کے پاس اس امر کا کوئی صحیح علم بجز اس کے کہ وہ پیروی کرتے ہیں گمان کی اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے یقیناً۔

یہود نے یہ دعوی کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ مفسرین کرام علیہم الرضوان نے لکھا ہے کہ جب وہ آپ کو رسول مانتے تھے تو پھر قتل کا منصوبہ کیوں تیار کیا؟ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

١: یہ الفاظ انہوں نے بطور تمسخر بولے تھے وہ آپ کو رسول مانتے ہی نہیں تھے۔

٢: یہ الفاظ یہود نے نہیں بولے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بیان کرنے کے لئے بولے ہیں:

اگر یہود کی گذشتہ تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ کچھ بعید معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کو رسول اللہ مانتے ہوئے انہوں نے آپ کو قتل کرنے کی ٹھانی ہو۔ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو نبی مانتے تھے لیکن جب ان بزرگواروں نے انہیں ان کی بد اخلاقیوں پر ٹوکا تو انہیں اپنے ہاتھوں سے شہید کر دیا بہر حال ان کا یہ دعوی کرنا کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ قرآن پاک میں اس کو مکمل اور واضح کر دیا گیا ہے اور پھر ان کا اس پر اترانا اور فخر کرنا اس سے بڑھ کر ان کے کفر کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمن یہود بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا اور سولی پر دے دیا اور آپ کے ماننے والے اور پرستار بھی یہی یقین رکھتے ہیں کہ یہود نے حضرت مسیح کو سولی دے دی " گویا بیٹا سولی پر لٹکتے ہوئے ایلی ایلی (تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا) فریاد کرتا رہا اور

marfat.com
Marfat.com

منتوں سے کام لیا لیکن بادشاہ کے زیادہ مجبور کرنے پر اس نے بتادیا۔ بادشاہ کا ایک بیٹا چند دن پہلے مر گیا تھا اس نے خیال کیا کہ جس شخص کی دعا سے اللہ تعالیٰ پانی کو شراب بنادیتا ہے اس کی دعا سے اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو بھی زندہ کردے گا، اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ دعا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو زندہ کردے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرتے کیونکہ اگر وہ زندہ ہو گیا تو اس پر فتنہ برپا ہو جائے گا اس بادشاہ نے کہا جب مجھے میرا بیٹا نظر آجائے گا تو مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہو گی اور جب تم میرے بیٹے کو زندہ کردو گے تو میں تمہیں ہر قسم کی آزادی دے دوں گا تم جو چاہو وہی کرو۔ تم سے کوئی بازپرس نہیں ہو گی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا لڑکا زندہ ہو گیا جب اس کی بادشاہی کے لوگوں کو پتہ چلا کہ اس کا لڑکا زندہ ہو گیا تو وہ فوراً اپنے اپنے ہتھیار لے کر آگئے اور انہوں نے اسے قتل کردیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی جب زیادہ شہرت ہونے لگی تو یہود نے حسد کرنا شروع کردیا آپ کے نسب میں طعنہ زنی شروع کر دی اور آپ کو قتل کرنیکی سازشیں کرنے لگے۔

۲: عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی بشارت تورات میں رب تعالیٰ نے دے دی تھی اس لئے یہود کو معلوم تھا کہ انہوں نے تورات کے کئی احکام منسوخ کردینے ہیں اسلئے پہلے انہوں نے آپ کے نسب پر طعنہ زنی شروع کی پھر آپ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے یعنی آپ نے جب دین حق کی دعوت دینی شروع کی تو یہود کا غیظ و غضب بڑھ گیا اور آپ کو ایذا پہنچائی اور وحشت پھیلانی شروع کی اور آپ کو قتل کرنیکی کوشش کی۔

(از کبیر)

تنبیہ: ﴿ومکر اللہ﴾ کا کئی لوگوں نے ترجمہ کیا "اللہ تعالیٰ نے مکر کیا" جو اردو زبان میں "فریب" اور "دھوکہ دینے" کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسلئے انہوں نے یہ ترجمہ کر کے لوگوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی معاذ اللہ مکار ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ اور دیگر علمائے اہل سنت نے ترجمہ کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر کی" یہی معنی رب تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اور پھر سولی پر بھی چڑھا دیا گیا اپنی طرف سے انہوں نے اس منحوس منصوبہ کو عملی جامہ پہنا دیا اب یہ اور بات ہے کہ مسیح بچ گئے ان کو رب تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا یہود بظاہر اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے کہ وہ اپنے ہی ساتھی کو مسیح سمجھ کر تذلیل و تحقیر بھی کرتے رہے اور اذیت رسانی کے سارے ارمان پورے کرتے رہے لیکن یہ ساری ذلت ان کے اپنے ہی ساتھی کو حاصل ہوئی ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی ناپاک سازش کو ناکام کر دیا اور اپنے برگزیدہ بندے اور جلیل القدر رسول کی توہین کرنے کا انہیں موقع قطعاً نہیں دیا اور یہی قرآن کا واضح اعلان ہے یہود و نصاریٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے اور سولی چڑھانے میں شک ہی رہا وہ فقط اپنے ظن ہی کی پیروی ہی کرتے رہے یہود کہتے تھے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے ہیں تو ہمارا ساتھی کہاں ہے اور اگر ہمارا ساتھی قتل ہوا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں اور اس بارے میں نصاریٰ کے مختلف اقوال کی تو حد ہی نہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین مشہور فرقوں کی آراء نقل کی ہیں۔

(۱) نسطوریه (۲) ملکانیه (۳) یعقوبیه

نسطوریه فرقه کا قول یہ ہے کہ حضرت مسیح کا ناسوت سولی چڑھایا گیا لیکن ان کا لاہوت سولی نہیں چڑھایا گیا۔

ملکانیه کا خیال ہے کہ لاہوت کو بھی سولی چڑھایا گیا لیکن بالذات نہیں بلکہ بواسطہ ناسوت۔

یعقوبیه کا نظریہ ہے کہ ناسوت اور لاہوت دونوں کو سولی چڑھایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی یہ آراء کسی دلیل پر مبنی نہیں بلکہ سب کچھ ظن و گمان کی نقش آرائیاں ہیں حضرت مسیح کے نام سے واقف ہیں جتنی قومیں جہاں کہیں بستی تھیں سب اسی غلط فہمی کا شکار تھیں کہ آپ کو سولی پر چڑھایا گیا اس عالمی غلط فہمی کا ازالہ اور حضرت مسیح کی عظمت کا اعلان اگر قرآن حکیم نہ کرتا تو اور کون کرتا اسلئے بار بار اس حقیقت کو دہرایا گیا ہے ایک مرتبہ فرمایا:

﴿ وما قتلوہ وما صلبوہ ﴾ نہ انہوں نے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھا سکے۔

(آیت ۱۵۷ سورۃ النساء)

اور پھر فرمایا: ﴿ وما قتلوہ یقیناً ﴾ اور نہیں قتل کیا انہوں نے اسے یقیناً۔

(آیت ۱۵۷ النساء)

marfat.com

Marfat.com

﴿فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ﴾ یعنی جو تم پر زیادتی کرے تم اس پر زیادتی کرو

(آیت ۱۹٤ البقرہ)

حالانکہ زیادتی اور تعدی کی روک تھام کرنا زیادتی اور ظلم نہیں بلکہ دین اور اخلاق کے تمام ضابطے اس کے درست ہونے کی تائید کرتے ہیں اسی طرح یہاں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کرنے کی جو مکارانہ سازش ان یہودیوں نے کر رکھی تھی اللہ تعالی کی طرف سے اس کو ناکام بنانے کی جو تدبیر کی گئی اسے مکر سے تعبیر فرمادیا اور اس میں کوئی نقص نہیں۔

(ضیاء القرآن)

لیکن یہ نکات و ضوابط صرف اہل علم ہی جانتے ہیں عوام الناس ان سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے سامنے وہی ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جس سے وہ کوئی فائدہ حاصل کر سکیں ایسے تراجم کا کیا فائدہ جو شکوک و شبہات تو پیدا کریں لیکن کوئی نفع نہ دے سکیں۔

ایمان والوں سے عیسیٰ علیہ السلام کا امداد طلب کرنا:

﴿فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ☆ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ☆﴾

(پ ۳ سورت آل عمران آیت ۵۱)

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا کون ہوتے ہیں میرے مددگار اللہ تعالی کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا حکیمانہ کلام اور اپنے معجزات اس قوم کے سامنے پیش کئے تو انہوں نے بجائے اطاعت کے ان کے قتل کرنے کی تدبیر کی لہذا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے اس ارادہ اور پختہ کفر کو علامات سے محسوس فرمایا تو اپنے متبعین سے خطاب کیا کہ فی سبیل اللہ تعالی میرا مددگار کون ہے؟ ان کے خاص دوستوں نے کہا ہم اللہ تعالی کے دین کے مددگار ہیں اے عیسیٰ علیہ السلام ہم آپ کی ضرور مدد کریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

اور اگر پوچھا جائے کہ جناب جن احادیث میں مسیح علیہ السلام کی آمد کا ذکر ہے ان میں تو مسیح کا نام اور ان کی والدہ کا نام اور محل نزول اور جو جو کارہائے نمایاں آپ انجام دیں گے ان سب کا تفصیلی ذکر ہے اور حسن اتفاق کہ آپ میں ان تفصیلات میں سے کوئی ایک چیز بھی نہیں پائی جاتی تو پھر آپ وہ مسیح کیوں کر ہوئے؟ جس کی آمد کا وعدہ فرمایا گیا۔

جب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو پھر انہیں احادیث پر اعتراضات کی بوچھاڑ اور جب اس میں کامیابی نظر نہیں آتی تو پھر تاویلات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اگر بنی اسرائیل کے دانشوروں نے بچھڑے کو خدا مان لیا تھا تو آج اگر کوئی مرزا صاحب کو نبی یا مسیح موعود مان لے تو کیا تعجب ہے ؟

﴿ وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾

(پ ٦ ع ٦ آیت ١٥٩ النساء)

اور کوئی ایسا نہیں ہوگا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا مسیح پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن وہ ہوں گے ان پر گواہ۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام وفات سے پہلے زمین پر نزول فرمائیں گے اور اس زمانہ میں جتنے اہل کتاب ہوں گے آپ پر ایمان لا کر دین اسلام میں داخل ہوں گے چنانچہ ابن حیان کی عبارت ہے :

" والظاهر ان الضميرين فى به وموته عائدان الى عيسىٰ وهو سياق الكلام"

(بحر محیط)

ظاہر یہی ہے کہ لفظ بہ اور لفظ موتہ میں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں سیاق کلام سے یہی سمجھ آتا ہے۔

اور امام ابن جریر فرماتے ہیں :

" واولى الاقوال بالصحة والصواب قول من قال تاويل ذالك ان من اهل الكتاب الا ليومنن بعيسىٰ قبل موت عيسىٰ "

تمام اقوال سے زیادہ صحیح اور درست قول یہ ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیروں کا مرجع عیسیٰ (علیہ السلام) ہے یعنی تمام کتابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے سے پہلے ان پر

marfat.com
Marfat.com

چند دراہم کے عوض فروخت کردے گا۔

خیال رہے کہ منافقین تقریباً ہر دور میں رہے یعنی جہاں مخلصین ہوتے ہیں وہاں منافقین بھی ہوتے ہیں نبی کریم ﷺ کی زمانہ میں بھی منافقین تھے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں آیا تھا اسوقت تک جاننے کے باوجود آپ ان سے چشم پوشی فرماتے رہے جب حکم آگیا تو ایک ایک کا نام لے کر ان کو مسجد سے نکال دیا گیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم تھا لیکن آپ بھی رب تعالیٰ کی مشیت پر شاکر تھے اسے کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کسی اور کو کہا کہ اسے قتل کر دیا جائے، چنانچہ ططیانوس کو اس یہودی بادشاہ نے جس کا نام بھی یہودا تھا تیس درہم دینے کا وعدہ کیا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو خود شہید کردے یا کسی سے کرادے۔ تیس درہم کے لالچ میں آکر ططیانوس نے یہود کے چند آدمیوں کو ساتھ لیا اور آپ کی قیام گاہ پر آگیا ان لوگوں کو باہر کھڑا کیا اور خود اندر گیا۔ اس کے سامنے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑکی کے ذریعے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا گیا۔ وہ یہ ماجرا دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور کافی دیر تک اس تعجب میں گم سم رہا، اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ شائد ططیانوس اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے وہ اندر جانا ہی چاہتے تھے لیکن ان کا ساتھی باہر آگیا، اللہ تعالیٰ نے اسے عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا۔

اب اس کے باہر نکلتے ہی اس کے ساتھی یہودیوں نے یہی سمجھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں کیونکہ یہ ان کا ہم شکل بھی تھا اسلئے انہوں نے اسے پکڑ لیا یہ چلا چلا کر انہیں بتا رہا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں حضرت مسیح کو قتل کرنے گیا تھا لیکن اس کی بات کو کسی ایک نے بھی نہ سنا بلکہ وہ کہنے لگے اے عیسیٰ (علیہ السلام) ! تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو یہ کہہ کر اسے سولی پر چڑھادیا

خیال رہے کہ عیسائی بھی آج تک اسی وہم میں مبتلا ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھادیا گیا تھا البتہ پھر زندہ کرکے انہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا ہے، اسی وجہ سے سارے عیسائی صلیب کو پوجتے ہیں اور اس سولی کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ططیانوس کو قتل کیا گیا نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو،

marfat.com

Marfat.com

حیات عیسیٰ علیہ السلام :

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کا عقیدہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں سولی دے دی اور ان کی جان نکل گئی اور پھر ان کو دفن کر دیا گیا اگرچہ آج تک وہ اس شبہ میں گرفتار ہیں کہ ہمارا ططیانوس کہاں گیا عیسائی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ واقعی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا اور آپ کی جان بھی نکل گئی مگر پھر رب تعالیٰ نے آپ کو دوبارہ زندگی بخشی اور آسمان پر اٹھالیا اسی لئے وہ صلیب کو پوجتے ہیں اور اسی سولی کو سارے عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں کفارہ کا مسئلہ سولی پر ہی مبنی ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نہ آپ کو سولی دی گئی اور نہ آپ کی وفات واقع ہوئی بلکہ آپ کو اسی طرح مع جسم شریف زندہ اٹھالیا گیا چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ اٹھالیا جانا قطعی یقینی اجماعی مسئلہ ہے اس پر ساری امت مصطفیٰ ﷺ کا اتفاق ہے البتہ وہب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو صرف تین ساعتوں کے لئے موت دی لیکن آپ کو سولی نہیں چڑھایا گیا پھر تین لمحات کے بعد آپ کو زندہ کر کے آسمانوں پر اٹھالیا گیا بہر حال وہب بھی عیسیٰ علیہ السلام کے اب زندہ ہونے اور آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے قائل ہیں خیال رہے کہ وہب کا قول جمہور مسلمانوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے بہر حال اس مسئلہ میں آج تک مسلمانوں میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہوا۔

مرزائیوں نے چودھویں صدی میں اس قطعی اور یقینی مسئلہ میں اختلاف کیا ہے وہ صرف مرزا صاحب کے نبی بنانے کے شوق میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ :

> عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے تختہ دار پر لٹکا دیا اور انہیں بہت ذلیل بھی کیا مگر رب تعالیٰ نے ان کی جان صلیب پر نہ نکلنے دی بلکہ یہود انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے آپ غشی کی حالت سے بیدار ہو کر نصیبین پہنچے ، وہاں سے افغانستان گئے، وہاں سے کوہ نعمان پہنچے اور وہاں سے پنجاب کی طرف آئے اور یہاں سے کشمیر میں گئے، آخر میں ایک سو پچیس سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی ۔ وہاں ہی آپ کا مزار ہے۔

یہ من گھڑت کہانی مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات میں تحریر کی ہے یعنی تبلیغ رسالت

marfat.com

Marfat.com

باپ نے اس کی کچھ مدد نہ کی"۔ اسی محاورے کے مطابق جب دشمن اور دوست اس بات پر متفق ہو چکے تھے تو قرآن نے آکر حضرت مسیح علیہ السلام کی عظمت و جلالت شان سے پردہ اٹھایا اور صاف الفاظ میں اعلان کیا کہ یہودی اپنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکے، جس اللہ تعالی کے رسول کو اپنے اللہ تعالی کا پیغام سنانے کے باعث انہوں نے قتل کرنے کی سر توڑ کوشش کی اللہ تعالی نے ان کی اس ناپاک سازش کو ناکام بنادیا اور اپنے رسول کا بال بھی بیکا نہ ہونے دیا۔ دونوں چیزوں کی نفی کر دی یعنی یہودی نہ آپ کو قتل کر سکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے جیسے مختلف انجیلوں میں مذکور ہے۔ (تحریف شدہ انجیلیں غیر معتبر ہیں)

مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے امیر مولوی محمد علی نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن پاک میں اس جگہ توضیحی نوٹ لکھا ہے اس میں اس بات کی بڑی زحمت اٹھائی ہے کہ :

" آیاتِ قرآن کو انجیلوں میں بیان کردہ حکایات پر منطبق کریں چنانچہ وہ ان تفصیلات کو جو انجیلوں میں موجود ہیں بڑی فراخدلی سے قبول کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کو سولی دی گئی چنانچہ نیم جان ہو کر دوسرے دو مجرموں کی طرح نیچے گر پڑے آپ کے پہلو میں ضربیں لگا لگا کر چھلنی کر دیا گیا اور خون کے فوارے بہہ نکلے وغیرہ پھر آخر میں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قرآن ان چیزوں کا انکار نہیں کرتا کیونکہ قرآن نے بھی سولی پر مرنے کی نفی کی ہے"

لیکن اگر وہ ذرا سا تامل کرتے (سوچتے) تو قرآن کا ایک لفظ ہی ان کو اس زحمت لا طائل (بے فائدہ) سے بچا لیتا وہاں دونوں چیزوں کی نفی ہے مرنے کی بھی اور سولی پر چڑھائے جانے کی بھی، کیونکہ صلب کا معنی ہے :

" الصلب هو تعليق الانسان للقتل " کسی انسان کو لٹکا دینا کہ وہ مر جائے۔

مر جانا صلب کے معنی موضوع میں داخل نہیں بلکہ اس فعل کا مقصد ہے اور مقصد و غایت مفہوم کو مستلزم ہو تو ہو لیکن معنی میں داخل نہیں ہوا کرتا۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہود اپنے مقصد میں بظاہر کامیاب ہو گئے انہوں نے اپنے ہی ساتھی ططیانوس کو مسیح سمجھ کر پکڑا بھی اور اس کے منہ پر تھوکا بھی اور اسے کانٹوں کا تاج بھی پہنایا

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی ان کے مکر کی انھیں جزلوی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیالور اسی شخص کو آپ کے مشابہ کر دیا جو آپ کو دھوکہ سے قتل کرانا چاہتا تھا یہاں تک کہ وہ شخص خود ہی قتل ہو گیا۔

" ومکر اللہ بان رفع عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام والقی شبھہ علی من قصد اغتیالہ حتی قتل ومکر اللہ بھم بان القی شبہ عیسیٰ علی من قصد قتلہ فقتلوہ ورفع عیسیٰ "

(جلالین)

اللہ تعالیٰ نے ان سے خفیہ تدبیر فرمائی کہ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرانے کا ارادہ رکھتا تھا اسے عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ کر دیا تو انہوں نے اسے ہی قتل کر دیالور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا تمام مفسرین کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔

﴿ اذ قال اللہ یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ثم الیّ مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ☆ ﴾

(آیت ۵۵ ۔ ۶۰ سورۃ آل عمران)

یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گالور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گالور تجھے کافروں سے پاک کر دوں گالور تیرے متبعین کو قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے میں تم میں فیصلہ کر دوں گا جس بات میں جھگڑتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا کر کافروں سے نجات دی کافروں کی سازش سے آپ کو بچالیا کافروں سے پاک کرنے کا یہی مطلب ہے آپ کی تابعداری کرنیوالے یعنی مسلمان آپ پر صحیح عقیدہ رکھنے والے تا قیامت منکرین پر غالب رہیں گے لور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ عیسائی حکومت وغیرہ کے لحاظ سے یہودیوں پر غالب رہیں گے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری عمر تک پہنچانے لور آسمانوں پر اٹھانے اور کافروں کی سازشوں سے پاک کرنے کا ذکر واضح طور پر فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

یعنی یہ بات یقینی ہے شک و وہم اور گمان سے پاک ہے جس بات کو رب تعالیٰ یقینی کہے اس میں پھر شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھانے اور آپ کی موت کا قول کرنے والے خود ہی اپنی زبان سے بر ملا طور پر اپنے کفر کا اعلان کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں پھیلے ہوئے تمام نظریات کا بطلان کر کے اب قرآن خود بتاتا ہے کہ وہ کہاں گئے فرمایا:

﴿بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾ بلکہ اٹھالیا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف۔

(آیت ۱۵۸ النساء)

اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کہاں اٹھالیا کہیں وہ خود بیٹھا تو ہے نہیں کہ وہاں بلالیا ہو تو اس کا جواب ہے کہ آسمان پر حضور ﷺ کی حدیث معراج میں اس کی تصریح موجود ہے کیونکہ رفع کا معنی بلند کرنا ہے اگر کسی چیز کو نیچی جگہ سے اٹھا کر بلند جگہ رکھ دیا جائے یا کسی کا مرتبہ اور شان بلند کر دی جائے تو وہاں رفع کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور اگر دونوں چیزیں اکٹھی ہو جائیں یعنی بلندی مقام اور بلندی شان تو رفع کا استعمال کیوں دل میں کھٹکے بات اتنی سی تھی بالکل مختصر اور دو ٹوک کہ یہودیوں کا دعوی اور عیسائیوں کا عقیدہ کہ حضرت مسیح کو سولی دی دیا گیا دونوں غلط ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

اور حدیث رسول نے بتادیا کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا لیکن انسان کی کج بختی یا ندرت آفرینی کا کیا علاج جب تک سیدھی اور صاف بات میں اپنی تیخ نہ لگالے حضرت کو قرار نہیں آتا۔

جناب مرزا صاحب تشریف لائے اور اپنے نبی اور مسیح ہونے کا دعوی کر دیا اور اپنی نبوت کے ثبوت کے لئے وفات مسیح کو بطور اساس قرار دیا حالانکہ ختم نبوت کے مسئلہ کو حیات مسیح کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں اگر بفرض محال حیات مسیح ثابت نہ ہو سکے تو بھی خاتم النبین ﷺ کے بعد کسی کا کسی قسم کی نبوت کا دعوی کرنا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا صریح انکار اور کفر ہے۔

مزید بر آں مرزا صاحب کا مسیح ہونے کا دعوی استدلال بھی کچھ کم دلچسپ نہیں آپ مسیح کیوں ہیں اس لئے کہ احادیث میں موجود ہے کہ حضرت مسیح آئیں گے اور حضور ﷺ کا کوئی فرمان غلط نہیں ہو سکتا

marfat.com

Marfat.com

اخذ کرنے پر اصرار کرنا اس لفظ کے ساتھ کتنی بے جا زیادتی ہے اور یہاں صرف اتنا ہی نہیں کہ مجازی معنی لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں بلکہ ایسی قوی قرائن موجود ہیں جو اس لفظ کے حقیقی معنی لئے جانے پر دلالت کرتے ہیں آپ پوچھیں گے کہ وہ کون سے ایسے قرائن ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ :

ایک تو اس آیت کا سیاق و سباق اس امر کا قوی قرینہ ہے یہاں گفتگو نجران کے عیسائیوں سے ہو رہی ہے جو حضرت مسیح کی الوہیت کے قائل تھے مقصد کلام ہے اثبات توحید باری اور بطلان الوہیت مسیح۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہوتے تو کتنی صاف بات تھی کہ نجران کے عیسائیوں سے کہہ دیا جاتا کہ جن کو تم خدا مانتے ہو وہ تو مر چکے ہیں اور جو مر جائے کیا وہ بھی کہیں خدا بن سکتا ہے لیکن قرآن کا اس اسلوب کو اختیار نہ کرنا بلکہ اس انداز کو اپنانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن کی اس آیت کا مدعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو بیان کرنا نہیں۔ دوسرا واضح قرینہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے :

" قال الحسن قال رسول الله تعالیٰ ﷺ للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة "

رسول اللہ ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرے نہیں اور قیامت سے پہلے وہ تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔

ان تصریحات کی موجودگی میں حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں ہو سکتا اسی لئے جمہور مفسرین اس حقیقی معنی کو مد نظر رکھے ہوئے ہیں :

" متوفیك ای مستوفی اجلك و مؤخرك الی اجلك المسمی عاصما ایاك عن قتلهم "

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مقررہ مدت تک زندہ رکھے گا اور تمہیں قتل سے بچائے گا۔

" متوفیك ای مستوفی اجلك معناه انی عاصمك من ان یقتلك الکفار "

(کشف)

اللہ تعالیٰ تمہیں پوری عمر تک پہنچائے گا یعنی تمہیں کفار کے قتل سے بچائے گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

" واولی الا قوال بالصحة عندنا قول من قال معنی ذالك انی قابضك من

marfat.com

Marfat.com

ایمان لے آئیں گے۔

اور علامہ قرطبیؒ یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

"وقاله قتاده وابن زید وغیر هما واختار الطبری ونحوه عن الضحاك وعن سعید بن جبیر"

کہ حضرت قتادہ ابن زید وغیرہما کا یہی قول ہے ضحاک سعید بن جبیر اور امام طبری نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

خیال رہے کہ بعض حضرات نے موته میں ضمیر کا مرجع اهل الکتاب کو بنایا تھا اور بعض نے ذات عیسیٰ علیہ السلام کو، یہی قول راجح ہے کہ به اور منه کی ضمیریں ذات عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں اور اسی قول کی وجہ ترجیح یہ حدیث بیان کرتے ہیں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے :

"عن النبی ﷺ انه قال لینزلن ابن مریم حکما عدلا فلیقتلن الدجال ولیقتلن الخنزیر ولیکسرن الصلیب وتکون السجدة واحدة لله رب العالمین ثم قال ابوهریرة قبل موت عیسیٰ علیه السلام یعیدها ثلاث مرات"

حضور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم ایک عادل حاکم کی حیثیت سے تم میں ضرور اتریں گے وہ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو کیا جائے گا جو پروردگار عالم ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر دلیل کی ضرورت ہو تو یہ آیت پڑھو

﴿وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته﴾

(آیت ۱۵۹ النساء)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا موته کی ضمیر "عیسیٰ" کی طرف لوٹتی ہے آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی۔

یہ حدیث ان کثیر التعداد احادیث میں سے ایک ہے جن میں آنے والے مسیح کی والدہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور ان کی صفات اور ان کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ ہے انصاف سے کہیے کیا جناب مرزا صاحب میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جاتی ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ مسیح موعود (یعنی وہ مسیح جس کے آمد کا وعدہ کیا گیا ہے) کیوں کر بن سکتے ہیں ؟

(از ضیاء القرآن، روح المعانی، خازن)

marfat.com

Marfat.com

سے مردی ہے مقصد اس کا یہ ہے کہ یہود آپ کو قتل نہیں کر سکیں گے بلکہ آپ کو اپنے وقت پر طبعی طور پر وفات ہو گی اگرچہ ابن وہب نے تین ساعتیں وفات حاصل ہونے کے بعد آسمانوں پر اٹھائے جانے کا قول کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے سات ساعتیں وفات حاصل ہونے کے بعد آسمانوں پہ اٹھائے جانے کا ذکر کیا ہے۔

تیسری وجہ :

ربیع بن انس کا قول ہے: آپ کو آسمانوں پر اٹھاتے وقت وفات عطا کی گئی۔

چوتھی وجہ:

اگرچہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتی لیکن اگر ترتیب والا معنی اعتبار کر ہی لیا جائے تو پھر بھی اتنا مطلب نکل سکے گا اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ میں تمہیں پہلے فوت کرنے والا ہوں اور پھر آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں لیکن یہ کیسے کرے گا اور کب کرے گا اس کا ذکر نہیں یہ دلیل پر موقوف ہے اور دلیل سے ثابت ہے کہ آپ زندہ ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر فوت ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات پہلے جو ہو گی وہ یہی ہے اور آسمانوں پر اٹھایا جانا بعد میں ہو گا جیسے پہلے تھا۔

پانچویں وجہ:

ابو بکر واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "انی متوفیک" کا معنی یہ ہے کہ میں تمہاری خواہشات اور نفسانی منافع کے حصول کو مارنے والا ہوں اور میں تمہیں آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں اور ان خواہشات سے دور کرنے والا ہوں تاکہ تمہیں خواہشات اور غیظ و غضب اور برے اخلاق کے زوال سے ملائکہ کا مقام حاصل ہو جائے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ماسوا کی محبت کو نہیں مارتا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔

چھٹی وجہ:

بیشک "التوفی" کا معنی کسی چیز کو مکمل طور پر لینا اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ذات ہے جسے یہ معلوم تھا کہ

marfat.com

Marfat.com

صفحہ ۶۰ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۰ اور ایام الصلح سفحہ ۱۱۶ پر مرزا صاحب یہ داستان بے سروپا نقل کر کے اپنے نبی بننے کی راہ ہموار کرتے رہے ، لیکن مسلمان بھی ان کی چالبازیوں کو بخوبی سمجھ گئے مرزا صاحب نے اس واقعہ کے ثبوت میں نہ کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی حدیث اور یہاں تک کہ کوئی تاریخی حوالہ بھی نہیں پیش کر سکے اور بے چارے پیش بھی کیا کرتے من گھڑت داستانوں کو کیسے دلائل سے ثابت کرتے ہاں البتہ ان کے چیلے چمچے کڑچھے اب مرزا صاحب کی کہانیوں پر مبنی کتابوں کا حوالہ دے کر اپنے دل کو تسلی دے سکتے ہیں لیکن بفضلہ تعالی مسلمانوں کو ورغلانے دھوکہ دینے اور مرزا کی نبوت کا قائل کرنے میں ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

(از تفسیر نعیمی)

حیات عیسیٰ علیہ السلام پر دلائل :

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ☆﴾

(پ ۳ ع ۱۳)

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی۔

علامہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" مکر اللّٰہ تعالیٰ بھم ھو انہ رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء "

(کبیر)

یعنی اللہ تعالی نے ان سے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی بیشک اللہ تعالی نے عیسٰی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" ومکر اللّٰہ بان القی شبھہ علیہ السلام علی غیرہ فصلب ورفعہ الیہ "

(روح المعانی)

اللہ تعالی نے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی ایک اور شخص کو آپ کے مشابہ کر دیا جسے سولی دے دی گئی اور عیسٰی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔

" ومکر اللّٰہ ای جازاھم علی مکرھم بان رفع عیسٰی الی السماء والقی شَبہ علی من اراد اغتیالہ حتی قتل "

(مدارك)

marfat.com

Marfat.com

ساتویں وجہ:

"انی متوفیک" کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہیں فوت ہونے والے کی طرح کرنے والا ہوں جس طرح اس کی خبر منقطع ہو جاتی ہے اور ظاہر زمین پر اس کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں ایسے ہی تم سے بھی ظاہر طور پر لوگ کوئی نفع حاصل نہیں کر سکیں گے تمہاری زیارت سے مشرف نہیں ہو سکیں گے۔

آٹھویں وجہ:

"التوفی" کا معنی قبض کرنا بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔

" وفانی فلان دراهمی "

یعنی فلاں شخص نے میرے درہم میرے قبضہ میں دے دیئے۔

اور کبھی کہا جاتا ہے " توفیتها منه " تو اس کا معنی ہوتا ہے میں نے اس سے دراہم قبضہ میں لے لئے۔

اب معنی یہ ہوگا کہ میں تمہیں زمین سے نکال کر اپنے قبضہ قدرت میں لے کر آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں۔

اعتراض: اس صورت میں تو دونوں لفظوں کا ایک معنی ہوگا کیونکہ "متوفیک" کا معنی ہوگا قبض کرنا یعنی اٹھانا اور "رافعک" کا معنی بھی اٹھانا ہوگا یہ تکرار ہے اس کا کیا فائدہ؟

جواب: " متوفیک "ایک عمومی معنی پر دلالت کر رہا ہے یعنی یہ جنس ہے اس کے تحت مختلف نوعیں ہیں کیونکہ قبض کرنا کبھی موت کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی آسمانوں پر اٹھا کر ہوتا ہے اب واضح ہوا کہ "متوفیک" سے پتہ چلا کہ آپ کو قبض کرنا ہے کہ وہ کیسے؟ پھر رافعک سے یہ واضح ہو گیا کہ آسمانوں پر اٹھا کر۔

نویں وجہ:

" متوفیک " کا معنی فوت کرنے والا نہیں بلکہ مکمل کرنا مراد لیا گیا ہے اور مضاف یہاں محذوف

marfat.com

Marfat.com

"متوفیک" کا ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ اور حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے: " میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا" ۔ یہی معنی سب سے بہتر ہے۔ پیر صاحبؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :

علم معانی کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو اور دوسرا مجازی تو حقیقی معنی کو مجازی پر ترجیح دی جائے گی، ہاں اگر کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جس کے ہوتے ہوئے حقیقی معنی متعذر ہو تو اس وقت معنی حقیقی کو ترک کر کے معنی مجازی مراد لیا جائے، لیکن اگر ایسے قوی قرائن موجود ہوں جو حقیقی معنی مراد لینے کی ہی مؤید ہوں تو اس حالت میں حقیقی معنی کو ترک کر کے مجازی معنی مراد لینے پر اصرار کرنا تو الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے، اب آپ لفظ توفی کے معنی پر غور فرمایئے! تاج العروس میں لفظ وفی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وتوفاه ای لم یدع منه شیئا "

یعنی پورے کا پورا لے لیا اور اس سے کوئی چیز باقی نہیں رہنے دی۔

امام ابو عبداللہ رحمہ اللہ الاحکام میں لکھتے ہیں :

" توفیت ما لی من فلان ای قبضته " یعنی میں نے اس سے سارا مال واپس لے لیا۔

یہ تو ہے لفظ توفی کا حقیقی معنی ہاں یہ لفظ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن یہ اس کا مجازی معنی ہے جیسے صاحب تاج العروس نے لکھا ہے :

" ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذمات وتوفاه الله عزوجل اذا قبض روحه "

اس کا مجازی معنی ہے کہ اسے موت نے پالیا جو کوئی شخص فوت ہو جائے تو " توفی فلان " کہا جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی کی روح کو قبض کر لیا جائے تو کہا جاتا : " تو فاه الله عز و جل "

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ ایک لفظ کا حقیقی معنی ترک کر کے بغیر قرینہ کے اس سے مجازی معنی

marfat.com

Marfat.com

﴿ ولقد اُوحیَ الیکَ والی الّذینَ من قبلکَ ﴾

(۶۵ آیت الزمر)

اور تحقیق آپکی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کی گئی۔

یہاں بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر پہلے اور آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کا ذکر بعد میں۔

(الرعد)

﴿ وما قتلوہُ وما صلبوہُ ولکن شُبّہَ لھم وانّ الّذینَ اختلفوا فیہ لفی شکٍ منہُ ما لھم بہ من علمٍ الاّ اتباعَ الظّن وما قتلوہُ یقیناً بل رّفعہُ اللہُ الیہ ﴾

(۱۵۷ آیت نساء)

اور انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لئے ان کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور یقینی طور پر انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ماقبل یہود کے وعدہ توڑنے اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرنے انبیائے کرام علیہم السلام کو شہید کرنے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے اس کی وجہ ان کا کفر کرنا اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگانا اور یہ کہنا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر دیا ہے اس سے واضح ہوا کہ ان کا یہ کہنا ہی کفر تھا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" وھو حی فی السماء الثانیۃ علی ما صح عن النبی ﷺ فی حدیث المعراج وھو ھنالك مقیم حتی ینزل الی الارض یقتل الدجال ویملو ھا عدلا کماملئت جورا "

وہ دوسرے آسمان میں زندہ ہیں یہ نبی کریم ﷺ کی صحیح حدیث معراج سے ثابت ہے آپ وہیں مقیم ہیں یہاں تک کہ زمین میں اتریں گے دجال کو قتل کریں گے اور زمین کو اس عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ پہلی ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کلمہ بل آیت مذکورہ میں جس کا

marfat.com

Marfat.com

الارض ورافعك الى لتواتر الا خبار من رسول الله ﷺ "

یعنی میرے نزدیک صحیح ترین قول یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں اوراپنی طرف اٹھانے والا ہوں کیونکہ حضور ﷺ کی احادیث متواتر سے یہی چیز ثابت ہے کہ آپ کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔

(ضیاء القرآن)

علامہ رازی ... ہیں : ﴿ انی متوفیك ﴾

(آیت ۱۱۷ المائدہ)

اوراس کی ... رب تعالیٰ کے دوسرے ارشاد گرامی :

﴿ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم ﴾

پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔

میں تفسیر دو طرح کی جاسکتی ہے ایک یہ کہ آیت کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے اور کسی قسم کی تقدیم و تاخیر نہ کی جائے اور دوسری تفسیر میں تقدیم و تاخیر کا اعتبار کرنا فرض ہو گا۔

پہلی تاویل میں پھر چند وجوہات ہیں :

پہلی وجہ :

" انی متوفیك ای متمم عمرك فحنیئذ اتوفاك فلا اترکهم حتی یقتلوك بل انا رافع الی سمائی ومقربك بملا ئکتی واصونك عن ان یتمکنوا من ذالك • وهذا تاویل حسن "

(کشاف)

یعنی " انی متوفیک " کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں پوری عمر تک پہنچاؤں گا اب "اتوفاك" کا مطلب یہ ہو گا کہ میں تمہیں ایسے ہی نہیں چھوڑ دوں گا کہ یہود تمہیں قتل کر دیں بلکہ میں آسمانوں کی طرف تمہیں اٹھالوں گا اور فرشتوں کا مقرب بنادوں گا اور تمہیں اس سے محفوظ رکھوں گا کہ یہود تم پر قادر ہو سکیں علامہ رازی نے اسی تاویل کو اچھا کہا ہے۔

دوسری وجہ:

کہ "متوفیک" کا معنی "ممیتک" کا کیا جائے یہی معنی حضرت ابن عباد اور محمد بن اسحاق

marfat.com

Marfat.com

چاہئے کہ موت طبعی مسیح کی مکمل ازواقعہ قتل وصلیب زخمی متحقق ہو حالانکہ کوئی مؤرخ اسلامی اور غیر اسلامی اس کی شہادت نہیں دیتا بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تمام اہل اسلام آج تک اسی کے قائل ہیں کہ آپ کے جسم کو سولی چڑھانے سے پہلے ہی اٹھالیا گیا ہے۔

(تو ضیح المطالب مع حاشیہ ص ۱۱)

﴿ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا☆ ﴾

(آیت ۱۵۹ النساء)

اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" والمعنى انه لايبقى احد من اهل الكتب الموجودين عند نزول عيسىٰ الا ليؤمنن به قبل ان يموت و تكون لاديان كلها دينا واحدا "

مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں سے اترنے کے وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو آپ کی وفات سے پہلے آپ پر ایمان نہ لائے یعنی سب ایمان لے آئیں گے تمام دین ختم ہو جائیں گے اور صرف ایک دین ہو جائے گا۔

(روح المعانی)

اس آیت میں بھی آپ کے آسمانوں سے اترنے اور آپ پر اہل کتاب کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔

﴿ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴾

(آیت ۶۱ الزخرف)

اور بیشک عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری تابعداری کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔

" يعني نزوله سبب للعلم بقرب الساعة ويجتمع عيسىٰ عليه السلام والمهدى رضى الله عنه فيقوم عيسىٰ بالشريعة والامامة والمهدى بالسيف والخلافة "

(حاشیہ جلالین شریف)

marfat.com

Marfat.com

کچھ لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو آسمانوں پر اٹھایا ہے جسم کو نہیں تو رب نے "متوفیک" ذکر کر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکمل طور پر یعنی روح اور جسم دونوں کو آسمانوں پر اٹھایا اس تاویل کے صحیح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی : ﴿ وما یضرونک من شئی ﴾ وہ آپ کا کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے۔ (۱۱۳ آیت۔ النساء) دلالت کر رہا ہے۔

آہ رحمت و شفقت سے محرومی :

آج کئی دنوں کے تعطل کے بعد پھر قلم کو ہاتھ میں لیا؛ کیونکہ والدہ مکرمہ جو پیرانہ سالی میں بھی قرآن پاک کے سترہ، اٹھارہ پارے ہر روز تلاوت کیا کرتی تھیں اور آخری دو سال دس پارے تلاوت کرنے کا معمول رہا، اچانک ایک دن ڈیڑھ پارہ تلاوت کرنے کے بعد کمر میں کچھ تکلیف ہوئی اگرچہ بظاہر تکلیف مندفع بھی ہو گئی لیکن خوراک میں کمی ہونی شروع ہو گئی، ضعف بڑھتا گیا تقریباً ڈیڑھ دو ماہ یہی کیفیت رہی قرآن پاک کی تلاوت بھی معمول کے مطابق جاری نہ رکھ سکیں اور آخر کار اتوار کی شب بعد از نماز عشاء ۱۴ر جمادی الاول ۱۴۱۷ھ، ۲۸ ستمبر ۱۹۹۶ء اس دار فانی سے آپ نے رحلت فرمائی۔

انا للہ وإنا إلیه راجعون .

مرحومہ و مغفورہ اپنے بیٹے، بیٹیوں اور پوتے، پوتیوں اور نواسے، نواسیوں کو دعاء و رحمت اور شفقت و محبت بھری نگاہوں سے محروم کر دیا، راقم ان تمام حضرات کا شکر گذار ہے جنہوں نے کثیر تعداد میں جنازہ میں شرکت کی، خصوصاً علمائے کرام اور بالخصوص حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی کا جنہوں نے نماز جنازہ اور سوئم کے ختم قرآن پاک میں شرکت فرما کر میری حوصلہ افزائی کی اور والدہ مکرمہ کو دعاء مغفرت کا ہدیہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ والدہ محترمہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور مدارج بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں، امید ہے کہ شرف قبولیت عطا فرمائیں گے۔ جزاهم الله احسن الجزاء

marfat.com

Marfat.com

احادیث مبارکہ :

عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نازل ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے :

" عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابوہریرۃ فاقرؤا ان شئتم ﴿ وان من اہل الکتاب الالیؤمنن بہ قبل موتہ﴾ الآیۃ "

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب نزول عیسی علیہ السلام)

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ تعالیٰ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تم میں حاکم اور عادل بن کر اتریں گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے جزیہ کا حکم ختم کر دیں گے آپ مال لوگوں کو عطا کریں گے کوئی قبول کرنے والا نہیں ہو گا اس وقت کا ایک سجدہ دنیا اور دنیا کے مال و دولت سے افضل ہو گا پھر حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیات پڑھ لو۔

﴿ وان من اہل الکتاب الا لیومن بہ قبل موتہ ﴾

(آیت ۱۵۹ النساء)

اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا یہاں تک کہ آپ پر ایمان لے آئے گا موت سے پہلے۔

آپ حاکم اور عادل بن کر آئیں گے یعنی نصرانیت کو باطل کر دیں گے اور ملت حنیفیہ یعنی دین اسلام کو قبول کرنے کا حکم دیں گے یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل گمان کو ختم کرنے کے لئے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے یہ ثابت کریں گے کہ میں محمد ﷺ کا امتی ہونے کی حیثیت سے آیا ہوں چونکہ آپ کی شریعت میں خنزیر حرام ہے اس لئے اے عیسائیو تمہارا اسے پالنا اور خرید و فروخت کرنا حرام ہے اہل کتاب سے صرف اسلام کو قبول کریں گے کوئی جزیہ ان سے نہیں لیں گے آپ کے زمانہ میں

marfat.com

Marfat.com

ہے اصل عبارت متوفی عملک ہے یعنی میں تمہارے اعمال کو اپنے حضور مکمل طور پر قبول کرنے والا ہوں یہاں تک تو پہلی تاویل کے مطابق کلام ہے جو اپنے ظاہر پر ہے کوئی تقدیم و تاخیر کا اعتبار نہیں۔

دوسری تاویل:

یعنی جب واؤ کو اپنی اصلی حالت میں رکھا جائے کہ واؤ میں ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا تو اب معنی میں تقدیم و تاخیر ہوگی اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا:

" وانی متوفیك و رافعك الی و مطهرك من الذین كفروا ومتوفیك بعد انزالی ایاك فی الدنیا "

(آیت ۵۵ آل عمران)

بیشک میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور کافروں سے تمہیں پاک کرنے والا ہوں اور پھر تمہیں دنیا میں جب اتار دوں گا اس کے بعد فوت کرنے والا ہوں۔

(از کبیر)

تقدیم و تاخیر قرآن پاک میں کثیر جگہ واقع ہے اتقان میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی کئی مثالیں دیں ہیں چند ملاحظہ ہوں، حضرت مریم علیہا السلام کو رب تعالیٰ نے حکم دیا:

﴿ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ ﴾

(آیت ۴۳ آل عمران)

اور سجدہ کرو اور رکوع کرو۔

حالانکہ اس وقت بھی نماز میں رکوع پہلے اور سجدہ بعد میں تھا لیکن یہاں تقدیم و تاخیر کے طور پر ذکر ہوا۔

﴿ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ ﴾ اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو پیدا کیا۔

(آیت ۲ الملك)

حالانکہ حیات موت سے پہلے ہے۔

﴿خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ (وہ ذات جس نے) تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔

(آیت ۲۱ البقرہ)

یہاں بھی مخاطبین کا ذکر پہلے ہوا اور ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا ذکر بعد میں کیا گیا

marfat.com

Marfat.com

مقرر نہیں کریں گے کہ زکوۃ کے اونٹ حاصل کئے جائیں کیونکہ اس وقت زکوۃ لینے والا کوئی نہیں ہوگا۔

نہایہ میں ذکر کیا گیا ہے :

" تترک زکاتها فلا یکون لها ساع "

آپ زکوۃ لینی چھوڑ دیں گے اور زکوۃ وصول کرنے کے لئے کوئی عامل مقرر نہیں کریں گے۔

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس وقت نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مخالف کوئی حکم دیں گے زکوۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا اس لئے کوئی عامل مقرر نہیں کیا جائے گا یہ خبر بھی تو نبی کریم ﷺ نے ہی دی ہے۔

" فلا یسعی علیها " اس کا ایک معنی ہے :

" ولا یامر احدا ان یسعی علیها ویاخذها لانه لایجد من یقبلها الله لاستغناء الناس عنها "

کہ آپ کسی کو اونٹ بطور زکوۃ وصول کرنے کے لئے عامل نہیں بنائیں گے کیونکہ اس وقت تمام لوگ غنی ہوں گے کوئی زکوۃ وصول کرنے والا نہیں ملے گا۔

دوسرا معنی اس کا یہ ہے :

" والمراد بالسعی العمل " سعی سے مراد عمل ہے۔

یعنی اونٹوں کے ذریعے تجارت اور زمین میں سفر مال کے طلب کرنے اور دوسری ضروریات کے حاصل کرنے کے لئے چھوڑ دیں گے کیونکہ اس وقت ان کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔

شحنا : کا معنی ہے وہ عداوت جو دلوں کو کینہ اور غیظ و غضب سے بھر دے۔ تباغض بغض رکھنا یہ عداوت کا سبب ہے تحاسد حسد کرنا یعنی کسی کی نعمت کا زوال طلب کرنا اور اسی نعمت کو اپنے لئے طلب کرنا یہ حسد بغض کا سبب ہے ان تمام برائیوں کا سبب دنیا کے مال سے محبت رکھنا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے دلوں سے دنیا کی محبت زائل کر دیں گے جس کی وجہ سے یہ برائیاں خود بخود زائل ہو جائیں گی۔

marfat.com

Marfat.com

ترجمہ بلکہ ہوتا ہے ابطال ما قبل کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ زعم یہود کو جو عیسیٰ بن مریم کی مقتولیت او مصلوبیت کے قائل تھے باطل کرتا ہے اور ما قبل اور مابعد بل اضرابیہ ابطالیہ کے متضاد ہوتے ہیں یعنی دونوں میں معاً متحقق نہیں ہوتے۔

(شمس الهدايه ص ۸)

﴿ وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه ﴾ میں حسبِ مقتضی کلمہ بل مقتولیت (قتل ہو جانا) اور مرفوعیت (اٹھایا جانا) یعنی مسیح کے مارے جانے اور اٹھائے جانے میں منافات اور عدم اجتماع فی التحقیق چاہیے اور ظاہر ہے کہ مابین مارے جانے اور اٹھائے جانے روح کے آسمان کی طرف کچھ منافات نہیں دونوں امر معاً پائے جاتے ہیں ۔ مقربین سے جو قتل کیا جاتا ہے ان کی ارواح بھی عالم علوی کو اٹھائی جاتی ہیں اب بالضرورۃ رفع جسمانی لینا پڑے گا کیونکہ مسیح کے قتل جسمی اور رفع جسمی دونوں میں تضاد اور تنافی ہے اگر جسم مسیح یہود کے ہاتھ میں مقتول ہو تو وہی جسم عالم بالا کی طرف مرفوع نہ ہوا (نہ اٹھایا گیا) اور اگر مسیح بجسدہ العنصری (اپنے ظاہر جسم کے ساتھ) محفوظ وامان اٹھائے گئے تو یہود کے ہاتھ میں مقتول نہیں ہو سکتے۔

توضیح مقام :

اس مقام کی وضاحت یہ ہے کہ رفعه الله تعالى یا تو کنایہ ہوگا اعزاز اور رفع منزلت ہے جیسا کہ مرزا صاحب بشہادت محاورہ اور حوالہ کتب لغت لیتے ہیں، اس صورت میں ظاہر ہے کہ قتل اور قرب الٰہی میں تضاد نہیں بلکہ قتل اور شہادت موجب مستقل ہے رفع منزلت عند اللہ تعالیٰ کے لئے سوائے نبوت کے اور یا مراد اس سے رفع روحی بطریق موت طبعی کے ہوگا بقرینہ وعدہ توفی یعنی ......

﴿ يا عيسىٰ انى متوفيك ورافعك الى ﴾

(آیت ۵۵ آل عمران)

فقط لفظ " متوفيك " اگرچہ مطلق موت پر دال ہے عام اس سے کہ اپنے آپ ہو یا قتل کی وجہ سے ...ن حصر جو مستفاد ہے ضمیر متکلم کے مسند الیہ اور صیغہ مشتق کے مسند بنانے سے مفید ہے موتِ طبعی کا ...ں تقریر میں اگرچہ تضاد متحقق ہے مگر بلحاظ اس کے کہ ماضویت توفی اور رفع کے ......

...... "بل توفاه الله ورفعه الله اليه" میں بہ نسبت ما قبل کلمہ بل کے طرف ہوئی

marfat.com

Marfat.com

لامت کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو افضل ہو چونکہ آپ نبی اور رسول ہیں اور کامل درجہ رکھنے والے ہیں۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقام نبوت ختم نہیں ہو گا صرف آپ کی شریعت کے احکام جاری نہیں ہوں گے بلکہ نبی کریم ﷺ کی شریعت کے احکام کی تبلیغ فرمائیں گی آپ کے نازل ہونے پر پہلی نماز امام مہدی پڑھائیں گے تاکہ اس امت کی فضیلت واضح ہو جائے اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام ہی نمازیں پڑھائیں گے اس حدیث پاک سے بھی عیسیٰ بن مریم کا نزول واضح طور پر ثابت ہوا۔

"عن عبداللہ بن عمر وقال قال رسول اللہ ﷺ ینزول عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن فی قبری فاقول انا و عیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء"

(مشکوۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے پھر شادی کریں گے اور آپ کی اولاد ہو گی اور پینتالیس سال ٹھہریں گے پھر آپ فوت ہوں گے پھر میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی مقبرہ سے اٹھیں گے یہاں تک کہ ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں حدیث شریف میں جو لفظ قبر استعمال ہوا ہے اس کا معنی مقبرہ ہے یعنی میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

"فی قبر واحد" کا مطلب یہ ہے کہ ایک ساتھ ہم اپنی اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسے ایک قبر سے اٹھ رہے ہوں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر دونوں نبیوں کے دائیں بائیں ہو جائیں گے تاکہ یہ دونوں حضرات ایک ساتھ ہوں دائیں جانب ابوبکر اور دوسری جانب عمر ہوں گے۔

بعض راویوں سے ہے:

"وقد بقی فی البیت موضع قبر"

یعنی قبر مبارک کے پاس جگہ خالی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے۔

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہوگا عیسیٰ علیہ السلام اور امام مھدی کا اجتماع ایک زمانہ میں ہوگا عیسیٰ علیہ السلام شریعت وامامت کے امور سرانجام دیں گے اور حضرت مھدی کے سپرد خلافت وجہاد کے معاملات ہوں گے۔

" انه بنزوله شرط من اشراطها وتسميته علما لحصوله به "

(ابوالسعود ۹)

بیشک عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے آپ کے اترنے کو علم کہا گیا ہے کیونکہ آپ کے اترنے سے قیامت کا علم حاصل ہو جائے گا کہ قیامت اب آرہی ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے بھی ان الفاظ سے ہی روح المعانی میں تفسیر کی ہے جن الفاظ سے ابو السعود نے کی ہے اس آیت میں بھی واضح ہوا کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں اور قیامت کے قریب اتریں گے۔

﴿ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً ﴾

(آیت ٤٦ آل عمران)

اور لوگوں سے کلام کرے گا پنگھوڑے میں اور پکی عمر میں۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے بچپن کی وہ عمر جس میں عام بچے کلام نہ کرتے ہوں گے اس وقت کلام کرنا ایک معجزہ ہے لیکن پکی عمر میں تو ہر انسان کلام کرتا ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص کیسے ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

" وكهلا ان يكون كهلا بعد ان ينزل من السماء فى آخر الزمان ويكلم الناس ويقتل الدجال قال الحسين بن الفضل وفى هذه الاية نص فى انه عليه الصلوة والسلام سينزل الى الارض "

پکی عمر میں کلام کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ آخر زمانہ میں آسمانوں سے اتریں گے اس وقت آپ کی عمر پکی ہوگی اور آپ لوگوں سے کلام فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے حسین بن فضلؒ نے کہا یہ آیت واضح طور پر نص ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے۔

marfat.com

Marfat.com

وغیرہ کتب احادیث کو مطالعہ فرمائے مگر مومن فھیم کے واسطے آثار اور احادیث سے جو بیان کر چکا ہوں کافی ہیں، یہ احادیث متواترہ ہیں نزول مسیح کا جو مستلزم ہے رفع کو سب میں اتفاق ہے زیادہ بیان ہونا افعال اور صفات کا بعض حدیثوں میں اور بعضوں میں کم، وجہ اس کی یہ ہے کہ جس قدر اوصاف بذریعہ وحی ﷺ کو معلوم ہوئے انکو بیان فرمایا سامع نے ان کو یاد رکھا پھر جب اور معلوم ہوئے ان کو پھر بیان فرمایا علی ھذا القیاس"

﴿ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ﴾

(آیت ۳، ۴ النجم)

یہی وجہ ہے کہ بعض راویوں میں سے بعض صفات اور احوال مروی ہیں دوسرے سے کچھ اور کبھی ایک راوی کی روایت میں کمی بیشی ہوا کرتی ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

جو احادیث عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق مروی ہیں وہ ان جلیل القدر صحابہ کرام سے مروی ہیں ابو ہریرہ عبد اللہ بن مسعود عثمان بن ابی العاص ابی امامہ نواس ابن سمعان عبد اللہ بن العاص مجمع بن جاریہ ابی شریحہ حذیفہ بن اسید جابر سمرہ بن جندب عمرو بن عوف عمران بن حصین کیسان حذیفہ بن یمان عائشہ عبد اللہ بن عباس انس رضی اور ان کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی مروی ہیں۔

(از شمس الھدایہ ص ۳۸)

افسوس جہالت ایسا مرض ہے کہ ہزاروں اردو خوانوں سادہ لوحوں کے لئے روز بروز ہلاک کرنے والا ثابت ہو رہا ہے نہ تو صحابہ کرام کی طرح مہارت لسانی انہیں حاصل ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کی طرح ان کے دل کو روشن و منور کیا گیا ہے کہ وہ حق بات کو سمجھ کر راہ راست پر چلیں اور نہ ہی علمی استعداد کہ فصاحت وبلاغت اور کلام کے سیاق و سباق سے مقصد کو سمجھیں اور نہ ہی یہ صلاحیت حاصل ہے کہ مقتضی حال کے مطابق مراد کو سمجھ سکیں۔

ان جہلاء کے بھٹکنے کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ اور بھٹکے ہوئے شخص کو اپنا راہنما بنالیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے ہدایت عطا فرمائے۔

(ماخوذ از شمس الھدایہ ص ۵۴)

marfat.com

Marfat.com

مال کی کثرت ہو گی یہاں تک کہ جس طرح وادیوں میں پانی چلتا ہے ایسے ہی مال کی فراوانی ہو گی اس وقت عبادت میں سے صرف لوگ اتنی لذت محسوس کریں گے کہ ایک سجدہ اور ایک نماز انہیں دنیا بھر سے بہتر محسوس ہوں گے حضرت ابو ہریرہ نے آیت کو بطور دلیل پیش کیا کہ اس وقت تمام لوگ دین اسلام کو قبول کر لیں گے۔

" عن ابوهريره قال قال رسول الله ﷺ والله لينزلن ابن مريم حكما عادلا فليكسرن الصليب وليقتلن الخنزير وليضع الجزية وليتركن القلاص فلايسعى عليها ولتذهبن الشحنة والتباغض والتحاسد وليدعون الى الكمال فلا يقبله احد رواه مسلم وفى رواية لهما قال كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم "

(مشكوة باب نزول عيسىٰ عليه السلام . مسلم و بخارى)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالی کی ابن مریم حاکم وعادل بن کر ضرور بضرور اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور ضرور بر ضرور خنزیر کو قتل کریں گے اور یقینی طور پر جزیہ کو ختم کر دیں گے اونٹوں کو چھوڑ دیں گے ،ان پر کوئی عمل نہیں کریں گے ، عداوت ، بغض اور حسد کو ختم کر دیں گے ، مال کی طرف لوگوں کو بلائیں گے کوئی اسے قبول نہیں کرے گا ۔یہ مسلم شریف کی روایت ہے بخاری اور مسلم دونوں نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارے امام بھی تم میں ہوں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔

اس حدیث شریف میں تمام تاکید کے صیغے استعمال ہوئے ہیں کہ آپ کا اترنا یقینی ہے شک و شبہ سے پاک ہے۔

قلاص : بکسر القاف قلوص کی جمع ہے جوان اونٹنی کو کہا جاتا ہے آپ اونٹوں کو کام میں لانا چھوڑ دیں گے کیونکہ لونٹ کی ضرورت ختم ہو جائے گی اس وقت اونٹ کے بغیر اور سواریاں بوجھ اٹھانے اور سامان کی نقل و حرکت کے لئے کثیر تعداد میں ہوں گی یا اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی ایک کو اونٹوں کے حصول کیلئے

marfat.com

Marfat.com

دعوت اسلام فرمائیں گی۔ ان کے زمانہ پاک میں اسلام کے سوا تمام دین مٹ جائیں گے اور شیر اونٹ کے ساتھ اور چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ چریں گے اور بچے سانپ سے کھیلیں گے اور وہ انہیں نقصان نہ دے گا۔

مسند احمد کی ایک اور روایت شمس الھدایہ کے حوالے سے ہی نقل کی جا چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور سے آپ کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا وہاں چار قبروں سے زیادہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ چوتھی قبر عیسیٰ کی ہوگی۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

دجال کا نکلنا یاجوج وماجوج کا خروج، آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ کا آسمان سے اترنا اور یہ ساری علامات قیامت حق ہیں۔

امام مالک نے کہا:

اس حال میں کہ لوگ کھڑے ہوئے نماز کی تکبیر سن رہے ہوں گے کہ بادل چھائے گا اور اچانک عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔

علامہ زرقانی مالکی اپنی کتاب قسطلانی میں فرماتے ہیں:

"عیسیٰ علیہ السلام اتر کر ہمارے نبی ﷺ کی شریعت پر فیصلہ فرمائیں گے وہ اگرچہ امت محمدیہ کے خلیفہ ہوں گے لیکن ساتھ نبی بھی ہوں گے کیونکہ شریعت کے نسخ سے نبوت زائل نہیں ہوتی۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین امام جلال الدین سیوطی اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر تفصیلی طور پر بحثیں کی ہیں اور وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں۔ اسی طرح امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد اور تمام محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی عقیدہ تھا۔ نیز امام غزالی، امام رازی، امام جوزی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی اسی کے قائل ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں بیان کیا جائے کہ "سوائے مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے اہل علم میں سے کوئی بھی نزول عیسیٰ علیہ السلام کا منکر نظر نہیں آتا۔"

(از مصنف)

marfat.com

Marfat.com

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت تمام دنیا چونکہ ایک ہی دین پر قائم ہو گی یعنی سب کا دین اسلام ہو گا بغض اور حسد وغیرہ جیسی برائیاں مختلف دینوں اور مذاہب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا معنی ہی زیادہ معتبر ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں آج کے زمانہ میں بہت سے شہروں میں لوگ اسلام پر اتفاق رکھتے ہیں اور ان میں علماء کرام مشائخ کرام بھی موجود ہوتے ہیں باوجود اس کے ان میں بغض حسد عداوت جیسے عیوب پائے جاتے ہیں اور لڑائی جھگڑے قتل وغارت پائے جاتے ہیں ان کے اسباب صرف مخلوق میں بلند مرتبہ حاصل کرنا اور حرام مال کی طرف میلان ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا جب نزول ہو گا اس وقت مسلمانوں کے امام مہدی ہوں گے جو قریش سے ہوں گی آپ اتر کر پہلی نماز امام مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے تاکہ نبی کریم ﷺ کے دین کی عظمت واضح ہو جائے کہ آپ نبی کریم ﷺ کی شریعت مطہرہ کے احکام ہی لوگوں پر نافذ کریں گے ان کی اپنی شریعت تو کب کی منسوخ ہو چکی ہے نبی کریم کا ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب تم میں اتریں گے اور تمہارے امام تم میں سے موجود ہوں گے اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا یعنی تمہیں اپنی عظمت وتکریم پر تعجب ہونا چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام آتے وقت پہلی نماز تمہارے امام کی اقتداء میں ادا کریں گے۔

" عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاهر ین الی یوم القیامة قال فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امبرهم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله هذه الامة "

(مسلم، مشجوۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت جابر سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ ایک گروہ میری امت میں سے حق پر جہاد کرتا رہے گا اور قیامت تک ان کو غلبہ حاصل رہے گا آپ نے فرمایا عیسیٰ ابن مریم اتریں گے لوگوں کے امیر انہیں کہیں گے آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ آپ فرمائیں گے نہیں بیشک تم میں سے بعض امیر ہیں بعض پر۔ آپ کا یہ ارشاد اس تکریم کے پیش نظر ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے پر امام مہدی انہیں نماز پڑھانے کے متعلق کہیں گے کیونکہ

" فان الاولی بالامامة هو الافضل وانت النبی علیه السلام الرسول الکمل "

marfat.com

Marfat.com

لہذا اگر عیسیٰ علیہ السلام مٹی میں پھونک کر پرندے بناتے ہوں تو انہیں خدا ماننا پڑے گا، مشرکین بتوں کو خالق مان کر ہی مشرک ہوئے، اور مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو خالق مان کر مرتد۔

(نعوذ باللہ من جہالتہ و کفرہ)

اس آیت کے معانی صرف یہ ہیں کہ:

"میں تمہارے دلوں کو نور ایمانی سے منور کر دیتا ہوں جس سے وہ پرندہ بن کر راہ الٰہی طے کرتا ہے نہ کہ کوئی مٹی کا کھلونا"

حدیث شریف میں شہداء کے متعلق ہے کہ شہیدوں کی روح سبز چڑیوں کے پیٹ میں رہ کر جنت کی سیر کرتی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

(بیان القرآن مصنفہ محمد علی لاہوری مرزائی)

دوسری جگہ کہتے ہیں:

"مر کر دنیا میں لوٹنا قانون قدرت کے خلاف ہے، حدیث شریف میں ہے کہ شہید شہادت کے بعد دنیا میں آنے کی تمنا کرتے ہیں مگر ان کی یہ تمنا پوری نہیں کی جاتی۔ کیونکہ قانون قدرت کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی باقی مردوں کو زندہ نہیں کر سکتے کیونکہ مردے اگر اپنی عمر پوری کر کے مرے تھے تو انہیں دوبارہ عمر کیسے ملی اور اگر انکی عمر باقی تھی تو پہلے موت کیوں آگئی"۔

(بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی لاہوری۔ مرزائی)

جواب: "خلق" کا ایک معنی ہے پیدا کرنا، یعنی عدم سے وجود میں لانا، حیات بخشنا اور دوسرا معنی ہے بنانا، گھڑنا، اندازہ لگانا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص جو خلق ہے وہ بمعنی پیدا کرنے کے ہے۔ شکل و صورت بنانا یہ صفت بندوں کو بھی حاصل ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پرندے کی صورت بنائی اور اس کو حیات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام کے عرض کرنے پر اس لیے یہ آپ کا معجزہ ہوا۔ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عام عادت کے خلاف ہو اور مدعی نبوت سے سرزد ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کو رب تعالیٰ نے بیان فرمایا:

﴿ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ ﴾

(پ ۷ سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۰)

marfat.com

Marfat.com

محقق ابن جوزی فرماتے ہیں عمر کے پاس مدفون ہوں گے کیونکہ ہمیں بہت سے لوگوں نے خبر دی ہے جو حجرہ شریف کے اندر گئے ہیں کہ عمر کے پہلو میں جگہ خالی ہے۔

"واخرج البخاری فی تاریخه والطبرانی عن عبدالله بن سلام قال یدفن عیسٰی بن مریم مع رسول الله ﷺ وصاحبیه فیکون قبره رابعا"

بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے اور طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے کہ وہ فرماتے ہیں عیسٰی بن مریم محمد ﷺ اور شیخین کے پاس دفن کئے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

" واخرج الترمزی وحسنه عن محمد بن یوسف بن عبد الله بن سلام عن ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراۃ صفة محمد و عیسٰی بن مریم یدفن معه"

ترمذی نے حدیث کا اخراج کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے کہ عبداللہ بن سلام نے فرمایا محمد ﷺ کی صفت توراۃ میں موجود ہے اور یہ بھی توراۃ میں ہے کہ عیسٰی بن مریم خاتم النبین ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

" عن عائشة قالت قلت یارسول الله انی اری اعیش بعدك فتأذن لی ان ادفن الی جنبك فقال وانی لی بذلك الموضع ما فیه الاموضع قبری وقبرابی بکر وعمر و عیسٰی بن مریم"

حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی اگر اجازت ہو تو میں آپ کے پاس مدفون ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس تو ابوبکر اور عمر کی قبر کے سوا اور جگہ نہیں۔

سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ فرماتے ہیں :

آثار دربارۂ مرفوع ہونے جسم مسیح کے اور احادیث نزول عیسٰی علیہ السلام کی سوا ان کے جو بیان کر چکا ہوں اور بھی بکثرت موجود ہیں جس کا جی چاہے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر در منثور اور تفسیر ابن جریر کو ملاحظہ فرمائے اگر اس سے بھی اطمینان حاصل نہ ہو تو کنز العمال و مسند احمد

marfat.com

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام کی قوم کا پورا واقعہ یوں بیان فرمایا:

﴿ فقال لهم الله موتوا ثم احياهم ﴾ (۲ سورۃ البقرہ آیت ۲۴۳)

یعنی رب تعالیٰ نے ان کو پہلے موت دی پھر ان سب کو زندہ فرمایا۔

نیز قرآن کریم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم نے ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت سے منہ موڑا۔

﴿ فاخذتكم الصاعقة وانتم تنظرون ثم بعثناكم من بعد موتكم ﴾

(پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۵۵۔۵۶)

یعنی تمہیں دیکھتے ہوئے کڑک نے پکڑ لیا پھر ہم نے تمہیں مرے بعد زندہ کیا۔

غرضیکہ مردے زندہ کرنے کے لئے بے شمار واقعات قرآن کریم نے بیان فرمائے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے قریب دجال لوگوں کو مار کے زندہ کرے گا، اگر ان سب آیات اور احادیث میں مجازی معنی مراد لئے جائیں تو پھر قرآن واحادیث ایک تماشہ بن کر رہ جائیں اور کسی آیت پر اعتماد نہ رہے۔

(نور عینی پارہ ۳ ص ۵۵۰)

اعتراض : اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے خلاف ہے، وہ نبوت کرنے آئے تھے نہ کہ طبابت ،لہذا یہاں سے دل کے اندھے مراد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ولكن تعمى القلوب التي في الصدور ﴾ (۱۷ سورۃ الحج آیت ۴۶)

ایسے ہی برص یعنی کوڑھی سے وہ بدی مراد ہے جو بظاہر کھلی معلوم ہو۔

اور حضرت مسیح یہ فرمارہے ہیں کہ میں دل کے اندھوں اور بدکاری کے کوڑھیوں کو ایمان و تقویٰ کا راستہ بتا کر اچھا کر سکتا ہوں۔

(بیان القرآن ۔ محمد علی مرزائی)

جواب : اگر بغیر کسی دلیل کے اپنی رائے سے تفسیر کرنی ہو تو جو چاہو کرلو، لیکن اگر دلائل کی بات کرنی ہے تو یہ بتاؤ کہ یہ معانی کس مفسر نے کئے ہیں ؟ بے شک نبوت میں احکام کی تبلیغ ہے۔ مگر نبوت منوانے کے لئے معجزات کی ضرورت اور معجزہ میں عاجز کرنا شرط ہے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ایسا معجزہ دکھایا جائے جس سے کام کے ماہر عاجز رہ جائیں تاکہ یہ خداداد اختیار ، نبوت کی دلیل ہو ، چونکہ آپ علیہ السلام

marfat.com

Marfat.com

مقام توجہ :

بیان کردہ احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ آسمانوں سے اترنے والی شخصیت کا نام عیسٰی ہوگا وہ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہوں گے ان کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوگی کوئی زکوۃ لینے والا نہیں ملے گا دین ایک ہو جائے گا یہودیت و نصرانیت ختم ہو جائیں گی مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ ان احادیث میں عیسٰی بن مریم سے میں مراد ہوں مگر خیال رہے کہ مرزا جی کا نام عیسٰی ہے اور نہ ان کی ماں کا نام مریم علیہا السلام ہے بلکہ ان کا نام غلام احمد اور ان کی ماں کا نام چراغ بی بی ہے اور مرزا جی مدینہ پاک میں نہیں مرے عیسٰی بن مریم علیہ السلام تو نبی کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے لیکن مرزا جیسے ناپاک جسم کو حضور ﷺ اپنے ساتھ کیسے قبول کر سکتے تھے اس لئے اسے قادیان میں ہی مرنا پڑا۔

نیز مرزا صاحب کے زمانہ میں مال و دولت کی کثرت بھی نہیں ہوئی خود وہ انگریز سے چندہ لیتے رہے بلکہ وہ انگریز کا لگایا ہوا ہی پودا تھا آج تک مرزائیوں کی یہ حالت ہے ربوہ میں دیکھئے دو قبرستان ہیں ایک میں پودے لگے ہوئے ہیں اور دوسرا پودوں اور پھولوں سے خالی ہے اس میں گھاس پھوس اور جھاڑیاں نظر آتی ہیں جو زیادہ پیسے دے دے اسے باغیچہ والے قبرستان میں جگہ دی جاتی ہے اور جو تھوڑے پیسے دے اسے دوسرے میں جگہ دی جاتی ہے گویا قبریں بیچ کر وہ اب بھی اپنا گزارہ چلا رہے ہیں اور مرزا صاحب کے زمانہ میں یہودیت و نصرانیت کو ختم کر کے ایک دین اسلام میں سب لوگ آگئے ہیں ایسا بھی نہیں ہوا تو مرزا صاحب مسیح موعود کیسے ؟

حیات عیسٰی علیہ السلام کا ثبوت ائمہ کرام سے :

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ائمہ انام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب تشریف لائیں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں بہت سی احادیث درج فرمائی ہیں۔ ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عیسٰی علیہ السلام آکر

marfat.com

Marfat.com

قدر مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟

(در منثور پ ۲ ص ۵۳۶)

خیال رہے کہ مرزائیوں نے یہ عقیدہ یہودیوں سے حاصل کیا ہے۔

" والیھود تقذف امه بیوسف النجار "

(روح المعانی ج ۲ حصہ دوم ص ۱۶۳)

یہود عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو یوسف نجار سے تہمت لگاتے تھے۔

اعتراض: وتکون الملل کلھا ملة الاسلام فقرہ کو یہ آیت معارض ہے۔

﴿ و لو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين ☆ الا من رحم ربك ولذالك خلقهم وتمت كلمة ربك لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين ☆﴾

(پ ۱۲ سورۃ ھود ۱۱۸ ۱۱۹)

چنانچہ فاضل امروہوی (مرزا کا چیلہ) صاحب اعلام الناس لکھتے ہیں کیونکہ حسب مقتضی اس آیت کے کسی زمانہ میں اتفاق ایک ملت پر ممکن نہیں۔

جواب: اس فقرہ حدیث کو بوجہ عدم قبول تاویل کے حسب مطلب اپنے کے اپ کاٹنا چاہتے ہیں آیت میں استثناء ﴿ الا من رحم ربك ﴾ موجود ہے اور استثناء زمانیات کا مستلزم ہے۔ استثناء زمان کو لہذا مسیح کے وقت سب کا مرحوم ہونا اور سب کا متفق ہونا ملت واحدہ پر ممکن ہو گا۔ ضروری امر بمقتضی آیت کے صرف اتنا ہی ہے کہ اختلاف فی الجملہ اور جہنم کا بھر دینا متحقق ہو، وہاں اگر بعد ﴿لا یزالون مختلفین﴾ کے ﴿ الا من رحم ربك ﴾ نہ ہوتا تب بوجہ اختلاف دائمی کے زمان مسیح کا اتفاقی ہونا ناممکن تھا۔

(شمس الہدایہ ص ۶۸)

اعتراض: جس حدیث سے سمجھ آرہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تمام لوگ ایک دین پر قائم ہو جائیں گے وہ اس آیت کے مخالف ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک دین پر قائم کر دیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف پر رہیں گے۔ جب یہ حدیث آیت کے مخالف ہے تو اس پر عمل نہیں ہو سکے گا۔

marfat.com

Marfat.com

معجزات وحیات عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراضات وجوابات :

عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کا ذکر کیا گیا ہے ان تمام کا مرزائیوں نے انکار کیا ہے اور اس آیت میں یہودیانہ تحریفات کیں ، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے گھر کے نبی اور خود ساختہ شیل مسیح یعنی مرزا غلام احمد قادیانی میں کوئی کمال نہ تھا لہذا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان تمام کمالات کا انکار کردیا۔

اعتراض : پیدا کرنا خدا کی صفت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ﴾ (سورۃ الرعد آیت ١٦)

فرمادیجئے! اللہ ہر چیز کا خالق ہے ۔

نیز فرماتا ہے : ﴿ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ﴾ (سورۃ الفرقان آیت ٢)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔

نیز فرماتا ہے : ﴿ رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ﴾

ہمارا رب جس نے ہر چیز کو صورت خلق عطا کی۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ خالق صرف رب تعالیٰ ہی ہے غیر خدا میں یہ صفت ماننا شرک ہے

رب تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ ﴾ (١٣ سورۃ الرعد آیت ١٦)

کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ ایسے پیدا کرتے ہیں جیسے اللہ پیدا کرتا ہے۔

نیز بتوں کے بارے میں فرماتا ہے :

﴿ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴾ (١٤ سورۃ النحل آیت ٢٠)

وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود گھڑے گئے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

کی روایت ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخ اور بال گھونگریالے اور سینہ چوڑا ذکر ہے یہ بخاری کی خطا ہے حقیقت میں یہ روایت حضرت ابن عباس سے ہی ہے یعنی عن مجاهد عن ابن عباس دیکھو اخراجات محمد بن کثیر اور اسحاق بن منصور سلولی اور ابن ابی زائدہ اور یحییٰ بن آدم وغیرہ کے (رحمۃ اللہ علیہم) ۔

عینی شرح بخاری اور مشکوٰۃ شریف میں ہے :

" وعن ابن عباس عن النبی ﷺ قال رأیت لیلة اسری بی موسی رجلا آدم طوالا جعدا کانه من رجال شنوة ورأیت عیسی رجلا مربوع الخلق الی الحمرة والبیاض سبط الراس "

(متفق علیه)

اس حدیث میں ابن عباس ہی عیسیٰ علیہ السلام کا رنگ سرخی سفیدی سے ملا ہوا بیان کرتے ہیں اور آپ کے بال بہت زیادہ پیچدار نہیں تھے (بلکہ معمولی گھونگریالے تھے)۔ یہ بھی ابن عباس بیان کر رہے ہیں اور اب یہ گمان کرنا کہ سرخ رنگ والے عیسیٰ علیہ السلام اور تھے اور گندمی رنگ والے عیسیٰ علیہ السلام اور ہیں صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد دونوں روایتوں میں واقعہ معراج کے متعلق ہے جس کے پہلے بروایت مسلم

عن جابر ان رسول الله ﷺ قال عرض علی الانبیاء

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر انبیائے کرام پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دونوں روایتوں میں اسی عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے جو انبیائے کرام کی جماعت میں اسی طرح شامل ہیں جس طرح موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام داخل ہیں کسی حدیث پاک میں بھی مثیل مسیح یعنی مرزا صاحب کا کوئی ذکر نہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام اور ہوتے اور مثیل عیسیٰ اور ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے میں نے عیسیٰ علیہ السلام اور مثیل عیسیٰ کو دیکھا حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا پس واضح ہوا کہ حدیث پاک سے مرزا صاحب کا اپنے آپ کو مسیح موعود اور مثیل عیسیٰ ثابت کرنا باطل ہے۔

(شمس الهدایة ص ٦٨)

اعتراض : مرزا صاحب کا ذکر حدیث پاک میں ہے صحیح مسلم میں ہے

" لو کان العلم معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس "

marfat.com

Marfat.com

اور جب تو مٹی سے پرندے کی سی مورت میری حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْـرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾

(پ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۴۹)

عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اس شکل و صورت میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

ان آیات سے بخوبی واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی مورتی بناتے تھے اور اس میں پھونک مارتے اور یہ کہتے کہ اللہ کے حکم سے اڑ، وہ پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ اسے حیات عطا فرماتا تھا۔

جو توجیہ محمد علی صاحب نے بیان کی ہے اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں اور نہ ہی آپ کا معجزہ ہے کیونکہ دلوں کو نور ایمانی سے تمام انبیائے کرام منور کرتے رہے بلکہ یہ وصف اولیائے عظام اور علمائے کرام کو بھی حاصل ہے۔

یہ کہنا کہ موت کے بعد زندہ ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے تو اس کا جواب بھی واضح ہے کہ معجزہ تو ہے ہی وہ کہ عادت کے خلاف ہو۔ یعنی ہلاک شدہ بستیوں کو زندہ کرنا قانون نہیں، البتہ خصوصیات اس کے علاوہ ہیں ۔ قرآن حکیم نے حضرت عُزیر علیہ السلام کا واقعہ یوں بیان فرمایا:

﴿ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ﴾

(پ ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹)

اللہ تعالیٰ نے انہیں سو سال مردہ رکھ کر پھر زندہ کیا۔

پھر فرمایا:

﴿ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ﴾

(پ ۳ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹)

اے عزیر اپنے مرے ہوئے گدھے کی خشک ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم انہیں کس طرح جمع کر کے گوشت پہناتے ہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

، حالانکہ مرزا صاحب جو مسیح موعود ہونے کے دعویدار ہیں وہ کتنے عرصہ سے آچکے ہیں،

بلکہ مرزا صاحب اپنی موت تک بھی یہ کرشمہ نہ دکھا سکے۔"

عیسیٰ علیہ السلام کی صفات میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ" لیدعون الی المال فلا یقبله احد " لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے لیکن کوئی ایک بھی قبول نہیں کرے گا۔

اس کا مطلب امروہی نے یہ بیان کیا ہے۔

کہ اس سے مراد بھی مرزا صاحب ہیں: کیونکہ انہوں نے بذریعہ اشتہارات روپیہ دینے کا وعدہ مخالفین اسلام (ان کے معنوی اسلام) کو فرمایا اور کسی نے قبول نہیں کیا۔

اس کا جواب حضرت پیر صاحب یوں دیتے ہیں

کہ حدیث میں " فلا یقبله منه " مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سب لوگ اہل اسلام ہوں گے اور سب کو عبادت کی بہت زیادہ رغبت ہوگی اور سب تارک دنیا اور زاہد ہوں گے اس پر حدیث پاک کے الفاظ شاہد ہیں

حتی تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها

اس لئے کہ اس وقت مسلمان زاہد اور عابد ہوں گے جو دنیا کو قبول نہیں کریں گے حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت مخالفین اسلام بھی ہوں گے (جیسا کہ مرزائیوں نے معاذ اللہ مسلمانوں کو مخالفین اسلام کہا) اور ان کو حقیقت اسلام ظاہر کرنے کے مقابلہ میں اشتہارات کے ذریعے روپیہ دینے کا وعدہ دیا جائے گا اور وہ قبول نہیں کریں گے۔ خیال رہے کہ اسلام بذات خود امر حق ہے واقع کے مطابق ہے قیامت تک کوئی مخالف بھی یہ نہیں کر سکتا کہ اسلام کے حق ہونے کو زائل کر سکے یا اسلام کے ناحق ہونے کو ثابت کر سکے۔

اسلام اپنے حق ہونے میں کسی انسان کا محتاج نہیں بلکہ رب تعالیٰ نے خود اس کے غلبہ کا ذمہ اٹھا رکھا ہے حدیث پاک " ظاهرين الى يوم القيامة " (اسلام کو قیامت تک غلبہ حاصل رہے گا) اس پر شاہد ہے۔

، شمس الہدایہ ص ۷۰

marfat.com

Marfat.com

کے زمانہ میں طب کا بہت زور تھا تو طبیبوں کو عاجز کرنے کے لئے یہ معجزات عطا فرمائے گئے، جس کی صدہا روایتیں ملتی ہیں، لیکن مرزا صاحب کے چیلے اپنے موقف پر ایک روایت بھی پیش نہیں کر سکتے۔

(از نعیمی پ ۳ ص ۵۵۲)

اعتراض : عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد پیدا نہیں ہوئے بلکہ مریم یوسف نجار کے نکاح میں آئیں آپ ان کے بیٹے ہیں۔

جواب : قرآن کریم نے عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کی بے شمار گواہیاں دی ہیں :

۱۔ انہیں آدم علیہ السلام سے مشابہت دی ہے۔

﴿ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ ﴾

(پ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۵۹)

عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔

۲۔ انہیں عیسیٰ بن مریم کہا، حالانکہ قرآن کریم نے سوائے مریم کے عورت کا نام نہ لیا اگر وہ کسی مرد کے فرزند ہوتے تو اسکی طرف نسبت کی جاتی۔

۳۔ یہود نے حضرت مریم کو تہمت زنا لگائی تھی تو عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں کلام کرنے کی طاقت عطا کر کے ان سے ماں کی پاکدامنی بیان کرائی، اگر مریم شادی شدہ تھیں تو یہود تہمت کیوں لگاتے؟ اور اس تہمت کے دفع کرنے کے لئے اتنا بڑا واقعہ کیوں ہوتا؟ صرف یوسف نجار کہہ دیتا کہ یہ میرا بچہ ہے۔

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہوا کیونکہ وہ کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوئے

۵۔ قرآن کریم نے ان کی ماں کا یہ قول بار بار نقل فرمایا :

﴿ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ﴾ (پ ۳ سورۃ آل عمران ۴۷)

مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا۔

اگر ان کا نکاح ہو چکا تھا تو اس کہنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

۶۔ حضرت مریم جنگل میں جا کر وضع حمل سے فارغ ہوئیں اگر یوسف نجار کی بیوی ہوتیں تو اس

marfat.com

Marfat.com

تم میں سے بعض کو فوت کیا جاتا ہے اور بعض کو بڑی عمر تک پہنچایا جاتا ہے ۔

اس آیت میں دو ہی صورتیں ذکر ہیں یا گھٹیا عمر سے پہلے فوت کر دینا اور یا اس عمر تک پہنچا دینا جس میں انسان کے ہوش و حواس قائم نہیں رہتے اس آیت سے پتہ چلا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ رذیل عمر تو نبی کی شان کے لائق نہیں اور کسی جگہ قرآن میں بھی ذکر نہیں ۔

" ومنکم من صعد الی السماء بجسدہ العنصری ثم یرجع فی اخر الزمان "
اور تم میں بعض اپنے عنصری جسم کے ساتھ آسمانوں پر چڑھ جائیں گے اور پھر آخر زمانہ میں لوٹ آئیں گے ۔

آیت میں صرف دو چیزوں کا ذکر ہے اگر اور کوئی تیسری صورت مانی جائے تو آیت میں جو دو چیزوں کے اندر ایک مسئلہ کو بند کیا ہے اس کا مقصد فوت ہو جائے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کو اگر مانا جائے تو آیت کا حصر باطل ہوتا ہے۔

جواب : پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت میں کوئی حصر ہے ہی نہیں اگر بالفرض حصر کو مان بھی لیا جائے تو پھر بھی واضح قانون ہے کسی چیز کے ذکر نہ کرنے سے اس کا وجود ختم نہیں ہوتا نیز تمہارا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھایا گیا اس کا ذکر بھی تو قرآن پاک میں نہیں جب تمہارے نزدیک اس سے حصر باطل نہیں تو آپ کے آسمانوں پر اٹھائے جانے والے قول سے حصر کیسے باطل ہے ۔

نیز اہل کشف کے نزدیک " ارذل العمر " کی کوئی حد معین نہیں نہ اس پر کوئی آیت و حدیث دلالت کر رہی ہے اور نہ ہی عقلی طور پر ثابت ہے کہ اس سے متجاوز ہونا موت کا سبب ہو علماء طبعین نے جو حد مقرر کی ہے اس کو شیخ اکبر نے اپنے کشفی طریقہ سے فتوحات میں رد فرماتے ہیں ان کے قول کا مضمون یہ ہے کہ اگر جو کچھ علم طبعی میں ہمارے اوپر مکشوف ہوا ہے وہ علماء طبعین کو معلوم ہوتا تو ہر گز انسان کی عمر طبعی کو وہ کسی حد سے معین نہ کرتے نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس سے مراد رذیل عمر ہے تو پھر بھی اس سے اہل علم مستثنیٰ ہیں۔ ان کا حکم ہی اور ہے ۔

" قال عکرمۃ من قرأ القرآن ان لم یصر بھذہ الحالۃ ای فھو مخصوص بغیر

marfat.com

Marfat.com

جواب : یہ یہودی طرز عمل ہے کہ کچھ کتاب پر ایمان لانا اور کچھ پر ایمان نہ لانا حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی آرہا ہے کہ مگر جس پر تیرے رب نے رحم کیا یعنی وہ ایک دین پر قائم ہوں گے مسیح کے زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام لوگوں پر رحم کیا جائے گا، لہذا وہ سب ایک دین پر قائم ہو جائیں گے۔

اعتراض : حدیث پاک میں مسیح موعود کی جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ مرزا صاحب میں پائی گئی ہیں صحیح بخاری میں ہے :

" ارانی اللیلة عند الکعبة فی المنام فاذا رجل آدم کا حسن ما تری من آدم الرجال تضرب لمته بین منکبیه رجل الشعر "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں کعبہ کے پاس ایک شخص دیکھا جس کا رنگ گندمی ہے اور بہت خوبصورت ہے اس کے بال سیدھے ہیں اور کندھوں تک پہنچ رہے ہیں مرزا صاحب کا حلیہ بھی یہی ہے ان کا رنگ گندمی ہے بال سیدھے ہیں یعنی گھونگر والے نہیں کندھوں کے قریب کانوں کی لو کے نیچے لٹکے ہیں

جواب : اسی صحیح بخاری میں اس کے قریب ہی مسیح حقیقی یعنی صاحب انجیل کا حلیہ یہ لکھا ہے سرخ رنگ اور گھونگر یلے بال چوڑا سینہ

" فاما عیسیٰ فاحمر عریض الصدور"

ناظرین یہ مغالطہ بھی قابل غور ہے سرخ اور گندمی رنگت دونوں کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں ایسا ہی گھونگر والے اور غیر گھونگر والے دونوں حدیثوں کا مقصد ایک ہی ہے، کیونکہ مسیح ابن مریم کی رنگت میں سرخی مائل سفیدی تھی ایسا ہی بالوں میں جعودۃ غیر تامہ یعنی تھوڑے گھونگر والے بال تھے نہ بہت زیادہ پیچیدہ اور نہ سیدھے، اسلئے آپ کے رنگ کو سرخ کہنا بھی صحیح ہے اور گندمی رنگ کہنا بھی صحیح ہے اسی طرح آپ کے بالوں کو گھونگر والے کہنا صحیح ہے اور غیر گھونگرے والے بھی۔

تنبیہ : بخاری شریف میں جو ...... عن مجاهد عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ عیسیٰ وموسی و ابراهیم فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر ...... آیا ہے یعنی حضرت ابن عمر

marfat.com

Marfat.com

مطلب یہ ہوتا کہ نبی کریم ﷺ بھی اس وقت اموات میں داخل ہوتے حالانکہ ایسا سوچنا سراسر غلطی پر مبنی ہے۔

(تو ضیحِ قصیدہ ص ۳۷)

خیال رہے کہ اس سوال وجواب کی حیثیت اسی وقت ہوگی جب "انھم" کی ضمیر کا مرجع عام لوگ ہوں جن میں انبیائے کرام بھی داخل ہوں اور اگر ضمیر کا مرجع کفار ہوں جو حضور ﷺ کے متعلق کہتے تھے کہ یہ فوت ہو جائیں گے اور ان کے بیٹے بھی نہیں لہذا دین بھی خود بخود ختم ہو جائے گا تو ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ آپ فوت ہو جائیں گے تو کیا یہ لوگ زندہ رہ جائیں گے ؟ یہ کسی کی موت پر خوشی کیوں مناتے ہیں اپنی فکر کریں اس صورت میں سوال ہی وارد نہیں ہوگا اور نہ جواب کی کوئی ضرورت ہے

اعتراض : "میت" مشتق ہے جس کا مبدأ اشتقاق موت ہے قانون یہ ہے کہ مشتق کو جب کسی قضیہ میں محمول بنایا جائے تو وہ مبدا کے ساتھ قیام کو چاہتا ہے اس ضابطہ کے پیش نظر عیسیٰ علیہ السلام پر موت کا واقع ہونا بھی ثابت ہوا۔

جواب : قیام مبدا کا وقت تحقق مضمون قضیہ ضروری ہوتا ہے نہ وقت صدق قضیہ۔

(قصیدہ ص ۷۷)

یعنی جس وقت اس حکم نے واقع ہونا ہے اس وقت مشتق کا قیام مبدا سے ضروری ہوتا ہے ۔

اور یہ بات درست ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے وقت میں موت آنی ہے آپ نے میت بننا ہے اس وقت میت کا قیام موت سے ہی ہوگا یہ کوئی ضروری نہیں کہ جب قضیہ عامہ بولا جائے اسی وقت محمول کا قیام موضوع سے ہو اور مشتق کا قیام مبدا اشتقاق سے ہو ۔

اعتراض :

﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ☆ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾

(پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۲۰ ۲۱)

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے وہ خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں

marfat.com

Marfat.com

اگر علم ثریا کے ساتھ بھی متعلق ہو تو فارس کے لوگوں میں سے ایک شخص اسے پا لے گا۔

مرزا صاحب کے ایک مرید امروہی نے اس حدیث سے مراد بھی اپنے مرزا صاحب کو ہی لیا ہے۔

جواب : **اول :** متفق علیہ شیخین یعنی بخاری و مسلم کی حدیث میں اس طرح مذکور ہے :

" قال فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان ثم قال لو کان العلم...... الخ "

یہ حدیث آپ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر بیان فرمائی جس سے سلمان فارسی کا مصداق ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی سیاق و سباق سے یہ حدیث مختص ہے عام ہے ہی نہیں

دوم : اگر حدیث کو عام رکھا جائے اور مراد فارس کا کوئی شخص بھی لیا جائے تو پھر بھی اس سے مراد مرزا صاحب نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے خود "ایام الصلح" میں اپنا سمرقندی ہونا ثابت کیا ہے حالانکہ سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن لوگوں کو کچھ بھی جغرافیہ وغیرہ میں مہارت ہے ان پر یہ بات واضح ہے ۔

سوم : اگر حدیث پاک سے مراد زیادہ عموم لیا جائے یعنی اہل فارس کا ایک بامحاورہ معنی یہ لیا جائے کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں تو پھر بھی مرزا صاحب کا مدعی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث میں "لو کان العلم لفظ العلم" معرف باللام ہے الف لام عہد خارجی ہے جس سے مراد وہ علم ہے جو کتاب و سنت کے مطابق ہے نہ کہ مخالف، مرزا صاحب کا علم تو شیطانی علم تھا قرآنی علم نہیں تھا ورنہ وہ کفر اختیار کر کے جھوٹی نبوت کا دعوی نہ کرتے۔

(از شمس الهدایة ص ۷۰)

جھوٹوں کی کہاوتیں :

امروی صاحب نے اپنے مرزا کو مسیح موعود مانا ہے اس لئے یہ دعویٰ بھی کیا کہ مرزا صاحب دین نصرانیت کو مٹا دیں گے سید اولالیاء پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" آج تاریخ ۱۵ ر شعبان ۱۳۱۷ھ تک بالکلیہ دین نصرانیت کا مٹ جانا متحقق نہیں ہوا

marfat.com

Marfat.com

پر ان کو بھی موت آنی ہے لیکن اس سے مرزا صاحب کا مقصد ثابت نہیں ہو سکے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو مر چکے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں۔

(الرقمس الهدایة ص ۷۷)

اعتراض : رب تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿ قد خلت من قبله الرُّسُلُ ﴾

(پ ٤ سورة آل عمران آیت ١٤٤)

نبی کریم ﷺ سے پہلے سارے رسول وفات پا چکے ہیں ۔

یہ تمام رسولوں کے متعلق ہے جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں اس سے پتہ چلا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں ۔

جواب : معترضین نے "خلت" کا معنی "توفت" (فوت ہو گئے) کیا ہے جو غلط ہے : کیونکہ یہ معنی کرنے سے دو آیتوں میں صریح طور پر تناقض لازم آئے گا اس لئے کہ ایک آیت میں فرمایا :

﴿ سنة الله التی قد خلت ﴾

(پ ٢٦ سورة الفتح آیت ٢٣)

اور دوسری آیت میں فرمایا :

﴿ و لن تجد لسنة الله تبدیلاً ﴾

(پ ٢٦ سورة الفتح آیت ٢٣)

اگر "خلت" کا معنی موت کیا جائے تو پہلی آیت کا معنی یہ ہو گا سنت خداوندی مر چکی اور معدوم ہو گئی حالانکہ دوسری کا مفاد یہ ہے کہ سنت الٰہیہ متغیر نہیں ہوتی یعنی ہمیشہ اپنے حال پر باقی رہتی ہے اسلئے یہ بھی صحیح ہے کہ

﴿ قد خلت من قبله الرُّسُلُ ﴾ کا ترجمہ یہ ہے ان سے پہلے اور رسول ہو چکے (گزر گئے)

(پ ٤ سورة آل عمران آیت ١٤٤)

اور ﴿ سنة الله التی قد خلت فی عباده ﴾

(پ ٢٤ سورة المؤمن آیت ٨٥)

کا ترجمہ یہ ہے اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا ۔

marfat.com

Marfat.com

اعتراض : آیت ﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ﴾دال ہے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر کیونکہ حسب مفاد اس آیت کے جو شخص اسی یا نوے سال کو پہنچتا ہے اس کو نکوس اور ژاژ گوئی بنسبت پہلی حیاتی کے پیدا ہوتی ہے تو کیسا حال ہو گا اس شخص کا جو دو ہزار سال تک زندہ ہے۔

(ایام الصلح از مرزا)

جواب : اسی یا نوے سال کی قید جو آپ نے لگائی ہے یہ قرآن پاک کے کون سے الفاظ مبارکہ سے سمجھ آئی خدارا یہودیوں کی طرح کلام الٰہی کی تحریف سے باز آئیں کیا آپ کو قرآن پاک میں یہ آیت نظر نہیں آئی :

﴿ وَ لَبِثُوْا فِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴾

(پ ۱۵ سورۃ الکھف آیت ۲۵)

وہ (اصحاب کہف) اپنی غار میں تین سو نو سال رہے۔

﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ﴾ کا مفہوم اگر تمہارے خیال میں اسی یا نوے سال کی عمر تک محدود ہے تو پھر اس آیت ﴿ وَ لَبِثُوْا فِىْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴾ سے اصحاب کہف کا تین سو نو سال غار میں کیسے ثابت ہو سکتا ہے اور نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) سال اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر نو سو تیس (۹۳۰) سال اور حضرت شیث علیہ السلام کی نو سو بارہ (۹۱۲) سال اور حضرت ادریس علیہ السلام کی تین سو چھپن سال (۳۵۶) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس سال (۱۲۰) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر دو سو تئیس سال (۲۲۳) کیسے ہو سکتی تھی۔

(شمس الهداية ص ۷٤)

اصل میں یہ سب غلط تاویلیں مرزا صاحب سے اس وجہ سے سرزد ہوئیں۔

﴿ وَمَن يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾

(پ ۲٤ سورۃ الزمر آیت ۳٦)

کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔
ان کے گمراہ کن شیطانی علم نے انہیں جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

اعتراض : ﴿ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ ﴾

(پ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۵)

marfat.com

Marfat.com

جائے کہ اگر افان مات کو قرینہ ارادہ معنی موت پر "قد خلت" سے ٹھہرائیں تو ضرور قد خلت سے مراد بھی موت حتف انفہ یعنی موت طبعی ہوگی اس طرح (معاذ اللہ) ﴿قد خلت من قبلہ الرسل﴾ کا کاذب ہونا لازم آئے گا: کیونکہ تمام انبیائے کرام طبعی موت نہیں فوت ہوئے بلکہ کوئی اپنی طبعی موت فوت ہوئے اور بعض کو شہید کیا گیا۔ اور اگر خلت کا معنی مطلق موت لے بھی لیا جائے تو دوسری آیت ﴿بل رفعہ اللہ﴾ اس کے عموم کے لئے مخصص ہوگی یعنی دوسرے انبیائے کرام تو دنیا سے رخصت ہو کے فوت ہو گئے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمانوں پر اٹھالیا اسی طرح قرآن پاک کی کئی آیات مبارکہ کو دوسری آیات سے خاص کیا گیا ہے۔

جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ألم نخلقكم من ماء مهين (پ ۲۹ سورۃ المرسلت آیت ۲۰)

اور ایسا خلق من ماء دافق ☆ یخرج من بین الصلب والترائب﴾

(پ ۳۰ سورۃ الطارق آیت ۶، ۷)

یہ دونوں آیتیں عام مخصوص البعض ہیں یعنی ان آیات میں انسان کی پیدائش کا ذکر کیا گیا کہ اسے منی سے پیدا کیا گیا ہے حالانکہ یہ حکم آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو شامل نہیں کیونکہ ان کو منی (نطفہ) سے پیدا نہیں کیا گیا اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نفخ جبرائیل سے پیدا کیا گیا ہے اس مثال سے اب سمجھنا ہوگا کہ

﴿قد خلت من قبله الرسل﴾

(پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴)

آیت بھی مخصوص البعض ہے کیونکہ ﴿بل رفعہ اللہ الیہ﴾ اور دوسری آیات جن سے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت ہے ان سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ حکم دوسرے انبیائے کرام کے لئے ہے حضرت مسیح کے لئے نہیں۔

(از شمس الہدایہ ص ۷۹)

اعتراض: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

﴿فيها تحيون وفيها تموتون﴾

(پ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۲۵)

marfat.com

Marfat.com

من قرأ القرآن والعلماء واماهم فلا یردون الی الارذل بل یزداد عقلهم كلما طال عمرهم كما هو مشاهد"

(صاوی، جلالین ص ۲۷۹)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جس نے قرآن پاک کا علم حاصل کیا اسے یہ حالت نہیں حاصل ہوتی کہ اس کی عقل میں کمی آجائے یعنی یہ حکم ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے قرآن پاک کا علم حاصل نہ کیا جنہون نے قرآن پاک پڑھا اور علم حاصل کیا انہیں اس حالت کی طرف نہیں پہنچایا جاتا بلکہ ان کی عقل عمر کی زیادتی کے ساتھ بڑھتی رہتی ہے اس پر مشاہدات دلالت کر رہے ہیں۔

جب اہل علم کا یہ مقام ہے تو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی کا کیا مقام ہو گا یقیناً زیادہ عمر کا دیا جانا رذالت کی طرف نہیں پہنچائے گا۔ نیز آپ کو " ومن یتوفی " میں بھی داخل کیا جاسکتا ہے کیونکہ آپ پر وفات بھی یقینی آنی ہے اور آپ کو دنیا کی جس عمر میں اٹھایا گیا ہے اور پھر دنیا میں آپ نے جتنی مدت رہنا ہے آپ کی وہی عمر شمار ہو گی آسمانوں کی زندگی پر وہاں کے قوانین ہی نافذ ہیں نہ وہاں موت نہ بوڑھا ہونا جب لوگ جنت میں جائیں گے تو ان کو وہ زندگی حاصل ہو گی جو ختم ہونے والی نہیں ہو گی اور ان پر کوئی بڑھاپا طاری نہیں کیا جائے گا۔

(ماخوذ از شمس الهدایہ بزیادہ)

اعتراض: ﴿انک میت وانهم میتون﴾ سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ یہاں نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام کی وفات کا ذکر ہے۔

جواب: ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ﴾ اور ﴿وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ﴾ یہ دونوں قضیہ مطلقہ عامہ ہیں، دائمہ مطلقہ نہیں اگر دائمہ ہوتے تو حکم ہمیشہ ہر زمانے میں ثابت ہوتا مطلقہ عامہ میں تو حکم تین زمانوں میں کسی زمانے میں بھی پایا جانا کافی ہوتا ہے اب آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا تحقیق اے حبیب تم فوت ہونے والے ہو اپنے وقت معین میں اور وہ انبیاء سابقہ بھی اپنے اپنے اوقات معینہ میں مرنے والے ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی چونکہ اپنے وقت مقرر میں فوت ہونا ہے لہذا وہ ﴿انهم میتون﴾ میں داخل ہیں نزول آیت کے وقت اگر آپ کا فوت شدہ ہونا ضروری ہوتا تو اس کا

marfat.com

Marfat.com

عقیدۂ ختم نبوت :

مفسر قرآن مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی قدس سرہ نے ﴿ ما کان محمد ﴾ الخ کی تفسیر میں عقیدۂ ختم نبوت پر خوب بحث فرمائی ۔ صحیح بات یہ ہے کہ ضیاء القرآن کے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان افروز تفسیر ہے، محبت و عرفان کا خزینہ ہے۔ اللہ پیر صاحب کی اس سعی جمیل پر آپ کو اجر عظیم عطاء فرمائے۔

﴿ ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین و کان اللہ بکل شیءٍ علیما ﴾

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

نہیں ہیں محمد (فداہ روحی) کسی کے باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۔

باپ ہونے کی نفی کی اور اللہ کے رسول ہونے کا اعلان فرمایا بے شک باپ اپنی اولاد پر بڑا مہربان اور شفیق ہوتا ہے لیکن رسول کو جو قلبی تعلق اپنی امت کے ہر فرد سے ہوتا ہے اور جو لطف و کرم وہ فرماتا ہے اس کے مقابلہ میں باپ کی ساری شفقتیں ہیچ ہیں۔ باپ کی مہربانیاں اولاد کی جسمانی اور مادی دنیا تک محدود ہوتی ہیں رسول کی نگاہ کرم سے امتی کا جسم اور روح ظاہر اور باطن دل اور عقل سب فیضیاب ہوتے ہیں باپ کی شفقتیں روز حشر کسی کام نہیں آئیں گی بلکہ سارے دنیاوی رشتے اس دن ٹوٹ جائیں گے ۔

﴿ یوم یفر المرء من اخیہ ☆ وامہ وابیہ ☆ وصاحبتہ وبنیہ ﴾

(پ ۳۰ سورۃ العبس ۳۴ ۳۵ ۳۶)

محشر کے دن انسان اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور زوجہ اور بیٹوں سے بھاگے گا۔

لیکن رسول کے لطف و عنایت سے دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا امتی شاد کام ہوتا ہے ۔

حضور ﷺ کی نہایت شفقت کو بیان فرمایا جارہا ہے کہ اگر حضور کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضور اتنی تندہی سے امت کے سامنے دین اسلام کے ساری گوشے آشکارا کرنے کی شدید زحمت نہ فرماتے لیکن اب جبکہ نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور حضور ہی اس سلسلہ ذھبیہ (ختم نبوت کا سلسلہ) کی آخری

marfat.com

Marfat.com

زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے ۔

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ کے سوا سارے معبود مر چکے ہیں زندہ نہیں چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی لوگوں نے معبود مانا اور وہ بھی اللہ کے سوا معبودوں میں داخل ہیں اس لئے وہ مر چکے ہیں زندہ نہیں۔ واضح ہوا کہ یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کر رہی ہے ۔

جواب : یہ آیت سورۃ نحل کی ہے جس کا نزول مکہ (زادھا اللہ شرفًا و تکریمًا) میں ہوا ہے اس لحاظ سے من دون اللّٰہ سے مشرکین مکہ کے معبود ہیں حضرت ابن عباس "اموات" کی تفسیر میں "اصنام اموات" تحریر فرماتے ہیں یعنی بت تو خود بے جان ہیں۔

(شمس الھدایہ ص ۷۷)

خیال رہے کہ راقم نے اپنی کتاب "شمع ہدایت" میں اس آیت کی تفسیر میں مودودی صاحب سے جو غلطیاں ہوئیں ہیں یا دیدہ دانستہ غلط تفسیر کی اس کا تفصیلی رد کیا ہے ۔

اعتراض : قانون یہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوا کرتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا اس قانون کے پیش نظر تو یہ چاہئے کہ من دون اللّٰہ سے مطلق معبودان باطلہ مراد ہوں بتوں کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں اس لحاظ سے تو مسیح بن مریم بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہوں گے یعنی مر چکے ہیں ۔

جواب : اگر اس آیت میں حکم کو بتوں کے ساتھ خاص نہ کیا جائے تو ملائکہ بھی اس میں داخل ہوں گے کیونکہ ان کو بھی لوگوں نے معبود مانا تو اس طرح وہ بھی اللہ کے سوا معبود ہیں تو یہ لازم آئے گا کہ فرشتے سب مر چکے ہوں اس طرح جبرائیل بھی مر چکے ہوں گے اس سے تو زیادہ مصیبت مرزا صاحب پر ہی پڑے گی کہ ان کا دعوی شروع سے ہی باطل ہو جائے گا کیونکہ وحی تو تمام انبیائے کرام کے پاس جبرائیل ہی لاتے رہے جب ان کو ہی مردہ قرار دے دیا گیا تو مرزا صاحب کا دعوی نبوت خود بخود باطل ہو گیا۔

اگر بالفرض اللہ کے سوا تمام معبود مراد لینے ہوں تو جب قضیہ مطلقہ عامہ مانا جائے تو پھر صرف اتنا ہی ثابت ہو گا کہ اپنے اپنے وقت پر ان کو موت آنی ہے اس طرح عیسیٰ علیہ السلام پر بھی یہ آیت صادق آئے گی کیونکہ ان کو بھی موت اپنے وقت پر آنی ہے اور فرشتے بھی اس میں داخل ہو سکیں گے کیونکہ نفخ صور

marfat.com

Marfat.com

کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آیگا ناظرین کو یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہئے کہ مسیلمہ حضور ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھابلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ حضور کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھاچنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال خدمت کیا تھااس کے الفاظ یہ ہیں

"من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله"

کہ یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروج تھی اس میں "اشهد ان محمد رسول الله" بھی کہا جاتا تھا بایں ہمہ حضرت صدیق نے اس کو مرتد اور واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصل جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سرپھرے طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی بننے کی جرات کی تو اس کو قتل کر دیا گیا۔ انگریزی غلامی کے دور میں ملت اسلامیہ کو جس طرح دوسرے کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح ایک ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا اس کے باوجود انگریز کا پرلے درجہ کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

انگریز کی اسلام دشمنی اظهر من الشمس ہے، جنہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا۔ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا اور ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے۔

انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لئے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے ہر مرزائی کے لئے کسی استحقاق کے بغیر اچھی سے

marfat.com
Marfat.com

توجہ سے سنئے کہ "خلت" مشتق ہے "خلی" سے جس کا معنی ہے تنہا ہونا جیساکہ :

﴿ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ﴾

(پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۴)

میں یہی معنی ہے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں۔

اور دوسرا معنی گزرنا ہے اور یہ معنی زمانہ کی صفت بالذات ہوتا ہے جس طرح کہا جاتا ہے السنة الماضية گزشتہ سال اور قرونِ خالية (گزرے ہوئے زمانے) اور یہ معنی زمانے کی صفت بالعرض ہوتا ہے یعنی جو اشیاء زمانہ میں موجود ہوتی ہیں ان کو بھی ظرفیت و مظروفیت کے تعلق کی وجہ سے گزرا ہوا کہہ دیا جاتا ہے۔

اب آیت کا معنی یہ ہوگا ان سے پہلے اور رسول گزر چکے ہیں اس معنی کے لحاظ سے جو فوت ہو چکے ہیں ان کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ گزر چکے ہیں اور جو رسالت سے فارغ ہو چکے ہیں اور زمین سے آسمانوں پر اٹھالئے گئے ہیں یعنی ابن مریم ان کے متعلق بھی کہا جاتا سکتا ہے وہ گزر گئے ہیں جیساکہ عام محاورہ میں کہا جاتا ہے " فلاں حاکم شہر میں تحصیلدار ہو گزرا ہے" یہ محاورہ دونوں صورتوں میں صادق آتا ہے اگر وہ مر گیا ہو پھر بھی اور اگر وہ ملازمت سے فارغ ہو چکا ہو تو پھر بھی۔

(ماخوذ از شمس الهدایه ص ۷۸)

اعتراض : اس کے بعد ذکر ہے :

﴿ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ﴾

(پ ٤ سورة آل عمران آیت ١٤٤)

کیا وہ (نبی کریم ﷺ) اگر انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ۔

یہ قرینہ ہے کہ " قدخلت "میں بھی معنی موت ہی لیا جائے یعنی حضور سے پہلے اور تمام رسول فوت ہو گئے۔

جواب : افان مات چونکہ بمقابلہ اوقتل کے واقع ہوا ہے لہذا مات سے مراد موت حتف انفہ ہوگی یعنی اپنے آپ مرنا بغیر کسی کے قتل کرنے کے یہ بات سمجھ کر انصاف سے خود ہی بتایا

marfat.com

Marfat.com

کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور سزا کا مستحق ہے، جو اسلام نے مرتد کے لئے مقرر فرمائی ہے۔

اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جو قطعی اور یقینی ہیں اور جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں سب سے پہلے ہم قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں ارشاد خداوندی ہے

﴿ ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رّجالکمْ ولٰکن رّسول اللہ وخاتم النّبیّن و کان اللہ بکلّ شیءٍ علیمًا﴾

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنے محبوب مکرم کا اسم گرامی لے کر فرمایا ہے کہ محمد ﷺ (فداہ ابی و امی) اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں یعنی انبیائے کرام کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں جب مولائے کریم جو ﴿ بکل شئی علیم ﴾ ہے نے یہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں تو حضور کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا اس نے اللہ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ کے کسی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

خاتم النبیین کا جو معنی یہاں کیا گیا ہے اہل لغت نے اس کا یہی معنی لکھا ہے اس وقت میرے پاس لغت کی دوسری کتب کے علاوہ الصحاح، الجوہری اور لسان العرب لابن منظور موجود ہیں جن کا شمار لغت عرب کی امہات الکتب میں ہوتا ہے۔ آیئے ان کے مطالعہ سے اس لفظ کی تحقیق کریں۔

ایک چیز پیش نظر رہے کہ صحاح کے مولف علامہ حماد بن اسماعیل الجوہری کا سن ولادت ۳۳۲ھ اور سال وفات ۳۹۳ھ یا ۳۹۸ھ ہے اور لسان العرب کے مولف علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری کا سن ولادت ۶۳۰ھ اور سال وفات ۷۱۱ھ ہے۔ یہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ فتنہ انکار ختم نبوت سے صدہا سال پہلے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی عقیدہ کے باعث یہ لکھا ہے کہ ان کا قول حجت نہ رہے بلکہ ان کی نگارشات اور ان کی تحقیقات اہل لغت کے اقوال کے عین مطابق ہیں پہلے صحاح کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

marfat.com

Marfat.com

زمین میں ہی تم کو زندہ رہنا ہے اور اس میں ہی تمہاری موت آنی ہے۔

بہت بڑی دلیل ہے کہ انسان کے رہنے کہ جگہ صرف زمین ہی ہے اور کوئی جگہ رہنے کی نہیں تو عیسٰی علیہ السلام آسمانوں پر کیسے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جواب: اصل تو یہی ہے کہ انسان کے رہنے کی جگہ زمین ہی ہے لیکن عارضی طور پر کسی کو آسمانوں پر رب تعالیٰ خود رکھے تو اس میں کیا حرج ہے؟ جیسا کہ ملائکہ کا اصل رہنے کا مقام آسمان ہیں لیکن ان کی آمدورفت زمین پر بھی رہتی ہے جب فرشتوں کا زمین پر آنا جانا منع نہیں تو عیسٰی علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا کیونکر منع ہو سکتا ہے؟

اس سے واضح ہوا کہ آیت میں حصر اضافی ہے حقیقی نہیں یعنی بنسبت استقرار اصلی کے ہے اور دوسری آیت ﴿ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ﴾ سے بظاہر جو سمجھ آرہا ہے کہ اس میں لام تخصیص کا ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہارا زمین میں رہنا خاص ہے اس سے مراد یہ بھی ہے کہ تمہارا رہنے کا مقام زمین کو بنایا گیا ہے لیکن یہ بھی لازم نہیں کیونکہ ایک چیز کو کسی کے لئے بنایا گیا ہو تو ضروری نہیں کہ وہ اس سے جدا نہ ہو۔

جیسا کہ: ﴿ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴾

(پ ۳۰ سورۃ النبا آیت ۱۰۔۱۱)

رب تعالیٰ نے رات کو لباس بنایا اور دن کو معاش۔

یعنی رات سونے کے لئے بنائی ہے اور دن روزی کمانے کے لئے حالانکہ بعض اوقات انسان رات کو کام کرتا ہے اور دن کو سوتا ہے تو مقصد یہ نکلا کہ عمومی طور پر رات سونے کے لئے اور دن روزی کمانے کے لئے ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ایسے ہی زمین رہنے کے لئے عمومی طور پر مختص ہے لیکن کسی کو رب تعالیٰ خود آسمانوں میں ٹھہرا لے تو اس میں کسی کو کلام کرنے کی کیا مجال ہو سکتی ہے۔

(از شمس الهداية ص ۷۹)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

وختامه مسک ای آخرہ مسک.

یعنی اہل جنت کو جو مشروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انہیں کستوری کی خوشبو آئے گی۔

ختم نبوت کے منکرین اس موقع پر یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے بیان کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد نہیں بلکہ اس کا دوسرا معنی (مہر لگانا) مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر بضد ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیق حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں وہ کہتے ہیں ہم بھی اس آیت کو مانتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھڑتے تاکہ ہم پر تحریف قرآن کا الزام لگایا جائے بلکہ لغت عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے آیت کا یہی معنی ابلغ اور شان رسالت کے شایاں ہے کہ حضور ﷺ انبیائے کرام پر مہر لگاتے ہیں جس پر حضور نے مہر لگادی وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر نہ لگائی وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ بیشک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مرقوم (لکھا ہوا) ہے لیکن انہوں نے تصریح (وضاحت) کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے۔ یہاں فقط یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصر (اصرار کرنے والے) ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا انہوں نے مہر ڈاکخانہ کی مہر یا کسی افسر کی مہر سمجھی ہے کہ لفافہ کارڈ پر مہر ٹھپہ لگایا اور اسے آگے بھیج دیا، یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کر دی اور اسے مناسب کاروائی کے لئے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا، حالانکہ مہر کا جو مفہوم اہل لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے کاش انہیں بے جا تعصب اس امر کی اجازت دیتا کہ وہ ائمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔

آیئے ہم آپ کی خدمت میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں لسان العرب میں ہے

marfat.com

Marfat.com

کڑی ہیں تو آپ کی محبت اور الفت کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی چیز بھی ادھوری نہ رہنے دی جائے ساری بری رسموں کا قلع قمع کر دیا جائے کیونکہ اگر باطل کا کوئی پہلو اصلاح سے محروم رہا تو پھر اس کی اصلاح ممکن نہیں ہو گی اور اگر دور جاہلیت کی قبیح رسموں کو نہ مٹایا گیا تو پھر ایسی ہستی پیدا ہی نہیں ہو گی جو ان کو مٹا سکے اتنی محبوبیت، اتنی جامعیت اور اتنا تقدس کہاں پایا جائے گا تاکہ اس کے اشارہ ابر پر اپنا سب کچھ نثار کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

ختم نبوت کا عقیدہ:

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر امت کا اجماع رہا ہے اگرچہ بد قسمتی سے امت اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے باہمی تعصب نے بارہا ملت کے امن و سکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں میں جس نے بھی نبی بننے کا دعوی کیا اس کی مرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کر کے اس جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا مسیلمہ نے جب نبوت کا دعوی کیا تو حضرت صدیق اکبر نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا بیشک اس جہاد میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں سینکڑوں حفاظ قرآن اور جلیل المرتبت صحابہ تھے لیکن حضرت صدیق اکبر نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنہ کو کچلنا ضروری سمجھا آپ نور صدیقیت سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر ذرا تساھل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی، ہر امت کا اپنا نبی ہو گا اور وہ اس کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی اس طرح اس رحمۃ للعالمین کے زیر سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور

"انی رسول اللہ الیکم جمیعا" بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت کے لئے بے شمار صحیح احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں سب کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں فقط چند احادیث یہاں تحریر کی جاتی ہیں جن کے دلوں میں ہدایت کی بھی طلب ہو گی۔ مولیٰ کریم اپنے حبیب رؤف رحیم ﷺ کے طفیل وہدایت کی راہیں ان کے لئے کھول دے گا اوراس کی توفیق ان کی دست گیری کرے گی ۔

۱ " قال النبی ﷺ ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له و یقولون هل لا وضعت هذه اللبنة فانا اللبنة وانا خاتم النبیین "

(بخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے لوگ اس عمارت کے ارد گرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہوتے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

اگر آپ اس حدیث میں غور کریں تو بلاغت نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا جب ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلے اینٹوں میں سے ایک اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں سوائے اس کے کہ سابقہ انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد کے لئے جگہ بنائی جائے کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گی؟ قصر نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم

marfat.com

Marfat.com

اچھی ملازمتیں مختص کردی گئیں سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا لیکن انگریز نے اس کے ذریعہ امت مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اوران کے متفقہ علیہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ عیسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دل جمعی سے انجام دے سکتا تھا اگر وہ عیسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو اس کی بات کوئی آدمی سننے کے لئے تیار نہیں تھا مرزا غلام احمد کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انہیں مرتد قرار دے کر توپ سے اڑا دیا گیا۔ عالم اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے جن پر گونا گوں اختلافات کے باوجود تیرہ صدیوں تک امت کا کلی اور قطعی اجماع ہو رہا ہے جس طرح ایک مسلمان کے لئے اللہ کی توحید قیامت حضور کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لئے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث و تمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جرات آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح وبسط سے لکھا جائے تاکہ حضور کا امتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقائے کریم سے کٹ کر نہ رہ جائے رہے۔ وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال ودولت کے حصول کی خاطر اپنا دین بدلنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے بلکہ اسے کامل ہوشمندی سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں، ہمیں ان کے لئے ملول نہیں ہونا چاہئے، نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے اور نہ اس کی رسول کو ۔ ہمارا دعوی بلکہ ہمارا غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان یہ ہے۔

حضور سرور عالم سیدنا محمد ﷺ سب سے آخری نبی ہیں حضور کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا حضور کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعوی

marfat.com

Marfat.com

سے نہ ذرایا ہو بے شک میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ لامحالہ تم میں ہی آئے گا۔

اس حدیث سے جس طرح حضور ﷺ کا آخر الانبیاء کا ہونا ثابت ہو رہا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

۵ امام ترمذی نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے:

" قال النبی ﷺ لو کان بعدی لکان عمر بن الخطاب "

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے۔

۶ امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ کے عنوان کے نیچے یہ ارشاد نبوی نقل کیا:

" قال رسول اللہ ﷺ لعلی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی "

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا آپ کچھ پریشان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ تمہاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کی تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

آخر میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے اور اسی کے ذکر پر احادیث کی نقل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے:

۷ " عن ثوبان قال رسول اللہ ﷺ وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی "

حضرت ثوبان سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

علامہ ابن کثیر متوفی (۷۷۴) متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" فقد اخبر اللہ تعالی فی کتابہ ورسولہ ﷺ فی السنۃ المتواترۃ عنہ انہ لانبی بعدہ لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعدہ فھو کذاب افاك دجال ضال مضل "

marfat.com

Marfat.com

"ختم اللّٰہ لہ بخیر" خدا اس کا خاتمہ بالخیر کرے ۔

"وختمت القرآن بلغت آخرہ" یعنی میں نے قرآن آخر تک پڑھ لیا۔

"اختتمت الشئی نقیض افتتحتہ" افتتاح کی نقیض اختتام ہے ۔

والخاتم والخاتم بکسر التاء وفتحھا والختام والختام کلہ بمعنی وخاتمۃ الشیء آخرہ ۔

یعنی خَاتَم بالفتح خاتِم بالکسر خِتام اور خَتام سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمۃ الشیء کہتے ہیں ۔

ومحمد ﷺ خاتم الا نبیاء علیھم الصلوۃ والسلام ۔

حضور ﷺ تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لائے ۔

علامہ ابن منظور لسان العرب لکھتے ہیں :

ختام الوادی اقصاہ وختام القوم وخاتِمھم وخاتَمھم اخرھم ومحمد ﷺ خاتم الا نبیاء علیہ وعلیھم الصلوۃ والسلام ۔

وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی کہتے ہیں قوم کے آخری فرد کو ختام خاتم بالفتح اور خاتم بالکسر کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء فرمایا گیا ہے ۔

لسان العرب میں التھذیب کے حوالہ سے لکھا ہے :

والخاتم والخاتم من اسماء النبی ﷺ وفی التنزیل العزیز ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین ای آخرھم ومن اسمائہ العاقب ایضا ومعناہ اخر الانبیاء ۔

یعنی خاتم اور خاتم نبی کریم ﷺ کے اسماء گرامی میں سے ہیں قرآن مجید میں ہے :

﴿ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ٤٠)

یعنی سب نبیوں کے پیچھے آنے والا اور حضور کے اسماء میں سے "العاقب" بھی ہے اس کا معنی آخر الانبیاء ہے اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تاء پر زیر ہو یا زبر اس کا معنی آخری ہے اس معنی کی تائید کے لئے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی استدلال کیا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

ختم نبوت کے عقلی دلائل :

جب حضور ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہے جب حضور پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی معمولی سی تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے جب سرور عالم ﷺ کی سنت مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے جبکہ شریعت اسلامیہ روز اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کرتی ہے جب قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ آج بھی اعلان کر رہی ہے ۔

﴿ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا ﴾

(پ ٦ سورۃ المائدہ ب ٣)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا ۔

تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے آفتاب محمدی طلوع ہو چکا عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرین دانشمندی نہیں ہے ۔

مزید غور فرمایئے نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتا کہ نبی آیا جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے کوئی کتنا ہی نیک پاکباز پارسا اور عالم باعمل ہو اگر وہ کسی سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار و مشرکین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ۔

اب ذرا عملی دنیا میں مرزا صاحب کی آمد کا جائزہ لیجئے :

مسلمانوں کی تعداد اعداد و شمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد ہے (اب تقریباً پچیس فیصد کا اضافہ

marfat.com

Marfat.com

ختمه يختمه ختما وختاما طبعه فهو مختوم ومختم شدد المبالغة .

یعنی ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگادی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں ۔

اسکے بعد لکھتے ہیں :

ومعنى ختم وطبع في اللغة واحد وهو التغطية على الشيء والاستيثاق عن ان لا يدخله شئى كما قال جل وعلا ﴿ ام على قلوب اقفالها ﴾

اس عبارت کا ترجمہ ذرا غور سے سنئے یعنی ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کے داخلہ کا امکان ہی نہ ہو ۔

پہلے زمانہ میں خلفاء امراء سلاطین وغیرہ اپنے خطوط کو لکھنے کے بعد کسی کاغذ کے لفافہ اور کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر سر بمہر کر دیتے کہ جو کچھ لکھا جا چکا ہے اب اس کو سر بمہر کر دیا ہے تاکہ اس مہر کی موجودگی میں اس میں کوئی ردوبدل نہ کر دے اگر کوئی ردوبدل کرے گا تو وہ پہلے مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اس صورت میں خاتم النبین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگادی گئی تاکہ کوئی کذاب ، دجال اس میں داخل نہ ہو سکے اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

قرآن کریم کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں عربی زبان کی لغات سے بھی بڑی مدد ملتی ہے لیکن اس سلسلے میں بھی قول فیصل اور حرف آخر حضور کی بیان کردہ تشریح ہوتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں :

آیئے اب احادیث نبویہ کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے خاتم النیبن کے کلمات کا کیا مفہوم بیان فرمایا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

پرہیزگاروں عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگادیا جائے اور چند زلہ صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے مرزا صاحب کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا۔

(اس سے متعلق گزارش یہ ہے کہ ایمان شرط اول ہے اس کے بعد اعمال کا اعتبار ہوتا ہے کلمہ پڑھ کر جب کسی کو مرزا کی نبوت کا قائل کرتا ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے مرتد بناتا ہے اور یہ کام تو حضور ﷺ کے زمانہ میں یہودیوں نے بھی کیا

﴿و قالت طائفة من اهل الكتاب امنوا بالذى انزل على الذين امنوا وجه النهار واكفروا اخره﴾

(پ ۳ سورہ آل عمران آیت ۷۲)

اور کتابیوں کا ایک گروہ بولا جو ایمان والوں پر اترا صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو منکر ہو جاؤ۔

اس سے واضح ہوا کہ یہودی بھی اپنے دوسرے یہودیوں کو ایمان لانے اور مرتد ہونے کی تبلیغ کرتے تھے یہی کام مرزا صاحب اور ان کے ساتھیوں نے بھی کیا کہ غیر مسلموں کو اپنے جال میں پھنسا کر بظاہر کلمہ پڑھایا اور در حقیقت انہیں مرتد کیا مرزا کو نبی ماننے والا مسلمان کب ہو سکتا ہے۔)

تم تو مرزا صاحب کو اس لئے نبی کہتے ہو کہ انہوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا۔ ہم اولیائے کرام کے زمرہ سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں جنہوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق والدین اجمیری نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اور ان کی پیشانیوں کو بارگاہ الٰہی میں شرف سجود بخشا۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری نے اس کفرستان میں راوی کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا، وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے مشائخ چشت اور دیگر اولیاء

marfat.com
Marfat.com

نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المناقب اور ابو داؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے :

۲ : " ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الا نبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون "

(مسلم ، ترمذی ، ابن ماجہ)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا : مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی :

(۱) مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا یعنی مختصر الفاظ اور معانی بحر ناپیدا کنار۔

(۲) رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی (۳) میرے لئے غنیمت کا مال حلال کیا گیا

(۴) میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کی اجازت دی گئی ۔

(۵) مجھے تمام مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا۔

(۶) میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ۔

۳ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

" قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ولا رسول بعدی ولانبی بعدی "

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میری بعد کوئی رسول آئے نہ کوئی نبی۔

سرور عالم کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں کسی نبوت کا دعوی کرنا اور کسی کا اس باطل دعوی کو تسلیم کرنا سراسر کفر والحاد ہے ۔

٤ : " قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یبعث نبیا الاحذر امتہ الدجال وانا آخر الا نبیاء وانتم آخر الامم وھو خارج فیکم لا محالۃ "

(ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال

marfat.com

Marfat.com

مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے امام بخاری نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

" لا تقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم "

اس وقت تک قیامت برپا نہ ہو گی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے:

" فبينما هم يعدون للقتال يسوون الصفوف اذا اقيمت الصلوة فينزل عيسى بن مريم فامهم فاذاراه عدوالله يذوب كما يذوب الملح في الماء فلما تركه انذب حتى يهلك ولكن يقتله الله بيده فيريهم دمه في حربته "

حضور نے خروج دجال کے بعد ذکر فرمایا اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے اقامت کہی جاچکی ہو گی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت کرائیں گے اور دشمن خدا دجال ان کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے اگر آپ اس کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیں گے تو وہ از خود پگھل کر مر جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔

(یہ اترنے کے بعد دوسری نماز پڑھانے کا ذکر ہے کیونکہ اترتے ہی پہلی نماز آپ نہ پڑھائیں گے بلکہ وہ امام مہدی پڑھائیں گے جیسے کہ دوسری روایت میں وضاحت موجود ہے۔)

" عن جابر عن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ فينزل عيسى بن مريم فيقول اميرهم تعال فصل فيقول لا ان بعضكم على بعض امراء تكرمة الله هذه الامة "

(مسلم باب نزول عیسی بن مریم، مسند احمد، مرویات جابر بن عبد الله)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا

marfat.com

Marfat.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول کریم ﷺ نے سنت متواترہ میں بتایا ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں تاکہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضور کے بعد نبوت کا دعوی کرے گا وہ کذاب ہے جھوٹا ہے دجال ہے گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی متوفی (۱۲۷۰) روح المعانی میں لکھتے ہیں :

" وکونه ﷺ خاتم النبیین مما نطق به الکتاب وصرحت به السنة واجمعت علیه الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان اصر "

یعنی حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن و سنت نے کی ہے جس پر امت کا اجماع ہے پس جو شخص نبوت کا دعوی کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعوی پر مصر رہا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

علامہ ابن حبان اندلسی متوفی (۷۴۵ھ) اپنی تفسیر بحر محیط میں رقم طراز ہیں :

" ومن ذهب الی ان النبوة مکتسبة لا تنقطع او الی ان الولی افضل من النبی فهو زندیق یجب قتله وقد ادعی ناس النبوة فقتلهم المسلمون علی ذالك وکان فی عصرنا شخص من الفقراء ادعی النبوة بمدینة مالقة فقتله السلطان بن الاحمر ملك الاندلسی بغرناطة وصلب حتی تناسر لحمه "

یعنی جس شخص کا یہ نظریہ ہو کر نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اسے اب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے یا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا ہمارے زمانے میں بھی فقراء میں سے ایک شخص نے شہر مالقہ میں نبوت کا دعوی کیا تو اندلس کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا وہ اسی حالت میں لٹکا رہا یہاں تک کہ اس کا گوشت گل کر گر پڑا۔

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے امت کا ختم نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو گردن زدنی قرار دیا آخر میں ہم ختم نبوت پر عقلی دلائل پیش کرتے ہیں کیونکہ قدرت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

marfat.com

Marfat.com

(مسلم ذکر الدجال ، ابو داؤد کتاب الملاحم ، ترمذی ابواب الفتن)

حضرت نواس بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا اس اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ سفید مینار کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہو گا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی اور وہ زندہ نہ بچے گا پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور (مقام لُد) کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

آخر میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے:

"عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ عن النبی ﷺ عصابتان من امتی احرزهما اللہ تعالیٰ من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عیسیٰ بن مریم علیه السلام"

(نسائی کتاب الجہاد ، مسند احمد مرویات ثوبان)

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمالیا ان میں مسیح موعود کا حلیہ ، نام ، والدہ کا نام ، مقام اور وقت نزول ، آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں ، حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں۔ اس کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں ، حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی ۔ صلیب کو توڑنا ، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست ونابود کرنا تو کجا میاں جی ساری عمر عیسائی حکومت کے جھولی چک بنے رہے ، اور اس کی خیرات پر پلتے رہے۔ اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف و توصیف کے قصیدے لکھتے رہے۔ ساری دنیا کو دار اسلام بنا کر جزیہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات خدائے مصطفیٰ جل وعلا ، علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں ان کی نادانی قابل افسوس ہے۔

☆ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ☆ (پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۵)

marfat.com

Marfat.com

ہو چکا ہے)۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں تمام انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں قیامت کی آمد کے قائل ہیں عملی طور پر غافل وکاھل سہی لیکن احکام خداوندی اور ارشادات نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں ضروریات دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس امت میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگان خدا ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو شریعت پر پوری طرح کاربند، عبادات کے سختی سے پابند رہے، ان کے اخلاص وللٰہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں اور ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔

اس پاک امت میں آکر مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کر دیا ان کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے اور چلو بعض میں ہم عملی کوتاہیاں تسلیم کرتے ہیں لیکن کم از کم نعمت ایمان سے تو وہ بہرور تھے اب حقیقت حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا جی کو نبی مانا اور باقی پچاس کروڑ نے ان کو دجال اور کذاب قرار دیا نبی کو ماننا اسلام ہے اور انکار کفر ہے۔

مرزا صاحب نے اپنا سبز قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ ساری بہار آئی کہ سارے کے سارے مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں رشوت لینے والوں اقربا نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہ لاکھوں حقداروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے ان میں اکثر بے نماز داڑھی منڈے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں ہر قسم کی رذیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکر موجود ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیائے اسلام کے لئے عملی طور پر مرزا صاحب کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزا صاحب کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے تاکہ اسلام کے سارے ہرے بھرے پیڑ اپنے خنک سایوں میٹھے پھلوں رنگین اور مہکتے ہوئے پھولوں سمیت اکھاڑ کر پھینک دیئے جائیں اور چند خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر گلشن اسلام کا بورڈ آویزاں کر دیا جائے متقیوں

marfat.com

Marfat.com

چونکہ عربی میں روح بمعنی نفخ (پھونکنا) کے بھی آتا ہے جیسے ذوالرمہ نے آگ کو پھونکیں مار کر بھڑکانے کے متعلق کہا:

واحیھا بروحک۔ اپنی پھونک سے آگ بھڑکاؤ۔

واضح ہوا کہ رب تعالیٰ کے حکم سے نفخ جبرائیل کا وقوع ہوا اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کر دیا

بعض نصرانیوں کی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے من تبعیضیہ مانا ہے حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔

وھی لابتداء الغایۃ مجازا لا تبعیضیۃ کما زعمت النصاری۔

اس مقام پر من ابتداء و غایت کے لئے مجازی طور پر استعمال ہوا ہے من تبعیضیہ نہیں جیسے نصاریٰ نے گمان کیا ہے۔

ہارون الرشید کے زمانہ میں طبیب نصرانی جو اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم تھا اس سے علی بن حسین واقدی مروزی کا مناظرہ ہوا۔ عیسائی نے کہا تمہاری کتاب (قرآن پاک) میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو ہمارے مذہب کی تائید کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جزء ہیں اس نے بطور دلیل یہ الفاظ تلاوت کئے:

وروح منہ کہ یہاں لفظ "منہ" استعمال ہے جو بعضیت پر دلالت کرتا ہے۔

واقدی نے جواب دیا کہ یہاں من ابتداء غایت کیلئے استعمال ہے اور رب کی طرف نسبت تشریفی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی ﴿وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ﴾ میں تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کی جز بننا لازم آئے گا، حالانکہ اس کے تم بھی قائل نہیں۔ آپ کے اس جواب پر نصرانی لاجواب ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اس نے علامہ واقدی کو بہت زیادہ انعام سے نوازا۔

marfat.com

Marfat.com

کرام نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور فرشتہ صفت مرید بنائے ان کے مقابلہ میں ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں ان کارہائے نمایاں کے باوجود ان حضرات نے نبوت کا دعوی کیا نہ مہدیت کا نہ مسیحیت کا نہ ظلی کا نہ بروزی کا بلکہ اپنے آپ کو غلامان مصطفیٰ ہی کہا اور اسی کو اپنے لئے باعث صد افتخار اور موجب سعادت سمجھا۔

مرزا قادیانی کو اپنی نبوت تک پہنچنے کے لئے بڑا دور کا چکر کاٹنا پڑا، آخر کار آپ کی کمند فکر یہاں آکر رکی کہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ بن مریم آئیں گے۔ میں کیوں نہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا شروع کر دوں تاکہ مجھے لوگ مسیح مان لیں، لیکن اس میں مشکل یہ پیش آئی کہ حضرت مسیح تو زندہ ہیں ان کی زندگانی میں میں مسیح کیسے بن سکتا ہوں، خیال آیا کہ پہلے مسیح کو مردہ ثابت کرو جب وہ مردہ قرار پا گئے تو پھر میرے لئے میدان صاف ہو جائے گا چنانچہ انہوں نے اپنا سارا زور وفات مسیح ثابت کرنے پر لگا دیا۔

بیشک رحمت عالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے جن احادیث میں نزول مسیح کے متعلق تشریح کی گئی ہے وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجہ تواتر کر پہنچی ہوئی ہیں۔ آیئے آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجئے ! آپ کو پتہ چل جائے گا کہ نبی برحق نے کوئی مبہم پیش گوئی نہیں کی، کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی، جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے، بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے لقب سے خبردار کیا، اس وقت اور مقام کی نشاندہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا، جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا اس کی تفصیل بیان فرمادی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرمادیا اور اس کا حلیہ بھی بیان فرمادیا۔

اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من و عن صحیح اور سچ تسلیم کرنا پڑے گا جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑیگا جن میں ان کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید مطلب آدھی بات تو

marfat.com

Marfat.com

بعض محققین نے کہا ہے کہ نصاری کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر ہے یعنی قائم بذاتہ ہے کسی چیز کا محتاج نہیں کسی جہت سے خاص نہیں اس کا کچھ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اور وہ حلوث کو بذاتہ قبول نہیں کرتا اس پر حدوث و عدم متصور نہیں وہ جوہریت کے لحاظ پر ایک ہے اور اقنومیت کے لحاظ پر تین ہیں۔ وہ تین اقنوم مانتے ہیں اقنوم اب ، اقنوم ابن ، اقنوم روح القدس ۔

پہلے اقنوم اب سے مراد ذات یا وجود لیتے ہیں دوسرے اقنوم ابن سے مراد علم یعنی کلمہ ہے اور تیسرے اقنوم روح القدس سے مراد حیات لیتے ہیں۔

اقنوم کیا ہے ؟

الاقنوم الشخص الاصل ج اقانیم (المنور) اقنوم کا معنی شخص اور اصل ہے۔

ملکانیہ کا فرقہ کا قول :

ملکانیہ یہ کہتے ہیں کہ تینوں اقنوم جوہر قدیم کا غیر ہیں اور ہر ایک ان میں سے الہ ہے وہ اقنوم جس کا نام کلمہ یا علم ہے وہ مسیح کے جسم سے متحد ہے اور اس اقنوم نے مسیح کے ناسوت کا لباس پہن لیا ہے اور اس سے ایسے مل جل گیا ہے جیسے پانی شراب سے مل جل جاتا ہے اور کثرت وحدت سے بدل گئی ، یعنی مسیح جو انسان ہونے تھے اور بحیثیت انسان ہونے کے کثرت پائی جاتی لیکن جب اقنوم علم سے اختلاط ہوا تو وحدت اترنی مسیح کا ناسوت کلی ہے جزئی نہیں وہ قدیم ازلی ہے مریم نے الٰہ ازلی کو جنا۔

اس میں اختلاف ہے کہ مریم انسان کلی ہے یا جزئی ہے ، اس بات پر اتفاق ہے کہ لاہوت کا اتحاد مسیح سے ہے مریم سے نہیں۔

قتل اور سولی کا تعلق مسیح کے ناسوت اور لاہوت دونوں سے ہے اس فرقہ نے اب کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر اور ابن کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ حضور تشریف لائیے اور امامت فرمائیے تو آپ فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض دوسروں کی امیر ہیں یہ ان کی طرف سے اس امت کی تکریم کے طور پر ہے ۔(اس حدیث کی وضاحت پہلے ذکر کے جاچکی ہے۔)

" عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال ليس بينی وبينه نبی (يعنی عيسیٰ) وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجلا مربوعا الى الحمرة والبياض بين معصفرتين كان رأسه يقطر وان لم يصبه بلل فيقاتل الناس على الاسلام فيه فی الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله فی زمانه الملل كلها الا الاسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث فی الارض اربعين سنة ثم يتوفی فيصلی عليه المسلمون "

(ابو داؤد كتاب الملاحم باب خروج الدجال ، مسند احمد ، مرويات ابی هريرة)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں یعنی جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا ان کا قد درمیانہ ان کی رنگت سرخ وسفید وزرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا ان سے اب پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے خنازیر کو مار ڈالیں گے جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے بغیر تمام ملتوں کو ختم کر دے گا اور وہ مسیح دجال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے اور پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے ۔

" عن النواس بن سمعان (فی قصة الدجال) فبينما هو كذالك اذا بعث الله مسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بين مهروذتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طأطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الامات ينتهی الى حيث ينتهی طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله "

marfat.com

Marfat.com

یعقوبیہ فرقہ :

یعقوبیہ فرقہ سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اقنوم جسے کلمہ یا لابن کہا گیا ہے اس نے گوشت اور خون کی شکل اختیار کر لی اور خدا مسیح کی شکل میں ظاہر ہوا ان کے نزدیک ﴿انّ اللّٰہ ھو المسیحُ بنُ مریمَ﴾ بیشک اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔

یعقوبیہ میں بعض نے کہا :

جوہر الٰہ قدیم ہے اور جوہر انسان حادث ہے ان میں ایسا امتزاج پایا گیا ہے جیسے نفس ناطقہ کا بدن سے وہ دونوں مل کر ایک چیز بن گئے وہ مسیح بھی ہے اور وہی خدا بھی اس مذہب والے کہتے ہیں خدا انسان بن سکتا ہے لیکن انسان خدا نہیں بن سکتا جیسے کوئلہ آگ میں ڈالا جائے تو وہ آگ بن جاتا ہے لیکن آگ (شعلے) کوئلہ نہیں بنتی ان کے نزدیک لاہوت کا انسان سے اتحاد جزئی ہے کلی نہیں بے شک مریم نے خدا کو جنا اور قتل اور سولی لاہوت اور ناسوت دونوں پر واقع ہوئے ہیں اگر ایک پر ان کا وقوع ہوتا تو اتحاد باطل ہو جاتا حالانکہ دونوں مل کر ایک جوہر بن چکے ہیں۔

بعض اور نے کہا :

یعقوبیہ سے ہی بعض اس کے قائل ہیں کہ جس طرح فرشتہ انسانی شکل میں آتا ہے اسی طرح خدا مسیح کی شکل میں نمودار ہوا۔

ان میں سے کچھ اور نے کہا :

مسیح اپنے جوہ سے متحد ہے ایک لحاظ پر قدیم ہے اور ایک لحاظ سے حادث ہے ۔

کچھ دوسرے حضرات نے کہا :

اس یعقوبیہ فرقہ سے کچھ حضرات نے کہا اقنوم کلمہ نے مریم سے کچھ حاصل نہیں کیا بلکہ وہ مریم

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ جس نے اپنے محبوب کو اپنا رسول بنایا اور پھر اس کی ذات پاک پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے دنیا کے حالات ہزاروں پلٹے کھائیں معاشی اور سیاسی میدانوں میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ برپا ہوں ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں فلاح دارین کا راستہ دکھانے کے لئے اب کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں یوں نہیں کہ سلسلہ نبوت بند کرنے کا فیصلہ کسی ایسی ہستی نے کیا ہو جو آنیوالے حالات سے بے خبر ہے مختلف قوموں اور ملکوں کی ضرورتوں سے ناواقف ہے بلکہ یہ فیصلہ اس ذات والا صفات کا ہے جو کائنات کی ہر چیز سے واقف ہے اور ان تمام امور سے بھی باخبر ہے جن پر عالم انسانیت کی فلاح وبقا کا انحصار ہے اس لئے اس کے فیصلے اٹل ہیں وہ منسوخ نہیں ہو سکتے ان میں کسی قسم کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ۔

(از ضیاء القرآن)

اس مسئلہ پر مزید تحقیق حاصل کرنی ہو تو سید اولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ کی تصنیف شمس الھدایتہ اورسیف چشتیائی کا مطالعہ کرے ان شاء اللّٰہ تعالیٰ سکون قلب حاصل ہوگا اور برکت بھی حاصل ہو گی ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق باطل نظریات :

ایک فرقہ نے آپ کو رب تعالیٰ کا جز مانا انہوں نے دلیل یہ پیش کی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وروح منه ﴾ عیسیٰ علیہ السلام اس کی روح ہیں۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ اس کی جز اور حصہ ہیں کیونکہ منہ کا معنی ہی یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ہیں

یہ نظریہ باطل ہے آپ کو روح کہنے کی وجہ یہ ہے :

" سمی علیه السلام روحا لانه حدث عن نفخة جبریل علیه السلام فی درع مریم علیه السلام بامره سبحانه "

(روح المعانی پ ٦ ج ٤ ص ٢٥)

آپ کو روح اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے آپ پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونکا تھا ۔

marfat.com

Marfat.com

وماواہ النار وما للظالمین من انصار ﴾

(پ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۷۲)

بے شک کافر ہے وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے بیشک اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر رب نے فرمادیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے کافر ہیں اور یہ اتنے بے سمجھ لوگ ہیں کہ انہیں یہ سمجھ نہیں آرہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بنی اسرائیل کو یہ تبلیغ فرما رہے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو وہی ذات ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں وہی میرا بھی رب ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے اگر تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک مانا تو یاد رکھو کہ تم پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کر دے گا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہو گا اور تم اس شرک کی وجہ سے ظالم ہو جاؤ گے اور یہ تمہارا اپنی جانوں پر ظلم کرنا تمہیں رب تعالیٰ کی مدد سے دور کر دے گا کیونکہ تمام مشرکوں کے لئے رب تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے

﴿ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم ﴾

(پ ۶ سورۃ المائدۃ آیت ۷۳)

بیشک وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں میں سے تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

اس آیت کریمہ میں تین خدا ماننے والوں کو رب تعالیٰ نے کافر قرار دیا اور یہ فرمایا کہ خدا تو ایک ہے یہ تین کیسے مان رہے ہیں اگر یہ تین خداؤں کی رٹ لگاتے ہی رہے اور باز نہ آئے تو ان کو ان کے صریح کفر کی وجہ سے دردناک عذاب دیا جائے گا۔

﴿ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق انما

marfat.com

Marfat.com

فائدہ : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح کہنے کی اور بھی وجوہ ہیں روح بمعنی رحمت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ رب تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے تقویت پہنچائی روح بمعنی وحی بھی آتا ہے یعنی حضرت مریم کو الہام کے ذریعے بشارت دی۔

جب کوئی چیز بہت زیادہ پاک صاف ستھری ہو تو اسے روح کہہ دیا جاتا ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر نطفہ کے نفخ روح سے ہوئی اس لئے آپ کو روح سے تعبیر کر دیا گیا۔

روح کا معنی راز اور نشانی بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے :

روح هذه المسالة كذا .

اس مسئلہ کا راز اس طرح ہے عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں اسلئے آپ کو روح اللہ کہا گیا ہے ۔

" روح منه " میں روح کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تشریفی ہے جس طرح تورات میں موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا گیا ۔

" رجل اللّٰہ " اللہ تعالیٰ کا مرد آپ کے عصا کو رب تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا گیا ہے قضیب اللہ، اللہ تعالیٰ کی ٹہنی اور شلیم کو کہا گیا ۔

"بیت اللّٰہ " اللّٰہ تعالی کا گھر ان تمام الفاظ میں اضافت تشریفی پائی گئی ہے۔

(از روح المعانی ج ٤ ص ٢٥)

تثلیث کے قائلین :

نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ﴾ یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں

marfat.com

Marfat.com

ہر گز عار نہ سمجھے گا مسیح (علیہ السلام) کہ وہ بندہ ہو اللہ تعالیٰ کا اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس کو عار سمجھیں گے) اور جسے عار ہو اس کی بندگی سے اور وہ تکبر کرے تو اللہ تعالیٰ جلد ہی جمع کرے گا ان سب کو اپنے ہاں۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتے خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کو باعث افتخار اور اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ سمجھتے ہیں جب وہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اپنے آپ کو اس کا بندہ کہلانے میں عار نہیں سمجھتے تو ان لوگوں کی عقلوں پر کیوں پردے چھا گئے ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا یا خدا کا شریک مان رہے ہیں اور وہ لوگ بھی کتنے عقل کے اندھے ہیں جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت سے عار محسوس کرنے والے اور تکبر کرنے والے میدان محشر کو یاد رکھیں کہ سب کو رب تعالیٰ نے اپنے ہاں جمع کرنا ہے

﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِه وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾

(پ ٦ سورۃ النساء آیت ١٧٣)

تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو ان کا اجر پورا پورا دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا انہیں دردناک عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار۔

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ان کے ارشادات کو تسلیم کرنا اور رب تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اچھے اعمال ہی اچھے اجر کے حصول کا ذریعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے زیادہ سے زیادہ رحمتوں سے ان کو ہی نوازتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت سے نفرت کرنا اور عار محسوس کرنا تکبر کرنا شدید اور دردناک عذاب کے حاصل ہونے کے ذرائع ہیں۔

ایسے لوگوں کی شفاعت انبیائے کرام شہدائے کرام اولیاء و صلحاء بھی نہیں کریں گے تو دوسرا کون ان کی حمایت کرے گا اور کیسے ان کی امداد کا حق حاصل ہو گا؟

marfat.com

Marfat.com

نسطور حکیم کا قول :

نسطور حکیم مامون کے زمانہ میں ہوا یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے لیکن اقانیم ثلاثہ (تینوں اقنوم) اس کا عین بھی نہیں اور غیر بھی نہیں ۔ اقنوم علم یا کلمہ کا مسیح کے جسم سے اتحاد نہیں اور نہ ہی ایسا امتزاج ہے جیسا کہ پانی کا شراب سے امتزاج ہوتا ہے بلکہ اس کو اشراقی حالت حاصل ہے جس طرح روشندان سے سورج کی شعاعیں کسی شیشے پر پڑیں تو ان کا عکس اس میں آجاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی تجلیات نے مسیح کو صفات الوھیت سے متصف کر دیا ۔

بعض نسطوریہ کا قول :

کچھ نسطوریہ فرقہ سے اس طرف ہیں کہ تینوں اقنوموں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی ان تین صفات سے متصف ہے حی (زندہ) ہے ناطق ہے (صفت ادراک وکلام جو اس کی شان کے لائق ہے) موجود ہے اسی فرقہ میں بعض نے اور صفات قدرت ارادہ وغیرہ بھی ثابت کی ہیں لیکن انہوں نے ان صفات کو مستقل اقنوم نہیں تسلیم کیا۔

نسطوریہ میں سے ایک اور فرقہ :

ایک فرقہ کا قول یہ ہے کہ ابن ہمیشہ اب (باپ) سے متولد ہوتا ہے جب بیٹا یعنی مسیح کا تولد (پیدائش) ہوا تو وہ جسمانی لحاظ سے انسان ہوا اور صفت الوھیت اور صفت وحدانیت بھی اسے حاصل ہے یعنی اسے دو حیثیتیں حاصل ہیں ایک ناسوتی اور دوسری لاہوتی۔

ناسوتی لحاظ پر وہ حادث ہے اور لوہوتی لحاظ پر وہ خدائے کامل ہے ایک ذات کو مختلف دو حیثیتوں سے حادث اور قدیم ماننے سے قدیم کے قدیم اور حادث کے حدوث میں کوئی فرق نہیں پڑتا ان لوگوں کے قول کے مطابق سولی کا تعلق ناسوتی حالت سے ہے لاہوتی سے نہیں خیال رہے کہ صفت الوھیت کو لاہوتی اور صفت انسانیت کو ناسوتی حالت سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

،اسلام سے بغاوت) انہی کا حصہ ہیں، باقی سب ان کے پیروکار اور ریزہ چین ہیں اس لئے بہتر ہے کہ انہی کی نگارشات کو موضوع بحث بنایا جائے اور انہی کی تحقیقات کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

"مسیح کو بن باپ پیدا کرنے میں کوئی حکمت ہونی چاہئے کیونکہ ایسا کرنے کی کوئی معقول حکمت نہیں اس لئے ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ آپ کی پیدائش کے لئے بلاوجہ قانون فطرت کو توڑ اگیا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہو تو یہ درست نہیں کیونکہ اظہار قدرت کے لئے ایسی دلیل ہونی چاہیے جو بین اور ظاہر ہو تاکہ کسی کو مجال انکار نہ رہے اور بغیر باپ کے پیدا ہونا امر مخفی ہے "

ہم گزارش کرتے ہیں کہ اس کی حکمت تلاش کرنے کے لئے زیادہ مغزماری کی ضرورت نہیں قرآن کریم نے خود ہی اسے بیان کردیا :

" لنجعله آية للناس " کہ ہم اس کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں اب یہ بتانا ہے کہ یہ واقعہ کس اعتبار سے لوگوں کے لئے آیت ہے ؟ جس زمانہ میں حضرت مسیح کی ولادت ہوئی اس وقت شام و فلسطین کے علاقوں پر یونانیوں کا قبضہ تھا اور اس سیاسی اقتدار کے ساتھ ساتھ وہاں یونانی فلسفہ کا طوطی بول رہا تھا۔

تخلیق عالم کے متعلق یونانی فلسفیوں کا نظریہ تھا کہ خالق سے تخلیق عالم کا فعل یوں صادر ہوا ہے جس طرح علت سے معلول کا صدور ہوتا ہے یعنی جس طرح علت سے اختیار اور ارادہ کے بغیر معلول صادر ہوتا ہے اسی طرح خالق سے عالم کی تخلیق ظہور پزیر ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے بتادیا کہ وہ ذات پاک جو خالق کائنات اور منبع ارض و سموات ہے اسی کا اپنا ارادہ ہے اور اس کی اپنی مشیت ہے وہ ذات باری اسباب کی پابند نہیں اور نہ ان کے سامنے مجبور و مقہور ہے بلکہ وہ قادر و توانا ہے جو چاہتا ہے وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔

نیز وہ لوگ عالم ارواح کے قائل نہ تھے وہ انسان کو جسم اور روح کا مجموعہ تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے نزدیک انسان صرف اسی گوشت پوست کے ڈھانچہ کا نام تھا یہاں انسانی نطفہ کے بغیر نفخ روح سے

marfat.com

Marfat.com

کے شکم سے ایسے ہی گزر کر آگیا جیسی پرنالہ سے پانی گزر آتا ہے۔

بعض نے یوں کہا:

اسی فرقہ سے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اقنوم کلمہ مسیح کے جسم میں داخل ہو گیا وہ نشانیاں جو پہلے اقنوم کلمہ سے ظاہر ہوتی تھیں اب وہ مسیح کے جسم سے ظاہر ہونے لگیں لیکن کبھی کبھی وہ اقنوم جسم سے جدا بھی ہو جاتا ہے اسلئے اس پر آفات و آلام کا نزول بھی ہوتا ہے۔

(از روح المعانی ج ٤ پ ٦ ص ٢٦)

اللہ تعالیٰ نے باطل فرقوں کا رد فرمایا:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ ذَالِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾

(پ ١٠ سورة التوبة آیت ٣٠)

اور یہودی بولے عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ یہ باتیں وہ اپنے منہ سے بکتے ہیں، اگلے کافروں کی طرح بات بناتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں برباد کرے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والوں کا رد کیا اور فرمایا کہ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنے والے اپنے مونہوں سے من گھڑت باتیں بنا بنا کر بکتے ہیں۔

من گھڑت کہاوتیں بنانا پہلے کافروں کا وطیرہ چلا آرہا ہے یہ بھی ان کی طرح ہی ہیں خدا ان کو برباد کرے یہ کدھر بھٹکے جارہے ہیں ان کو سیدھی راہ نظر کیوں نہیں آتی۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اعْبُدُوا اللهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اَنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

marfat.com

Marfat.com

کلام سے جب آپ کی عفت وپاک دامنی ثابت ہو گئی اور ہر صحیح الفطرت شخص کو یقین ہو گیا کہ ایسا نورانی اور سراپا یمن وبرکت بچہ زانیہ کے شکم سے پیدا نہیں ہو سکتا بلاشبہ یہ اللہ تعالی کی قدرت کا شاہکار ہے باقی رہے بد فطرت لوگ تو ان کے نزدیک کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ تعالی کی وحدانیت اور کبریائی کی دلیل نہیں۔

زمین و آسمان دریا و صحرا چاند و ستارے کسی چیز میں بھی ان کو رباطنوں کو قدرت الہی کے جلوے نظر نہیں آتے تو کیا آپ ان آیات بینات کو بھی امر مخفی سمجھ کر ان پر قلم تنسیخ پھیر دیں گے۔

اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے انہوں نے ﴿ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا﴾ سے بھی استدلال کیا ہے اور اس آیت کی عجیب وغریب تشریح کر کے عقل سلیم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ یہ کلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر خوارگی میں نہیں کیا تھا بلکہ جب آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گئی اور آپ یہودی علماء کی مجلسوں میں شریک ہو کر ان سے بحث ومباحثہ کرنے لگے اور ان کو ان کی کجرویوں پر متنبہ کرنے لگے تو علماء یہود احتجاج کرنے کے لئے ان کی ماں کے پاس آئے اور ان کی بد عقیدگی کی شکایت کی۔

مریم اپنے لاڈلے بچے کی طرف سے خود صفائی دینے کی بجائے اس کو گود میں اٹھا لائی اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خود اسی سے بات کر لو انہوں نے جواب دیا۔

﴿ کیف نکلم من کان فی المھد صبیا ﴾

(پ ۱۶ سورۃ مریم آیت ۲۹)

ہم اس شخص سے کیسے بات کر سکتے ہیں جو عالم شیر خوارگی پنگھوڑے میں جھول رہا تھا۔

آپ نے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمایا کیا کہنے اس فہم قرآن کے اگر آیت کا یہی مفہوم ہے تو پھر انہیں کسی ایسے غلام سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے جسے بچپن میں گہوارے میں لٹایا گیا ہو ان مدعیان علم ودانش کو قرآن کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہوئے غضب الٰہی کا اندیشہ نہ سہی کیا انہیں جگ ہنسائی کی بھی فکر نہیں؟ نیز

marfat.com

Marfat.com

الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللهِ وَكِيلًا ﴾

(پ ٦ سورۃ النساء آیت ١٧١)

اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پر نہ کہو مگر سچ، مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا، اللہ تعالیٰ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تین (خدا) نہ کہو، باز رہو (تین ماننے سے) اپنے بھلے کو (چاہو) اللہ تعالیٰ تو ایک ہی خدا ہے وہ اولاد سے پاک ذات ہے سب آسمانوں اور زمین کی چیزیں اسی کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔

اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کے عقیدہ کو غلو حد سے متجاوز کہا گیا ہے اور انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حق کے بغیر کوئی چیز منسوب نہ کرو۔

بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم فقط اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو حضرت مریم کی طرف اس نے القاء کیا ہے اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرو اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھو ان کو خدا نہ مان بیٹھو۔

تین خداؤں کے قائل نہ بنو تین خدا ماننے کے عقیدے سے باز آجاؤ اپنی بھلائی کو چاہو وہ بھلائی اسی میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو خدا نہ کہو اور خدا کا بیٹا بھی تسلیم نہ کرو اور خدا کا شریک بھی نہ ٹھہراؤ۔ معبود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے اور کوئی معبود نہیں اس کی اولاد نہ مانو وہ تو اولاد سے پاک ہے زمین و آسمان کی تمام چیزیں اس کی ملکیت ہیں کوئی مملوک مالک کی اولاد نہیں ہوتی اور یہ ایمان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر کارساز ہے۔

﴿ لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴾

(پ ٦ سورۃ النساء آیت ١٧٢)

marfat.com

Marfat.com

اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں بلکہ (سورۃ مریم کی) آیت نمبر ۲۷ اور ۲۸ کا ترجمہ دیکھیں:

"اس کے بعد وہ لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے انہوں نے کہا اے مریم تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بد چلن تھی"۔

یہ ترجمہ دیکھنے کے بعد اپنے دل سے پوچھیں کیا یہ بہتان زنا نہیں اور حضرت مسیح کا یہ فرمانا: انی عبد اللہ الخ اس سے بڑھ کر بھی اس الزام کی تردید کی کوئی موثر اور اغلب صورت ہو سکتی ہے الٰہی اپنے محبوب مکرم صاحب قرآن ﷺ کے طفیل ہمیں اپنی کتاب مبین کی صحیح سمجھ عطا فرما۔ آمین ثم آمین

(ضیاء القرآن ج ۳ پ ۱۶ ص ۸۲)

عیسائیوں کا من گھڑت عقیدہ:

عقیدۂ تثلیث کی حقیقت کیا ہے؟ عیسائیوں نے اسے کب اور کیوں اختیار کیا؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی قول سے اس کی تائید ہوتی ہے؟ کیا پہلی تین انجیلوں میں یہ عقیدہ موجود ہے؟ جب تک ان سوالات کا تحقیقی جواب نہ دیا جائے نہ ہم قرآن حکیم کی ان آیات (جن میں تثلیث، ابنیت، الوہیت عیسیٰ کا رد کیا گیا ہے) کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں اور نہ علی وجہ البصیرت مسیحی عقائد کے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں آیئے نہایت صبر و سکون کے ساتھ اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ اس امور کی تحقیق کریں۔

اس وقت میرے پیش نظر بائبل کے علاوہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (مطبوعہ ۱۹۶۲) ہے جو دنیا بھر کے فضلاء اور محققین کی کاوشوں کا مجموعہ ہے اور جسے تمام علمی حلقوں میں مستند ترین کتاب تسلیم کیا جاتا ہے مسیحیت کے متعلق میں نے اس میں عیسائی علماء کے مضامین کا مطالعہ کیا ہے ان کے مطالعہ سے میں جن نتائج پر پہنچا ہوں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

مسیحیت (Christianity) کے موضوع پر جارج ولیم ناکس (G.w. Knox) اور

marfat.com

Marfat.com

﴿ اَفَلاَ یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہ‘ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ☆ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلاَّ رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہ‘ صِدِّیْقَۃٌ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیَاتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ﴾

(پ ۷ سورۃ المائدۃ آیت ۷۴ . ۷۵)

تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس سے بخشش مانگتے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے دونوں کھانا کھاتے ہیں دیکھو تو ہم کیسے صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر وہ دیکھو کیسی اوندھے جاتے ہیں۔

یعنی وہ لوگ جو دین میں غلو سے کام لے رہے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول نہیں تسلیم کرتے انہیں چاہیئے کہ دنیا کی زندگی میں ہی توبہ کریں اور اس سے بخشش طلب کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہو گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ورنہ اخروی دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام تو فقط اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہو گزرے ہیں پھر بھی یہ لوگ عقل سے کام نہیں لے رہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کیوں تسلیم نہیں کر رہے حالانکہ آپ کی ماں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تصدیق کرنے والی ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ دیکھ بھی رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کھانا کھاتے ہیں کھانا کھانے کے محتاج، حادث بھی کبھی خدا بن سکتے ہیں نہیں نہیں وہ کبھی خدا نہیں بن سکتے۔

سر سید احمد خان کا باطل نظریہ :

مفسر قرآن مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں قرآن کریم کی جن آیات میں ولادت مسیح کا مفصل تذکرہ ہوا ان کا آپ نے مطالعہ فرمالیا آیئے اب ان لوگوں کے موقف کا علمی محاسبہ کریں جو ان تصریحات کے باوجود اس کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح کی پیدائش بغیر ماں باپ کے نہیں ہوئی بلکہ وہ مریم اور یوسف نجار کے لڑکے ہیں اس طائفہ کے سرخیل سر سید احمد خان ہیں جس شرح وبسط سے انہوں نے اس پر بحث کی ہے اور اپنی طرف سے دلائل کے جو انبار لگائے ہیں وہ (بدبختی اور نحوست

marfat.com

Marfat.com

کیا تثلیث کا مواد یہودی ہے جسے یونانی فلسفہ کے اثر ور سوخ نے اس قالب میں ڈھالا ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹینکا ج ۵ ص ۶۳۳)

دین مسیحی کی تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت جو چیز بڑی عجیب و غریب اور انوکھی ہے وہ یہ ہے کہ اس دین کے بنیادی عقائد وہ نہیں جو اس دین کے بانی حضرت مسیح نے بتائے ہیں یا جو انجیلوں میں مذکور ہیں بلکہ اس کے بنیادی عقائد وہ ہیں جو پادریوں کی کونسلیں مختلف حالات میں مقرر کرتی رہی ہیں اور یہ کونسلیں اس امر کی مجاز ہیں کہ حضرت مسیح پر ایمان رکھنے والے افراد اس کے منظور کردہ عقائد سے انحراف کریں تو وہ انہیں مرتد قرار دے کر اس دین سے خارج کر دیں ان کی کونسلوں کی داستان بڑی عجیب اور دلچسپ ہے۔

مجھے اب آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ جب تثلیث کا کوئی سراغ ہمیں یسوع مسیح کے کلام میں نہیں ملتا اور انجیلوں کی آیات بھی مسیح کی ابنیت (خدا کا بیٹا ہونا) کی بجائے ان کی نبوت ثابت کرتی ہیں تو پھر یہ مشرکانہ نظریہ کیسے اور کب نمودار ہوا اس سے متعلق بھی انسائکلو پیڈیا کے حوالے سے حقیقت حال پیش کرتا ہوں۔

قسطنطین کے تخت نشین ہونے سے پہلے عیسائیوں پر طرح طرح کے مظالم کئے جاتے تھے اور حکومت روم کی نگاہوں میں بھی یہ معتوب تھے لیکن یہ مذہب آہستہ آہستہ پھیلتا رہا اور تقویت پکڑتا رہا قسطنطین جب رومن امپائر کا فرمانروا بنا تو اس نے ۳۱۳ھ میں میلان کے فرمان شاہی کے ذریعے مذہبی آزادی کا اعلان کیا اپنے سیاسی اغراض کی وجہ سے عیسائیوں پر عنایات خسروانہ کی بارش شروع کر دی تاکہ ان کی کثیر آبادی کی ہمدردیاں اور وفاداریاں حاصل کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کرے اور ۳۳۷ھ میں جب وہ بستر مرگ پر دم توڑ رہا تھا تو اس نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اسے بتسمہ دیا گیا۔

یہ تو ان کے سیاسی حالات تھے لیکن اس سے پہلے تین صدیوں میں ان کے عقائد میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں اور قسطنطین کے سرپرستی میں ان میں کیا قطع و برید کی گئی اس کے متعلق تاریخ کلیسا (Church History) کے عنوان پر چار مسیحی فضلاء نے جو لکھا ہے اس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

marfat.com

Marfat.com

آپ کو پیدا کر کے منکرین عالم ارواح پر اس بات کو آشکار کر دیا کہ روح بھی ایک حقیقت ہے اور انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ :

"کیونکہ آپ کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی اس لئے لوگوں نے سمجھا کہ آپ بن باپ کے پیدا ہوئے اور یہ بات درست نہیں کیونکہ حضرت ابراہیم اور حضرت زکریا علیہم السلام کو بھی خوشخبری دی گئی تھی اور ان کے فرزندوں کو کوئی بن باپ نہیں کہتا اسلئے حضرت مسیح کی ولادت بن باپ ثابت نہ ہوئی۔"

سبحان اللہ ! کیا استدلال ہے صرف بشارت سے کون ان کا بن باپ ہونا تسلیم کرتا ہے بلکہ قرآن کی دوسری آیات اس پر دلالت کرتی ہیں (جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے)۔

پھر جناب اور ارشاد فرماتے ہیں کہ مریم کے لم یمسسنی ......الخ کہنے سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ مریم نے اظہار تعجب اس لئے کیا تھا کہ ان کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ بچہ اب ہی پیدا ہونے والا ہے حالانکہ فقط بچے کی پیدائش کی بشارت تھی اور اس کی پیدائش تو ان کی شادی کے بعد ہونی تھی۔

آپ خود انصاف فرمائیں اگر مقصود یہی تھا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو مریم کو تسلی دینے کے لئے صرف اتنا بتا دینا کافی تھا کہ مریم گھبراؤ نہیں! بچہ تب پیدا ہوگا جب تم شادی کر لوگی۔ اس سیدھے جواب کو چھوڑ کر یہ جواب دینا قطعاً مناسب نہیں بلکہ قواعد فصاحت وبلاغت کے خلاف ہے۔

پھر فرماتے ہیں آپ کا "آیۃ للناس" ہونا اس اعتبار سے تھا کہ آپ بڑے رحم دل اور رقیق القلب تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بن باپ پیدا ہوئے کیونکہ نشانی ایسی ہونی چاہئے جو واضح اور جس کا انکار نہ کیا جا سکے یہ تو ایک امر مخفی ہے اس پر بیسیوں شبہات وارد کئے جا سکتے ہیں۔

ان کا یہ خیال بھی درست نہیں بلکہ مسیح کا بن باپ پیدا ہونا قدرت خداوندی کی روشن دلیل ہے کیونکہ کنواری لڑکی کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی اس کے علاوہ ایک ہی صورت ہے کہ وہ بدکار ہو حضرت مسیح کے

marfat.com

Marfat.com

متعلق جو یہ اعلان فرمایا کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہیں اور پھر اسے خدا کی طرف اور اس کے پیغمبروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کا اتنا واضح ثبوت ان کی اپنی تاریخ نے فراہم کر دیا۔

لیکن یہ بحث تشنہ تکمیل رہے گی اگر یہ نہ بتایا جائے کہ نیقیا کی کونسل میں مسیح کی الوھیت کا جو افتراء باندھا گیا اس کے محرکات کیا تھے؟ اور کیا اس کونسل میں شرکت کرنے والے سارے بشپ (پادری) اس عقیدہ کو دل و جان سے تسلیم کرتے تھے یا نہیں؟

یہ بات سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر کا سمجھنا لازمی ہے قسطنطین کی حمایت و سرپرستی میں عیسائیت کو امن و سکون نصیب ہوا تو ان میں نظریاتی خانہ جنگی شروع ہو گئی جس کے باعث ان کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی اور ان کی سیاسی قوت زوال پذیر ہونے لگی اس طرح قسطنطین نے جس خیال سے اس کی حمایت شروع کی تھی وہ خواب پریشان ہونے لگا چنانچہ اس داخلی انتشار کو دور کرنے کے لئے اس نے نیقیا میں تمام عیسائی علماء کی کونسل طلب کی جس کے اجلاس ۲۰ مئی سے ۲۵ جولائی ۳۲۳ ھ تک جاری رہے سب سے اہم مسئلہ جو زیر بحث آیا وہ یہ تھا کہ یسوع کا تعلق خدا سے کس نوعیت کا ہے؟

یہ بھی یاد رہے کہ اس کونسل کا داعی بھی قسطنطین تھا اس کے جملہ مصارف بھی اس نے اپنی گرہ سے ادا کئے اور اس کے کئی اجلاسوں میں شرکت بھی کی اور اس کے فیصلوں کو اپنے شاہی اختیارات سے نافذ کیا اور جس نے ماننے سے انکار کیا اس کو سزائیں دیں۔

(اسٹیکلوپیڈیا ج ۶ ص ۵۸۸)

اس کونسل کے انعقاد کے محرکات اور پس منظر کو سمجھ لینے کے بعد مسیح کی الوھیت کے متعلق جو قرارداد پاس کی گئی اب اس کے متعلق مسیحی فاضلوں کی آراء سنئے:

"یہ درست ہے کہ کثرت آراء سے نیقیا کی کونسل میں سکندریہ کے عقیدے کو منظور کیا گیا لیکن یہ اتفاق قلبی یقین و ایمان سے رونپذیر نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شرکت کرنے والے پادریوں کی اکثریت غیر جانبدار تھی انہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی دوسری وجہ شاہی اختیارات اور ان کا دباؤ تھا اس کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس تاریخی شہادت موجود ہے وہ یہ کہ آریس (Arius) کے

marfat.com

Marfat.com

وہ نوخیز جس نے محفل عام میں ان بڑے بڑے علماء کا ناطقہ بند کر دیا اور انہیں بر سر عام جواب دیا اس کے متعلق یہ تو کہتے ہیں کہ یہ بڑا تیز زبان اور شوخ مزاج ہو گا اس سے گفتگو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ وہ یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے کہ یہ کل کا بچہ ہے اور عرصہ تک جھولے میں جھولتا رہا ہے اس سے بات کرنا ہماری شان کے خلاف ہے۔

(از ضیاء القران پ ١٦ ج ٣ ص ٨٠، ٨١)

اگر یہ مان لیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ سر سید احمد خان کی کوئی بات بھی تسلیم نہ کی جائے وہ بھی تو کل تک پنگھوڑے میں جھولتے رہے ہیں کیونکہ وہ یہ تو ثابت نہیں کر سکتے کہ اپنے زعم میں بڑے عالم بن کر اس دنیا میں تشریف لائے انہیں شکم مادر میں رہنے اور پھر ماں کا محتاج ہونے اور جھولے میں جھولنے کی ضرورت ہی نہیں ہوئی سبحان اللہ لوگوں کی نظر میں بڑا محقق قرآن سے کتنا دور اور عقل سے کتنا خالی ہے کہ جس نے یہ بھی نہ سمجھا کہ کیسی دلیل دے رہا ہوں نیز یہ بھی خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے پہلے یوسف نجار کی طرف یہود نے منسوب کیا۔

" والیھود تقذف امه بیوسف نجار "

(روح المعانی پ ٣ ج ٢ حصه دوم ص ١٦٣)

یہود نے آپ کی والدہ کو یوسف نجار سے متہم کیا۔

یہود اور سر سید احمد خان میں فرق صرف اتنا ہے کہ یہود نے حضرت مریم کو معاذ اللہ زانیہ قرار دیا اور سر سید نے مسلمانون کے غیظ و غضب سے بچنے کے لئے یوسف نجار کی منکوحہ قرار دیا اصل نظریہ دونوں کا ایک ہے

سر سید احمد خان کے اسلام کے خلاف اور نظریات کسی نے معلوم کرنے ہوں تو تفسیر حقانی کے مقدمہ کا مطالعہ کرے نیز وہ یہ کہتے ہیں :

کہ نہ مریم پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور نہ حضرت مسیح نے اس تہمت کی تردید کی، اگر مریم پر یہ تہمت لگائی جاتی اور مسیح کو اس کی تردید مقصود ہوتی تو یہ نہ کہتے :

﴿ انی عبد اللہ ﴾ بلکہ یہ کہتے کہ میری ماں بدکار نہیں تم محض افتراء باندھ رہے ہو۔

marfat.com

Marfat.com

رب تعالیٰ کے استفسار پر عیسیٰ علیہ السلام کا جواب :

﴿ واذ قال الله یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله قال سبحانك ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان كنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ☆ ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربكم وكنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی كنت انت الرقیب علیهم وانت علی كل شیء شهید ☆ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحكیم ☆ ﴾

(پ ۷ سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸)

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ تعالیٰ کے سوا عرض کرے گا پاکی ہے تجھے مجھے جائز نہیں کہ وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں پہنچتا اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہو گا تو خوب جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔

میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال فرمائے گا اور آپ یہ جواب دیں گے اس سوال و جواب کا مقصد کفار کو خاموش کرانا ان کو زجر و توبیخ کرنا ہو گا کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کو کیسے خدا مانتے رہے جب یہ خدا اپنے عبد (بندہ) ہونے کا اقرار کرتے رہے اور تمہیں یہ حکم دیتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں صرف اسی کی عبادت کرو۔

marfat.com

Marfat.com

سڈنی ہربرٹ میلون (S.H.Mellone) نے مل کر جو محققانہ مقالہ لکھا ہے اس میں وہ رقم طراز ہیں :

" مسیح نے خود بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ ان کی اصل کوئی مافوق الفطرت چیز ہے بلکہ وہ اس پر مطمئن تھے کہ انہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانا جائے "۔

(انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۵ ص ۶۳۲)

اس خیال کی تائید میں انہوں نے مرقس کی انجیل باب ششم کی آیات ۳، ۴ کا حوالہ دیا ہے :

" کیا وہی بڑھئی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب اور یوسیس اور یہودہ اور شمعون کا بھائی ہے ؟ اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے ہاں نہیں ؟ پس انہوں نے اس کے سبب ٹھوکر کھائی یسوع نے، ان سے کہا : نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا "

یوحنا کی یہ آیت بھی زیر نظر رہے :

" پھر ان دو دنوں کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر گلیل کو گیا کیونکہ یسوع نے خود گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا "۔

(۴۴:۴۳:۴)

لوقا کی یہ آیت بھی توجہ طلب ہے :

" مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو "۔

(۳۳:۱۳)

اناجیل کی ان آیات اور سابقہ تصریح سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے آپ کو مریم کا بیٹا کہلوایا اور اپنی نبی ہونے کا بار بار اعلان کیا اور کبھی بھی اپنے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں کہا اب حقیقت یہ ہے تو پھر تثلیث (تین خدا) اور ابنیت (خدا کا بیٹا ہونا) کا نظریہ اس دین میں کیونکر گھس آیا اس کے متعلق بھی مذکورہ بالا فاضلوں کی یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے ۔

باپ بیٹا اور روح القدس کی اصطلاحات کو یہودی ذرائع نے مہیا کیا یسوع نے شاذ و نادر ہی آخری اصطلاح استعمال کی ہے، سینٹ پال کے متعلق یہ واضح نہیں کہ اس نے اسے استعمال

marfat.com

Marfat.com

" وهو اولى الاوجه عندى "جواب کی تمام وجوہ سے میرے نزدیک یہی وجہ بہتر ہے اور حق بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب ذکر فرمایا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ ان میں ایسا کوئی مذہب نہ ہو۔

"وزعم بعضهم ان المراد اتخاذهما بطريق الاستقلال ووجهه ان النصارى يعتقدون ان المعجزات التى ظهرت على يدى عيسٰى وامه عليهما الصلوة والسلام لم يخلقها الله تعالى بل هما خلقاها"

بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو دو مستقل خدا سمجھتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جو معجزات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کے ہاتھوں سرزد ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے نہ پیدا کئے اور نہ ہی اس نے عطا کئے ہیں بلکہ ان دونوں نے وہ خود ہی پیدا کئے ہیں۔

حضرت مریم کا خدا ہونا زیادہ مشہور اس لئے نہ ہو سکا کہ بعض چیزوں میں تو ان کو مستقل خدا مانتے تھے اور بعض میں انہیں مستقل خدا نہیں مانتے تھے بلکہ ان کا یہ عقیدہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا لیکن آپ الوهیت میں زیادہ مشہور ہوئے کیونکہ تثلیث اور ابنیت الوهیت کا عقیدہ رکھنے والے بہت سے گروہ تھے لیکن حضرت مریم کو خدا ماننے والا صرف ایک گروہ تھا جنہوں نے اپنے عقیدہ کو حضرت مریم کی طرف ہی منسوب کیا ہوا تھا اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو مریمیہ کہلاتے تھے۔

فصح انهم اتخذوهما فى حق بعض الاشياء الٰهين مستقلين ولم يتخذه الها فى حق ذالك البعض.

صحیح یہی ہے کہ نصاریٰ نے بعض چیزوں میں تو دونوں یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو مستقل خدا مانا اور بعض چیزوں میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مستقل خدا نہیں مانا

فائدہ: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے " تعلم ما فى نفسى ولا اعلم ما فى نفسك "کا ترجمہ کیا ہے تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

یعنی لفظ نفس کی نسبت جب عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے تو اس کا معنی کیا ہے میرے جی میں

marfat.com
Marfat.com

تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے یسوع کو کلام الٰہی (Logos) کا مجسمہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن اس کی الوہیت کا عام طور پر انکار کیا جاتا تھا اسی اثناء میں ایریس (Arius) کے تنازعہ نے چوتھی صدی کے کلیسا کو جس اضطراب و حیرت میں مبتلا کر دیا تھا اس نے لوگوں کی طرف توجہ کو اس مسئلہ کی طرف مبذول کیا نیقیا (Nicaea) کی کونسل جو ۳۲۳ھ میں منعقد ہوئی اس میں سرکاری طور پر یسوع کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا تھا جسے باضابطہ طور پر مرتب کرنے کے بعد (Necene Creed) کا نام دیا گیا تنازعہ کچھ عرصہ تک جاری رہا لیکن آخر کار مشرق و مغرب کے عیسائیوں نے اس عقیدے کو صحیح مسیحی عقیدہ مان لیا بیٹے کی الوہیت کے ساتھ روح القدس کی الوہیت کی بھی تسلیم کر لی گئی۔

نیقیا کے عقیدہ کی فتح نے تثلیث کو عیسائی مذہب کے صحیح عقائد کا جزو لاینفک (نہ جدا ہونے والا حصہ) بنا دیا بیٹے کی الوہیت کی مظہر یسوع کو قرار دینے سے ایک نئی پیچیدگی پیدا ہو گئی جو چوتھی صدی اور اس کے بعد عرصہ تک مابہ النزاع (جھگڑے کی وجہ) بنی رہی وہ یہ کہ یسوع میں الوہیت اور انسانیت کا باہمی تعلق کیا ہے ؟ کالسیڈن (Chalcedon) کی کونسل جو ۴۱۵ھ میں منعقد ہوئی اس میں یہ قرار پایا کہ مسیح کی ذات میں الوہیت اور انسانیت دونوں یکساں طور پر مجتمع ہیں اور باہمی امتزاج کے باوجود دونوں کی خصوصیات جوں کی توں قائم ہیں قسطنطنیہ کی تیسری کونسل جو ۶۸۰ھ میں منعقد ہوئی اس میں اس پر مزید اضافہ کیا گیا کہ ان دو ماہیتوں کی الگ الگ مرضی اور مشیت ہے مسیح دونوں مشیتوں کا مالک ہے۔

مغربی کلیسا نے نیقیا اور کالسیڈن اور قسطنطنیہ کے فیصلوں کو قبول کر لیا اور اس طرح تثلیث اور مسیح کے اندر دو مشیتوں (خدائی اور انسانی) کے وجود کے نظریات کو مشرق و مغرب کے کلیساؤں بحیثیت پختہ اور صحیح عقیدہ مان لیا۔

(انسائیکلوپیڈیا ج ۵ ص ۶۷۷، ۶۷۸)

اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ تثلیث و ابنیت کے عقائد خدا اور اس کی نبی کے بتائے ہوئے عقائد نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں سال بعد انعقاد پذیر ہونے والی کونسلوں نے انہیں گھڑا اور عیسائیوں کے لئے ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا قرآن کریم نے بارہا علماء اہل کتاب کے

marfat.com

Marfat.com

میں اٹھایا جاؤں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بندہ ہیں، خدا نہیں، خدا کے شریک نہیں، خدا کا بیٹا نہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی ہیں۔ عام انسان نہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کتاب انجیل عطا فرمائی آپ کو برکت والا بنایا یہ برکت آپ کو رب تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی ہے آپ کو والدہ کا فرنبردار بنایا جو شخص پیدا ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کو روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ آپ کا لقب روح اللہ، کلمۃ اللہ ہے۔

آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا ہے۔ قرب قیامت میں آپ دنیا میں تشریف لائیں گے شادی کریں گے آپ کی اولاد ہوگی نبی کریم ﷺ کی شریعت پر عمل کرائیں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے لیکن وہ بھی شریعت مصطفوی کا حصہ ہوگا۔ کیونکہ جزیہ لینے کا وقت وہاں تک ہی ہوگا جیسے مؤلفۃ القلوب کا حصہ زکوٰۃ میں ایک وقت تک تھا پھر ختم کر دیا گیا۔

آپ دجال کو قتل کر دیں گے۔ آپ کا نزول امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ پھر آپ کی وفات ہوگی حضور ﷺ کے ساتھ روضہ منورہ میں دفن ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے اس عقیدہ حقہ پر قائم رکھے۔

﴿آمین ثم آمین﴾

marfat.com

Marfat.com

خلاف یہ فیصلہ پورے غور وفکر کے بعد کامل ایمان ویقین سے کیا گیا ہوتا تو پھر اس عقیدہ کے حق میں رائے دینے والے آئرس سے کبھی نرم برتاؤنہ کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا یہ حقیقت میں ہے کہ عقیدہ فقط ان لوگوں کی طرف سے مسلط کیا گیا تھا جو اسی کونسل کے بانی تھے (یعنی قسطنطین اور اس کے اعیان حکومت) ان حالات میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ کثرت آرا قطعاً اس بات کا معیار نہیں کہ مسیح کی الوہیت کا جو عقیدہ اس کونسل میں منظور ہوا اس میں کونسل کے ارکان کا قلبی یقین بھی کارفرما تھا۔

فاضل مقالہ نگار مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ نیقیا کی کونسل کے متعلق اپنی نگارشات کا اختتام کرتا ہے۔

اس مصنوعی اور بناوٹی اتحاد سے جو عقیدہ گھڑا گیا تھا وہ امن برقرار رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اس نے ایسے جھگڑوں کی راہ ہموار کردی جن کے باعث مملکت کی بنیادیں لرز گئیں نیقیا کے اس عقیدہ کے اعلان کے بعد لوگوں نے اس پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کردیا اور یہ عقیدہ جو کلیسا نے فکر وتدبر کے بغیر اپنے اوپر مسلط کرلیا تھا اس کی تشریح وتوضیح کرتے وقت کلیسا کو ایسی مذہبی بحثوں میں الجھنا پڑا جن کا راستہ بڑا دشوار اور پرخار تھا۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۶ ص ۴۱۰)

ان تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے اب ان آیات (جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے) ﴿ لقد کفر الذین کفرو......الخ ﴾ کو غور سے پڑھو آفتاب حقانیت کی تابانیاں آپکی چشم خرد کو روشن کردیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ (مائدۃ) کی آیت ۴۸ میں قرآن کو سابقہ آسمانی کتب کے نگہبان (مھیمنا علیه) کا جو لقب عطا فرمایا ہے اس کی صداقت آشکار ہو جائے گی خدارا بتایئے کیا اس دین کو دین الٰہی کہنا روا ہے جس کے بنیادی عقائد چند آدمیوں نے سیاسی دباؤ اور سیاسی اغراض کی خاطر صدہا سال بعد خود وضع کیے ہوں اور ان میں اپنے پیغمبر کے ارشادات سے واضح انحراف کیا گیا ہو مسیحیت کو اس کی اپنی تاریخ کے آئینہ میں آپ نے دیکھ لیا اس کے بعد کسی مزید تبصرہ کی گنجائش نہیں۔

(از ضیاء القران ج ۱ ص ۴۹۶ تا ۴۹۸)

marfat.com

Marfat.com

ڈوب کر علم و عرفان کے سمندر سے موتی نکال کر پیش کئے اور کن لوگوں نے زہر پر مٹھائی چڑھا کر لوگوں کے ایمان کو قتل کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔

بات صرف قسمت کی ہے کسی کی قسمت میں رب تعالیٰ نے یہ عظمت عطا فرمائی ہے کہ وہ دن رات نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات کو تلاش کرتا رہتا ہے اسی میں اس کی عمر بیت جاتی ہے۔ اور کچھ کم بختوں کی عمر اس میں گزر جاتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے نقص تلاش کرتے رہتے ہیں۔ فضائل پر مشتمل احادیث اور اقوال علماء و صلحاء ان کی عقلوں میں انہیں ضعیف نظر آتے ہیں اور بتوں کے حق میں نازل شدہ آیات اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات جو عجز و انکساری پر مشتمل ہیں وہ انہیں حقیقت نظر آتے ہیں۔ سیدھے سادے لوگوں کو اس طرح گمراہ کرتے ہیں کہ:

"ہم بھی نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ واقعہ درست نہیں"

اس طرح کے گمراہ کن ہتھکنڈے ان کا وطیرہ ہے۔ الامان والحفیظ

تخلیق اول نورِ محمدی:

وروی عبد الرزاق بسنده عن جابر بن عبدالله قال قلت یا رسول الله ﷺ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقه الله تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذالك النور یدور بالقدرة حیث شاء الله ولم یكن فی ذالك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولانار ولا ملك ولا سماء ولاارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انس.

(زرقانی ج ۱ ص ۴۹، الانوار المحمدیة ص ۱۳، مواهب)

عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند سے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے یہ خبر دیجئے کہ تمام چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسے پیدا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں بھی اسے منظور تھا سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ جنت اور نہ دوزخ اور نہ فرشتے اور نہ آسمان اور نہ زمین اور نہ سورج اور نہ چاند اور نہ جن اور نہ انسان تھے۔

marfat.com

Marfat.com

اگرچہ ایک احتمال یہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ یہ سوال آپ سے دنیا میں تھا جب آپ نے تینوں سوالوں کے جواب درست دے دیئے یعنی آپ نے اپنی الوھیت کی نفی کی والدہ کی الوھیت کی نفی کی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوھیت کا اقرار کیا تو ان تینوں سوالوں کے درست جواب دینے پر آپ نے تین رکعات نماز بطور شکر ادا کی چونکہ یہ سوال وجواب مغرب کے وقت تھے اسلئے اس کے بعد مغرب کی تین رکعات شروع ہیں تاہم یہ قول کوئی خاص معتبر نہیں یوم ان آیات کے بعد آنے والی آیات سے یہی سمجھ آرہا ہے کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے۔

اعتراض : عیسائیوں کی عام تاریخ سے یہ نہیں ملتا کہ انہوں نے حضرت مریم کو بھی خدا تسلیم کیا ہو تو اس سوال کا کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا مان لو اللہ تعالیٰ کے سوا

جواب : اگرچہ عیسائیوں کے مشہور مذاہب وہی ہیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے لیکن ان کے بہت سے مذاہب تھے ان میں یقیناً ایک فرقہ وہ بھی ہوگا جو حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو خدا مانتا ہوگا۔

" انه يحتمل ان يكون فيهم من قال بذالك "

یہ قوی احتمال ہے کہ ان میں ایک فرقہ ایسا بھی تھا جو اس کا قائل تھا نیز ابو جعفر نے بعض نصاری سے قول ذکر کیا ہے جو اس کی تائید کرتا ہے کہ پہلے عیسائیوں میں ایک گروہ تھا۔

"" يقال لهم المريميه يعتقدون فى مريم انها الٰها "

جن کو مریمیہ کہا جاتا تھا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مریم بھی خدا ہیں۔

یہ فرقہ ایسا ہی تھا جس طرح یہود کہتے تھے :

"ان عزيزا ابن الله عزاسمه واله۔" بیشک عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور خدا بھی ہے۔

علامہ آلوسی نے اس کے کئی اور جواب بھی دیئے ہیں لیکن اسی جواب کے متعلق یہ کہا ہے

marfat.com

Marfat.com

ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہیں تھا اس لئے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا"۔

اس سوال وجواب نے واضح کر دیا کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت محض علم الٰہی کے لحاظ سے نہیں تھی بلکہ خارج اور واقع میں آپ کا نور انور اور روح اقدس اور حقیقت محمدیہ اس کمال کے ساتھ موصوف ومتصف تھی اور یہی ہمارا نظریہ وعقیدہ ہے کہ بشریت کے لحاظ سے اولاد آدم بھی ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے اصل موجودات ہیں اور آدم علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی اس لحاظ سے آپ جیاد ہیں۔

یہی تھانوی صاحب ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں سوال یہ ہے جب انبیاء موجود ہوتے تو ان کے خاتم کا موجود ہونا بھی متصور ہو سکتا تھا جب ان کا بلکہ ان کے والد اور معدن واصل کا وجود نہیں تھا تو آپ خاتم النبیین کس طرح ہو گئے تھانوی صاحب کی زبانی سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں:

"اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس برس کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب نبیوں کے بعد مبعوث ہوئے اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا یہ وصف تو خود تاخیر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخیر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ نبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ مل جائے تو تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجنے کے بعد"۔

یعنی جس طرح اس تحصیلدار کے منصب کا لوگوں کو علم اس وقت ہو گا جب وہ تحصیل میں جاکر چارج سنبھالے گا اس وقت معلوم کریں گے کہ یہ ہمارے تحصیلدار صاحب ہیں حالانکہ سرکار کے نزدیک وہ اس وقت سے تحصیلدار ہے جب سے اسے نامزد کیا گیا ہے تو نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین کے مرتبہ پر اس وقت فائز ہو چکے تھے جب آدم علیہ السلام ہنوز عالم آب وگل میں تھے اگرچہ لوگوں کو اس وقت پتہ چلا جب آپ کا ظہور ہوا۔ الغرض ظہور اگرچہ بعد میں ہوا لیکن وجود پہلے تھا اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ حقیقت نوریہ کے لحاظ سے آپ اصل موجودات اور جیاد آدم علیہ السلام ہیں اگرچہ ظہور اور نشأۃ دینیہ کے لحاظ سے اولاد آدم ہیں۔

(تنویر الابصار ص ۱۹)

marfat.com

Marfat.com

اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسب کیا ہے تو معنی کیا ہے جو تیرے علم میں ہے ۔

اسلئے کہ اس میں علماء و محققین کے کئی اقوال ہیں کہ نفس کا معنی ذات لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو سکتا ہے یا نہیں اسی طرح لفظ فی ذکر ہو تو معنی ہو گا کہ تو جانتا ہے جو میرے نفس جی دل میں منقش ہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ جو تیرے جی میں منقش ہیں یہ معنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں بعض حضرات نے اس کی توجیہ میں یہی بیان کیا ہے ۔

" المراد لا أعلم معلوماتک فعبر عنه بلا اعلم مافی نفسک "عیسیٰ علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری معلومات کو نہیں جانتا یعنی میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے البتہ" لا اعلم معلوماتک "کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے" لا اعلم ما فی نفسک "ذکر کر دیا گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صحیح عقیدہ :

عیسیٰ علیہ السلام کا مقام کیا ہے ؟ آپ علیہ السلام کو کیا تسلیم کیا جائے ؟ اس کا جواب واضح طور پر عیسیٰ علیہ السلام نے خود ہی یہود کو دیا تھا، جب انہوں نے آپ کی والدہ پر معاذ اللہ بدکارہ ہونے کی تہمت لگائی تھی آپ نے شیر خوارگی میں ارشاد فرمایا :

﴿ قَالَ اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ☆ وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ☆ وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ☆ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴾

(پ ١٦ سورة المريم آيت ٣٠ . ٣١ . ٣٢ . ٣٣)

بچہ نے (شیر خوارگی میں) کہا میں ہوں اللہ تعالیٰ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) بنایا اور اسی لئے مجھے مبارک کیا میں کہیں بھی ہوں اور مجھے نماز اور زکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک زندہ رہوں اور مجھے اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے زبردست بدبخت نہیں بنایا اور وہی سلامتی (جو حضرت یحییٰ پر ہوئی) مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن

marfat.com

Marfat.com

اس روایت کو ترمذی شریف میں نقل کیا گیا ہے اور ترمذی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے کہ جس کے متعلق محدثین نے فرمایا جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہو وہ یوں سمجھے کہ رب تعالیٰ کا رسول میرے گھر میں موجود اور تشریف فرما ہے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو موضوع اور من گھڑت بھی نہیں کہا اور ضعیف بھی نہیں کہا بلکہ انہوں نے اس کو حسن کہا ہے اصول حدیث میں یہ واضح ہے کہ حسن حدیث حجت و دلیل اور سند ہو سکتی ہے۔

اور پھر اشرف علی تھانوی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی اسی طرح کے الفاظ آتے ہیں گویا یہ روایت دو صحابیوں سے مروی ہوئی اس طرح کل چار صحابیوں (حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت ابوہریرہ اور حضرت میسرہ ضبی رضی اللہ عنہم) کی شہادت اور گواہی اب تک آچکی ہے کہ آنحضرت ﷺ نور ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و ایجاد سے پہلے نبوت و رسالت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہو چکے تھے۔

علاوہ ازیں اس کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے جو اہل سنت کے چوتھے امام ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام ابو مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بعد ان کا درجہ ہے۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی تاریخ میں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد ابو نعیم نے اس کو حلیہ میں نقل کیا ہے اور حاکم جیسے محدث نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ وہ محدث ہیں جس نے بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ سے رہ جانے والی صحیح احادیث کو جمع کیا ہے اور اس کتاب کا نام مستدرک رکھا ہے۔

(تنویر الابصار ص ۲۲)

نبی کریم ﷺ کا نور و بشر ہونا:

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ اسی مسئلہ پر دلیل قائم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ظاہر بشری ہے اور باطن نوری ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سید الانس والجان

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خیال رہے کہ مقصد صرف دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات کو قلمبند کرنا تھا کیونکہ عام طور پر طلبائے کرام اور عوام الناس قصص الانبیاء نامی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں جس میں کئی ضعیف واقعات انبیائے کرام کی طرف منسوب کر دیئے گئے ہیں جو انبیائے کرام کی شان میں باعث تنقیص بھی ہیں اور ان کے پڑھنے سے ایمان میں تزلزل بھی آتا ہے۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختصر تذکرہ صرف تبرک کے پیش نظر کرنا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بغیر کتاب کسی طرح بھی مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے واقعات اور آپ کے اوصاف کا علم حاصل کرنے کے لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مدارج النبوۃ کا مطالعہ کیا جائے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بہت سے واقعات کا علم حاصل ہو گا اور سکون قلب ہو گا۔

نیز مفسر قرآن، مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ بھیروی قدس سرہ کی "**ضیاء النبی**" کا مطالعہ کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ کی ضیاء سے آپ کے دلوں میں نور معرفت حاصل ہو گا۔ ایمان میں پختگی حاصل ہو گی۔

خیال رہے کہ کچھ لوگوں نے "سیرۃ النبی" کے نام سے کتابیں لکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کو کم کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے ان کی کتابوں کو پڑھ کر اپنے ایمان کو ضائع نہ کریں۔

"سیرۃ النبی" کے نام سے لکھی ہوئی کتابوں کو بھی دیکھیں اور ان کے مقابل مدارج النبوۃ اور "ضیاء النبی" کو بھی پڑھیں خود بخود نمایاں فرق نظر آئے گا کہ کن حضرات نے عشقِ رسول، محبتِ رسول میں

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وضاحت کی ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی نیند سے ان کے وضو نہیں ٹوٹتے تھے میں نے نور الایضاح کے عربی حاشیہ ذریعة النجاح میں بفضلہ تعالیٰ اسے ذکر کیا ہے جبکہ ہدایہ تک تمام فقہی کتب کے محشی حضرات اسے ذکر نہ کر سکے یا دیدہ دانستہ ذکر نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ جاگنے کے بعد وضو کرتے تھے آپ کا یہ وضو کرنا وجوبی طور پر نہیں ہوا کرتا تھا بلکہ مستحب سمجھ کر آپ وضو کرتے یا تعلیم امت کے لئے یا آپ کو چونکہ معلوم ہوتا تھا کہ سوتے ہوئے کوئی چیز وضو کے خلاف سرزد ہوئی ہے اسلئے آپ کبھی کبھی اپنے علم کے مطابق وضو ٹوٹنے کی وجہ سے وضو کرتے ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ کی نورانیت کا ثبوت قرآن پاک سے:

﴿ قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مُّبینٌ ﴾ (پ ٦ سورۃ المائدۃ آیت ١٥)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تین قول ملتے ہیں ایک عام مفسرین کا جنہوں نے نور سے مراد نبی کریم اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک لیا ہے دوسرا قول معتزلہ کا ہے جنہوں نے نور اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک لیا تیسرا قول محققین کا ہے جیسے علامہ آلوسی اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ انہوں نے نور اور کتاب مبین دونوں سے ہی مراد نبی کریم ﷺ لئے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" قد جاء کم من اللہ نور عظیم وھو نور الانوار والنبی المختار ﷺ "

نور سے مراد نور عظیم ہے جو سب نوروں کا نور ہے۔ یعنی تمام نوروں کا اصل ہے اور وہ نبی مختار ﷺ ہیں۔

" والی ھذا ذھب قتادہ واختارہ الزجاج "

یہی قول قتادہ کا ہے اور زجاج نے بھی اسی قول کو مختار قرار دیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ یہ حدیث مولوی اشرف علی تھانوی صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب "نشر الطیب" میں بھی نقل کی ہے۔

" عن العرباض بن سارية عن رسول الله ﷺ انه قال انی عند الله مكتوب خاتم النبين وان آدم لمنجدل فی طينته "

(شرح السنة، مشكوٰة باب فضائل سيد المرسلين ص ۵۱۳، مواهب مع زرقانی ص ۳۹)

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی تک اپنے خمیر میں تھے۔

مولوی اشرف تھانوی صاحب دیوبندی اپنی کتاب نشر الطیب میں بیان کرتے ہیں کہ اسے احمد، بیہقی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور مشکوۃ میں یہ حدیث شرح السنہ سے مذکور ہے۔

اس حدیث پاک کی وضاحت میں استاذ المکرّم حضرت علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی صاحب مد ظلہ العالی فرماتے ہیں:

"اس حدیث پاک سے آنحضرت ﷺ کا تحقیقاً آدم علیہ السلام سے قبل نبی ہونا بھی ثابت اور خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا بھی ثابت موجود ہونا بھی ثابت اور آپ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت کیونکہ بشروں کا باپ بعد میں پیدا کیا جارہا ہے اور آپ کی حقیقت پہلے ہی موجود متحقق تھی اور ان صفات کمال کے ساتھ موصوف و متصف تھی"۔

اس مقام پر مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے بیان کردہ نکتہ اور ایک توہم کا ازالہ بھی ملاحظہ فرماتے جائیں:

"اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شائد مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ سو اس لئے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا۔ جواب یہ ہے اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے مقدم ہے پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور

marfat.com

Marfat.com

دونوں سے مراد ایک ذات کیسے ؟ تو اس کا ہم بھی وہی جواب دیں گے جو جبائی نے دیا ہے کہ عنوان کی مغائرت کو مغائرت کے درجے میں رکھ کر عطف کو صحیح قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر ہے۔

(روح المعانی پ ٦)

نبی کریم ﷺ پر دونوں کا اطلاق کیسے صحیح ہے ؟ اس کا جواب ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے آپ فرماتے ہیں :

" ای مانع من ان یجعل النعتان للرسول ﷺ فانه نور عظیم لکمال ظهوره بین الانوار و کتاب مبین حیث انه جامع لجمیع الاسرار ومظهر للاحکام والاحوال والاخبار "

(شرح شفاء ج ۱ ص ۴۲)

نور اور کتاب مبین دونوں صفتیں رسول اللہ ﷺ کی ماننے میں کون سا مانع موجود ہے ؟ یعنی کوئی مانع نہیں : کیونکہ آپ نور عظیم ہیں اسلئے کہ سب نوروں سے آپ کا نور زیادہ ظاہر ہے۔ اور آپ کتاب مبین (روشن کتاب) ہیں کیونکہ آپ تمام اسرار کے جامع ہونے کی وجہ سے کتاب ہیں اور تمام احکام احوال اور اخبار کے ظاہر کرنے کی وجہ سے "مبین" ہیں۔

تنبیہ : مذکورہ بحث سے واضح ہوا کہ آیت کریمہ میں نور سے مراد قرآن پاک جبائی اور زمخشری نے لیا ہے اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ یہ معتزلہ کے رئیس ہیں عام اہل علم کا قول یہ ہے کہ نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک اور محققین حضرات نے دونوں سے مراد نبی کریم ﷺ لیا ہے۔

اعتراض : سب سے پہلے تخلیق قلم کی ہے نہ کہ نبی کریم ﷺ کے نور کی کیونکہ قلم کے اول المخلوقات ہونے والی حدیث صحیح ہے۔

اول ما خلق اللہ القلم . سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔

marfat.com

Marfat.com

عن ابی هریرہ قال قالو ا یا رسول اللہ متی وجبت لك النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد .

(ترمذی ، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۳ ،زرقانی ج ۱ ص ۳٤)

فضائل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی آپ نے فرمایا جس وقت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے یعنی ان کے جسم میں جب جان بھی نہیں آئی تھی میں اس وقت سے نبی ہوں۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ایسے ہی الفاظ سے میسرہ ضبی کی روایت ہے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلیہ میں اسے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصریح کی ہے۔

صحابہ کرام کے پوچھنے اور سوال کرنے سے کہ آپ کب سے نبی بنے ہیں۔ پتہ چل گیا کہ جن کے گھر آپ پیدا ہوئے اور عمر شریف کے چالیس سال گزارے تھے اور اس قدر طویل عرصہ گزارنے کے بعد نبوت کا اعلان فرمایا جب وہ اس طرح کا سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کب سے نبی ہیں ؟ معلوم ہوا ان کے ایمان نے گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ نبوت کا اعلان اور اظہار چالیس سال کے بعد کیا لیکن آپ نبی بنے ہوئے پہلے کے تھے انہوں نے یہ نہیں پوچھا کہ آپ نے اعلان نبوت ورسالت کب فرمایا ؟ بلکہ پوچھا ہے ......

" متی وجبت لك النبوۃ یا رسول اللہ"

آپ کے لئے یارسول اللہ ﷺ نبوت کس وقت سے ثابت ہے ؟

اور نبی کریم ﷺ کا یہ جواب کہ میں اس وقت سے نبی ہوں جب تمہارے باپ آدم علیہ السلام کی روح ابھی ان کے جسم میں پھونکی نہیں گئی تھی صحابہ کرام کے اس نظریہ وعقیدہ پر مہر تصدیق ہے کہ تم نے درست سمجھا واقعی میں عمر شریف کے چالیس سال گزار کر نبی نہیں بنا بلکہ اس وقت سے یہ منصب اور اعزاز مجھے حاصل ہے جب کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

کریم ﷺ کی شان پر دلالت کرنے والی احادیث کو ضعیف کر کے رد کرتے ہی رہتے ہیں ۔

﴿ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ ﴾ (پ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۸۶)

جن کے دلوں پر مہر لگا کر گمراہی کا طوق ان کے گلے میں رب تعالیٰ ڈال دے پھر انہیں ہدایت دینے کی کسے مجال ہو سکتی ہے آیئے اہل علم کے ارشادات دیکھئے

" قال رسول اللہ ﷺ کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنۃ قال و کان عرشہ علی الماء "

(رواہ مسلم ۔ مشکوۃ باب الایمان بالقدر)

سرورعالم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی مقادیر لکھوادی تھیں جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا۔

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ عرش پہلے موجود تھا علاوہ ازیں قلم کو پیدا کر کے یہ حکم دیا گیا تھا" اکتب " لکھ اس نے عرض کیا کیا لکھوں ؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" اکتب القدر " تقدیر خداوندی کو لکھ ۔

فکتب ماکان وما ھو کائن الی الابد

تو اس نے جو کچھ ہو چکا تھا وہ بھی لکھ دیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا، وہ بھی لکھ دیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ قلم سے پہلے مخلوقات تھی، جس کو ماکان سے تعبیر کیا گیا، جب یہاں اولیت ہی اضافی ہے تو اس حدیث کی آڑ میں نبی اکرم ﷺ کے نور اقدس کی اولیت سے انکار کرنے کا کیا معنی ؟

علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۶ پر فرماتے ہیں :

" فی الازھار اول ما خلق اللہ القلم یعنی بعد العرش والماء والریح لقولہ علیہ السلام کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموا ت والارضین بخمسین الف سنۃ وکان عرشہ علی الماء "

(رواہ مسلم)

" وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما عن قولہ تعالیٰ وکان عرشہ علی الماء

marfat.com

Marfat.com

" **کما قال ﷺ تنام عینی ولا ینام قلبی یعنی فیما یدل علی ان باطنه ملکی وظاهره بشری** "

جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔

آپ کا یہ ارشاد گرامی اس پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ کا باطن ملکی (فرشتوں کی طرح نورانی) ہے اور آپ کا ظاہر بشری ہے قاضی شہاب خفاجی فرماتے ہیں :

" **وکذالك سائرالانبیاء تنام اعینهم دون قلوبهم کما ورد مصرحا به فی حدیث البخاری** "

اسی طرح دوسرے تمام انبیائے کرام کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتے ہیں۔ جس طرح بخاری کی حدیث میں صراحتاً ذکر ہے۔

یعنی تمام انبیائے کرام کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کا ظاہر بشر اور باطن نور ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کا نور نور من نور اللّٰہ ہے اور تمام کائنات کے لئے اصل وبنیاد کی حیثیت رکھتا ہے یعنی آپ کا نور تمام انبیائے کرام کی نورانیت کا بھی اصل ہے۔

" **وهذا دلیل علی ان ظاهره ﷺ بشری وباطنه ملکی ولذا قالوا ان نومه لاینقض الوضوء کما صرحوا به ولا یقاس علیه غیره من الامة کما توهم وتوضأ بعد نومه استحبابا او تعلیما لغیره اولعروض ما یقتضیه** "

(نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۴۵)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی : کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار ہوتا ہے یہ دلیل ہے اس پر کہ آپ کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکی نورانی ہے اسی وجہ سے محدثین کرام فقہاء عظام نے اتفاقی طور پر ارشاد فرمایا کہ بے شک آپ کی نیند سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا نبی کریم ﷺ کی نیند پر آپکے کسی امتی کی نیند کو قیاس نہیں کیا جاسکتا یعنی صحابہ کرام اولیائے کرام اور امت کے کسی فرد کو بھی یہ مقام حاصل نہیں اگر کسی صحابی یا ولی کے متعلق کوئی یہ کہے کہ اس کی نیند سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا یہ اس کا وہم ہوگا غلط سوچ ہوگی اس شخص کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

نور وہ ہے جس سے نبی کریم ﷺ کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پانی اور اس کے بعد عرش۔

علامہ قسطلانی نے اس مسئلہ یعنی قلم کے اول مخلوق ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا:

" اولیة القلم بالنسبة الی ماعدا النور المحمدی والماء والعرش وقیل الاولیة فی کل بالاضافة الی جنسه ای اول ما خلق الله من الانوار نوری وکذا فی باقیها "

(مواہب لدنیہ مع زرقانی ج ۱ ص ۴۷، ۴۸)

اولیت کے بیان میں روایات مختلف ہیں ان تمام میں تطبیق اور موافقت اس طرح ہے کہ قلم کا اول الخلق ہونا نور محمدی پانی اور عرش کے ماسوا کے اعتبار سے ہے اور یہ توجیہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر شے کی اولیت اپنی اپنی جنس کے لحاظ سے ہے یعنی انوار میں سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا کیا گیا اور اقلام میں سے اس قلم کو جس نے تقدیریں لکھیں اور جن اشیاء پر عرش کا لفظ بولا جاتا ہے ان میں سے عرش اعظم کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

تنبیہ : نور مصطفی ﷺ کی اولیت کے بیان والی حدیث کو صرف ضعیف ایمان والوں نے ضعیف کہا ہے ورنہ امام قسطلانی علامہ ابن حجر ہیتمی ملا علی قاری، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

(ماخوذ از تنویر الابصار ص ۹۸)

عوام حضور ﷺ کو صرف بشر نہ کہیں :

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ ظاہری طور پر بشر ہیں اور باطنی طور پر نور ہیں لیکن عوام جو بشر کے معنی کمال سے بے خبر ہیں وہ لفظ بشر کے ساتھ اور الفاظ بھی ملائیں جو تعظیم پر دلالت کریں اس مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے سید الاولیاء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لئے ذکر آنحضرت ﷺ بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں حسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بہ کمال ہے

marfat.com

Marfat.com

وقال ابوعلی الجبائی عنی بالنور القرآن لکشفه واظهاره طرق الهدی والیقین واقتصر علی ذالك زمحشری وعلیه فالعطف فی قوله تعالیٰ وکتاب مبین لتنزیل المغایرة بالعنوان منزلة المغایرة بالذات .

ابو علی جبائی نے کہا ہے نور سے مراد بھی قرآن ہے کیونکہ قرآن ہدایت ویقین کے راستوں کو ظاہر کرنے والا ہے اور منکشف کرنے والا ہے اس لئے اسے نور کہا گیا ہے زمحشری نے بھی اسی قول پر اقتصار کیا ہے اس قول پر بظاہر ایک اعتراض تھا کہ عطف مغائرت کے لئے آتا ہے جب معطوف اور معطوف علیہ دونوں سے مراد قرآن پاک ہے لیکن دونام علیحدہ علیحدہ ذکر کئے گئے ہیں علیحدہ علیحدہ عنوان کی وجہ سے جو مغائرت پائی گئی ہے وہ مغائرت ذاتی کے درجے میں ہے۔

" واما علی الاول فهو ظاهر "

پہلا قول زیادہ ظاہر ہے جس میں نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن پاک ہے۔

" وقال الطیبی انه اوفق لتکریر قوله سبحانه قد جاء کم بغیر عطف فعلق به اولا وصف الرسول والثانی وصف الکتاب "

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں نور سے مراد نبی کریم ﷺ ہی لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ پہلے ﴿ قَدْجَاءَ کُمْ رَسُوْلُنَا ﴾ ذکر کیا گیا ہے اور پھر بغیر حرف عطف کے ﴿ قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ ﴾ ذکر کیا گیا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ دونوں سے مراد ایک ہی ذات ہے اس لئے حرف عطف ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ وہ مغائرت پر دلالت کرتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ولا یبعد عندی ان یراد بالنور والکتاب المبین النبی ﷺ والعطف علیه کالعطف علی ما قاله الجبائی ولاشك فی صحة اطلاق کل علیه علیه الصلوة والسلام

میرے نزدیک یہ کوئی بعید بات نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ عطف مغائرت کے لئے آتا ہے معطوف اور معطوف علیہ

marfat.com

Marfat.com

انی خمرت طینۃ آدم " سے لیکر تا ظہور جسد عنصری ﷺ واتباعہ من الاکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور خدا نما بنائے گئے تا کہ :

" من رانی فقد رای الحق " جس نے میرا دیدار کیا اس نے خدائے تعالیٰ کا دیدار کیا

(الحدیث)

کا آئینہ وچہرہ علی وجہ الکمال اور پورا حق نما ہو۔ قصہ مختصر بشر تی ہے کہ جس کو

گر خواهی خدا بینی در چهره من بنگر

من آئینه اویم او نیست جدا ازمن

(گر تو خدا کو دیکھنا چاہتا ہے تو میرے چہرہ کو دیکھ میں اس کا آئینہ ہوں وہ مجھ سے جدا نہیں ہے۔)

ہونے اور کہنے کا استحاق حاصل ہے۔

اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کو بشر کہنا از قبیل ذکر آنحضرت ﷺ بالا سماء المعظمہ ہوا خلاف غیر عارف کے اس کے لئے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر کرنا جائز نہیں چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد

﴿ یوحی الیّ ﴾ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

اور تشہد میں عبدہ کے بعد رسولہ کا ذکر ہے اور کلام اہل عرفان میں ہے۔

فمبلغ العلم فیه انه بشر

وانه خیر خلق الله کلهم

(قصیدہ بردہ)

ہمارا نہایت علم یہ ہے کہ بیشک حضور ﷺ بشر ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے بہتر ہیں

(فتاوی مہریہ ص ٤)

خلاصہ کلام :

حضرت کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل علم جو بشر کا معنی اور اس میں جو کمالات پائے جاتے ہیں انہیں جانتے ہیں وہ تو بشر کہہ سکتے ہیں لیکن عام لوگوں کو بشر کے ساتھ اور الفاظ بھی ذکر کرنے چاہئیں تا کہ

marfat.com

Marfat.com

لیکن رسول اللہ ﷺ کے نور کی تخلیق سب سے پہلے ہونے کی روایت ضعیف ہے صحیح کے مقابل ضعیف کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے ؟

جواب : سب سے پہلے تو ہم یہ ضابطہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ ضعیف کو مطلقاً چھوڑ دیا جاتا ہے بلکہ قانون یہ ہے کہ دلیل قطعی اور ظنی کا جب تعارض آ جائے تو ان میں تطبیق دینے کی کوشش کی جائے اگر ان میں تطبیق ثابت ہو جائے تو بہتر ورنہ ظنی کو چھوڑ دیا جائے قرآن پاک میں :

﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ﴾

(پ ۲۹ سورۃ المزمل آیت ۲۰)

قرآن پاک جہاں سے بھی آسان ہو پڑھو۔

اس آیت سے نماز میں قرآن پاک کا مطلقاً (کسی سورت سے بھی ہو جہاں سے بھی انسان پڑھنا چاہے پڑھ لے) پڑھنا فرض ثابت ہو رہا ہے لیکن حدیث پاک میں ہے :

" لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب "

جس کا ظاہری معنی ہے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔

قرآن پاک کی آیت قطعی الدلالۃ ہے اور حدیث پاک جو خبر واحد ہے ظنی الدلالۃ ہے لیکن حدیث پاک کو مطلقاً چھوڑ دینے کا قول باطل ہو گا بلکہ اہل علم نے ان میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ قرآن پاک کی آیت کریمہ سے نماز میں قرات کی فرضیت ثابت ہو رہی ہے اور حدیث پاک سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ثابت ہو رہا ہے اب حدیث پاک " لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب " کا صحیح ترجمہ یہ ہو گا کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بغیر نماز کامل نہیں نفی کمال کی ہو گی مطلقاً وجود کی نہیں جیسے " لا ایمان لمن لا امانۃ لہ " کا ترجمہ بھی یہی ہو گا کہ جو شخص امانت کا پاس نہیں کرتا اس کا ایمان کامل نہیں۔

اس تمہید کے بعد جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قلم کی تخلیق کی اولیت اضافی ہے اور نبی کریم ﷺ کے نور کی تخلیق میں اولیت حقیقی ہے۔

یہی قول اہل علم، محققین، متقین اور کامل ایمان والوں کا ہے ہاں البتہ جن کا ایمان ضعیف ہے وہ نبی

marfat.com

Marfat.com

راجع جانب قابل ہے کہ ممتنع ذاتی قبولیت کا صالح نہیں ۔

(۲) انقلاب حقائق واقعہ کا خواہ معدودات سے ہوں مثل انسان، فرس، قمر، شمس، کے یا مراتب عددیہ سے ہوں مثل ایک دو تین چار یا مختلط یعنی معدود بحیثیت عروض مرتبہ عددی مثلاً زید جو اول مولود ہے بہ نسبت باقی اولاد عمرو کے ممتنع بالذات ہیں ۔

(۳) کسی چیز کی نظیر اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ علاوہ مشارکت نوعی کے اوصاف ممیزہ کاملہ میں اس چیز کی ہم پلہ ہو ۔

(۴) آنحضرت ﷺ بحسب الحقیقة الروحانیة النوریة اول مخلوق ہیں

" اول ماخلق اللہ نوری " اور " اول ما خلق اللہ العقل "

تصریحات محققین از اہل کشف و شہود اس پر شاہد ہیں :

" کما قال الشیخ الاکبر قدس اللہ سرہ الاطہر فلم یکن اقرب الیہ قبولا فی ذالک الھباء الا حقیقة محمد ﷺ المسماۃ بالعقل فکان مبدأ العالم باسرہ واول ظاھر فی الوجود فکان وجودہ من ذالک النور الالھی "

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا ہے یا یہ ارشاد کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے ان دونوں کا مطلب ہے شیخ اکبر قدس سرہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہی نور جس کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا اور حقیقت محمدیہ کہلایا اسی کا نام عقل بھی ہے جو تمام عالم کا مبدا ہے تمام جہان سے پہلے اسی نور کا وجود ہے اور وہ نور نور الہی سے معرض وجود میں آیا ہے۔

جس طرح نبی کریم ﷺ اولیت کی صفت سے متصف ہیں اسی طرح آخریت کی صفت سے بھی متصف ہیں کہ آپ آخر الانبیاء ہیں :

ارشادی خداوندی : ﴿ ولکن رَّسُوْلَ اللہِ و خاتمَ النَّبِیّٖنَ ﴾ (پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۴۰)

لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

علی ای شیء کان الماء قال علی متن الریح "

(رواہ البیھقی و ذکرہ الابھری)

ازہار میں ہے کہ قلم کے اول المخلوقات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عرش پانی اور ہوا کے بعد یہ پہلی مخلوق ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مقادیر خلائق کو لکھوا دیا تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس سے دریافت کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا عرش پانی پر تھا تو یہ فرمایئے کہ پانی کس پر تھا؟ انہوں نے فرمایا ہوا کی پشت پر۔

" فالاولیة اضافیة " اس سے واضح ہوا کہ " اول ما خلق اللہ القلم " میں اولیت حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے تو اس صورت میں حدیث نور میں اولیت حقیقی ہونے سے یہ حدیث کیونکر مانع ہو سکتی ہے اور یہی تحقیق علماء اعلام اور مقتدایان نے ذکر کی ہے ۔

علامہ علی قاری نے فرمایا :

فالاولیة اضافیة والاول الحقیقی فھو النور المحمدی علی ما بینته فی المورد للمولد .

نور محمدی اول تخلیق حقیقی ہے جس طرح کہ میں نے رسالہ المورد للمولد میں اس کی تحقیق بیان کی ہے اور قلم میں اولیت اضافی ہے۔

نیز علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ میں علامہ ابن حجر ھیتمی مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے فرماتے ہیں :

" قال ابن حجر اختلفت الروایات فی اول المخلوقات وحاصلھا کما بینتھا فی شرح شمائل الترمذی ان اول النور الذی خلق منه علیه الصلوة والسلام ثم الماء ثم العرش اول المخلوقات "

(مرقاۃ جلد اول ص ١٤٦)

ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اول المخلوقات کون سی شے ہے؟ اس میں روایات مختلف ہیں مگر ان میں تطبیق کی صورت وہ ہے جو میں نے شمائل ترمذی میں ذکر کی ہے کہ سب سے اول

marfat.com

Marfat.com

اگر آپ کی نظیر کوئی اور بھی بن سکے تو اسے بھی یہ دونوں وصف حاصل ہوں گے حالانکہ اول تو ایک ہی ہوتا ہے اس کے بعد آنے والے تو دوسرے درجہ میں ہو جاتے ہیں اور اسی طرح خاتم بھی ایک ہی ہوتا ہے اس کے بعد اس کی نظیر کو اگر خاتم کہا جائے گا تو پہلی ذات کا خاتم ہونا باطل ہو گا یہ دونوں صورتیں ممتنع بالذات ہیں ممتنع بالذات قدرت باری سے خارج ہیں ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ یہ رب تعالیٰ کی قدرت میں آسکیں رب تعالیٰ کی قدرت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

حقیقت محمدیہ موجودات عالم میں جاری و ساری ہے :

مولنا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ شرح وقایہ کی شرح سعایہ میں فرماتے ہیں

السر فی خطاب التشهد ان الحقیقة المحمدیة کانها ساریة فی کل وجود وحاضرة فی باطن کل عبد وانکشاف هذه الحالة علی الوجه الاتم فی حالة الصلوة فحصل محل الخطاب وقال بعض اهل المعروفة ان العبد لماتشرف بثناء الله فکانه فی حریم الحرام الالهی ونور البصیرة ووجد الحبیب حاضرا فی حرم الحبیب فاقبل علیه وقال السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته.

تشہد میں خطاب یعنی "السلام علیک ایها النبی" میں راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری ہے اور ہر بندے کے باطن میں موجود ہے نماز کی حالت میں اس حالت کا کامل انکشاف ہوتا ہے پس محل خطاب حاصل ہو جاتا ہے بعض اہل معرفت نے کہا ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کی ثناء سے مشرف ہوتا ہے تو گویا اس کو حرم حریم الٰہی میں جگہ مل گئی اور نور بصیرت اس کو حاصل ہوا۔

حبیب (نبی کریم ﷺ) کو دربار حبیب (اللہ تعالیٰ) میں موجود پایا تو فوراً آپ کی طرف متوجہ ہو کر صیغہ خطاب سے کہا: السلام علیك ایها لنبی ورحمة الله وبرکاته۔ اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات ہوں۔

اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" نیز آنحضرت همیشه نصب العین مومناں وقرة العین عابداں است

marfat.com

Marfat.com

مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے، خواص کے لئے جائز اور عوام کے لئے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم نا جائز"۔

توضیح: آدم علی نبینا و علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علی نبینا و علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے

﴿ مَامَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَاخَلَقْتُ بِيَدَىَّ ﴾ (پ ۲۳ سورۃ ص آیت ۷۵)

کس چیز نے تجھے اس (آدم) کو سجدہ کرنے سے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔

چونکہ ملائکہ کمال آدم علیہ السلام سے بے خبر تھے ایسا ہی ابلیس "فقالوا اما قالوا" (انہوں نے وہ کہا جو کہا) فرق اتنا ہے کہ ملائکہ جتلانے کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے۔

﴿ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لاَ عِلْمَ لَنَا اِلاَّ مَا عَلَّمْتَنَا ﴾ (پ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۳۲)

فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے عطا کیا ہے۔

اور ابلیس کو علاوہ قصور جہل کے غرور بھی تھا لہذا وہ

﴿ اَبیٰ وَاسْتَكْبَرَ ﴾...... شیطان نے انکار کیا اور تکبر کیا ...... کا مصداق بنا۔

بشر ہی کو کمال استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت اس کمال سے محروم ٹھہرے اور مظاہر اور مرایا کمالات استجلائیہ سے از گروہ انبیاء علیہم السلام سیدنا ابو القاسم آنحضرت ﷺ اصالۃً و از جماعت اولیائے کرام وارث مصرع ؂

"وانی علی قدم النبی بدر الکمال" اور میں نبی بدر کمال کے نقش قدم پر ہوں۔

(قصیدہ غوثیہ)

سیدنا عبد القادر وامثالہ رضی اللہ عنہم وراثتاً مظہر اکمل واتم لاسمہ الاعظم ٹھہرے، بشر ہی کے لئے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئت اجتماعیہ و ترکیبات اسمائیہ و اتصالات و اوضاع"

marfat.com

Marfat.com

کرتے ہیں تو حبیب کو حرم حبیب میں موجود پاتے ہیں یعنی بارگاہ ذوالجلال میں حبیب پاک کو جلوہ گر پاتے ہیں تو خطاب کے صیغے سے " السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته " کہتے ہیں۔

حقیقت محمدیہ کیا ہے؟

جب یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حقیقت محمدیہ جمیع موجودات عالم میں جاری وساری ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ حقیقت محمدیہ کیا ہے؟ اس پر علامہ جلال الدین محقق دوانی رحمہ اللہ کا قول ان کی مشہور کتاب اخلاق جلالی کے ص ٦ د ٧ میں ملاحظہ فرمائیں، آپ فرماتے ہیں:

" تحقیق کلام دریں مقام آں است که باطباق اصحاب نظر وبرهان واتفاق ارباب شهود وعیان نخستیں گوهر یکه بامر کن فیکون بوسیله قدرت و اراده بے چوں از دریائے غیب مکنون بساحل شهادت آمد جوهر بسیط نورانی بود که بعرف حکماء آنرا عقل اول خوانند ودر بعضے اخبار تعبیر ازاں بقلم اعلی رفته واکابر ائمه وکشف و تحقیق آں راحقیقت محمدیه خوانند "

اس مقام میں کلام کی تحقیق یہ ہے کہ اصحاب نظر وبرھان اور ارباب شہود وعیاں کا اس پر اتفاق ہے کہ بے مثل ذات (اللہ تعالیٰ) کی قدرت اور اس کے ارادہ کے وسیلہ سے سب سے پہلے جوہر بسیط کن فیکون کے امر سے دریائے غیب مکنون سے ظہور کے ساحل پر آیا (معرض وجود میں آیا وہ جوہر بسیط نورانی تھا) جس کو حکماء کے عرف میں عقل اول کہا گیا ہے اور بعض احادیث میں اس کو قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کو اکابر ائمہ کرام اور اصحاب کشف و تحقیق نے حقیقت محمدیہ کہا ہے۔

جناب سید اولالیاء پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ مسئلہ حاضر وناظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

میرے خیال میں ظہور و سریان حقیقت احمدیہ عالم وہر مرتبہ اور ہر ذرہ ذرہ میں عند المحققین الصوفیہ ثابت ہے اس کو حقیقۃ الحقائق کہتے ہیں اور لکھتے ہیں:

marfat.com

Marfat.com

انہیں بھی آپ کی عظمت کا پتہ ہو مثلاً سید الکائنات افضل الانبیاء حبیب خدا وغیرہ الفاظ ساتھ ملائے جائیں۔

حقیقت میں بشر میں وہ کمال ہے جو فرشتوں کو بھی حاصل نہیں ہوا کیونکہ رب تعالیٰ نے اپنی ذات صفات اور اسماء کا مظہر صرف بشر کو ہی بنایا ہے اس کمال سے فرشتے محروم ہیں پھر یہ وصف کمال تمام انبیائے کرام اور نبی کریم ﷺ کو بغیر کسی واسطہ کے عطا ہوا لیکن اولیائے کرام کو آپ کے واسطہ سے یہ کمال عطا کیا گیا پھر اولیائے کرام میں جلیل القدر ہستیوں یعنی شیخ عبد القادر جیلانی اور اس قسم کے اولیائے کرام کو بالواسطہ یہ کمال اعلیٰ درجہ کا حاصل ہوا دوسرے حضرات کو کچھ کم انبیائے کرام کو بعض بعض صفات اور بعض بعض اسماء گرامی کا مظہر بنایا گیا لیکن نبی کریم ﷺ رب تعالیٰ کی آٹھ صفات مختصہ کے بغیر تمام صفات کے مظہر ہیں۔

جب یہ بات کسی کی سمجھ میں آجائے کہ بشر اس شان والے عظیم شخص کو کہا جاتا ہے اور اس کمال میں حضور ﷺ کا کوئی ثانی نہیں وہ تو سمجھ سکتا ہے کہ بشر آپ کا عظیم وصف ہے لیکن عام انسان تو بشر کا معنی یہی سمجھے گا کہ معاذ اللہ آپ بھی ہماری طرح تھے ایسا سمجھنا ہی دین سے دور ہونے کا نام ہے اور ایسے شخص کو صرف لفظ بشر کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

امتناعِ نظیر:

امتناعِ نظیر کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم ﷺ کا مثل پیدا کرنا رب تعالیٰ کی قدرت سے خارج ہے۔ جو چیزیں محال بالذات ممتنع بالذات ہیں وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج ہوں تو رب تعالیٰ کی شان اور قدرت میں کوئی نقص لازم نہیں آتا کیونکہ وہ اشیاء اس قابل نہیں کہ رب تعالیٰ کی قدرت میں آسکیں۔ اس مسئلہ کو سید الاولیاء حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مقدمات:

(۱) ممتنعات ذاتیہ کا احاطہ قدرت سبحانہ سے خروج کمالِ ذاتی باری پر دھبہ نہیں لگاتا بلکہ یہ قصور

marfat.com

Marfat.com

صفت اول کے سب سے پہلے ظاہر فرمایا جیسے توقیف میں ذکر کیا گیا ہے اور لطائف کاشی میں اس طرح مذکور ہے کہ محققین حضرات حقیقت محمدیہ سے مراد وہ حقیقت لیتے ہیں کہ جس کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں یہ حقیقت تمام حقائق میں اسی طرح جاری و ساری ہے جیسے کلی اپنی جزئیات میں جاری و ساری ہوتی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ حقیقت محمدیہ یہ حقیقة الحقائق کی صورت ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان برزخ و واسطہ کی حیثیت رکھتی ہے اس وقت اس پر نبی کریم ﷺ کا اسم و وصف غالب نہیں تھا یہی وہ واسطہ یعنی حقیقت محمدیہ تھی نور احمدی ہے جس کی طرف خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی اشارہ کر رہا ہے وہ یہ کہ :

" اول ما خلق الله نوری ای قدر علی اصل الوضع اللغوی وبهذا الا عتبار سمی المصطفی ﷺ بنور الا نوار وبابی الا رواح "

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اسی وجہ سے مصطفیٰ ﷺ کا نام نور الانوار اور ابو الارواح رکھا گیا ہے ۔

(زرقانی ص ۲۷)

مختصر یہ کہ حضور ﷺ کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے تمام مخلوق کو آپ کے نور سے پیدا کیا گیا تمام انبیائے کرام اپنی اپنی نبوتوں میں اصلی نبی ہونے کے باوجود آپ کے تابع ہیں حقیقت محمدیہ تمام کائنات میں جاری و ساری ہے حقیقت محمدیہ کو عقل اول قلم اعلیٰ جوہر بسیط نورانی نور الانوار ابو الارواح یعنی روح الارواح کہا گیا ہے زیادہ وضاحت کے لئے میرے رسالہ عقیدہ حاضر و ناظر کا مطالعہ کریں ۔

نبی کریم ﷺ پاک نسلوں سے تشریف لائے :

علامہ امام ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کو نقل کیا ہے کہ :

لما اراد الله عزوجل ان يخلق محمدا ﷺ امر جبرائيل عليه السلام فاتاه بالقبضة البيضاء التی هی موضع قبر رسو ل الله ﷺ فعجنت بماء التسنيم فغمست فی انهار الجنة وطيفها فی السموات فعرفت الملائكة محمدا ﷺ قبل ان يعرف آدم ثم كان نور محمد يری فی غرة جبهة آدم وقيل له يادم هذا سيد ولدك من المرسلين فلما حملت حواء بشيث انتقل النور من آدم

marfat.com

Marfat.com

اہل بصیرت کو ان مقدمات مذکورہ پر گہری نظر ڈالنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نظیر آنحضرت ﷺ کا وجود ممتنع بالذات بایں معنی ہے کہ خالق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو ایسا بنایا ہے کہ اور ایسے کاملہ ممیّزہ مختصہ صفات کے ساتھ سنوارا ہے کہ جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ در صورت وجود نظیر انقلاب حقیقت لازم آتا ہے کیونکہ فرض نظیر کا وجود آپ کے بعد ہی ہو گا تو لا محالہ ایسا معدود ہو گا جس کو مرتبہ ثانیہ عددی عارض ہو اور نظیر کہلانے کا مستحق جب ہی ہو سکتا ہے کہ وصف ممیّز کامل یعنی اول مخلوقیت و ختم نبوت میں مشارک ہو تو معروض مرتبہ ثانیہ کا معروض مرتبہ اولیٰ کا ہو ۔(یہ ممتنع بالذات ہے، ایسا ہو نہیں سکتا)

ایسا ہی بلحاظ ختمیت فرض کیا کہ آپ مثلاً چھٹے مرتبہ میں تو نظیر آپ کی معروض ساتویں مرتبہ کی مثل ہو کر معروض مرتبہ سادسہ کی ہو گی "وھو خلف" (یہی حقیقت کے خلاف ہے)۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ ممتنعات ذاتیہ میں سے دو قسم اولین اور قسم ثالث میں فرق ظاہر ہے کیونکہ قسم ثالث کا امتناع اوصاف عارضہ کے لحاظ سے ہے اس لئے کہ محل بحث امتناع یا امکان نظیر ہے نہ امتناع یا امکان مثل خلاصہ یہ کہ آئینہ احمد ﷺ میں خالق عز مجدہ نے جداگانہ کمال دکھایا یعنی ایسا بنایا کہ نظیرش امکان ندارد (جس کی نظیر ممکن نہیں)۔

فهذا الكمال راجع اليه سبحانه كما ان الجمال مختص به من منع الله فسبحان من خلقه واحسنه واجمله واكمله .

(فتاوی مہریہ ص ۹)

نبی کریم ﷺ کو اس شان سے پیدا کرنا در حقیقت رب تعالیٰ کا ہی کمال ہے جس طرح یہ شان اور جمال نبی کریم ﷺ سے مختص ہے وہ بھی در حقیقت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہی ہے وہ ذات پاک ہے جس نے آپ کو اس جداگانہ شان سے بنایا اور آپ کو سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ جمیل اور سب سے زیادہ باکمال بنایا۔

خلاصہ کلام :

نبی کریم ﷺ کو رب تعالیٰ سب کائنات سے اول معرض وجود میں لایا اور آپ کو خاتم الانبیاء بنایا

marfat.com

Marfat.com

ربیع الاول یوم الاثنین لثنتی عشرۃ خلت من عند طلوع الفجر ۔

(مواھب، انوار محمدیہ ص ۲۷)

اکثر اہل علم کا قول یہی ہے کہ حضور ﷺ اس سال دنیا میں تشریف لائے جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں پر سوار ہو کر کعبہ شریف کو شہید کرنے کی مذموم (حرکت) کی اور وہ تباہ و برباد ہوا اس سال کو عام الفیل کہتے ہیں یعنی آپ اس واقعہ کے پچاس دن بعد تشریف لائے یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور اس کی بارہ تاریخ تھی پیر کا دن تھا صبح صادق کا وقت تھا۔

پیر کے دن کو نبی کریم ﷺ سے تعلق :

آپکی پیدائش پیر کے دن آپ کو نبوت عطا ہوئی پیر کے دن مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت پیر کے دن کی مدینہ طیبہ میں پہنچے پیر کے دن قریش کے نزاع کو مٹانے کے لئے حجر اسود کو اپنی چادر مبارک میں رکھ کر سب قبائل کے سرداروں کو اٹھانے کے متعلق ارشاد فرمایا اور خود حجر اسود کو اٹھا کر کعبہ شریف کی دیوار میں نصب کر دیا یہ بھی پیر کا دن تھا مکہ شریف فتح فرمایا پیر کے دن سورہ مائدہ کا آپ پر نزول پیر کے دن ہوا تھا ۔

(مواھب، انوار محمدیہ ص ۲۷)

نبی کریم ﷺ کا نور منتقل ہونے کے بعد بھی اثر انداز رہا :

نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے پچاس دن پہلے ابرہہ کا واقعہ در پیش آیا اس وقت وہ نور حضرت عبد المطلب سے منتقل ہو کر حضرت عبد اللہ کی والدہ کے پاس اور ان سے حضرت عبد اللہ کے پاس اور ان سے حضرت آمنہ کے پاس آ چکا تھا لیکن پھر بھی اس کے اثرات حضرت عبد المطلب کی پیشانی میں موجود تھے

فرکب عبدالمطلب فی قریش حتی طلع جبل ثبیر فاستدارت دارۃ غرۃ رسول اللہ علی جبھتہ کالھلال واشتد شعاعھا علی البیت الحرام مثل السراج فلما نظر عبد المطلب الی ذالک قال یا معشر قریش ارجعوا فقد کفیتم ھذا الامر فواللہ مااستدار ھذا النور منی الا ان یکون الظفر لنا ۔

(مواھب لدنیہ ج ۱ ص ۸۵)

marfat.com

Marfat.com

درجمیع احوال واوقات خصوصا درحالت عبادت وآخر آن که وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال بیشتر وقوی تراست وبعضے از عرفاء گفته اند که ایں خطاب بجهت سریان حقیقت محمدیه است در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت درذات مصلیان موجودو حاضر است پس مصلی رابایدکه ازیں باآگاه باشد وازیں شهود غافل نه بودتابانوار قرب واسرار معرفت منتورو فائز گرد"

نبی کریم ﷺ مومنوں کا نصب العین اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں جمیع احوال و اوقات میں خصوصاً حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں نورانیت کا وجود اور انکشاف ان احوال میں زیادہ اور بہت قوی ہوتا ہے بعض عرفاء نے کہا ہے تشہد میں خطاب اسی وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے تمام ذرات اور ممکنات کے تمام افراد میں جاری وساری ہے پس نبی کریم ﷺ نمازیوں کی ذاتوں میں موجود ہوتے ہیں لہذا نمازی کو چاہئے کہ اس معنٰی سے آگاہ رہے اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی سے غافل نہ رہے تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے منور اور فیضیاب ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ویحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحی الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی نوالك بواسطة نبی الرحمة وبرکة متابعة فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیه قائلین السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته"

فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۵۰ (مطبوعه مصر)

اہل معرفت کے طریقہ پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ بیشک نمازی جب التحیات کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھلوا لیتے ہیں ان کو حی لایموت کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے مناجات سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ان کو اس پر متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں نبی رحمت اور ان کی تابعداری کی برکت کے وسیلہ سے حاصل ہے وہ فوراً توجہ

marfat.com

Marfat.com

رؤیا : کیا رؤیا سے مراد خواب ہے یا ظاہر طور پر دیکھنا مراد ہے اس پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

ظاهر هذا الكلام ان روية نور اضاء به قصور الشام كانت فى المنام وقد جاء ت الاخبار انها كانت فى اليقظة واما الذى فى المنام فهو انها رأت انه اتاها آت فقال لها شعرت انك قد حملت بسيد هذه الامة ونبيها فينبغى ان يحمل الرؤيا على الرؤية بالعين والله اعلم .

(لمعات)

اگرچہ ظاہر طور پر تو یہ سمجھ آتا ہے کہ آپ کا نور کو دیکھنا جس سے شام کے محلات روشن ہوئے خواب کا واقعہ ہو لیکن احادیث میں یہی واقعہ جاگتے ہوئے بھی درپیش آنے کا ذکر ہے خواب کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر مجھے کہہ رہا ہے کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم اس امت کے سردار اور نبی سے حاملہ ہو چکی ہو ، مناسب یہی ہے کہ اس حدیث میں رویا سے آنکھ سے جاگتے ہوئے دیکھنا مراد لیا جائے۔

راقم کے نزدیک اس حدیث میں خواب کا معنی لینا ہی حقیقت سے دوری کی علامت ہے اس لئے کہ "حین وضعتنی" ظرف ہے " رأت " کی (جس وقت میری والدہ نے مجھے جنا اس وقت دیکھا)۔ پیدائش کے وقت خواب کا دیکھنا ناممکن ہے اس حدیث میں ظاہری طور پر دیکھنا مراد لیا جائے تو یہ معنی ظاہری ترکیب کے بالکل مطابق ہے خواب والا معنی لینا تکلفات اور تاویلات سے خالی نہیں۔

نبی کریم ﷺ کی پیر اور ربیع الاول کو پیدائش میں حکمت :

اگرچہ بظاہر عقل کا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت رمضان المبارک میں ہوتی کیونکہ اس میں قرآن پاک نازل ہوا اور اس میں لیلۃ القدر بھی ہے لیکن ایسا نہیں ہوا ، ان چار مہینوں میں آپ کی پیدائش نہیں ہوئی جنہیں عزت والے مہینے کہا گیا ہے۔ شعبان کی پندرہویں رات کو آپ کی پیدائش نہیں

marfat.com

Marfat.com

" فھو نور محمد ﷺ " وہ آپ ﷺ کا نور ہے۔

اولاً جو بصورت تقی نقی اور جسد شریف عنصری کے ظاہر ہوا ظہور آنحضرت ﷺ بصورت مثالیہ شریفہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام ہر مکان و زمان میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جس کا اقرار واقعی آنحضرت ﷺ کا اقرار اور اس کا انکار آپ کا انکار مانا گیا ہے :

کما فی حدیث البخاری فی کتاب الایمان .

اس سے مراد وہ حدیث ہے جو نکیرین کے سوال سے متعلق وارد ہوئی ہر میت سے سوال کرتے ہیں

ماکنت تقول فی حق ھذا الرجل لمحمد .

تم اس شخص یعنی محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتے تھے۔

چونکہ اس حدیث میں لفظ " ھذا " استعمال ہوا ہے جو محسوس مبصر پر دلالت کرتا ہے جبکہ ایک وقت میں کئی حضرات کو دفن کیا جاتا ہے تو اس طرح آپ کا بصورت مثالیہ کئی جگہ پر تشریف فرما ہونا یقینی ہے اسی کو ماننا ایمان ہے اور اسی کا انکار کفر ہے ۔

اہل تجربہ کو ظہور کذائی مثالی کا کراتا مراتاً (بار بار) اتفاق ہوتا رہتا ہے البتہ ظہور آنحضرت ﷺ کا بجسدہ العنصری العینی کا پتہ بعض اہل مشاہدہ کے ہاں سے ملتا ہے اور بلحاظ واقعہ معراج شریف و خصائص ولوازم مختصہ جسد شریف علی صاحبھا الصلوۃ والسلام سے مستبعد (بعید) نہیں ۔

ھذا ما عندی والعلم ما عند اللہ .

(فتاوی مہریہ ص ۵)

انہ لما تعلقت ارادۃ الحق بایجاد خلقہ وتقدیر رزقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ

(مواھب لدنیۃ)

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو موجود کرنے اور اس کے رزق کی تقدیر کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا۔

زرقانی میں اس عبارت کی جو شرح بیان کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ :

صاحب مواھب کے قول " ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ " کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ذات کو مع

marfat.com

Marfat.com

والاستبشار بمولده الشریف .

(الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۸۹)

جس کے کرنے پر انسان کو ثواب حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی قدرو منزلت کی تعظیم پائی جاتی ہے اور خوشی کا اظہار ہے اور آپ کی آمد باسعادت پر بشارت کا حصول ہے۔

محافل میلاد میں علماء و صلحاء کی شرکت :

ملک مظفر نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی ہر سال قائم کی گئی محافل میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اس کے دستر خوان پر پانچ ہزار بکریوں کے بھنے ہوئے سر اور دس ہزار مرغیاں ایک لاکھ مکھن کی ٹکیاں اور تین ہزار طشت مٹھائیوں کے رکھے جاتے۔

" وكان يحضر عنده في المولداعيان العلماء والصوفية "

اس کے پاس میلاد النبی ﷺ کی محافل میں علمائے کرام اور صوفیہ عظام حاضر ہوا کرتے تھے یہ بھی خیال رہے کہ ملک مظفر الدین بن زین الدین ایک نیک عادل شخص تھا سلطان صلاح الدین بن ایوب کا بہنوئی تھا ایک دن صلاح الدین ایوبی کی بہن اور اس کی زوجہ نے ان کو کہا تم لباس قیمتی کیوں نہیں پہنتے یہ پانچ درہم کے کھدر کے کپڑے پہن لیتے ہو یہ سن کر ملک مظفر نے جواب دیا :

لبسي ثوبا بخمسة والتصدق بالباقي خير من ان البس ثوبا مثمنا وادع الفقير والمسكين .

میرے لئے پانچ درہم کا لباس پہننا اور باقی صدقہ کر دینا بہتر ہے بنسبت اس کے کہ میں قیمتی لباس پہنوں اور فقیروں مسکینوں کا خیال رکھنا چھوڑ دوں ۔

حافظ ابو الخطاب بن دحیہ جو مشہور علماء اور عظیم فضلاء سے تھے نے ایک کتاب نبی کریم ﷺ کی ولادت کے ذکر میں لکھی جس کا نام تھا "کتاب التنویر فی مولد البشیر النذیر" اس میں ملک مظفر الدین نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا ۶۲۵ھ میں بادشاہ کے پاس میلاد النبی ﷺ کی چھ مجلسوں میں اس کتاب کو پڑھا گیا ۔

marfat.com

Marfat.com

الی حواء وکانت تلد فی کل بطن ولدین ولدین الاشیثا فانه ولدته وحده کرامة لمحمد ﷺ ثم لم یزل ینتقل من طاهر الی طاهر الی ان ولدته آمنة من عبد الله ابن عبد المطلب .

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ٤٤ باب فضائل سید المرسلین)

جب اللہ تعالیٰ نے محمد (رسول اللہ) ﷺ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل کو حکم دیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی جگہ سے سفید مٹی کی ایک مٹھی لی پھر اسے ماء تسنیم (جنت کی نہر تسنیم کے پانی) سے گوندھا گیا پھر اسے جنت کی نہروں میں ڈبویا گیا اور آسمانوں میں اسے پھرایا گیا پس فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو پہچاننے سے پہلے ہی محمد ﷺ کو پہچان لیا پھر نور محمدی ﷺ کو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا جس کی وجہ سے آپ کی پیشانی جگمگاتی تھی اور آپ کو بتایا گیا اے آدم یہ تمہاری اولاد سے ہوں گے اور تمام رسولوں کے سردار ہوں گے پس جب حضرت حوا کے پیٹ میں شیث آئے تو وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی سے منتقل ہو کر حوا کے پاس آگیا حالانکہ حضرت حوا کے بطن مبارک سے دو دو بچے ہر حمل سے پیدا ہو رہے تھے لیکن (نبی کریم ﷺ کے نور کو منقسم ہونے سے بچانے کے لئے) صرف شیث علیہ السلام ہی اکیلے پیدا ہوئے اس میں حضور ﷺ کی کرامت کو مدنظر رکھا گیا پھر آپ کا نور ہمیشہ سے پاک ہستی سے پاک ہستی کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کی والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو عبداللہ بن عبد المطلب سے جنا۔

خیال رہے کہ پاک نسلوں سے منتقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد بدکاری اور کفر سے پاک تھے طہارت کو صرف بدکاری کی نجاست سے پاک ہونے کے ساتھ خاص کرنا باطل ہے بلکہ زیادہ مقصود ہی کفر سے پاک ہونا ہے یہ تفصیل حضرت ابراہیم کے حالات میں دیکھی جائے وہاں میں نے وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری :

والا کثرون انه ولد عام الفیل وانه بعد الفیل بخمسین یوما وانه فی شهر

marfat.com

Marfat.com

الکائنات تشریف لائے یقیناً اسے بھی فضیلت حاصل ہے

الا تری ان صوم ھذا الیوم فیہ فضل عظیم لانہ ﷺ ولد فیہ .

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس دن (پیر کے دن) روزہ رکھنا بہت عظیم ہے کیونکہ اس دن نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے۔

اخرج البیھقی عن انس ان النبی ﷺ عق عن نفسہ بعد النبوۃ .

بیہقی نے حضرت انس سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

حالانکہ آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کر چکے تھے اور عقیقہ دوبارہ لوٹایا بھی نہیں جاتا تو کیا وجہ تھی کہ آپ نے اپنا عقیقہ پھر کیا؟

" ان الذی فعلہ النبی ﷺ اظھارا للشکر علی ایجاد اللہ ایاہ رحمۃ للعالمین وتشریع لامتہ کما کان یصلی علی نفسہ "

آپ نے اپنا عقیقہ اس لئے کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین بنایا تو آپ نے اس سے شکریہ کا اظہار فرمایا اور اس لئے بھی کہ آپ کی امت کے لئے بھی آپ کی ولادت کی خوشی منانا مشروع ہو جائے جیسا کہ آپ پر کوئی ضروری نہیں تھا کہ اپنے آپ پر آپ ﷺ درود پڑھیں لیکن پھر بھی آپ ﷺ اپنی ذات پر اسی وجہ سے درود پڑھتے تھے کہ آپ کی امت کے لئے سنت بھی بن جائے۔

اعتراض :

نبی کریم ﷺ کی پیدائش بارہ ربیع الاول کو علمِ تقویم کے حساب سے درست نہیں بنتی کیونکہ آپ کی پیدائش ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اس کا حساب کیا جائے تو نو (۹) ربیع الاول بنتی ہے

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بارہ ربیع الاول پیدائش کا دن ثابت ہو جائے تو وہی وفات کا دن بھی ہے تو پھر اس دن خوشی کا اظہار کرنا کیسے ممکن ہوگا وہ دن تو غمی کا بھی ہے؟

marfat.com

Marfat.com

حضرت عبد المطلب سوار ہو کر قریش کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر (ابرھہ کے لشکر کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے) ثبیر پہاڑ پر چڑھے تو آپ کی پیشانی میں نبی کریم ﷺ کا نور گول چاند کی طرح ظاہر ہوا اور اس کی شعاعیں چراغ کی طرح کعبہ شریف پر پڑیں۔ جب عبد المطلب نے یہ حال دیکھا تو آپ نے کہا: اے قریش کی جماعت واپس لوٹ چلو یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی یہ نور میری پیشانی میں جو چمکا ہے یہ ہماری کامیابی کی دلیل ہے۔

آپ کے نور سے شام کے محلات روشن ہو گئے:

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انی عند الله مکتوب خاتم النبيين وان آدم لمنجدل فی طينة وساخبركم باول امری دعوة ابراهيم وبشارة عيسی ورويا امی التی رات حين وضعتنی وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام"

(شرح السنة، مسند احمد از ساخبرکم تا اخیر، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۳)

میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا کہ جب آدم علیہ السلام کیچڑ میں تھے یعنی آپ کا خمیر تیار کیا جا رہا تھا تمہیں اپنے اول امور کی خبر دے رہا ہوں کہ میں ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کی رویا ہوں جو آپ نے اس وقت دیکھا جب مجھے جنا کہ آپ سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

دعوۃ ابراہیم سے اشارہ اس طرف تھا جو ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد دعا کی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ﴾ (پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۹)

کہ اے ہمارے رب تعالیٰ ان میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان میں سے ہی ہو۔

"بشارۃ عیسیٰ" سے مراد جو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ (پ ۲۸ سورۃ الصف آیت ۲)

آپ نے بشارت دی کہ میرے بعد ایک رسول تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہو گا۔

marfat.com
Marfat.com

مہینوں میں نافرمانی بہت ہی قبیح ہے اس لئے خصوصی طور پر ان مہینوں میں باز رہنے کی تاکید فرمائی۔ نیز جس طرح مقدس اور مبارک اوقات میں نیکی کا زیادہ ثواب ملتا ہے اور اس کی برکات کا نزول دل پر زیادہ ہوتا ہے اسی طرح ان مقامات اور اوقات میں نافرمانی کی سزا بھی زیادہ ہوتی ہے اور طبیعت انسانی پر اس کی نحوست کا اثر بھی زیادہ ہوتا ہے

" ان وقوع الطاعة فی هذه الاوقات اکثر تاثیرا فی طهارة النفس ووقوع المعاصی فیها اقوی تاثیرا فی خبث النفس "

(از کبیر)

اگر مشرک ان مہینوں کے احترام کو پس پشت ڈال دیں اور تم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو تم بھی متفق اور متحد ہو کر ان کے سامنے صف بستہ ہو جاؤ ۔ کافة ۔ کف کا مصدر ہے اور یہاں حال واقع ہوا ہے واحد تثنیہ اور جمع مذکر و مونث سب کے لئے یہی آتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے سال کے یہ چار مہینے حرمت اور عزت والے شمار ہوتے تھے اور ان میں لڑائی کرنے کی سخت ممانعت کر دی گئی تھی نیز فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ماہ ذوالحج کی تاریخیں مقرر تھیں کچھ عرصہ بعد اہل عرب پر اس حکم کی پابندی گراں گزرنے لگی ان کا پیشہ قزاقی رہزنی اور مار دھاڑ بن کر رہ گیا تھا تین ماہ تک متواتر (ذیقعد، ذی الحج، محرم) ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنا ان کے لئے ناقابل برداشت تھا اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ ان مہینوں میں سے جس کو چاہا حلال کر لیا اور اس میں جی بھر کر قتل و غارت گری کی اور اس کی جگہ سال کے کسی دوسرے مہینے کو حرام کر دیا حرمت والے مہینوں کی تعداد بھی چار ہی رہی۔ اور ان کا کام بھی بن گیا۔ نیز " حج " ایک عبادت کے ہونے کے علاوہ ان کیلئے ایک بہت بڑا تجارتی میلہ بھی تھا، دور دراز سے تجارتی قافلے بھی آتے جس سے انہیں بہت نفع ہوتا لیکن حج کا فریضہ چونکہ قمری سال کے ذی الحجہ کے مہینہ میں ادا کیا جاتا تھا اس لئے یہ ایسی موسم میں بھی آجاتا جب کہ سخت سردی یا گرمی ہوتی اور موسم کی اس ناسازگاری کی وجہ سے ان کا کاروبار ماند پڑ جاتا اور انہیں دل خواہ نفع نہ ہوتا اس مشکل کا حل انہوں نے یہ تجویز کیا کہ حج ہمیشہ معتدل موسم میں ادا کیا جائے اس کے لئے انہوں نے حج کی مقررہ تاریخوں کو بدل دیا اور قمری سال کے بارہ مہینوں میں کبیسہ کا ایک

marfat.com

Marfat.com

ہوئی، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو آپ کی پیدائش نہیں ہوئی، اس میں کیا حکمت ہے؟

اس میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ولادت سے اس زمانے کو مشرف فرمایا جس میں آپ پیدا ہوئے یعنی ربیع الاول اور پیر کو آپ سے باکمال بنایا گیا اگر دوسرے بابرکت اوقات میں آپ کی پیدائش ہوتی تو وہم ہوتا کہ آپ کو شاید کسی مہینہ یا کسی دن یا کسی وقت سے کمال ملا ہے۔

اور وجہ یہ ہے کہ ربیع موسم بہار کو کہتے ہیں جو تمام موسموں سے اعدل (معتدل) ہے اور احسن ہے آپ کو ربیع الاول میں پیدا فرما کر اشارہ کیا گیا ہے کہ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے معتدل ہے نہ اس میں افراط ہے اور نہ تفریط یعنی بہت سختیاں بھی نہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھیں اور بہت نرمیاں بھی نہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھیں۔

پیر کو آپ ﷺ کے پیدا ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیر کو تمام درخت پیدا کئے گویا کہ انسانوں کا رزق پھل سبزیاں وغیرہ جن پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے وہ پیر کو پیدا ہوئے تو آپ کو بھی اس دن پیدا کر کے اشارہ فرمادیا کہ آپکی ذات بھی انسانوں کی روحوں کو زندگی بخشنے کا ذریعہ ہے جس طرح رزق کے بغیر انسان کا زندہ رہنا محال ہے اسی طرح آپ کے بغیر ارواح کی بقا نہیں۔

(از حاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۷)

نبی کریم ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک اصل میلاد النبی ﷺ منانے کا جو طریقہ رائج ہے وہ جائز ہے کیونکہ جو لوگ جمع ہوتے ہیں قرآن پاک پڑھتے ہیں نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت کے واقعات بیان کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی ولادت اور آمد باسعادت پر دلالت کرنے والی آیات بیان کرتے ہیں پھر دستر خوان بچھاتے ہیں اور سب لوگ مل کر کھانا کھاتے ہیں اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ کر چلے جاتے ہیں کوئی ناجائز کام نہیں کرتے یہ تمام کام بدعات حسنہ ہیں

التی یثاب علیها صاحبها لما فیه من تعظیم قدر النبی ﷺ واظهار الفرح

marfat.com

Marfat.com

اسے نور معرفت عطا فرمائے گا۔

حساب دان حضرت ان چیزوں کو مد نظر رکھیں کہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ برس ہے آپ کا وصال بارہ ربیع الاول میں ہوا بلکہ بزرگان دین دو ربیع الاول کی روایت پر زیادہ عمل کرتے ہیں حجۃ الوداع آپ کے وصال سے تین ماہ قبل ہوا اس حجۃ الوداع سے تینتیس سال پہلے حج اپنی خاص تاریخوں پر آیا تھا۔

بہر حال جمہور علمائے کرام کا اجماع اسی پر ہے کہ آپ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہی ہے بارہ پر اعتراض کرنے والے نور ربیع الاول کو ہی خوشی کا اظہار کر دیں تو ہمیں ان پر کیا اعتراض ہے لیکن انکے گھر تو اس دن بھی صف ماتم ہی بچھی رہتی ہے۔

اعتراض کی دوسری صورت یہ تھی کہ ایک تاریخ کو ہی اگر پیدائش بھی ہو اور وصال بھی ہو تو غم کیوں نہیں کیا جاتا صرف خوشی کا اظہار کیوں کیا جاتا ہے اس کے جواب میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت ہمارے لئے عظیم نعمت ہے اور آپ کی وفات عظیم مصیبت ہے لیکن شریعت نے نعمتوں کے شکر کا اظہار کرنے کا حکم دیا۔ اور مصیبتوں کے وقت صبر و سکون اور ان کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ شریعت نے بچے کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرنے کے لئے عقیقہ کا حکم دیا لیکن وفات پر جانوروں کے ذبح کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی اور ایسے کاموں کا حکم ہے جو خوشی کے موقع پر کئے جاتے ہیں بلکہ نوحہ سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ بے صبری کی علامت ہے۔

فدلت قواعد الشريعة على انه يحسن فى هذا الشهر اظهار الفرح بولادته ﷺ دون اظهار الحزن فيه بوفاته .

قوانین شریعت اس پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کی وجہ سے اس مہینہ میں خوشی کا اظہار کرنا اچھا ہے لیکن آپ کی وفات پر غم کا اظہار کرنا اچھا نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ کیا:

نبی کریم ﷺ نے اگرچہ ربیع الاول میں بنسبت دوسرے مہینوں کے زیادہ عبادت نہیں کی لیکن اس کی وجہ یہ تھی:

" وما ذاك الا لرحمته ﷺ بامته ورفقه بهم لانه عليه الصلوة والسلام كان يترك العمل خشية ان يفرض على امته رحمة منه بهم لكن اشار عليه السلام الى فضيلة هذا الشهر العظيم بقوله للسائل الذى سأله عن صوم يوم الاثنين ذاك يوم ولدت فيه "

کہ آپ نے اپنی امت پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے زیادہ عبادات اس مہینہ میں نہیں کیں کہ میری امت پر کہیں یہ فرض نہ کر دی جائیں آپ اسی ڈر کی وجہ سے کئی عمل ہمیشہ نہیں فرماتے تھے لیکن اس مہینہ کی فضیلت کی طرف آپ نے اشارہ کر دیا کیونکہ جب آپ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری پیدائش کا دن ہے۔

اس دن کی فضیلت کی وجہ سے سارا مہینہ ہی فضیلت والا ہے:

فينبغى ان نحترمه حق الاحترام ونفضله بما فضل الله به الاشهر الفاضلة .

لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اس مہینہ کا ایسا احترام کریں جیسا اس کا حق ہے اور ایسے ہی اس ماہ کو افضل سمجھیں جیسے دوسرے مہینے جن کی افضلیت کا ذکر رب تعالیٰ نے فرمادیا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

انا سيد ولد آدم ولا فخر و آدم فمن دونه تحت لوائى .

میں اولاد آدم کا سردار ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور فرمایا آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

کسی زمان یا مکان کو ذاتی طور پر کوئی فضیلت حاصل نہیں بلکہ جن عبادات اور فضیلت والے اسباب سے ان کا تعلق ہوتا ہے ان کی وجہ سے وہ زمان ومکان بھی افضل ہو جاتے ہیں جس مہینہ اور دن میں سید

marfat.com

Marfat.com

سے پہلے جو زینت حاصل تھی وہی اب بھی حاصل ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی صرف آپ نظروں سے غائب ہوئے ہیں جیسے فرشتے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں آپ اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہیں اللہ تعالیٰ جس کو آپ کے دیدار سے مشرف کرنا چاہتا ہے آپ سے حجاب اٹھا دیتا ہے وہ آپ کو اسی حال میں دیکھتا ہے جیسے آپ ظاہری حیات میں تھے اس میں بھی کوئی امر مانع نہیں اور یہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں کہ آپ کے جسم کو کئی مثالیں عطا کر دیتا ہے اور آدمی آپ کی مثالوں کو دیکھتا ہے بلکہ آپ کو ظاہری طور پر دیکھا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا نسب شریف :

آپ کا نسب مواہب لدنیہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ :

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی (بضم قاف و فتح صاد و تشدید یاء) بن کلاب (بکسر کاف) بن مرہ (بضم میم و تشدید راء) بن کعب (بفتح کاف و سکون عین) بن لوئی (بضم لام و فتح ھمزہ و تشدید یاء) بن غالب بن فہر (بکسر فاء و سکون ھاء) بن مالک بن نضر (بفتح نون و سکون ضاد) بن کنانہ (بکسر کاف دو نون کے ساتھ) بن خزیمہ (بخاء معجمہ و زاء مصغر) بن مدرکہ (بضم میم وسکون دال و کسر راء) بن الیاس (بکسر ہمزہ ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے مطابق بفتح ھمزہ بمعنی یاس جو رجاء (امید) کی ضد ہے اور ہمزہ وصل کے لئے صاحب مواہب کہتے ہیں کہ یہ قول اصح ہے) بن مضر (بضم میم وفتح ضاد) بن نزار (بکسر نون وبزاء) بن معد (بضم میم و فتح عین اور بعض کے نزدیک بفتح میم و سکون عین، اسے صحیح کہتے ہیں) بن عدنان (بفتح عین و سکون دال)۔

یہاں تک سلسلہ نسب میں ارباب سیر اور اصحاب علم انساب سب کا اتفاق ہے اس سے اوپر میں کچھ اختلاف ہے اس میں اتفاق ہے کہ حضور ﷺ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد میں ہیں۔

(مدارج النبوۃ ج ۲)

marfat.com

Marfat.com

جواب :

اعتراض کی پہلی صورت کا جواب تو یہ ہے کہ جناب محمد عرفان رضوی سابق ڈائریکٹر ایجوکیشن راولپنڈی نے اپنی ایک کتاب میں تقویم کی رو سے ہی بارہ ربیع الاول تاریخ کو درست ثابت کر دیا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل اسلامی مہینوں کا کیلنڈر مستقل نہیں تھا بلکہ کفار اپنی مرضی سے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾

(پ ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت ۳۶)

بیشک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار عزت والے ہیں یہی دین قیم ہے پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

بارہ قمری مہینوں میں سال کی تقسیم کسی انسان کا فعل نہیں کہ اس میں ردوبدل کی گنجائش ہو بلکہ خالق ارض وسما نے یہ محکم نظام روز ازل سے قائم فرمایا ہے اس میں کوئی اپنی خواہش اور مصلحت کے پیش نظر تبدیلی نہیں کر سکتا ان بارہ مہینوں سے چار ماہ رجب ذیقعد ، ذی الحج اور محرم حرمت والے مہینے ہیں ان میں ہر طرح کا فتنہ وفساد اور جنگ وقتال قطعاً ممنوع ہے زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب ان مہینوں کا بڑا احترام کیا کرتے تھے اور اگر اپنے باپ کا قاتل بھی انہیں مل جاتا تو اسے بھی کچھ نہ کہتے کتاب اللہ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا قرآن حکیم۔

﴿ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ یہی محکم شریعت ہے یا سال کی تقسیم کا یہی حساب ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام کی بجا آوری میں انہیں قمری مہینوں کا اعتبار ہوگا قیم اصل میں قیوم تھا پھر سید کی طرح اس میں بھی تعلیل ہوئی احکام الٰہی سے سرتابی ہر وقت بری ہے ، لیکن ان حرمت والے

marfat.com

Marfat.com

یہ ایک ہی نکاح تھا حضرت عبداللہ نے بھی کوئی اور شادی نہیں کی اور حضرت آمنہ نے بھی۔

آپ کے والدین کی ایک جگہ قبریں:

آپ کے والد حضرت عبداللہ آپ کے پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے حضرت عبداللہ بسلسلہ تجارت مدینہ طیبہ گئے ہوئے تھے وہاں ہی راستہ میں بیمار ہو گئے اور بنی نجار کے پاس ٹھہر گئے اور آپ کی وہاں ہی وفات ہو گئی اور مقام ابواء میں مدفون ہوئے ابواء مدینہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

(از مدارج النبوۃ ص ۲۲ ج ۲)

جب نبی کریم ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلہ میں آئیں غرض یہ تھی کہ آپ کی ملاقات آپکے ماموؤں سے کرائیں تو وہاں سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء میں انتقال فرما گئیں۔

اسی طرح ایک مشہور قول کے مطابق آپ کے والد گرامی اور والدہ ماجدہ دونوں مقام ابواء میں مدفون ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ مدینہ طیبہ میں مقام جحفہ میں مدفون ہوئے (واللہ اعلم بالصواب) لیکن غالب خیال کچھ ایسے آتا ہے کہ کئی سال پہلے اخبار میں ذکر تھا کہ نبی کریم ﷺ کے والد گرامی کا جسم اطہر مقام ابواء میں صحیح سلامت ہے کسی کھدائی کے دوران یہ پتہ چلا۔

خیال رہے کہ ابن ہشام نے کہا عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمی بنت عمرو نجار قبیلہ سے تھیں اس لئے اصل میں بنی نجار حضرت عبداللہ کے ننھیال تھے اور نبی کریم ﷺ کے ننھیال بھی کہہ دیئے جاتے ہیں ورنہ حضرت آمنہ نجاریہ نہیں تھیں۔

(اللہ اعلم بالصواب) (ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۹)

حضور ﷺ کے چچا:

آپ کے بارہ چچا تھے اور تیرھویں ان کے بھائی آپ کے والد حضرت عبداللہ تھے حضرت عبدالمطلب کے تیرہ بیٹوں کے نام یہ ہیں:

marfat.com
Marfat.com

مہینہ بڑھا دیا اسطرح تینتیس سال کے بعد صرف ایک بار حج اپنی صحیح تاریخوں نو ذی الحجہ کو ادا کیا جاتا، ان دونوں صورتوں میں چونکہ صرف اپنی ذاتی سہولتوں اور مالی منفعتوں کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے اٹل اور محکم احکام میں رد و بدل کر لیا کرتے تھے اس لئے ان کے اس فعل کو " زیادۃ فی الکفر " کے لفظ سے تعبیر فرمایا:

۱۰ھ میں جب رحمت عالم ﷺ حجتہ الوداع کیلئے مکہ تشریف لے گئے تو اس سال ان کے دستور کے مطابق بھی نو اور دس ذی الحجہ کو ادا ہونا قرار پایا تھا۔

اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

ان الزمان قد استدار کھیئة یوم خلق الله السموات والارض .

یعنی اس سال بھی حج انہی تاریخوں میں ادا کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی میں اس کے لئے مقرر فرمائی تھیں اسمیں مسلمانوں کے لئے بھی عبرت کا درس ہے کہ وہ اپنی ذاتی مصلحتوں اور دوسرے وجوہ کیلئے احکام الٰہی میں ردبدل نہ کریں۔

نساء کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو اپنے وقت سے موخر کر دینا۔

قال الجوهری النسی فعیل بمعنی مفعول من قولك نسات الشئی فهو منسو اذا اخرته .

(قرطبی، ضیاء القرآن)

میرا مقصد تو صرف اتنا ہی تھا کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے سال کے مہینوں میں تبدیلی کی جاتی تھی اس پر دلیل کے لئے میں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر کو پیش کیا عوام الناس کے فائدہ کے لئے آیت کریمہ کی پوری تفسیر نقل کر دی صحیح بات تو یہ ہے کہ مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت پیر کرم شاہ صاحب قدس سرہ کی تفسیر ضیاء القرآن علمائے کرام، طلبائے عظام، وکلاء دانشوروں اور عوام الناس کے لئے یکساں مفید ہے۔ میں اپنی کتاب میں اس کے اقتباسات پیش ہی اس لئے کرتا ہوں کہ کسی کی نظر میں میری کتاب آجائے اور ابھی تک اس نے ضیاء القرآن کا مطالعہ نہ کیا ہو تو وہ ضرور مطالعہ کرے اللہ تعالیٰ

marfat.com

Marfat.com

صفیہ جو زبیر کی والدہ ہیں ان کا اسلام لانا بالاتفاق ثابت ہے یہ غزوہ خندق میں شریک تھیں انہوں نے ایک یہودی کو بھی قتل کر دیا تھا ۲۰ ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تہتر سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں عاتکہ اور اروی کے اسلام میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک انہوں نے اسلام قبول کیا۔

نبی کریم ﷺ کی دادیاں :

حضرت عبداللہ کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ اور حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو نجاریہ حضرت ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت مرہ سلمیہ۔ عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت فالج سلمیہ قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد ازدیہ کلاب کی والدہ، نعم بنت سریر کنانیہ مرہ کی والدہ وحشیہ بنت شیبان فہمیہ کعب کی والدہ سلمی بنت محارب فہمیہ۔ لوی کی والدہ وحشیہ بنت مدلج کنانیہ غالب کی والدہ سلمی بنت سعد ہزلیہ فہر کی والدہ جندلہ بنت حارث جرحمیہ مالک کی والدہ ھندبنت عدوان قیسیہ نضر کی والدہ برہ بنت مرہ مریہ۔

نبی کریم ﷺ کی نانیاں :

آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب زھریہ رضی اللہ عنہا آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عبد العزی رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے باپ وہب کی والدہ عاتکہ بنت لوقص سلمیہ رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ کی والدہ ام حبیبہ یا ام حبیب بنت اسد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عوف رضی اللہ عنہا یہ تینوں قریشیہ ہیں اس برہ یعنی ام حبیب کی والدہ کی والدہ قلابہ بنت الحارث ھزلیہ قلابہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ھندبنت یربوع ثقفیہ رضی اللہ عنہا۔

(مواہ محمدیہ ص ۱٦٦)

رضاعی والدہ :

آپ کو حضرت حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہ ہوازنیہ نے دودھ پلایا اور جب رضاعت یعنی دودھ پلانے کی مدت ختم ہوئی تو آپ کو واپس اپنے والدہ کے پاس لایا گیا۔

marfat.com

Marfat.com

ابن رجب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اللطائف میں رافضیوں کے یوم عاشوراء کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماتم کرنے پر مذمت کرتے ہوئے بیان کیا :

" لم یامر اللہ ولارسولہ باتحاذ ایام مصائب الانبیاء وموتھم ماتما فکیف ممن ھو دونھم .

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انبیائے کرام پر مصائب کے دنوں اور ان کے وصال کے دنوں کو ماتم کرنے کا حکم نہیں دیا تو ان سے کم درجہ والوں پر ماتم کیوں کر کیا جائے۔

(الحاوی للفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۳)

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ برزخ میں دنیا کی زندگی سے اعلیٰ زندگی گزار رہے ہیں جب آپ زندہ ہیں تو غم کرنے کا مقصد ہی کیا ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اخرج ابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی کتاب حیاۃ الا نبیاء عن انس ان النبی ﷺ قال والانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲٦٤)

مسند ابی یعلی اور بیہقی میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ نماز ادا کرتے ہیں۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس قسم کی کئی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

" فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی ﷺ حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض و فی الملکوت وھو بھیئۃ التی کان علیھا قبل وفاتہ لم یتبدل منہ شیء وانہ مغیب عن الابصار کم غیبت الملائکۃ مع کونھم احیاء باجسادھم فاذا اراد اللہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامہ برویتہ راہ علی ھیئۃ التی ھو علیھا لا مانع من ذالک ولا داعی الی التخصیص برونیۃ المثال "

(الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲٦٥)

ان تمام روایات واحادیث سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ اپنے روح و جسم کے ساتھ زندہ ہیں زمین کے اطراف اور ملکوت میں جہاں چاہیں سیر کریں اور تصرف کریں آپ کو وصال

marfat.com

Marfat.com

سعدیہ نے دودھ پلایا ہے۔

عبداللہ بھی آپ کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ یہ حلیمہ سعدیہ کے بیٹے ہیں۔

آسیہ اور حذافہ آپ کی رضاعی بہنیں ہیں کیونکہ یہ حلیمہ سعدیہ کی بیٹیاں ہیں خیال رہے کہ حذافہ کا مشہور اور عرفی نام شیماء تھا ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے لشکر نے بنی ہوازن پر حملہ کیا تو قیدیوں میں یہ شیماء بھی آگئیں انہوں نے صحابہ کرام کو بتایا کہ میں تمہارے نبی کریم ﷺ کی (رضاعی) بہن ہوں صحابہ کرام ان کو آپ کے پاس لائے تو انہوں نے کہا:

"یا محمد انا اختک" اے محمد (ﷺ) میں تمہاری بہن ہوں حضور ﷺ نے انہیں مرحبا کہا اور ان کیلئے ایک چادر بچھائی اور انہیں چادر کے اوپر بٹھایا۔ حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ نے فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو تمہیں عزت و تکریم سے رکھا جائے گا اور اگر تم اپنی قوم کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہو تو تمہیں وہاں پہنچا دیا جائے گا انہوں نے کہا میں اپنی قوم کے پاس لوٹنا چاہتی ہوں انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کیا ان کو حضور ﷺ نے ہدایا عطا فرما کر عزت و تکریم سے ان کی قوم کی طرف واپس لوٹا دیا۔

(از مواہب محمدیہ ص ۱۶۲)

فائدہ: نبی کریم ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جبکہ ان کی عمر چالیس سال تھی حضور ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں گزارے اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

آپ کی ازواج مطہرات:

حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد، عائشہ بنت ابی بکر، حفصہ بنت عمر فاروق، ام حبیبہ بنت ابی سفیان (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن)، ام سلمۃ بنت ابی امیہ اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن یہ چھ ازواج مطہرات تمام قریشیہ ہیں۔

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو اسد بن خزیمہ کے قبیلہ سے تھیں، میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا، زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا جن کا لقب ام المساکین تھا، جویریہ بنت حارث

marfat.com

Marfat.com

والدہ کا نسب :

آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہے ان کا نسب بھی پانچویں درجہ پر آپ کے والد گرامی کے نسب سے مل جاتا ہے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ۔

خیال رہے کہ آپ کی والدہ کا اپنی والدہ کی جانب سے بھی نسب آپ کے والد کے نسب سے مل جاتا ہے ۔

آمنہ بنت برۃ (حضور ﷺ کی نانی) بنت عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ۔

آپ کی والدہ کی نانی کا نسب بھی آپ کے والد کے نسب سے ملتا ہے حضور ﷺ کی نانی برہ کی والدہ ام حبیب کا نسب یہ ہے ام حبیب بنت اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر حضور ﷺ کی نانی کا نام برہ اور برہ کی نانی کا نام بھی برہ تھا آمنہ بنت برہ بنت ام حبیب بنت برہ ام حبیب کی والدہ برہ کا نسب بھی حضور ﷺ کے والد کے نسب سے ملتا ہے وہ اس طرح ہے ۔

برہ بنت عوف بن عبد عویج بن کعب بن لوی بن غالب وغیرہ۔

یعنی نبی کریم ﷺ کا نسب والد اور والدہ دونوں جانب سے بہتر تھا اور عزت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا۔

(تاریخ ابن ہشام)

حضور ﷺ اکلوتے تھے :

آپ کا کوئی بھائی بہن نہیں تھے بلکہ اپنے والدین کریمین کے اکلوتے بیٹے تھے نہ ہی آپ کے باپ حضرت عبد اللہ کی کوئی اور اولاد تھی اور نہ ہی آپ کی والدہ حضرت آمنہ کی کوئی اور اولاد تھی یعنی ان دونوں کا

marfat.com

Marfat.com

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی جب ولادت ہوئی تو حضور ﷺ کی عمر شریف اس وقت تینتیس سال تھی یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں انہوں نے دو ہجرتیں کیں یعنی پہلے حبشہ اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی جب نبی کریم ﷺ بدر میں تھے تو ان کا وصال ہو گیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جب نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تمہاری بہتر راہنمائی نہ کروں؟ یعنی تم اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح میرے ساتھ کر لو اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عثمان سے کر دیتا ہوں۔

اس طرح حضرت حفصہ بنت عمر کو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور ام کلثوم بنت النبی ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آگئیں ان کا نکاح ۳ھ میں ہوا اور وفات ۹ھ میں ہوئی حضور ﷺ ان کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور شدت غم کی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء کی ولادت ہوئی جبکہ حضور ﷺ کی عمر شریف اکتالیس برس تھی، آپ کا لقب بتول ہے۔ ان کا نکاح اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم ہوئے۔ محسن بچپن میں فوت ہو گئے۔ آپ کی دو بیٹیاں تھیں زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی اولاد کا سلسلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی چل رہا ہے یعنی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں سے سلسلہ اولاد قائم ہے کیونکہ باقی کسی بیٹی کی اولاد کا سلسلہ آگے نہیں چل سکا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر ہو چکا ہے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں تھی یا بعض روایات کے مطابق دو بچے پیدا ہوئے لیکن بچپن میں فوت ہو گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا

marfat.com

Marfat.com

عبد اللہ (حضور ﷺ کے والد گرامی)، حارث، ابو طالب ان کا نام عبد مناف، زبیر اس کی کنیت ابو الحارث، حمزہ ان کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی ابو لہب اس کا نام عبد العزی، غیداق، مقوم، ضرار، عباس، قثم، عبد الکعبہ، حجل اس کا نام مغیرہ۔

صرف دو چچا نے اسلام کو قبول کیا:

حضرت حمزہ جن کی کنیت ابو عمار اور ابو یعلی ہے انہوں نے اسلام قبول کیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"خیر اعمامی حمزہ" میرے چچاؤں میں سے بہتر حمزہ ہیں۔

بدر میں بھی شریک تھے اور احد میں بھی احد میں ہی وحشی نے آپ کو شہید کر دیا تھا آپ کی عمر انسٹھ سال تھی۔

حضرت عباس کی کنیت ابو الفضل تھی آپ نبی کریم ﷺ سے صرف دو یا تین سال بڑے تھے قریش کے رئیس شمار ہوتے تھے انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا ان کے اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ ان کی بہت تعظیم فرماتے تھے آپ کا ارشاد گرامی ہے:

العباس عمی وصنوابی من اذاہ اذانی .

عباس میرے چچا ہیں میری باپ کی مثل ہیں جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

تینتیس ہجری میں حضرت عثمان کی خلافت کے دوران اٹھاسی سال کی عمر میں وصال ہوا بقیع میں دفن ہوئے حضور ﷺ کے سب سے چھوٹے چچا یہی تھے سب سے بڑا حارث تھا۔

(انوار محمدیہ ص ۱۵۹)

نبی کریم ﷺ کی پھوپھیاں:

آپ کی چھ پھوپھیاں تھیں عاتکہ، امیمہ، بیضاء، انکی کنیت ام حکیم، برہ، صفیہ، اروی

marfat.com

Marfat.com

محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیائے کرام سے افضل :

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ﴾ (پ ۳ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں سے کسی سے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ بعض انبیاء بعض پر افضل ہیں اور محمد ﷺ تمام پر افضل ہیں آپ کی افضلیت کئی وجوہ سے ثابت ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا :

﴿ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﴾ (پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

" فلما كان رحمة لكل العالمين لزم ان يكون افضل من كل العالمين "

جب آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں تو یقینی طور پر آپ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔

یعنی آپ افضل المخلوقات ہیں :

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

خدا کے بعد آپ کا ہی مقام بلند وبالا ہے ، مختصر یہی بات ہے ۔

(۲) رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ (پ ۳۰ سورۃ الانشراح آیت ۴)

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا ۔

مالک الملک نے اپنے ذکر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے ذکر کو متصل کیا کلمہ شہادت میں، اذان میں اور تشہد وغیرہ میں :

" ولم يكن ذكر سائر الانبياء كذالك"

marfat.com

Marfat.com

حنین کے دن جب یہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں ۔

فقام الیها وبسط رداءه لها فجلست علیه .

تو آپ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر بچھا دی جس پر یہ بیٹھیں۔

ثویبہ (ثاء پر پیش، واؤ پر زبر) جو ابولہب کی غلامہ تھیں نے بھی آپ کو دودھ پلایا یہ وہی ثویبہ ہے جس نے ابولہب کو اشارہ سے جا کر بتایا کہ تمہارے بھائی عبد اللہ کا بیٹا پیدا ہوا تو اس نے خوشی سے اپنی انگلی سے اشارہ کیا کہ جا تو آزاد ہے اور میرے بھتیجے کو دودھ پلا ابولہب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں البتہ پیر کے دن عذاب سے راحت ہوتی ہے کہ محمد (ﷺ) کی پیدائش پر ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

سبحان اللہ کافر کو عذاب سے تخفیف حاصل ہو جبکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت پر صرف بھتیجا سمجھ کر خوشی کا اظہار کیا ہو تو یقیناً مسلمان کو بلند مقام حاصل ہوگا جس نے محمد ﷺ کو نبی مان کر سید الکائنات افضل الانبیاء سمجھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ سے بھی ثویبہ کی طرف کپڑے بھیجا کرتے تھے ۔

(انوار محمدیہ ص ۱۶۳ ، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۹۱)

پرورش کرنے والی :

ام ایمن نے حضور ﷺ کی پرورش کی آپ فرمایا کرتے تھے " ام ایمن امی بعد امی " میری ماں کے بعد میری ماں ام ایمن ہے شیماء بنت حلیمہ سعدیہ نے بھی اپنی ماں کے ساتھ مل کر نبی کریم ﷺ کی پرورش کی۔

آپ کے رضاعی بہن بھائی :

حضرت حمزہ (جو آپ کے چچا ہیں) اور ابو سلمہ بن عبد الاسد حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں ان کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے ان دونوں کو اور حضور ﷺ کو اس نے اپنے بیٹے مروح کے ساتھ دودھ پلایا ہے ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب جو آپ کے چچازاد بھی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ ان کو بھی حضرت حلیمہ

marfat.com

Marfat.com

سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے جس میں تین آیتیں ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ہر تین آیتوں سے چیلنج کیا لیکن وہ لوگ مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے تو جب قرآن پاک میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں تو ہر تین تین آیتیں جب معجزہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی دو ہزار بائیس معجزات پر مشتمل ہے باقی معجزات علیحدہ ہیں اور جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نو معجزات عطا کیے ہیں تو واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو کثیر معجزات کی وجہ سے تمام انبیائے کرام پر افضلیت حاصل ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کا معجزہ یعنی قرآن پاک تمام انبیائے کرام کے معجزات سے افضل ہے لہذا ہمارے رسول پاک کا تمام انبیائے کرام سے افضل ہونا بھی ثابت ہے چونکہ قرآن پاک کو تمام کلاموں میں اولیت حاصل ہے جیسے آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں پر اولیت حاصل ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ لباس اعلیٰ ہو تو لباس والے کو شان حاصل ہوتی ہے تو ایسا کیوں نہ ہو کہ معجزہ اعلیٰ ہو تو صاحب معجزہ بھی اعلیٰ ہو۔

(۶) باقی تمام انبیائے کرام کے معجزات فانی تھے انبیائے کرام علیہم السلام جب دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے معجزات بھی ساتھ ہی ختم ہو گئے لیکن حضور ﷺ کا معجزہ قرآن پاک ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ یقینی بات ہے کہ باقی رہنے والی چیز اعلیٰ ہے فنا ہونے والی سے لہذا جس کو وہ معجزہ ملا جو باقی رہنے والا ہے تو اس ذات کو بھی بلند مرتبہ ماننا ضروری ہے۔

(۷) تمام انبیائے کرام کو جو کمالات انفرادی طور پر حاصل تھے وہ تمام کے تمام نبی کریم ﷺ کو حاصل تھے اسلئے آپ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے احوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾

(پ ۷ سورۃ الانعام آیت ۹۰)

یہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تو تم ان کی راہ پر چلو۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو پہلے انبیائے کرام کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ پہلے انبیائے کرام کی اصول دین میں اقتداء کریں تو یہ درست نہیں کیونکہ یہ تقلید ہے اور اصول دین میں تقلید نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو

marfat.com
Marfat.com

مصطلقیہ رضی اللہ عنہا یہ تمام عربیہ ہیں اور ایک زوجہ مطہرہ غیر عربیہ ہیں جو بنی نضیر کے سردار حیی کی بیٹی ہیں یہ قبیلہ بنی اسرائیل سے ہیں جن کا نام صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے ۔

ان تمام ازواج مطہرات سے دو کا وصال آپکی ظاہری حیات میں ہو گیا تھا ایک خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور دوسری زینب رضی اللہ عنہا جن کا لقب ام لمساکین ہے ۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت نو ازواج مطہرات ظاہری حیات میں موجود تھیں ازواج مطہرات کے مختصر حالات میں نے اپنی کتاب اسلام میں عورت کا مقام میں تحریر کئے ہیں وہاں دیکھے جائیں یا مدارج النبوۃ میں دیکھے جائیں جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے ۔

آپ کی اولاد مطہرہ :

آپ کی چار بیٹیاں ہیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ میں نے اپنی کتاب "اسلام میں عورت کا مقام" میں چار بیٹیوں کا ثبوت شیعہ کی کتب سے پیش کیا ہے اور تمام کے مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

آپ کے تین بیٹے تھے قاسم، ابراہیم اور عبداللہ خیال رہے کہ طیب ، مطیب، طاہر اور مطہر انہی کے القاب تھے یہ کوئی علیحدہ بیٹے نہیں تھے۔ قاسم کی ولادت اعلان نبوت سے پہلے ہے یہ کوئی دو سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ فوت ہو گئے اور ان کے نام سے ہی آپ کی کنیت ابو القاسم ﷺ ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ کی بڑی بیٹی ہیں ان کی ولادت جب ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف تیس سال تھی ان کا نکاح ان کی خالہ کے بیٹے ابو العاص لقیط بن ربیع سے ہوا انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی۔ ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی تھا وہ بچپن میں فوت ہو گیا تھا یہ بچہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک اونٹنی پر سوار تھا اس سے گر کر فوت ہو گیا۔

ان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام امامہ تھا یہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

marfat.com

Marfat.com

اور خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنی ساری عمر رات دن کے طویل اوقات میں انسانوں اور جنوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچائیں اور خصوصاً ایسے حالات میں ان کی عادت کے مطابق حالات بالکل واضح تھے کہ یہ تو آپ سے دشمنی کریں گے آپ کو تکالیف پہنچائیں گے معاذ اللہ آپ کو حقیر سمجھیں گے ان حالات کے ہوتے ہوئے بھی نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں کوئی تاخیر نہیں کی بلکہ جلدی ہی اللہ تعالیٰ کے احکام آپ نے پہنچائے اور عظیم مشقتیں آپ نے برداشت کیں، عظیم مشقت برداشت کرنا افضلیت کا سبب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام کی بعد والوں سے افضلیت بیان کی اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے تکالیف برداشت کیں اس وجہ سے وہ افضل ہیں۔

ارشاد باری ہے :

﴿ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ﴾ (پ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۱۰)

تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا۔

صحابہ کرام جنہوں نے زیادہ مشقتیں برداشت کیں جب وہ دوسروں سے زیادہ افضل ہیں تو یقیناً وہ نبی جنہوں نے سب انبیائے کرام سے زیادہ تکالیف اٹھائیں سب انبیائے کرام سے زیادہ فضیلت کے مالک ہیں۔

(۹) نبی کریم ﷺ کا دین تمام دینوں سے افضل ہے تو آپ کا سب انبیاء سے افضل ہونا بھی ضروری ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو دوسرے تمام دینوں کے لئے منسوخ کرنے والا بنایا تو یہ بات ظاہر ہے کہ جو دین دوسرے دینوں کو منسوخ کردے وہ افضل دین ہے اور آپ کے دین کی افضلیت آپ کے اس قول سے بھی ثابت ہے :

" من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الی یوم القیمة "

جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس ایجاد پر اجر حاصل ہوگا اور قیامت

marfat.com

Marfat.com

ایک حمل ساقط ہو گیا تھا اور ایک بچہ پیدا ہوا لیکن وہ بھی دو سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

(از انوار محمدیہ ص ۱۴۵ ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۷۸۶)

حضرت عبداللہ ابن النبی ﷺ بچپن میں مکہ میں ہی فوت ہو گئے ان کی پیدائش اعلان نبوت سے پہلے ہوئی یا بعد میں اس میں مختلف اقوال ہیں ان کے ہی طیب و طاہر لقب ہیں۔

تنبیہ :

حضور ﷺ کی یہ تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے کسی اور زوجہ مطہرہ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے حضرت ابراہیم ابن النبی ﷺ آپ کی غلامہ (لونڈی) ماریہ قبطیہ سے ہیں ان کی پیدائش ذی الحجہ ۸ھ میں ہوئی، آپ کی پیدائش کے ساتویں دن حضور ﷺ نے دو دنبے بطور عقیقہ ذبح فرمائے۔ ابوھند نے آپ رضی اللہ عنہ کے بال تراشے، حضور ﷺ نے اسی دن آپ کا نام اپنے دادا کے نام پر ابراہیم رکھا اور بالوں کی مقدار چاندی صدقہ کی بال زمین میں دفن کر دیئے۔ ابراہیم مدینہ طیبہ کے اطراف میں ایک لوہار کی زوجہ کے زیر پرورش تھے ۔ حضور ﷺ اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے جاتے تھے ساتھ بعض صحابہ کرام بھی موجود ہوتے۔ آپ بچہ سے پیار و محبت کر کے واپس آجاتے۔ ستر یا اس سے کچھ زائد دن زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔ بقیع میں دفن ہوئے ،ان کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور ایک پتھر بطور نشان لگایا گیا آپ کی وفات پر حضور ﷺ فرما رہے تھے :

" انا بك یا ابراهیم لمحزونون نبکی العین ویحزن القلب "

اے ابراہیم ہم تمہاری موت پر غمزدہ ہیں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمناک ہے۔

(از انوار مھمدیہ ص ۱۴۷)

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

فائدہ :

" عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ "

(الترمذی۔ مشکوۃ باب صلوۃ النبی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے قیامت کے دن میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" اولی الناس ای اقربھم بی او احقھم بشفاعتی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوۃ لان کثرۃ الصلوۃ منبئۃ عن التعظیم المقتضی للمتابعۃ الناشئۃ عن المحبۃ الکاملۃ المرتبۃ علیھا محبۃ اللہ تعالیٰ قال تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم "

(مرقاۃ ج ۲ ص ۳٤٠)

"اولی" کا معنی ہے اقرب ایک تو اس کا ظاہری معنی ہے کہ آپ پر زیادہ درود پڑھنے والے کو بنسبت دوسرے لوگوں کے جنت میں قریب مقام حاصل ہوگا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ شخص میری خصوصی شفاعت کا زیادہ مستحق ہوگا۔ نبی کریم ﷺ پر زیادہ درود پاک وہی شخص پڑھے گا جس کے دل میں آپ کی تعظیم پائی جائے گی اور جس شخص کو آپ کی عظمت کا خیال ہوگا وہ آپ کی تابعداری بھی کرے گا آپ کی تابعداری وہی شخص کامل طور پر کرتا ہے جسے محبت کاملہ حاصل ہوتی ہے جسے نبی کریم ﷺ سے کامل محبت حاصل ہوتی ہے وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے رب تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب آپ فرمادیں کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

سبحان اللہ نتیجہ کتنا واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بغیر رب تعالیٰ سے محبت نہیں

marfat.com

Marfat.com

اورباقی تمام انبیائے کرام کاذکراس طرح نہیں لہذااس سے ثابت ہواکہ آپ افضل الانبیاء ہیں

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ملایااور فرمایا:

﴿ مَن یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ﴾ (پ ۵ سورۃ النساء آیت ۸۰)

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا ۔

آپ کی بیعت کورب تعالیٰ نے اپنی بیعت قرار دیااور فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ﴾

(پ ٢٦ سورۃ الفتح آیت ١٠)

بیشک وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کادست قدرت ہے ۔

اور آپ کی عزت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت کے ساتھ ذکر فرمایا:

﴿ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ (پ ٢٨ سورۃ المنٰفقون آیت ٨)

اور عزت تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔

اور آپ کی رضا کو رب قدوس نے اپنی رضا کے ساتھ ذکر فرمایا:

﴿ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ ﴾ (پ ١٠ سورۃ التوبۃ آیت ٦٢)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حق زائد ہے کہ انہیں راضی کریں۔

رب تعالیٰ نے آپ کے بلانے پر حاضر ہونے کو اپنے بلانے پر حاضر ہونے کے ساتھ ذکر فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ ﴾ (پ ٩ سورۃ الانفال آیت ٢٤)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو ۔

یہ عظمت صرف نبی کریم ﷺ کو ہی حاصل ہے دوسرے انبیائے کرام کو حاصل نہیں۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیاکہ آپ قرآن پاک کی ہر سورۃ سے چیلنج کریں، کون شخص ہے جو قرآن پاک کی سورۃ جیسی سورۃ بنا کر لائے ﴿ فَأْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّن مِّثْلِہٖ ﴾ تو اس جیسی ایک سورۃ تو لے آؤ۔ سب

marfat.com

Marfat.com

آپ کے بعض معجزات وہ ہیں جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں تمام اشراف عرب سے آپ اعلیٰ حسب و نسب کے مالک ہیں شجاعت، اخلاق، کریمہ، بردباری، وعدہ کی وفا، فصاحت وبلاغت اور سخاوت ان تمام اوصاف میں نبی کریم ﷺ کا کوئی ثانی نہیں۔

(۱۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" آدم ومن دونه تحت لوائی یوم القیامة "

آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ کو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر افضیلت حاصل ہے۔

حضور ﷺ نے اور ارشاد فرمایا

"انا سید ولد آدم ولا فخر "

میں اولاد آدم کا سردار ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اور ارشاد گرامی ہے:

" لا یدخل الجنة احد من النبیین حتی ادخلها انا ولا یدخلها احد من الامم حتی تدخلها امتی "

انبیائے کرام میں سے کوئی ایک بھی جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہوگا جب تک میں نہیں داخل ہوں گا اور تمام امتوں میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک میری امت داخل نہیں ہوگی۔

(۱۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا خطیبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا ایسو الواء الحمد بیدی وانا اکرم ولدآدم علی ربی ولا فخر "

جب لوگوں کو (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا سب سے پہلے میں ہی قبر سے باہر آؤں گا جب سب لوگ آئیں گے تو میں ہی ان سے خطاب کروں گا جب لوگ ناامید ہو جائیں گے تو

marfat.com

Marfat.com

پہلے انبیائے کرام کی فروع دین میں اقتداء کا حکم دیا گیا ہے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ آپ کی شریعت پہلی شریعتوں کی ناسخ ہے تو اقتداء کا اور کوئی مطلب نہیں سوائے اس کے " فلم یبق الا ان یکون المراد محاسن الاخلاق " کہ اس سے مراد اچھے اخلاق اور کمالات ہوں۔ گویا کہ رب تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فرمایا ہم آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام کے احوال وعادات پر مطلع کرتے ہیں آپ ان کے اچھے اور احسن اخلاق وعادات کو اپنے لئے پسند فرمالیں اور ان کی ان عادات میں اقتداء کریں۔

" وهذه يقتضى انه اجتمع فيه من الخصال المرضية ما كان متفرقا فيهم
فوجب ان يكون افضل منهم "

اس بحث سے واضح ہوا کہ تمام اچھی عادات جو تمام انبیائے کرام کو متفرق طور پر حاصل تھیں وہ آپ کو اجتماعی طور پر حاصل ہوئیں لہذا آپ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

(۸) نبی کریم ﷺ کو تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ (پ ۲۲ سورۃ السبا آیت ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا رسول بنا کر۔

جتنے زیادہ امتی ہوں اتنی ہی نبی پر مشقت زیادہ ہوتی ہے نیکیوں کے کاموں میں جتنی مشقت زیادہ برداشت کی جائے اسی قدر مراتب بلند ہوتے ہیں اور خصوصاً جب انسان کو مال حاصل نہ ہو دوست یار مددگار نہ ہوں اور پھر تمام لوگوں کو کہے :

﴿ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ (پ ۳۰ سورۃ الکافرون آیت ۱)

اے کافرو ! یہ سن کر لوگ دشمن بن جائیں تو یہ کتنا ہی خوف کا مقام ہے جو بہت بڑی مشقت کا ذریعہ ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت عطا کر کے بھیجا گیا تو آپ کے دشمن صرف فرعون اور فرعون کی قوم کے لوگ تھے بنی اسرائیل آپ کا ساتھ دینے والے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کے تمام لوگ ابتدائی طور پر مخالف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام پر فضیلت دی۔

marfat.com

Marfat.com

یہ تمام احادیث جن کو ذکر کیا گیا ہے روز روشن کی طرح نبی کریم ﷺ کی افضیلت پر دلالت کر رہی ہیں۔

(۱۵) ذہبی نے فضائل صحابہ کی بحث میں ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دور سے نظر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " ھذا سید العرب " یہ شخص عربوں کا سردار ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی " الست انت سید العرب " کیا آپ عربوں کے سردار نہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

" وانا سید العالمین وھو سید العرب " میں تو تمام جہانوں کا سردار ہوں وہ عربوں کے سردار ہیں اس سے واضح ہوا کہ تمام جہانوں میں انبیائے کرام بھی ہیں لہذا آپ کو تمام انبیائے کرام پر سیادت، فضیلت اور برتری حاصل ہے۔

(۱۶) نبی اکرم ﷺ کی افضیلت کو محمد بن عیسیٰ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مثال سے اس طرح بیان کیا کہ ہر امیر کو اپنی رعیت کی مقدار پر مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک شخص ایک بستی کا امیر ہو تو اسے مشقت اس بستی کے رہنے والے لوگوں کی مقدار میں اٹھانی پڑے گی اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ہوگا اور اگر ایک شخص تمام روئے زمین کا مشرق و مغرب تک حاکم بنادیا جائے تو اسے بنسبت ایک بستی یا ایک علاقے کے حاکم زیادہ مال اور ذخائر کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس نے بہت ہی زیادہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا ہے اور ان کے انتظامات کرنے ہیں۔

اسی طرح اگر ایک رسول کو ایک قوم کی طرف بھیجا جائے تو اسے توحید کے خزانے اور معرفت کے جواہر اسی مقدار میں دیئے جاتے ہیں کیونکہ جتنی مقدار رسالت کی ہے یعنی جتنے امتی ہوں گے اسی مقدار میں کنوز توحید اور جواہر معرفت کی ضرورت ہوگی اور اگر کسی رسول کو ایک علاقہ میں رسول بنا کر بھیجا گیا تو اس رسول کو اپنے امتیوں کی تعداد کے مطابق کنوز توحید اور جواہر معرفت کی ضرورت ہوگی۔

اگر کسی ذات کو تمام اہل مغرب و مشرق اور تمام جنوں اور انسانوں کا رسول بنایا گیا ہو تو یقیناً اسے اس

marfat.com

Marfat.com

تک جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے اعمال کے مطابق اجر بھی اسے ملے گا ۔

جب آپ کے دین میں اجر و ثواب زیادہ ہے اور خصوصاً "کان واضعه اکثر ثوابا من واضعی سائر الادیان" آپ کے دین میں اچھا طریقہ ایجاد کرنے والے کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو دوسرے دینوں میں اسطرح نہیں " فیلزم ان یکون محمد ﷺ افضل من سائر الانبیاء "تو اس سے ضروری ہی ہو گیا کہ محمد ﷺ کو تمام انبیائے کرام پر افضیلت حاصل ہو۔

(۱۰) نبی کریم ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے تو یقیناً آپ کو بھی سب انبیائے کرام پر افضیلت حاصل ہے آپ کی امت کی شان کو رب تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ سے بیان فرمایا :

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (پ ٤ سورة آل عمران ١١٠)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

آپ کی امت کو بہتری اور فضیلت کیوں حاصل ہے ؟اسلئے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے تابع ہیں اور آپ کی تابعداری کی وجہ سے ہی دوسری امتوں سے افضل اور اللہ تعالیٰ کی محبوب ہے ۔

رب تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ ﴾ (پ ۲ سورة البقرة آیت ۳۱)

اے محبوب تم فرماؤ کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست رکھے گا ۔

جب آپ کی امت کو آپ کی تابعداری کی وجہ سے افضیلت اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی حاصل ہو گئی تو آپ کی ذات کا بھی سب انبیائے کرام سے افضل ہونا ثابت ہو گیا۔

نیز نبی کریم ﷺ تمام جنوں اور انسانوں کے نبی بن کر تشریف لائے تو آپ کو اجر و ثواب زیادہ حاصل ہوا انسان کے مدارج کی بلندی اجر و ثواب کی زیادتی پر ہے کیونکہ جتنے لوگ آپ کی دعوت کو قبول کرنے والے زیادہ ہوں گے اسی قدر آپ کے مراتب بلند ہوں گے یہ شان دوسرے انبیائے کرام کو حاصل نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

جو کثیر مطالب کو حاوی ہو وہ جوامع الکلم کہلاتے ہیں یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے جو کسی کو عطا نہیں ہوا۔

نبی کریم ﷺ کو جو کتاب (قرآن مجید) عطا کی گئی وہ سب کتابوں سے افضل ہے اور آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے ان تمام وجوہ کے پیش نظر حضور ﷺ کی افضیلت تمام انبیائے کرام پر ظاہر و عیاں ہو گئی۔

(۱۷) محمد بن حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب النوادر میں ذکر کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں بیشک آپ نے فرمایا:

" ان اللہ تعالی اتخذ ابراھیم خلیلا وموسی نجیا واتخذنی حبیبا ثم قال وعزتی وجلالی لاوثرن حبیبی علی خلیلی ونجیی "

بیشک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور مجھے حبیب بنایا پھر رب تعالیٰ نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی اور قسم ہے مجھے اپنے جلال کی میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر ترجیح دے رہا ہوں۔

جب رب تعالیٰ نے قسم اٹھا کر اپنے خلیل اور اپنے نجی پر اپنے حبیب کی برتری کو بیان فرمایا تو اب سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں رہی کہ آپ ہی افضل الانبیاء ہیں۔

(۱۸) بخاری اور مسلم میں ہمام بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ذکر کی گئی انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسے ہے جیسے کسی شخص نے کوئی مکان بنایا بہت حسین و جمیل بنایا اور مکمل بنایا لیکن اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ کو چھوڑ دیا لوگوں نے (اس گھر کو دیکھنے کے لئے) اس میں چکر لگانا شروع کیا اور وہ اس کی تعمیر پر تعجب کرنے لگے (کہ بہت حسین و جمیل اور مکمل طور پر بنایا گیا ہے) اور کہنے لگے کہ تم نے یہاں ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی کہ یہ گھر مکمل ہو جاتا حضور ﷺ نے فرمایا: "کنت انا تلک اللبنۃ" وہ اینٹ میں ہی تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے قصر نبوت شاندار حسین و جمیل بنایا لیکن ایک نبی کے آنے کی جگہ کو چھوڑ دیا لوگ اس کے منتظر تھے کہ وہ خاتم النبیین بھی آ جائیں تاکہ قصر نبوت کی باقی جگہ مکمل ہو جائے اس طرح قصر نبوت

marfat.com

Marfat.com

ہو سکتی اور نہ ہی رب تعالیٰ کو اس سے محبت ہو گی صرف نام سے توحیدی کہلانے سے کچھ نہیں بنتا اگر تو نے اپنی عاقبت سنوارنی ہے تو آ ! سید الانبیاء کا غلام بن جا۔ تو یہ بھی کہتا رہے کہ نبی کریم کو علم غیب نہیں تھا وہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں رکھتے تھے ان کا مرتبہ ہمارے بڑے بھائی جیسا تھا وہ کسی اختیار کے مالک نہیں تھے وہ تو ہم جیسے بشر تھے اس قسم کے لغویات بیہودہ زبان سے نکالتا رہے اور پھر یہ بھی کہے کہ ہمیں بھی نبی کریم سے محبت ہے تیری اس بات پر کون اعتبار کرے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(۱۱) نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں جب آپ کے ذریعے سلسلہ نبوت ختم ہو گیا یعنی آپ کی آمد سے انبیائے کرام کی تشریف آوری منسوخ ہو گئی تو یقینی بات ہے کہ وہ دوسروں کی آمد کا ناسخ بن سکتا ہے جو سب سے افضل ہو یہ عقل کے خلاف ہے کہ کم مرتبہ والا اعلیٰ کی آمد کو منسوخ کر دے۔

(۱۲) بعض انبیائے کرام کو بعض پر معجزات کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے کثرت معجزات ان کی صداقت اور بزرگی پر دلالت کرتے ہیں جب نبی کریم ﷺ کو تمام انبیائے کرام سے زیادہ معجزات حاصل ہیں تو آپ کو فضیلت بھی سب پر زیادہ حاصل ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور ﷺ کا بظاہر ایک معجزہ قرآن پاک ہی تین ہزار سے زائد معجزات پر مشتمل ہے ۔

" ومنها ما يتعلق بالقدرة " پھر بعض معجزات آپ کو وہ حاصل ہیں جو آپ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں جیسے تھوڑے طعام سے کثیر مخلوق کو سیر کر دیا اور تھوڑے پانی سے کثیر لوگوں کو سیراب کر دیا۔

" ومنها ما يتعلق بالعلوم كالاخبار عن الغيوب "
اور بعض معجزات آپ کے علوم سے متعلق ہیں جیسے کہ غیبی خبریں ۔

کاش کہ میری برادری کے میرے پیارے جہال کو بھی یہ سمجھ آجاتا کہ غیبی خبریں دینا حضور ﷺ کا معجزہ ہے آپ کے معجزات کا انکار تو کافر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

" ومنها اختصاصه فى ذاته بالفضائل "

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔
بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اس حدیث پاک کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

"ونیستم من مگر قسمت کننده وخدا میدهد هرکرا میخواهد وهرچه میخواهد از فقه وفهم در دین وغیر آں"

نہیں ہوں میں مگر تقسیم کرنے والا اور خدا دیتا ہے جس کسی کو خدا دیتا ہے جو چاہے دیتا ہے خواہ وہ فقہ کا علم اور علوم دینیہ کی سمجھ ہو یا اس کے بغیر جو بھی رب تعالیٰ دیتا ہے میں ہی تقسیم کرتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام ضغطہ قبر سے محفوظ:

"لم یخلص منه کل سعید الا الانبیاء"

(مرقات ج ۱ ص ۲۰۸)

قبر کے معمولی جھنجھوڑے سے کوئی شخص بھی محفوظ نہیں خواہ وہ کتنا ہی متقی، پرہیزگار نہ ہو سوائے انبیائے کرام کے۔

یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ امتیازی شان عطا فرمائی ہے کہ وہ قبر کے ضغطہ (تنگی) سے محفوظ ہیں۔

نبی کریم کی محبت کے بغیر ایمان نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ کتاب الایمان)

تم میں سے کوئی (ہر ایک) اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ میں اسے اسکے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

میں ہی ان کو بشارت دوں گا لواء الحمد (خصوصی عظمت والے جھنڈے کا نام) میرے ہاتھ میں ہوگا تمام اولاد آدم پر رب تعالیٰ کے ہاں میں ہی مکرم ہوں گا مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ بیٹھ کر تذکرہ کر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کا کلام سنا بعض نے تعجب کرتے ہوئے کہا "ان اللہ اتخذ ابراهیم خلیلا" بے شک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اور بعض نے کہا "ماذا باعجب من کلام موسی کلمه تکلیما"۔ موسیٰ علیہ السلام کے کلام پر اور زیادہ تعجب ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے کلیم بنایا۔ کچھ اور نے کہا۔ "فعیسی کلمة اللہ وروحه" عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں بعض اور حضرات نے کہا: "آدم اصطفاہ اللہ" آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا میں نے تمہارا کلام سنا اور تمہارے دلائل سنے بیشک یہ حقیقت ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ ہیں موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں واقعی ایسا ہی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں یقیناً ایسا ہی ہے آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں ہاں یہی بات ہے۔

"الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامة ولا فخر وانا اول شافع وانا اول مشفع یوم القیامة ولا فخر وانا اول من یحرك حلقة الجنة فیفتح لی فادخلها ومعی الفقراء المومنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر"

خبردار میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن لواء الحمد میں ہی اٹھانے والا ہوں گا مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت کو قبول کیا جائے گا مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اور قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کے دروازے کو میں ہی کھٹکھٹاؤں گا اور میرے لئے دروازہ کھولا جائے گا میں اس میں داخل ہوں گا اور میرے ساتھ غریب مسلمان ہوں گے مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، تمام پہلے اور پچھلے لوگوں سے میں زیادہ ہی مکرم ہوں گا مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اسی مذکور حدیث کو سنا تو امر طبعی کے تقاضا کے مطابق عرض کیا۔

" لانت یا رسول الله احب الی من کل شئی الا من نفسی"

یارسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیك من نفسك"

ایمان کی تکمیل نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہاں تک کہ میں تمہاری جان سے بھی تمہیں زیادہ محبوب ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

" فانك الآن والله احب الی من نفسی فقال الآن یا عمر تم ایمانك "

اے محبوب قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں

تو حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے کیوں کہا کہ مجھے اپنی جان سے محبت زیادہ ہے؟ اس کے دو احتمال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق سے یہ سمجھا ہو کہ آپ نے جس محبت کا ذکر فرمایا ہے وہ محبت طبعی ہے اور طبعی محبت تو اپنی جان سے زیادہ ہوتی ہے بعد میں یہ سمجھا ہو کہ اس محبت سے مراد تو ایمانی اور عقلی ہے جو طبعی کے برخلاف ہے ایمان و عقل جو کہیں اسے طبعی تقاضا پر ترجیح دینی ہے یہ سمجھ آنے کے بعد ذکر کیا ہو کہ اب حضور مجھے اپنی جان کی بنسبت بھی آپ سے محبت زیادہ ہے

دوسرا احتمال یہ ہے:

" انه اوصله الله تعالی الی مقام الاتم ببرکة توجهه علیه الصلوة والسلام فطبع فی قلبه حبه حتی صار کانه حیاته ولبه "

بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی توجہ مبارک سے ایمان کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا ہو کہ آپکے دل میں حضور ﷺ کی محبت راسخ ہو گئی ہو یہاں تک کہ حضور ﷺ کی محبت آپ کی حیات اور عقل بن گئی یعنی زندگی اور عقل کا حصہ بن گئی۔

marfat.com

Marfat.com

کی رسالت کی وسعت کے پیش نظر روحانی خزانے یعنی معرفت کے جواہر اور توحید کے خزانے بھی وسیع تر عطا ہوں گے تاکہ ان کی مقدار امت کے مطابق ہو سکے۔

تمام انبیائے کرام کو اتنی وسیع نبوت نہیں عطا کی گئی جتنی کہ نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئی کیونکہ ہر نبی کو کسی قوم یا کسی علاقے کا نبی بنایا گیا لیکن حبیب پاک کو ساری کائنات کا نبی بنایا گیا۔

" ولما كان كذالك لاجرم اعطى من كنوز الحكمة والعلم ما لم يعط احد قبله فلاجرم بلغ في العلم الى الحد الذى لم يبلغه احد من البشر "

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت وسیع تر ہے یقیناً یہ بھی واضح ہو گیا کہ آپ کو حکمت اور علم کے وہ خزانے عطا کئے گئے جو آپ سے پہلے کسی ایک کو بھی عطا نہیں کئے گئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴾ (پ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۱۰)

وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح البیان فرماتے ہیں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی یہ وحی بغیر واسطہ (شب معراج یا عام اوقات میں بذریعہ القاء) کے تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا یہ اس وحی کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں ان اسرار پر کسی اور کو اطلاع نہیں اللہ تعالیٰ نے یہ راز تمام مخلوق سے مخفی رکھے کسی کو نہیں بیا تاکہ وہ وحی کیا تھی کیونکہ یہ محبّ اور محبوب کے راز تھے محبّ اور محبوب اپنے درمیان مخفی رازوں کو دوسروں پر مطلع نہیں کرتے، صرف اسی ایک مقام پر یہ شعر سچا آتا ہے:

میانِ طالب و مطلوب رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان وہ راز تھے جن پر کراما کاتبین بھی مطلع نہیں تھے۔

اور فصاحت میں بھی نبی کریم ﷺ کا کوئی ثانی نہیں تھا نبی کریم ﷺ اپنے خصوصی انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اوتیت جوامع الکلم" مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں یعنی مختصر

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ شیطان سے محفوظ :

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" ما منکم من احد الا وقد وکل به قرینه من الجن وقرینه من الملائکة قالوا وایاك یارسول الله قال وایای ولکن الله اعاننی علیه فاسلم فلا یامرنی الابخیر " (مشکوٰۃ، مسلم باب فی الوسوسۃ)

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ ایک جن مؤکل ہوتا ہے اور ایک اسکے ساتھ فرشتہ موکل ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ کے ساتھ بھی یارسول اللہ ؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اس کے خلاف امداد فرمائی وہ میرا مطیع ہو گیا وہ مجھے سوائے بھلائی کے اور کوئی حکم نہیں کرتا

حدیث شریف میں لفظ "فاسلم "استعمال ہوا۔ یہ واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے جس کا ظاہری معنی ہے کہ میرا قرین اسلام لے آیا ہے اگرچہ علامہ توربشتی نے یہی معنی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اسلئے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی خصوصیت وافضیلت کے پیش نظر آپ کے قرین شیطان کو اسلام کی دولت سے نواز دیا۔

لیکن دوسرے اہل علم نے اس کا معنی کیا ہے کہ وہ (میرا) مطیع ہو گیا۔

بعض حضرات نے اسے واحد متکلم مضارع مجہول کا صیغہ کہا ہے اس صورت میں معنی ہو گا مجھے اس سے محفوظ کر دیا گیا ہے جامع ترمذی میں یہی ذکر ہے کہ ابن عیینہ نے کہا :

" فاسلم بالضم ای اسلم انا منه والشیطان لایسلم "

فاسلم میں ہمزہ پر پیش ہے یعنی میں اس سے محفوظ ہوں کیونکہ شیطان مسلمان نہیں ہوتا۔

خیال رہے کہ بعض حضرات نے اسم تفضیل کا صیغہ بنایا ہے اور مبتدا محذوف مانا ہے ان کے نزدیک اصل عبارت یہ ہوئی

" فانا اسلم منکم " میں بنسبت تمہارے شیطان سے زیادہ محفوظ ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

مکمل ہوگا تو میں نے آکر اس قصر نبوت کی تکمیل کی ۔

اب واضح ہوا کہ جس ذات کے بغیر قصر نبوت نامکمل تھا اور اس ذات نے آکر اسے مکمل کیا وہ ذات ہی سب سے افضل ہے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو سید الانبیاء ہیں ۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام میں سے اگر کسی کو نداء کی تو ذاتی نام سے جیسے فرمایا۔

﴿یا آدمُ اسکُنْ﴾ اے آدم ٹھہر جاؤ۔

﴿ وَنَادَیْنَاہُ اَن یَّا اِبْرَاھِیْمُ ﴾ ہم نے اسے پکارا یعنی اے ابراہیم۔

﴿یَا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا رَبُّكَ﴾ اے موسیٰ علیہ السلام بے شک میں تیرا رب ہوں۔

لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ کو ذاتی نام سے کہیں نہیں پکارا یعنی یا محمد نہیں کہا بلکہ "یا ایھا النبی" اے نبی اور "یا ایھا الرسول" اے رسول اس قسم کے ذاتی ناموں سے پکارا جو آپ کی افضلیت پر واضح دلیل ہے ۔

(از کبیر ج ٦ ص ٢٠٨ پ ٣ ابتدائی آیت)

خیال رہے کہ راقم بغیر ضرورت شعری وغیرہ کے یا محمد کا اسی وجہ سے قائل نہیں کیونکہ اس میں وہ ادب نہیں جو یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ ، یا حبیب اللہ ، اور اس قسم کے الفاظ مبارکہ میں ہے اسلئے یا اللہ یا محمد کے بجائے یا اللہ یا رسول اللہ کے کتبے لگائے جائیں ۔

(۲۰) راقم کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی افضلیت کی بیسویں وجہ یہ ہے کہ آپ کو جس طرح کے اصحاب ملے ۔ ابوبکر صدیق ، عمر فاروق ، عثمان ذوالنورین ، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ایسے اصحاب کسی اور نبی کو نہیں ملے جیسے حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرام آپ پر جان نثار تھے ایسے کسی اور کے نہ تھے اس لحاظ پر بھی آپ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل ہیں۔

نبی کریم اللہ تعالیٰ کے خزانے تقسیم کرتے ہیں :

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقھه فی الدین و انما انا قاسم واللہ یعطی "

(بخاری، مسلم ، مشکوۃ کتاب العلم)

marfat.com

Marfat.com

حضور علیہ السلام ختنہ شدہ پیدا ہوئے :

" وروی ان آدم وشیثا ونوحا وھودا وصالحا ولوطا وشعیبا ویوسف وموسی وسلیمان وزکریا وعیسی وحنظلۃ بن صفوان نبی اصحاب الرس ومحمدا صلوات اللہ وسلامہ ولدوا مختونین "

(مرقاۃ ج ۲ ص ۷)

روایت میں آتا ہے کہ آدم علیہ السلام، شیث علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ھود علیہ السلام صالح علیہ السلام، لوط علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام جو اصحاب رس کے نبی تھے اور حضرت محمد ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

نبی کریم علیہ السلام کو چار ہزار افراد کی طاقت دی جائے گی :

ترمذی نے حدیث بیان کی جس کو صحیح غریب کہا کہ :

" اذکل رجل من اھل الجنۃ یعطی قوۃ مائۃ رجل فیکون علیہ الصلوۃ والسلام اعطی قوۃ اربعۃ آلاف رجل "

جنت میں ہر شخص کو ایک سو آدمیوں کی قوت دی جائے گی اور حضور ﷺ کو چار ہزار آدمیوں کی قوت عطا کی جائے گی۔

نبی کریم علیہ السلام کا کھانا بہت کم مقدار میں ہوتا تھا لیکن طاقت دنیا میں بھی کئی افراد کی حاصل تھی اور قیامت میں بھی کثیر افراد کی طاقت حاصل ہوگی یہ درحقیقت وجہ خرق عادت (خلاف عادت) آپ کا اعجاز ہے کیونکہ عام لوگوں کی کیفیت یہ ہے کہ جسے کھانا کم حاصل ہوا سے طاقت بھی کم حاصل ہوتی ہے۔

(مرقاۃ ج ۲ ص ۴۳)

آپ کے وضو سے گرے ہوئے پانی میں شفا تھی :

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے میری خالہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس لے

marfat.com

Marfat.com

حدیث پاک میں والد کا ذکر ہے لیکن" المراد به ما یشملهما وهو ذوولد"مراد اس سے صاحب لولاد یہ معنی ماں لورباپ دونوں کا شامل ہے ۔" وولده الی الذکر والانثی " ولد سے مراد بیٹا ، بیٹی یعنی مطلق لولاد معنی یہ ہے کہ والدین اور لولاد سب لوگوں سے مجھے محبوب سمجھے۔

محبت سے مراد طبعی محبت نہیں جو بغیر اختیار کے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ﴾ (پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی نفس کو بغیر طاقت کے تکلیف نہیں دیتا۔

محبت سے مراد محبت عقلی ہے جو انسان اپنی عقل کے ذریعے اختیار کرتا ہے خواہ طبیعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو جس طرح مریض کڑوی دوا کو پسند کرتا ہے حالانکہ اس کی طبیعت نہیں چاہتی لیکن عقل کڑوی دوا کے استعمال کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔

اسی سے واضح ہوا کہ حضور ﷺ اگر کسی شخص کو حکم دیں کہ وہ اپنے کافر والدین یا کافر اولاد کو قتل کردے تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ آپ کے حکم کو ترجیح دے اگرچہ بظاہر اسکی طبیعت نہ بھی چاہے اسی طرح جب آپ نے فرمادیا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جائے وہ شہید ہوتا ہے تو عقل اسے ترجیح دے گی اگرچہ بظاہر طبیعت نہ بھی چاہے اور آپ سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محبت ایمانی ہو اور یہ محبت اجلال، توقیر، احسان اور رحمت سے حاصل ہوتی ہے اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی اغراض کو دوسرے تمام کی اغراض پر ترجیح دے۔اپنے قریبی رشتہ دار ہوں یا اپنی ذات ہو ہر ایک پر محبوب کو راجح سمجھے۔

نبی کریم ﷺ میں تمام اسباب محبوبیت پائے جاتے ہیں حسن سیرت، حسن صورت، کمال فضل اور کمال احسان آپ کو ایسے حاصل ہیں جو کسی ایک کو بھی حاصل نہیں لہذا ضروری ہو گیا کہ آپ کو اپنی جان اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب سمجھے خصوصاً جبکہ آپ مالک الملک کے بھی محبوب تو انسان آپ کو محبوب کیوں نہ سمجھے۔

اعلیٰ درجہ کی محبت حاصل کرنے والوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں آپ نے جب

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے عام کسی بزرگ کے وضو کے مستعمل پانی کو بطور تبرک پینا جائز نہیں ۔

" ان السائل من اعضائه لشرفها لا ينجس ومن ثم اختار كثيرون من اصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلوة والسلام "

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک نبی کریم ﷺ کے اعضاء شریفہ سے مس ہو کر گرنے والا پانی ناپاک نہیں ہوتا تھا اسی وجہ سے ہمارے کثیر احباب نے اس کو اختیار کیا کہ نبی کریم ﷺ کے فضلات (پیشاب، پاخانہ) پاک تھے۔

خیال رہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وضو کے لئے استعمال ہونے والا پانی پاک ہوتا ہے لیکن پاک کرتا نہیں ۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۲ ص ۵۳)

نبی کریم ﷺ کی نماز قضا ہونے میں حکمت :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے لوٹے رات کو چلتے رہے یہاں تک کہ آپ کو اونگھ آنے لگی تو آپ نے رات کے پچھلے حصہ میں آرام کے لئے ایک جگہ قیام کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہمارے لئے رات کی حفاظت کرنا (یعنی صبح کی نماز کے لئے اٹھا دینا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی طاقت کے مطابق کچھ نوافل ادا کئے حضور ﷺ اور صحابہ کرام سو گئے جب فجر کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پالان کے ساتھ سہارا لگایا فجر کی طرف متوجہ رہے (یعنی مشرق کی جانب منہ کر لیا فجر کا انتظار کرنے لگے) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھوں پر غلبہ آگیا (یعنی نیند آگئی) آپ نے پالان کے ساتھ سہارا لگایا ہوا تھا (سو گئے) نہ نبی کریم ﷺ کو اور نہ ہی کسی اور صحابی کو اور نہ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جاگ آئی یہاں تک کہ سورج نکل آیا سب سے پہلے نبی کریم ﷺ ہی بیدار ہوئے گھبراہٹ میں مبتلا تھے (کیونکہ صبح کی نماز فوت ہو چکی تھی) آپ نے فرمایا اے بلال (تم نے ہمیں جگایا کیوں نہیں) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے بھی اسی چیز نے آلیا جس نے آپ کو گرفت میں لیا (یعنی نیند کا غلبہ ہر ایک پر ہو گیا) آپ نے فرمایا چلو اپنی سواریوں کو تیار کر لو

marfat.com

Marfat.com

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ نبی کریم ﷺ کی محبت کو ترجیح دے گا اگرچہ وہ کثیر شہوات میں مستغرق ہی کیوں نہ ہو یا اکثر اوقات ان پر غفلت کے پردے ہی کیوں نہ چھائے رہیں۔

ہم اکثر و بیشتر دیکھتے ہیں کہ محبت رسول ﷺ رکھنے والوں نے آپ کی ظاہری حیات میں بھی آپ کے دیدار کو اولاد پر ترجیح دی اپنی جان کو کثیر خوف ہلاکت کا بھی ہو تو پھر بھی محبت رسول ﷺ کا متوالا یہی کہتا ہے کہ کاش ایک مرتبہ مجھے اپنی زندگی میں حضور ﷺ کے روضہ مطہرہ کی زیارت نصیب ہو جائے پھر موت آتی ہے تو آتی رہے کیونکہ مقصد حیات حاصل ہو گیا۔

یہ مقام نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کو جاننے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے :

" ولاشك ان حظ الصحابة رضى الله عنهم من هذا المعنى اتم لانه ثمرة المعرفة وهم بقدر ومنزلة اعلم "

اور کوئی شک نہیں کہ یہ مقام صحابہ کرام کو زیادہ حاصل ہوگا ایمان کا اعلیٰ درجہ انہیں حاصل رہا کیونکہ آپ سے محبت کا اعلیٰ معیار آپکی قدر و منزلت کو جاننے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور یہ شرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سب سے زیادہ حاصل تھا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے مراتب قدر و منزلت کو زیادہ جانتے تھے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس شخص نے نفس مطمئنہ کی جانب کو ترجیح دی یعنی دین مصطفوی ﷺ پر خواہشات نفسانیہ کو ترجیح نہ دی اسے حضور ﷺ سے زیادہ محبت ہے اور جس شخص نے نفس امارہ کی جانب کو راجح کیا یعنی اپنی خواہشات نفسانیہ کو ترجیح دی اس کی محبت میں کمی ہے۔ نفس لوامہ ان دونوں کے درمیان ہے خیال رہے، برائیوں کا ارتکاب اور ان پر اترانا نفس امارہ کا کام ہے، غلطی سے برائی کا ارتکاب ہو جائے پھر نادم ہو اپنے آپ کو ملامت کرے یہ نفس لوامہ ہے، اور برائیوں سے بچ کر رہنا یہ نفس مطمئنہ ہے۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ١ ص ٧٤)

marfat.com

Marfat.com

جب وضو نہیں تھا، جاگتے وقت وضو کرنا ضروری تھا لیکن زیادہ طور پر حضور ﷺ باوضو سوتے تھے اسلئے زیادہ بہتر جواب یہ ہے ۔

" انه یمکن ان وضوء ه کان للتجدید "

کہ آپ نے وضو تجدید کے لئے فرمایا ہوگا کیونکہ وضو ہونے کے باوجود دوسری نماز کے لئے نیا وضو کرنا مستحب ہے۔

اعتراض : " فان قیل کیف ذهل النبی ﷺ ونام عنها مع قوله ولا ینام قلبی "

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ کو کیسے نماز کا پتہ نہ چلا اور سو گئے حالانکہ آپ کا اپنا ارشاد ہے کہ میرا دل نہیں سوتا یعنی جب آپ کا دل جاگتا ہے تو آپ کو صبح صادق کا علم ہونا چاہئے تھا۔

جواب :

"لا منافاة بینهما لان القلب انما یدرك الامور الباطنة کاللذة والالم ونحوهما ولا یدرك الحسیات مثل طلوع الفجر وغیره وانما یدرك ذالك بالعین نائمة والقلب یقظان "

اس اعتراض کا جواب یہ دیا جائے گا کہ آپ کے ارشاد گرامی اور صبح کے وقت کا پتہ نہ چلنے میں کوئی منافات نہیں کیونکہ دل کا کام ہے امور باطنیہ کا ادراک کرنا جیسے لذت، درد وغیرہ ظاہری حسی چیزوں کا علم دل کا کام نہیں صبح صادق وغیرہ کا پتہ چلانا دل کا کام نہیں یہ چیزیں آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں جب آپ کا ارشاد ہی یہ ہے میری آنکھیں سوتی ہیں تو آنکھیں تو سو رہی تھیں وہ صبح کے نمودار ہونے کو نہیں دیکھ رہی تھیں اور آپ کا دل جاگ رہا تھا جو رب تعالیٰ کی تجلیات کے ادراک کی طرف متوجہ تھا۔

دوسری وجہ زیر غور یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز قضا کیوں ہوئی؟ اس کی وجہ علامہ طیبی نے بیان فرمائی ۔

" انه نسی لیسن یعنی الحکمة فی نومه علیه السلام وذهوله بالحضرة

marfat.com

Marfat.com

لیکن اس معنی کے لحاظ سے حضور ﷺ کا مطلقاً شیطان سے محفوظ ہونا ثابت نہیں ہوگا بلکہ اور لوگوں کی نسبت زیادہ محفوظ ہونا ثابت ہوگا یہ معنی درست نہیں اسی لئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی کو رد کیا فرماتے ہیں:

" وفیه نظر اذ یحتمل کون الوسوسة من النفس دون الشیطان "

یہ کہنا کہ حضور ﷺ کو بعض اوقات وسوسے حاصل ہوئے ہیں تو وہ شیطان کی طرف سے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ آپ کو کبھی کوئی وسوسہ حاصل ہوا بھی ہے تو وہ صرف اپنے نفس کی وجہ سے یعنی عدم توجہ کی وجہ سے اس میں شیطان کو کوئی دخل اندازی نہیں زیادہ مشہور پہلا معنی ہی ہے میں نے بھی ترجمہ میں اسے استعمال کیا ہے۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۱ ص ۱۳۸)

نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتا ہے:

" قال فنامت عینی وسمعت اذنای وعقل قلبی "

(مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضور ﷺ نے فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرے کان سنتے ہیں اور میرا دل سمجھتا ہے۔

" ان نوم الانبیاء کما لا یستولی علی قلوبهم لا یستولی علی اسماعهم وکان فی وجهه ان نومهم انما یستولی علی ظواهر ابدانهم "

(مرقاۃ ج ۱)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ انبیائے کرام کے دلوں پر جس طرح نیند کا کوئی اثر نہیں ہوتا اسی طرح ان کے کانوں پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیائے کرام کی نیند کا تعلق صرف ظاہری بدن سے ہوتا ہے۔

دوسرے لوگوں کی نیند کا اثر ظاہر وباطن پر ہوتا ہے یعنی ان کی آنکھیں، دل اور کان ایک جیسے متاثر ہوتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

وانما کان بالتصر۔۔۔ من حالة الی حالة مثلها لیکون لناسنة"

اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ جب سوتے تھے ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے یہاں تک کہ آپ خود جاگتے اسلئے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ کس حال میں ہیں آپ کا نماز کے وقت سونا اور نماز کا قضا ہونا یا آپ کا بھولنا کسی آفت کی وجہ سے نہیں ہوتا تھا آپ کا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تصرف صرف اس وجہ سے ہوتا تھا کہ وہ کام ہمارے لئے سنت بن جائے۔

(ماخوذ از مرقاۃ ج ۲ ص ۷۸)

مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" صلوة فی مسجدی هذا خیر من الف صلوة فیما سواه الا المسجد الحرام"

(مسلم ۔ بخاری ۔ مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلوۃ)

میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز ادا کرنا ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

اس حدیث پاک میں ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنا بنسبت دوسری مساجد کے ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے لیکن ایک ہزار سے بہتر کہاں تک ہے وہ حد ذکر نہیں دوسری روایت میں اس حد کا ذکر کیا گیا ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" صلوة الرجل فی بیته بصلوة وصلوته فی مسجد القبائل بخمس وعشرین صلوة وصلوته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمسمائة صلوة وصلوته فی المسجد الاقصی بخمسین الف صلوة وصلوته فی مسجدی بخمسین الف صلوة وصلوته فی المسجد الحرام بمائة الف صلوة "

(ابن ماجہ ۔ مشکوۃ باب المساجد)

کوئی انسان اپنے گھر میں نماز ادا کرے تو اسے ایک نماز کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور جو شخص قبیلہ کی مسجد میں نماز ادا کرے اسے پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص جامع مسجد میں نماز ادا کرے اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص مسجد اقصی میں نماز ادا کرے اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو شخص میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز ادا کرتا

marfat.com

Marfat.com

گئیں اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ :

" ان ابن اختی وجع فمسح راسی ودعالی بالبرکة ثم توضأ فشربت من وضوئه "

(مسلم ، بخاری ، مشکوۃ باب احکام المیاہ)

بے شک میری بہن کے بیٹے کو درد ہے تو حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے اعضاء سے وضو کی وجہ سے گرنے والا پانی پیا۔

حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے سائب رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس میں احتمال یہی ہے کہ ان کے سر میں درد تھا۔

" فمسحه علیه الصلوة والسلام بیده المبارکة لیکن ذالك سببا لشفائه فکان الامر کذالك "

اسلئے آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کے سر پر پھیرا تا کہ ان کے لئے شفا کا سبب بنے تو ایسا ہی ہوا کہ آپ کے ہاتھ مبارک کی برکت سے انہیں شفا حاصل ہو گئی ۔

" فبلغ السائب نحو المائة ولم یشب له شعر ولا سقط له سن "

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک پھیرنے کی یہ برکت ہوئی کہ حضرت سائب رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال کے قریب ہوئی لیکن ان کے سر کا کوئی بال نہ سفید ہوا اور نہ ہی آپ کا کوئی دانت گرا۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے ارشاد : " فشربت من وضوئه " (واؤ کی زبر سے) کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے وضو فرمایا اور برتن میں جو پانی باقی رہ گیا تھا وہ میں نے پیا لیکن دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کے وضو کرنے پر جو پانی مستعمل ہوا یعنی آپ کے اعضا سے مس ہو کر گرا وہ میں نے پیا۔

" وهذا انسب بما یقصده الشارب من التبرك "

یہی معنی زیادہ مناسب ہے کیونکہ تبرک کے طور پر پینے کا مقصد اسی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

کریم ﷺ کی قبر انور کے مقام کی افضیلت میں کوئی اختلاف نہیں۔

" ونقل القاضی عیاض وغیرہ الاجماع علی تفضیل ما ضم الاعضاء الشریفة حتی علی الکعبة المنیفة وان الخلاف فیما عداہ ونقل عن ابی عقیل الحنبلی ان تلك البقعة افضل من العرش وصرح الفاکهانی بتفضیلها علی السموات قال بل الظاهر المتعین تفضیل جمیع الارض علی السماء لحلوله علیه الصلوة والسلام بها وحکاہ بعضهم عن الاکثرین لخلق الانبیاء منها ودفنهم فیها "

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اہل علم سے یہ منقول ہے کہ اس پر امت کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس سے نبی کریم ﷺ کے اعضاء شریفہ کا تعلق ہے وہ کعبہ مکرمہ سے افضل ہے اختلاف اس مقام کے غیر میں ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ۔ فاکھانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس مقام کو تمام آسمانوں پر افضیلت حاصل ہے اور انہوں نے کہا کہ ظاہر بات یہ ہے کہ تمام زمین کو تمام آسمانوں پر افضیلت حاصل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ زمین میں تشریف فرما ہیں اکثر اہل علم نے تو زمین کی افضیلت پر یہی دلیل قائم کی ہے کچھ اور حضرات نے یہ کہا ہے کہ تمام انبیائے کرام زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں مدفون ہیں اس لحاظ پر بھی زمین کو آسمانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

" وقال النووی والجمهور علی تفضیل السماء علی الارض ای ماعدا ماضم الاعضاء الشریفة ومحل الخلاف فیماعدا الکعبة فهی افضل من بقیة المدینة اتفاقا ماعدا موضع قبرہ المقدس "

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جمہور علمائے کرام اس طرف ہیں کہ آسمانوں کو زمین پر فضیلت حاصل ہے سوائے اس مقام کے جس سے حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ کا تعلق ہے۔ اسی طرح محل خلاف کعبہ مکرمہ کے ماسوا میں ہے کیونکہ حضور ﷺ کی قبر انور کے بغیر باقی مدینہ پر کعبہ شریف کو فضیلت حاصل ہے۔

(از مرقاۃ ج ۲ ص ۱۹۰)

marfat.com

Marfat.com

سب نے اپنی سواریاں تیار کیں اور چل پڑے تھوڑی دیر چلے پھر حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا (اذان کا) پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی تو آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا :

" من نسی الصلوۃ فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ تعالیٰ قال واقم الصلوۃ لذکری"

جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے ادا کرلے اسلئے کہ بے شک رب تعالیٰ نے فرمایا نماز قائم کرو میری یاد کے لئے۔

اس حدیث پاک میں دو چیزیں زیر غور ہیں ایک یہ کہ " ثم توضأ رسول اللہ ﷺ " پھر جاگنے پر رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا۔

اور دوسری حدیث شریف میں ہے :

" انہ اضطجع فنام حتی نفخ فاذنہ بلال بالصلوۃ فصلی ولم یتوضا "

بیشک نبی کریم ﷺ لیٹے تو سو گئے یہاں تک کہ آپ کی سانس پھولنے لگی (یعنی سونے کے وقت جو پھونک سی نکلتی ہے وہ حالت ہو گئی) تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی تو آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

فقہاء کرام شامی وغیرہ نے بھی یہی تحریر کیا :

" نوم الانبیاء لا ینقض الوضوء " انبیائے کرام کی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

اس مسئلہ پر اہل علم نے یہ دلیل پیش کی کہ آپ نے فرمایا :

" تنام عینی ولا ینام قلبی " میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔

جو بات زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تو یہاں وضو کیوں فرمایا؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جب حضور ﷺ نے آرام فرمایا ہو اس وقت آپ کا وضو نہ ہو تو سوتے وقت

marfat.com

Marfat.com

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ کا مقصد یہ تھا :

" اتحفک بها فی مقابلة خدمتک لی لان هذا هو شان الکرام ولا اکرم منه ﷺ "

کہ میں تمہاری خدمت کے بدلہ تمہیں تحفہ دوں کیونکہ کریم لوگوں کی یہی شان ہے اور نبی کریم سے بڑھ کر اور کوئی کریم بھی نہیں ۔

" و یوخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان الله مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق"

نبی کریم ﷺ نے مطلقاً کر فرمایا طلب کرو یہ نہیں فرمایا کہ فلاں چیز طلب کرو اور فلاں طلب نہ کرو اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو چاہیں عطا فرما دیں۔

" ومن ثم عد ائمتنا من خصائصه علیه السلام انه یخص من یشاء بماشاء"

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ کرام نے یہ حضور ﷺ کی خصوصیت شمار فرمائی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مختص کیا ہے کہ جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اکیلے شہادت کو دو کے برابر قرار دینا آپ کے وسیع اختیار پر دلالت کر رہا ہے اور ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو بکری کے چھ ماہ کے بچے کی قربانی کی اجازت فرمانا اور ساتھ یہ ارشاد فرمانا کہ یہ تمہارے لئے جائز ہے کسی اور کے لئے نہیں اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسیع اختیارات عطا فرمائے۔

" ان الله تعالیٰ اقطعه ارض الجنة یعطی منها ما شاء لمن شاء"

بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کے اختیار میں دے دی جسے چاہیں جتنا حصہ دے دیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اس کے بغیر تو کچھ طلب نہیں کرو گے یہ دراصل امتحان تھا کہ کیا اس اعلیٰ مطلوب پر قائم رہتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ ایسی چیز کی طلب تھی جس کے مقابل کوئی چیز نہیں تھی۔

marfat.com

Marfat.com

الباطنية عن الطاعة الظاهرية ليعرف حكم القضاء بالدليل "

آپ سے نماز میں تاخیر ہوئی یعنی آپ کے سونے اور نماز میں تاخیر صرف ظاہری طاعت میں تھی ورنہ آپ سوئے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے لہذا باطنی طاعت آپ کو سوئے ہوئے حال میں بھی حاصل ہوتی تھی لیکن اس ظاہری تاخیر میں حکمت یہ تھی کہ امت کے لئے بادلیل سنت بن جائے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو دلیل فعلی ہے ہی قوی دلیل قولی سے لہذا ان کے نزدیک حضور ﷺ کا فعل ہی دلیل ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دلیل قولی قوی ہے دلیل فعلی سے اسلئے آپ فرماتے ہیں کہ حضور کی نماز کا رہ جانا اور آپ کا ادا فرمانا اور پھر یہ ارشاد فرمانا کہ جس کی نماز میں بھول ہو جائے یعنی بر وقت نہ ادا کر سکے وہ یاد آنے پر ادا کرے یہ دلیل ہے امت کے لئے نماز کے قضا کرنے کی اتنا واضح ہوا کہ آپ کی نماز قضا نہ ہوتی تو امت کے لئے کیسے ثابت ہوتی۔

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

" هو عليه السلام كيفما اختلف حاله من نوم او يقظة فى حق وتحقيق ومع الملائكة المقربين فى كل طريق وفج عميق ان نسى فبآكد من المنسى اشتغل وان نام فبقلبه ونفسه على الله اقبل "

نبی کریم ﷺ جس حال میں بھی ہوں خواہ نیند میں ہوں یا بیداری میں ہوں حق پر ہوتے ہیں آپ کا ہر حال تحقیق پر مبنی ہوتا ہے آپ ہر وسیع یا دشوار گزار راہ میں مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوتے ہیں آپ اگر بھول جاتے ہیں تو بھلانے والی ذات کی طرف ہی مشغول ہوتے ہیں اور اگر آپ سو بھی جائیں تو آپ اپنے دل اور نفس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں۔

یعنی آپ بھولتے نہیں آپ کو بھلایا جاتا ہے آپ کے بھولنے میں راہ حق سے پھرنا لازم نہیں آتا رب تعالیٰ سے توجہ کبھی نہیں ہٹتی۔

" ولهذا قال الصحابة كان النبى ﷺ اذا نام لا نوقظه حتى يستقيظ بنفسه لانا لا ندرى ما هو فيه فنومه عن الصلوة اونسيانه نشىء منها لم يكن عن آفة

marfat.com

Marfat.com

کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ مجھ پر وہ سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری توجہ اس کی طرف مبذول کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

" ای اقول وعلیک السلام " یعنی میں کہتا ہوں اور تم پر بھی سلام ہو حدیث شریف میں رد الروح کا جو ذکر ہے اس کے متعلق ابن الملک نے بیان فرمایا:

"رد الروح کنایۃ عن اعلام اللہ ایاہ بان فلانا صلی علیہ"

روح کا لوٹنا حقیقی معنی میں استعمال نہیں بلکہ مجازی طور پر اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مطلع فرما دیتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھ رہا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں۔

(او مرقاۃ ج ۲ ص ۳۴۱)

اسی حدیث مذکور کا معنی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرح بیان کیا ان معانی میں سے ایک کے متعلق فرمایا " وھو قوی جدا " کہ یہ معنی بہت ہی قوی ہے وہ معنی آپ نے یہ بیان کیا

" انہ لیس المراد برد الروح عودھا بعد المفارقۃ للبدن وانما النبی ﷺ فی البرزخ مشغول باحوال الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ ربہ کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی وفی اوقات اخرفعبر عن افاقتہ من تلک المشاھدۃ وذالک الاستغراق برد الروح "

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۱۵۱)

رد روح کا یہ مطلب نہیں کہ روح آپ کے بدن سے جدا ہونے کے بعد لوٹتی ہے بلکہ حضور ﷺ برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول ہیں اور رب تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جس طرح آپ دنیا میں وحی کی حالت میں ہوتے تھے پھر وحی کے بغیر دوسرے اوقات میں دنیا والوں کی طرف توجہ فرماتے تھے اسی طرح آپ جب رب تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدہ میں استغراق کے بعد سلام بھیجنے والے کی طرف توجہ فرماتے ہیں اس حال کو رد روح سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

درود پاک ذکر خدا بھی ہے:

" عن ابی بن کعب قال قلت یا رسول اللہ ﷺ انی اکثر الصلوۃ علیک فکم

marfat.com

Marfat.com

ہے اسے بھی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور جو شخص مسجد حرام میں نماز ادا کرتا ہے اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ : تعداد کے لحاظ پر مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب حاصل ہوتا اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کا۔ لیکن درجہ کے لحاظ پر نبی کریم ﷺ کے قرب کی وجہ سے پچاس ہزار کو ایک لاکھ پر فضیلت حاصل ہے :

" واما مزيد المضاعفة فاسباب التفضيل لا تنحصر فی ذالك فالصلوات الخمس بمنى للمتوجه لعرفة افضل منها بمسجد مكة وان انتفت عنها المضاعفة اذ فی الاتباع مايربو عليها"

(جواهر البحار ج ٤ ص ١٠)

تعداد کی زیادتی میں فضیلت کے اسباب منحصر نہیں عرفات میں جانے کے لئے منیٰ میں پانچ نمازیں ادا کرنا افضل ہے بنسبت مسجد حرام میں ادا کرنے کے حالانکہ ان میں تعداد پر وہ فضیلت نہیں یعنی منیٰ میں ایک نماز کے ادا کرنے سے ایک کا ثواب حاصل ہوتا ہے اور وہی نماز مسجد حرام میں ادا کرنے سے ایک لاکھ کا ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن ایک کا ثواب ایک لاکھ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ اصل میں نبی کریم ﷺ کی اتباع ہی میں فضیلت ہے۔

" ولذا قال عمر رضی الله عنه بمزيد المضاعفة بمسجد مكة مع قوله بتفضيل المدينة"

(جواهر البحار ج ٤ ص ١٠)

اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مکہ شریف میں مسجد حرام میں نماز ادا کرنے سے زیادہ نمازوں کا ثواب ملتا ہے لیکن مدینہ طیبہ میں نماز ادا کرنے سے ثواب میں افضیلت حاصل ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی قبر انور کا مقام عرش اعلیٰ سے بلند :

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ طیبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ کرام اور اکثر اہل مدینہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ کی افضیلت کے قائل ہیں لیکن نبی

marfat.com

Marfat.com

کرنا کیوں بہتر قرار دیا ۔

" لان الصلوة عليه مشتملة على ذكر الله وتعظيم الرسول ﷺ والاشتغال باداء حقه عن اداء مقاصد نفسه وايثاره بالدعاء على نفسه ما اعظمه من خلال جليلة الاخطار واعمال كريمة الآثار "

اسلئے کہ حضور ﷺ پر درود پاک پڑھنا اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بھی پائی گئی ہے اور درود پاک اپنے ذاتی حقوق کی ادائیگی کی بنسبت حضور ﷺ کے حقوق ادا کرنے پر مشتمل ہے اور درود پاک پڑھنے میں اپنی ذات کے لئے دعا کرنے پر ایک عظیم الشان عمل کو ترجیح دی گئی ہے جو عمل ہی باعث کرم ہی کرم ہے ۔

(المرقاۃ ج ۲ ص ۲۴۴)

یعنی دعا سے بھی بہتر درود پاک کیونکہ اس سے رب تعالیٰ بھی راضی اور رب تعالیٰ کا رسول بھی۔ جب رب تعالیٰ اس کی حاجات کو جانتا ہے تو اسے اپنی رضا و رحمت سے اس کے عرض کرنے کے بغیر ہی دے گا۔

یہاں سے جاہل قوم کا اعتراض بھی ختم ہو گیا کہ اہل سنت و جماعت درود ہی پڑھتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے کاش کہ اللہ تعالیٰ انہیں علم عطا فرمادے اور انہیں یہ سمجھ آجائے کہ درود پاک دراصل اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہے۔

"کما صلیت علی ابراھیم " کا مطلب کیا؟

یہاں ایک مشہور اعتراض ہے کہ عام طور پر یہ ثابت ہے کہ مشبہ، مشبہ بہ سے کم درجہ ہوتا ہے اس درود میں تشبیہ دی گئی ہے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیونکہ کہا جاتا ہے اے اللہ صلوۃ بھیج محمد (ﷺ)اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے صلوۃ بھیجی ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آپ کی آل پر۔

اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام افضل ہیں حضور ﷺ سے حالانکہ آپ افضل الانبیاء ہیں یہاں تشبیہ کیسے درست ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی خوبصورت اور بلند آواز :

ابن عساکر نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کوئی نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہ حسین چہرے والا اور حسین آواز والا بھیجا۔

" حتی بعث اللہ نبیکم فبعثہ حسن الوجہ وحسن الصوت "

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا تو حسین چہرہ اور حسین آواز عطا کر کے بھیجا۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ

" ان صوتہ علیہ السلام کان یبلغ ما لا یبلغ صوت غیرہ "

(از مرقاۃ ص ۲۹۲)

بیشک نبی کریم ﷺ کی آواز وہاں پہنچتی تھی جہاں کسی اور کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔

رب تعالیٰ کے تمام خزانے نبی کریم ﷺ کے پاس :

" عن ربیعۃ بن کعب قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل فقلت اسألک مرافقتک فی الجنۃ قال اوغیر ذالک قلت ھو ذاک قال فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود "

(مسلم ، مشکوۃ باب السجود وفضلہ)

حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا میں نے آپ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی اور آپ کی حاجت کا سامان (مسواک، مصلی وغیرہ) پیش کیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کچھ مانگو تو میں نے عرض کیا کہ میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کیا اس کے بغیر (سوا) کچھ اور؟ آپ نے عرض کیا صرف یہی آپ نے فرمایا کثرت سجود سے اپنے نفس پر میری امداد کرنا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "سل" یعنی تمہیں کسی چیز کی حاجت ہو تو مجھ سے طلب کرو۔

marfat.com

Marfat.com

ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی آل پر صلوۃ بھیج چکا ہے۔

(۳) " ان التشبیہ انما ھو للمجموع بالمجموع فان الانبیاء من آل ابراھیم کثیرۃ وھو ایضا عنھم "

یہاں تشبیہ مجموع کو مجموع سے دی گئی ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی آل سے کثیر انبیائے کرام ہیں اور حضور ﷺ بھی ان میں سے ہی ہیں اب درود پاک کا معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ محمد (ﷺ) اور آپ کی آل پر اتنی کثیر مقدار میں صلوۃ بھیج جیسے کہ ابراہیم (علیہ السلام) اور آپ کی آل میں سے کثیر انبیائے کرام پر کثیر صلوۃ تو نے بھیجی۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے بھولنے میں حکمت :

" عن ابی ھریرہ ان النبی ﷺ خرج الی الصلوۃ فلما کبر انصرف واوما الیھم ان کما کنتم ثم خرج فاغتسل ثم جاء ورأسہ یقطر فصلی بھم فلما صلی قال انی کنت جنبا فنسیت ان اغتسل "

(مسند احمد ۔ مشکوۃ باب مالا یجوز من العمل فی الصلوۃ وما یباح منہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک نبی کریم ﷺ نماز کی طرف نکلے جب آپ نے تکبیر کہی تو پھر گئے اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہر جائیں آپ (مسجد سے) نکل گئے آپ نے غسل فرمایا پھر تشریف لائے آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے آپ نے نماز پڑھی جب نماز پڑھ لی تو فرمایا بیشک میں حالت جنابت میں تھا غسل کرنا بھول گیا تھا۔

اس حدیث پاک کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

"وانما نسی لیسن ولئلا یستحیی احد من الأئمۃ اذا وقع لہ مثل ھذا "

(مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹)

آپ سے بھول واقع ہوئی تاکہ امت کے لئے سنت بن جائے اور اسلئے کہ اگر کسی امام کو ایسا واقعہ در پیش آجائے تو اسے شرم نہ آئے۔

آپ کے بھولنے میں وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کا فعل امت کے لئے سنت بن جائے ورنہ آپ

marfat.com
Marfat.com

" فان الثبات علی طلب اعلی المقامات من اتم الکمالات "

بیشک اعلی مقامات کی طلب پر ثابت رہنا ہی کامل کمالات سے ہے ۔

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرا سوال صرف یہی ہے کہ جنت میں آپ کی رفاقت میسر ہو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس جواب پر فرماتے ہیں :

" سبحان اللہ تعالیٰ من جمع لہ بین حسن الخدمۃ وعلو الھمۃ "

سبحان اللہ تعالیٰ وہ شخص کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتا ہے جسے نبی کریم ﷺ کی حسین خدمت کا شرف حاصل ہوا اور کتنی بلند ہمت حاصل ہوئی کہ اعلی سوال کیا اور پھر اس پر ثابت قدم رہے۔

نبی کریم ﷺ نے انہیں کثرت سجود کا حکم دیا جس سے اشارہ تھا کہ جنت میں میری مرافقت اعلی قسم کے مراتب سے ہے اعلی مرتبہ انسان کو اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اپنے نفس کی خواہشات کے خلاف نیکیوں کے کام کرے۔

" اعنی علی نفسک " اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے نفس کی اصلاح میں میری امداد کثرت سجود سے کرنا۔

" وفیہ اشارۃ الی ان ھذہ المرتبۃ العالیۃ لا تحصل بمجرد السجود بل بہ معہ دعاءہ علیہ السلام لہ ایاھا من اللہ تعالیٰ "

اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ یہ بلند وبالا مرتبہ صرف سجدوں سے نہیں ملے گا نفس کے خلاف زیادہ سجدے بھی کرنا لیکن جنت میں یہ مقام اسی وقت ملے گا جب میری دعائیں بھی تمہاری عبادت کے ساتھ شامل ہوں گی ۔

(از مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲۳)

نبی کریم ﷺ درود کا جواب دیتے ہیں :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ تعالیٰ ﷺ نے فرمایا :

" ما من احد یسلم علی الا رد اللہ تعالیٰ علی روحی حتی ارد علیہ السلام "

(ابو داؤد ، بیھقی فی الدعوات الکبیر ، مشکوۃ باب الصلوۃ علی النبی)

marfat.com

Marfat.com

" عن عبد اللہ بن عمرو قال حدثت ان رسول اللہ ﷺ قال صلوۃ الرجل قاعدا نصف الصلوۃ قال فاتیتہ فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی علی رأسہ قال مالک یاعبد اللہ بن عمرو قلت حدثت یارسول اللہ انک قلت صلوۃ الرجل قاعدا علی نصف الصلوۃ وانت تصلی قاعدا قال اجل ولکنی لست کاحد منکم "

(مسلم۔ مشکوۃ باب القصد فی العمل)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے حدیث بیان کی گئی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے انسان کو آدھا ثواب ملتا ہے آپ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے تو میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر مبارک پر رکھا تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) تمہیں کیا ہوا میں نے عرض کیا کہ مجھے یہ حدیث بتائی گئی کہ بیشک آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے انسان کو آدھا ثواب ملتا ہے اور آپ خود بیٹھ کر نماز ادا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا ہاں (میں نے کہا تو یہی ہے) لیکن میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں۔

" یعنی ھذا من خصوصیاتی ان لا ینقص ثواب صلواتی علی ای وجہ تکون من جلواتی وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء قال تعالیٰ وکان فضل اللہ علیک عظیما "

یعنی یہ میری خصوصیت میں سے ایک خصوصیات ہے کہ میں جس طرح بھی نماز ادا کروں میرے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی میں جس حال میں بھی نماز ادا کروں وہ میرے جلوے ہی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ پر (اے محبوب) اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

خیال رہے کہ بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کے سر مبارک پر ہاتھ رکھنا ادب کے خلاف ہے انہیں نبی کریم ﷺ کی توقیر کا پاس رکھنا چاہئے تھا۔

اس کے دو جواب ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف سے دے ایک یہ کہ شائد آپ سے یہ طریقہ بغیر اختیار کے صادر ہوا۔ جو کام بلا اختیار صادر ہوں اس میں کوئی مواخذہ نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اجعل لك من صلوتی فقال ما شئت قلت الربع قال ما شئت فان زدت فهو خیر لك قلت النصف قال ما شئت فان زدت فهو خیر لك قلت فالثلثین قال ماشئت فان زدت فهو خیر لك اجعل لك صلوتی کلها قال اذا تکفی همك ویکفر لك ذنبك"

(ترمذی ، مشکوۃ الصلوۃ علی النبی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر زیادہ درود شریف پڑھنا چاہتا ہوں (اپنی دعاؤں، اوراد، اذکار میں سے) کتنا وقت آپ کے درود کے لئے مقرر کردوں آپ نے فرمایا جتنا تم چاہتے ہو میں نے عرض کیا چوتھائی وقت مقرر کر لوں؟ آپ نے فرمایا جتنا تم چاہتے ہو اگر تم اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا نصف حصہ وقت کا مقرر کر لوں؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہتے ہو اگر تم اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی وقت مقرر کر لوں؟ آپ نے فرمایا جو تم چاہتے ہو اگر تم اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ کل وقت مقرر کر لوں؟ آپ نے فرمایا (اگر تم ایسا کر لو) کہ یہ تو تمہارے تمام امور کے لئے کافی ہے اور تمہارے گناہوں کو مٹائے گا۔

" اذا تکفی همك " کا مطلب یہ ہے۔

" اذا صرفت جمیع زمان دعائك فی الصلوة علی کفیت ما یهمك "

اگر تم نے اپنی دعاؤں کا کل وقت مجھ پر درود پاک پڑھنے میں صرف کیا تو جو بھی تمہارے لئے واقع ہونے والے امور ہوں گے ان میں کافی ہو گا۔

"ما اهمك من امر دینك ودنیاك"

یعنی جو حوادثات وغیرہ تمہیں دینی یا دیناوی امور میں غم ڈالنے والے ہوں گے ان تمام امور میں درود پاک تمہارے لئے کافی ہو گا۔

نبی کریم ﷺ نے دعاؤں، ورد، وظیفے اور ذکر کرنے کے تمام وقت کو درود پاک پڑھنے میں صرف

marfat.com

Marfat.com

مجھے آپ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے متعلق بتائیں آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟
میں نے کہا کیوں نہیں قرآن تو پڑھا ہے آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن ہے۔

قرآن کو خلق کیوں کہا:

نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خلق اسلئے کہا کہ قرآن پاک نے جتنے مکارم اخلاق کا تذکرہ کیا وہ تمام آپ میں پائے جاتے تھے اگر قرآن نے کہا:

﴿ انّ اللہ یأمرُ بالعدل والاحسان ﴾

(پ ۱۴ سورۃ النحل آیت ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

رب تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق کائنات عالم میں نظر دوڑا کر دیکھئے تو آپ جیسا کوئی عادل و محسن نظر نہیں آئے گا۔ اگر رب قدوس نے ارشاد فرمایا:

﴿ واصبرْ علی ما اصابک ﴾ جو تمہیں مصیبت و تکلیف پہنچے اس پر صبر کرو۔ مالک الملک کے اس حکم پر عمل کرنے کی درخشاں مثال بھی آپ نے ہی قائم فرمائی۔

اگر خالق کائنات نے یہ کہا ﴿ فاعفُ عنہمْ واصفحْ ﴾ آپ ان کو معاف کریں اور درگزر کریں۔ تو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا عظیم منصب بھی جو آپ کو حاصل ہوا ایسا عظیم مقام کسی اور کو حاصل نہ ہو سکا غرضیکہ قرآن پاک کے ہر حکم کی جلوہ گری آپ میں ہے اور قرآن پاک نے جن چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ان سے کامل اجتناب کیا اسلئے آپ کا خلق قرآن پاک ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے آپ کے خلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿ انّکَ لعلی خُلُقٍ عظیمٍ ﴾ بیشک آپ عظیم خلق پر ہیں۔ جس چیز کو قرآن نے عظیم کہا ہے اس کی قدر انسان بیان کرے تو کیسے بیان کرے۔

" تعنی کان خلقہ مذکورا فی القرآن فی قولہ تعالیٰ وانک لعلی خلق عظیم

marfat.com

Marfat.com

اس سوال کے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جواب دیئے ہیں ان میں سے تین جواب نقل کر رہا ہوں۔

(۱) " ان التشبیه فی الاصل لا فی القدر کماقیل فی کماکتب علی الذین من قبلکم و کمافی انااوحینا الیك کما اوحینا الی نوح واحسن کما احسن الله الیك "

یہاں تشبیہ اصل میں ہے مقدار میں نہیں یعنی صرف یہ مطلب ہے کہ اے اللہ تو نبی کریم ﷺ پر صلوۃ بھیج جیساکہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر صلوۃ بھیجی ہے یہ مطلب نہیں کہ اسی طرح اور اتنی مقدار میں تو حضور ﷺ پر بھی صلوۃ بھیج جیساکہ رب تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے یہاں بھی صرف فرض ہونے میں تشبیہ دی گئی ہے یہ مطلب نہیں کہ جتنے روزے تم پر فرض ہوئے ہیں اتنے ہی پہلی تمام قوموں پر ہوئے۔

اسی طرح رب تعالیٰ نے فرمایا بیشک ہم نے تمہاری طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی اس میں بھی صرف اتنا ثابت کیا گیا کہ آپ کی طرف بھی وحی کی گئی اور نوح علیہ السلام کی طرف بھی یہ نہیں ثابت کیا گیا کہ جتنی وحی نوح علیہ السلام کی طرف کی گئی اتنی وحی آپ کی طرف بھی کی گئی۔

اور فرمایا احسان کرو جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا یہاں بھی یہ مطلب نہیں کہ جتنا احسان اللہ تعالیٰ نے تم پر فرمایا اتنا احسان تم دوسروں پر کرو بلکہ صرف احسان کرنے کا بنی اسرائیل نے قارون کو مشورہ دیا تھا۔

(۲) " ان الکاف للتعلیل کقوله تعالیٰ ولتکبروا الله علی ما هداکم "

درود شریف میں کاف تشبیہ کے لئے استعمال ہی نہیں بلکہ علت و سبب کے لئے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں لفظ "علی" سبب کے لئے آیا ہوا ہے آیت کا معنی یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔

اب اس جواب کے مطابق درود کا معنی یہ ہوگا اے اللہ محمد ﷺ اور آپ کی آل پر صلوۃ بھیج کیونکہ تو

marfat.com

Marfat.com

اس لئے کہ حضور ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔

" وصح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون "

اور صحیح حدیث میں ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز ادا کرتے ہیں۔

" قال البیھقی وحلولھم فی اوقات مختلفة فی اماکن متعددة جائز عقلا کما ورد به خبر الصادق "

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کا مختلف اوقات میں متعدد مکانات میں جانا عقلا جائز ہے جیسا کہ متعدد احادیث میں وارد ہے۔

" حی ای دائما یرزق رزقا معنویا ولا ینافیه ان یکون هناك رزق حسی ایضا وھو الظاھر المتبادر "

اللہ تعالیٰ کے نبی ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اس رزق سے مراد معنوی رزق بھی ہو سکتا ہے اور رزق حسی بھی بلکہ ظاہر طور پر ذہن میں فوراً آنے والا یہی رزق ہے۔

رزق معنوی دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی امت کے شہداء کے متعلق فرمایا

﴿ بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ (پ ۴ سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو اپنے رب تعالیٰ کے ہاں رزق دیا جاتا ہے۔

" فکیف سیدھم بل رئیسھم لانه حصل له ایضا مرتبة الشھادة مع مزید السعادة باکل الشاة المسمومة وعود سمھا المغمومة "

جب نبی کی امت کے شہداء زندہ ہوں اور ان کو رزق دیا جاتا ہو تو ان کے سردار رئیس کا کیا حکم ہوگا جبکہ یقیناً اس سردار کو مرتبہ شہادت بھی حاصل ہوا ہو یہ ایک مزید سعادت ہے (ورنہ نبی کا بغیر شہادت کے وصال بھی نبی کی زندگی کا سبب ہے) کیونکہ حضور ﷺ کو خیبر میں بکری کا زہر آلود گوشت ایک یہودیہ نے دیا تھا جس کا کچھ معمولی حصہ آپ نے تناول فرمایا بعد میں اس گوشت نے خود ہی بتایا کہ مجھے زہر آلود کیا گیا ہے تو آپ نے تناول فرمانا چھوڑ دیا لیکن آپ کے وصال کے وقت اسی زہر کا اثر لوٹ آیا تھا تو آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

marfat.com

Marfat.com

کی امت کے مشائخ دوسروں کی جنابت پر بھی اطلاع رکھتے تھے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ بے شک امام الحرمین ابو المعالی ابن الامام ابو محمد جوینی ایک دن صبح کی نماز کے بعد بیٹھے درس دے رہے تھے وہاں سے صوفیاء کرام میں سے ایک شیخ کا گزر ہوا ان کے ساتھ ان کے احباب بھی تھے وہ کسی دعوت پر جا رہے تھے امام الحرمین نے دل میں خیال کیا کہ ان لوگوں کا کوئی اور کام نہیں سوائے کھانے اور رقص کرنے کے۔ وہ شیخ جب دعوت سے واپس لوٹے تو فرمانے لگے اے فقیہ تم کیا کہتے ہو اس شخص کے متعلق جو صبح کی نماز حالت جنابت میں پڑھا دیتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر علوم کا درس دیتا ہے اور لوگوں کی غیبت کرتا ہے امام الحرمین کو شیخ کی بات سن کر یاد آیا کہ مجھ پر تو غسل لازم تھا لیکن میں بھول گیا اس کے بعد ان کے دل میں مشائخ کے متعلق اچھا اعتقاد آ گیا یعنی مشائخ کو صاحب کشف سمجھنے لگے۔

اس واقعہ سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب مشائخ دوسروں کی حالت جنابت پر مطلع ہو سکتے ہیں تو حضور ﷺ کو اپنے آپ پر مطلع ہونا تو ضروری تھا لیکن رب تعالیٰ نے آپ کو بھلا کر آپ کی امت کے لئے سنت بنا دیا۔

(از مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹)

نبی کریم ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھنے پر ثواب مکمل ملتا:

" عن عائشة رضی الله عنها قالت لما بدن رسول الله ﷺ وثقل كان اكثر صلوته جالسا "

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب صلوۃ اللیل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ عمر رسیدہ ہو گئے تو آپ زیادہ طور پر نوافل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔

"قال ابن حجر ومن خصائصه عليه السلام ان ثواب تطوعه جالسا كهو قائما"

حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ نوافل بیٹھ کر ادا فرماتے لیکن ثواب آپ کو کھڑے ہو کر ادا کرنے کی طرح ہی حاصل ہوتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ حیات الانبیاء والشہداء والاولیاء کو تفصیلاً دیکھنا ہو تو حاوی للفتاوی، شرح الصدور، بیہقی،
فتح الباری اور استاذی المکرم حضرت علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی کی جلاء الصدور کا مطالعہ
کریں اس رسالہ میں تو صرف بطور تبرک نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جارہا ہے جو نہایت اختصار پر مبنی ہے۔

تنبیہ :

"ان سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام وتعرض علیھم اعمال اقاربھم فی بعض الایام"

بیشک تمام فوت ہونے والے لوگ سلام وکلام کو سنتے ہیں اور بعض دنوں میں ان کے قریبی رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔

البتہ انبیائے کرام کی زندگی ارفع واعلیٰ ہے اسی طرح شہداء کرام کی زندگی بھی بنسبت عام شخص کے اعلیٰ ہے۔

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۳۸)

نبی کریم ﷺ اور آپ کی آل پر صدقہ کا حکم :

" عن ابی ھریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلھا فی فیہ قال النبی ﷺ کخ کخ لیطرحھا ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقۃ "

(بخاری ۔ مسلم ۔ مشکوۃ باب من لا تحل لہ الصدقۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہما) نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی نبی کریم ﷺ نے بطور زجر کخ کخ کہا تاکہ یہ منہ سے نکال کر پھینک دے پھر آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

کخ کخ یہ کلمہ عربی حضرات کسی کو ڈانٹنے اور جھڑکنے پر بولتے تھے جب کسی ناپسندیدہ چیز سے روکنا ہوتا تھا جس طرح ہماری زبان میں زور دے کر کہا جاتا ہے ہوں ہوں یہ کلمہ مقصد پر زیادہ دلالت کرتا ہے بنسبت یہ کہنے کے "لا تفعل" زیادہ طور پر یہ کلمہ بچوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کو تمیز نہیں ہوتی

marfat.com

Marfat.com

اور دوسرا جواب یہ دیا کہ انہوں نے جب تعجب کیا کہ آپ کا ارشاد اور ہے اور عمل آپ کا اور ہے تو اس معاملہ کی تحقیق کے لئے اپنی طرف کامل متوجہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہو اسی لئے حضور ﷺ نے ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر ان کے اس فعل پر انکار فرمایا اور کہا

" مالک یا عبد الله بن عمرو ؟ " تمہیں کیا ہوا اے عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) یعنی تم بہت صاحب علم ہو پھر کیا کر رہے ہو۔

اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو نقل کرتے ہیں اور یہی جواب زیادہ مناسب بھی ہے وہ یہ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب کسی کام پر تعجب کرتے تھے تو وہ ایسے ہی کرتے تھے انہوں نے بھی اسی عادت کے مطابق عمل کیا اسی طرح بعض عرب دوسرے کی داڑھی کو چھوتے تھے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے زمانے میں مشاہدہ کیا کہ بعض لوگ شریف مکہ کی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہتے ہیں۔

" انا فداك يا حسن " اے حسن میں تم پر قربان حالانکہ جب یہ لوگ مکہ کے شریف کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے ہیں اس وقت انہوں نے اپنے ہاتھوں میں جوتے بھی پکڑے ہوتے ہیں۔

(از مرقاۃ ج ۳ ص ۱۴۰)

نبی کریم ﷺ کا خلق قرآن :

حضرت سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے ام المومنین (مومنوں کی ماں)

" انبئيني عن خلق رسول الله ﷺ قالت الست تقرأ القران قلت بلى قالت فان خلق نبی الله ﷺ كان القرآن "

(مشکوۃ باب الوتر)

marfat.com

Marfat.com

نفلی صدقات اور وقف سے آل رسول پر مال خرچ کرنا جائز ہے فرض جائز نہیں کیونکہ فرض صدقہ کرنے والا اپنے ذمہ لازم حق کو ادا کر کے اپنے آپ کو پاکیزہ کرتا ہے اور جو مال بطور صدقہ ادا کرتا ہے وہ مستعمل پانی کی طرح ہو جاتا ہے جس میں پاک کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے لیکن نفلی صدقہ کرنے والا اپنی خوشی سے وہ مال دیتا ہے جو اس کے ذمہ لازم نہیں ہوتا لہذا وہ مال میل کچیل کی حیثیت نہیں رکھتا جس طرح ایک باوضو شخص پانی کو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے اس کے جسم پر ظاہراً ناپاکی بھی نہ ہو وہ پانی اپنی اصلی حالت پر برقرار رہتا ہے پاک کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے اسی طرح یہ مال بھی پاک وصاف ہوتا ہے میل کچیل سے پاک ہوتا ہے آل رسول کی شان کے لائق ہوتا ہے۔

(از مرقاة ٤ ص ١٦٦)

فائدہ:

"وکذا یجوز النفل للغنی کذافی الفتاوی العنایة"

(مرقاة ج ٤ ص ١٦٦)

اسی طرح نفلی صدقہ غنی کو کھانا بھی جائز ہے فتاوی عنایہ میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ نے بیان کیا۔

"ولا رجوع فی الصدقة لان المقصود هو الثواب وقد حصل وکذا اذا تصدق علی غنی استحسانا لانه قد یقصد بالصدقة علی الغنی الثواب"

(هدایه کتاب الهبة)

صدقہ دے کر لوٹانا درست نہیں کیونکہ مقصد ثواب حاصل کرنا تھا وہ حاصل ہو چکا تھا اسی طرح جب غنی کو صدقہ کا مال عطا کرے تو مال لوٹائے نہیں کیونکہ کبھی غنی کو بھی مال ثواب کی غرض سے دیا جاتا ہے۔

صاحب عنایہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

" فاذا تصدق علی غنی بطل الرجوع استحسانا وفی القیاس له الرجوع لا لغرض ثمه حصول العوض ووجه الاستحسان ان الصدقة علی الغنی قدیراد بها الثواب "

جب غنی کو صدقہ کرے تو استحساناً رجوع باطل ہے اگرچہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ رجوع جائز ہو کیونکہ

marfat.com

Marfat.com

تعنی ان العظیم اذا عظم امرا لم یقدر احد قدرہ ولم یعرف احد طورہ"

(مرقاۃ ج ۳ ص ۱۶۲)

نبی کریم ﷺ کو زندگی حاصل ہے:

"ان الانبیاء تکون حیاتهم علی وجه الاکمل ویحصل لبعض من ورائهم من الشهادة والاولیاء والعلماء الحظ الاوفی بحفظ ابدانهم الظاهرة بل بالتلذذ بالصلوة والقراءة ونحوهما فی قبورهم الطاهرة الی قیام الساعة الآخرة"

(مرقاۃ ج ۳ ص ۲۳۸)

انبیائے کرام کو اپنے مزارات مطہرہ میں کامل زندگی حاصل ہے ان کے بدن محفوظ ہیں بلکہ انہیں نماز اور قرآن پڑھنے کی لذت بھی حاصل ہے اور انبیائے کرام کے بغیر اولیائے عظام اور علمائے کرام کو بھی اپنے مزارات میں زندگی حاصل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الا نبیاء"

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے۔

" ای جمیع اجزائهم فلافرق فی الحالین"

یعنی تمام اجزاء ان کے محفوظ رہتے ہیں ان کی ظاہری حیات اور قبر کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔

" ولذا قیل اولیاء الله لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الی دار"

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک جہان سے دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" فنبی الله حی یرزق "اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں انہیں رزق دیا جاتا ہے لفظ نبی میں کسی نبی کی تخصیص مراد نہیں بلکہ جنس نبی مراد ہے۔

" لانه رأی موسی قائما یصلی فی قبره و کذالك ابراهیم"

marfat.com

Marfat.com

ملک بدلنے سے صدقہ ہدیہ بن جاتا ہے:

نبی کریم ﷺ ایک دن گھر تشریف لائے تو آپ نے پوچھا کہ گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟ آپ کی خدمت میں کچھ کھجوریں پیش کی گئیں، آپ نے فرمایا کہ ہنڈیا میں جو گوشت پک رہا ہے اس میں ہمارے لئے کوئی حصہ نہیں تو بریرہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مکاتبہ (لونڈی) تھیں انہوں نے عرض کیا کہ یہ گوشت مجھے بطور صدقہ دیا گیا ہے آپ چونکہ صدقہ کا مال نہیں کھاتے اس لئے آپکی خدمت میں نہیں پیش کیا جارہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لك صدقة ولنا هدية "

تمہاری لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

یعنی اگر کسی مستحق کو صدقہ کا مال دیا جائے وہ اپنی طرف سے غیر مستحق یعنی آل رسول یا غنی کو دے تو جائز ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔

(از نور الانوار)

نبی کریم ﷺ کی سخاوت کی ایک جھلک:

" عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ اذا دخل شهر رمضان اطلق كل اسير واعطى كل سائل "

(مشکوۃ کتاب الصوم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب رمضان شریف داخل ہوتا تو قیدیوں کو آزاد کر دیتے اور ہر سوال کرنے والے کو عطا کرتے۔

" اعطى كل سائل اى زيادة على معتاده "

یعنی رمضان شریف میں ہر سائل کو عام عادت سے زائد عطا کرتے۔

ورنہ آپ نے کسی موقع پر بھی نہ نہیں فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

البتہ ظاہری شہادت سے آپ کو محفوظ رکھا اسکی ایک وجہ یہ تھی " للبشاعة الصورية" آپ کی صورت مبارکہ کی شان و شوکت جاہ و جلال کو برقرار رکھنا مقصود تھا اور دوسری وجہ یہ تھی

" لاظهار القدرة الكاملة بحفظ فرد من بين اعدائه من شر البرية "

کہ قدرت کاملہ کا اظہار کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرد کو شریر مخلوق کے کثیر دشمنوں سے کیسے محفوظ فرمایا۔ اور تیسری وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے پورا کرنا مقصود تھا وہ وعدہ یہ تھا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

رزق دینے کا ایک مقصد یہ ہے کہ جس طرح رزق سے انسان کی زندگی برقرار رہتی ہے اس طرح بغیر کھانے پینے کی چیزیں عطا کرنے کے انبیائے کرام اور شہداء کرام کو رب تعالیٰ یہ طاقت عطا کرتا ہو کہ وہ زندہ ہیں یہ رزق معنوی ہے جب کوئی پکارتا ہے وہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حقیقت میں ان کو کھانے پینے کی چیزیں عطا کی جاتی ہیں زیادہ ظاہر معنی ہے۔ ترمذی میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت آتی ہے۔

" ان ارواح الشهداء فى اجواف طير خضر تعلق من ثمرة الجنة "

کہ بیشک شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں میں رکھی جاتی ہیں جو جنت کے پھلوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں۔ اور ایک روایت میں آتا ہے۔

" ارواح الشهداء فى اجواف طير خضر تسرح فى الجنة حيث شاءت وتاكل من ثمرها ثم تاوى الى قناديل من تحت العرش "

شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں رکھی جاتی ہیں جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں کے ساتھ معلق ہو جاتی ہیں۔

(از مرقاۃ ج ۳ ص ۲۴۱، ۲۷۲)

marfat.com

Marfat.com

روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے میں تو رات ایسے حال میں گزارتا ہوں کہ میرا رب تعالیٰ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

حدیث پاک ظاہر پر محمول نہیں، حقیقی طور پر کھلانا اور پلانا مراد نہیں کیونکہ اگر حقیقی طور پر کھانا پینا میسر ہو تو صوم وصال نہیں۔

"یعنی انتم لا تستطیعون الصیام موالیۃ اللیل والنهار ولی قوۃ روحانیۃ من عند اللہ تعالیٰ اطعم عندہ واسقی من شراب المحبۃ"

(نور الانوار ص ۲۶)

یعنی تم دن رات کا لگاتار روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھ سکتے ہو کیونکہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی قوت حاصل ہے، مجھے تو اس کی طرف سے محبت کا کھانا کھلایا جاتا ہے اور محبت کا مشروب پلایا جاتا ہے۔ یعنی رب تعالیٰ کی تجلیات کے انوار کا دیدار کرنے سے مجھے تو کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی۔

انبیائے کرام علیہم السلام احتلام سے محفوظ :

"ان الانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام سالمون من الاحتلام لانہ علامۃ تالی الشیطان فی حال المنام"

بیشک انبیائے کرام علیہم السلام احتلام سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ نیند کی حالت میں یہ شیطان کے آنے کی علامت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ رمضان کی فجر میں بغیر احتلام کے حالت جنابت میں ہوتے تو غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

تو اس حدیث سے یہ مقصد واضح ہو گیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو احتلام اس صورت میں تو نہیں ہوتا تھا کہ وہ خواب میں جماع کریں، کیونکہ یہ اس شخص کو کیفیت حاصل ہوتی ہے جس سے شیطان نیند کی حالت میں کھیلے اور انبیائے کرام علیہم السلام اس سے محفوظ ہیں۔

"واما الا حتلام بمعنی نزول المنی من غیر رویۃ وقاع فھو غیر مستحیل علیهم"

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ کا آپ کو اس طرح زجر کرنا اس میں زیادہ مقصد یہ تھا کہ حاضرین کو پتہ چلا جائے کہ آل رسول کے لئے صدقہ کا کیا حکم ہے۔

" وھذا یدل علی انه وجب علی الآباء نھی الاولاد عما لایجوز فی الشرع"

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ آباء واجداد پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو غیر شرع کاموں سے روکیں۔

"ولذا قال علماؤنا یحرم علی الآباء والا مھات الباس الصبی الحریر والحلی من الذھب والفضة"

اسی وجہ سے ہمارے علمائے کرام نے کہا ہے کہ ماں باپ پر حرام ہے بچوں کو (مذکر) ریشمی لباس پہنانا اور سونے چاندی کا زیور پہنانا۔

"قال ابن حجر یحرم علیه ﷺ الصدقة واجبة والمندوبة واما علی آله فالمفروضة لاغیر"

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر تو صدقات فرضیہ اور نفلیہ حرام تھے لیکن آپ کی آل پر صرف فرضی صدقات حرام ہیں نفلی حرام نہیں۔

" وقال ابن الملك الصدقة لاتحل للنبی ﷺ فرضا کانت اونفلا وکذا المفروضة لآله ای اقربائه واما التطوع فمباح لھم"

ابن ملک نے کہا ہے صدقہ نبی کریم ﷺ کے لئے تو مطلقاً حرام ہے خواہ فرض ہو یا نفل البتہ آپ کی آل یعنی اقرباء کے لئے صرف فرض صدقہ حرام ہے نفلی جائز ہے ۔

" فقال فی النھایة ویجوز النفل بالا جماع " (مرقاۃ ج ٤ ص ١٦٥، ١٦٦)

نہایہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ نفلی صدقہ آل رسول کے لیے مطلقاً جائز ہے۔

فرض اور نفلی صدقہ میں فرق کیوں ؟

" واما التطوع والوقف فیجوز الصرف الیھم لان المودی فی الواجب یطھر نفسه باسقاط الفرض فیتدنس به المودی کالماء المستعمل وفی النفل یتبرع بما لیس علیه یتدنس به المودی کمن تبرد بالماء"

marfat.com

Marfat.com

کوئی نبی مرسل میرے ساتھ وسعت نہیں رکھتا۔

وہ کیا چیزیں ہیں جو اس حالت میں حائل ہوتی تھیں جن کو آپ نے پردہ سے تعبیر فرمایا؟ ایک تو یہ کہ جو بشری تقاضا کے مطابق ضروریات ہیں کھانا پینا، نکاح وغیرہ۔

" فيحول بينه وبين الملأ الاعلى حيلولة ما فيستغفر تصفية للقلب وازاحة للغاشية وهو وان لم يكن ذنبا "

جب آپ کے اور ملأ اعلیٰ کے درمیان یہ انسانی لوازمات حائل ہوتے تو آپ تصفیہ قلب (دل کو روشن کرنے) کے لئے اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے استغفار کرتے حالانکہ یہ کوئی گناہ نہیں ہوتا تھا صرف اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی طرف متوجہ ہونے کی بنسبت یہ حالت کچھ کم ہوتی تو آپ بلندی حاصل کرنے کے لئے استغفار کرتے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رکاوٹ بنے، کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ تمام وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی کرتے رہیں لیکن دوسری ذمہ داریاں درمیان میں کبھی حجاب بن جاتیں۔

" وقيل همه بسبب امته وما اطلع عليه من احوالهم فيستغفر له "

بعض حضرات نے کہا کہ آپ جب امت کے حالات پر مطلع ہوتے تو آپ پر ایک غم کی کیفیت طاری ہوتی اس کے زوال کے لئے آپ استغفار کرتے۔

" وقيل اشتغاله بالنظر في مصالح امته ومحاربة اعدائه وتاليف المؤلفة "

بعض حضرات نے کہا کہ آپ اپنی امت کی بہتری کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور دشمنوں سے اور نئے نئے اسلام قبول کرنے والوں کی تالیف قلوب (ان کے دل میں اسلام کی محبت راسخ کرنے کے لئے ان سے محبت اور ان کی دلجوئی میں) مشغولیت کی وجہ سے بعض اوقات یہ سمجھتے تھے کہ میرے یہ لمحات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی مشغولیت سے دور رہے اسلئے آپ استغفار کرتے تھے۔

(از مرقاۃ ج ۵ ص ۱۲۳)

marfat.com

Marfat.com

غنی کو صدقہ دینے میں بدلہ حاصل کرنے کی غرض ہوتی ہے لیکن وجہ استحسان یہ ہے کہ بیشک غنی کو کبھی صدقہ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے دیا جاتا ہے ۔

" والتصدق على الغنى لا ينافى القربة " (عنايه)

غنی کو صدقہ دینا قربت حاصل کرنے کے کوئی منافی نہیں ۔

" ثم التصدق على الغنى يكون قربة يستحق بها الثواب فقد يكون غنيا بملك النصاب وله عيال كثير والناس يتصدقون على مثل هذا لنيل الثواب الا ترى ان عند اشتباه الحال يتادى الواجب من الزكوة بالتصدق عليه ولا رجوع له فيه بالاتفاق فكذالك عند العلم بحاله لا يثبت له حق الرجوع "

(كفاية (مع فتح القدير) ج ٧ ص ٥١٦)

غنی کو صدقہ دینا قربت کا کام ہے اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے کبھی غنی ہوتا ہے کیونکہ نصاب کا مالک ہوتا ہے لیکن اس کے اہل وعیال کثیر ہوتے ہیں اور لوگ اس پر صدقہ کرتے ہیں تاکہ ثواب حاصل ہو جائے کیا تم اس مسئلہ کی طرف نہیں دیکھتے کہ ایک شخص وجوبی صدقہ یعنی زکوۃ کا مال ایک ایسے شخص کو دیتا ہے جس کا حال مشتبہ ہوتا ہے بعد میں پتہ چلتا ہے کہ وہ غنی تھا تو مال واپس لوٹانے کی ضرورت نہیں بالاتفاق اسکا صدقہ واجبہ ادا ہو گیا اسی طرح نفلی صدقہ میں بھی علم کے بعد لوٹانے کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصد دینے والے کا ثواب حاصل کرنا تھا وہ اسے حاصل ہو گیا۔

فائدہ :

اس بیان کردہ بحث سے یہ واضح ہوا کہ عام طور پر ایصال ثواب کی محافل میں صدقات وخیرات میں فقراء واغنیاء شریک ہوتے ہیں وہ ثواب سے خالی نہیں یہ کہنا کہ جس محفل میں غنی شریک ہوں اسمیں کھانا کھلانا ثواب سے خالی ہوتا ہے یہ غلط ہے فقہاء کرام کی تصریحات سے بے خبری ہے۔

☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا فرمانا کہ خیر البریۃ تو ابراہیم ہیں یہ صرف عجز و انکساری کے پیش نظر تھا اور ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونے اور اپنا جد امجد ہونے کی وجہ سے احترام کے لئے تھا ورنہ ہمارے نبی کریم ﷺ تو مخلوق سے بہتر و افضل ہیں آپ کا اپنا ارشاد گرامی ہے میں اولاد آدم کا سردار ہوں مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

یعنی آپ کا کلام بعض اوقات عجز و انکساری پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض اوقات حقیقت کا بیان ہوتا۔

" وعن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ "

(بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ باب المفاخرۃ والعصبیۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مدح سرائی میں مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کی مدح میں مبالغہ کیا ہے بیشک میں اس کا عبد ہوں تم (میرے متعلق) کہو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اللہ تعالیٰ کا رسول۔

نبی کریم ﷺ نے تشبیہ سے مسئلہ کو واضح فرمادیا کہ مدح میں نصاریٰ کی طرح مبالغہ نہ کرو اسی حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ان النصاری افرطوا فی مدح عیسیٰ علیہ السلام واطرائہ بالباطل وجعلوہ ولد اللہ فمنعھم النبی ﷺ ان یطروہ بالباطل "

بیشک نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں بہت مبالغہ سے کام لیا اور وہ بھی باطل طور پر مدح میں زیادتی کی اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا ایسی باطل مدح سرائی سے حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو پہلے ہی منع فرمادیا۔

خیال رہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی معاذ اللہ مذمت میں مبالغہ کیا اور نصاریٰ نے مدح میں۔

رب تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ﴾

(پ ٦ سورۃ المائدۃ آیت ٧٧)

marfat.com

Marfat.com

مسلم شریف میں ہے :

"ما سئل شيئا الا اعطاه فجاء ه رجل فاعطاه غنما بين جبلين فرجع الى قومه فقال يا قوم اسلموا فان محمدا يعطى عطاء من لا يخشى الفقر "

نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا مگر یہ کہ آپ نے وہ عطا کی آپ کے پاس ایک شخص آیا۔(اس نے اسلام قبول کیا اس کے تالیف قلب کے لیے) آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی تمام بکریاں عطاء فرمادیں، وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گیا تو کہنے لگا اے میری قوم اسلام لے آؤ بے شک محمد (ﷺ) تو اتنا مال دیتے ہیں کہ فقر کا کوئی خوف ہی نہیں رہتا۔

بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

" ماسئل رسول الله ﷺ عن شئ قط فقال لا "

کوئی ایسی چیز نہیں جس کا سوال حضور ﷺ سے کیا گیا ہو تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا ہو "نہیں" یعنی آپ نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔

(مرقاة ج ٤ ص ٢٣٩)

خیال رہے کہ اگر آپ کے پاس کچھ دینے کے لئے نہیں ہوتا تو آپ عذر پیش فرمادیتے، وہ درحقیقت انکار نہیں ہوتا تھا بلکہ اظہار حقیقت ہوا کرتا تھا۔

تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے ؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال (دن رات کا لگاتار روزہ، درمیان میں افطار نہ پایا جائے) سے منع فرمایا، ایک شخص نے عرض کیا :

" انك تواصل يارسول الله قال وايكم مثلى انى ابيت يطعمنى ربى ويسقينى"
(بخاری ، مسلم ، مشکوٰۃ باب رؤیۃ الھلال)

یارسول اللہ ﷺ آپ تو صوم وصال (دن رات کا لگاتار روزہ درمیان میں افطار نہ پایا جائے) کے

marfat.com

Marfat.com

﴿ سبحان الذی اسری بعبدہ ﴾ وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی۔

نزول قرآن کا ذکر کرتے ہوئے بھی رب تعالیٰ نے آپ کو اسی وصف کو ذکر فرمایا:

﴿ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ ﴾

(پ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت ۱)

برکت والی ہے وہ ذات جس نے قرآن جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے نازل کیا اپنے خاص بندے پر۔

﴿ الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب ﴾ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی جس نے کتاب اتاری اپنے خاص بندے پر۔

" وفیہ اشارۃ لطیفۃ وبشارۃ شریفۃ ان العنایۃ الربوبیۃ باعتبار غایۃ العبودیۃ "

اور ان آیات میں آپ کے وصف عبد کو ذکر کرنے میں لطیف اشارہ اور اعلیٰ قسم کی بشارت پائی گئی ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ عنایت اور عظیم مہربانی اسی وجہ سے پائی گئی ہے کہ آپ میں اعلیٰ درجہ کی عبودیت پائی جاتی ہے۔

(ازمرقاۃ ج ۹ ص ۱۸۰، ۱۸۱)

" ان العبودیۃ افضل من الرسالۃ لان العبودیۃ ینصرف من الخلق الی الحق فھی مقام الجمع وبالرسالۃ ینصرف من الحق الی الخلق فھی مقام الفرق "

(حاشیہ جلالین ص ۲۲۸)

بیشک عبودیت رسالت سے افضل ہے اسلئے کہ عبودیت میں مخلوق سے ہٹ کر رب تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اس سے رب تعالیٰ سے وصل حاصل ہوتا ہے لیکن رسالت میں مخلوق کی طرف توجہ ہوتی ہے، کیونکہ مخلوق تک احکام الٰہیہ پہنچانے ضروری ہوتے ہیں اسلئے اس حالت میں رب تعالیٰ کی جانب کامل توجہ نہیں رہتی جو بظاہر مقام فصل (جدائی، دوری) حاصل ہوتا ہے۔

تنبیہ: یہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی عبودیت کی بات ہو رہی ہے کہ ان کی عبودیت ان کی نبوت و رسالت سے افضل ہوتی ہے کسی عام انسان کی عبودیت کو نبی کی نبوت سے افضل کہنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اپنے قصد و ارادہ سے ایسا کہنے سے کفر لازم آئے گا۔

marfat.com

Marfat.com

لیکن احتلام سے اگر صرف منی کا نکلنا مراد لیا جائے بغیر جماع دیکھنے کے نیند کی حالت میں تو یہ انبیائے کرام علیہم السلام سے محال نہیں۔

کیونکہ یہ امور خلقیہ اور عادیہ سے ہے، اس میں انبیائے کرام علیہم السلام اور دوسرے حضرات برابر ہیں چونکہ اس میں شیطان کی دخل اندازی نہیں ہوتی۔

(مرقاۃ ج ٤ ص ٢٦١)

نبی کریم ﷺ کے استغفار کرنے کی وجہ :

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک جب میرے دل پر پردہ چھا جاتا ہے، بیشک میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں ایک سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

" قال رسول اللہ ﷺ انه لیغان علی قلبی وانی لا ستغفر اللہ فی الیوم مائة مرة"

(مسلم، مشکوٰۃ باب الاستغفار)

اس حدیث پاک میں لفظ استعمال ہوا ہے لیغان جس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے :

" بضم الیا ای یطبق ویغشی اویستر ویغطی"

یاء پر پیش ہے، معنی اس کا یہ ہے کہ چھا جانا، ڈھانپ لینا اور پردہ چھا جانا البتہ اس پردہ سے مراد کون سا پردہ ہے وہ یہ ہے :

" علی قلبی ای عند ارادۃ ربی "

یعنی جب میں رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ارادہ کروں تو جو چیز رکاوٹ بنے اس کے زوال کے لئے میں استغفار کرتا ہوں اس توجہ سے مراد بھی خصوصی توجہ ہے جس کا ذکر دوسری روایت میں آتا ہے۔

" لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل "

مجھے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا وقت حاصل ہوتا ہے اس میں کوئی مقرب فرشتہ اور

marfat.com

Marfat.com

"فابو حنیفة رحمه الله له حظ عظیم ونصیب جسیم من ذالك فان غالب اهل الاسلام من اتباعه فی فروع الاحکام"

یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ تمام ائمہ کرام میں سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بہت بلند وبالا ہے اور آپ کو یہ مقام نصیب ہوا ہے کہ اہل اسلام کی اکثریت آپ کے ہی تابع ہے۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۵۶)

تمام خزانوں کی چابیاں آپ ﷺ کو دی گئیں :

" عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب وبینا انا نائم رأیتنی اوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے جوامع الکلم عطا کر کے مبعوث فرمایا گیا اور مجھے رعب عطا کیا گیا اور میں نے سوئے ہوئے دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں جن کو میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔

" جوامع الکلم " عطا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ قوت عطا کی گئی ہے کہ میں بہت مختصر کلام کرتا ہوں جس کے معانی کثیر ہوتے ہیں اور وہ بات بھی واضح ہوتی ہے ایسا بھی نہیں کہ کسی کو سمجھ نہ آئے۔

آپ نے فرمایا " المستشار موتمن " جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہوتا ہے۔ یہ کلام صرف دو کلموں پر مشتمل ہے لیکن اس سے معانی کثیر سمجھ آگئے کہ کسی سے مشورہ طلب کیا جائے کہ میں کیا کروں خواہ وہ مشورہ کاروبار کا ہو، کسی جگہ تعلیم حاصل کرنے کا ہو، کسی چیز کو بیچنے کا ہو یا خریدنے کا، خواہ رشتہ کرنے کا وغیرہ (اس کی ہزاروں مثالیں بن سکتی ہیں) تو مشورہ دینے والے کو چاہیے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق صحیح مشورہ دے جس میں اس شخص کو فائدہ ہو اگر یہ سمجھتا بھی ہو کہ اس میں اس شخص کا بھلا ہے لیکن یہ مشورہ اس کے خلاف دے تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ امین شخص امانت میں خیانت کر دے۔

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ کے ہجرت سے پہلے کئی حج اور ہجرت کے بعد ایک :

" وقال ابن الاثیر کان علیه الصلوۃ والسلام یحج کل سنة قبل ان یهاجر ویوافقه قول ابن الجوزی حج حججا لا یعلم عددها واخرج الحاکم بسندصحیح عن الثوری انه علیه الصلوۃ والسلام حج قبل ان یهاجر حججا واما ماروی الترمذی عن جابران النبی ﷺ حج قبل ان یهاجر حجین وفی روایة لابن ماجه والحاکم ثلاثا فمبنی علی علمه ولا ینافی اثبات زیادة وغیره "

(مرقاۃ ج ۵ ص ۲۶۳)

ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہجرت سے پہلے ہر سال حج کیا ہے اور ابن جوزی کا قول بھی اسی کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے کئی حج کئے ہیں ان کی تعداد معلوم نہیں۔ حاکم نے ثوری سے سند صحیح کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے ہجرت سے پہلے کئی حج کئے ہیں لیکن ترمذی نے حضرت جابر سے جو روایت ذکر کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت سے پہلے دو حج کئے اور ابن ماجہ اور حاکم کی ایک روایت میں تین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ راویوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق ذکر کیا ہے اور جن حضرات نے زیادہ ذکر کیا ہے انہوں نے اپنے علم کے مطابق ذکر کیا ہے اسلئے ان میں کوئی منافات نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا اظہار عجز :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا :

" یاخیر البریة فقال رسول الله ﷺ ذاك ابراهیم "

(مسلم، مشکوۃ باب المفاخرہ والعصبہ)

اے تمام مخلوق سے بہتر ذات! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تو ابراہیم ہے۔

" انه قال هذا تواضعا واحتراما لابراهیم علیه السلام لخلته وابوته والا فنبینا ﷺ قال ﷺ انا سید ولد آدم ولا فخر "

marfat.com

Marfat.com

میرے سامنے کر دیا گیا۔

" وجعلها مجموعة كهيئة كف فی مراۃ نظره "

یعنی تمام زمین کو آپ کے سامنے ایسے کر دیا گیا جیسے کہ انسان اپنی ہتھیلی کو اپنی نظر کے سامنے دیکھے۔

اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۵۰)

" وان امتی سیبلغ " کی تفسیر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں ذکر فرمایا:

" ای امت من رسید در جمیع ممالک رفته برفته یعنی اسلام در جمیع ممالک خواهد رسید "

یعنی میری امت تمام ممالک میں آہستہ آہستہ پہنچ جائے گی یعنی تمام ممالک میں اسلام پہنچ جائے گا۔

سبحان اللہ ! میرے حبیب پاک ﷺ کا ارشاد گرامی کیسا جگمگا رہا ہے۔ آج دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں میرے آقا و مولیٰ ﷺ کا نام لیوا کوئی نہ ہو۔

آپ متمم اخلاق ہیں :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق و کمال محاسن الافعال "

(شرح السنۃ، مشکوۃ باب فضائل المرسلین)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل اور اچھے افعال کی تکمیل کے لئے بھیجا۔

مکارم سے مراد ایسی عادات جن کی وجہ سے انسان کریم کہلائے، اخلاق سے مراد احوال یعنی تمام ایسے احوال جن کی وجہ سے انسان کریم ہوتا ہے۔ ان کی تکمیل رب تعالیٰ نے میرے ہی ذریعے فرمائی اور تمام

marfat.com

Marfat.com

اے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔

یعنی حق بات کرو اور حق عدل ہے اتنی مدح نہ کرو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا بنادو اور اتنی مذمت نہ کرو کہ معاذاللہ آپ کو ولد الزنا کہہ دو۔

آپ نے اپنے متعلق جب یہ بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول کہا جائے ضمناً خود سمجھ آگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں، نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو معبود نہ کہا جائے باقی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہے علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دع ما ادعته النصاریٰ فی نبیھم　　　واحکم بماشئت مدحا فیه واحتکم

نصاریٰ نے جو اپنے نبی کے متعلق (خدا کا بیٹا ہونے کا) دعوی کیا وہ تو چھوڑ دے اور اپنے نبی کی جتنی مدح بھی تو کرنا چاہتا ہے خود بھی کر اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دے۔

نبی کی عبودیت رسالت و نبوت سے افضل ہے!

آپ کے ارشاد "فانما انا عبدہ" کا مطلب ہے "اناعبدہ الخاص فی مقام الاختصاص" میں مقام خاص میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ حقیقت میں نبی کریم ﷺ کو عبد کہنا آپ کی کامل مدح ہے جیسے کسی فاضل وکامل نے حضور ﷺ کے قول کو شعر کی صورت میں پیش کرتے ہوئے کہا:

لاتدعنی الا بیا عبدہ　　　فانه افضل اسمائیا

مجھے صرف اللہ تعالیٰ کا عبد کہہ کر پکارا جائے بیشک یہ میرے ناموں میں سے افضل نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں اسی بلند وصف اور اعلیٰ فضیلت والے لفظ سے واقعہ معراج میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

واحدا واما انا فمسح خدی، فوجدت لیدہ بردا او ریحا کانما اخرجھا من جونۃ عطار "

(مسلم، مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ اپنے گھر کی طرف تشریف لے چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی نکلا چھوٹے چھوٹے بچے حضور ﷺ کا استقبال کر رہے تھے آپ نے ہر ایک ایک کے دونوں رخساروں کو مس فرمایا اور میرے رخساروں کو بھی مس فرمایا میں نے آپ کے ہاتھ مبارک ٹھنڈے اور خوشبودار محسوس کئے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ ابھی عطار کی ڈبیہ سے نکالے ہوں۔

سبحان اللہ میرے حبیب کتنے زیادہ شفیق و مہربان تھے بچوں سے شفقت بھرا پیار کرتے کہ ایک ایک کے رخساروں کو اپنے کریم ہاتھوں سے تھپکی دے رہے تھے بچے بھی آپ سے تبرک حاصل کرنے کے لئے آپ کی محبت و پیار حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار آپ کی طرف دوڑ کر آتے، آپ سے ہاتھ ملاتے۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷۹)

کاش کہ یہ احادیث ان محترمین اخلاق کو بھی سمجھ آئیں جو بظاہر معلمین اخلاق بن کر ظلم و ستم کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں، خونخوار درندے بن کر قوم کے بچوں کا خون چوس رہے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کے افعال واقوال تو غلامان مصطفیٰ کو ہی سمجھ آسکتے ہیں۔ ظالم سرداروں چوہدریوں کو کیا سمجھ آئیں جن کے دلوں پر ظلم و ستم کی مہر لگ رہی ہے:

ہرگز نہ شود ظالماں را کردار بہ
خدایا سر ظالماں بر سردار بہ

ظالم سرداروں کا ہرگز بہتر کردار نہیں ہو سکتا اے خدا ظالموں کا سر سولی پر ہی بہتر ہے۔

آپ کا پسینہ خوشبودار اور باعث برکت:

" عن ام سلیم ان النبی ﷺ کان یاتیھا فیقیل عندھا فتبسط نطعا فیقیل علیہ

marfat.com

Marfat.com

گناہگاروں کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت :

" وعن انس قال قال رسول الله ﷺ انااول شفیع فی الجنة لم یصدق نبی من الانبیاء ماصدقت وان من الانبیاء ما صدقه من امته الا رجل واحد "

(مسلم ، مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کے اتنے تصدیق کرنے والے نہیں ہوئے جتنے میرے ہیں۔ بعض انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق کرنے والا صرف ایک شخص ہوا ہے۔

" انا اول شفیع ای انا اول شافع للعصاة من امتی فی دخول الجنة "

اپنی امت کے گناہگاروں کے لئے جنت میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا۔

" وقیل انا اول شافع فی الجنة لرفع درجات الناس فیها "

بعض حضرات نے اس کا معنی یہ بھی کیا ہے کہ جنت میں لوگوں کے مدارج بلند کرنے کے لئے سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" انا اکثر الانبیاء تبعا یوم القیامة "

قیامت کے دن تمام ابنیاء کرام سے میرے متبعین زیادہ ہوں گے۔

تمام جنتیوں میں سے دو تہائی آپ کی امت کے لوگ ہوں گے اور باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی امتوں کے لوگ صرف ایک تہائی ہوں گے۔

" وفیه اشعار بان اکثریة الاتباع توجب افضلیة المتبوع "

اس سے یہ واضح ہوا کہ جتنے تابعداری کرنے والے لوگ زیادہ ہوں گے اسی مقدار میں متبوع (جس کی تابعداری کی جائے) میں فضیلت پائی جائے گی۔

marfat.com

Marfat.com

" وفیه استحباب التبرك والتقرب بآثار الصالحین "

اس حدیث پاک سے یہ سمجھ آیا کہ نیک لوگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا مستحب ہے۔

" لما حضر انس بن مالك الوفاة اوصى ان يجعل في حنوطه من ذالك الطيب "

جب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ وفات کے بعد مجھے جو خوشبو (حنوط) لگائی جائے گی اس میں وہ خوشبو بھی ملانا جو میری ماں نے حضور ﷺ کا پسینہ ملا کر تیار کی تھی۔

سبحان اللہ صحابی رسول کا کیسا پختہ ایمان ہے کہ آپ کا پسینہ قبر میں بھی برکت کا باعث بنے گا۔

خیال رہے کہ ام سلیم اور ام حرام دونوں بہنیں ہیں ملحان کی بیٹیاں ہیں۔ ام سلیم حضور ﷺ کی دس سال خدمت کرنے والے خوش نصیب صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں ان کا نکاح پہلے مالک سے تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی کے بیٹے ہیں بعد میں ان کا نکاح طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

اور یہ بھی خیال رہے کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ام سلیم اور ام حرام رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں رضاع کی وجہ سے تھیں یا نسب کی وجہ سے، اس لحاظ پر آپ ان کے گھر عام طور پر تشریف لے جاتے۔ آپ ان کے محرم تھے محرم سے خلوت جائز ہے کسی اجنبی غیر محرمہ عورت سے آپ نے کبھی خلوت نہیں کی۔

یہ دونوں بنی نجار سے تھیں اور حضرت عبدالمطلب کی شادی بھی بنی نجار سے تھی کہ یہ اپنے باپ ہاشم سے جدا ہو کر مدینہ چلے گئے تھے اور وہاں بنی نجار سے شادی کر لی تھی۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷۹)

پسینہ کی خوشبو سے پتہ چلتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں :

" عن جابر ان النبی ﷺ لم یسلك طریقا فیتبعه احد الا عرف انه قد سلكه من طیب عرقه "

(دارمی، مشکوۃ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته)

marfat.com

Marfat.com

اور آپ کا ارشاد کہ مجھے رعب عطا کیا گیا دوسری حدیث پاک میں ہے :

" نصرت بالرعب مسیرۃ شھر "

مجھے ایک مہینہ کی مسافت سے رعب عطا کیا گیا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ منصب عطا فرمایا کہ آپ کا دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا ہے۔

" فاذا کان بینه وبینھم میسرۃ شھر ھابوا وفزعوا "

جبکہ آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت پائی جاتی ہو تو ان پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور وہ ڈرنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اور آپ نے فرمایا کہ مجھے خواب میں زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں تو یہ حقیقت ہے کیونکہ نبی کا خواب حقیقت ہوتا ہے نہایہ میں بیان کی گیا ہے کہ آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مختلف شہروں کو فتح کرنا آسان کر دیا اور ان کے خزانے آپ کو عطا کر دیئے گئے۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۸ تا ۵۰)

زمین کے مشارق و مغارب آپکو دکھائے گے :

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا مازوی لی منھا "

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لئے زمین کو سمیٹا گیا۔

"زوی" کا معنی ہے جمع کرنا قبض کرنا جو چیز بعید سے قریب نظر آئے، یعنی تمام زمین کو سمیٹ کر

marfat.com

Marfat.com

وہ آپ سے برکت طلب کرتے، رزق کی زیادتی طلب کرتے، عافیت طلب کرتے اور شفا طلب کرتے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ٹھنڈے پانی میں بھی ہاتھ ڈالتے تھے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ مجھے بے شک تکلیف ہو لیکن لوگوں کے دل خوش رہیں انہیں تسلی حاصل ہو۔ خاص کر کے آپ خدام اور ضعیف لوگوں کا زیادہ خیال کرتے کیونکہ وہ اپنے بدن لاتے ہی اسلئے تھے کہ آپ کے ہاتھ مبارک سے برکت حاصل کریں۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ نے غرباء سے اپنے عجز کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ "کان ارحم الناس بالصبیان والعیال" تمام لوگوں سے زیادہ بچوں پر رحم کرنے والے تھے اور عیال پر بھی بہت زیادہ رحم فرماتے تھے۔

"کان مما یقول لخادم الک حاجۃ"

(نور مرقاۃ ج ۱۱ ص ۸۹)

آپ کو اگر کوئی خادم ملتا (یعنی دوسرے لوگوں کے خدام ہوتے) تو آپ اس سے پوچھا کرتے تھے کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟

نبی کریم ﷺ کی عجز و انکساری:

"عن عائشۃ قالت لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا سخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح"

(ترمذی، مشکوۃ باب اخلاقہ وشمائلہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نہ فاحش تھے اور نہ متفحش اور نہ ہی بازاروں میں چلانے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ آپ معاف فرما دیتے تھے اور درگزر فرماتے تھے۔

حضور ﷺ نہ فحش کلام فرماتے اور نہ ہی آپ کا کوئی فعل ایسا ہوتا جو فحش پر مبنی ہوتا۔

آپ متفحش نہیں تھے یعنی تکلف سے قول و فعل کو فحش طریقہ سے ادا کرنا، بے ہودہ قہقہہ

marfat.com

Marfat.com

ظاہری افعال اور اقوال کی تکمیل کے لئے مجھے بھیجا گیا یعنی آپ کی شریعت تمام اچھے افعال پر مشتمل ہے اور آپ کی طریقت تمام کامل احوال کو حاوی ہے اگرچہ حضور ﷺ کے مکارم اخلاق ان گنت ہیں بے شمار ہیں لیکن آپ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی امت کو بھی جو اچھے اخلاق عطا کئے گئے ہیں وہ دس ہیں اور یہ وہ اخلاق ہیں جو بعض اوقات بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں باپ کو نہیں اور بعض اوقات باپ کو حاصل ہوتے ہیں بیٹے کو نہیں، وہ یہ ہیں :

"(۱) سچ بولنا ، (۲) سچی امید رکھنا ، (۳) سائل کو عطا کرنا،

(۴) کسی کے عمل کا اچھا بدلہ دینا، (۵) امانت کی حفاظت کرنا،

(۶) صلہ رحمی یعنی قرابت داروں سے اچھا سلوک رکھنا،

(۷) اپنی زوجہ اور اپنے احباب سے اچھا سلوک رکھنا،

(۸) مہمان نوازی کرنا، (۹) پڑوسیوں سے اچھا سلوک رکھنا اور

(۱۰) ان تمام سے بڑھ کر حیا ہے۔ یعنی حیا رکھنا "

نبی کریم ﷺ میں یہ تمام امور کامل طور پر پائے جاتے تھے اور بھی ہر قسم کے اچھے افعال واقوال کے آپ جس طرح مالک تھے کسی دوسرے کو وہ حیثیت حاصل نہ ہو سکی۔

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ ریشم سے نرم اور عطر سے زیادہ خوشبودار :

" عن انس ما مسست دیباجة ولاحریرة الین من کف رسول الله ﷺ "

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی ریشمی کپڑے کو بھی ہاتھ نہیں لگایا جو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے نرم ہو۔

یعنی آپ کے ہاتھ مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے۔

" عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول الله ﷺ صلوة الاولی ثم خرج الی اهله وخرجت معه فاستقبله ولدان فجعل یمسح خدی احدهم واحدا

marfat.com

Marfat.com

فھو اخس من الحمار "

میں کہتا ہوں جس شخص نے دراز گوش (گدھے) پر سوار ہونے میں شرم محسوس کی جیسا کہ متکبر لوگ کرتے ہیں اور ہندوستان کے جاہل لوگ کرتے ہیں وہ گدھے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرنے سے شرم کرنا درحقیقت گدھے سے بھی زیادہ ذلت کا سبب ہے۔

(الرمرقاۃ ج ۱۱ ص ۹۴)

" عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان اذا صافح الرجل لم ینزع یدہ من یدہ حتی یکون ھوالذی ینزع یدہ ولا یصرف وجھہ عن وجھہ حتی یکون ھو الذی یصرف وجھہ عن وجھہ ولم یر مقدما رکبتیہ بین یدی جلیس لہ "

(ترمذی ۔ مشکوٰۃ باب اخلاقہ وشمائلہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو آپ نے کبھی اپنا ہاتھ مبارک اس کے ہاتھ سے نہیں ہٹایا جب تک وہ اپنا ہاتھ کھینچ نہ لیتا اور آپ نے کبھی اپنا چہرہ اس سے نہیں پھیرا یہاں تک کہ وہ اپنا منہ پھیر لے اور آپ کو اپنے پاس بیٹھنے والے سے گھٹنے آگے بڑھائے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث پاک میں بھی آپ ﷺ کی تواضع کا ذکر کیا گیا کہ آپ نے کبھی متکبرین کا طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ حسن اخلاق کا اعلیٰ معیار قائم فرمایا۔

جس طرح جابر اور متکبر لوگ یہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان کے برابر بیٹھے بلکہ وہ اپنے گھٹنے پاس بیٹھنے والے سے آگے بڑھا کر بیٹھتے ہیں تاکہ ان کا تقدم ظاہر ہو حضور ﷺ نے ایسا کبھی نہیں فرمایا۔ آپ نے کسی کے سامنے کبھی اپنے گھٹنے کھڑے بھی نہیں کئے:

"بل کان یخفضھما تعظیما لجلیسہ "

بلکہ آپ اپنے گھٹنے پست رکھتے کیونکہ آپ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کی تعظیم کا لحاظ کرتے۔

" ولا یمد رجلہ عند جلیسہ تعظیما لہ"

آپ نے اپنے ہمنشین کی تعظیم کا خیال کرتے ہوئے کبھی پاؤں پھیلائے بھی نہیں۔

marfat.com

Marfat.com

وکان کثیر العرق فکانت تجمع عرقه فتجعله فی الطیب فقال النبی ﷺ یاام سلیم ما ھذا ؟ قالت عرقك نجعله فی طیبنا وھو من الطیب اطیب وفی روایة قالت یا رسول اللہ نرجو برکته لصبیاننا قالت اصبت "

(بخاری ، مسلم ، مشکوٰۃ باب اسماء النبی ﷺ وصفاتہ)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ ان کے گھر عام طور پر تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے ، وہ آپ کے لئے چمڑے کا بچھونا بچھاتیں جس پر آپ قیلولہ فرماتے ، حضور ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا وہ آپ کے پسینے کو جمع کر کے اپنی خوشبو میں ملا رہی تھیں ، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ام سلیم یہ کیا؟ انہوں نے کہا : یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ملا رہے ہیں کیونکہ یہ سب خوشبوؤں سے اعلیٰ خوشبو ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس سے ہم اپنے بچوں کے لئے برکت حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے تمہیں اس سے برکت حاصل ہو گی۔

نبی کریم ﷺ کو پسینہ زیادہ آتا تھا :

" **لانه کثیر الحیاء** " کیونکہ نبی کریم ﷺ کو حیاء زیادہ آتی تھی۔

اور جسے حیاء زیادہ آئے اسے پسینہ زیادہ آتا ہے۔

کسی قسم کا عطر ، کستوری ہر قسم کی خوشبو والی اشیاء میں ایسی خوشبو نہیں پائی گئی جو میرے حبیب ﷺ کے پسینہ مبارک میں تھی۔ میرے آقا و مولیٰ کو ایک عام انسان سمجھنے والوں نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ان کے پسینہ سے بدبو آتی ہے ، کوئی قریب بیٹھنا پسند نہیں کرتا ، لیکن حضور ﷺ کا پسینہ خوشبودار چیزوں کی خوشبو بڑھانے کیلئے استعمال ہوتا تھا اور آپ کے پسینہ سے برکت حاصل ہوتی تھی حضرت ام سلیم کے یہ عرض کرنے پر کہ ہم آپ کے پسینہ کو بچوں کے لئے برکت حاصل کرنے کے لئے استعمال کریں گے۔ آپ نے منع نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا :

" **اصبت ای فعلت الصواب** "تم نے درست کام کیا ہے یقیناً میرے پسینہ میں برکت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اگر میں چاہتا تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں، میرے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے ازار بند (یعنی کمر) کی جگہ کعبہ شریف تک ہے اس نے کہا: بیشک آپ کا رب تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو تو نبی عبد بن جاؤ اور اگر تم چاہتے ہو تو نبی بادشاہ بن جاؤ۔ تو میں نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف نظر کی تو انہوں نے اشارہ میری طرف کیا کہ میں اپنے آپ کو عاجز رکھوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کی طرف توجہ کی گویا کہ آپ ان سے مشورہ طلب کرنے لگے تو جبریل امین علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ آپ عاجزی کو پسند کریں، تو میں نے کہا کہ میں نبی عبد بنوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا آپ ﷺ فرماتے تھے میں ایسے کھانا کھاتا ہوں جیسے عبد کھاتے ہیں اور میں ایسے بیٹھتا ہوں جیسا کہ عبد بیٹھتے ہیں۔

فرشتے کو اتنا لمبا قد عطا کر کے بھیجا گیا کہ کعبہ شریف کی چھت تک اس کی کمر تھی اور باقی اوپر والا حصہ اس سے بلند تھا اس فرشتے کو اتنا لمبا قد دینے کی کیا وجہ تھی؟

" لعل وجه ظهوره بهذه العظمة تعظيما لهذا الامر "

شاید اسے یہ عظمت دینے کی وجہ یہ تھی کہ اسے اتنا عظیم پیغام دے کر بھیجا گیا تھا کہ اس امر کی عظمت کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔

فرشتے نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام دیتا ہے۔ صاحب نہایہ نے اسی کو دلیل بناتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ میرا سلام فلاں کو پہنچانا تو اسے چاہئے کہ وہ سلام پہنچائے اور وہ دوسرا شخص سن کر اس کا جواب دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اختیار دیا کہ آپ نبوت کے ساتھ ساتھ چاہتے ہیں تو عبودیت کو پسند

marfat.com

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ جب بھی کسی راستہ پر چلے تو آپ کے بعد جب کوئی اس راستہ پر چلا تو اسے آپ کے پسینہ کی خوشبو سے پتہ چل گیا کہ حضور ﷺ کا یہاں سے گزر ہوا ہے۔

یہاں جس خوشبو کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ

"طيب عرقه الخلقي لا طيب عرقه العرفي"

آپ کے پسینہ مبارک میں جو خوشبو قدرتی طور پر پائی جاتی تھی وہ مراد ہے۔

عام طور پر پسینہ کی بدبو زائل کرنے کے لئے لوگ جس خوشبو کا استعمال کرتے ہیں وہ مراد نہیں۔

"هذا من خصائصه دون سائر الانبياء عليه وعليهم الصلوٰة السلام"

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۸۳)

پسینہ میں قدرتی طور پر خوشبو کا پایا جانا حضور ﷺ کی خصوصیت ہے باقی انبیا کرام کو بھی یہ شرف حاصل نہ ہوا۔

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے برکت اور شفاء حاصل کرنا :

"عن انس قال كان رسول الله ﷺ اذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء فما ياتون باناء الا غمس يده فيها فربما جاءوه بالغداة الباردة فيغمس يده فيها"

(مسلم، مشکوۃ باب فی اخلاقه وشمائله)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز ادا فرما لیتے تو مدینہ طیبہ کے تمام خدام یعنی بچے اور بچیاں آپ کے پاس پانی کے برتن لاتے ۔ جو بھی برتن لاتا آپ اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے ،بسا اوقات وہ بہت ٹھنڈا یخ پانی لاتے آپ اپنے ہاتھ کو اس میں بھی ڈالتے ۔

وہ اپنے برتن آپ کے پاس کیوں لاتے ؟

"فيطلبون البركة والنماء والعافية والشفاء"

marfat.com

Marfat.com

﴿ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ﴾

اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔

یعنی وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ میرے بندے ہیں اور میں ان کا معبود اور ان کا رب تعالیٰ ہوں جیسا کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

" کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف"

میں ایک مخفی خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ مجھے پہچانا جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ مجھے پہچانا جائے۔

" وفیه دلیل صریح علی ان الفقیر الصابر افضل من الغنی الشاکر"

اس میں واضح دلیل ہے اس پر کہ صبر کرنے والا فقیر شکر کرنے والے غنی سے افضل ہے۔

بعض اوقات مال و دولت کی کثرت انسان کو سرکش بنا دیتی ہے اور وہ خدا کو بھول جاتا ہے جو تکبر کا ذریعہ ہے اور رب تعالیٰ کی نعمتوں کا ناشکرا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ رب تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم ہو جاتا ہے غالب احوال میں یہی صورت ہے رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انه بعبادہ خبیر بصیر ﴾

(پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت ۲۷)

اگر اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں پر رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے لیکن وہ اندازے کے مطابق جتنا چاہتا ہے اتارتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں حضرت قتادہ کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

" خیر العیش مالا یلهیك ولا یطغیك "

بہتر زندگی وہ ہے جو تمہیں غافل بھی نہ کرے اور سرکش بھی نہ بنائے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیائے کرام علیہم السلام، اولیائے کرام، علمائے کرام اور صلحاء کرام

marfat.com

Marfat.com

لگاتار لوگوں سے مزاح اڑانا، شرفاء کو تنگ کرنا یہ سب فحش کی علامات ہیں آپ اس قسم کی حرکات سے مکمل طور پر دور تھے۔

بازاروں میں چلا چلا کر باتیں کرنا بلا ضرورت زور زور سے کسی کو آواز دینا کسی پر آواز کسنا آپ کا شیوہ نہیں تھا۔ یہ حرکات بے ہودہ انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔

رب تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق" فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين " (ان کو معاف کریں اور درگزر کریں بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) کامل طور پر عمل تھا۔ کسی کو اس کی بد اخلاقیوں کا بدلہ بد اخلاقی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ اگر کوئی شخص آپ سے برائی سے پیش آتا تو آپ اس سے اچھائی سے پیش آتے۔ ذاتی طور پر اپنے آپ پر ہونے والی زیادتیوں کو آپ معاف فرمادیتے تھے اور درگزر فرمادیتے۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۹٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان فرماتے ہیں :

" انه كان يعود المريض ويتبع الجنازة ويجيب دعوة المملوك ويركب الحمار لقد رأيته يوم خيبر على حمار خطامه ليف "

(ابن ماجه ، بيهقى ، مشكوة باب اخلاقه وشمائله)

کہ بیشک آپ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے اور جنازے کے پیچھے چلتے تھے مملوک کی دعوت کو قبول فرماتے تھے اور دراز گوش (گدھے) پر سوار ہوتے، میں نے آپ کو خیبر کے دن دیکھا کہ آپ ایک دراز گوش پر سوار ہیں اور اس کی رسی بان کی ہے ۔ (یعنی کھجور کے پتوں سے بٹی ہوئی رسی تھی)۔

یہ سب چیزیں آپ کی کامل تواضع پر دلالت کررہی ہیں کیونکہ آپ میں معاذ اللہ تکبر کا کوئی نام ونشان نہیں تھا، ابن ملک نے کہا ہے کہ دراز گوش (گدھے) پر سوار ہونا سنت ہے۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" قلت فمن استنكف من ركوبه كبعض المتكبرين و جماعة من جهلة الهند

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ کی عاجزی کا ذکر طبرانی کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت میں بہت واضح ہے۔

" انہ ﷺ کان یجلس علی الارض ویاکل علی الارض ویعقل الشاۃ ویجیب دعوۃ المملوک الی خبز الشعیر "

(طبرانی)

یعنی نبی کریم ﷺ زمین پر (بغیر چٹائی وغیرہ کے) بیٹھ جاتے تھے اور زمین پر بیٹھ کر ہی کھانا تناول فرما لیتے تھے اور بکری کو رسی خود باندھتے اور کسی غلام کی جو کی روٹی کے لئے دی ہوئی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۰۱،۱۰۲)

ابتداء وحی :

" عن عائشۃ ام المؤمنین انہا قالت اول ما بدی رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء و کان یخلو بغار حرا فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اہلہ ویتزود لذالک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلہا حتی جاء الحق وھو فی غار حرا "

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کہتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی سفیدی کی طرح (سچا ہو کر) نمودار ہوتا پھر آپ کو تخلیہ گوشہ نشینی علیحدگی پسند آگئی تو آپ غار حرا میں خلوت گزینی (علیحدگی) فرمانے لگے اور وہاں متعدد راتیں عبادت فرماتے بغیر اس کے کہ اپنے اہل و عیال کی طرف جائیں اور آپ اپنے ہمراہ توشہ لے جاتے جب وہ ختم ہوتا تو آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے اور مزید توشہ لے آتے یہاں تک کہ حق آپ کے سامنے آگیا ایسے حال میں آپ غار حرا میں تھے۔

حضور ﷺ کے ساتھ وحی کی ابتداء رویائے صالحہ (سچے خوابوں) سے ہوئی حضرت عائشہ رضی

marfat.com

Marfat.com

یہ سب کچھ تعلیم امت کی خاطر تھا کہ کوئی شخص مصافحہ کرتے وقت جلدبازی سے اپنا ہاتھ کھینچ نہ لے، کسی سے بات کرتے وقت اپنارخ اس سے نہ پھیرے، کسی کو اپنے آپ سے حقیر سمجھ کر آگے بڑھ کر نہ بیٹھے اور پاؤں نہ پھیلائے۔

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۹۶)

دینی مدارس کے طلباء بعض اوقات از خود ادب کا لحاظ کرتے ہوئے استاذ کے برابر نہیں بیٹھتے اس میں استاذ کا تکبر ثابت نہیں ہوتا اور دینی مدارس میں پانچ گھنٹے تدریس کا سلسلہ جاری رہتا ہے جس کی مثال کسی سکول اور کالج سے نہیں مل سکتی ،ایسی صورت میں اگر استاذ کو تھکاوٹ کی وجہ سے کبھی پاؤں پھیلانے پڑجائیں یا گھٹنے کھڑے کرنے پڑیں تو اس میں استاذ کا تکبر نہیں ہوتا اور نہ ہی طلباء کو حقیر سمجھنا مطلوب ہوتا ہے بلکہ استاذ کا عذر ہوتا ہے۔

اگر ہزار اساتذہ میں سے کوئی ایک کمینہ، بدترین، گھٹیا ذہن رکھنے والا، نالائق، بے ہودہ، کمینے خاندان کا فرد، دینی مدارس میں بدنما داغ، اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھے اور طلباء کو حقیر سمجھے اور یہ خیال کرے کہ ان کو گھر سے کھانا نہیں ملتا تو یہاں آگئے تو یہ اسی ایک کمینے کی سوچ ہے ورنہ ہزار میں سے نو سو ننانوے اپنے آپ کو طلباء کا باپ یا بڑا بھائی سمجھ کر شفقت کرتے ہیں۔

آپ نے عبودیت کو پسند فرمایا ملوکیت کو نہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" یا عائشة لو شئت لسارت معی جبال الذهب جاء نی ملك وان حجزته تساوی الكعبة فقال ان ربك يقرأ عليك السلام ويقول ان شئت نبيا عبدا وان شئت نبيا ملكا فنظرت الى جبرائيل عليه السلام فاشار الى ان ضع نفسك و فی رواية ابن عباس فالتفت رسول الله ﷺ الى جبرائيل عليه السلام كالمستشيرله فاشار جبريل بيده ان تواضع فقلت نبيا عبدا قالت فكان رسول الله ﷺ بعد ذالك لاياكل متكئا يقول.اكل كما ياكل العبد واجلس كما يجلس العبد "

(شرح السنة، مشکوۃ باب فی اخلاقه وشمائله)

marfat.com

Marfat.com

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" اقول ویمکن ان تکون المدۃ اربعین قیاسا علی میقات موسٰی علیہ السلام"

میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ یہ مدت چالیس دنوں کی ہو کیونکہ موسٰی علیہ السلام علیہ السلام کا طور پر قیام چالیس دن ہی تھا جب آپ تورات لائے۔

" ولما فیھا من الخواص والاسرار التی تظھر اٰثارھا وانوارھا علی الصوفیۃ الابرار مع ما فیھا من مطابقۃ الاربعینات فی الاطوار "

چالیس دن رات کی مدت میں کچھ خصوصیات اور ایسے راز رکھے ہوئے ہیں جن کے آثار و انوار صوفیا کرام پر ہی ظاہر ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی کبھی چالیس دن رات عبادت کے لئے وقف کرتے ہیں نوافل ادا کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں مختصر سے کھانے سے روزہ افطار کرتے ہیں ان کی اس عبادت کو "چلہ کشی" کا نام دیا جاتا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے بھی اپنے چالیس دن کے سیر و سیاحت پکنک منانے کے دورے کو چلہ کاٹنا کہتے ہیں اور اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں معلوم ہوا کہ چالیس کا ہندسہ انہیں بھی پسند ہے۔

" وقد قال ﷺ من اخلص للہ اربعین صباحا ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ ھذا "

نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالٰی کے لئے خلوص دل سے چالیس صبح عبادت کی اس کا ذکر کیا اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں ۔
(از فیوض الباری، مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۰۶۔ ۱۰۷)

آپ کے پاس فرشتے کی آمد :

" فجاءہ الملک فقال اقرأ فقال ما انا بقاریٔ قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی ا لجھد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی

marfat.com
Marfat.com

کرلیں اور اگر چاہتے ہیں تو ملوکیت (بادشاہت) کو پسند کرلیں آپ نے جبریل علیہ السلام سے مشورہ کیا تو انہوں نے آپ کو عبودیت پسند کرنے کا مشورہ دیا۔

"وفیه ایماء الی ان الملوکیة و کمال العبودیة لا یجتمعان"

اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ بادشاہت اور کامل عبودیت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

نبی کریم ﷺ چونکہ افضل الانبیاء ہیں اسلئے آپ کو اعلیٰ قسم کی عبودیت حاصل ہے اگرچہ مطلقا بادشاہت کا حاصل ہونا کوئی عبودیت کے منافی بھی نہیں۔

"لان بعض الانبیاء جمع لهم بینا"

اسلئے کہ بعض انبیائے کرام علیہم السلام کو دونوں چیزیں یعنی بادشاہت اور عبودیت حاصل تھیں۔

بعض اوقات مال کو نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا کمال بھی نظر آتا ہے جیسا کہ بعض حضرات نے ذکر کیا ہے۔

"نعم المال الصالح للرجل الصالح ولکونه وسیلة الی فتح البلاد و توسیع العباد وامثال ذالك"

نیک شخص کا مال ہی بہتر مال ہوتا ہے اور وہ شہروں کے فتح کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس مال کے ذریعے وسعت حاصل ہوتی ہے اور بھی اس طرح نیکی کے کاموں میں وہ مال صرف ہوتا ہے۔

اتنا واضح ہوا کہ جب سید الانبیاء نے عبودیت کو پسند کیا تو عبودیت کا انجام بھی اعلیٰ ہے اور اس کا مرتبہ سب مراتب سے بلند ہے۔ اور رب تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں کو اسی میں اعلیٰ قسم کا ذوق حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ:

﴿فَاِنَّ الْمُلْكَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ اصل بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے جو واحد وقہار ہے۔

اور رب تعالیٰ نے فرمایا:

marfat.com

Marfat.com

کہ آپ نے انکار کیوں فرمایا؟ جواباً عرض یہ ہے کہ حق تو یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کا تین مرتبہ کہنا "اقرأ" اور حضور ﷺ کا ہر بار جواب دینا "ما انا بقاری" اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اس میں کیا حکمتیں تھیں؟ اس کے متعلق کوئی فیصلہ کن بات کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے۔

البتہ بظاہر انکار کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ غار حرا میں ذکر الٰہی سے لطف اندوز تھے قلب اقدس پر کیف کا عالم طاری تھا کہ اچانک حضرت جبریل امین نے حاضر ہو کر استدعا کی کہ پڑھئے تو ظاہر ہے کہ جب آپ کا قلب مبارک محبوب حقیقی کی یاد میں سرشار تھا اور ایک استغراق کی کیفیت طاری تھی تو ایسی صورت میں آپ نے دوسری جانب توجہ مبذول فرمانا گوارا نہ فرمایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے تین بار اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے معانقہ بھی فرمایا مگر حضور ﷺ کا قلبی اقتضاء یہی رہا کہ ذکر حبیب سے لطف اندوز ہوتا رہوں یہاں تک کہ جب جبریل امین نے اسی محبوب حقیقی کے نام کی برکت سے پڑھنے کی استدعا کی جس کے مشاہدہ جمال میں حضور ﷺ مستغرق تھے تو آپ ادھر متوجہ ہوئے اور سورۂ اقرا کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ اکثر حضرات نے تو "ما انا بقاری" میں "ما" نافیہ مانا ہے جس کا معنی ہے میں نہیں پڑھتا۔ لیکن علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے عینی ج ۱ ص ۶۷ میں اس طرح بیان فرمائی کہ ما استفہامیہ ہے جیسے ﴿ ما تلك بيمينك يا موسى ﴾ میں ہے اور اس کی تائید روایت ابی الاسود فی منازیہ بھی کرتی ہے جس میں "ما انا بقاری" کی جگہ "کیف اقرا" یا "ماذا أقرا" آیا ہے۔

اور ممکن ہے کہ پہلا ما نافیہ ہو دوسرا استفہامیہ اور تیسرا موصولہ ہو یعنی پہلی مرتبہ فرمایا ہو کہ میں نہیں پڑھتا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مستغرق تھے اور دوسری مرتبہ جبریل امین کے معانقہ کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہو کر میں کیا پڑھوں اور تیسری مرتبہ فرمایا ہو کہ اچھا میں جو پڑھنے والا ہوں وہ کیا ہے؟ تم کیا چاہتے ہو؟

(از فیوض الباری ج ۱ ص ۷۵۔۷۶ مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۰۸)

marfat.com

Marfat.com

علیہم الرضوان کو مال کم ہی عطا کیا ہے تا کہ یہ مجھے یاد کرتے رہیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام تو کثیر مال جن کو ملا، ان کی معصومیت کے پیش نظر ان سے معاذ اللہ سرکشی نافرمانی ممکن نہیں تھی لیکن دوسرے لوگوں سے یہ ممکن ہے، جن علماء کو کثیر مال ملا، ان میں سے اکثر عیاش ہو گئے۔

نبی کریم ﷺ تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے، یعنی اس طرح کہ ایک طرف میلان ہو یا چوکڑی مار کر تکیہ پر سہارا لگا کر نہیں کھاتے تھے، ٹیڑھا ہو کر تکیہ لگا کر کھانا صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور نیچے گدا ہو اور چوکڑی مار کر کھانے سے کھانا زیادہ کھایا جاتا ہے اسلئے کہ یہ دونوں صورتیں حضور ﷺ کو ناپسند تھیں، نبی کریم ﷺ ایسے بیٹھتے تھے جس طرح غلام بیٹھتے ہیں۔

" اما علی الرکبتین کھیئۃ الصلوۃ وھو افضل الھیئات او برفع احدی الرکبتین فی حالۃ الاکل اوغیرہ او برفع الرکبتین علی صفۃ الاحتباء وھو اکثر انواع جلوسہ ﷺ فی غیر الصلوۃ "

یعنی آپ دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے جیسے نماز میں بیٹھا جاتا ہے۔ بیٹھنے کا یہ انداز سب سے بہتر ہے یا آپ ایک گھٹنا کھڑا کر کے بیٹھتے جیسے کھانے کے وقت بیٹھا جاتا ہے۔ یا اس کے بغیر بھی اس صورت میں بیٹھا جا سکتا ہے یا دونوں گھٹنے کھڑے کر کے مقعد کو زمین پر لگا کر آپ بیٹھتے، اس حال میں بھی آپ نماز کے بغیر اکثر اوقات بیٹھتے تھے۔ ہاں البتہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو حقیر سمجھ کر تکبر کے طور پر ایسا بیٹھنا آپ کو پسند نہیں تھا استراحت کے لئے ایسا بیٹھنا آپ سے اکثر اوقات میں ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ غلاموں کی طرح کھانا کھاتے اور غلاموں کی طرح پانی پیتے یعنی آپ تین انگلیوں سے کھانا کھاتے اور ہاتھ صاف کرنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹتے۔

پانی پیتے وقت درمیان میں تین سانس نکالتے اور ہر سانس میں بسم اللہ شریف پڑھتے اور آخر میں ان الفاظ سے رب تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے۔

" الحمد للہ الذی سقانا عذبا فراتا برحمتہ ولم یجعلہ ملحا اجاجا بذنوبنا "

marfat.com

Marfat.com

خلاف نہیں ہے منکرین سنت کا اس معصوم جملہ کو غلط رنگ دے کر یہ کہنا کہ بخاری سے تو یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ کو اپنی نبوت ہی میں شک تھا، نہایت بے ایمانی کے ساتھ حدیث کے مذکورہ بالا جملہ کی تحریف معنوی کرنا ہے ؛ کیونکہ پوری حدیث میں کوئی لفظ تو در کنار اشارہ تک نہیں کہ معاذ اللہ آپ ﷺ نبوت کے معاملہ میں ذرا بھر بھی ریب و شک میں مبتلا تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت ملی تو حکم ہوا کہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔

﴿ انہ' طغی ﴾ بیشک اس نے سر اٹھایا ہے یعنی سرکش ہو گیا ہے۔ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔﴿ قالا ربنا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی ﴾ دونوں (موسیٰ وہارون علیہما السلام) نے عرض کیا اے ہمارے رب بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔

دیکھئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی خوف ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ خوف کی علت یہ نہیں تھی کہ جناب کلیم علیہ السلام کو اپنی نبوت میں شک تھا بلکہ یہ خوف فرض نبوت کی ادائیگی کے سلسلہ میں تھا کہ مجھے فرعون جیسی عظیم طاقت کے مقابلہ کے لئے بھیجا رہا ہے تو میں تنہا فرائض نبوت سے کیونکر عہدہ برآ ہوں گا یہی فکر تھی جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خوف میں مبتلا کر دیا اور انہیں عرض کرنا پڑا کہ الٰہی میں ڈرتا ہوں کہ کہیں فرعون زیادتی نہ کرے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نبی کا نبوت کے بالکل ابتدائی مرحلہ میں فرض نبوت کی ادائیگی اور رسالت کی ذمہ داریوں کے متعلق عارضی طور پر ذرا دیر کے لئے باقتضاء بشریت خوف و اضطراب میں مبتلا ہو جانا شان نبوت کے منافی نہیں۔

اسی طرح "لقد خشیت علی نفسی" کا یہ مطلب لینا بھی باطل ہے کہ آپ پر فرشتہ کو دیکھ کر رعب پیدا ہو گیا تو آپ نے کہا کہ مجھے تو جان کا خطرہ ہو چلا تھا۔

اولاً تو یہ اس لئے باطل ہے کہ یہ اس وقت کسی حد تک ممکن ہو سکتا تھا جبکہ جبریل علیہ السلام اپنی ملکی (فرشتوں والی) صورت میں آتے۔ حالانکہ حدیث پاک میں ملکی صورت میں آنے کا کوئی ذکر نہیں البتہ

marfat.com

Marfat.com

اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کے خواب صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتے تھے یعنی آپ جو بھی خواب دیکھتے وہی بعینہ پیش آتے تھے۔یہ سچے خواب دیکھنے پر آپ کو علیحدگی پسند آنے لگی اسی وجہ سے آپ غار حرا میں کئی کئی دن جا کر قیام کرتے اپنا خرچ ساتھ لے جاتے تھے جب وہ ختم ہو جاتا پھر آپ گھر تشریف لے آتے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اور خرچ یعنی کھانے پینے کی چیزیں لے جاتے اور پھر غار حرا میں جا کر عبادت شروع فرمالیتے وہ آپ کی عبادت کیا تھی ؟ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت کیا تھی ؟

"اجیب بان ذالك كان بالتفكر والا عتبار"

جواب دیا گیا کہ آپ کی عبادت غور و فکر اور عبرت پذیری تھی۔

خیال رہے کہ آپ کی عبادت دن کو بھی ہوتی اور رات کو بھی لیکن یہاں صرف رات کا ذکر کیا گیا یا تو قاعدہ تغلیب کے پیش نظر اور یا گوشہ نشینی کے لئے راتوں کا استعمال اہم ہے اسلئے کہ راتوں کا ذکر کیا گیا۔

فیتحنث کی تفسیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا ابن شہاب زہری نے تعبد (عبادت کرنا) سے کی ہے اصل میں تین لفظ ایسے ہیں جو باب تفعّل پر آئیں تو ان میں معنی سلب کا ہوتا ہے وہ یہ ہیں ۔

"تاثم، تحوب ، تحنث" پہلے دونوں لفظوں کا معنی ہے گناہوں سے دور رہنا، اور تحنث کا بھی تقریباً یہی معنی ہے یعنی خلاف شان کاموں سے اجتناب کرنا اور جب خلاف شان کاموں سے اجتناب اچھے کاموں سے ہے تو یقیناً وہ تعبد ہی ہے۔

حضور ﷺ کا غار حرا میں قیام کتنی دیر کے لئے ہوتا ؟ اس کی تعداد معین ذکر نہیں اسی لئے بعض حضرات نے کثرت معنی لیا ہے اور بعض نے قلت یعنی کثیر راتیں آپ وہاں قیام فرماتے تھے اور کچھ حضرات نے کہا کہ کچھ راتیں وہاں قیام فرماتے اور پھر واپس آجاتے اور ایک احتمال یہ ذکر کیا گیا ہے

"وهی شهر فی كل سنة وذالك الشهر كان رمضان"

اور یہ ہر سال میں ایک مہینہ کا قیام ہوتا اور وہ مہینہ رمضان کا ہوتا۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ہر گز نہیں خدا (اللہ کی قسم) اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی پریشان و شرمندہ نہیں کرے گا آپ قرابت داروں کا خوب حق ادا کرتے ہیں۔ سچی گفتگو فرماتے ہیں ، بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ضرور تمندوں کی ضرورت پوری کرتے ہیں مسافروں کی میزبانی کرتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق میں پیش آنے والے حوادث پر مدد دیتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز الفاظ کو بار بار غور سے پڑھیں تو واضح ہو گا کہ فرشتے کا رعب نہیں تھا ورنہ آپ پوچھتیں کہ وہ کیسا شخص تھا ؟ وہ کیسے آیا آپ سے کیسے پیش آیا۔ نہیں آپ یہ نہیں پوچھ رہی تھیں بلکہ کہہ رہی تھیں حضور ﷺ جس ذات باری نے آپ کو یہ بار گراں اٹھانے کا حکم فرمایا ہے وہی آپ کا معاون ہو گا ۔ اس نے تو آپ کو اوصاف حمیدہ پہلے ہی عطا کر رکھے ہیں۔ آپ سے اگرچہ کوئی قطع تعلق کرے لیکن آپ پھر بھی اس سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ سچا کلام فرماتے ہیں لوگ بے شک آپ کی تکذیب بھی کرتے رہیں آپ کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا آپ ضعیف لوگوں یتیموں ،بیوائوں ،عیال دار نادار عورتوں اور غریب مردوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں ان کی امداد فرماتے ہیں آپ بھلائی کے کاموں کے لئے مال حاصل کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے پاس مال نہیں ہوتا انہیں عطا فرماتے ہیں اور جو مسافر لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپ ان کی امداد فرماتے ہیں اور جو مصائب حق کی راہ میں لوگوں پر آتے ہیں آپ ان کی امداد فرماتے ہیں ۔

ان اوصاف کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی پریشان نہیں کرے گا سبحان اللہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے کتنا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے آپ نے جن الفاظ سے تسلی دی رب تعالیٰ نے بھی وہی الفاظ ذکر فرمائے۔

" یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ"

حدیث پاک سے یہ بھی سمجھ آیا کہ بعض اوقات کسی انسان کی اس کے سامنے تعریف کرنی جائز ہوتی ہے جبکہ معلوم ہو کہ وہ شخص اس پر متکبر نہیں ہو جائے گا اور اس تعریف کرنے میں لوگوں کو بھی اس نیکی کی طرف مائل کرنا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

الثالثة حتى بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال ﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ☆ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ☆ ﴾ "

(بخاری باب کیف کان بدء الوحی)

پس فرشتہ آپ کے پاس آیا اس نے کہا پڑھو میں نے کہا میں نہیں پڑھتا یہاں تک کہ فرشتے نے مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھو میں نے پھر کہا میں نہیں پڑھتا فرشتے نے پھر دوسری بار کہا مجھے پکڑا اور اتنا دبایا کہ وہ تھک گیا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو میں نے پھر وہی جواب دیا میں نہیں پڑھتا فرشتے نے تیسری بار پھر دبایا اور کہا پڑھئے اپنے رب تعالیٰ کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔

یہ تھی غار حرا میں حضور ﷺ پر سب سے پہلی وحی اور ایک پیغام لانے کی حیثیت سے جبریل علیہ السلام کی پہلی حاضری اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس فرشتہ سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور قرآن کریم جبریل ہی لیکر نازل ہوئے قرآن پاک میں بھی اسے واضح طور پر بیان کیا گیا

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ ﴾ آپ کے دل پر روح امین (جبریل) نے قرآن پاک نازل کیا۔

رویاء صالحہ اور خلوت اختیار کرنے کے بعد یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ جبریل علیہ السلام سامنے آگئے اور انہوں نے سورہ اقراء کی پانچ آیتیں سنائیں یہ رمضان کا مہینہ اور پیر کا دن تھا اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

"فقال اقراء" حضرت جبریل آمین نے عرض کیا اقرا پڑھئے جبریل علیہ السلام نے تین مرتبہ "اقرأ" کہا اور حضور ﷺ نے تینوں مرتبہ "ما انا بقارئ" (میں تو نہیں پڑھتا) فرمایا۔

- تین بار اقرأ کہنے میں اسطرف اشارہ تھا کہ جس وحی کا آغاز ہو رہا ہے وہ تین چیزوں پر مشتمل ہوگی توحید، احکام، قصص۔

جبریل علیہ السلام نے کہا پڑھئے تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں نہیں پڑھتا" سوال یہ پیدا ہوتا ہے

marfat.com
Marfat.com

طرح مدد کروں گا اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد ہی ورقہ نے وفات پائی۔ اور اس کے بعد وحی رکی رہی۔

خیال رہے کہ سورہ اقراء کی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد جبریل علیہ السلام کی آمد رکی رہی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سلسلہ وحی رک جانے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

حضور ﷺ غار حراء سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ فرشتہ نظر آیا جس کا ذکر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت میں ہے وہ وحی کے رک جانے کے متعلق حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں (غار حراء سے) آرہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا تو مجھے اس سے خوف آیا میں گھر واپس ہوا اور میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو۔ مجھے چادر اوڑھادو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿ یا ایھا المدثر قم فانذر الخ ﴾ سورہ اقراء کی پانچ آیتوں کے نزول کے بعد وحی آنا بند ہو گئی تھی جس کی مدت تین سال بتائی جاتی ہے اس کے بعد جبریل امین حاضر ہوئے تو سب سے پہلے سورہ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے جس کا ترجمہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد وحی آنا شروع ہو گئی جس کا سلسلہ جاری رہا تا ہم حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

آپ پر جب عارضی طور پر وحی آنا بند ہو گئی تو آپ بہت ملول رہتے تھے تا آنکہ رحمت الٰہی پھر متوجہ ہو گئی اور وحی کا سلسلہ جاری ہو گیا وحی کیوں رکی رہی؟ اس کی اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے البتہ بعض شارحین نے یہ حکمت بیان کی ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے وحی آنا اس لئے بند ہوئی تاکہ پہلی بار جو آپ پر وحی کی شدت اور ثقالت کے اثرات مرتب ہوئے تھے وہ دور ہو جائیں اور آپکا شوق اور بڑھ جائے۔

(او فیوض الباری ج ۱ ص ۸۵)

نبی کریم ﷺ کے سر جھکانے پر صحابہ کرام نے اپنے سر جھکا لئے:

" عن عبادة بن الصامت قال كان النبي ﷺ اذا نزل عليه الوحي كرب لذالك وتربد وجهه وفي رواية نكس راسه ونكس اصحابه رؤسهم فلما

marfat.com

Marfat.com

گھر آکر کمبل اوڑھانے کا مطالبہ :

" فرجع بها رسول الله يرجف فؤاده فدخل على خديجة فقال زملونی زملونی فزملوه حتى ذهب عنه الروع فقال لخديجة واخبرها الخبر لقد خشيت على نفسی "

(بخاری باب کیف بدء الوحی)

پھر حضور ﷺ نازل شدہ آیات لے کر واپس گھر تشریف لائے قلب مبارک مضطرب تھا فرمایا مجھے کمبل اوڑھاؤ مجھے کمبل اوڑھاؤ آپ کو کمبل اوڑھایا گیا یہاں تک کہ وہ کیفیت اضطراب جاتی رہی پھر حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو (غار حرا کا) تمام ماجرا بیان کر کے فرمایا : مجھے تو اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔

غار حرا میں حضور ﷺ پر جب وحی نازل ہوئی اور انوار برکات صمدیت متوجہ ہوئے اور آپ نے جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ وحی کی ثقالت اور کلام الٰہی کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب جان چلی، چنانچہ وحی کو خود قرآن نے قول ثقیل کہا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ اگر وحی کسی پہاڑ پر اتار دی جاتی تو وہ جلال الٰہی سے پاش پاش ہو جاتا مگر یہ تو ذات نبوی تھی جس نے بتوفیقِ الٰہی پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرنے والی چیز کی شدت کو برداشت کر لیا۔

الغرض :

" لقد خشيت على نفسی " کے جملہ سے حضور ﷺ نے وحی کی اس تکلیف اور شدت کو بیان فرمایا ہے جو غار حرا میں آپ کو پہنچی، اور جس کے اثرات گھر تشریف لانے اور چادر اوڑھا دینے تک رہے اور جب چادر اوڑھا دی گئی تو وہ اضطرابی کیفیت ختم ہو گئی اور اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو غار حرا کا واقعہ سنایا چنانچہ " ذهب عنه الروع " کا جملہ اس امر کی تصریح کر رہا ہے کہ خوف دور ہو جانے کے بعد آپ نے قصہ سنایا۔ یہ نہیں کہ قصہ سناتے وقت بھی آپ اپنی جان کے خوف میں مبتلا تھے۔

نبی کو نبوت کے ابتدائی مرحلہ میں فرائض نبوت کو نبھانے کا عارضی فکر ہو جانا شان نبوت کے

marfat.com

Marfat.com

علی رجل یقتلہ رسول اللہ فی سبیل اللہ "

(بخاری، مسلم، مشکوۃ باب المبعث وبدء الوحی)

کہ اللہ تعالیٰ کا اس قوم پر شدید غضب ہے جس نے اپنے نبی سے یہ سلوک کیا آپ نے اپنے سامنے والے دانت مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: (جس دانت مبارک کو غزوہ احد میں شہید کیا گیا تھا) اور اس شخص پر بھی اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود اس کے رسول نے قتل کیا ہو۔

" من یقتلہ من ھو رحمۃ للعلمین لم یکن الا اشقی الناس "

جس شخص کو قتل اس ہستی نے کیا ہو جو رحمۃ للعالمین ہیں تو یقیناً وہ شخص تمام لوگوں سے بد بخت ہوگا۔

جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے قتل کیا وہ ابی بن خلف تھا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

آپ کے بشری صورت میں آنے کے واضح اشارات موجود ہیں تو اس میں اتنا رعب طاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ثانیاً اگر اس رعب کا سبب جبریل ہوتے تو یہ رعب شروع میں دیکھتے ہی طاری ہونا چاہئے تھا حالانکہ آپ بڑے سکون واطمینان سے جواب دے رہے ہیں وہ تین مرتبہ "اقرا" کہہ رہے ہیں اور آپ ہر مرتبہ "ماانابقاری" کہہ کر جواب دے رہے ہیں اگر ڈر ہوتا تو معاذاللہ آپ کی زبان مبارک سے کوئی لفظ بھی ادا نہ ہوسکتا۔

لہذا واضح ہوا کہ رعب واضطراب کا سبب حضرت جبریل علیہ السلام کو فقط دیکھنا نہ تھا بلکہ کلام الٰہی کا نزول اور وحی کی ثقالت وشدت ہی تھی۔

(از فیوض الباری ج ۱ ص ۷۸ تا ۸۰)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے :

" لیس ھو بمعنی الشک فیما اتاہ اللہ تعالیٰ لکنہ ربما خشی انہ لا یقوی علی مقاومۃ ھذا الامر ولا یقدر علی حمل اعباء الوحی فتزھق نفسہ "

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۰۹)

یہاں خوف طاری ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیا ہے آپ کو اس میں شک تھا، بلکہ اتنے عظیم امر نبوت کو اٹھانے کی طاقت مجھے کیسے حاصل ہوگی اس کا خوف دامن گیر تھا ۔ یہ وحی کا بوجھ جو میرے اوپر ایک چادر کی طرح تان دیا گیا ہے میں اس کو اٹھانے کی قدرت کیسے رکھوں گا ؟ یہی سبب تھا جسے آپ نے خوف وخطرہ سے تعبیر کیا اور فرمایا کہ میری تو جان جارہی تھی۔

حضرت خدیجہ کا جواباً عرض کرنا :

" فقالت خدیجۃ کلا واللہ لایخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق "

(بخاری ، مسلم ، مشکوۃ باب المبعث وبدء الوحی)

marfat.com

Marfat.com

(سے سینہ) کو چاک کیا اور اس سے ایک منجمد خون کا لوتھڑا نکالا اور کہا کہ آپ کے جسم میں شیطان کا حصہ تھا پھر ایک سونے کے طشت میں دل کو رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر سینے کو درست کیا (یعنی اسے ٹانکے لگائے) دل کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا (ساتھ کھیلنے والے) بچے دوڑتے ہوئے آپ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے جب حلیمہ کے گھر کے افراد آئے تو دیکھا کہ حضور کا رنگ متغیر ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور کے سینہ مبارک پر سوئی سے لگے ہوئے ٹانکوں کے نشان دیکھتا تھا۔

خیال رہے کہ سونے کے برتن استعمال کرنا نبی کریم ﷺ کی شریعت میں حرام ہے، لیکن جبریل علیہ السلام نے سونے کے طشت کو استعمال کیا، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ابھی آپ کو اعلان نبوت کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور نہ ہی آپ کو شریعت عطا ہوئی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ استعمال کرنے والے جبریل تھے اور فرشتے ہمارے افعال کے مکلف نہیں۔

نبی کریم ﷺ کے دل مبارک کو آب زمزم سے دھویا گیا:

" استدل به على انه افضل مياه العالم حتى ماء الكوثر "

اسی کو اس مسئلہ پر دلیل بنایا گیا ہے کہ آب زمزم جہان کے تمام پانیوں سے افضل ہے یہاں تک کہ حوض کوثر اور نہر کوثر کے پانی سے بھی افضل ہے۔

کیونکہ آپ کے دل کو دھونے کے لئے جس پانی کا انتخاب کیا گیا وہ یقیناً تمام پانیوں سے افضل ہی ہونا چاہئے۔

" لكن الماء الذى نبع من بين اصابعه ﷺ فلا شك انه افضل المياه على الاطلاق "

لیکن وہ پانی جو حضور ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا تھا وہ بلاشک تمام پانیوں سے مطلقاً افضل ہے۔

یعنی آب کوثر سے بھی اور آب زمزم سے بھی چونکہ آب کوثر سے تو آب زمزم اعلیٰ ہے اور آب زمزم سے وہ پانی افضل ہے جو میرے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کی انگلیوں سے جاری ہوا، وہ کیوں افضل ہے۔

" لكونه من اثر يده الشريفة وماء زمزم من اثر قدم اسمعيل المنيفة وبون

marfat.com

Marfat.com

اور یہ بھی واضح ہوا کہ آپ کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہیں تھا حضور ﷺ نے خود فقر کو پسند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" الفقر فخری " فقر میرا فخر ہے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دلیل یہ پیش فرمائی :

" انك ممن لایصبه مکروه لما جمع الله فیك من مکارم الاخلاق ومحاسن الشمائل "

بیشک آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اعلیٰ اخلاق اور اچھی عادات سے نوازا ہے ۔

" وفیه دلالة علی ان مکارم الاخلاق وخصال الخیر سبب للسلامة من مصارع السوء "

اس میں دلیل پائی جاتی ہے اس پر کہ اچھے اخلاق اور بھلائی کے کام برائی کی وجہ سے ہلاکتوں سے بچانے کے ذرائع واسباب ہیں ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے جانا :

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی کے پاس لے گئیں ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور وہ عبرانی زبان میں لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عبرانی میں لکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ چاہتا اور بہت بوڑھے تھے اور آنکھوں کی روشنی بھی جاتی رہی تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے فرمایا اے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے کا ماجرا سنئے ورقہ نے (حضور ﷺ سے) کہا اے میرے بھتیجے ! ہاں بتاؤ تم کیا دیکھتے ہو ؟ حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرمایا ۔ ورقہ نے کہا یہ ہی وہ ناموس (محرم اسرار یعنی جبریل) ہے جسے خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہ سکتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا : کیا میری قوم مجھے نکال دے گی ؟ ورقہ بن نوفل نے جواب دیا ہاں ! جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اس کو لے کر کوئی آدمی نہیں آیا جس سے لوگوں نے دشمنی نہ کی ہو اگر میں اس زمانہ میں زندہ رہا تو آپ کی ہر

marfat.com

Marfat.com

میں دو رہنے کے قابل نہیں تھا۔ میرے استاذ مکرم حضرت علامہ ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی نے یہی تقریر فرمائی تھی جب آپ یہ حدیث مبارک پڑھا رہے تھے اس وقت میرے ساتھ پڑھنے والے اور حضرات کے علاوہ یہ چار حضرات قابل ذکر تھے مولنا ابو الفضل اللہ دتہ سیالوی، مولنا عبد اللطیف سیالوی، مولنا شاہ محمد قصوری اور قاری محمد یوسف جھلمی سلمہم اللہ۔

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کا شق صدر (سینہ چاک کرنا) کئی مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ بچپن میں جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے اور دوسری مرتبہ جب آپ سے غار حرا میں جبریل امین کی ملاقات ہوئی اور تیسری مرتبہ معراج کی رات کو۔

(او مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۲۳)

آپ نے چاند کے دو ٹکڑے فرمائے :

" عن انس قال ان اهل مكة سالوا رسول الله ﷺ ان يريهم آية فاراهم القمر شقتين حتى راوا حرا بينهما "

(بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ باب المعجزات)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں معجزہ دکھائیں آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے وہ دیکھ رہے تھے کہ جبل حرا چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان آگیا ہے۔

" وعن ابن مسعود قال انشق القمر على عهد رسول الله ﷺ فرقتين فرقة فوق الجبل وفرقة دونه فقال رسول الله ﷺ اشهدوا "

(بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ باب المعجزات)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک نیچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گواہ رہو۔

دونوں حدیثوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان دونوں ٹکڑوں کا وقوع ایسا تھا کہ جبل حرا ان کے درمیان ایسا نظر آرہا تھا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک نیچے۔

marfat.com

Marfat.com

" اتلى عنه رفع راسه "

(مسلم ، مشكوة باب المبعث وبدء الوحی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ پر شدت کی کیفیت طاری ہوتی اور آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا سر جھکا لیا اور صحابہ کرام نے بھی اپنے سر جھکا لئے جب آپ سے یہ کیفیت جاتی رہی تو آپ نے سر اٹھا لیا۔

وحی کے نزول کے وقت سر جھکانے کی وجہ تفکر کرنا اور امر وحی کا شدید اہتمام کرنا اور حقوق عبودیت کے مطالبہ پر ڈر رکھنا اور منعم کی نعمتوں کا شکریہ بجالانا اپنی امت کے نافرمانوں کو عذاب پہنچنے سے پریشان ہونا اور ڈرنا وغیرہ امور تھے۔

اور ہو سکتا ہے کہ کہ فی الواقع وحی کے نزول کی وجہ سے ظاہری شدت طاری ہو جاتی ہو اور چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہو نبی کریم کے سر جھکانے کی تو یہ وجوہ تھیں لیکن صحابہ کرام کے سر جھکانے کی وجہ فقط "ونكس اصحابه رؤسهم اى اتباعا له وتادبا معه " یہ تھی کہ انہوں نے آپ کی تابعداری کرتے ہوئے ادب کے طور پر سر جھکا لئے تھے۔

" رفع راسه ای وتبعه اصحابه" حضور کے سر اٹھانے پر صحابہ کرام نے بھی سر اٹھا لئے۔

سبحان اللہ ! کتنی تابعداری، کیسا ادب و احترام تھا ؟ کہ حضور ﷺ نے فرمایا بھی نہیں کہ میرے سر جھکانے پر تم بھی سر جھکانا اور میرے سر اٹھانے پر تم بھی اٹھانا فقط دیکھ کر عمل کرنا صحابہ کرام کی ہی شان تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل ہونے والا بدبخت :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

" اشتد غضب الله على قوم فعلوا بنبيه يشير الى رباعيته اشتد غضب الله

marfat.com

Marfat.com

عنه الصادق فيجب اعتقاد وقوعه "

قرآن پاک سب سے اعلیٰ دلیل ہے اور سب سے بڑی قوی شہادت ہے عقلی طور پر اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور جب حضور نبی کریم ﷺ نے خود خبر دی ہے اور آپ سے بڑھ کوئی سچا بھی نہیں تو ضروری ہو چکا ہے کہ اس معجزہ کے وقوع کا یقین کیا جائے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں اس کی وجہ بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کثیر لوگ اس معجزہ کو کیوں نہیں دیکھ سکے تھے آپ فرماتے ہیں کہ یہ معجزہ چاند کے دو ٹکڑے ہونا رات کو واقع ہوا اور بڑے بڑے لوگ غافل ہو کر سوئے ہوئے تھے اور دروازے بند تھے اور وہ چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے ایسے حالات میں انسان کم ہی آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور آسمان میں کم ہی تفکر کرتا ہے اور شرح السنہ میں یہ بھی ذکر ہے کہ مطالبہ بھی ایک خاص قوم نے کیا تھا اور انہوں نے ہی دیکھا تھا دوسرے لوگ غافل ہو کر سو رہے تھے۔

(المرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۲٤)

نبی کریم ﷺ کو درخت اور پتھر سلام کہتے :

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انی لاعرف حجرا بمكة كان يسلم علی قبل ان ابعث انی لاعرفه الآن "

(مسلم . مشكوة باب المعجزات)

بیشک میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں مجھے بعثت سے پہلے سلام کہتا تھا بیشک میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔

" ويقول السلام عليك يانبی الله كما ورد فی رواية "

ایک روایت میں صراحتاً ذکر ہے کہ وہ کہتا تھا السلام علیک یا نبی اللہ وہ پتھر کون سا تھا؟ حقیقت تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانتے ہیں، البتہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ حجر اسود ہو یا کعبہ شریف اور حضرت خدیجہ کے مکان کے درمیان ایک پتھر تھا جو زقاق الحجر کے نام سے مشہور تھا وہ آپ کو سلام کہتا ہو۔

marfat.com

Marfat.com

آپ کی انگلیوں سے نکلا ہوا پانی زمزم اور کوثر سے افضل ہے :

" عن جابر قال عطش الناس یوم الحدیبیة ورسول الله ﷺ بین یدیه رکوة فتوضأ منها ثم اقبل الناس نحوه قالوا لیس عندنا ماء نتوضأ به ونشرب الاما فی رکوتك فوضع النبی ﷺ یده فی الرکوة فجعل الماء یفور من بین اصابعه کامثال العیون فشربنا وتوضأنا قیل لجابر کم کنتم قال لو کنا مائة الف لکفانا کنا خمس عشرة مائة "

(بخاری ، مسلم ، مشکوۃ باب المعجزات)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک برتن میں پانی تھا جس سے آپ وضو فرما رہے تھے پھر لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کی اور عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں کہ ہم اس سے وضو کریں یا پئیں سوائے اس کے جو آپ کے برتن میں پانی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنے برتن میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے فوارے چل پڑے جس طرح چشموں سے پانی نکلتا ہے۔ راوی کہتے ہیں ہم نے اس سے پیا اور وضو کیا ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپکی تعداد کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا اگر ہم ایک لاکھ کی تعداد میں ہوتے تو پھر بھی ہمیں کفایت کر جاتا البتہ ہم اس وقت پندرہ سو کی تعداد میں تھے۔

ایک دوسری حدیث دیکھیں جس کے تحت عنوان کے مطابق بحث کی گئی ہے :

" عن انس ان رسول الله ﷺ اتاه جبریل وهو یلعب مع الغلمان فاخذ فصرعه فشق عن قلبه فاستخرج منه علقة فقال هذا حظ الشیطان منك ثم غسله فی طشت من ذهب بماء زمزم ثم لامه واعاده فی مکانه وجاء الغلمان یسعون الی امه یعنی ظئره فقالوا ان محمدا قد قتل فاستقبلوه وهو منتقع اللون قال انس فکنت اری اثر المخیط فی صدره "

(مسلم ۔ مشکوۃ باب علامات النبوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیشک رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل آئے جبکہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو پکڑ کر لٹایا پھر آپ کے دل کی جگہ

marfat.com

Marfat.com

اس کے اعضاء کو علیحدہ علیحدہ کر دیتے یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ۔

ابو جہل کو جو پر نظر آرہے تھے وہ در حقیقت فرشتے تھے جو حضور ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔

معراج کی رات جبریل آپ کو انبیائے کرام کا تعارف کیوں کرا رہے تھے ؟

" و کان نبینا علیه السلام کان فی الاستغراق التام مشاهدة المرام غافلا عن الانام کما اشار الیه سبحانه و تعالی بقوله ﴿ ما زاغ البصر وما طغی ﴾ حتی احتاج فی کل من المقام الی تعلیم جبریل بالسلام "

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۵)

ہمارے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا میں کامل طور پر استغراق میں تھے صرف مقصد عظیم رب کا مشاہدہ کرنا تھا آپ مخلوق کی طرف توجہ کرنے سے غافل تھے جیسے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿ ما زاغ البصرُ وما طغی ﴾ آنکھ نہ کسی کی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی یہ آپ کے استغراق تام کی طرف کامل اشارہ ہے اسی وجہ سے ہر مقام پر جبریل علیہ السلام آپ کو متوجہ کرتے رہے کہ یہ فلاں نبی ہیں آپ ان کو سلام کریں۔

انبیائے کرام علیہم السلام سے آپ کی ملاقات آسمانوں میں کیسے ہوئی جب کہ ان کے جسم اپنی اپنی قبروں میں موجود ہیں اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے ۔

" بان ارواحهم تشکلت بصور اجسادهم "

کہ ان کی روحوں کو اللہ تعالیٰ نے جسموں کی شکل دے دی ہو۔

یعنی قبروں میں جسم موجود ہونے کے باوجود آسمانوں میں ارواح بھی جسموں کی صورت موجود ہو گئیں ۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے :

" او حضرت اجسادهم لملا قاته ﷺ تلك الليلة تشريفاله "

یا انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو ہی حضور ﷺ کی ملاقات کے لئے آسمانوں میں اس

marfat.com

Marfat.com

بین بینهما ولان الاعجاز الکائن فی یده ﷺ ابلغ"

اس لئے کہ اس پانی کو تعلق ہے سید الانبیاء کے ہاتھ مبارک سے کہ آپ کی انگلیوں سے جاری ہوا اور آب زمزم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں سے تعلق ہے کہ وہ ایڑی کی حرکت سے نکلا ہے تو ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے ۔

کیونکہ جب نبی کریم ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہیں تو آپ کے ہاتھ مبارک سے ظاہر ہونے والا معجزہ بھی افضل ہے اس کمال سے جو اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کی رگڑ سے ظاہر ہوا۔

" وهذا الحديث وامثاله مما يجب فيه التسليم ولايتعرض له بتاويل من طريق المجاز اذلا ضرورة فى ذالك "

یہ شق صدر والی حدیث ہو یا اس قسم کی اور احادیث ہوں ان کو تسلیم کرنا واجب ہے اور تاویل کر کے مجازی معنی نہ لیا جائے کیونکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے کہ خبر دینے والے خود نبی کریم ﷺ ہیں جن سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہو سکتا اس لئے خبر سچی ہے اور رب تعالیٰ کی قدرت سے بھی یہ کوئی بعید نہیں ۔

فائدہ :

نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے وہ خون کا منجمد ٹکڑا نکالا گیا ؟ اس لئے کہ اس میں یہ تاثیر رکھی ہوئی ہے کہ وہ شیطان کے اثر کو قبول کر لیتا ہے اس کو نکال دیا گیا تا کہ اس کی وجہ سے دل مقدس اور منور ہو جائے اور وحی کو قبول کرنے کی کامل صلاحیت اس میں پیدا ہو جائے اور نبی کریم ﷺ کو غافل کرنے کی تمام امیدیں منقطع ہو جائیں ۔

وہ ٹکڑا آپ کے جسم میں رکھا ہی کیوں تھا اس کے بغیر ہی آپ کو پیدا فرمالیا جاتا اس کی کیا وجہ ہے ؟ اصل وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کے جسم میں وہ ٹکڑا ہوتا ہے اگر آپ کے جسم میں وہ حصہ شروع میں ہی نہ رکھا جاتا تو جسم میں ایک حصہ کے نہ ہونے کی وجہ سے نقص پیدا ہوتا آپ کو چونکہ ہر عیب سے پاک فرمانا تھا اس حصہ کو جسم میں رکھا گیا تا کہ جسمانی کوئی نقص نہ ہو پھر اسے نکال دیا گیا کیونکہ اب آپ کے جسم مبارک

marfat.com

Marfat.com

بھی ممکن ہے یہاں یہ معنی مراد لیا جائے :

" الصالح لھذ المقام العالی والصعود المعالی "

کہ انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ کے اس بلند وبالا مقام کو دیکھ کر آپ کو صالح کہا ہو کہ یہ عظیم مرتبہ اور اس بلند مقام پر سیر کرانا یعنی شرف معراج آپ کو ہی حاصل ہو رہا ہے اس لئے صالح ہونے کا بلند مقام بھی آپ کو حاصل ہے ۔

حضور ﷺ کا معراج جاگتے ہوئے تھا :

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بخاری اور ترمذی کی روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اسے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (اور ہم نے نہ کیا وہ دکھانا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش یعنی آپ کو حالت بیداری میں معراج کرا کے لوگوں کے لئے آزمائش بنایا کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں)۔

"رؤیا عین اریھا رسول اللہ ﷺ لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس"

رؤیا سے مراد آنکھ سے دیکھنا ہے (خواب دیکھنا مراد نہیں) جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا یہ وہ سیر کی رات ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں ہوا کہ آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)تک سیر کرائی گئی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے :

" قال شیء اریہ النبی ﷺ فی الیقظۃ راٰہ بعینہ"

نبی کریم ﷺ کو جو چیز دکھائی گئی وہ بیداری میں یعنی جاگتے میں جسے آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ بات بھی واضح ہے کہ واقعہ معراج کو سن کر قریش نے انکار کیا تھا اور العیاذ باللہ کچھ لوگ یہ سن کر مرتد بھی ہو گئے تھے :

" وانما ینکر اذا کانت فی الیقظۃ فان الرؤیا لاینکر منھا"

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۳۹)

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم نے فرمایا : "اشهدوا" اس کا مطلب یہ ہے کہ میری نبوت پر گواہ بن جاؤ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے معجزہ پر گواہ بن جاؤ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے معجزہ طلب کرنے والو آؤ حاضر ہو جاؤ ظاہر میں میرے معجزہ کو دیکھو اس معجزہ کا انکار اور تاویل حق سے کج روی ہے۔

" قال الزجاج قوم عدلوا عن القصد وما عليه اهل العلم ان تاويله ان القمر ينشق يوم القيامة "

زجاج نے کہا کہ اہل علم کے راستہ سے ہٹ جانے والوں اور سیدھی راہ سے عدول کرنے والوں نے یہ کہا ہے کہ چاند کا پھٹنا قیامت کو واقع ہو گا۔

حالانکہ ان کج روی کرنے والوں کا یہ قول سراسر باطل ہے قرآن پاک کے الفاظ اسی پر دلالت کرر رہے ہیں کہ یہ واقع ہو چکا ہے کیونکہ رب تعالیٰ نے وانشق القمر کے بعد ذکر فرمایا ہے :

﴿ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾

(پ ۲۷ سورۃ القمر آیت ۲)

اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

" فكيف يكون هذه يوم القيامة "

قیامت کے دن یہ کیسے ہو گا یعنی قیامت کے دن کسی نشانی کو کوئی شخص بھی جادو نہیں کہہ سکے گا وہاں تو ان کو اپنی جان کی پڑی ہو گی یہ تو دنیا میں ہی وہ آیات و معجزات کو جادو کہتے رہے۔

امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ کچھ لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چاند کے دو ٹکڑے فرمانے کا معجزہ ایک ہولناک امر تھا اگر یہ واقع ہوتا تو تمام روئے زمین کے لوگ دیکھتے اور حدیث کے راوی کثیر تعداد میں ہوتے اس طرح حدیث متواتر ہوتی حالانکہ یہ خبر واحد ہے تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو اس حدیث اور معجزہ کو مانتے ہیں ان کے نزدیک تو کثیر مقدار میں اسے لوگوں نے نقل کیا ہے اسلئے یہ متواتر المعنی ہے لیکن مخالفین کو ہو سکتا ہے کہ غفلت طاری ہو گئی ہو جس طرح سورج کو گرہن لگتا ہے تو کوئی توجہ کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔

" والقرآن اولى دليل واقوى شاهد وامكانه لاشك فيه اى عقلا وقد اخبر

marfat.com

Marfat.com

ہے کہ رؤیا خواب کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں بھی جب دوسری روایات سے واضح ہے کہ رؤیا بمعنی آنکھ سے دیکھنے کے یہاں مراد ہے تو خواب والا معنی لینا کسی طرح بھی درست نہیں

دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے :

" ما فقد جسد محمد ﷺ لیلۃ المعراج " نبی کریم ﷺ کا جسم معرج کی رات کو گم نہیں پایا گیا

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے مراد یہ لیا ہے کہ میں نے آپ کے جسم کو گم نہیں پایا تو یہ واقعہ خواب کا ہے لیکن خواب میں حضور ﷺ کو کئی مرتبہ معراج ہوا، یہ خواب والے معراج کا ذکر ہو گا کیونکہ جاگتے ہوئے معراج مکہ مکرمہ میں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجیت میں مدینہ طیبہ میں آئیں۔

اور اگر آپ نے مطلقاً واقعہ کو ذکر کیا ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ آپ کا جسم روح سے گم نہیں تھا اور روح سے جدا نہیں تھا بلکہ روح اور جسم کے ساتھ معراج ہوا ایسی معنی لیا جائے تو دوسری روایات کے ساتھ تطبیق ہو سکتی ہے۔

فائدہ :

ارواح کا تعلق بدنوں سے ایسا ہے جیسا کہ سورج کا تعلق عالم دنیا سے جس جسم پر بھی سورج کی شعاعیں پڑتی ہیں ہیں وہ چیز روشن ہو جاتی ہے اسی طرح جسم کے ہر عضو میں سے جس پر روح کی نورانیت پڑتی ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اس میں انوار کمال و جلال اثر انداز ہوتے ہیں۔

روح کی چار قسمیں ہیں :

پہلی قسم : وہ ارواح ہیں جن میں صفات بشریہ کی کدورت پائی جاتی ہے یہ عوام کی روحیں ہیں ان پر حیوانی قوتیں غالب ہوتی ہیں جو عروج کو قبول نہیں کرتیں ۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لما استقبلني جبريل بالرسالة جعلت لا امر بحجر ولا شجر الا قال السلام عليك يا رسول الله "

کہ جبریل امین جب میرے پاس رسالت کا حکم لے کر آئے تو مجھے جو بھی پتھر یا درخت ملتا وہی کہتا "السلام علیک یارسول اللہ"

"وفيه ايماء الى انه مبعوث الى كافة الخلق"

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۲۷)

اس میں اشارہ ہے کہ آپ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کا معجزہ اور ابو جہل کی ذلت:

" عن ابى هريرة قال قال ابو جهل هلا يعفر محمد وجهه بين اظهركم فقيل نعم واللات والعزى لئن رايته يفعل ذالك لأطأن على رقبته فاتى رسول الله ﷺ وهو يصلى زعم ليطأ على رقبته فما فجئهم منه الا وهو ينكص على عقبيه ويتقى بيديه فقيل له مالك فقال ان بيني وبينه لخندقا من نار وهولا اجنحة فقال رسول الله ﷺ لو دنا مني لاختطفة الملائكة عضوا عضوا "

(مسلم، مشکوۃ باب المعجزات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (ﷺ) تمہارے سامنے پیشانی رگڑتے ہیں (نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں) تو لوگوں نے کہا ہاں ابو جہل کہنے لگا قسم ہے لات اور عزیٰ کی اگر میرے سامنے اس نے ایسا کیا تو میں اس کی گردن دبوچ دوں گا۔ (معاذ اللہ) اتنے میں حضور ﷺ تشریف فرما ہوئے اور نماز پڑھنے لگے اس نے ارادہ کیا کہ آپ کی گردن دبوچ دے وہ اچانک آپ کے پاس آیا ہی تھا لیکن ایڑیوں کے بل پیچھے کی طرف بھاگا اور بچاؤ کے لئے ہاتھ مار رہا تھا لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا؟ وہ کہنے لگا میرے اور محمد کے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہو گئی اور بہت بڑا ہولناک منظر تھا اور پرندوں کے پر ہی پر نظر آرہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا اگر میرے قریب آتا تو فرشتے

marfat.com

Marfat.com

﴿ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی ☆ عند سدرۃ المنتھٰی ☆ عندھا جنۃ الماوٰی ☆ اذ یغشی السدرۃ ما یغشٰی ☆ مازاغ البصر وما طغٰی ☆ لقد راٰی من اٰیات ربہ الکبرٰی ☆﴾

(پ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۱ تا ۱۸)

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب معراج سے اترے تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا اللہ تعالیٰ سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت الماویٰ ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا آنکھ نہ کسی کی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

﴿والنجم اذا ھوٰی﴾ اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب معراج سے اترے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ترجمہ حضرت امام جعفر صادق کے اس قول کے مطابق کیا ہے آپ کہتے ہیں:

"ھو النبی ﷺ وھواہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج"

النجم سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں اور ھوی سے مراد آپ کا معراج کی رات آسمانوں سے اترنا ہے۔

خیال رہے کہ ھویٰ کا معنی اترنا بھی اور چڑھنا بھی اسی لئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

"وجوز علی ھذا ان یراد بھواہ سعودہ وعروجہ علیہ الصلوۃ والسلام الی منقطع الاین"

اس معنی کے لحاظ سے یہ کہنا بھی جائز ہے کہ آپ وہاں تک بلند ہوئے جہاں مکان کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں اب معنی یہ ہوگا قسم ہے اس پیارے چمکتے تارے محمد کی جو لامکان تک بلندیوں پر فائز ہوئے۔

﴿ماضل صاحبکم وما غوٰی﴾ اور تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے۔

marfat.com

Marfat.com

رات کو حاضر کر لیا گیا ہو ۔ تاکہ حضور کی عظمت واضح ہو جائے اور آپ کی عزت افزائی ہو۔

نبی کریم ﷺ کی آسمانوں میں جس نبی سے بھی ملاقات ہوئی " فسلمت فرد السلام " آپ فرماتے ہیں میں نے اسے سلام کہا اور اس نے سلام کا جواب دیا :"وفیه دلیل علی ان الانبیاء احیاء حقیقة" اور اس میں دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو حقیقی زندگی حاصل ہے۔

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۲)

" ان الانبیاء لا یموتون کسائر الاحیاء بل ینتقلون من دار الفناء الی دارالبقاء وقد ورد به الاحادیث والانباء وانهم احیاء فی قبورهم فانهم افضل من الشهداء وهم احیاء عند ربهم "

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۳)

بیشک انبیائے کرام علیہم السلام باقی زندہ لوگوں کی طرح زندہ ہیں مردہ نہیں بلکہ صرف دار فناء یعنی اس دنیا سے دار بقاء یعنی آخرت کی طرف منتقل ہوتے ہیں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی پر دلالت کرنے والی کئی احادیث اور اخبار وارد ہیں بیشک وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ شہداء سے افضل ہیں وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ۔

خیال رہے کہ ہر نبی نے آپ کو سلام کا جواب دیتے ہوئے۔"النبی الصالح " کے لقب سے پکارا اے صالح نبی لفظ صالح کے انتخاب میں کیا حکمت تھی ؟

" ان الصلاح صفة تشتمل جمیع خصائل الخیر وشمائل الکرام"

بیشک صلاح ایک ایسا وصف ہے جو بھلائی کی تمام خصلتوں اور اچھی عادات کو شامل ہے ۔

اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے :

" الصالح من یقوم بما یلزمه من حقوق الله وحقوق عباده"

صالح وہ ہے جو اس کے ذمہ حقوق العباد اور حقوق اللہ لازم ہوں ان کو مکمل طور پر ادا کرے ۔

اسی وجہ سے انبیائے کرام علیہم السلام نے اس دعا کو اختیار کیا :﴿ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴾ مجھے حالت اسلام پر وفات آئے اور مجھے صالحین (اپنے خاص قریبی بندوں) سے ملادے اور یہ

marfat.com

Marfat.com

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے ذکر فرمایا:

" رأی محمد ﷺ ربه قال عکرمة قلت الیس الله یقول لاتدرکه الابصار وهو یدرك الابصار قال ویحك ذاك اذا تجلی بنوره الذی هو نوره وقد رأی ربه مرتین "

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا " لاتدرکه الابصار " نظریں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے یہ اس وقت ہے جب کہ وہ اپنے اس نور سے تجلی فرمائے جو ذات کے درجے میں ہے حضور نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا ۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور کا کسی نے احاطہ نہیں کیا اس کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا نفی اس معنی کے لحاظ سے ہے یہ نہیں کہ مطلقاً کسی کو بھی طاقت نہیں مل سکی کہ اس کے نور کو دیکھا ہو ۔

جب یہ فرق کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس میں نفی پائی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے رب تعالیٰ کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ان میں تطبیق ہو سکے گی کہ ایک روایت کا مطلب ہے کہ آپ نے رب کے نور کا احاطہ نہیں کیا اور دوسری کا مطلب ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کے نور کو دیکھا ہے ۔

حضرت قتادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کاش میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا اور آپ سے ایک سوال کرتا انہوں نے کہا کس چیز کے متعلق تم سوال کرنے کی تمنا رکھتے ہو انہوں نے کہا میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے ؟ تو حضرت ابوذر نے کہا:

" قد سألته فقال رأیت نورا "

کہ ہاں میں نے سوال کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نور کو دیکھا ہے ۔

دوسری روایت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

marfat.com

Marfat.com

انکار کی ضرورت ہی اس وقت در پیش آئی جبکہ واقعہ بیداری کا تھا اگر خواب کا معاملہ ہوتا تو کسی کو انکار کی کیا ضرورت تھی ۔

" ان رسول الله ﷺ قال لما كذبنی قريش قمت فی الحجر فجلی الله لی بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن آياته وانا انظر اليه "

(بخاری ج ۱ ص ۵۴۸ . مسلم ج ۱ ص ۹۶)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم میں میں کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بیت المقدس ظاہر کر دیا تو میں نے اس کی نشانیاں بتانی شروع کر دیں اور میں بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ معراج جاگتے ہوئے جسمانی طور پر تھا اسی لئے قریش نے انکار کیا تھا :

" ومما يدل على انه اسرى بجسده ﷺ قوله اسرى بعبده ولفظ العبد عبارة عن مجموع الروح والجسد "

(سراج منیر ج ۲ ص ۲۷۷)

رب تعالیٰ نے حضور کی معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ اَسرٰی بِعَبْدِہٖ ﴾ جو اس پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بیداری کا تھا اور آپ کو جسمانی طور پر معراج ہوا کیونکہ عبد روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو "اسری بروح عبدہ" کہا جاتا کیونکہ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۲۹ میں بھی اس دلیل کو ذکر کیا گیا ہے اور کبیر میں علامہ رازی نے بھی ذکر کیا ہے ۔

غلطی کی وجہ :

خواب کا واقعہ بیان کرنے والے ایک روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں :

" عن معاوية انه سئل عن المعراج فقال كانت رؤيا صالحة "

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ معراج کیسے تھا تو انہوں نے کہا وہ رؤیا صالحہ تھا۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا بالعین ہے یعنی آنکھ سے دیکھنا، بنیادی غلطی کی وجہ یہ

marfat.com

Marfat.com

جب نبی کریم ﷺ تمام عالم کی جان ہیں تو انسانیت کی جان ہونا بھی واضح ہوا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ﴿ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

" العالم جسد وروحه النبوة ولا قيام للجسد بدون روحه "

تمام جہان جسم ہے اور نبی کریم ﷺ اس کی روح ہیں اور جسم کا قیام بغیر روح کے نہیں اسی لئے جہان کا قیام حضور ﷺ کے بغیر ممکن نہیں ۔

قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں :

" وجاز ان يقال خلق الانسان يعنى محمد ﷺ علمه البيان يعنى القرآن فيه بيان ما كان وما يكون من الازل الى الابد مطابقا لبيان من مضى من الرسل هداية للناس و آية على نبوته "

جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ "خلق الانسان" انسان سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں "علمه البیان" سے مراد قرآن پاک ہے جس میں "ماکان و ما یکون" (جو ہو گیا اور جو ہوتا ہے) کا علم ازل سے ابد تک موجود ہے جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذکر و بیان کے مطابق ان کے ... ال پر مشتمل ہے لوگوں کے لئے ہدایت اور آپکی نبوت پر نشانی ہے ۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "الجامع لاحكام البيان المعروف بقرطبى" میں فرماتے ہیں :

" وعن ابن عباس وايضا عن ابن كيسان الانسان ههنا يراد به محمد ﷺ والبيان بيان الحلال والحرام والهدى من الضلال وقيل ما كان وما يكون لانه بين عن الاولين والاخرين ويوم الدين "

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن کیسان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ الانسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور علمه البیان میں بیان سے مراد یا تو حلال و حرام کا علم اور گمراہی سے ہدایت دینا اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیان سے مراد کان و مایکون کا علم ہے کیونکہ حضور

marfat.com

Marfat.com

دوسری قسم : وہ ارواح ہیں جن میں علوم کے حاصل کرنے کی وجہ سے قوت نظریہ میں کمال حاصل ہوتا ہے یہ علماء کی روحیں ہیں۔

تیسری قسم : وہ روحیں ہیں جن کو بدن کی قوت مدبرہ کی وجہ سے کمال حاصل ہوتا ہے اسی قوت مدبرہ کے حصول کی وجہ سے وہ اچھے اخلاق اچھی صفات کو قبول کرتی ہیں یہ مرتاضین (ریاضت کرنے والے) کی روحیں ہیں جس طرح قوت میں فوقیت آتی ہے اسی طرح ان کے بدن میں ریاضت و مجاہدہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

چوتھی قسم : وہ روحیں ہیں جنہیں قوت نظریہ اور قوت مدبرہ دونوں میں کمال حاصل ہوتا ہے یہ بشری روحوں کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے یہ انبیائے کرام علیہم السلام صدیقین کی روحیں ہیں جب ان قوتوں میں فوقیت آتی ہے تو بدنوں کو زمین سے بلند ہونے کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے باقی جلیل القدر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو صرف اتنی قوت حاصل ہوئی کہ وہ آسمانوں تک پہنچ سکے وہ حضور ﷺ کے استقبال کے لئے یہ مقام حاصل کر سکے۔

" واکملھم قوۃ نبینا ﷺ فعرج بہ الی قاب قوسین او ادنی "

(از مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۳۹)

تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے ہمارے نبی کریم ﷺ کو قوت نظریہ اور قوت مدبرہ زیادہ اعلیٰ حاصل ہیں اسی وجہ سے آپ کا معراج ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾ کے درجہ کا تھا یعنی رب کا دیدار حاصل ہوا دونوں کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہا۔

نبی کریم ﷺ کا دیدار الٰہی سے مشرف ہونا :

﴿ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ☆ مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَاغَوٰى ☆ وَمَايَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ☆ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ☆ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ☆ ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ☆ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ☆ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ☆ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ☆ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ☆ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ☆ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ☆

marfat.com

Marfat.com

" ولا اعلم الغیب عطف علی محل عند خزائن اللہ فھو مقول"

(روح المعانی)

" ولا اعلم الغیب" کا عطف "عندی خزائن اللہ" کے محل پر ہے اور یہ بھی "ولا اقول" کا مقولہ ہے یعنی نفی کہنے کی ہو رہی ہے علم غیب کی نہیں ہو رہی ۔

(روح المعانی)

" ولا اعلم الغیب النصب عطف علی محل عندی خزائن اللہ لانہ من جملۃ المقول کانہ قال لا اقول لکم ھذا القول ولا ھذا القول لکم انی ملک ای لا ادعی ما یستبعد فی العقول ان یکون بشر من ملک خزائن اللہ وعلم الغیوب ودعوی الملکیۃ وانما ادعی ما کان لکثیر من البشر وھو النبوۃ "

(مدارک)

" ولا اعلم الغیب" جملہ محل نصب میں ہے کیونکہ اس کا عطف "عندی خزائن اللہ" کے محل پر ہے اور وہ بھی نصب میں ہے کیونکہ وہ جملہ "لا اقول" کا مقولہ ہے لہذا مقصد یہ ہے کہ تمام معطوف اور معطوف علیہ مقول ہیں کہ میں نہ یہ کہتا ہوں اور نہ یہ "ولا اقول لکم انی ملک" کی تفسیر میں بھی یہ بیان کرتے ہیں کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا جو انسانی عقل سے بعید ہو کہ ایک بشر کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہوں اور علم غیب رکھتا ہو اور فرشتہ ہونے کا دعویدار ہو بلکہ میں وہ دعویٰ کرتا ہوں جو پہلے بھی کثیر بشر حضرات نے دعویٰ نبوت کیا ہے ۔

عطائی غیب قرآن پاک سے ثابت ہے :

﴿ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ﴾

(پ ٤ سورۃ آل عمران ایت ١٧٩)

اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے ۔

اس آیت کریمہ میں صراحتاً ذکر کیا گیا ہے کہ عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ علم غیب عطا نہیں کرتا البتہ رسولوں میں سے جسے چاہے اسے علم غیب عطا کرتا ہے لطف کی بات یہ ہے کہ "یجتبی" سے پتہ چلتا ہے

marfat.com

Marfat.com

قریش کو خطاب فرمایا اور حضور کو ان کا صاحب کہا کیونکہ وہ آپ کی شریعت کے تمام احوال سے باخبر تھے اور یہ جانتے تھے کہ آپ ہر قسم کی برائی سے کامل طور پر اجتناب کرتے ہیں اور رشد و ہدایت کا اعلیٰ درجہ آپ کو حاصل ہے نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی کا طویل حصہ ان میں گزارا تھا اس لئے وہ آپ کے حالات سے مکمل طور پر باخبر تھے :

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ☆ اِنْ هُوَ اِلاَّ وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾

(ب ٢٧ سورۃ النجم آیت ٣، ٤)

وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے ہاں مگر وہی جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے ۔

نبی کریم ﷺ اگر کسی مسئلہ میں اجتہاد بھی فرمائیں تو وہ دوسرے مجتہدین سے مختلف ہوتا ہے :

" ان النبی ﷺ اوحی الیہ ان یجتھد بخلاف غیرہ من المجتھدین "

بیشک نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کی جاتی ہے کہ آپ اجتہاد کریں بیشک وہ وحی مخفی کیوں نہ ہو لیکن دوسرے مجتہدین کو یہ حالت حاصل نہیں ہوئی ۔

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" انہ حینئذ بالوحی لا وحی "

آپ کا اجتہاد وحی سے ہوتا ہے اگرچہ اس پر وحی کے احکام جاری نہیں ہوتے یعنی اجتہاد سے حاصل کردہ مسئلہ اور وحی سے نافذ ہونے والے حکم میں فرق ہوتا ہے :

بعض اوقات اجتہاد کو بھی وحی کا درجہ حاصل ہوگا جبکہ یہ مقام حاصل ہو کہ

" ما القیتہ فی قلبك فھو مرادی "

جب رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ کہا جائے کہ جو چیز میں نے آپ کے دل میں ڈالی ہے وہی میری مراد ہے ۔

اس کے بعد آنے والی آیات میں اختلاف ہے جو جلوہ حضور ﷺ نے دیکھا وہ جبریل کا دیکھا یا اللہ تعالیٰ کا ، صحیح یہی ہے کہ آپ نے رب تعالیٰ کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا ۔

marfat.com

Marfat.com

ولکن امر بکتم اشیاء منها "

(صاوی حاشیہ جلالین ص ۴۹۰)

بیشک نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا اور آخرت کے غیبی امور پر مطلع فرمادیا ہاں البتہ بعض چیزوں کے چھپانے کا حکم تھا جیسا کہ قیامت کو ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ آپ کو قیامت کا بھی علم تھا :

" فلم یطلع علیہ احد الا من ارتضاہ من الرسل "

(صاوی . حاشیہ جلالین ص ۱۴۵)

اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے جن رسولوں کو آپ نے پسند فرمایا انہیں قیامت کا علم عطا فرمایا ۔

اعتراض : پانچ چیزوں کے متعلق تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا : " لا یعلمھن الا اللہ " ان کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا پانچ چیزیں یہ ہیں قیامت کا علم بارش ہونے کا علم، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کل انسان نے کیا کرنا ہے، کہاں مرنا ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے قول پر بطور دلیل یہ آیت تلاوت فرمائی :

﴿ انَّ اللہَ عندہٗ علمُ السّاعۃ وینزّلُ الغیث ویعلمُ ما فی الارحام وما تدری نفسٌ مّا ذا تکسبُ غدا وما تدری نفسٌ بایِّ ارضٍ تموتُ انَّ اللہَ علیمٌ خبیرٌ ﴾

(پ ۲۱ سورۃ لقمٰن آیت ۳۴)

بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور بتانے والا ہے ۔

جواب : علم غیب کی نفی جن آیات یا احادیث میں ہے اس سے مراد ذاتی طور پر غیب کا جاننا ہے اور جن میں ثبوت ہے ان میں عطائی طور پر غیب کے جاننے کا ذکر ہے ۔

یعنی مسئلہ واضح ہے کہ حضور ﷺ کو ذاتی طور پر غیب کا علم نہیں عطائی طور پر غیب کا علم ہے یہی حدیث جو معترض نے پیش کی ہے جو مشکوۃ شریف کی ابتداء میں ہے یعنی دوسری حدیث ہی اس کی شرح

marfat.com

Marfat.com

" سالت رسول الله ﷺ هل رأيت ربك؟قال نوراني أراه "

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ ذات نورانی ہے میں نے اس دیکھا ہے ۔

نورانی میں " یاء " نسبت کی بنائی جائے تو دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہو گا اس لئے تو بہتر یہ ہی ہے کہ اس لفظ کو اسی طرح پڑھا جائے۔ بعض حضرات نے " نور انی " پڑھا ہے یعنی ایک لفظ نور ہے اور دوسرا انی ہے اب معنی یہ ہو گا کہ وہ ذات نور ہے میں نے اسے کہاں دیکھا ہے ۔

اس معنی کے لحاظ پر پھر تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ میں نے اس کے نور کا احاطہ نہیں کیا ہے تا کہ دوسری روایت کا معنی بھی درست ہو سکے کہ میں نے نور کو دیکھا ہے یعنی دیکھا تو ہے اس کا کامل احاطہ نہیں کیا

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے :

" ان محمدا ﷺ رأى ربه عزوجل مرتين مرة ببصره ومرة بفواده "

بیشک محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے اور دوسری مرتبہ اپنی آنکھوں سے ۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنا مختار بیان کرتے ہیں :

"وانا اقول برؤيته ﷺ ربه سبحانه وبدنوه منه سبحانه على الوجه اللائق "

(روح المعانی ج ١٤ ص ٥٣ پ ٢٧)

میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے کہ آپ کو رب کا قرب خاص حاصل ہوا ہے جیسا بھی مناسب تھا یعنی اس قرب ورؤیت کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی البتہ تسلیم کرنا ضروری ہے ۔

نبی کریم ﷺ کو ماکان ومایکون کا علم دیا گیا :

﴿ اَلرَّحْمٰنُ ☆ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ☆ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ☆ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴾

رحمان نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ماکان ومایکون کا بیان انہیں سکھایا۔

marfat.com

Marfat.com

جواب : ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں اسی حدیث کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں :

" وعندی انه علیه الصلوة والسلام اصاب فی ذالك الظن ولو ثبتوا علی کلامه لفاقوا فی الفن ولارتفع عنهم کلفة المعالجة فانما وقع التغیر بحسب جریان العادة الا تری ان من تعود باکل شیء او شربه یفقده فی وقته واذا لم یجده یتغیره عن حالته فلوصبروا علی نقصان سنة او سنتین لرجع النخیل الی حالة الاول وربما انه کان یزید علی قدره المعول وفی القضیة اشارة الی التوکل وعدم المبالغة فی الاسباب وقد غفل عنها ارباب المعالجة من الاصحاب والله تعالیٰ اعلم بالصواب "

(شرح شفا ج ۲ ص ۳۳۸)

میرے نزدیک یقیناً نبی کریم ﷺ کی رائے بالکل درست تھی اگر صحابہ کرام آپ کے ارشاد پر قائم رہتے البتہ فن میں فوقیت حاصل کر لیتے اور ان سے اس علاج یعنی پیوند کاری کی تکلیف ہمیشہ کے لئے اٹھالی جاتی یہ پہلے سال پھل کم ہونے والا تغیر عام عادت کے مطابق تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کے کھانے یا پینے کی عادت بنالے تو اسے وہ چیز اس وقت میں نہ ملے تو وہ تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن اگر اس پر صبر کرے تو ہمیشہ کے لئے اسے قوت برداشت حاصل ہو جاتی ہے اسی طرح صحابہ کرام بھی ایک دو سال پھلوں کی کمی کو برداشت کر لیتے تو کھجور کے درخت اپنا پھل دینے میں پہلے حال کی طرح لوٹ آتے بلکہ یقیناً پہلے سے ان کا پھل زیادہ ہوتا ۔

اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ پر کامل طور پر توکل کرنے اور ظاہری اسباب پر ہی کامل بھروسہ نہ کرنے کا ذکر ہے لیکن کھجوروں کی پیوند کرنے والے اس سے غافل رہے ۔

علم غیب ذاتی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے :

علم غیب پر بحث کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت پیر محمد کرم شاہ بھیروی مد ظلہ العالی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

نے اولین و آخرین اور قیامت کا ذکر فرمایا جب آپ نے جمیع گزرے اور آنے والے اور واقعات قیامت سے مطلع فرمایا تو آپ کو ماکان ومایکون کا علم یقیناً حاصل ہے ۔

ان مذکورہ تفاسیر کے مطابق ہی تفسیر سراج منیر، جمل، حسینی میں بھی ذکر کیا گیا ہے ۔

علم غیب نبی کریم ﷺ کا عظیم معجزہ ہے :

﴿ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ کی تفسیر میں جمل میں ذکر کیا گیا ہے :

" لقائل ان يقول قد اخبر ﷺ عن المغيبات وقد جاء ت احاديث فی صحيح بذالك وهو اعظم من معجزاته ﷺ فكيف الجمع بينه وبين قوله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير واجيب انه يحتمل ان يكون قاله على سبيل التواضع والادب المعنى لا اعلم الغيب الا ان يطلعنى الله عليه ويقدره لی "

اگر کوئی اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ نے تو بہت غیبی خبریں دی ہیں اور صحیح احادیث میں اس کا ذکر ہے حالانکہ علم غیب نبی کریم کا عظیم معجزہ ہے تو ان احادیث اور قرآن پاک کی اس آیت کریمہ ﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ﴾ میں مطابقت کیسی ہوگی اس کا جواب یہ دیا جائے کہ نبی کریم ﷺ نے عجز وانکساری کے طور پر یہ کہا ہے اور از روئے ادب کہ میں خود غیب نہیں جانتا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس پر مطلع نہ فرمائے اور قدرت نہ دے ۔

﴿ قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾

تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جانتا ہوں۔

اس آیت میں بھی نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی نہیں ہو رہی بلکہ آپ کی زبان مبارک سے یہ کہلایا گیا کہ میں کہتا نہیں میں دعوی نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر خود ہی غیب جانتا ہوں ۔

marfat.com

Marfat.com

قرآن حکیم کی حقانیت ثابت کرنے کے بجائے اپنے سامعین کے دل میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کا سبب بن جائے گا کہ قرآن پاک کی بعض آیتیں دوسری آیتوں سے ٹکراتی ہیں اور تکذیب کرتی ہیں (معاذ اللہ) اور وہ کتاب جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کا بطلان کر رہا ہو اسے کسی عقلمند انسان کا کلام بھی نہیں کہا جا سکتا چہ جائیکہ اسے خداوند علیم و حکیم کا کلام مانا جائے جو ہمہ بین ہے اور ہمہ دان بھی (یعنی سب چیزوں کو دیکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے)۔

قرآن پاک میں کوئی اختلاف نہیں :

قرآن کریم نے اپنے کلام الٰہی ہونے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا ارشاد ہے :

﴿ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾

(پ ۵ سورۃ النساء، آیت ۸۲)

یعنی یہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو تم اس میں جگہ جگہ پر اختلاف اور تضاد پاتے گویا قرآن میں اختلاف کا نہ پایا جانا اس بات کی محکم دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

آیت مذکورہ کی تفسیر غور و فکر سے کی جائے :

اگر غور و فکر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر اس آیت کریمہ کا ترجمہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ زمین و آسمان میں جو مخلوق بھی ہے وہ غیب کو نہیں جانتی حالانکہ قرآن کی بیشمار آیتوں سے ہمیں فرشتوں کا نزول وحی کا قیامت جنت دوزخ کا علم ہے اور ان پر ہمارا ایمان ہے حالانکہ یہ تمام عالم غیب کی چیزیں ہیں نیز کثیر آیات اور ہزاروں صحیح احادیث سے حضور اکرم ﷺ کا امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہے اس لئے ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہئے کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

ذاتی غیب کی نفی ہے :

علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتائے اور بتلائے بغیر کوئی بھی

marfat.com

Marfat.com

مجتبیٰ بنائے اور میرے حبیب کا اسم گرامی مجتبیٰ بھی ہے جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے مجتبیٰ بنا لیا ہے چن لیا ہے علم غیب عطا کر دیا ہے تو اگر بد بخت انسان نہ پسند کرے تو میرے حبیب کی شان میں کیا فرق وہ منکر اپنی بد بختی کا ماتم کرے ۔

رب کا ارشاد گرامی یہ ہے :

﴿ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ☆ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ☆﴾

(پ ۲۹ سورۃ الجن آیت ۲۶ ، ۲۷)

جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ۔

اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے یعنی رسولوں کو غیب عطا فرماتا ہے کیونکہ رسول اس کے پسندیدہ ہیں ہاں البتہ کوئی زیادہ پسندیدہ ہوگا جس کا نام ہی مرتضیٰ ہوگا یقیناً جتنا غیب اسے عطا ہوگا اتنا کسی دوسرے رسول کو نہیں ہوگا ۔

نبی کریم ﷺ کو لوح محفوظ کا علم عطا کیا گیا اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو لوح محفوظ کی بعض معلومات پر مطلع کیا گیا ہے ۔

" واما اللوح المحفوظ فقد يطلع على بعض معلوماته من اراد الله من ملائكته وانبيائه وخلص اوليائه من ارباب الكشوف لاسيما اسرافيل عليه السلام فانه مؤكل عليه ويأخذ الامور منه فيأمر جبريل وميكائيل وعزرائيل عليهم السلام كلا بما هو من جنس عمله "

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۵)

لوح محفوظ کی بعض معلومات پر اللہ تعالیٰ فرشتوں انبیائے کرام علیہم السلام اور ارباب کشف اولیائے کرام میں سے جسے چاہتا ہے مطلع فرما دیتا ہے خصوصاً اسرافیل لوح محفوظ پر مؤکل ہیں وہ لوح محفوظ سے ہی علم حاصل کر کے جبریل میکائیل اور عزرائیل کو ان کے کاموں کے متعلق مطلع کرتے ہیں۔

" انه ﷺ لم يخرج من الدنيا حتى اعلمه الله بجميع مغيبات الدنيا والآخرة

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے علم کی وسعت صرف رب جانتا ہے :

ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ کا یہ حادث، عطائی اور محدود علم اتنا بھی محدود نہیں جتنا بعض حضرات نے سمجھ رکھا ہے اس کی وسعتوں کو دینے والا جانتا ہے یا سکھانے والے کو پتہ ہے یا سیکھنے والے کو ہم تم کس گنتی میں ہیں جبریل امین بھی وہاں دم مارنے کی مجال نہیں رکھتے ۔

﴿ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ﴾

(پ ۲۷ سورۃ النجم آیت ۱۰)

اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائی۔

علم و معرفت کی وہ وسعتیں اور بے کرانیاں (جن کا کوئی کنارہ نہیں) جن پر پیمان کا ہر جامہ تنگ ہے ان کی حد بندی آری ہم کرنے لگیں تو ٹھوکریں نہیں کھائیں گے تو اور کیا ہو گا۔

اس تلمیذ رحمان نے اپنی زبان حق ترجمان سے ہمیں خود جو کچھ بتایا ہے اس کے حق ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور اسی پر ہمارا ایمان ہے اسی کی زبان پاک سے نکلا ہوا یہ قول طیب ہم نے سنا ہے۔

" قال رسول اللہ ﷺ رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ قال فیم یختصم الملأ الاعلی قلت انت اعلم قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردہ بین ثدی فعلمت ما فی السموات والا رض "

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آج میں نے اپنے بزرگ و برتر پروردگار کی زیارت کی بڑی حسین اور پیاری صورت میں، فرمایا: ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کی: الٰہی تو خود ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا اور زمین میں تھا ۔

اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں

marfat.com
Marfat.com

میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں :

"مراد آنست که بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس اینہا راندانند
زآنہا از امور غیب اند که جز خدا کسی آں راندانند مگر آنکه وے تعالیٰ
از نزد خود کسی را بداناند بوحی والہام"

(اشعة اللمعات)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم عطا کرنے کے بغیر کوئی شخص بھی اپنی عقل سے حساب نہیں لگا سکتا کیونکہ یہ امور غیبیہ ہیں جن کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کسی کو وحی یا الہام کے ذریعے علم عطا کردے تو وہ یقیناً جانتا ہے ۔

اعتراض : نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ لوگ کھجوروں کی درختوں کے پیوند کاری کر رہے ہیں مذکر درخت کے شگوفے مونث میں لگا رہے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہم پیوند کاری کر رہے ہیں تا کہ پھل زیادہ ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا

" لعلکم لو لم تفعلو ا کان خیرا"

اگر تم یہ نہ کرو تو شائد تمہارے لئے بہتر ہو۔

صحابہ کرام نے چھوڑ دیا لیکن پھل کم پیدا ہوا تو صحابہ کرام نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا :

" انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیء من رایی فانما انا بشر"

میں ایک بشر ہوں جب تمہیں کسی چیز کا حکم دوں جس کا تعلق دین سے ہو تو اس پر عمل کرو اور اگر میں اپنی رائے سے (دنیا کا کوئی کام) کہوں تو میں ایک بشر ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے :

" انتم اعلم بامور دنیاکم "دنیا کے معاملات کو تم زیادہ جانتے ہو۔

اور ایک دوسری روایت میں ذکر ہے۔" انما ظننت ظنا فلا تواخذنی بالظن "میں جو بات ظن سے کروں اس میں مجھ سے مواخذہ نہ کرو۔ اس سے تو واضح ہوا کہ آپ کو دنیا کے معاملات کا کچھ پتہ نہیں تھا اگر ہوتا تو آپ نہ روکتے ۔

marfat.com

Marfat.com

" رواہ الاحمد والترمذی وقال حسن صحیح وسالت محمد بن اسمعیل البخاری من هذا الحدیث فقال هذا حدیث صحیح "

(مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ)

اس حدیث کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں ۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

" قام فینا رسول الله ﷺ مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامه ذالك الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابی هؤلاء وانه لیکون منه الشیء قدنسیته فاراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه "

ایک روز حضور ﷺ ایک جگہ تشریف فرما ہوئے اور قیامت تک ہونے والی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کا ذکر حضور ﷺ نے نہ فرمایا ہو یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا، بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔ میرے یہ سارے صحابہ اس کو جانتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شے وقوع پذیر ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں تو اسے دیکھتے ہی مجھے یاد آجاتا ہے (کہ حضور ﷺ نے یونہی فرمایا تھا) بالکل اسی طرح جیسے تیرا کوئی واقف آدمی کافی عرصہ تجھ سے غائب رہا ہو اور جب تو اسے دیکھے تو تو اسے پہچان لیتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے :

" عن عمر قال قام فینا رسول الله ﷺ مقاما فاخبرنا من بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسیه من نسیه "

(رواہ البخاری)

marfat.com

Marfat.com

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ﴾

(پ ۲۰ سورۃ النمل آیت ۶۵)

آپ فرمایئے (خودبخود) نہیں جان سکتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا ۔

اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ کا ذکر کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہو رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ تخلیق کائنات تدبیر شئون عالم خستہ دلوں اور آشفتہ حالوں کی فریاد رسی رزق رسانی وغیرہ صفات میں جس طرح اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں غیب کسے کہتے ہیں اس کا کیا مفہوم ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

" مالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیه بداهة العقل "

(المفردات)

یعنی وہ علم جو حواس کی رسائی سے بالاتر ہو اور جو قوت عقل سے بھی حاصل نہ کیا جا سکے اسے غیب کہتے ہیں ۔

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں فرشتے، جنات، انسان، جن میں علماء، اولیاء، انبیائے کرام علیہم السلام اور اولوالعزم رسل بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ بھی "الغیب" کو نہیں جان سکتے۔

صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہی کہ وہ عالم الغیب ہے جس طرح اس کی ذات کی اس کی دیگر صفات میں کوئی ہمسری کا دم نہیں مار سکتا اسی طرح اس کی صفت علم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گا جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی دوسرے کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی دوسرے کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تنبیہ : قرآن کریم کی آیات کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ضروری ہے کہ انسان اس بات کا خیال رکھے کہ آیات کا ایسا مفہوم اور تشریح نہ بیان کی جائے جو قرآن کی دوسری آیات کے سراسر خلاف ہو ورنہ

marfat.com

Marfat.com

ہونے کا سرٹیفکیٹ لینے کے لئے یہ ماننے یا زبان پر لانے یا اس کا تصور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ "شیطان کا علم فخر عالم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے یا ایسا علم تو ہر گاؤ خر اور ہر سفیہ کو بھی حاصل ہے۔

"العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ"

مفسرین نے اس آیت کا مفہوم یہی بیان کیا:

اس آیت کا جو مفہوم بیان کیا علمائے کرام کی تصریحات بھی اس کی تائید کرتی ہیں چنانچہ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اس پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

" ولعل الحق ان يقال ان العلم الغيب لامنفى من غيره جل وعلا هو ما كان للشخص لذاته اى بلا واسطة فى ثبوته له وما وقع للخواص ليس من هذا العلم المنفى فى شىء ضرورة انه من الواجب عزوجل الافاضه عليهم بوجه من وجوه الا فاضة "

(روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۱)

یعنی حق بات یہ ہے کہ جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سے کوئی نہیں جانتا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص اسے خود بخود نہیں جان سکتا اور خاص بندوں کو جو علم حاصل ہے وہ یہ علم نہیں جس کی آیت میں نفی کی گئی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فیض رسانی سے انہیں حاصل ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فیض رسانی کی متعدد وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے انہیں مرحمت فرمایا ہے

علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں:

" وبالجملة علم الغيب بلاواسطة كلا اوبعضا مخصوص بالله جل وعلا لايعلمه احد من الخلق اصلا "

یعنی ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ علم الغیب بلاواسطہ کلا اور بعضا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے یعنی نہ سارا علم غیب بغیر اس کے بتائے کوئی جان سکتا ہے اور نہ ہی بعض کوئی جان سکتا ہے

marfat.com

Marfat.com

غیب پر آگاہ نہیں ہو سکتا خود قرآن کریم نے بھی اس قول کی تصدیق فرمادی ۔

﴿ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ☆ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ ☆﴾
(پ ۲۹ سورۃ الجن آیت ۲۶، ۲۷)

اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ۔

اللہ تعالیٰ کا علم غیب قدیم اور غیر محدود ہے :

اس آیت نے بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تمام صفات کی طرح اس کی یہ صفت بھی قدیم ہے ذاتی اور غیر متناہی ہے یعنی ایسا نہیں کہ وہ پہلے کسی چیز کو نہیں جانتا تھا اور اب جاننے لگا ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے ہر چیز کو اس کے پیدا ہونے سے پہلے بھی اس کی حین حیات میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اپنے علم تفصیلی سے جانتا ہے نیز اس کا یہ علم اس کا اپنا ہے کسی نے اس کو سکھایا نہیں ہے نیز اس کے علم کی نہ کوئی حد ہے اور نہ نہایت اگر کوئی شخص کمایا کیفاً یعنی مقدار اور کیفیت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا کسی کے لئے اثبات کرے تو وہ ہمارے نزدیک شرک کا مرتکب ہوگا۔

حضور کا علم غیب حادث محدود اور عطائی ہے :

اس لئے حضور پر نور امام الاولین والآخرین ﷺ کا علم مبارک خداوند کریم کے علم کی طرح قدیم نہیں بلکہ حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کے تعلیم کرنے سے حاصل ہوا خداوند کریم کے علم کی طرح ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل ہوا نیز حضور ﷺ کا علم خداوند کریم کے علم کی طرح غیر متناہی غیر محدود نہیں بلکہ متناہی اور محدود ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے ساتھ حضور فخر موجودات ﷺ کے علم کی نسبت اتنی بھی نہیں جتنی پانی کے ایک قطرہ کو دنیا بھر کے سمندروں سے ہے (کیونکہ دنیا بھر کے سمندروں کا پانی بھی محدود ہے اور قطرہ بھی محدود ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود اور ذاتی ہے لیکن حضور ﷺ کا علم حادث اور محدود اور عطائی یعنی رب کے دینے سے حاصل ہوا) ۔

marfat.com

Marfat.com

"ھو اکبر وانا اسن" بڑے تو آپ ﷺ ہیں البتہ عمر میری زیادہ ہے۔

سبحان اللہ کتنا عظیم اور حسین و جمیل جواب دیا کہ میں کیسے تصور کر سکتا ہوں کہ میں بڑا ہوں بڑائی تو ہر لحاظ سے آپ کو ہی حاصل ہے البتہ عمر میری زیادہ ہے لیکن عمر کے زیادہ ہونے کے باوجود میں آپ سے چھوٹا ہوں۔

"ومن لطائف طبعه وحسن ادبه"

آپ کا یہ جواب آپ کی طبیعت کی لطافت پر دلالت کر رہا ہے کہ آپ لطیف طبیعت کے مالک تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے ادب و احترام کا آپ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

نبی کریم کے شعر کو شعیر کہنا کفر ہے:

"قال بعض العلماء لو قال لشعر النبی ﷺ شعیر فقد کفر"

علمائے کرام نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کے شعر (بال) کو تصغیر کے صیغے سے شعیر کہا تو کفر ہے یعنی آپ کے بال مبارک کو معاذ اللہ بالڑا کہنا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایذا پہنچانا حرام اور باعث لعنت قرار دیا رب کا ارشاد ہے:

﴿ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذابا مھینا ﴾

(پ ۲۲ سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

"واجمعت الامۃ علی قتل متنقصہ من المسلمین"

امت کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی مسلمان نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کرتا ہے تو وہ واجب القتل ہے کسی قسم کا بھی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو تو اس کا یہی حکم ہے اسی طرح آپ کو گالی دینے والا بطریق اولیٰ واجب القتل ہوگا۔

marfat.com

Marfat.com

"پس دانستم ھرچه در آسمانها وھرچه در زمینها بود عبارتست از حصول تمامه علوم جزوی وکلی واحاطه آں"

پس جو چیز آسمانوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا اور جو چیز زمینوں میں تھی اسے بھی میں نے جان لیا (پھر فرماتے ہیں) اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ تمام علوم جزوی اور کلی مجھے حاصل ہو گئے اور میں نے ان کا احاطہ کر لیا۔

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المرقاۃ شرح مشکوۃ" میں پہلے اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس کے بعد شارح بخاری علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں میں یہاں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے فقط علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اکتفا کرتا ہوں ۔

" قال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السمٰوات بل وما فوقها، والارض هی بمعنی الجنس ای جمیع فی الارضین السبع وما تحتها، یعنی ان الله تعالیٰ اری ابراهیم علیه الصلوة والسلام ملکوت السموات والارض وکشف له ذالك وفتح علی ابواب الغیوب "

(مرقاۃ ج ۱ ص ٤٦٣)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث اس طرح ہے کہ تمام کائنات جو آسمانوں میں تھی بلکہ ان کے اوپر بھی جو کچھ تھا اور جو کائنات سات زمینوں میں تھی بلکہ ان کے نیچے بھی جو کچھ تھا میں نے جان لیا، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو تو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تھی اور اسے آپ پر منکشف کیا تھا اور مجھ پر اللہ تعالیٰ نے غیب کے دروازے کھول دیئے ہیں ۔

اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا :

ممکن ہے اس حدیث کی سند کے بارے میں کسی کو شک ہو اس لئے اس کے متعلق مشکوۃ کے مصنف کی رائے غور سے سن لیجئے انہوں نے یہ حدیث متعدد طرق سے نقل کرنے کے بعد تحریر کی ہے اگر دل میں حق پذیری کا جذبہ موجود ہے تو بفضلہ تعالیٰ یقیناً تسلی ہو جائے گی :

marfat.com

Marfat.com

کفار ڈرتے ہوئے آپ پر عیب لگاتے :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

﴿ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(پ ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت ۶۱)

اور ان میں سے کوئی وہ ہیں کہ (غیب کی خبریں دینے والے) نبی کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں تم فرماؤ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی بات پر یقین رکھتے ہیں اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں اور جو رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

شانِ نزول :

منافقین اپنی مجلسوں میں سید عالم ﷺ کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور کو خبر ہو گئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہو گا تو جلاس بن سوید منافق نے کہا ہم جو چاہیں کہیں حضور کے سامنے انکار کر دیں گے اور قسم اٹھائیں گے وہ تو کان ہیں ان سے جو کہا جائے وہ مان لیتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں۔

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ☆ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ☆ ﴾

(پ ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت ۶۲، ۶۳)

تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ تعالیٰ کا اور رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے کیا انہیں خبر نہیں کہ جو

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ قیام فرما ہوئے (یعنی ہم صحابہ کے پاس تشریف فرما ہوئے) اور تخلیق کائنات کی ابتداء سے لے کر اہل جنت کے اپنی منازل اور اہل دوزخ کے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہونے تک کے تمام حالات سے ہمیں خبر دی یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا بھلا دیا اسے جس نے بھلا دیا۔

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ طیبی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

" قال الطیبی حتی للغایۃ اخبرنا ای اخبر مبتدأ من بدء الخلق حتی انتھی الی دخول اھل الجنۃ الجنۃ ووضع الماضی موضع المضارع مبالغۃ للتحقیق المستفادۃ من قول الصادق الامین ﷺ "

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں حتی کا لفظ بیان غایت کے لئے ہے یعنی حضور نے اپنے اس جامع خطبہ میں کائنات کی آفرینش سے لے کر اس وقت تک کے تمام حالات بیان فرمائے جبکہ جنتی اپنے محلات میں قیام پذیر ہو جائیں گے پھر فرماتے ہیں کہ جنتیوں کا جنت میں دخول تو زمانہ مستقبل میں ہوگا اسلئے "حتی یدخل" یعنی مضارع کا صیغہ استعمال ہونا چاہئے تھا حدیث میں ماضی کا صیغہ "حتی دخل" کیوں استعمال ہوا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ کیونکہ صادق (سچا) اور امین (امانت دار) رسول ہیں۔ اس لئے آئندہ کے متعلق جو فرمادیا کہ ایسا ہوگا اس کا ہونا بھی اتنا ہی یقینی ہے جتنا اس بات کا جو پہلے واقع ہو چکی ہو۔

نور ایمان کے بغیر انسان بھٹکتا ہی رہتا ہے:

اللہ تعالیٰ اسلاف کرام کا نور ایمان عطا فرمائے تب ہی کتاب و سنت کے آئینہ میں حق کا رخ زیبا نظر آتا ہے ورنہ ساری عمر شک و شبہ کی جھاڑیوں میں دامن الجھا رہتا ہے اور قیل و قال سے فرصت نہیں ملتی۔

قرآن کریم کی آیات طیبات اور ان احادیث صحیحہ کے بعد ہم کسی سے اپنے مومن

marfat.com

Marfat.com

اے ایمان والو راعنانہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو (تاکہ کلام کو پھر سے کرنے کی عرض نہ کرنی پڑے) اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ۔

اگرچہ مسلمان راعنا کا لفظ ادب واحترام سے استعمال کرتے اور رعایت سے لیتے یعنی حضور آپ ہماری رعایت فرمائیں لیکن منافقین وکفار کو یہ لفظ غلط استعمال کرنے کا موقع ملتا اس لئے مسلمانوں کو بھی منع فرمادیا اس سے یہ واضح ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر اور ان کی جناب میں کلمات ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترک ادب کا معمولی خدشہ بھی ہو وہ زبان پر لانا منع ہے ۔

واضح ہوا کہ ایسا کوئی لفظ بھی استعمال کرنا حضور کی شان میں منع ہوگا جس سے کفار آپ کی شان کو معاذ اللہ گھٹیا سمجھیں یہ کہنا کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا آپ کو کوئی اختیار نہیں تھا آپ فوت ہو گئے آپ کو زندگی حاصل نہیں وغیرہ وغیرہ یہ آپ کی شان میں تمام گستاخانہ الفاظ ہیں ۔

(از شفاء و [illegible])

نبی کریم ﷺ کے منصب کے خلاف لفظ کا استعمال کرنا بطور مذمت یا مزاح کے طور پر بہت بد اکلام ہوگا ۔

نہایت فحش گفتگو ہوگی شریعت میں اس کے قول کو بہت بد اور جھوٹا سمجھا جائے گا ۔

نبی کریم ﷺ کی توقیر :

رب نے ارشاد فرمایا :

﴿ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ﴾ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو ۔

" فاوجب الله على خلقه تعزيره وتوقيره الى تكريمه وتبجيله والزم اى اتباعه اكرامه وتعظيمه "

اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر واجب کر دیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کریں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے "تعزروہ" کا معنی بیان کیا ہے "تجلوہ" جو اجلال سے مشتق ہے یعنی آپ کی بزرگی بیان کرو اور مبرد نے کہا ہے کہ "تعزروہ" کا معنی ہے " تبالغوا فی تعظیمہ " نبی

marfat.com

Marfat.com

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" وغیرہ تعالیٰ لا یعلم الا باعلامہ "

یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جان سکتا مگر اس کے جتانے اور سکھانے سے ۔

آخر میں اپنی رائے ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" قلت ویمکن ان یکون التقدیر لایعلم من السموات والارض الغیب بشیء الا باللہ ای بتعلیمہ "

(مظہری)

یعنی جو میں کہتا ہوں کہ تقدیر عبارت یوں ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور سکھانے کے بغیر غیب کو نہیں جان سکتی ۔

فساد پھیلانے والوں کو خدا کے حضور جوابدہ ہونا پڑے گا :

اس تحقیق کے بعد اگر کوئی صاحب ہم اہل سنت پر شرک کا الزام لگائے تو اس کی مرضی اس آزادی کے دور میں ہم اس کے لئے دعا ہدایت کے بغیر کیا کہہ سکتے ہیں البتہ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس بہتان کے متعلق اس سے باز پرس ہوگی اور اس پر آشوب دور میں امت مصطفویہ علی نبیھا افضل الصلوات وازکی التسلیمات میں فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے پر اسے روز حشر جوابدہ ہونا ہوگا۔

" الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین "

(از ضیاء القرآن جلد سوم از ص ٤٥٧)

نبی کریم ﷺ کا مقام ادب :

حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو حضور ﷺ کے چچا ہیں) عمر کے لحاظ پر آپ ﷺ سے دو سال بڑے ہیں جب ان سے سوال کیا گیا کہ ؛

" انت اکبرام النبی ﷺ " تم بڑے ہو یا نبی کریم ﷺ بڑے ہیں ؟

تو اس سوال کا بڑا پیارا جواب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیا :

marfat.com

Marfat.com

" اللھم اھد ام ابی ھریرۃ " اے اللہ ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی دعا پر خوش ہو کر نکلا (گھر لوٹ آیا اسی امید پر کہ آپ کی دعا کبھی رد نہیں ہو گی) جب میں اپنے دروازہ پر پہنچا تو دروازے کو بند پایا میری ماں نے میرے قدموں کی آواز کو سن کر کہا "مکانک یا ابوھریرہ " اے ابو ہریرۃ ٹھہر جاؤ یہ کہتے ہی میں نے پانی گرنے کی آواز سنی ماں نے غسل کیا قمیص پہنی "وعجلت عن خمارھا "جلدی سے اپنا دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول کر کہنے لگیں اے ابو ہریرہ" اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ "یعنی ماں نے ایمان قبول کر لیا پھر میں خوشی کے آنسو بہاتا ہوا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور فرمایا بہت بہتر ہوا ۔

اس آیت کا تیسرا معنی یہ ہے کہ جب تم حضور کو پکارو تو ایسا نہ پکارو کہ جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو :

" ای برفع الصوت فوق صوتہ "

یعنی آپ کو بلند آواز سے نہ پکارو بلکہ ادب واحترام سے آہستہ آواز سے آپ کی خدمت میں جو بات عرض کرنی ہو وہ عرض کرو ۔

" او بندائہ باسمائہ فلا تقولوا یا محمد یا احمد بل قولوا یانبی اللہ و یارسول اللہ کما خاطبہ بہ سبحانہ "

حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کے ذاتی اسماء گرامی سے یعنی یا محمد اور یا احمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا نبی اللہ اور یارسول اللہ کہہ کر پکارو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صفاتی ناموں سے پکارا ہے ۔

" وامثالھا من نحو یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ وھذا فی حیاتہ و کذابعد وفاتہ فی جمیع مخاطباتہ "

(از شفا مع الشرح ج ۲ ص ۶۱)

یارسول اللہ اور یا نبی اللہ کی طرح یا حبیب اللہ اور یا خلیل اللہ کہہ کر آپ کو پکارے یہ حکم آپ کی ظاہری حیات میں بھی تھا اور آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ سے خطاب میں یہی ادب واحترام مد نظر رکھا جائے ۔

marfat.com
Marfat.com

" ففی قاضیخان لو عاب الرجل النبی ﷺ فی شیء کان کافرا "

فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اگر کسی شخص نے رسول ﷺ پر کسی قسم کا عیب بھی نکالا تو وہ کافر ہو گا

" وذکر فی الاصل ان شتم النبی ﷺ کفر "

مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے العیاذ باللہ حضور ﷺ کو گالی دی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

" وعن ابی حفص الکبیر من عاب النبی ﷺ بشعرۃ من شعراتہ الکریمۃ فقد کفر "

ابو حفص کبیر کا قول ہے کہ جس شخص نے نبی کریم ﷺ کے بالوں مبارکہ میں سے کسی ایک بال کے ذریعے بھی حضور ﷺ پر عیب لگایا وہ یقیناً کافر ہو گیا۔

" ولو قال کان جن النبی ﷺ ذکر فی نوادر الصلوۃ انہ کفر "

اگر کسی شخص نے کسی نبی کے متعلق یہ کہا کہ وہ مجنون تھے یعنی پاگل تھے (العیاذ باللہ) تو وہ کافر ہو گا۔

ہاں خیال رہے کہ ؛

"ویجوز ان یقال اغمی علی النبی ﷺ "

یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی پر بے ہوشی طاری ہو گئی ۔

وجہ اس کی اصل میں یہ ہے کہ جنون عیب ہے اور عیوب سے انبیائے کرام علیہم السلام پاک ہیں اسلئے جنون کی نسبت انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف کرنا کفر ہے لیکن بے ہوشی بیماری ہے اور بیماری ہر شخص کے لئے رحمت ہے اسلئے بیماری کی نسبت انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف کرنا جائز ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ حکم مسلمان کا تھا اگر کافر حضور کی شان میں گستاخی کرے عیب لگائے تو بعض اہل علم نے کہا اسے قتل کر دیا جائے اور بعض نے کہا کہ اس سے معاہدہ توڑ دیا جائے اور اسے اپنے ملک سے نکال دیا جائے تاکہ وہ کافروں کے ملک میں پہنچ جائے ۔

(شفامع الشرح لملاعلی قاری ج ۲ ص ۳۸۶)

marfat.com

Marfat.com

بادشاہوں (قیصر) اور حبشہ کے بادشاہوں (نجاشی) کو بھی دیکھا ہے لیکن کسی کے احباب کو ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا کہ محمد ﷺ کے اصحاب آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔

ابو یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

"لقد کنت ارید ان اسأل رسول اللہ ﷺ عن الامر فاؤخر سنتین من ھیبتہ"

(از شفا مع الشرح ج ۲ ص ٦٩)

میں حضور ﷺ سے کوئی سوال کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے کمال و جلال کی وجہ سے تعظیماً وہ سوال میں دو سال تک مؤخر کرتا رہا ۔

خیال رہے کہ یہ رعب و ھیبت قدرتی طور پر آپ کو حاصل تھی ورنہ آپ سے بڑھ کر کوئی رحم کرنے والا نہ تھا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی کو مقام حاصل ہوتا ہے کہ وہ شفیق بھی ہو اور بارعب بھی ہو گالیوں اور ڈنڈے سے رعب جمانا کوئی مستحسن کام نہیں ۔

" واعلم ان حرمة النبی ﷺ بعد موته وتوقيره وتعظيمه بعد وفاته لازم ای علی کل مسلم کما کان حال حیاته لان حی یرزق فی علو درجاته ورفعة حالاته "

(شفا مع الشرح ج ۲ ص ۷۰)

جان لو بیشک نبی کریم ﷺ کی حرمت آپ کی تعظیم و تکریم آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی ہر مسلمان پر ایسے ہی لازم ہے جیسے کہ آپ کی ظاہری حیات میں تھی کیونکہ آپ کو آپ کے درجات کی بلندی اور حالات کی رفعت کے پیش نظر زندگی حاصل ہے اور آپ کو رزق بھی دیا جاتا ہے ۔

صحابہ کرام اور اھل بیت کی تعظیم نبی کریم کی تعظیم ہے :

" وذالك التعظيم والاكرام عند ذكره عليه الصلوة والسلام وذكر حديثه ای كلامه وسننه ای وذكر طريقته وسماع اسمه وكذا نعته وسيرته ای فی جميع هيئاته من حركاته وسكناته ومعاملة آله ای اهل بيته وعترته ای ذريته وقرابته وتعظيم اهل بيته ای من ازواجه وخدمه ومواليه وصحابته "

(از شفا مع الشرح ج ۲ ص ۷۰)

marfat.com

Marfat.com

خلاف کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے ۔

منافقین اپنی مجلسوں میں سید عالم ﷺ پر طعن کیا کرتے تھے پھر مسلمانوں کے پاس اپنی باتوں کا انکار کرتے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنی بریت ثابت کرتے مسلمانوں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مسلمانوں کو خوش کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرو ان پر ایمان لاؤ اگر تمہارا ایمان ہوتا تو تم اس قسم کی حرکتیں نہ کرتے ۔

یہ خوب سمجھ لو کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کو ہی جاری رکھا تو تمہیں جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہنا پڑے گا یہ تمہارے لئے بہت بڑی رسوائی ہوگی ۔

نبی کریم ﷺ کی شان میں وہ لفظ استعمال کرنا منع ہے جس سے کافر غلط معنی لے سکتے ہوں :

نبی کریم ﷺ جب کلام فرماتے تو صحابہ کرام کو اگر ضرورت پیش آتی کہ آپ ذرا ہماری رعایت فرمائیں بات آہستہ کریں تو وہ عرض کرتے :

" یا رسول اللہ راعنا" یا رسول اللہ ہماری رعایت فرمائیں لیکن منافقین یہی لفظ بولتے تھے اور رعونۃ سے مراد لیتے جس کا معنی ہوتا حماقت یعنی معاذ اللہ آپ کو احمق سے تعبیر کرتے یا راعنا کو کھینچ کر ایسے پڑھتے کہ لفظ راعینا بن جاتا جس کا معنی چرواہا ہوتا ۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ سنا کر کہ یہ کیا مطلب لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا آئندہ اگر کسی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسا لفظ استعمال کیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا یہود نے کہا کہ یہ لفظ تم بھی تو استعمال کرتے ہو تو اس واقعہ کے بعد رب نے مومنوں کو بھی اس لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا :

﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴾

(پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۴)

marfat.com

Marfat.com

پاکستان میں بھی انہیں کانگریسی ملاؤں کی صورت میں اپنے ایجنٹ مل چکے ہیں جو قیام پاکستان کے وقت بھی انگریز کے پٹھو بن کر گاندھی کا ساتھ دے چکے ہیں گاندھی کو مسجد کے منبر پر بٹھا چکے ہیں قیام پاکستان کے وقت تو قائداعظم کی علمی بصیرت علمائے اہل سنت وجماعت کی سعی جمیل اور عوام کی بیداری مغز کی وجہ سے یہ اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن آج پاکستان کو تباہ کر کے یہ اپنا بدلہ لینا چاہتے ہیں اے اللہ جیسے تو نے ان کے ناپاک ارادوں کو قیام پاکستان کے وقت ناکام کیا تھا آج بھی انہیں ناکام کر۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمد :

حضرت عبد اللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نازل شدہ آیت کریمہ تلاوت کی :

﴿ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

(پ ۱۳ سورۃ ابراھیم ۳۶)

اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

(رب کے حضور یہ) عرض کیا :

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

(پ ۷ سورۃ المائدۃ آیت ۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

" فرفع یدیه وقال اللهم امتی وبکی "

اس کے بعد حضور ﷺ نے روتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر عرض کیا اے اللہ میری امت میری امت " فقال الله یا جبریل اذهب الی محمد وربك اعلم فاساله مایبکیك "اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل جاؤ تم محمد (ﷺ) کے پاس تمہارا رب خوب جانتا ہے، پھر بھی ان سے پوچھو تمہیں کس چیز نے رلایا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

کریم ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کرو، اس معنی کے لحاظ سے لایعنی لوگوں کا بیہودہ قول مندفع ہو جائے گا کہ اہل سنت نبی کریم ﷺ کی تعظیم میں مبالغہ کرتے ہیں جب رب آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرنے کا حکم دے رہا ہے تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے جو یہ کہے کہ تھوڑی تھوڑی تعظیم کرو، اور اخفش نے اس لفظ کا معنی بیان کیا ہے "تنصرونه" یعنی آپ کی اور آپ کے دین کی امداد کرو ۔"وهذه المبانی متقاربة المعانی " معنی کے طور پر جو تینوں لفظ ذکر کئے گئے ہیں ان تمام کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے یعنی آپ کی بزرگی بیان کرو اور آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو اور آپ کے دین اور آپ کی امداد کرو۔

اور رب نے ارشاد فرمایا :

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ﴾

(پ ۱۸ سورۃ النور آیت ۶۳)

رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے ۔

اس آیت کے تین معانی ہیں ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ جب تمہیں بلائیں ایسا نہ سمجھو کہ کسی عام آدمی نے بلایا ہے جی چاہے تو مان لیں نہ جی چاہے تو نہ مانیں بلکہ اس کے حکم کو فوراً قبول کرو دوسرے مقام پر فرمایا :

﴿ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾

(پ ۹ سورۃ الانفال آیت ۲۴)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائیں ۔

دوسرا معنی ہے کہ حضور ﷺ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو آپ کی دعاء میں قبولیت کا اندازہ صرف اس سے لگایا جائے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا کیونکہ وہ مشرکہ تھی ایک دن میں نے جب اسے ایمان کی دعوت دی تو اس نے مجھے نبی کریم کے متعلق ایسا کلام سنایا جسے میں ناپسند کرتا تھا میری ماں نے حضور کی شان میں گستاخانہ کلام کیا میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ابوھریرہ کی ماں کو ہدایت دے تو حضور نے رب کے دربار میں عرض کیا :

marfat.com

Marfat.com

اور اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم مہربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے :

" والحکمة فی ارسال جبریل سواله ﷺ اظهار شرف النبی ﷺ وانه بالمحل الاعلی فیرضی ویکرم بمایرضیه "

جبریل کو آپ کے پاس بھیج کر سوال کرنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ کے بلند مراتب کا اظہار کیا جائے کہ آپ اس بلند مرتبہ پر فائز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے انعامات سے راضی کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کرام عطا فرمائے گا ۔

" وهذا الحدیث موافق لقول الله عزوجل ولسوف یعطیك ربك فترضی "

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عظیم عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اور حدیث میں فرمایا گیا " ولا نسوئك " ہم تمہیں غمزدہ نہیں کریں گے اس میں تاکید پائی گئی ہے اور اس وہم کا ازالہ پایا گیا ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی بعض امت کو اللہ تعالیٰ بخشے گا بلکہ معنی یہ ہے :

" نرضیك ولا ندخل علیك حزنا بل ننجی الجمیع "

(او نووی)

ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپکو غم میں مبتلا نہیں کریں گے بلکہ آپ کی تمام امت کو بخش دیں گے یعنی اگر کسی کو گناہوں کا عذاب دیا جائے تو وہ دائمی نہیں ہوگا بلکہ فقط ان کو جنت میں داخل کرنے کے لئے گناہوں کی آلودگی سے صاف کرنے کے لئے وہ عتاب ہوگا یعنی ذلت کے طور پر معمولی سرزنش کے طور پر ہوگا ۔

نبی کریم ﷺ کی جائے نماز سے تبرک حاصل کرنا :

محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بیشک عتبان بن مالک انصاری رضی

marfat.com
Marfat.com

صحابہ کرام کا ادب واحترام :

نبی کریم ﷺ کا ادب واحترام صحابہ کرام کیسے کرتے تھے اور ان کے دلوں میں کتنی محبت تھی ان احادیث سے اندازہ کریں اور اپنے دلوں میں محبت پیدا کریں ۔

حضرت ابن شماسہ مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ایک طویل حدیث ذکر کی اس میں یہ بھی فرمایا :

" وما کان احد احب الی من رسول اللہ ﷺ ولا اجل فی عینی منه وما کنت اطیق ان املأ عینی منه اجلالاله ولو سئلت ان اصفه ما اطقت لانی لم اکن املأ عینی منه "

نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں تھا اور نہ ہی میری آنکھوں میں آپ سے بڑھ کوئی بزرگ نظر آیا اور آپ کی عظمت کے پیش نظر میں نے آپ کو آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھا اور اگر مجھ سے آپ کے (جسم اطہر کے) اوصاف پوچھے جائیں تو میں نہیں بتا سکتا کیونکہ میں نے آپ کو آنکھ بھر کر کبھی دیکھا ہی نہیں ۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جب قریش نے انہیں حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ گفت وشنید کے لئے بھیجا تو میں نے صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی ایسے تعظیم کرتے ہوئے پایا کہ ایسا میں نے کبھی کسی کی تعظیم کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا آپ وضو کرتے ہیں تو صحابہ جلدی سے آپ کے اعضاء سے گرنے والے پانی کو بطور تبرک حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہر شخص ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے یوں معلوم ہوتا کہ شائد یہ ایک دوسرے سے اس سبقت حاصل کرنے میں لڑ پڑیں گے آپ اپنا لعاب یا کھنکار زمین پر ڈالتے ہیں تو صحابہ اسے پہلے ہی حاصل کر لیتے ہیں اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے ہیں آپ کے بال کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ پہلے ہی اٹھا لیتے ہیں آپ کوئی حکم فرماتے ہیں تو اسے جلدی قبول کر لیتے ہیں آپ کی تعظیم کے پیش نظر آپ کو نگاہیں اٹھا کر دیکھتے نہیں۔

عروہ نے واپس آکر قریش کو بتایا کہ اے قریش میں نے فارس کے بادشاہوں (کسریٰ) روم کے

marfat.com

Marfat.com

ادا کریں وہاں نماز ادا کرنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے۔

۳ کسی بزرگ شخص کا اپنے سے کم درجہ والے کی زیارت کے لئے جانا اور اس کی مہمان نوازی قبول کرنا بہتر ہے ۔

۴ عذر کی وجہ سے جماعت کو ساقط کرنا جائز ہے ۔

۵ امام، عالم یا اس کے بڑے لوگوں کو اپنے ساتھ اپنے بعض کو لے جانا جائز ہے ۔

آجکل مشائخ یا مہتمم حضرات جیسا کہ اپنے ساتھ خدام کو رکھتے ہیں، یہ جائز ہے۔ لیکن دعوت کرنے والے کو یہ بتانا چاہئے کہ میرے ساتھ اتنے آدمی ہوں گے اگر اس کی طاقت ہو تو وہ دعوت کرے ورنہ چھوڑ دے ۔

۶ کسی کے گھر جا کر اس سے اجازت طلب کر کے اس کے گھر میں داخل ہو۔ بیشک اس شخص نے پہلے خود ہی دعوت کیوں نہ دی ہو۔ صاحب خانہ کے گھر نہ ہونے کی صورت میں واپس لوٹ آئیں۔

۷ سب سے پہلے مقصودی کام کیا جائے کیونکہ حضور ﷺ نماز ادا کرنے کی غرض سے گئے تھے تو وہی کام آپ نے سرانجام دیا ۔

خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں یہ بھی ذکر ہے "**وحبسناہ علی حزیر صنعناہ لہ** "ہم نے آپ کے لئے حزیرہ کھانا تیار کیا اور آپ کو کھانا تناول کرنے کے لئے ٹھہرا لیا ۔**حزیر یا حزیرہ** اس کھانے کو کہا جاتا ہے کہ گوشت کو ابال کر اسکے اوپر آٹا ڈالا جاتا تھا ۔

"**قال فثاب رجال من اھل الدار حولنا حتی اجتمع فی البیت رجال ذو عدد**"

عتبان کہتے ہیں کہ اردگرد سے ہمارے محلہ کے کئی آدمی میرے گھر میں جمع ہو گئے ۔

۸ اور فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جب کسی کے گھر کوئی نیک بزرگ شخص تشریف لے آئیں تو اہل محلہ اس کے گھر آ کر اس بزرگ کی زیارت کریں اس کی عزت و تکریم بجالائیں اور اس سے فائدہ حاصل کریں

۹ گھر میں نماز کیلئے کسی جگہ کو معین کرنا جائز ہے البتہ ایک حدیث میں گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے معین کرنے کی ممانعت بھی پائی گئی ہے۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ جب ریاکاری کی نیت سے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے معین کی جائے تو یہ ناجائز ہے ۔

(ماخوذ از نووی شرح مسلم)

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرنے کا حق یہ ہے کہ جب آپ کی ذات کا ذکر ہو تو تعظیم سے ہو آپ کے کلام یعنی احادیث کو ادب واحترام سے ذکر کیا جائے آپکی سنتوں یعنی آپ کے طریقے جب بھی ذکر کئے جائیں تو ان میں آپ کی عظمت کا پاس ہو آپ کے اسم گرامی اور آپ کے اوصاف کو سن کر تعظیم بجالائے آپ کی سیرت یعنی آپ کی تمام حرکات وسکنات میں تعظیم کا لحاظ رکھے آپ کی آل اولاد اور قرابت داروں سے تعظیم وتکریم کے معاملات رکھے آپ کی ازواج خدام اور غلاموں کی عظمت کا خیال رکھے ان کی شان میں گستاخی نہ کرے اور آپکے صحابہ کرام کی عظمت کا پاس رکھے ان کا نام ادب واحترام سے لے ان کی شان بیان کرے جس سے ان کی تعظیم وتکریم سمجھ آئے ان کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرکے اپنا ٹھکانا جہنم میں نہ بنائے۔

شومئ قسمت آج ہمارے ملک میں فساد دہشت گردی قتل وغارت کا بازار کیوں گرم ہے شیعہ سنی فساد کیوں برپا ہیں؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک گروہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ظالم قرار دے رہا ہے بلکہ معاذ اللہ سوائے تین صحابہ کرام کے سب کو مرتد کہہ رہا ہے۔

اور دوسرا گروہ بظاہر صحابہ کرام کی عظمتوں کا پاسدار بن کر یزید کو مغفور اور جنتی ہونا ثابت کر رہا ہے معاذ اللہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو غلطی پر ہونا قرار دے رہا ہے۔

ان دو ناپاک فرقوں نے ملک کو دہشت گردی کا اڈہ بنا رکھا ہے درحقیقت یہ لوگ امریکی ایجنٹ ہیں جو ایران اور پاکستان کو لڑانا چاہتے ہیں۔

امریکی اور اس کے ہمنوا دوسرے کفار کے وہی ناپاک ارادے ایران اور پاکستان کے متعلق ہیں جو وہ خلیج میں اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنا چکے ہیں۔ نہ وہ کویت کے ہمدرد تھے اور نہ سعودیہ کے، بلکہ وہ تمام مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہمہ وقت رہتے ہیں، عراق کی عسکری طاقت کو تباہ کیا اور سعودیہ اور کویت کو مالی لحاظ پر تباہ وبرباد کردیا۔

marfat.com

Marfat.com

تبرک حاصل کیا۔ نبی ﷺ نے جس چیز کو ہاتھ لگایا ہو یا جس کو پہنا ہو اس سے تبرک حاصل کیا جائے غرضیکہ کسی چیز کو کسی طرح بھی حضور سے نسبت ہو وہ باعث تبرک ہوگی۔ اس پر امت کا اجماع ہے اور سلف صالحین اور بعد میں آنے والے تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک میں آپ کے نماز ادا کرنے کی جگہ نماز ادا کرے تبرک حاصل کیا جائے اور جس غار میں حضور داخل ہوئے اس میں داخل ہو کر تبرک حاصل کرے یعنی غار حرا اور غار ثور میں حصول تبرک کے لئے حاضری دے (سعودی نجدیوں کو بھی یہ بات سمجھ آتی تو وہ ان دونوں غاروں کی پہاڑیوں کے نیچے "تبرک حاصل کرنا حرام ہے" کے بورڈ آویزاں نہ کرتے)

نبی کریم ﷺ نے خود تبرک حاصل کرنے کے لئے ہی اپنے بال مبارک حضرت طلحہ کو دیئے کہ یہ لوگوں میں تقسیم کردو اور اپنی چادر انہیں عطا کی کہ اس میں اپنی بیٹی کو کفن دو۔ تبرک کے لئے آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے درخت کی دو سبز شاخیں دو قبروں پر رکھیں۔ تبرک حاصل کرنے کے لئے ہی بنت ملحان نے آپ کے پسینہ کو جمع کر کے اپنے پاس رکھا اور تبرک کے لئے ہی آپ کے وضو کے لئے استعمال ہونے والا پانی اور آپ کے کھنکار اور لعاب کو چہروں پر ملا گیا۔ اس قسم کی کثیر مثالیں صحیح احادیث میں مذکور ہیں جن میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ کا مریض کی عیادت کرنا:

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے باپ (سعد رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ نے بتایا:

" عادنی رسول اللہ ﷺ فی حجۃ الوداع من وجع اشفیت منہ علی الموت "

کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں میری عیادت کی جبکہ میں ایک ایسے درد میں مبتلا تھا کہ بظاہر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں موت کے کنارے پر ہوں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے جو تکلیف پہنچ چکی ہے وہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں، میں کثیر مال کا مالک ہوں، سوائے میری ایک بیٹی کے میرا کوئی وارث نہیں۔ کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کر دوں آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا میں اپنے مال کا آدھا حصہ صدقہ کر دوں تو حضور

marfat.com

Marfat.com

" فاتاه جبریل علیه السلام فسأله فاخبره رسول الله ﷺ بماقال وهو اعلم "

جبریل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے پوچھا (کہ آپ کیوں رو رہے تھے) تو رسول اللہ ﷺ نے جو (رب تعالیٰ کے حضور) عرض کیا تھا اس کی خبر دی حالانکہ اللہ تعالیٰ خود ہی بہتر جانتا ہے۔

" فقال الله تعالیٰ یا جبریل اذهب الی محمد انا سنرضیك فی امتك ولانسؤك "

(مسلم ج ۱ باب دعاء النبی صلی الله لامته)

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کو امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو غمزدہ نہیں کریں گے۔

اس حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد:

۱ اس حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کی امت کے حق میں کامل شفقت کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ اپنی امت کی مصلحتوں کا کتنا خیال رکھتے تھے اور ان کے معاملات کی کتنی رعایت رکھتے تھے۔

۲ " استحباب رفع الیدین فی الدعاء "

آپ نے چونکہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اس سے پتہ چلا کہ دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا مستحب ہے۔

۳ رب نے حضور کو تسلی دیتے ہوئے جو یہ فرمایا:

" سنرضیك فی امتك ولا نسؤك "

ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور غمزدہ نہیں کریں گے اس میں حضور کی امت کو کامل بشارت دی گئی ہے اور امت کے امید دلانے والی تمام احادیث سے بڑھ کر اس حدیث میں انہیں بخشش کی امید دلائی گئی ہے۔

٤ "بیان عظم منزلة النبی ﷺ عند الله تعالیٰ وعظیم لطفه سبحانه به ﷺ "

نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عظیم مرتبہ ہے اس کا ذکر اس حدیث میں پایا گیا ہے

marfat.com

Marfat.com

"ان المباح اذا قصد به وجه الله تعالیٰ صار طاعة ویثاب علیه"

بیشک مباح میں جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ کر لیا جائے تو وہ کام طاعت بن جاتا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے زوجہ کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو نیکی کا کام کہا ہے اور اس میں بھی آپ نے یہ قید ذکر فرمائی ۔ "تبتغی بها وجه الله" کہ اس میں تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کر رہے ہو ۔

نتیجہ یہ واضح ہوا کہ جب انسان کوئی مباح کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے تو وہ طاعت ہو جاتا ہے اور اس سے ثواب حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی غرض سے کھانا تناول کرنا اور آرام کرنے کے لئے سونا بھی عبادت ہے جبکہ اس کی نیت یہ ہو کہ مجھے اس کھانے اور سونے سے توانائی اور چستی حاصل ہوگی جس سے میں عبادت اچھی اداکر سکوں گا اسی طرح حرام سے اپنے آپ کو بچانے اور اپنی نظر کو بچانے کی غرض سے اپنی زوجہ سے جماع کرنا بھی مستحب ہے۔

(نووی)

نبی کریم ﷺ کے سامنے تکبر کی سزا :

ایاس بن سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں :

" ان رجلا اکل عند رسول الله ﷺ بشماله فقال کل بیمینك قال لا استطیع قال لا استطعت ما منعه الا الکبر قال فما رفعها الی فیه "

(مسلم ج ۲ ص ۱۸۰)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا تناول کرنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا : کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ! اس نے کہا میں دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں طاقت ہی نہ ہو ۔ اس شخص کے لئے مانع صرف تکبر ہی تھا اس لئے اسے ہاتھ منہ تک اٹھانے کی طاقت بھی نہ حاصل ہو سکی ۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے تکبرانہ جواب پر اس کے خلاف دعا کی اور فرمایا "لا استطعت" تمہیں نہ ہی طاقت ہو اس سے فائدہ حاصل ہوا ۔

"وفی الحدیث جواز الدعاء علی من خالف الحکم الشرعی بلا عذر"

اس حدیث میں حکم شرعی کی بلا عذر مخالفت کرنے والے کے خلاف دعا کرنے کا ثبوت موجود ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اللہ عنہ جو بدر میں بھی شریک ہوئے بیشک یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بیشک میری نظر کچھ کم ہو گئی میں ایک قوم کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن جب بارش برستی ہے تو میرے اور اس قوم کے درمیان ایک برساتی نالہ حائل ہو جاتا ہے اب میں ان کی مسجد میں جا کر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا۔

"وددت انك یا رسول اللہ تاتی فتصلی فی مصلی اتخذہ مصلی"

اسلئے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ بیشک رسول اللہ آپ آئیں ایک جگہ نماز (میرے گھر میں) ادا کریں تا کہ میں اسی جگہ کو نماز کے لئے منتخب کرلوں تو حضور ﷺ نے فرمایا "سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ "میں انشاء اللہ جلدی ہی ایسا کروں گا عتبان کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دن کے بلند ہونے پر تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے اجازت طلب کی میں نے اجازت دی آپ بیٹھے بھی نہیں تھے کہ گھر میں داخل ہو کر پوچھا کہ تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں (اس جگہ) نماز ادا کروں میں نے اپنے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا :

"فقام رسول اللہ ﷺ فکبر فقمنا وراء فصلی رکعتین ثم سلم"

(مسلم ج ۱ باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة لعذرہ)

تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر سلام پھیرا۔

حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد :

۱ جب بھی کوئی کام کرنا مقصود ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ کا لفظ ذکر کرے۔ قرآن پاک اور حدیث پاک سے اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

۲ " التبرك بالصالحين واثارهم والصلوة فی المواضع التی صلوا بها وطلب التبريك منهم"

نیک لوگوں اور ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے اور جہاں نیک لوگ نماز

marfat.com

Marfat.com

انبیائے کرام کے یعنی عبداللہ، ابراہیم، وغیرہ نام رکھے جائیں۔

۲ بچے کے پیدا ہونے پر کھجور سے گھٹی ڈالنا مستحب ہے اگر کھجور نہ مل سکے تو کوئی اور میٹھی چیز اسکے منہ میں ڈالی جائے۔

۳ گھٹی ڈالنے والا کھجور کو چبا کر مکمل طور پر نرم کردے تاکہ بچے کو چوسنے میں مشکل درپیش نہ آئے۔

۴ " ویستحب ان یکون المحنك من الصالحین وممن یتبرك به رجلا كان او امراة فان لم یكن حاضرا عند الموجود حمل الیه "

مستحب ہے کہ گھٹی ڈالنے والا نیک شخص ہو خواہ مرد یا عورت اگر نیک شخص وہاں نہ ہو تو بچے کو اس کے پاس لے جائیں تاکہ وہ گھٹی ڈالے۔

۵ " التبرك باثار الصالحین وریقهم وكل شیء منهم "

نیک لوگوں کے آثار یعنی ان سے متعلق اشیاء سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے۔ ان کے لعاب سے تبرک حاصل کرنا اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے تبرک حاصل کیا جائے۔

۶ مستحب یہ ہے بچوں کے نام نیک لوگوں سے رکھوائے جائیں تاکہ وہ اسلامی طرز کے نام رکھیں۔ صرف فلمی لوگوں کے اور کھلاڑیوں کے نام رکھنے پر اکتفا نہ کیا جائے۔

۷ نبی کریم ﷺ میں کامل طور پر عجز پایا جاتا تھا کہ آپ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے خود سرانجام دیتے تھے۔

۸ بڑے شخص کا از خود اپنے کام میں مشغول ہونے سے " لا ینقص ذالك مروته " ان کی مروت میں کوئی فرق لازم نہیں آتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کا گم ہونا :

نبی کریم ﷺ کو سفر میں اگر عورتوں کو ساتھ لے جانے کی ضرورت درپیش آتی تو عورتوں کے اطمینان قلب کے لئے قرعہ ڈالتے جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ غزوہ بنی مصطلق (غزوہ مریسیع) میں جاتے ہوئے قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا تو حضور ﷺ انہیں ساتھ لے گئے یہ واقعہ پردے کا حکم نافذ ہو جانے کے بعد کا ہے جب پردہ کی آیات نازل ہو گئیں تو اس کے بعد عورتوں کے کجاوے پر بھی پردہ ہوتا تھا اسی طرح پردہ میں ہی کجاووں کو اٹھا کر اونٹوں پر رکھ دیا جاتا تھا۔

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنا :

حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ایک پیالہ دکھایا اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور سقیفہ بن ساعدہ میں بیٹھے اور آپ نے فرمایا :

" اسقنا یا سهل " اے سہل ہمیں پانی پلاؤ ۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

"فاخرجت لهم هذا القدح فاسقيتهم فيه " کہ میں نے یہ پیالہ نکالا اور اس سے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو پانی پلایا ۔

ابو حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"فاخرج لنا سهل ذالك القدح فشربنا فيه " سہل نے ہمیں اس پیالہ سے پانی پلایا ۔

"ثم استوهبه بعد ذالك عمر بن عبد العزيز فوهبه له "

(مسلم ج ۲ ص ۱۷۷)

پھر وہی پیالہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے بطور ہبہ طلب کیا۔ تو وہ ان کو ہبہ کر دیا گیا۔

اس حدیث کے ماتحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :

" هذا فيه التبرك بآثار النبى ﷺ وما مسه اولبسه او كان منه فيه سبب وهذا نحو ما اجمعوا عليه واطبق السلف والخلف عليه من التبرك بالصلوة فى مصلى رسول الله ﷺ فى الروضة الكريمة ودخول الغار الذى دخله ﷺ وغير ذالك ، ومن هذا عطاؤه ﷺ ابا طلحة شعره ليقسمه بين الناس واعطاؤه ﷺ حقوه لتكفن فيه بنته وجعله الجريد تين على القبرين وجمعت بنت ملحان عرقه ﷺ وتمسحوا بوضوئه ﷺ ودلكوا وجوههم بنخامته ﷺ واشباه هذا كثيرة مشهورة فى الصحيح وكل ذالك واضح لاشك فيه "

(نووی)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین نے نبی کریم ﷺ کے آثار سے

marfat.com

Marfat.com

ایک ماہ کے بعد فرمایا جو فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہی ہو گا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اس پر بہت خوش ہوئی کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ میں پاکدامن ہوں اللہ تعالیٰ ضرور میرے حق میں فیصلہ فرمائے گا ۔

جب سورہ نور کی اٹھارہ آیات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بیان کرنے کے لئے اور منافقین کی مذمت کے لئے نازل ہوئیں تو حضور ﷺ نے منبر پر ان آیات کو سنایا ۔

تنبیہ :

علامہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :"ولو عرف ذالك لما ضاق قلبه "اگر کوئی شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم نہیں تھا اگر آپ کو اس واقعہ کا علم ہوتا تو آپ پریشان کیوں تھے ؟

" والجواب انه علیه السلام کثیرا ما کان یضیق قلبه من اقوال الکفار مع علمه بفساد تلك الاقوال قال تعالیٰ ولقد نعلم انك یضیق صدرك بمایقولون فکان هذا من هذا الباب "

(کبیر جز ۲۲ ص ۱۷۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ کثیر طور پر کافروں کی باتوں سے پریشان ہو جاتے تھے حالانکہ آپ کو معلوم ہوتا تھا کہ ان کی یہ باتیں غلط ہیں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

" ولقد نعلم انك یضیق صدرك بما یقولون "

تحقیق ہمیں معلوم ہے کہ بیشک آپ کے دل کو ان کی باتوں سے تنگی حاصل ہوتی ہے یہ مسئلہ بھی اسی قبیلہ سے ہے ۔

علامہ رازی رحمہ اللہ کے اس ارشاد کے بعد واضح ہو گیا کہ آپ کو پریشانی صرف کافروں، منافقوں کی باتوں سے ہو رہی تھی آپ کو معلوم تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں اور خصوصاً جب اپنے بھی سازش کا شکار ہو چکے تھے تو پریشانی کی زیادتی کا یہ سبب بن گیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے پہلے اگر آپ خود ہی منافقوں کی باتوں کا رد

marfat.com

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا نہیں۔ البتہ تم اپنے تہائی حصہ کی وصیت کر سکتے ہو ، تہائی حصہ کی وصیت کافی ہے اسلئے کہ اگر تم اپنے ورثاء کو محتاج چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلا رہے ہوں۔ (تو یہ اچھا نہیں)

" ولست تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله الا اجرت بها حتى اللقمة تجعلها في في امراتك "

(مسلم ج ۲ ص ٤٧)

تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو مال بھی خرچ کرو گے یقیناً تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ لقمہ تم اپنی زوجہ کے منہ میں ڈالو۔ (تو تمہیں اس کا بھی اجر ملے گا) ۔

فوائد :

مریض کی عیادت کرنا مستحب ہے۔ جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کی عیادت کرتے ہیں ، یا امام کی عیادت کرتے ہیں۔ ایسے ہی امام کے لئے بھی مستحب یہ ہے کہ وہ عوام کی عیادت کرے۔ مریض کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مرض کے دوران کسی سے دوا پوچھے۔ یا نیک آدمی کو دعا کرنے کے متعلق کہے ، یا کسی کو اپنے تہائی مال میں وصیت کرے ، یا کوئی اپنے حال کے مطابق مسئلہ پوچھے۔ لیکن مرض سے تنگ ہو کر کسی کے سامنے شکایت کے طور پر ذکر کرنا ، پریشانی کا اظہار کرنا منع ہے ؛ کیونکہ اس سے وہ ثواب ضائع ہو جاتا ہے جو مرض کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے ۔

حدیث پاک میں صلہ رحمی کرنے ، قریبی رشتہ داروں پر احسان کرنے اور ورثاء پر شفقت کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے۔ جتنا زیادہ قریبی رشتہ ہو گا اسی کے مطابق اس پر احسان کرنا اچھا ہو گا۔ بنسبت دور والے رشتہ کے اور مسئلہ یہ سمجھ آیا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے ، اگر نیت نیک عمل کی ہو تو ثواب حاصل ہوتا ہے ۔

"ان الانفاق على العيال يثاب عليه اذا قصد به وجه الله "

بیشک اولاد پر مال خرچ کرنے سے بھی ثواب حاصل ہوتا ہے جب انسان کا ارادہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے اسلئے میں اس کا حکم مان کر اس ذمہ داری کو پورا کر رہا ہوں ۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے کلام کو سن کر عرض کیا :

" یا رسول اللہ کیف یسمعوا وانی یجیبوا وقد جیفوا قال والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا ثم امر بھم فسحبوا فالقوا فی قلیب بدر "

(مسلم ج ۲ ص ۳۹۵)

یارسول اللہ یہ کیسے سنیں گے اور کیسے جواب دیں گے ؟ یہ تو مردار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو میں ان سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ جواب دینے پر قادر نہیں ہو پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کو گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا جائے ۔

اس حدیث پاک کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ان کے سننے کا یہی مطلب لیا جائے گا جیسا کہ عام فوت ہونے والے لوگوں کے سننے کا ذکر عذاب قبر والی احادیث میں موجود ہے البتہ وہ کیسے سن سکتے ہیں اس کے متعلق یہ ہے کہ ہو سکتا ہے انہیں مکمل زندگی عطا کر دی گئی ہو اور ہو سکتا ہے کہ صرف سمجھنے والے اعضاء کو زندگی دے دی گئی اور انہیں سننے اور سمجھنے کی طاقت دے دی گئی ہو ۔

" وھو الظاھر المختار الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور واللہ اعلم"

(نووی)

یہی قول ظاہر اور مختار بھی یہی ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ ذکر ہے کہ قبر پر جا کر سلام کیا جائے یعنی "السلام علیکم یا اھل القبور" کہا جائے ان سے واضح ہو رہا ہے کہ مردے سنتے ہیں اگر نہ سنتے تو سلام دینے کا کیا مقصد ہو گا۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

اور یہ فائدہ حاصل ہوا کہ تکبر انسان کو ذلیل کرتا ہے اور فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ہر حال میں اچھے کام کا حکم دینا اور برے کام سے روکنا ضروری ہے ، خواہ وہ کھانے پینے کی حالت ہی کیوں نہ ہو؟ کھانے پینے کے آداب سکھانا بھی مستحب ہے ۔

دائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھانا اور بائیں سے اجتناب کرنا بھی امر مستحسن ہے بلکہ حضرت نافع نے کسی کو کوئی چیز دائیں ہاتھ سے دینا اور دائیں ہاتھ سے ہی لینا بھی مستحب قرار دیا ہے ۔

خیال رہے کہ اس شخص کے متعلق قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے تو منافق ہونا لکھا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے حکم سے عدولی کرنے والا منافق تھا تاہم علامہ نووی نے کہا کہ یہ درست نہیں صرف تکبر اور حکم کے انکار سے منافقت ثابت نہیں ہوتی ۔

نبی کریم ﷺ سے بچوں کو گھٹی ڈلوانا :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن طلحہ انصاری کو ان کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا آپ نے کملی اوڑھ رکھی تھی اور آپ اونٹوں کو تیل لگا رہے تھے آپ نے فرمایا :

" هل معك تمر فقلت نعم فناولته تمرات فالقاهن فی فیه فلاكهن ثم فغر فا الصبی فمجه فی فیه فجعل الصبی یتلمظه قال رسول الله ﷺ حب الانصار التمر وسماه عبدالله "

(مسلم ج ۲ ص ۲۱۶)

کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں ! میں نے وہ کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں آپ نے پہلے وہ اپنے منہ مبارک میں ڈالیں اور ان کو چبایا پھر بچے کے منہ کو کھول کر اس میں وہ کھجوریں ڈالیں ، بچے نے کھجور کو چوسنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے (بطور تعجب) فرمایا : انصار کو کھجوروں سے کتنی محبت ہے اور آپ نے بچے کا نام عبد اللہ رکھا ۔

حدیث پاک سے حاصل ہونے والے فوائد :

مستحب یہ ہے کہ بچوں کے نام ایسے رکھے جائیں جن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی آئیں یا

marfat.com

Marfat.com

ان ایذاء و تکالیف کو برداشت کرتے گزر گیا اور نبوت کے پانچویں سال حضور ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔

حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا:

نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایمان قبول کیا کیونکہ جب آپ کو پتہ چلا کہ ابو جہل نے آج حضور ﷺ کو بہت ایذاء پہنچائی اور گالیاں دیں تو آپ نے ابو جہل کے پاس آکر کمان سے اس کے سر کو پھوڑ دیا اور خود ایمان قبول کر لیا ان کے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا، اس وقت مسلمانوں کی تعداد چالیس سے کچھ زائد مرد تھے اور گیارہ عورتیں تھیں۔

ان دونوں حضرات کے ایمان لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت حاصل ہوئی، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد اسلامی شعار پر ظاہر طور پر عمل شروع ہو گیا۔

قریش کا عہد نامہ اور حضور کا شعب ابی طالب میں مقید ہونا:

نبوت کے ساتویں سال قریش نے ابو طالب کو (جو حضور کی معاونت کر رہے تھے) کہا کہ یا تم اپنے بھتیجے کی امداد چھوڑ دو یا انہیں ہمارے حوالے کرو یا انہیں کہو ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو یا پھر ہمارے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ابو طالب نے حضور ﷺ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ تم بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو تو حضور ﷺ نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور دو ٹوک الفاظ میں کہا کہ اگر تم میری اس دعوت حق پر میرا ساتھ چھوڑنا چاہتے ہو تو چھوڑ دو۔

قریش نے عہد باندھا کہ محمد (ﷺ) اور اس کا ساتھ دینے والوں سے مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے ان سے بول چال خرید و فروخت ہر قسم کے تعلقات ختم کر لئے جائیں تین سال تک یہ سلسلہ جاری رہا آخر کار ان کے دلوں میں کچھ نرمی رب تعالیٰ نے پیدا کر دی۔ وہ اس عہد کو ختم کرنا چاہتے تھے وہ عہد نامہ کعبہ شریف

marfat.com

Marfat.com

غزوہ سے واپسی پر راستے میں قافلہ رکا چلنے سے پہلے آپ قضاء حاجت کے لئے چلی گئیں جب قضاء حاجت سے فارغ ہو کر قافلہ کے قریب پہنچیں تو دیکھا کہ آپ کے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے آپ اس کی تلاش میں واپس چلی گئیں جب واپس آئیں تو قافلہ کوچ کر چکا تھا کجاوہ پر پردہ ڈالا ہوا تھا اسی طرح قافلہ والوں نے اسے اونٹ پر رکھ دیا انہوں نے سمجھا آپ اپنے کجاوہ میں ہی ہیں چونکہ آپ کا وزن بھی بہت کم تھا اس لئے قافلہ والوں کو علم نہ ہو سکا ۔

آپ واپس لوٹ کر وہیں بیٹھ گئیں کہ مجھے تلاش کرنے کے لئے یقیناً قافلہ والے واپس آئیں گے۔ آپ اسی حال میں سو گئیں ۔

صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ .... جن کو قافلہ کے پیچھے رہنے اور کوئی چیز گر جائے تو اسے اٹھانے پر مامور کیا ہوا تھا .... جب وہاں سے گزرے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان کر ﴿ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ﴾ پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو چادر سے ڈھانپ لیا۔ صفوان نے اور کوئی کلام نہ فرمایا بس اپنے اونٹ کو بٹھا کر اسکی ٹانگوں پر اپنا پاؤں رکھا تا کہ یہ نہ اٹھے اور حرکت نہ کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں۔ اس طرح آپ قافلہ میں پہنچ گئیں جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔

آپ کے پہنچنے پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی منافق نے سب سے پہلے بہتان تراشی کی اور اس کے بعد اور منافق بھی اس کے ھمنوا بن گئے۔

زیادہ مقام افسوس یہ تھا کہ منافقین کی سازش کے جال میں کئی مخلص صحابہ کرام بھی آ گئے یعنی حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور مسطح رضی اللہ عنہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خالہ کے یا خالہ کی بیٹی کے بیٹے تھے اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں یہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے ۔

اس واقعہ کے بعد ایک ماہ تک نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی کلام نہ فرمایا

marfat.com

Marfat.com

آپ کی تلاوت کو سنا ﴿ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ﴾ کی آیت کا اسی طرف اشارہ ہے نماز سے فارغ ہونے پر وہ جن حاضر ہوئے اور ایمان قبول کیا اور انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم کے دوسرے جنوں کو دعوت ایمان دی اور کہا :

﴿ يَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾

(پ ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت ۳۰)

مدینہ منورہ سے انصار کی آمد :

نبوت کے گیارہویں سال حج کے زمانہ میں منیٰ میں عقبہ کے قریب حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ مدینہ منورہ کے قریب خزرج کا ایک گروہ جو چھ آدمیوں پر مشتمل تھا حاضر ہوا اور آپ نے انہیں بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ وہ لوگ پہلے بھی یہود کے علماء سے نبی آخر الزماں کے اوصاف سنتے تھے اسلئے انہوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کو سنتے ہی قبول کر لیا اسی کو " بیعت عقبہ اولی " کہا جاتا ہے۔

معراج اور نماز :

ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے بارہویں سال آپ کو معراج کا شرف حاصل ہوا۔ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں انبیائے کرام کی امامت فرمائی پھر آسمانوں جنت کی سیر کی دوزخ کو دیکھا رب تعالیٰ سے کلام کیا پانچ نمازیں فرض ہوئیں ۔

خیال رہے کہ ابتداء وحی میں ہی دن کے اول اور آخر میں نماز فرض کر دی گئی تھی لیکن پانچ نمازیں معراج کی رات کو فرض ہوئیں ۔

(مدارج ج ۲ ص ۸۵)

دوسرے سال مدینہ سے اور حضرات کا آنا :

جب چھ حضرات ایمان قبول کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں خوب چرچا ہوا

marfat.com

Marfat.com

فرماتے تو ان کے منہ بند کرنے مشکل تھے لیکن قرآن پاک کی آیات کے نزول کے بعد ان کو ظاہراً کچھ کہنے کی جرات نہ ہو سکی کیونکہ قرآن پاک نے تو ان کو واضح طور پر چیلنج کر دیا تھا" **فاتوابسورہ من مثلہ** "قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی سورۃ جیسی سورۃ تم بھی بنا کر پیش کرو لیکن وہ کوشش کے باوجود عاجز آ چکے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا بدر میں کفار کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ نشان لگانا :

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدر کے متعلق بتایا :

" ان رسو ل اللہ ﷺ کان یرینا مصارع اھل بدر بالامس یقول ھذا مصرع فلان غدا ان شاء اللہ قال فقال عمر رضی اللہ عنہ فو الذی بعثہ بالحق مااخطئوا الحدود التی حد رسول اللہ ﷺ "

(مسلم ج ۲ ص ۳۹۵)

آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بدر میں کافروں کے دوسرے دن قتل ہو کر گرنے کے مقامات دکھا رہے تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ مقام ان شاء اللہ کل فلاں شخص کے مرنے کا ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا : قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ان حدود سے کوئی بھی ان کافروں سے ذرا بھر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا یعنی ہر ایک ان نشانوں پر ہی قتل ہو کر گرا جہاں نبی کریم ﷺ نے نشانات لگائے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا بدر کے مقتولوں سے کلام کرنا :

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر میں قتل ہونے والوں کو تین دن تک اسی طرح چھوڑ دیا پھر ان کے پاس آئے اور ان کے قریب کھڑے ہو کر ان کو ندا دی۔ اے ابو جہل اے امیہ بن خلف اے عتبہ بن ربیعہ اے شیبہ بن ربیعہ کیا ایسا نہیں کہ تم نے وہ پا لیا جس کا تمہارے ساتھ تمہارے رب نے سچا وعدہ فرمایا اور میں نے وہ پا لیا جو میرے ساتھ میرے رب نے سچا وعدہ فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ کے متعلق کفار کا مشورہ :

جب بعض صحابہ کرام مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے تو کفار نے محسوس کیا کہ حضور ﷺ بھی تشریف لے جائیں گے ان کے جانے سے قبل انہیں (معاذ اللہ) کسی شر و فساد میں مبتلا کیا جائے اس وقت ان کا لیڈر ابو جہل تھا ابلیس بھی "شیخ نجدی" کی صورت میں ان کا معاون اور مشیر بن گیا تھا کسی نے مشورہ دیا حضور ﷺ کو مکہ سے زبردستی نکال دیا جائے، کسی نے کہا آپ کو قید کر دیا جائے، کسی نے کہا آپ کا جادو گر ہونا مشہور کیا جائے، کسی نے کہا آپ کا مجنون ہونا مشہور کیا جائے، کوئی کہنے لگا آپ کا جھوٹا ہونے کا چرچا کیا جائے، سب مشورے ابلیس "شیخ نجدی" نے رد کر دیئے۔ ابو جہل نے یہ مشورہ دیا کہ پانچ قبیلوں سے پانچ شخص لئے جائیں اور یہ پانچ یکبارگی حملہ کریں اور محمد (ﷺ) کو قتل کر دیں بنی ھاشم ان متفرق قبیلوں سے قصاص و بدلہ لینے سے عاجز آ جائیں گے ۔ شیخ نجدی (ابلیس لعین) نے یہ رائے پسند کی اسی پر سب متفق ہو گئے ۔

سید الانبیاء کی ہجرت، کفار کی ذلت :

جب کفار نے حضور ﷺ کو شہید کرنے کی غرض سے تلواریں لے کر آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت حضور کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ کفار یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہمیں پتہ چلتا کہ وہ جا رہے ہیں تو ہم انہیں قتل کر دیتے بلکہ وہ تلواریں لے کر آپ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ آپ سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے آئے مٹی کی ایک مٹھی لے کر کفار کی طرف پھینکی وہ آپ کو نکلتے ہوئے نہ دیکھ سکے ۔

ابو حاتم کی روایت میں ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا کہ اس وقت جس جس کافر کے سر پر خاک پڑی تھی وہ سب بدر کے دن ہلاک ہو گئے تھے ۔

شان صدیق، حیدر رضی اللہ عنہما :

جب حضور ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر

marfat.com

Marfat.com

مختصر حالات از مدارج النبوت

حضور ﷺ پر سب سے پہلے فرض :

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ پر سب سے پہلے لوگوں کو ڈرانا اور توحید کی دعوت واجب ہوئی۔ اس کے بعد رات کا قیام، پھر یہ منسوخ فرمادیا۔ پھر معراج میں پانچ نمازوں کے فرض ہونے پر تمام رات کا قیام مکمل طور پر منسوخ کر دیا ۔

آپ کے دعوت پر پہلے اسلام لانے والے :

آزاد مردوں میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ، بچوں میں علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان کے بعد عثمان بن عفان ، زبیر بن عوام ، عبد الرحمٰن بن عوف ، سعد بن ابی وقاص ، طلحہ بن عبد اللہ ان کے بعد ابو عبید عامر بن عبد اللہ بن جراح ، ابو مسلمہ بن عبد اللہ بن عبد الاحد ان کے بعد ارقم ، عثمان بن مظعون ، عبد اللہ بن مسعود ، سعید بن زید رضی اللہ عنہم اور فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا ۔ عورتوں میں سے حضرت خدیجہ کے بعد ام الفضل زوجہ سیدنا عباس اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہن نے ایمان قبول کیا ۔

دعوت و تبلیغ :

تین سال تک آپ کو مخفی طور پر فرداً فرداً لوگوں کو دعوت ایمان دینے کا حکم تھا پھر آپ کو ظاہر طور پر دعوت و تبلیغ کا حکم ہوا آپ ﷺ نے جب فرمایا کہ بت اور ان کے پوجنے والے سب جہنم میں جائیں گے تو قریش آپ کے مخالف ہو گئے آپ کو ایذاء پہنچانی شروع کی ، آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکتے ، راستے میں کانٹے بچھاتے ، آپ پر پتھر پھینکتے ، ایک بد بخت نے نماز کی حالت میں آپ کی گردن کو اوپر سے دبایا۔ ایک بد بخت نے آپ کا گلا گھونٹا ، ساتھ ساتھ ان لوگوں نے مسلمانوں کو بھی تکالیف پہنچانی شروع کیں ، نبوت کا چوتھا سال

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت :

راستہ میں حضور ﷺ کے پاؤں مبارک سفر کی مشکلات کی وجہ سے زخمی ہو گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کندھے پر اٹھالیا اور غار ثور کے دہانے پر لے آئے ۔

غار ثور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خود داخل ہوئے تاکہ غار میں کوئی موذی جانور حضور ﷺ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ آپ نے غار کے اندر تمام سوراخ اپنی اوڑھنے والی چادر کے ٹکڑے کر کے بند کر دیئے ۔ایک سوراخ باقی رہ گیا لیکن کپڑا باقی نہ تھا اس میں آپ نے اپنی ایڑی رکھی اور حضور کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضور ﷺ اندر تشریف لے گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زانو (یاران) پر سر رکھ کر آرام فرما ہو گئے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سوراخ کے اندر موجود سانپ نے ڈس لیا آپ کو تکلیف ہوئی آنسو بلا اختیار جاری ہو گئے حضور ﷺ کے چہرے پر پڑے ، آپ ﷺ بیدار ہوئے، آپ نے وجہ پوچھی . حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا ، حضور ﷺ نے لعاب دھن لگایا . صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ٹھیک ہو گئے ۔

قدرت باری تعالیٰ :

جب حضور ﷺ غار ثور میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ببول کا ایک درخت غار ثور کے دہانہ پر لگایا اور ایک جنگلی کبوتر کے جوڑے کو بھیجا کہ وہ اپنا آشیانہ اس درخت پر بنائے اور اسی رات اس نے انڈے دے دیئے اور مکڑی کو حکم فرمایا کہ وہ اپنا جالا تنے۔ مواہب لدنیہ میں بسند بزار منقول ہے کہ حرم مکہ میں رہنے والے کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے ہیں کیونکہ حضور کی خدمت گزاری اور آپ کی دعا ئے برکت سے وہ قیامت تک شکار اور ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں گے ۔

غار ثور پر کفار کی آمد اور مایوسی :

کفار حضور ﷺ کو تلاش کرتے کرتے غار ثور کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ اگر وہ نیچے اپنے پاؤں کی جانب ہی دیکھ لیتے تو حضور ﷺ کو دیکھ لیتے۔ لیکن وہ غار کو دیکھ کر لوٹ آئے اور کہنے لگے کہ اگر محمد اس میں داخل

marfat.com
Marfat.com

کی ایک دیوار پر لٹکایا ہوا تھا جب انہوں نے عہد نامہ کھول کر دیکھنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے اس سے پہلے ہی بتا دیا کہ عہد نامہ کو چاٹنے کے لئے رب تعالیٰ نے دیمک کو مقرر کر دیا ہے اس نے سوائے رب تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ناموں کے تمام عہد نامہ کو چاٹ لیا ہے جب عہد نامہ کو کھول کر دیکھا تو ایسا ہی ہو چکا تھا۔

ابو طالب کی وفات:

نبوت کے دسویں سال ابو طالب فوت ہو گئے اس وقت ابو طالب کی عمر ستاسی سال تھی اور حضور ﷺ کی عمر انچاس سال آٹھ مہینے اور گیارہ دن تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

ابو طالب کی وفات کے تین یا پانچ دن کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی وہ حضور ﷺ کے پاس پچیس سال رہیں حضور ﷺ ان کی وفات (کے سال) کو عام الحزن کہتے تھے یعنی غم کا سال۔ اور گھر سے باہر بہت کم نکلتے لیکن کفار نے بہت زیادہ ظلم و جفا کی بنیاد رکھ دی۔

طائف میں تبلیغ:

حضور ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ مجھے ان لوگوں کی طرف سے کثیر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا لیکن سب سے بڑا رنج مجھے اس وقت حاصل ہوا جب کہ میں نے طائف کے سفر میں طائف کے سرداروں میں سے عبد یالیل بن کلام کو اپنا منصب جلیل بتا کر دعوت اسلام دی لیکن اس نے انکار کر دیا بلکہ یہ بھی خیال رہے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ پر شدید پتھراؤ کر کے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔

جنات کی بیعت:

جب آپ طائف سے واپس لوٹے تو راستہ میں مکہ سے ایک منزل کی مسافت پر وادی نخلہ میں پہنچے تو وہاں آپ نے ایک رات قیام فرمایا۔ جب آپ نے نماز میں قرآن پاک کی تلاوت کی تو سات یا نو جنوں نے

marfat.com

Marfat.com

علامہ بیضاوی پہلے پارہ ﴿ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" فلا خوف عليهم فضلا عن ان يحل بهم مكروه ولا هم ممن يفوت عنهم محبوب فيحزنوا عليه "

ان پر کوئی خوف نہیں کہ ان پر کوئی ناپسندیدہ چیز کا وقوع ہو اور نہ ہی ان سے کوئی محبوب چیز فوت ہوگی کہ انہیں اس پر کوئی حزن (غم) لاحق ہو۔

واضح ہوا کہ حزن کا تعلق محبوب چیز پر کوئی خطرہ لاحق ہونے کی وجہ سے غم کے آنے سے ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنی فکر کی تھی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی۔ واضح ہوا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ سید الانبیاء ہیں ایسے ہی حضرت ابوبکر سید الامم ہیں۔

غار ثور سے مدینہ طیبہ کی طرف کوچ فرمانا:

غار ثور میں تین رات قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، عبداللہ بن اریقط سے پہلے طے کیا ہوا تھا وہ اجرت پر دو اونٹ لایا۔ ایک پر حضور ﷺ سوار ہوئے اور اپنے ساتھ پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور دوسرے پر آپ کا غلام عامر بن فہیرہ سوار ہو گئے ان کے ساتھ اونٹوں کا مالک عبداللہ بھی سوار ہو گیا۔

راستے میں ایک چرواہے نے آپ کو بکریوں کا دودھ پیش کیا اگرچہ وہ غلام تھا لیکن اس وقت کے رواج کے مطابق غلاموں کو اجازت ہوتی تھی کہ راہ گیر کو دودھ پلا دیا کریں۔

دوران سفر آپ کا مقام قدید میں ام معبد کے خیمہ کے قریب سے گزر ہوا ام معبد حالانکہ مسافروں کی مہمان نوازی میں مشہور تھی لیکن اس وقت اس کے پاس کوئی چیز پیش کرنے کو نہ تھی۔

اس کے خیمہ میں ایک بکری نہایت لاغر، کمزور تھی جو کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہ جا سکی تھی حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو ہم اس کا دودھ دوہ لیں اس نے کہا میری طرف سے تو اجازت ہے لیکن اس کے دودھ کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

دوسرے سال حج کے موقع پر ان چھ حضرات کے ساتھ بارہ حضرات اور بھی آئے اور منیٰ میں ہی عقبہ کے پاس آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان قبول کیا یہ "بیعت عقبہ ثانیہ" سے مشہور ہے۔

حضور ﷺ کو مدینہ طیبہ کی دعوت اور آپ کا جواب :

انصار مدینہ نے واپسی پر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں اور ہمارے شہروں کو اپنے مبارک قدموں سے سرفراز فرمائیں اور ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے آپ نے فرمایا مجھے ابھی مکہ سے نکلنے کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی میری ہجرت کا کوئی مقام ابھی متعین کیا گیا رب تعالیٰ کا جو حکم ہو گا اس پر ہی عمل ہو گا ۔

صحابہ کرام کی مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت :

حضور ﷺ نے فرمایا مجھے دکھایا گیا ہے کہ تمہارا مقام ہجرت دو پہاڑوں کے درمیان نخلستان یعنی مدینہ منورہ ہے آپ کو ابھی تک حکم نہیں ہوا تھا۔ لیکن بعض صحابہ کرام کو آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی زید بن خطاب کے ساتھ اور عیاش بن ربیعہ بیس اکابر صحابہ کے ساتھ حمزہ بن عبد المطلب ، عبد الرحمٰن بن عوف ، طلحہ بن عبید اللہ، عثمان بن حارثہ، عمار بن یاسر، عبد اللہ بن مسعود اور بلال وغیرہ نے ہجرت فرمائی، باقی حضرات نے ہجرت پوشیدہ طور پر کی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان ہجرت کی ۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتظار کرنے کا حکم :

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ اسباب سفر مہیا کر کے مدینہ طیبہ ہجرت کر جائیں، حضور ﷺ نے فرمایا ٹھہرو مجھے یہ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہجرت کی اجازت عطا فرمائے گا تو تم میرے ساتھ ہونا۔

marfat.com

Marfat.com

ہونے پر روشنی ہوتی ہے۔

قیام کے لئے انصار کی خواہش اور حضور ﷺ کا ارشاد:

انصار میں سے ہر شخص کی تمنا تھی کہ حضور ﷺ میرے گھر قیام فرمائیں ہر ایک یہی عرض کر رہا تھا لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور (اسے حکم دیا گیا ہے) ہے وہ جہاں خود بیٹھ جائے گی وہی مقام میرے قیام کا ہوگا۔ اونٹنی (جہاں مسجد نبوی بعد میں بنی ﷺ وہاں) حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے خود ہی بیٹھ گئی۔

حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام:

آپ ﷺ نے اونٹنی کے بیٹھنے پر حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا۔ پہلے آپ ﷺ نے ان کے گھر کے نیچے حصہ (گھر دو منزلہ تھا) میں قیام کیا، لیکن ایک رات حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ حضور ﷺ نیچے اور میں اوپر ہوں۔ یہ ادب کے خلاف ہے، تمام رات ایک کونہ میں گزار دی۔ صبح عرض کیا کہ آپ اوپر تشریف لے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نیچے بہتر ہوں کہ لوگوں کو ملنے میں آسانی ہے۔ لیکن حضرت ایوب رضی اللہ عنہ نے بار بار جب عرض کیا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ نیچے رہیں تو ان کی تمنا پر آپ ﷺ اوپر والے حصہ میں تشریف لے گئے۔

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

لیٹنے کا حکم دیا کہ تم لوگوں کی امانتیں لوٹا کر آجانا۔ چونکہ حضور ﷺ کے پاس کفار بھی امانتیں رکھا کرتے تھے اور آپ کو صادق وامین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا "اے علی دل کو مضبوط رکھنا یہ کفار تمہیں کچھ تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنے ساتھ لیا اور سفر ہجرت کا آغاز فرمادیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت یہ ہے کہ بالفعل اپنی جان کو قربان کیا اور فدیہ بنایا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت وجرأت یہ ہے کہ حضور کے رفیق سفر بن کر خود کو مہلکہ عظیمہ میں ڈال دیا۔ کیونکہ اس وقت حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں شریک صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور کفار دشمن بھی حضور ﷺ کے ہی تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امتحان میں کامیابی:

جب نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جارہے تھے تو کسی شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہچانا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ یہ عجیب امتحان تھا کہ اگر آپ صحیح بتاتے ہیں تو کفار حضور ﷺ کو تکلیف پہنچائیں گے اگر جھوٹ بولتے ہیں تو آپ کی شان کے لائق نہیں۔ آپ نے شاندار حکیمانہ جواب دیا کہ میرے ساتھ "ھادی" ہیں۔ سننے والا حقیقت کو نہ سمجھ سکا، اس نے سمجھا کہ آپ کہیں سفر پر جارہے ہیں تو کسی شخص کو آپ نے ساتھ لیا ہوا ہے جو راہ کو جانتا ہے اس وقت اہل عرب کا یہی دستور تھا۔

سراقہ کا زمین میں دھنس جانا:

حضور ﷺ کو سراقہ نامی شخص نے پہچان لیا، اس نے ارادہ کیا کہ دوسرے کافروں کو بتائے تو وہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضور ﷺ سے کہا کہ آپ میرے لئے دعا کریں کہ میں زمین سے نکل جاؤں تو کسی کو نہیں بتاؤں گا اس طرح وہ حضور ﷺ کی دعا سے زمین سے نکلا۔

marfat.com

Marfat.com

استغفار کا حکم دیا گیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے ہمیں اپنے وصال کی خبر دے دی تھی۔

ہجرت کے گیارہویں سال کے ماہ صفر میں نبی کریم ﷺ بقیع قبرستان والوں کے لئے استغفار فرمانے کے لئے تشریف لے گئے اسی طرح شہداء احد کے لئے بھی استغفار کی اور ان کی قبور کی زیارت کی اس میں حکمت یہی تھی کہ آپ دنیا میں رہ کر جوان کی زیارت کرتے تھے اسے الوداع فرما رہے تھے اور یہ ذہنی تعلق کی خبر دے رہے تھے کہ اب میرا تمہارے ساتھ بعد از وصال تعلق قائم ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ بقیع سے واپس تشریف لائے تو میرے سر کو درد لاحق تھا میں نے اپنے سر درد کی شکایت آپ سے کی۔ آپ نے بطور مزاح فرمایا کہ اے عائشہ کیا یہ اچھا نہیں کہ تمہاری موت آجائے تو میں خود تمہاری تجہیز و تکفین کے انتظامات کروں اور تم پر نماز پڑھوں دفن کروں اور تمہارے لئے دعاء استغفار کروں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی بطور مزاح کہا ہاں آپ چاہتے ہیں کہ میں فوت ہو جاؤں اور آپ میری جگہ کسی اور عورت کو زوجہ بنا کر لے آئیں ۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد حقیقت حال کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے عائشہ تمہارے سر کو جو درد لاحق ہے وہ تو ٹھیک ہو جائے گا لیکن میرے سر کا درد ٹھیک ہونے والا نہیں۔ گویا اس طرف اشارہ تھا کہ میں اس مرض میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا ۔

مرض کی ابتداء :

نبی کریم ﷺ کی مرض کی ابتداء حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ان کی باری کے دن میں ہوئی تھی، مرض میں بھی آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کی باریوں کا خیال فرماتے رہے لیکن جب بیماری شدید ہو گئی تو آپ نے فرمایا آج میں کہاں ہوں گا کل کہاں اشارہ تھا کہ اب اس حال میں مجھے ایک جگہ رہنا چاہئے ۔

marfat.com

Marfat.com

ہوتے تو کبوتر کے انڈے ٹوٹ جاتے اور مکڑی کا جالا درہم برہم ہو جاتا اور یہ درخت اس جگہ ان کی مدت عمر سے پہلے کا اگا ہوا ہے ۔

کلام الملوك ملوك الكلام :

جب کفار غار ثور پر پہنچے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کفار نے ہمارا کھوج لگالیا ہے۔ اگر وہ اپنے پاؤں کی طرف ہمیں دیکھتے ہیں تو ہمیں دیکھ لیں گے تو حضور ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب فرعونیوں کو دیکھا تو کہنے لگے ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴾ ہم تو پالئے گئے یعنی اب تو وہ ہمیں پکڑلیں گے تو ان کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ﴿ كَلَّاۤ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴾ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے جو مجھے ہدایت دے گا ۔

سید الانبیاء علیہما السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے کلام میں فرق :

موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ذکر پہلے کیا اور رب تعالیٰ کا بعد میں اور نبی کریم ﷺ نے رب کا ذکر پہلے کیا اور اپنا بعد میں، موسیٰ علیہ السلام نے صرف اپنا ذکر کیا کہ میرے ساتھ میرا رب ہے لیکن حضور ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

گویا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس قابل نہیں سمجھا کہ جو مجھے رب کی معیت حاصل ہے وہ میری قوم کو بھی حاصل ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملا کر کہا بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔

نکتہ : نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا ﴿ لَا تَحْزَنْ ﴾ کچھ غم نہ کرو اس سے یہ مقصد واضح ہو رہا ہے کہ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا خطرہ نہیں بلکہ انہیں میری فکر لاحق ہے اگر ابوبکر خود ڈرتے اور انہیں اپنی جان کی فکر ہوتی تو حضور فرماتے ﴿ لَا تَخَفْ ﴾ ڈرو نہیں ۔

marfat.com

Marfat.com

انبیائے کرام کو موت وزندگی کا اختیار دیا گیا تھا :

"والانبیاء کانوا مخیرین عند اللہ آخر الامر بین الحیوۃ والوفات"

(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۰)

انبیائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندہ رہنے یا دنیا سے رخصت ہونے کا اختیار دیا گیا تھا چاہیں تو دنیا کو پسند کریں چاہیں تو رب تعالیٰ کے حضور جانے کو پسند کرلیں ۔

انبیائے کرام نے رب کی ملاقات اور اس کے دربار میں حاضری کو ترجیح دی ۔

نبی کریم ﷺ کا رب تعالیٰ سے ملنے کی دعاء کرنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ بیمار پر ان کلمات سے دم فرمایا کرتے تھے :

" اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلاَّ شِفَاءُكَ شِفَاءً لَایُغَادِرُ سَقَمًا "

ایک روایت میں ہے کہ جب بھی نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو اپنے لئے ان کلمات سے ہی اپنے آپ پر بھی دم فرمایا اور اپنا ہاتھ مبارک تمام بدن پر پھیرا۔ اور جب نبی کریم ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے چاہا کہ آپ پر یہی دعا پڑھوں اور آپ کے جسم اقدس پر ہاتھ پھیروں لیکن نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ دعا پڑھنے لگے :

" رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی "

اے رب اپنی رحمت میں لے کر مجھے رفیق اعلیٰ سے ملادے یعنی اے اللہ مجھے اپنے پاس بلالے۔ آپ کو اختیار تو دیا گیا تھا کہ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں۔ یا کہ رب تعالیٰ سے ملنا چاہتے ہیں آپ نے رب تعالیٰ سے ملنا پسند فرمایا ۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام اس مرض کے زمانہ میں

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ نے بکری پر ہاتھ پھیرا بسم اللہ شریف پڑھ کر دعا کی "اللھم بارك لها فی شاتها" (اے اللہ ام معبد کی بکری کو برکت عطا فرما) تو بکری کے تھن دودھ سے بھر گئے حضور ﷺ نے بکری کا دودھ دوہا تو سب خیمہ والوں نے اور آپ ﷺ نے، آپ ﷺ کے ساتھیوں نے سیر ہو کر دودھ پیا اور خیمہ میں موجود تمام برتن دودھ سے بھر دیئے۔

ام معبد کے خاوند کو جب حضور ﷺ کے اس معجزہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھے امید ہے میں ان کا ساتھی بنوں گا اس طرح کچھ دیر کے بعد ان دونوں خاوند اور بیوی نے اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ منورہ آمد :

پیر کے دن ربیع الاول میں آپ مدینہ طیبہ میں پہنچے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر لوگ آپ کو بلند جگہ سے دیکھتے رہتے تھے کہ آپ کب پہنچیں گے۔

بنو نجار کی لڑکیاں حضور ﷺ کی آمد پر خوشی سے دف بجاتی ہوئی یہ شعر پڑھ رہی تھیں :

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

آپ جب وداع کی گھاٹیوں سے سامنے ہوئے تو اس وقت یہ اشعار پڑھے گئے :

طلع البدر علینا

من ثنیة الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعا للّٰہ داع

بعض روایات میں اس شعر کا بھی ذکر ہے :

ایها المبعوث فینا

جئت بالامر المطاع

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کی آمد پر میں آٹھ نو سال کا تھا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ ﷺ کے آنے پر مدینہ طیبہ کے در و دیوار ایسے روشن ہو گئے تھے جیسے سورج کے طلوع

marfat.com

Marfat.com

میں مبالغہ واصرار فرمانے میں اہل سنت وجماعت کیلئے آپ کی تقدیم خلافت پر واضح دلیل ہے باوجودیکہ صحابہ کرام قریش اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے مگر ان کو خاص کیا اور آگے بڑھایا اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا۔

" قدمك رسول الله فمن الذى يوخرك "

اللہ تعالیٰ کے رسول نے آپ کو آگے بڑھایا ہے تو کون ہے جو آپ کو مؤخر کرے۔

اسد الغابہ میں بروایت حسن بصری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے رسول نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا اور انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی میں موجود تھا غائب نہ تھا، تندرست تھا بیمار نہ تھا، اگر آپ چاہتے تو مجھے آگے کر سکتے تھے اسی وجہ سے ہم اپنی دنیا کے لئے (خلافت کے لئے) اس شخص پر راضی ہو گئے جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمارے دین کے لئے راضی ہوئے"۔

قبر کے سامنے سجدہ کرنے کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے انبیاء وصلحاء کی قبروں کو مساجد یعنی سجدہ گاہ بنالیا تھا تمہیں لازم ہے کہ ایسا نہ کرنا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

" لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجدا "

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنانا، خدا کا غضب اور اس کا قہر ان لوگوں پر زیادہ ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، بلاشبہ اے مسلمانو! میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں اور فرمایا:

" الاهل بلغت اللهم اشهد اللهم اشهد "

خبردار میں نے تمہیں خبردار کر دیا اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ۔

marfat.com

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی علالت اور وصال

وصال کی خبر :

نبی کریم ﷺ نے جو آخری حج فرمایا اس میں فرما دیا تھا کہ شائد آئندہ سال میں تم لوگوں میں نہ رہوں۔ اسی لئے اس کو حجۃ الوداع کہا گیا ہے ۔

حضور ﷺ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک کو اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہنا چاہے تو رہے اور اگر اپنے رب تعالیٰ سے ملنا چاہے تو رب سے ملے۔ اللہ تعالیٰ کے بندے نے رب تعالیٰ کو ملنا پسند کر لیا ہے۔ یہ اشارہ بھی اپنے وصال کی طرف تھا اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اشارہ کو واضح طور پر سمجھتے ہوئے رونا شروع کر دیا تھا اور کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر قربان ۔

حجۃ الوداع میں منی کے دنوں میں سورۃ ﴿ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ ﴾ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم مجھے خبر دے رہے ہو کہ مجھے اس جہان سے جانا چاہئے جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا غم نہ کیجئے ۔

﴿ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰى ﴾

(پ ۳۰ سورۃ الضحی آیت ٤)

یقیناً آپ کے لئے آخری (وقت) پہلے سے بہتر ہے ۔

نبی کریم ﷺ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد اکثر طور پر پڑھتے تھے :

" سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلی انك انت التواب الرحيم "

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا وجہ ہے یہ کلمات مبارکہ آپ کی زبان اقدس پر بہت جاری رہتے ہیں ؟

آپ ﷺ نے فرمایا : جان لو مجھے عالم بقاء کی طرف بلایا گیا ہے اور تسبیح و تحمید اور

marfat.com

Marfat.com

انصار کے حق میں وصیت :

زمانہ علالت میں ایک دن نبی کریم ﷺ کو کچھ افاقہ ہوا باہر تشریف لائے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور خطبہ دیا فرمایا " ان الانصار عتبی " بیشک انصار عتبی ہیں یعنی بچہ و صندوق کی طرح ہیں جس میں قیمتی سامان رکھا جاتا ہے ۔

ایک روایت میں "کرشی وعیتی " کے الفاظ ہیں کرش معدہ کو کہا جاتا ہے عیبتہ (بکسر عین) زیور کی ڈبیہ کو کہتے ہیں اور قیمتی کپڑے رکھنے والے صندوق کو بھی کہتے ہیں مقصد بیان یہ تھا کہ یہ لوگ میرے خاص اور میرے محل اسرار ہیں اور فرمایا" میں نے ان کی طرف ہجرت کی اور مجھے جگہ دی۔ اور میرے ساتھ محبت اخلاص اور دوستی و مروت کا برتاؤ کیا اور تمہارے (اے مہاجرین) ساتھ بھی اسی طرح پیش آئے قسم ہے اس اللہ عزوجل کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔

خیال رہے انصار کی محبت کا بھی یہ عالم تھا کہ نبی کریم ﷺ روزبروز جب زیادہ علیل ہو رہے تھے تو وہ اپنے گھروں میں صبر و قرار سے نہ رہ سکے۔ اور حیران و پریشان مسجد کے گرد گھومنے لگے اور کہتے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے جائیں اور ہم نہیں جانتے کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمارا کیا حال ہو گا ۔

مسواک کرنا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری آغوش اور سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اچانک حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں سبز مسواک تھی تو نبی کریم ﷺ نے اپنی نظر مسواک کی طرف دراز (لمبی) فرمائی میں نے جان لیا کہ نبی کریم ﷺ مسواک کو پسند فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ مسواک آپ کے لئے لے لوں۔ آپ نے سر مبارک کے اشارہ سے فرمایا ہاں لے لو۔ پھر میں نے نرم کر کے وہ مسواک آپ کو دے دی آپ نے اپنی عادت کریمہ سے زائد ہی مسواک فرمائی پھر آپ نے وہ مسواک مجھے واپس دی۔ آپ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے آخری دن میرے اور آپ کے لعاب کو جمع فرمادیا ۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ازواج مطہرات سے فرمایا : کہ آپ ﷺ پر یہ شاق ہوگا کہ آپ ہر ایک گھر کا دورہ فرمائیں اس پر تمام ازواج مطہرات نے بخوشی اجازت دے دی کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر اقامت فرمائیں اور ہم وہاں آپ کی تیمارداری کریں گی ۔

شدت مرض :

مرض کی شدت بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ہی ہوئی اور آپ دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس طرح تشریف لا رہے تھے کہ آپ کے قدم مبارک زمین پر خط کھینچ رہے تھے ۔

آپ کی مرض میں شدت یہاں تک آگئی کہ آپ اپنے بستر مبارک پر ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر بار بار مضطربانہ طور پر کروٹ بدلتے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔"یارسول اللہ ﷺ اگر ایسی حالت ہم میں سے کسی اور سے رونما ہوتی تو آپ برا محسوس فرماتے اور غصہ میں آجاتے" آپ ﷺ نے فرمایا : اے عائشہ میں انتہائی سخت مرض میں مبتلا ہوں ۔اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و صلحاء پر ابتلاء انتہائی سخت و شدید بھیجتا ہے، کوئی مصیبت و ایذاء پہنچے یہاں تک کہ پاؤں میں کانٹا چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سبب اس کے درجات بلند فرماتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے ۔

اور فرمایا : روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جسے مرض وغیرہ کی تکلیف پہنچے مگر یہ کہ وہ اس کے گناہوں کو ایسا جھاڑ دے جیسے خزاں کے موسم میں پتے جھڑتے ہیں ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میں نے آپ ﷺ کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر کے اوپر سے بھی بخار کی شدید حرارت کو پایا ۔اور میں برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کے بدن کو ہاتھ لگاؤں کیونکہ آپ شدید بخار میں مبتلا تھے ۔

خیال رہے کہ بلا میں طوالت اور امتحان و آزمائش میں مبتلا ہونا بارگاہ الٰہی کے مقرب بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے جب عظیم انبیائے کرام ہیں اور سب انبیائے کرام سے عظیم مرتبہ رکھنے والے ہمارے نبی کریم ﷺ ہیں تو آزمائش بھی سب سے زیادہ ہی ہونی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

حجرہ مشرقی جانب ہے باوجود اس کے کہ صحابہ کرام نے اپنے منہ قبلہ سے پھیر کر نبی کریم ﷺ کی طرف کر لئے تھے لیکن کسی کی نماز نہیں ٹوٹی بلکہ نماز کو وہیں سے جاری رکھا گیا تھا حالانکہ قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جب سینہ بھی پھر جائے صحابہ کو یہ کیفیت حاصل ہو چکی تھی ہاتھوں پر ہاتھ مارنے کا عمل کثیر بھی ہو رہا تھا لیکن کوئی عارضہ بھی نماز کو فاسد نہ کر سکا کیونکہ نبی کریم ﷺ کی عظمت کا پاس کرنا روح نماز ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا :

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے ہو کعبہ کا کعبہ دیکھو

ملک الموت کا اجازت طلب کرنا :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس حاضر ہو خبردار بغیر اجازت کے اندر داخل نہ ہونا اور بغیر اجازت کے روح قبض نہ کرنا تو روحوں کو قبض کرنے والے (حضرت عزرائیل علیہ السلام) نے دروازے کے باہر اعرابی (دیہاتی) کی صورت میں کھڑے ہو کر عرض کیا :

"السلام علیکم اهل النبوة ومعدن الرسالة ومختلف الملائكة"

اے اہل بیت نبوت معدن رسالت اور فرشتوں کے آنے جانے کے مقامات تم پر سلام ہو۔

مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں داخل ہوں تم پر خدا کی رحمت ہو اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے سرہانے موجود تھیں انہوں نے جواب دیا نبی کریم ﷺ اپنے حال میں مشغول ہیں (یعنی آپ پر مرض کا شدید حملہ ہے) اس وقت ملاقات نہیں کر سکتے دوسری مرتبہ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اسی طرح اجازت طلب کی (لیکن پھر بھی جواب اسی طرح سنا) گھر میں موجود حضرات پر خوف طاری ہو گیا نبی کریم ﷺ کچھ ہوش میں آئے اور آنکھیں کھول کر فرمایا کیا بات ہے صورت حال آپ کو

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے اور پیغام پہنچایا کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ کو اس مرض میں وفات دے دوں اور مستغرق دریائے رحمت فرمادوں؟ (تو آپ کی کیا رائے ہے) تو میں نے یہی چاہا کہ رفیق اعلیٰ سے ملوں اور ان میں سے ہو جاؤں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ﴾

(پ ۵ سورۃ النساء آیت ٦٩)

نبی کریم ﷺ کے مرض کا ابتدائی وقت:

نبی کریم ﷺ کی علالت ابتداء صفر کے آخر میں ہوئی جبکہ صفر کی دو راتیں باقی تھیں وہ بدھ چہار شنبہ کا دن تھا لیکن یہ مرض کی شدت ہے معمولی مریض پہلے سے تھے جیسا کہ بقیع سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ میرا درد سر ختم نہیں ہوگا ۔ مرض کی ابتداء حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی لیکن آپ پھر بھی ازواج مطہرات کی باریوں کا لحاظ کرتے رہے، پھر مرض کی شدت بھی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرمانا:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ علالت میں نماز کے لئے اذان دی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن ربیعہ سے فرمایا: باہر جاؤ اور ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں عبد اللہ بن ربیعہ باہر آئے تو انہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی آدمی نہ ملا انہوں نے ان سے ہی کہا کہ آپ نماز پڑھائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کرائی۔ آپ چونکہ بلند آواز والے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا یہ عمر نماز پڑھا رہے ہیں تو بتایا گیا کہ ہاں وہی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے بلکہ ابو بکر کو کہو وہ نماز پڑھائیں۔

مخفی نہیں رہنا چاہئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے خاص فرمانے اور اس

marfat.com

Marfat.com

ہے یعنی اب میں بتا سکتی ہوں اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب آپ نے میرے ساتھ پہلی مرتبہ سرگوشی کی تو بیشک آپ نے مجھے خبر دی کہ تحقیق جبرائیل میرے ساتھ ہر سال قرآن پاک کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس مرتبہ انہوں نے میرے ساتھ دو مرتبہ دور کیا ہے لہٰذا میں اپنے وصال کو بہت قریب دیکھ رہا ہوں (پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا، بے شک میرا پہلے جانا تمہارے لئے بہتر ہے۔ تو میں رو پڑی۔ جب آپ نے میری پریشانی کو دیکھا تو دوسری مرتبہ پھر سرگوشی کی اور فرمایا اے فاطمہ کیا تم پسند نہیں کرتی کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو یا تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔ (یہ راوی کو شک ہے کہ دونوں لفظوں میں سے کون سا لفظ ذکر کیا گیا)۔

ایک روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ میرے ساتھ سرگوشی کر کے آپ نے مجھے خبر دی کہ میں اس مرض میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں (تو میں یہ سن کر) رونے لگی آپ نے پھر میرے ساتھ سرگوشی کی اور مجھے خبر دی کہ تمام اہل بیت میں سے سب سے پہلے میں آپ کو ملوں گی تو میں مسکرانے لگی۔

نبی کریم ﷺ کی خبر کے مطابق آپ خود بھی دنیا سے اسی مرض میں تشریف لے گئے اور آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہراء بھی دنیا سے رخصت ہوئیں تمام اہل بیت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو کر حضور ﷺ سے ملاقات کرنے والی آپ ہی تھیں۔

جبرائیل علیہ السلام کی مزاج پرسی:

ایک روایت میں جبرائیل کا نبی کریم ﷺ کی مزاج پرسی کے لئے آنا اور عزرائیل علیہ السلام کا ان کے ساتھ آکر اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے۔

بیہقی نے دلائل النبوت میں حضرت جعفر بن محمد سے روایت بیان کی ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص قریش میں سے اپنے باپ علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہ بتاؤں انہوں نے کہا ضرور بتائیں تو یہ بتانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ جب مریض تھے تو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا اے محمد (ﷺ) بیشک

marfat.com

Marfat.com

خیال رہے کہ قبر کو سجدہ کیا جائے اور صاحب قبر کو معبود سمجھا جائے تو یہ شرک ہے ۔ اور اگر معبود تو اللہ تعالیٰ کو ہی مانا جائے لیکن پھر بھی قبر کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے اگرچہ یہ شرک نہیں ۔

رحلت کی رات چراغ میں تیل نہیں تھا:

جب دو شنبہ (پیر) کی شام ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی انصاری عورت کے گھر کسی کو چراغ دے کر بھیجا کہ اگر تمہارے گھر تیل ہو تو اس میں چند قطرے ڈال دیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نزع کے عالم میں ہیں یعنی اس حالت میں گھر میں چراغ موجود نہیں ۔

یہ بھی خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سات دینار کہیں سے آئے تھے جن کو آپ خرچ نہیں کر سکے تھے بیمار ہو گئے، شدید بیماری کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا ان سونے کے ٹکڑوں کو کہیں بھیج دو کہ وہ خرچ ہو جائیں۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ بیماری کی اور شدت ہو گئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں لگ گئیں آپ کو جب ہوش آیا تو پوچھا کہ وہ دینار خرچ ہو گئے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابھی نہیں یہی حالت اور یہی سوال وجواب تین مرتبہ در پیش آیا اس کے بعد کچھ افاقہ ہوا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے گئے تاکہ یہ مستحقین میں خرچ کر دیں۔

سبحان اللہ ! مال سارا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا اور خود جب دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں تو گھر کے چراغ میں تیل نہیں ۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا :

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

marfat.com

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہراء کا اظہار غم :

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بہت غمزدہ ہو گئیں آپ کو کسی نے کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا آپ اکثر طور پر روتی رہتی تھیں اور یہ کہتی رہتی تھیں :

" یاابتاہ یا ابتاہ " اے ابا جان اے ابا جان۔

اور کہتیں اے ابا جان آپ نے اللہ تعالی کے بلاوے کو قبول کر لیا ہے۔ اے ابا جان آپ نے جنت الفردوس میں اقامت اختیار کر لی، اے ابا جان اب جبریل وحی کس کے پاس لائیں گے ۔

اے اللہ! فاطمہ کی روح کو نبی کریم ﷺ کی روح سے ملا دے اے اللہ مجھے اپنے رسول کا دیدار عطا فرما ۔

خیال رہے کہ رونے میں کوئی جزع، فزع نہیں تھا پیٹنا، واویلا کرنا نہیں تھا کپڑے پھاڑنا، گریبان چاک کرنا نہیں تھا فقط آنسو بہانا اور اظہار غم کے طور پر مذکورہ بالا الفاظ کا ذکر تھا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے قراری :

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غم سے نڈھال، بہت زیادہ پریشان حال تھیں، آنسو رواں تھے۔ ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح صبر کا دامن تھامتے ہوئے اظہار غم کر رہی تھیں افسوس ہے اس نبی محترم پر جنہوں نے فقر کو تونگری پر اور درویشی کو مالداری پر اختیار فرمایا۔ افسوس ہے اس ذات پر جنہوں نے امت کے معاصی کے غم وفکر سے بے نیاز ہو کر کبھی بستر راحت پر آرام نہیں فرمایا اسی طرح روتے ہوئے کئی اور اوصاف کا بھی تذکرہ کر رہی تھیں۔

غیبی آواز سے اہل بیت کو مزید صبر کی تلقین :

آپ کے گھر کے ایک کونہ سے آواز آ رہی تھی اگرچہ کہنے والا کوئی نظر نہیں آ رہا تھا آواز دینے والا یہ آواز دے رہا تھا :

marfat.com

Marfat.com

نماز فجر میں ملاحظہ فرمانا :

جس دن نبی کریم ﷺ نے رحلت فرمائی اس دن کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دروازے کے پردے ہٹا کر مسجد میں لوگوں کی جانب نظر مبارک ڈالی اور ملاحظہ فرمایا کہ فجر کی نماز ہے اور حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نماز پڑھا رہے ہیں پھر دروازے پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی نظر مبارک ان کی طرف جمی رہی گویا کہ آپ کا روئے انور قرآن پاک کا ورق ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کو قرآن پاک کے اوراق سے تشبیہ دی یہ کتنی حسین تشبیہ ہے۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا جب حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تھے تو صحابہ کرام نے خیال کیا کہ شائد حضور ﷺ باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر وہ سب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ آپ نماز کے لئے تشریف لے آئیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے !

" نماز را بگزارم ترا سلام کنم"

نماز کو ہم چھوڑ رہے ہیں اور تجھے سلام کر رہے ہیں ۔

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے چاہا کہ اپنی جگہ سے پیچھے آجائیں مگر رسول ﷺ نے صحابہ کرام کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہیں اور اپنی نماز پوری کریں پھر دروازے کا پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا گویا کہ آپ کا یاران محبت کا یہ آخری الوداعی سلام تھا اور اپنے دیدار سے صحابہ کو مشرف کرنا تھا۔

خیال رہے کہ سب صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کو دیکھ رہے تھے الٹے ہاتھوں پر ہاتھ مار کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے تمام صحابہ کا رخ قبلہ سے پھر گیا تھا مدینہ طیبہ میں قبلہ جنوبی جانب ہے اور نبی کریم ﷺ کا

marfat.com

Marfat.com

کرتا تھا تو وہ جان لے کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے وہ اب بھی موجود و زندہ ہے اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی :

﴿ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى الله الشكرين ﴾

اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ تعالیٰ کے رسول بیشک آپ سے پہلے رسول گزرے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے ۔

اور اس آیت کی تلاوت کی ۔

﴿ انك ميت وانهم ميتون ﴾ اے حبیب آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے صحابہ کرام پر کچھ ایسا اثر ہو چکا تھا کہ یہ آیات سن کر صحابہ کرام یوں محسوس کر رہے تھے جیسا کہ یہ نازل ہی اب ہوئیں ہیں۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی خطبہ دیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اے لوگو میں نے جو پہلے کہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ پر وفات طاری نہیں ہوئی۔وہ کوئی کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں بلکہ میری یہ خواہش تھی کہ آپ ہم میں زندہ رہتے یعنی ظاہری حیات میں جس طرح آپ ہم میں پہلے جلوہ گر ہوتے ہمیشہ ایسے ہی رہتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہم شاکر و صابر ہیں۔

تنبیہ :

نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا آپ اس میں ہاتھ مار کر چہرہ پر مار رہے تھے آپ کو بار بار پسینہ آرہا تھا بظاہر یہ شدت کی کیفیت نظر آتی ہے آپ کو سکرات موت میں شدت کیوں حاصل ہوئی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ کوئی تکلیف نہیں بظاہر بے قراری نظر آتی

marfat.com

Marfat.com

بتائی گئی آپ نے فرمایا: اے فاطمہ تمہیں معلوم ہے، یہ کون ہے، یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہشوں اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا، بیویوں کو بیوہ کرنے والا، اور بچوں اور بچیوں کو یتیم کرنے والا ہے۔

مطلب یہ واضح تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ روح قبض کرنے والا عزرائیل علیہ السلام ہے۔ اسے اندر آنے دیجئے یہ تو کسی سے پوچھتا ہی نہیں یہ تو صرف خاندان نبوت کی حرمت کا پاس کرتے ہوئے بامر الٰہی اجازت طلب کر رہا ہے ورنہ اس نے تو کبھی (کسی کی) فکر نہیں کہ گھر میں کون ہے کون نہیں یہ تو بلا اجازت ہی ہر گھر جاتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء کو خبر دینا:

اسی موقع پر یا کہ ایام مرض میں اس سے پہلے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دی زیادہ صحیح یہ ہی ہے کہ یہ خبر پہلے کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس موجود تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں ان کی چال نبی کریم ﷺ کی چال مبارک سے کوئی مختلف نہ تھی (یعنی آپ کے چلنے کا انداز نبی کریم ﷺ کے چلنے کے انداز سے بالکل مشابہ تھا) جب نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا اے میری بیٹی مرحبا پھر ان کو اپنے پاس بٹھایا پھر ان سے کوئی سرگوشی کی جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شدید رونے لگیں حضور ﷺ نے جب ان کے غم کو دیکھا تو دوبارہ پھر ان سے کوئی اور سرگوشی کی اب انہوں نے مسکرانا شروع کر دیا جب نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تمہارے ساتھ نبی کریم ﷺ نے مخفی طور پر کیا باتیں کیں آپ نے فرمایا یہ نبی کریم ﷺ کا راز ہے جسے میں ظاہر نہیں کر سکتی نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد میں نے کہا کہ میں تمہیں اپنے اس حق کا واسطہ دے کر پوچھتی ہوں جو میرا حق تم پر ہے (یعنی مجھے تمہاری ماں ہونے کا حق ہے) کہ تم مجھے بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ نے تمہیں کیا خبر دی تھی انہوں نے کہا ہاں اب ٹھیک

marfat.com

Marfat.com

پر قربان ہوں کتنی صفائی اور کتنی خوشبو ہے حیات میں بھی اور ممات میں بھی ۔

نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق آپ کو بیر غرس (مدینہ طیبہ کے شمالی جانب ایک کنوئیں کا نام ہے) کے پانی سے تین مرتبہ غسل دیا گیا جس میں بیری کے پتے ڈالے گئے تھے ۔

غسل کے وقت نبی کریم ﷺ کی پلکوں کے نیچے اور ناف کے گوشے میں پانی جمع ہو گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے ۔

جب غسل مکمل ہو گیا تو مقام سجدہ اور مفاصل شریف (اعضاء کے جوڑ) کو خوشبو سے معطر کیا گیا اور تین مرتبہ عود (اگر) کی دھونی دی گئی یعنی خوشبودار لکڑی سلگائی گئی اس کے بعد اٹھا کر سر پر لٹا دیا گیا۔

آپ کے جسم اطہر پر استعمال کرتے ہوئے جو خوشبو بچ گئی تھی اس کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ میرے کفن میں یہ خوشبو لگانا کیونکہ یہ خوشبو حضور سے بچائی ہوئی ہے

کفن دینے کی وصیت :

نبی کریم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ وہ یمنی چادریں تھیں چونکہ یمن کے علاقہ میں ایک بستی کا نام سحول ہے جہاں وہ کپڑا تیار ہوتا تھا جس سے آپ کے کفن مبارک میں چادریں استعمال کی گئیں اس لئے آپ کے کفن کے کپڑے کو سحولی بھی کہا گیا ہے ۔

ایک حدیث میں آپ کے کفن کے کپڑے کو "من کرسف" (کرسف سے بنا ہوا) بھی کہا گیا ہے کرسف پنبہ یعنی روئی کو کہتے ہیں ۔

ذہبی نے حاکم سے نقل کر کے کہا کہ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابن عباس حضرت عائشہ حضرت ابن عمر حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہم سے حدیثیں حد تواتر تک

marfat.com

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خصوصی تکریم وتشریف کے لئے بھیجا ہے، وہ آپ سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے وہ یہ پوچھتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا :اے جبرائیل میں اپنے آپ کو غمزدہ اور مصیبت زدہ پاتا ہوں ۔دوسرے دن جبرائیل علیہ السلام پھر حاضر ہوئے ان کا وہی سوال تھا اور نبی کریم ﷺ کا بھی وہی جواب تھا۔ تیسرے دن پھر جبرائیل نے آپ کی خدمت میں حاضری دی پھر وہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا ۔اور جبریل کے ساتھ ایک فرشتہ بھی تھا جسے اسماعیل کہا جاتا ہے جو ایک لاکھ فرشتوں کا سردار تھا اور ہر فرشتہ کو ایک لاکھ پر سرداری حاصل تھی ۔جبرائیل نے نبی کریم ﷺ سے اس کے لئے بھی اجازت طلب کی کہ وہ بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوا حضور نے اس کے متعلق پوچھا جبرائیل نے اس کا تعارف کرایا۔

پھر جبرائیل نے عرض کیا یارسول اللہ یہ ملک الموت (عزرائیل) بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کررہا ہے ۔آپ سےپہلے کسی آدمی سے اس نے اجازت طلب نہیں کی اور آپ کے بعد بھی کسی سے اجازت طلب نہیں کرے گا۔ جبریل نے عرض کیا کہ آپ اسے اجازت دیں آپ نے اسے اجازت دے دی ۔عزرائیل نے حاضر ہوکر سلام پیش کیا پھر عرض کیا اے محمد (ﷺ) بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اگر آپ اپنی روح قبض کرنے کی مجھے اجازت فرماتے ہیں تو میں آپ کی روح کو قبض کروں گا اور اگر آپ یہ حکم فرماتے ہیں کہ میں آپ کو چھوڑدوں۔ تو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت تم اپنا کام کرو (یعنی روح قبض کرنے کی تمہیں اجازت ہے) عزرائیل نے کہا ہاں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت بھی کروں۔

راوی کہتے ہیں حضور نے جبرائیل کی طرف دیکھا جبرائیل نے عرض کیا اے محمد (ﷺ) بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو ملنے کا بہت مشتاق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ملک الموت کو کہا جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ کام کرو تو عزرائیل نے آپ کی روح کو قبض کرلیا ۔

marfat.com

Marfat.com

سب سے پہلے نماز جنازہ اھل بیت نبوت نے ادا کی یعنی حضرت علی المرتضی حضرت عباس اور دوسرے بنو ھاشم رضی اللہ عنہم سب سے پہلے نماز جنازہ ادا کرنے والے تھے اس کے بعد مہاجرین صحابہ کرام اس کے بعد انصار صحابہ کرام نے نماز جنازہ ادا کی پھر دوسرے لوگ آتے رہے اور نماز جنازہ ادا کر کے لوٹتے رہے ۔

جب اھل بیت نبوت نے نماز جنازہ ادا کر لی تو لوگوں کو معلوم نہیں تھا کہ نبی کریم ﷺ پر کون سی دعا پڑھیں تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو جب لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو :

" ان الله وملائكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما اللهم ربنا لبيك وسعديك صلوات الله البر الرحيم والملائكة المقربين والنبيين والصديقين والشهداء والصالحين واسبح لك من شيء يارب العالمين على محمد بن عبد الله خاتم النبيين وسيد المرسلين وامام المتقين ورسول رب العالمين الشاهد البشير الداعى باذنك السراج المنير وعليه السلام "

اس دعاء کو شیخ زین الدین مراغی نے اپنی کتاب تحقیق النضرة میں بیان کیا ہے ۔

نبی کریم ﷺ کی تدفین میں تاخیر :

نبی کریم ﷺ کا وصال دو شنبہ (پیر) کو ہوا اور سہ شنبہ (منگل) پورا گزر گیا اور آپ کا تخت شریف آپ کے گھر میں رہا آپ کو چہار شنبہ (بدھ) کی رات کو دفن کر دیا گیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ تمام لوگ آپ کی نماز جنازہ ادا کر لیں یہاں تک کہ سب لوگ جب نماز ادا کر چکے تو پھر آپ کو دفنایا گیا ۔

شیعہ کا اعتراض باطل ہے :

اھل تشیع کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی نماز جنازہ ادا نہیں کی یہ بالکل لغو قول ہے

marfat.com

Marfat.com

" السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله وبرکاته کل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامة "

اهل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں تم پر ہوں ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے بلاشبہ قیامت کے دن تمہاری نیکیوں کا پورا پورا اجر دیا جائے گا ۔

بلاشبہ ہر مصیبت کے لئے اللہ عزوجل کے نزدیک درجہ اور خوشی ہے اور زیادہ صبر کرو ۔

صحابہ کرام کا غم میں مبتلا ہونا :

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام بہت پریشان ہو گئے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ان کی عقلیں سلب کر لی گئیں اور ان کے حواس معطل ہو گئے ۔

بعض حضرات کی زبان بند ہو گئی ان کے ہوش و حواس اور بولنے کی قوت جاتی رہی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے قریب سے گزرے اور انہیں سلام کیا لیکن وہ سلام کا جواب نہ دے سکے ۔

بعض حضرات اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے، جنبش کی طاقت تک نہ رہی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا۔ کچھ حضرات کہہ رہے تھے حضور ﷺ پر وقتی طور پر بیہوشی طاری ہے سکتہ کا عالم ہے آپ پر وفات طاری نہیں ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو کوئی یہ کہے گا نبی کریم نے وفات پائی میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شدید غم میں ثابت قدمی :

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی زیادہ پریشان تھے آنسو بہا رہے تھے غم میں نڈھال تھے لیکن آپ نے اس نازک مرحلہ میں ثابت قدمی سے کام لیا ہوش و حواس کو برقرار رکھتے ہوئے خطبہ دیا جو حمد و ثناء الٰہی اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پر مشتمل تھا اس کے بعد ارشاد فرمایا جو کوئی نبی کریم ﷺ کی پرستش

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس رضی اللہ عنہم قبر میں داخل کرنے والے تھے سے سنا ہے کہ فرمایا کوئی نبی نہیں دفن کیا گیا مگر اسی جگہ جہاں اس کی روح قبض کی گئی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر کوئی خطہ خدا کے نزدیک اس خطہ سے گرامی تر نہیں ہے جس میں نبی کی روح کو قبض کیا گیا۔

اس کے بعد تمام صحابہ کرام کا اتفاق اس پر ہوا کہ آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا جائے تو آپ کی چارپائی کو اٹھا کر ایک طرف کیا گیا اور وہاں ہی قبر کھودنے کا آغاز ہوا۔

قبر کو لحد بنایا گیا: مدینہ طیبہ میں دو شخص قبر کھودنے والے تھے ایک حضرت ابوعبیدہ بن جراح جو بطریق شق (درمیان میں کھودائی والی) قبر کھودتے تھے۔ دوسرے صحابی حضرت ابوطلحہ انصاری تھے جو لحد (بغلی یعنی ایک طرف سے کھدائی والی) قبر کھودتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رب تعالیٰ کے حضور دعا کی اے اللہ اپنے حبیب کے لئے وہ چیز اختیار فرما جو محبوب و مختار ہو۔ اس دعا کے بعد آپ نے دونوں صحابیوں کی طرف آدمی بھیج دیئے کہ جو پہلے آجائے اسی سے قبر بنوالی جائے۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس شخص کو نہ مل سکے جو انہیں بلانے گیا تھا اس لئے وہ بروقت نہ پہنچ سکے لیکن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بروقت آ گئے۔ انہوں نے لحد قبر بنائی۔

نبی کریم ﷺ کو لحد قبر پسند تھی آپ نے فرمایا" اللحد لنا والشق لغیرنا "(لحد ہمارے لئے ہے اور شق ہمارے غیروں کے لئے ہے) خیال رہے کہ اگر زمین سخت ہو جہاں لحد بن سکے وہاں افضل ہے اور جہاں زمین نرم ہو لحد نہ بن سکے وہاں شق بنائی جائے۔

نبی کریم ﷺ کو جب لحد پسند تھی تو رب تعالیٰ نے بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے آپ کے لئے لحد کا انتظام ہی فرمایا کہ لحد کھودنے والے صحابی ہی بروقت پہنچ سکے۔

نبی کریم علیہ وسلم ﷺ کی تدفین: بدھ کی رات سحری کے وقت نبی کریم ﷺ کو قبر انور میں داخل کیا گیا۔ حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عبا

قبر میں امت کو یاد کرنا: حضرت قثم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبر انور میں سے سب سے آخر میں نکلنے والا میں ہی تھا اور سب سے آخر میں آپ کے چہرہ انور کی زیارت کرنے والا میں ہی تھا۔ میں نے قبر مبارک میں آپ کو

marfat.com

Marfat.com

تھی لیکن اس کی کئی وجوہ آپ نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے دو کو میں ذکر کر رہا ہوں ۔

بظاہر جو بے قراری نظر آتی تھی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ یہ وقت اللہ تعالیٰ سے خاص ملاقات کا تھا اور وہ خشیت وہیبت و اجلال تھا جو معرفت و عبودیت اور قرب حضور ذی الجلال میں اس حال اور اس وقت کے مناسب تھی اور یہ تمام خصوصیات کسی اور حالت و وقت میں نہ تھیں ۔

اور وجہ یہ تھی کہ یہ بے قراری در حقیقت رب سے ملاقات کے لئے روح کی بے تابی تھی گویا آپ چاہتے تھے کہ جلدی ہی اس دنیا سے نکل کا بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو جائیں۔

نبی کریم ﷺ کے غسل کا ذکر :

آپ کے غسل کے لئے آپ کے اہل بیت میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دو بیٹے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ ، ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب اور نبی کریم ﷺ کے محبوب اسامہ بن زید اور حضور کے غلام حضرت صالح حبشی شریک ہوئے۔ آپ کے جسم اطہر کے ارد گرد چادریں تان دی گئی تھیں ۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینہ پر لیا اور ہاتھوں میں دستانے پہن کر ہاتھوں لو پیرہن مبارک کے اندر داخل کیا اسامہ قمیص کے اوپر پانی ڈالتے تھے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور قثم رضی اللہ عنہ ایک پہلو سے دوسرے پہلو تک پانی پہنچانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کر رہے تھے اور غیب سے بھی غسل میں اعانت واقع ہوئی چنانچہ انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور ہاتھ ان کے ہاتھ سے مس ہو رہا ہے ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ غیب سے اور پردہ کے پیچھے سے آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نرمی برتو ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت تھی کہ تمہارے بغیر میرا کوئی ستر نہ دیکھے اگر کوئی خلاف ورزی ہوئی تو اس کی بنائی جاتی رہے گی۔ نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی جس طرح دوسرے لوگوں کے پیٹ وغیرہ سے خارج ہوتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ

marfat.com

Marfat.com

(انٹرنیشنل وومن اسلامک یونیورسٹی) (زیر تکمیل)

جامعہ آمنہ ضیاء البنات

ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد

[illegible] ادارہ ضیاء العلوم [illegible]

اکیسویں صدی [illegible] دینی تحفہ

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تعلیمات کی صداقت پر یقین اور عمل ہی عزت و نجات کا ضامن ہے۔ ایک حد تک اسلامی تعلیمات کا حاصل کرنا ہر مرد و زن پر فرض ہے۔ خصوصاً اس نازک دور میں جبکہ طاغوتی قوتوں نے تمام ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام کے ابدی اور نظریاتی عقائد و نظریات، پاکیزہ عبادات، شرف انسانیت اور تہذیب و اخلاق کے خلاف بھرپور حملہ شروع کر رکھا ہے اور بالخصوص حوا کی بیٹیوں کو "حقوق نسواں" کے نام پر بے شرم بے حیا، مادر پدر آزاد اور اسلام گریز بنایا جا رہا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ دختران اسلام کو قرآن و حدیث، فقہ اسلامی و دیگر مروجہ دینی علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری دنیاوی علوم سے روشناس کرایا جائے۔

اسلامی نقطہ نظر سے اولاد کی تربیت اور اصلاح معاشرہ میں مسلمان عورت کا بڑا نمایاں کردار ہے۔ گھریلو ماحول میں اسوہ حسنہ کی شمع کو فروزاں کر کے بچے بچیوں کے اخلاق و کردار اسلامی قالب میں ڈھالنے کیلئے عورتیں مردوں کی بہ نسبت بہتر کارنامہ انجام دے سکتی ہیں اور ماضی میں دیتی رہی ہیں۔

دختران اسلام کے قابل فخر کارنامے تاریخ اسلام کا سنہری باب ہیں۔ یہی مائیں تھیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا۔ اسی غار سے انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا۔

دختران اسلام کی کردار سازی، اسلامی ماحول میں تربیت، اور اذہان و قلوب کو علم دین سے مزین منور کرنے کیلئے "ادارہ ضیاء العلوم راولپنڈی" نے انتہائی مشکل کام کے باوجود تعمیر ملت میں اپنا حصہ ڈالنے کیلئے اپریل [illegible] میں "جامعہ آمنہ ضیاء البنات" کا قیام کیا۔ اور حصول برکت کیلئے نبی اکرم شافع محشر قاسم کوثر ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ [illegible] کے نام نامی سے منسوب کیا۔

مختصر عرصہ میں حیرت انگیز کامیابی ہوئی۔ خواتین کے دارالعلوم میں اس وقت دو سو سے زائد طالبات زیر تعلیم ہیں جن کی تعلیم، رہائش، خوراک اور علاج وغیرہ کی سہولیات جامعہ کی طرف سے "مفت" فراہم کی جاتی ہیں۔

احباب سے ادارہ کی ظاہری و باطنی ترقی کیلئے دعا کی درخواست ہے

(نیو کیمپس) اسلام آباد

اسلام آباد میں تین ایکڑ (چوبیس کنال) = 131250 مربع فٹ [illegible] حاصل ہو چکا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

[illegible]

[illegible]

☆ ایک ہزار بچیوں کیلئے [illegible] دارالاقامہ (ہاسٹل)

☆ کلاس رومز، لائبریری، کمپیوٹر [illegible]

☆ [illegible] ☆ [illegible]

☆ [illegible]

☆ اساتذہ اور عملہ [illegible]

☆ دیگر سہولیات [illegible]

سلیبس:

(۱) حفظ القرآن (۲) تجوید القرآن

(۳) صرف و نحو، بلاغت، ادب عربی، سیرت، تاریخ، فقہ و اصول فقہ تفسیر قرآن و حدیث پر مشتمل آٹھ سالہ کورس (درس نظامی) جس کی آخری سند الشهادة العالمية في العلوم العربية والاسلامية ایم اے عربی اسلامیات کے مساوی ہے۔ اور گورنمنٹ پاکستان کی منظور شدہ ہے

(۴) فاضل عربی ([illegible])

(۵) علوم عصریہ (حالات کے مطابق ایف اے، بی اے، [illegible]) اور [illegible] کمپیوٹر ٹریننگ کورسز شامل ہوں گے۔

اپیل

اس عظیم منصوبہ کی تکمیل پر دس کروڑ روپے سے زائد کا تخمینہ لگایا گیا ہے "ادارہ ضیاء العلوم" خواتین یونیورسٹی کے اس عظیم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اہلیت و ہمت تو نہیں رکھتا، بلکہ اسے شروع کرنے کیلئے بھی فی الوقت اسباب سے تہی دامن ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صرف امید ہی نہیں کامل یقین و اعتماد ہے کہ وہ معطی مطلق خزانہ غیب سے اسباب پیدا فرما دے گا۔ اور اپنے کرم خاص سے بطفیل صدقہ حبیب کبریا ﷺ اہل اسلام کے دلوں کو اس طرف متوجہ فرما دے گا۔

مخیر احباب اس دینی و اخروی سرمایہ کاری سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور دیگر احباب کو بھی اس صدقہ جاریہ میں شمولیت کی بھرپور دعوت دیں۔

سید شہاب الدین شاہ سلطانپوری

(ناظم اعلیٰ) 92-300-8552781

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی پاکستان

خط و کتابت کیلئے: جامعہ رضویہ ضیاء العلوم [illegible] راولپنڈی

ای میل ایڈریس: ziauloom@isb.paknet.com.pk

فون نمبر: 92-51-4452404 - 4840404

فون [illegible]: 92-51-5770731 - 5537312

جامعہ کا اکاؤنٹ: 5066 HBL [illegible] بازار راولپنڈی

تعمیراتی اکاؤنٹ: HBL 2974-72 [illegible] کمرشل مارکیٹ راولپنڈی

marfat.com

Marfat.com

پہنچ گئیں ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے کفن میں تین کپڑے تھے ۔

خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر ایک قمیص تھی اور اس میں ہی غسل دیا گیا تھا وہ کفن میں داخل نہیں لہذا وہ حدیث جو سنن ابی داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو کپڑے اور ایک وہ قمیص مبارک جو بوقت وصال آپ کے جسم پر تھی اس روایت میں ضعف ہے۔ صحیح نہیں، روایات وہ ہیں جن میں تین کپڑوں کا ذکر ہے لیکن قمیص اور پگڑی کا ذکر نہیں ۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حضور ﷺ کی نماز جنازہ :

حضور ﷺ کی نماز جنازہ جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی گئی بلکہ ایک جماعت آپ کے قریب آتی اور بغیر جماعت کے نماز پڑھتی اور نکل جاتی پھر دوسری جماعت آتی اور پڑھتی تھی آپ کا جسد اقدس اسی حجرہ مبارک میں تھا جہاں آپ کو غسل دیا گیا سب سے پہلے مرد داخل ہوئے جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں داخل ہوئیں اور عورتوں کے بعد بچے ۔

جماعت میں صفوں کی ترتیب ہوتی ہے لیکن یہاں نہ کوئی صفوں کی ترتیب تھی اور نہ کوئی امام تھا اسلئے کسی نے نہ کوئی امامت کی اور نہ جماعت سے نماز کی ادائیگی ہوئی ۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہیں کی کیونکہ آپ ایام حیات اور ممات میں سب کے امام ہیں ۔

نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ پر متعدد نمازیں پڑھی گئیں۔ اور تنہا تنہا لوگوں نے پڑھیں ورنہ عام لوگوں کی ایک ہی نماز جنازہ ہے اور وہ بھی جماعت سے یہ بھی خیال رہے کہ نبی کریم ﷺ کی خصوصیات پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ۔

marfat.com
Marfat.com

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / بار طبع
۳۵	شرح السنة		قومی پریس لکھنؤ
۳۶	شرح النووی علی المسلم	یحیی بن شرف النووی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۷	معجم طبرانی	ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	مکتبة التوعية الاسلام بیروت
۳۸	فیوض الباری	سید محمود احمد رضوی	مکتبة الرضوان لاہور
۳۹	عون المعبود	ابو الطیب شمس الحق	نشر السنة ملتان
۴۰	موطا امام مالک	امام مالک بن انس	میر محمد کتب خانہ کراچی
۴۱	لمعات علی المشکوۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	مدینہ پبلیکیشنز کراچی
۴۲	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی القاری	مکتبہ امدادیہ ملتان
۴۳	مدارج النبوت	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	مدینہ پبلی کیشنز کراچی
۴۴	فتوحات مکیہ	شیخ محی الدین ابن عربی	بیروت
۴۵	مسند ابی یعلی	احمد بن علی التیمی	دار المامون التراث دمشق
۴۶	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل	دار صادار بیروت
۴۷	مشکوۃ المصابیح	امام محی السنة	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور
۴۸	جواہر البحار	یوسف بن اسماعیل النبہانی	مکتبہ حامدیہ لاہور
۴۹	ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۵۰	مواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	دار الکتب العلمیہ بیروت
۵۱	نسیم الریاض	احمد بن شہاب الدین الخفاجی	دار الکتب العربی بیروت
۵۲	الحاوی للفتاوی	امام جلال الدین سیوطی	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۵۳	فتاوی مہریہ	پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف
۵۴	شرح الصدور	امام جلال الدین سیوطی	خلافت اکیڈمی مینگورہ سوات
۵۵	شرح عقائد نسفی	علامہ سعد الدین تفتازانی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۶	جامع الصغیر	امام محمد بن حسن الشیبانی	ادارۃ القرآن کراچی
۵۷	رد المحتار	علامہ ابن عابدین الشامی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۸	نور الانوار	احمد ملا جیون	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۹	ہدایہ	علامہ برہان الدین مرغینانی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۶۰	المفردات فی غریب القرآن	امام راغب اصفہانی	مطبعة المیمنیہ مصر
۶۱	شمس الہدایت	پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف
۶۲	نبراس علی شرح العقائد	عبدالعزیز فرہاروی	شاہ عبد الحق اکیڈمی بندیال خوشاب
۶۳	احیاء العلوم	امام محمد الغزالی	مطبع مجتبائی دہلی
۶۴	شرح زرقانی علی المواہب	عمر بن عبد الباقی الزرقانی	مطبعة الازہریہ مصر
۶۵	ملفوظات مہریہ	پیر سید مہر علی شاہ	مکتبہ غوثیہ گولڑہ شریف
۶۶	الصافی فی اصول الکافی	ملا خلیل	مکتبہ نولکشور لکھنؤ
۶۷	الشفاء	امام قاضی عیاض	دار الکتب العربی بیروت
۶۸	معجم البلدان	شہاب الدین یاقوت الحموی	دار احیاء التراث العربی بیروت
۶۹	بیان القرآن	محمد احمد علی لاہوری	مطبع کریمی لاہور
۷۰	خلاصة التفاسیر	فتح محمد تائب	قومی پریس لکھنؤ

marfat.com

Marfat.com

باطل ہے کذب بیانی ہے حقائق سے دور بات ہے۔

آیئے اہل تشیع کی کتاب اصول کافی اور اس کی شرح صافی کو دیکھئے اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ تمام لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی مدینہ کے لوگ بھی اس میں شامل تھے اور باہر دیہاتوں کے اصول کافی کی عبارت یہ ہے۔

" عن ابی جعفر علیه السلام قال قلت له کیف کانت الصلوة علی النبی ﷺ وانه قال لما غسله امیر المومنین علیه والسلام وکفنه وسجاده ادخل علیه عشرة تدار واحوله ثم وقف امیر المومنین علیه السلام فی وسطهم وقال ان الله وملائکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما فیقول القول کما یقول حتی ﷺ اهل المدینة واهل العوالی "

(اصول کافی مع الصافی کتاب الحجة جزء سوم)

حضرت جعفر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کی نماز جنازہ کیسے ادا کی گئی تھی تو انہیں بتایا گیا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنا دیا اور ڈھانپ دیا تو دس آدمی آپکے جسد مبارک کے پاس آئے اور ارد گرد پھرے پھر امیر المومنین علیہ السلام ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور پڑھا ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ قوم نے بھی یہی پڑھا جو امیر المومنین پڑھ رہے تھے یہاں تک کہ تمام اہل مدینہ نے پڑھا اور ارد گرد تمام دیہات والوں نے پڑھا۔

اہل تشیع کی اپنی ہی حدیث نے واضح کر دیا کہ حضور ﷺ کی نماز جنازہ تمام صحابہ کرام نے ادا کی۔

حضور ﷺ کو دفن کرنے کے لئے جگہ کا انتخاب:

نبی کریم ﷺ کو کہاں دفن کیا جائے اس میں صحابہ کرام نے اپنی اپنی رائے پیش کی کسی نے کہا آپ کو اسی حجرے میں دفن کیا جائے جہاں آپ کی روح کو قبض کیا گیا اور کسی نے کہا آپ کو مسجد شریف میں دفن کیا جائے کسی نے کہا کہ آپ کو بقیع قبرستان میں دفن کیا جائے اور کسی نے کہا قدس میں بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کی قبور ہیں وہاں دفن کیا جائے۔

marfat.com

Marfat.com

دیکھا کہ آپ کے لب مبارک حرکت کر رہے ہیں میں نے اپنے کان حضور کے منہ مبارک کے قریب ہی کئے تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں " رب امتی امتی " اے میرے رب میری امت میری امت میری امت یعنی امت کی مغفرت فرما۔ (واقعات وصال از مدارج النبوت ج ۲ و بعض از مشکوۃ)

نیک لوگوں کے قریب دفن کرنا بہتر ہے:

موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس کے قریب اپنی وفات و دفن کی رب تعالیٰ سے درخواست کی ، اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" واما سؤاله الادناء من المقدسة فلشرفها وفضيلة مافيها من المدفونين من الا نبياء و غيرهم من الصالحين " (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۲۱)

آپ نے بیت المقدس کی زمین کے قریب وفات و دفن کا سوال اسلئے کیا تھا کہ اس زمین کو شرف حاصل تھا خصوصاً انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک ہستیوں کے وہاں دفن ہونیکی وجہ سے اس زمین کو فضیلت حاصل تھی۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ ہر شخص کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے ، نیک لوگوں کا قرب زندگی میں اور وفات کے بعد بھی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی محبت عطا فرمائے۔

یا اللہ ! اپنے حبیب پاک محمد مصطفی ﷺ کے طفیل میری اولاد کو صحیح عقیدہ پر قائم دائم رکھنا ، برے عقائد سے محفوظ رکھنا۔ (آمین ثم آمین) یا اللہ میری اس سعی کو قبول فرما اور عوام کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ امین بجاہ سید المرسلین ﷺ

بروز اتوار قریب الافطار۔14 / رمضان المبارک 1417ھ

26 جنوری 1997ء

عبدالرزاق ابن قاضی عبدالعزیز ابن قاضی فیض احمد ابن قاضی علام نبی

قدست اسرارهم ورفعت درجاتهم فى العلين

☆☆☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

﴿فہرست مصادر و مراجع﴾

نمبر	نام کتاب	مصنف	مطبع / بار طبع
۱	کنزالایمان فی ترجمة القرآن	امام احمد رضا خان	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۲	التبیان	سید احمد سعید کاظمی	کاظمی پبلیکیشنز ملتان
۳	تفسیر ابوالسعود	ابوالسعود محمد العمادی	دارالکتب العلمیه بیروت
٤	تفسیر البحر المحیط	ابو حیان الاندلسی	دارالفکر بیروت
۵	تفسیر البیضاوی	قاضی البیضاوی	مکتبه حقانیه پشاور
٦	تفسیر الثعالبی	عبدالرحمن بن محمد الثعالبی	مؤسسة الاعلمی بیروت
۷	تفسیر حقانی	عبدالحق حقانی	نعمانی کتب خانه لاهور
۸	تفسیر خازن	علاء الدین الخازن	نعمانی کتب خانه لاهور
۹	تفسیر ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازهری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
۱۰	تفسیر عزیزی	شاه عبد العزیز محدث دهلوی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۱	تفسیر قرطبی	محمد بن احمد القرطبی	مکتبة الغزالی دمشق
۱۲	تفسیر کبیر	امام فخرالدین الرازی	مکتبه عبدالرحمن قاهره مصر
۱۳	تفسیر کشاف	جار الله الزمخشری	دارالکتاب العربی بیروت
۱٤	تفسیر نسفی(مدارک)	عبد الله بن احمدبن محمود النسفی	مکتبه محمدی بمبئی
۱۵	تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی	نعیمی کتب خانه گجرات
۱٦	تفسیر ابن کثیر	ابو الفداء اسماعیل بن کثیر	داراحیاء التراث بیروت
۱۷	تفسیر خزائن العرفان	مولانا نعیم الدین مراد آبادی	ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاهور
۱۸	تفسیر جلالین	علامه سیوطی ، علامه محلی	نور محمد اصح المطابع کراچی
۱۹	تفسیر روح المعانی	سید محمود الآلوسی	مکتبه حقانیه ملتان
۲۰	تفسیر مظهری	قاضی ثناء الله پانی پتی	مکتبه رشیدیه کوئٹه
۲۱	تفسیر صاوی	الشیخ احمد الصاوی	مکتبة الفیصلیه مکة المکرمة
۲۲	حاشیة الجمل(الفتوحات الهیه)	سلیمان بن عمر العجیلی الجمل	المکتبة التجاریة مکۃ المکرمه
۲۳	تفسیر روح البیان	علامه اسماعیل حقی	مکتبة الجعفریه طهران ایران
۲٤	شیخ زاده علی البیضاوی	محی الدین شیخ زاده	المکتبة الاسلامیه بیروت
۲۵	تاریخ ابن هشام	عبد الملك بن هشام	عبد التواب اکیڈمی ملتان
۲٦	طبقات الکبریٰ	محمد ابن سعد	دارا صادر بیروت
۲۷	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	نور محمد اصح المطابع کراچی
۲۹	صحیح المسلم	مسلم بن حجاج القشیری	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاهور
۳۰	جامع ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	فاروقی کتب خانه ملتان
۳۱	سنن ابی داؤد	سلیمان بن الاشعث ابی داؤد	قدیمی کتب خانه کراچی
۳۲	سنن نسائی	احمد بن شعیب النسائی	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۳۳	سنن ابن ماجه شریف	محمد بن یزید ابن ماجه	قدیمی کتب خانه کراچی
۳٤	بیهقی(شعب الایمان)	ابوبکراحمد بن الحسین البیهقی	دارالکتب العلمیة بیروت

marfat.com

Marfat.com